



# فتاویٰ فقہ حنفیہ دارالافتاء

اس میں شک نہیں کہ عقل والوں کے لئے ان لوگوں کے حالات میں طبی عہد کے

جو امور تھے قطعاً ان کا نام باقی ہے نہ جمہور میں ہی باقی نہ جام باقی ہی

# فتاویٰ فقہ حنفیہ

دارالافتاء دارالافتاء

دارالافتاء دارالافتاء

دارالافتاء دارالافتاء

دارالافتاء دارالافتاء

دارالافتاء دارالافتاء



دارالافتاء

دارالافتاء

دارالافتاء دارالافتاء





# لَفْظِ کَافِیَ فِی صَبْرِ رَاوِیِ الْاَحْبَابِ

(اس میں شک نہیں کہ عقل والوں کے لئے ان لوگوں کے حالات میں طبیعتی ہے)

جو نامور تھے فقط اُن کا نام باقی ہے نہ جم جہاں میں ہی باقی نہ جام باقی ہے

# فَعْلَمَ مَلِكُ قَنْدُوزِ

اِس تاریخ ہمالیوں مشتمل است بر احوال خاندان شاہان بجا پور

۱۳۳۲ھ

مشتل بر حصص

۱۳۳۳ھ فصلی

فولہین

حصہ سوم جس میں

مصنف

خاکسار بشیر الدین احمد (دہلوی) اول تعلقہ دار دکلکٹر

ضلع راجپور البقاہ الدعوتیہ و جبل بالعافیہ ر

ممالک محروسہ سرکار عالی نظام

خلد الملکہ

بسمہ حقون

۱۹۱۵ء

طبع اول

مطبع دار الفکر علیہ السلام و طبع دار الفکر علیہ السلام

0901



1



نمبر ضخیمہ	مضمون	از صفحہ	تا صفحہ
۱	حضرت شاہ تاج الدین صاحب و سید شاہ سلیمان صاحب - درگاہ شاہ تاج الدین و شاہ سلیمان - کتبہ گنبد عزیز بادشاہ - کتبہ بقرار چنین بیگم صاحبہ اندرون احاطہ درگاہ شاہ تاج الدین صاحب - کالی مسجد ۱۶۷۷ء - چیتا خانہ - پیر اسماعیل کا مقبرہ - چوک کی مسجد ۱۶۷۷ء لال مسجد ۱۶۷۷ء - مقبرہ رابعہ و برانی سلسلہ - درگاہ حضرت شاہ غریب اللہ چشتی ۱۸۸۷ء - مسجد حکیم محمد صادق ۱۹۹۹ء - گنبد حضرت شاہ غریب عالم ۱۹۱۷ء - چھاؤنی - عربوں کی بغاوت ۱۸۵۷ء - غدر مین اور رنگ آباد کی حالت ۱۸۵۷ء - اورنگ آباد کے غار - ہر رسول - پھلاری - ستارا - ناچہ جی سنگہ کی چھتری - اعراس اور جہاز ارمینو عات اور پیداوار - اورنگ آباد کی موجودہ حالت -	۳	۴
چوتھا	قلعہ اوس - - - - - کتبات - پر کوٹہ - مکانات قلعہ - لوہیں - بالا حصار - قلعہ کے قدیم اسناد - قلعہ کے تاریخی حالات - مسجد جامع ۱۹۱۷ء باؤلیاں بزرگان دین - تیلی گنبد ۱۸۳۷ء - معابد ہنود - موضع کھروسہ کا لینا -	۸۸	۸۵
پانچواں	سجنگر - - - - - شجرہ - اول و دوم - سوم خاندان سجنگر -	۸۶	۱۰۳
چھٹا	بیدر - - - - - بیدر کے عام حالات - شاہ گنج دروازہ - تل گھاٹ دروازہ - مخمور گنج المعروف یہ سنگی سیٹ دروازہ ۱۸۷۷ء - نورس دروازہ المعروف بفتح دروازہ برنجی تختی پر کندہ ہے - فتح برج پر فتح لشکر توپ ۱۸۸۷ء	۱۰۴	۱۶۰

نمبر ضمیمہ	مضمون	صفحہ	تصفحہ
۱	۲	۳	۴
	<p>حروف مقطعات قرآنی - اور تین توپیں - ٹنڈلہ برج واقع حصار شہر  پر کی محمودی توپ ۱۵۹۵ء - چو پارہ - تعلیمیں - جامع مسجد - محبوب  گنج اور چیتہ خانہ وغیرہ عمارات - محمود گادوان کا مدرسہ - مکانات  قاضی صاحب شفا خانہ اور ناصر الدولہ بہادر کی جوبلی - حضرت ملتانی  بادشاہ کی درگاہ ۱۹۳۵ء - پتال نگری - حضرت شاہ ابوالفیض اور  شاہ ابوالحسن کی درگاہیں ۱۹۹۲ء و ۱۸۹۹ء - حضرت نجفی بیگ صاحبہ کا  مقبرہ - سیر سادات کی درگاہ اور چشمہ ۱۹۰۰ء - پاپناس کا جھر اور  مہادیو کامندر فرح باغ اور سنکل تیرہ کے جھرے - فرح باغ ۱۸۰۲ء  باغ خدا نکاں - شاہان بریدیہ - بریدیوں کے گنبد - حضرت شاہ زین الدین  کچ نشین اور مخدوم شاہ قادری کے گنبد - سلاطین بہمنیہ کے مقابر موضع  اشٹورس - چوگندی شاہ خلیل اللہ بٹ شکن ۱۸۰۶ء - قلعہ بید ۱۸۲۵ء  شہزہ دروازہ - نوبت خانہ - گنبد دروازہ - رنگین محل - توپ ہفت گری  اندرون قلعہ ارک ۱۷۹۵ء - نقار خانہ - جیل - حمام - تخت محل -  میگزین وغیرہ - ترکش محل - گلن محل - چینی محل - نگینہ محل - زنانی  مسجد اندرون قلعہ - بادشاہی عاشور خانہ اور باغ - سراسے - اٹھائیس  نئی کین ارمی روسی سیاح کا بیان ۱۷۹۷ء - مانشیہ تھوینات ۱۷۹۹ء  سرپرچر ڈپٹی بیدریں ۱۸۰۶ء - جاتراسے مالنگاؤں - خانہ پور کا ایک  دیول - بادشاہان خاندان بریدیہ - بیدر پر شاہان مغلیہ کا تسلط -  قلعہ پراگٹور - - - - -  رائی اور راجہ کے شکستہ محلات و دیگر عمارات اندرون قلعہ - در دراج</p>		
ساتواں		۱۶۱	۱۶۶

نمبر ضخیمہ	مضمون	از صفحہ	تا صفحہ
۱	۲	۳	۴
آٹھواں	سوامی کا مندر۔ دریائے کرشنا کی طغیانی کی اطلاع۔ توپیں۔ آثار شریف۔ مسجد نظام الدین ۱۲۸۳ھ۔ عاشور خانے۔ عید گاہ۔ درگاہیں۔ مسجد محمد امین الدین ۱۲۰۹ھ۔ - - - - - قلعہ پرینٹہ۔ - - - - - توپیں۔ - - - - - قلعہ جلدہرگ۔ - - - - - خلد آباد و غار ہائے ایلورا۔ - - - - - منعم کا باغ ۱۲۰۸ھ۔ باغ بنی بیگم۔ ریشم باؤلی ۱۲۲۸ھ۔ مقبرہ خان جہاں معروف بہ لال باغ۔ سرایا کٹرہ۔ حویلی خان بہادر۔ بلغور شہر پناہ۔ سبھی چارہ صد اولیا۔ گورنمنٹ گسٹ ہوس اور ہنگلے غار ہائے ایلورا۔ رانی اہلیا بائی کا مندر اور کنڈ۔ سونا باؤلی۔ موتی چوک گنبد آنکس غاں۔ حضرت شجاع الدین کی کمان و ابن صاحب نعلیہ کا آبادار خانہ۔ ہوٹرا اور منڈی ٹیکڑی۔ عید گاہ۔ دو تالاب۔ لال شاہ میاں کا جھرہ۔ کریم الدین صاحب کی مسجد ۱۲۶۶ھ۔ اکبری مسجد ۱۲۸۵ھ خانقاہ و نقار خانہ ۱۲۲۲ھ۔ کالی مسجد۔ حضرت شیخ شجاع الدین قدس ۱۲۶۵ھ۔ سرہائے کی باؤلی۔ شرفی دالان ۱۲۷۰ھ نقار خانہ۔ تین تین چشمہ کے دالان ۱۲۸۵ھ۔ مسجد واقع اندرون درگاہ ۱۲۹۵ھ۔ دولت شاہ درباری۔ عرس شریف۔ غریب حضرت فرید الدین اویس ۱۲۳۵ھ۔ حضرت فخر الدین۔ ملک غنبر کا گنبد ۱۲۳۵ھ۔ کتبہ مرار حبیب العید روسی۔ گنبد سیدی کریم و سیدی عبدالرحمن درگاہ حضرت	۱۶۷	۱۶۳
نواں	قلعہ جلدہرگ	۱۶۷	۱۸۰
دسواں	خلد آباد و غار ہائے ایلورا	۱۸۱	۲۶۳







نمبر ضمیمہ	مضمون	از صفحہ	تا صفحہ
۱	۲	۳	۴
	<p>۹۱۲ھ - ایک مینار کی مسجد ۹۱۹ھ - جامع مسجد راندرون قلعہ  ۹۰۸ھ مسجد نورنگ دروازہ - فتح برج - یتیم شاہ کی مسجد ۱۱۶۲ھ  ہزارہ بیگ کی مسجد - درگاہ میر حسین صاحب - دفتری مسجد ۹۰۴ھ  سکندری دروازہ ۱۰۸۴ھ - سکندر مسجد و کتبہ شاہ برج ۹۳۳ھ -  برج تعلیم ۹۵۳ھ - خندق دروازہ ۹۴۸ھ - کتبہ بسن کوٹ برج  ۱۶۲۲ھ - برج رفیع ۹۵۵ھ - کاٹی دروازہ ۹۵۵ھ - پتھر کا مکتبی  مسجد بی بی حلیمہ ۱۰۳۲ھ - مسجد سواراں ۱۳۷۶ھ - جامع مسجد بیرون  قلعہ ۱۰۳۶ھ چوک کی مسجد - بھاؤ الدین کی مسجد ۹۱۶ھ - محبوب گنج  نورنگ دروازہ - سات کچہری - شاف بگلہ - محبوب چمن - کلب  اسٹیشن کی مسجد عیسائی مشن - دیگر عمارات لب ٹرک - ریلوے  اسٹیشن - دیول ونکٹ ماروتی - رام سرے - بلخ داراجاہ -  مسجد لٹ کا لوہ - مکان رضابی بی - سرگس - کارخانجات  مصنوعات - آبنوشی کی قلت - چھاؤنی راجپور - بزرگان دین -  پنج بیبیاں - شاہ ابو طہ - حسینی - حضرت مخدوم شیخ سالار صاحب  حضرت شیخ میاں صاحب حضرت شیخ تونس و سید احمد صاحبان  حضرت شیخ علی صاحب شہید حضرت شاہ کل پوش صاحب  حضرت پیر بالے صاحب - حضرت پیر علاء الدین صاحب -  حضرت شاہ میر حسن و میر حسین صاحبان - حضرت شیخ احمد صاحب  علم بردار - شاہ کریم اللہ صاحب - حضرت پیر ٹیولا صاحب -  حسن شاہ حسن صاحب غوری مخدوم - حضرت سید پتیل بل</p>		



نمبر ضمیمہ	مضمون	از صفحہ	تا صفحہ
۱	۲	۳	۴
اٹھارواں	کرنول مکتبہ برجامع مسیہ۔ کتبات گنبد حضرت عبدالوہاب صاحب علیہ السلام۔ لال مسجد۔	۴۱۸	۴۲۰
انیسواں	کننگ گیری۔ سری کنکا چل پتی دیوستان کننگ گیری کے تاریخی حالات۔ بنائے خاندان نرنپتی راج سستان بیجا نگر۔ ناولن کی طغیانی سے دیول کا جوڑی مین دبا ہوا تھا نقل آنا۔ دیول کی خدمت کے لئے پرسیا اڑسی نایک سستان کننگ گیری کو عطاے جاگیرت نواب اڑسی نایک کی پیدائش اور ان کے زمانے کی عمارات کلہڑی اڑسی نایک کے زمانہ کی مذہبی عمارات۔ کننگیا اڑسی نایک کے زمانہ کی تعمیرات اس کی عورت پچھمانا گتی کے خلوت گاہ مین سری سوامی کا راجہ کے لباس مین داخل ہونا۔ ونگشیا نایک کے زمانہ کی عمارات اور مری اڑسی نایک کے عطیات۔ کننگیا اڑسی نایک ثانی راجہ سستان کننگ گیری کے کارہائے خیر۔ ہرے رنگیا نایک فرزند کننگیا ثانی کے زمانہ حکومت کی تعمیرات۔ کننگیا اڑسی نایک ثالث پر بادشاہ بیجا پور کا چڑیا کی کرنا۔ راجہ کننگیا اڑسی نایک ثالث کی راجہ ارکاٹ سے لڑائی اور کننگیا کا بیاس سے مرجانا۔ راجہ ہرے نایک کا شکے ۱۶۹۸ء میں جانشین ہونا اور راجہ چندو لال وزیر حیدر آباد سے مقابلہ۔ راجہ چندو لال اور راجہ ہرے نایک کا مقابلہ اور راجہ ہرے نایک کا ضرب توپ سے ہلاک ہونا۔ بیٹیو سلطان اور راجہ ہرین ملی کا راجہ کننگ گیری کی ڈیوڑھی کو لوٹنا اور جلالا اور دیول کا تاج لے جانا۔ رامنا نایک کا سوامی کے	۴۲۱	۴۴۴

[illegible]

نمبر فضیحه	مضمون	از صفحہ	تصفحہ
۱	۲	۳	۴
	<p>قدیم۔ جامع مسجد شاہ بازار۔ ویران مسجد مسجد بخشتی صاحب  بیجا پوری مسجد کلاں موسن پورہ۔ ہفت گنبد۔ چور گنبد۔ سدی  عنبر کا گنبد۔ زنانه مقبرہ۔ کتبہ چوکنڈی حضرت جہاں گیر صاحب  قادری <math>۱۰۸۵</math>ھ۔ ملک سیف الدین غوری کا فرار۔ اسماعیل فتح کا  فرار۔ سلطان علاء الدین حسن گانگوی ہمینی کا گنبد۔ سلطان محمد شاہ  ہمینی کا گنبد۔ ہیراپور۔ باغ اور باولی کا کتبہ <math>۹۹۷</math>ھ۔ پاکین باغ  کا کتبہ <math>۹۹۷</math>ھ۔ کتبہ برقیہ متصل لنگر خانہ۔ سید شاہ حسام الدین  حسینی شیخ برہنہ <math>۷۸۰</math>ھ۔ حضرت شیخ سعد بن خانی <math>۸۳۹</math>ھ۔ حضرت  شیخ منہاج الدین تیمی الا نصاری <math>۷۳۵</math>ھ۔ شیخ ضیا الدین  قتال شہید <math>۷۳۹</math>ھ۔ حضرت شیخ سراج الدین جندی <math>۷۳۵</math>ھ۔ درگاہ  حضرت بندہ نواز گیسو دراز <math>۷۴۵</math>ھ تا <math>۸۳۵</math>ھ۔ حضرت شاہ  رکن الدین تولہ <math>۷۳۵</math>ھ۔ شاہ بہار الدین لنگوٹ بندہ حضرت  مولینا حافظ۔ مولینا قدر۔ مولینا اختیار الدین۔ مولینا کمال گریاں  ابی بی خنزہ سلطانہ۔ حضرت پیر بنگرانی صاحب۔ چمن شاہ مختار  گوگنڈہ۔ - - - - -</p>	۵۳۹	۵۷۱
بائیسواں	<p>سلطان قلی قطب شاہ <math>۹۵۰-۹۵۲</math>ھ۔ جمشید قلی قطب شاہ  <math>۹۵۰-۹۵۴</math>ھ۔ کتبہ بر مسجد قلند <math>۱۵۴۳</math>ھ۔ کتبہ بر بالا حصار۔  <math>۱۵۵۰-۱۵۵۱</math>ھ۔ سبجان قلی قطب شاہ <math>۹۵۴-۹۵۵</math>ھ۔ ابراہیم قلی قطب شاہ  <math>۹۵۴-۹۸۸</math>ھ۔ کتبہ بر گنبد سلطان ابراہیم  <math>۱۵۸۱-۱۵۵۰</math>ھ۔ قطب شاہ <math>۹۸۸</math>ھ۔ کتبہ گنبد سلطان مرزا محمد ابن سلطان ابراہیم</p>		

نمبر ضخیمہ	مضمون	زصفحہ	تا صفحہ
۱	۲	۳	۴
	<p>قطب شاہ ۱۰۰۷ھ - محمد علی قطب شاہ ۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ          سلطان محمد قطب شاہ ۱۰۲۱ھ تا ۱۰۳۵ھ - کتبہ بخط طغری -          سلطان عبداللہ قطب شاہ ۱۰۳۵ھ تا ۱۰۸۳ھ - انگریزی          علم - کتبہ بخط طغری - کتبہ موسیٰ برج ۱۰۸۳ھ - کتبہ تعلیق بر بالا          حصہ ۱۵۲۵ھ - کتبہ مسجد میرا خانہ بخط نسخ ۱۰۸۳ھ - کتبہ          لوح نیک نام خان دذیر سلطان ابراہیم قطب شاہ ۱۰۸۳ھ          سلطان ابوالحسن تانا شاہ ۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۸ھ - کتبہ تفرق          برقیہ قلعہ گوکنڈہ - قطعہ تاریخ بنائے پل رود موسیٰ حیدر آباد          قلعہ گوکنڈہ - گوکنڈہ کے مقابر - فہرست سلاطین قطب شاہیہ          مدگل - مسجد دین دار خان - جامع مسجد - جاوڑی - فتح دروازہ          ۹۸۲ھ - علی برج ۹۸۲ھ - فتح برج ۹۹۰ھ - درگاہ حسینی          علم - انار شریف - باروت کوٹھا - دھکرانی - کتبہ متصل برج          دھکرانی - بالا حصار - ہنومان دیول - مل اگسی دروازہ -          رومن کیتھولک گرجا - کالی مسجد - باولی پرائیویٹ - شاہ پورٹ          قلعہ ملکھیر -          ملہا باد -          نلدرگ - برج - مسجدین - باروت کوٹھا - دنجین یعنی تہ خانے          کے قید خانے - بارہ درسی - انبار خانہ - مکانات نواب امیر نواز خان          چمپلی تالاب - رنگین محل - جیل - رن منڈل اور ہاتھی دروازہ          پوری ندی - بانی محل ۱۰۲۲ھ - انگریزوں کا قبرستان جامع مسجد</p>	۵۸۰	۵۴۲
چوہیسواں		۵۸۲	۵۸۱
پچیسواں		۵۸۵	۵۸۳
چھبیسواں		۵۹۰	۵۸۶



نمبر ضمیمہ	مضمون	از صفحہ	تا صفحہ
۱	۲	۳	۴
ستائیسواں	مسجد سیل خان - مقبرہ نواب امیر نواز خان - ٹیلرنگر - - - قلعہ ورنگل - - - - - ویلوور سرنگاپٹن - حید علی خاں اور شیو سلطان کا مقبرہ - شیو سلطان کی مسجد - دریا دولت باغ - سیمٹری یعنی قبرستان قلعہ سرنگاپٹن - سری رنگ ناٹھ سوامی کا دیول - ڈی ہوبلیٹ کی کمان - سکاٹ صاحب کا بنگلہ - مال غنیمت - شیو سلطان کے ملک کی تقسیم - محمد عبدالعزیز مورخہ ۲ جون ۱۹۰۹ء اور بعد کے حالات شیو سلطان کی مراسلت کا ڈھنگ اور ایک فرمان کی نقل - شیو سلطان کی اولاد	۵۹۱	۵۹۸
تیسواں	ہٹی - - - - - ہندوستان کے عام تاریخی حالات - بادشاہان ملک دکن شجرہ سلطین بہمنیہ - خاندان برید شاہی بیدر - خاندان عادل شاہی بیجا پور شجرہ خاندان عادل شاہی - خاندان عماد شاہی برارجن کا دارالسلطنت ایلمچور تھا - خاندان نظام شاہی احمد نگر - خاندان قطب شاہی گوکنڈہ - مسلمان بادشاہان و شہنشاہان دہلی خاندان غلامان دہلی خاندان خلجیہ - خاندان تغلق - خاندان سادات خاندان لودی - خاندان مغلہ - - - - -	۶۲۰	۶۲۳
اکیسواں	قلعہ یادگیر - - - - -	۶۵۱	۶۵۲
بیسواں	ضمیمہ آخری - فراین شاہی - شہ محمد معظم شاہ ۱۲۱۱ھ - فرمان محمد ابراہیم عادل شاہ ۱۲۱۵ھ - فرمان محمد ابراہیم عادل شاہ ۱۲۱۶ھ فرمان محمد ابراہیم عادل شاہ ۱۲۱۷ھ - فرمان محمد ابراہیم عادل شاہ ۱۲۱۸ھ - فرمان سکندر عادل شاہ ۱۲۱۹ھ - فرمان عادل شاہ	۶۵۳	۶۹۴

نمبر ضمیمہ	مضمون	صفحہ	تصفحہ
۱	۲	۳	۴
	<p>ثانی ۱۸۱۰ء - راجپور کی دفتری مسجد کا کنٹری کتبہ - کتبہ دیول دیول ہونیا واقع قصبہ کرکٹل - دریان کوٹ - قصبہ مسکی ضلع راجپور میں اسوکا کا ایڈکٹ - گنگاوتی - دیو درگ - کتبہ برتوم تالاب ماں صاحب خیریت آباد حیدر آباد دکن مختصر تاریخی حالات مملکت نظام سلطنت آصف جاہی - فرانسیس اور انگریز - تفویض سرکار شمالی اضلاع مفوضہ - مرہٹوں سے جنگ - نواب سکندر جاہ بہادر - نواب ناصر الدولہ بہادر - نواب افضل الدولہ بہادر نواب میر محبوب علی خاں بہادر - اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی بہادر استعاری بیٹہ برار - آثار قدیمہ - تقسیم آثار قدیمہ - پہاڑ میں ترشے ہوئے دیول - مساجد - مقبرے - قطعہ جات - دولت آباد راجپور - گوکٹڈہ - قنڈہار - یادگیر - نلدرگ - ورنگل - نلگٹڈہ نرمل - بیدر - دیگر آثار قدیمہ - ضلع گپٹل - قلعہ - سلطان دروازہ کا کتبہ - دوسرے دروازے کا کتبہ - چاند کنوئہ کا کتبہ - نقش دروازہ خورد - دوسرے مشہور مقامات -</p>		
	خاتمہ - قطعہ تاریخ -	۴۹۷	۴۹۸
	تفاریض مع قطعات تاریخی	۴۹۶	۵۱۲
	غلطنامہ	۴۱۳	۴۲۱

بایں

## فہرست تصاویر حصہ سوم و افعال مملکت پشاور

تعداد تصاویر	نام تصاویر	محاذی صفحہ
۱	قلعہ برکت پور	۱۶۰
۲	قلعہ راجپور	۳۰۴
۳	کتبہ برج قادریہ راجپور	۳۰۸
۵	قلعہ راجپور کی فصیل کے پتھر - بالا حصار کی توپ	"
۷	قلعہ راجپور - کتبہ خسرو برج	۳۲۰
۱۰	قلعہ راجپور - کتبہ برج علی ابن ابی طالب - قلعہ راجپور	۳۲۲
۱۱	کتبہ جامع مسجد اندرون قلعہ	۳۲۴
۱۲	کتبہ فتح برج	۳۲۸
۱۵	راجپور اور ملیا باد کے تین ہاتھی	۳۳۶
۱۸	قلعہ راجپور - طغراے قل اعوذ برب الناس - قلعہ راجپور	۳۳۸
۲۱	نورنگ دروازہ - اندرونی حصہ نورنگ دروازہ - کچھری ضلع راجپور	۳۴۰
۲۲	فرمان شاہ اورنگ زیب موسومہ راجہ شہر الہور	۳۹۲
۲۳	فرمان عادل شاہی موسومہ جاگیر دار صاحب آناہسور	۴۰۸
۲۵	طغراے قل ہوا اللہ احد بخط کوفی وغیرہ طغراے یا اللہ محمد علی ولی اللہ	
۲۷	آیتہ الکرسی بخط نسخ - کتبہ مسجد میرا خانہ بخط نسخ	۵۴۶
۲۸	نقشہ قلعہ مدگل	۵۴۸
۲۹	قلعہ ویلور	۵۷۲
۳۰	ویلور کے مندر کا ستون	۵۹۸
۳۱	معائنہ طلاہی ضلع راجپور	۶۰۲
		۶۲۰



## حصہ سوم واقعات مملکت بیجاپور مشتمل بر حالات تاریخی و مقامی مقبوضات سلاطین عادل شاہی

### پہلا ضمیمہ ادھونی

یہ ایک تاریخی مقام ہے جو راجپور سے ۳۴ میل اور دریاے تنگ بھدراسے ۲۶ میل  
مدراس سدرن مرہٹہ ریلوے کا ایک مشہور اسٹیشن ہے۔ مردم شماری ۱۹۶۱ء۔ ۳۰۔ روٹی کے  
بیوپار کی بڑی مشہوری متعدد دکانیں ہیں اور جنگ فیکٹریاں ہیں۔ ادھونی کی وسیع جاگیریں  
۱۵۔ ادھونی کے حالات فراہم کرنے کے لئے میں زمین الدین صاحب محاسب لوکل فنڈ کا ازبیس شکر گزار  
ہوں کہ وہ خود ادھونی گئے مقامی حالات کے سوا تمام کتبے بھی نقل کر کے لائے۔ ۱۲ من المصنف۔

بلھاری بھی شامل تھی۔ ادھونی پہلے راجگان بیجا نگر کی مملکت میں تھی۔ بعد جنگ تالی کوٹہ (۱۵۶۴ء) سلاطین بیجاپور کا قبضہ ہوا۔ بعد زوال سلطنت مغلیہ امیر الامراء سید محمد شریف خاں بہادر شجاع الملک بسالت جنگ فرزند بیجا نواب میر نظام علی خاں بہادر مغفرت مکان کی جاگیر رہی۔ ۱۸۷۱ء میں برٹش گورنمنٹ نے اس ملک کے معاوضہ میں جو دریائے تنگ بھدر کے شمال میں تھا۔ لی۔ قدیم زمانے کے تاریخی حالات بہت اختصار سے لکھے جاتے ہیں۔ پلگنڈہ کا پہاڑ سات سو سال کے پیشتر بالکل گھنا جنگل اور درہے جانوروں کا مسکن تھا جنوب کی طرف ایک ہلندہ پہاڑی میں ایک بڑی ٹھوہر اس میں کبھی کبھار جوگی اور سنیا سی جو تارک لڈیا اور مرتاض ہوتے تھے آکر ٹک جاتے تھے۔ اس پہاڑ کے اطراف ایک حبیب جنگل ہے جس میں بہت سی قلعہ گھاٹیاں ہیں۔ شمالی کوہستان سہاجل کی طرف سے قدیم زمانے میں ایک ہلیا کی کریشکٹی وڈیز نامی مع اپنے بھائی چاک (خورد) شکٹی وڈیز کے آیا اور اس جگہ کو انسان کی دست برد سے خالی پا کر رہ پڑا۔ چھوٹے بھائی کے ساتھ اس کا لڑکا سدا سیو بھی تھا۔ وہ نو جوان دنیا دار لڑکا تھا اس نے اپنے چچا سے کہا کہ اس سنسان جنگل بیابان میں کیا دھرا ہے مجھے تو دولت اور ملک کی تنہا ہے۔ چچا نے کہا اچھا اور دور دور سے معمار اور بڑھئی جمع کر کے ایک حصہ بنوانا شروع کیا۔ مزدوری کی تقسیم میں کرامات تھی کہ سدا سیو کے پاس ایک جادو کی لکڑی تھی کہ جہاں اس سے ریت کے شیلے کو چھو دیا۔ بس چاندی سونا نکلتا شروع ہو جاتا تھا۔ اس طرح برابر تیرہ برس جنگل کے صاف کرنے زمین کے ہموار کرنے اور طیاری حصار میں لگے۔ دنیا کا کاروبار کر یا نے اپنے بھتیجے کے سپرد کر دیا اور خود اس قلعہ اور اوپر جو پہاڑ ہے وہاں جا بیٹھا چنانچہ ۱۵۳۷ء میں اس قلعے کا نام ”شکٹی گیری“ تھا۔ آگے چل کر اور کئی پہاڑ اس میں شامل ہو گئے۔ آبادی بڑھ گئی اور پلگنڈہ نام پڑ گیا۔

سدا سیو (۱۶۹) سال تک اس خطہ پر حکم رواں رہا۔ آخر کار دنیا سے گزر گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ملک ارجن وڈیر راجہ ہوا اس نے پلگنڈہ سے دریائے کادیری تل کھاٹ تک قبضہ کر لیا اور اسی کے عہد میں مشرق کی طرف جو پہاڑ و المباڑی بارہ محل واقع ہے اس کو بھی گھیر لیا اور ملک ارجن گڑھ کے نام سے موسوم ہوا۔ جنوب کی طرف ایک بستی ارجن درہ نام آباد کی

اور چند گیری کا حصار کھینچا۔ یہ راجہ بھی (۲۲) سال سلطنت کر کے لاوارث مر گیا۔ اس کے بعد اس کا  
 بھانجا رام چندر راجہ ہوا۔ اس کے زمانے میں شمالی ہندوستان سے ایک بڑا ذی علم اور متبرک  
 برہمن وڈیا ران نامی آیا اور ویرنہیا دیوی کے مندر میں جو بہت قدیم ہی پرستش شروع کی۔ یہ  
 بیچارہ مفلس گدا تھا دولت ملنے کی دعا کرتا تھا ایک دن خواب دکھیا کہ مجھے دولت نہیں مل سکتی مگر  
 تیرے مرے بعد جب تو دوسری چون میں آئے گا تو البتہ تجھے جاہ و شہم حاصل ہوگا۔ یہ معلوم  
 کر کے ہوس دنیا سے ہاتھ دھویا اور تارک الدنیا ہو گیا پھر دوبارہ خواب نظر آیا کہ ہاں تو اب  
 اصلی حالت میں آیا اور دوسرا جنم لیا اب تو کامیاب ہوگا مانگ کیا مانگتا ہو۔ وڈیا ران نے کہا  
 کہ دنیا ہی ہے مجھے کچھ نہیں چاہیے میرا دینے والا بھگوان ہی جب وقت آجائے گا خود بخود  
 مل جائے گا۔ بھگوان ہی کچھ مانگنا ہو تو مجھ سے مانگ لے۔ خدا کو وڈیا ران کی یہ بات پسند آئی  
 اور سونے چاندی کا مینہ برسنا۔ اسی دولت سے اس برہمن نے آنا گندی کی بنیاد لی۔ برہمن  
 بڑا جوتشی تھا ساعت دیکھ کر بنیاد ڈالنے کا ارادہ کیا اور کاریگروں سے کہا کہ جب میں سنکھ  
 پھونکوں تم بنیاد کا پہلا پتھر اسی وقت رکھنا۔ شیطان نے اس ساعت سے پہلے ہی سنکھ  
 پھونک دیا۔ معماروں نے بنیاد کا پتھر رکھ دیا۔ اس کے بعد وڈیا ران نے سنکھ پھونکا معلوم  
 ہوا کہ پہلے سنکھ کی آواز پر بنیاد رکھی جا چکی۔ وڈیا ران متحیر ہو گیا اور کہا کہ افسوس اگر اس ساعت  
 میں یہ کام ہوتا جو میں نے تجویز کی تھی تو یہ شہر ابد الابد تک قائم رہتا اب صرف پانچ سو برس  
 اس کی عمر بعد ویران ہو جائے گا۔ غرض شہر آنا گندی اور بیجا نگر کی بنیاد پڑی جو بارہ کوس

لے آنا گندی کا اصلی نام پہلے انگادی تھا جو انگاد پسر والی کے نام سے موسوم تھا جو اس بستی کا اصلی بنائے والا تھا  
 رفتہ رفتہ انگادی سے آنا گندی ہو گیا۔ دوسری وجہ تسمیہ یہ کہ یہاں راجگان بیجا نگر کے بہت سے ہاتھی رہا  
 کرتے تھے۔ آنا گندی میں ہاتھی کو کہتے ہیں اور گندی گلی۔ یعنی ہاتھیوں کے رہنے کی جگہ ۱۲۔

۱۵ وجایا نگر۔ راجہ کا نام وجایا تھا اور نگر بمعنی شہر۔ دوسری وجہ تسمیہ یہ کہ وجایا بمعنی فوج۔ ہندوستانی  
 اس کو بیجا نگر کہتے ہیں۔ اس شہر کو وڈیا نگر بھی کہتے تھے یعنی دارالعلم اور تیسری وجہ یہ کہ

وڈیا ران نے اس کی بنیاد ڈالی۔ ۱۲۔

گرو میں تھے۔ وہاں ایک خویب چرواہا تھا جو ودیارن کو روز دودھ دیا کرتا تھا شیخ شخص بہت چھپا آدمی تھا۔ ودیارن نے بعد چندے شہر مع تمام مال دولت کے اس کے سپرد کر دیا۔ یوگا ریل کا خطاب دیا اور خود بنارس چلا گیا۔ یہ چرواہا اٹھارہ سال حکومت کے بعد مر گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا پرتاب ریل راجہ ہوا اُس نے ملک کرناٹک۔ بالا گھاٹ۔ تل گھاٹ پر اپنا قبضہ کر لیا اور بہت سی عمارات بنوائیں اور (۲۴) سال سلطنت کر کے مر گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا پڑا اور ریل مسند پر بیٹھا۔ اس نے الکا کوٹ بنایا اور وہاں کا ملتا کو حاکم کر دیا۔ (۲۵) سال کے بعد یہ بھی مر گیا۔ اس کے بعد اس کے لڑکے آپاجی ریل کو ملک ملا کر وہ ناہل تھا صرف دو ہی برس سلطنت کرنے پایا تھا کہ بھیانا ایک چھتری جو ویش راج کی اولاد میں تھا اور بیدر کا ایک بڑا سردار تھا۔ بیدر سے وہ لشکر لے کر کونل میں آیا اور ریاست کرتے لگا اُس کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا سری رنگ ریل رئیس ہوا اور اُسی وقت لشکر کشی کر کے آپاجی ریل کو قید کر کے اس ملک پر خود قابض ہو گیا۔

سری رنگ ریل نے تین جگہ یا یہ تخت قائم کیا (۱) نچھی نگر عرف آنا گندی (۲) بگلنڈہ (۳) چندر گری بعض لوگ کہتے ہیں کہ تیسرا پایہ تخت راکو دیو رہتا جو پڑا اور ریل راجہ بگلنڈہ حکمتی

۵۔ اصل سنسکرت کا لفظ راجہ ہے۔ جسے رای سے بدل دیا ہے۔ رای کو کنڑی زبان میں رایا یا رایل یا رالیو کہتے ہیں۔ لیکن راجہ اور رایا اور رایل اور رالیو سب ایک ہی بات ہے۔ راجگان بیجا نگر کو رایا اور رالیو کہتے تھے جیسے کشن دیو رایا چنانچہ حال راجہ آنا گندی کا نام سری منت سری رنگ دیو راکو دیو۔ اور سستان کا نام فرپتی۔

۵۔ کاٹھڈی گڈورس کشن بیٹا گنج مدراس مدرن مرٹھ ریلوے کا سٹیشن ہے جو کاٹھڈی جنگشن سے (۵۸) میل ہے۔ ریلوے سٹیشن سے دو میل کے فاصلے پر واقع ہے جہاں تلنگان کے راجگان چندر گیری نے ایک محل بنایا ہے جس کا نام راجہ محل ہے۔ یہ سارے کا سارا محل پتھر کا ہے لکڑی کا اس میں کہیں نام نہیں۔ اس کے پاس ہی ایک دوسرا گڈوڑا چھوٹا محل ہے جس کو رام محل کہتے ہیں۔ (ان دونوں محلوں سے اوپر وار کو بپا پڑا ایک قدیم قلعہ ہے جس کو زنگ راجہ بیجا نگر نے بنایا تھا لیکن اب یہ عمارتیں خراب و خستہ حالت میں ہیں تاہم راجہ محل کچھ درست کر کے رست ہوس کے کام میں لایا جاتا ہے ۱۳۳۷ء میں راجہ چندر گیری ہی نے سب سے پہلے مڑا

بھوپت راج حاکم شلتگرام اور شام گڑھ اسٹاش نے بنایا تھا۔ سری رنگ رایل نے اسے از سر نو آباد کیا۔ (۳۲) سال کی حکومت کے بعد اس کا انتقال ہوا۔ اس کے بیٹے ہری رایل نے (۲۹) سال حکومت کی اس راجہ نے اس پہاڑ پر جہاں سے کاویری ندی نکلتی ہے ایک بڑا دیول بنوایا تھا۔ یہ راجہ آنا گندی ہی میں مرا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے رام چندر رایل نے (۲۸) سال سلطنت کی۔ پھر اس کا بیٹا ہری رایل ۵۷ سال میں سند نشین ہوا۔ یہ وہی زمانہ ہے جب حضرت سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز گلبرگہ تشریف لائے۔ اس طرح برابر ساٹھ سال تک چھتریوں کا راج رہا۔ اسی زمانے میں سلاطین ہمنیہ کا عروج ہوا اور قلعہ جات اسیر گڑھ۔ جینیر اووگیر۔ دیوگیر عرف دولت آباد۔ بیدر پر قبضہ ہو گیا۔ اہل ہندو کو مسلمانوں کے برسر عروج ہونے سے ڈرہوا۔ ہری رایل کے بعد چوتھے راجہ پرتاب رایل کے زمانے میں مسلمانوں کے توڑ پھڑ اس نے بھی فوج طیار کی۔ سلطان احمد ولی الہمنی نے پرتاب رایل سے مقابلہ کر کے شکست دی اور شہر گلبرگہ چھوڑ کر بیدر کو اپنا دارالسلطنت مقرر کیا۔ پرتاب رایل نے (۷۰) سال کی عمر میں لا ولد انتقال کیا اور اس کا بھانجا دیو رایل راجہ ہوا۔ ہمایوں پادشاہ دہلی نے دکن پر حملہ کیا اور بڑے کشت و خون کے بعد ان کو مغلوب کیا مگر بعد میں صلح ہو گئی۔ یہ راجہ (۲۲) سال سلطنت کرنے کے بعد فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا دیر بھدر رایل اور پھر ترسنھو رایل متمکن ہوئے اور اپنے اپنے زمانے میں مقبوضات کو وسعت اور ملک کو ترقی دیتے رہے۔ ترسنھو رایل کو اولاد نہ تھی مدت کی آرزو کے بعد رانی اور خواص دونوں سے دولا کے ہوئے۔ دیر ترسنھو رایل کشن رایل۔ رانی اپنی سوکن کے لڑکے سے جو دونوں میں زیادہ تر ہو شیار اور لائق تھا جلنے لگی۔ رانی کے پاس راجہ کی مہر رہا کرتی تھی رانی نے راجہ کی طرف سے حکم بھیج دیا کہ فوراً کشن رایل کو قتل کر کے اس کی آنکھیں نکلو اگر ہمارے پاس بھیج دو۔ رانا وزیر بڑا زیرک تھا سمجھ گیا کہ رانی نے کچھ چال چلی ہے بے قصور بچے کو میں کیوں کر جان سے ماروں اس خون ناحق کا وبال کون اٹھائے گا۔ کشن کو تو چھپا دیا اور ہرن کی آنکھیں نکلو کر بھیج دیں۔ صلح کو جب یہ لڑکا اپنے بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۔ سپرنٹنڈنٹ ایسٹ انڈیا کمپنی فیکٹری فورٹ سینٹ جارج کو ایک حکمران زمین کا دیا تھا جو سب سے پہلی زمین تھی جو انگریزوں کو ہندوستان میں ملی۔



باپ کے پاس نہیں گیا تو راجہ نے وجہ دریافت کی وزیر نے وہ رقعہ پیش کیا راجہ بہت ناراض  
 ہوا اور قریب تھا کہ رانی کو مروا ڈالے مگر خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو رہا اور اس لڑکے کا ایسا غم  
 کیا کہ پندرہ سال تک گوشہ نشین ہو گیا اور راج پاٹ رانی کے لڑکے کو دے دیا لیکن اہم امور  
 سب اپنے قبضے میں رکھے برائے نام راجہ کر دیا۔ بارہ سال کے بعد یہ لڑکا مر گیا اس وقت راجہ  
 کو بڑا صدمہ ہوا اور ایک آہ سر و بھر کر کہا کہ افسوس کشن نہ ہوا۔ وزیر نے کہا کہ آپ جس کے سر پرست  
 شفقت رکھیں گے وہی کشن ہو جائے گا۔ راجہ نے سمجھا کہ شاید میرا لڑکا زندہ ہو۔ الغرض کشن  
 اپنے باپ کے پاس آیا راجہ کی خوشی کا کیا چھپنا تھا۔ مدتوں کے بچڑے ہوئے ملے۔ ماں کا کلیجہ ٹھنڈا  
 ہوا۔ بڑھے باپ کے مرنے پر کشن رایل تخت پر بیٹھا اور اپنے سوتیلے بھائی کو چند گری کی حکومت  
 دے دی۔ کشن راجہ نے امرائے سلطنت کو بہت نقصان پہنچایا بہتوں کو معزول کر دیا  
 ناچار اراکان سلطنت نے یوسف عادل شاہ سے مدد چاہی لیکن چون کہ ان کی قوت بہت  
 بڑھی ہوئی تھی مقابلے کی جرأت نہ ہوئی۔ کشن راجہ کو اپنی طاقت کا بھڑا تھا اس نے وکیل  
 اسطنت سے بے اعتنائی کی جس کی وجہ سے ایک جنگ عظیم ہوئی جس میں راجہ کو  
 شکست ہوئی۔ اس کے بعد سلاطین مغلیہ کا دور دورہ رہا۔ ادھر راجہ نے ایک کثیر فوج  
 تین چار لاکھ کی اور تین ہزار باہقی جمع کر لئے۔ راجہ نے جب انتقال کیا سو اے ایک لڑکی  
 اور داماد کے کوئی نہ تھا لہذا اس کے بھائی اچٹ راجہ کو تخت پر بٹھلایا جو دو سال کے بعد مر گیا  
 جس کی جگہ کشن راجہ کا داماد رام راجہ متھن ہوا۔ رام راجہ اور عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں  
 سے جو معرکے ہوئے ہیں وہ اصل تاریخ میں موجود ہیں ان کے اعادے کی یہاں ضرورت  
 نہیں۔ رام راجہ نے مسلمانوں کا ناک میں دم کر دیا تھا اس لئے علی عادل شاہ۔ ابراہیم قطب شاہ  
 حسین نظام شاہ بھری علی برید جہاروں بادشاہوں نے متفق ہو کر ۶۷ھ میں جنگ تالیکوٹ  
 میں رام راجہ کو قتل کیا اور اسی کے ساتھ شہر بجا نگر کو لوٹ کر تباہ کر دیا اور رانیان بجا نگر کی سلطنت  
 کا خاتمہ ہوا۔ اس مقام پر ہم صرف ان لڑائیوں کا ذکر کرتے ہیں جو خاص اوصوفی میں ہوئیں  
 قلعہ ادھونی پر سلطان  
 علما والدین کی جڑ پائی ۱۳۴۷ھ

سلطان علما والدین نے ملک کرناٹک پر ایک کامیاب  
 حملہ کیا اور لشکر اسلام کو بہت کچھ لوٹ کا مال لیا لیکن

نریشہ کے خیال میں مسلمانوں کو کامل فتح نصیب نہیں ہوئی تاہم سلطان مذکور نے جنوبی ساحل دریاے تنگ بھدراتاک اپنے مقبوضات کو وسعت دی اور قلعہ ادھونی تک پہنچ گیا۔

محمد شاہ بادشاہ نے ۱۹ ذی قعدہ ۱۰۳۵ھ م ۲۱ اپریل ۱۶۲۵ء کو انتقال کیا اور اُس کا بیٹا حجاز شاہ جو ملک سیف الدین غوری کا نواسہ تھا اُنیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا حجاز شاہ نے اپنی تخت نشینی کے چند روز بعد بکھارا راہ بیجا نگر کو لکھا کہ چند قلعے اور اضلاع جو درمیان رود کرشنا اور تنگ بھدر کے واقع ہیں وہ ہم تم دونوں میں مشترک ہیں جس کی وجہ سے اکثر جھگڑے برپا ہوتے رہتے ہیں تم کو چاہیے کہ آئندہ کے لئے اپنی حدود پر یاے تنگ بھدر کو مقرر کر لو۔ سیف بندر راہیور کے اُس طرف بھدرے علاقہ میں رہے اور اس طرف شرقاً و غرباً ہمارے قبضے میں علاوہ اس کے قلعہ بیجا پور اور چند دوسرے قلعے اور دیگر مقامات کو ہمارے تفویض کر دینا کہ ہمیشہ کے لئے یہ نزاع مسط جاے۔ سلاطین دکن کا دانت ہمیشہ سے قلعہ بیجا پور پر تھا کیوں کہ وہ بیجا نگر اور سمندر کے شارع عام پر واقع تھا اُس کے قبضے سے ہندوؤں کی تجارت بالکل قابو میں آجاتی تھی۔ راہ بیجا نگر نے اُلٹا مطالبہ کیا کہ خود بادشاہ کو تمام ملک دو آدھ سے اپنا قبضہ اٹھا لیتا چاہیے کیوں کہ ہمیشہ سے راہ پور اور مدگل اور دیگر مقامات تا کنار رود کرشنا ہمارے رہے ہیں۔

بکھارا راہ نے اسماعیلی حدود فاصل سلطنت ہندو اسلام کی دریاے کرشنا قرار دی اور یہ بھی لکھا کہ جو باہقی آپ کے والد ماجد امرائے کرناٹک سے چھین لے گئے ہیں وہ بھی واپس کر دیجئے۔

یہ جواب سن کر بادشاہ بہت خشم ناک ہوا اور جنگ کا اعلان کر دیا اور یاے تخت اور جمیع ممالک محروسہ ملک نائب سیف الدین غوری کو جو بادشاہ کا نانا تھا سپرد کر کے خود جنگ کے لئے آمادہ ہوا گلبرگہ میں جب لشکر دوامتناہی آباد۔ بیدر۔ برار جمیع ہو گیا تو بادشاہ پانسو باہقی کو پیکر اور خزانہ اپنے ہمراہ لے کر عازم سفر بیجا نگر ہوا۔ کرشنا اور تنگ بھدر دریاؤں کو عبور کر کے قلعہ ادھونی پر پہنچ گیا۔ جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ راے بیجا نگر دریاے تنگ بھدر کے کنارے پر گئے گنگاوتی میں مقیم ہوئے تو اُس نے معذور خان میستانی کو ہرار کا لشکر دے کر قلعہ کے محاصرے کے لئے بھیج دیا

۱۵ دریاے تنگ بھدر سے (۵۰ میل کے فاصلے پر ایک بڑا قصبہ متفرع تحصیل (ضلع راہ پور) ۱۲۔

اور دوسرے لشکر امیر الامرا بہادر خاں اور اعظم ہمایوں کی سرکردگی میں بیجا نگر روانہ کیا اور خود سمت شمال و مغرب دریا کی جانب آہستہ آہستہ مقام کرتا ہوا بڑی پیش بندی سے روانہ ہوا۔ راجہ بیجا نگر کے جنگل اور پہاڑوں میں چھپتا ہوا بندر را میسر کو بھاگ گیا۔ راجہ کے بھاگنے کی وجہ تاریخ فرشتہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ مجاہد شاہ لشکر کے ساتھ کوچ مقام کرتا ہوا چلا آ رہا تھا تو اس کو ایک آدم غوار شیر کی خبر ملی جس نے اطراف و اکناف میں ہل چل ٹال دی تھی۔ مجاہد شاہ صرف سات پیادے ساتھ لے کر پونچا اور تاک کر ایک تیرا سیسا مارا کہ جو ٹھیک شیر کے دل میں جا کر گر گیا۔ یہ خبر سن کر ہندوؤں نے بدشگونی سمجھی اور ڈر گئے۔ ادھونی اور بیجا نگر کے درمیان اس زمانے میں شیر تو نہیں ہیں البتہ بوجے کثرت سے ہیں لیکن ممکن ہے کہ اس زمانے میں جنگل بھی ہوا اور شیر بھی ہوں۔

سیول صاحب نے فرشتہ کی اس روایت کو ساقط الاعتبار قرار دیا ہے کہ اتنی سی بات بگا کی پست ہمتی کے لئے کافی نہ تھی لیکن ہمارے خیال میں یہ بات کچھ بعید از قیاس نہیں ہے اکثر لوگ شگون لینے کے خواہر ہوتے ہیں خصوصاً اہل ہندو جو فال شگون اور رمورت کو بہت مانتے ہیں اور ایک ذرا سی بات اگر ہو جائے تو اس کا بہت خیال کرتے ہیں۔ مجاہد شاہ نے یلیا رتاک بکا راے کا تقاب کیا۔ راجہ دوسرا رستہ کاٹ کر بیجا نگر آ گیا اور ۱۵۳۷ء میں ایک جنگ عظیم ہوئی۔ مجاہد شاہ نے قریب ساٹھ ستر ہزار عورتوں اور بچوں کے قید کر لیا۔ بچوں کے بادشاہ کی فوج قلعہ ادھونی کو محاصرہ کئے ہوئے بڑی بڑی ہتی پھر ادھر ہی چلا گیا وہاں تو حسینے تاک محاصرہ کئے پڑا رہا۔ موسم گرمی کا آگیا تھا اور امید تھی کہ اب قلعہ فتح ہو جائے گا کیوں کہ محصورین کو پانی کی سخت تکلیف تھی لیکن غیر معمولی بارش سے یہ بات بھی جاتی رہی۔ پادشاہ کے لشکر میں آٹھ لاکھ فوج نمایاں ہوئے سیف الدین خوری کو جب یہ خبر پونچی تو پادشاہ کی خدمت میں یہ معروضہ لکھا کہ افواہ خاص و عام سے ادھونی کی تعریف بہت سنتا ہوں اگر فرمان خداوندی ہو تو فوج لے کر حاضر ہوں۔ پادشاہ نے اس درخواست کو منظور فرمایا چنانچہ سیف الدین بہت جلد آن پونچا اور آتے ہی پادشاہ سے عرض کی کہ یہ ایسا قلعہ ہے کہ سپردہ قلعے اس کے ارد گرد ہیں اور ایک بہت بڑے بلند اور وسیع پہاڑ پر واقع ہے جلد اس کا فتح ہونا مشکل ہے۔ غرض کہ لشکر کشائی یہ ہو کر

اول قلعہ جات و مقامات مابین دو آہ بہ۔ بندر گوا اور بلنگاؤں سے بھکاپور تک فتح فرما لیجئے اُس کے بعد اس قلعہ کو مے لینا آسان ہی۔ بات معقول تھی پادشاہ کی سمجھ میں آگئی اور واپسی پر راضی ہو گیا۔ سیف الدین نے راجہ بھجپور سے صلح کا پیغام چھیڑ دیا اور یوں پادشاہ گلبرگہ واپس ہوا اور اس جنگ کا خاتمہ ہوا۔

اسد خاں کا رام راج کے بھائی  
دنگٹا وری کو ادھونی پر شکست  
دینا ۹۲۵ھ  
اُس در کے جس کی عمر صرف تین مہینے کی تھی برائے نام راجہ مقرر کیا گیا جب یہ بچہ سن رشتہ کو پہنچا تو ہیمل راج نے اُسے زہر دے کر مراد ڈالا اور خود مالک بن گیا۔ ہیمل راج عرف ساوٹما سیورائے کا وزیر تھا جس نے برابر چالیس سال تک خود مختارانہ وزارت کی۔ ہیمل راج کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا رام راج حاکم الوقت ہوا جو سیورائے کا داماد بھی تھا۔ اُس نے سلطنت اپنے خاندان میں مستقل منتقل کر لینے کی کوشش کی لیکن اُمراء نے اختلاف کیا اور ایک چھوٹے سے بچے کو راجہ اُکھین تھا اور جس کا نام کسی تاریخ میں درج نہیں ہے (برائے نام راجہ بنا دیا اور اُس کی پرورش اُس کے نامور بھوج ترمل کے سپرد کی جو دیوانہ تھا اور اسی وجہ سے اُسے ترمل یعنی دیوانہ ترمل کہلاتا تھا رام راج کے اور بھوج ترمل کے چل گئی۔ بھوج ترمل نے ابراہیم عادل شاہ کو بھجپور سے اپنی مدد کو بلوایا اُس کے آنے پر رام راج نے بھوج ترمل سے معذرت کی۔ بھوج ترمل نے چوالیس ہزار ارب ہرجانہ دے کر پادشاہ کو واپس کیا اُس کے جاتے ہی رام راج نے بھوج ترمل کو سخت عاجز کیا۔ بھوج ترمل محل میں جا بیٹھا اور دروازے بند کر لئے اور دل میں سوچا کہ تو کو نہ مو کو اسے چوٹے میں جھونکھو۔ تمام ہاتھیوں اور گھوڑوں کی آنکھیں نکلو کر دیں کٹوا کر بے کار کر دیا۔ تمام بیش بہا جواہرات اور موتیوں کو جوہر توں میں جمع کئے گئے تھے بڑی بڑی چکیوں میں پسوا کر آٹا کر دیا اور صحن میں بچھو دیا تب اُس نے محل کے ایک ستون میں ایک تلوار کا پھل گاڑ دیا اور زور سے اُس پر جاکر ایسا کر کے تلوار پیٹھ کے پار ہو گئی اُدھر اُس کا مرنے کا اودھ شہر کے دروازے دشمن کھول کر اندر گھس آئے۔ اب رام راج کے لئے میدان خالی تھا روکنے والا کون تھا وہ بھجپور کا راجہ بن گیا

ابراہیم عادل شاہ کو جب خبر ملی کہ بھون ترمل مر گیا۔ اور رام راج تخت پر بیٹھا تو اُس نے اسد خاں کو قلعہ ادھونی کے فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ جو اس زمانے میں راجگان بیجا نگر کے قبضے میں تھا رام راج نے اُس کے مقابلے کے لئے ایک بڑے لشکر کے ساتھ اپنے بھائی ونگٹا دری کو روانہ کیا۔ اسد خاں نے جب بیجا نگر کی فوج کی آمد سنی تو وہ قلعے کا محاصرہ چھوڑ کر آگے بڑھا اور دونوں میں خوب جنگ ہوئی۔ اسد خاں نے دیکھا کہ بیجا نگر کی فوج اس کے لشکر سے بہت بڑھی ہوئی ہے تو وہ پس پا ہوا (۱۴) میل پر جا کر دم لیا تھا مگر وہاں تک ہندوؤں کی فوج نے اُس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ ونگٹا دری اس غرض سے کہ اگلے دن مسلمانوں کو اچانک دھڑا لوں گا اُن سے صرف دو میل ہی ہٹ کر ایک محفوظ مقام پر ٹھہر گیا۔ اسد خاں کو یہ موقع اچھا ملا بھی صبح نہ ہونے پانی تھی کہ اُس نے چار ہزار سواران جبہ پوش لے اچانک ہندوؤں کے کیمپ میں جا کر شیخوں مارا

ہمہ شیر مردان کا آزماے دلیر وعدہ بند کشور کشاے

ہر گاہ و غاہر یکے صفدرے ازیشاں یکے درعد و لشکرے

ونگٹا دری کو اپنی فوج پر ایسا بھروسہ تھا کہ وہ بالکل مطمئن تھا اور اُسے مسلمانوں کی طرف سے حملہ ہونے کا گمان بھی نہ تھا۔ اسد خاں ایک دم اُس کے خیوں تک پونچ گیا اُس وقت تک ان لوگوں کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور نہ بھاگنے کا موقع ملا۔

نیا ید غنودن چنساں بے خبر کہ ناگاہ سیلے در آید لب

بہ جاے نہ خشد عقاب دلیر کہ آئے بے تواں بستی اورا بزیر

ونگٹا دری اپنے بال بچے خزانہ ہاتھی گھوڑے وغیرہ سب سامان چھوڑ کر تنہا اپنی جان سے کر بھاگا۔ جب فرادین چڑھا تو ونگٹا دری نے اپنی فوج کو جو تڑپ رہا ہو گئی تھی اکٹھا کر کے حملہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن دیکھا تو اسد خاں کی قوت بہت بڑھی ہوئی تھی اور ونگٹا دری کو اپنی اور اپنے بال بچوں کی جان بچانی بھی فرض تھی ان وجہ سے وہ لڑائی کا ارادہ چھوڑ کر چند میل پیچھے ہٹ کر ٹھہر گیا اور وہیں سے رام راج کو شکست کی خبر دی اور جلد امداد بھیجنے کو لکھا رام راج نے فوراً فوج کی امداد اور خزانہ بھیجوا یا اور بہ ظاہر تو یہ کہلا بھیجا کہ خوب لڑو اور مقابلہ کر دیکھ لیکن اندرونی طور پر اپنے بھائی کو یہ لکھا کہ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ ابراہیم عادل شاہ

نے بطور خود ادھونی پر چڑھائی نہیں کی بلکہ مجھے شبہ ہے کہ ہمارے زمینداروں نے دیرپورہ سائرس کر کے پاؤ شاہ کو جنگ کے لئے بلوایا ہو اور خود ہمارے ساتھ کے بہت سے امرا اس سے ملے ہوئے ہیں اس لئے مصاحبت وقت یہی ہو کہ اس وقت مسلمانوں سے صلح کر لی جائے تاکہ ہمارے بیوی بچے بھی اسدخاں کے پنجے سے نجات پائیں۔ ونگٹادری اپنے بھائی کی مرضی کا تابع تھا اس نے اسدخاں کو بلالیا اور اسدخاں کو پنج میں ڈال کر پاؤ شاہ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا جو منطور ہو گیا اور سب امور طرفین سے خاطر خواہ طے ہو گئے اور اسدخاں بھیلپور واپس ہوا۔

### ادھونی بعد سنو د

جس زمانے میں قلعہ ادھونی راجگان بھیلپور کے قبضہ میں رہا اس کی حدود شمال میں دریائے تنگ بھدراتک جو ۲۶ میل ہے اور مغرب میں بگہری ندی تک جو بھیلپور کے پاس ہے۔ جنوب میں پہاڑی سلسلہ مشرق میں جنگل باندگ تک تھیں ادھونی چھتیس سال تک کشن رائے راجہ بھیلپور کی چچی راج کنور کی جاگیر رہی اس کے مرنے پر اس کے لڑکے دھرم راج کو ملا اس نے قبلی بٹہ پہاڑ کے دامن میں آبادی کی بنیاد ڈالی دھرم راج نے (۱۴۱) برس ریاست کی اس کی لڑکی سیام کنور رام راج کے لڑکے سے منسوب ہوئی اور جہیز میں دامن کوہ ادھونی کی آبادی پھر جاگیر ملی جسے سیاہ ڈونگر کہتے ہیں اور جو محصور کیا گیا ہو۔ کتم راج یہاں کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ حاکم ادھونی سے کتم راج کی لڑائی ہوئی جس کے نشانات اب تک قلعہ کی دیواروں پر باقی ہیں۔

### ادھونی بعد مسلمانان

۹۴۵ھ میں علی عادل شاہ نے ملک حسین عرف ملک ریجان کو قلعہ ادھونی کا صوبہ دار مقرر کیا جو نہایت نیک نامی سے (۳۹) برس رہا اور بہت اچھا انتظام رکھا۔ جس کا مقبرہ اب تک اچھی حالت میں موجود ہے اور سرکار انگریزی نے بھی سالانہ عرس کے اخراجات کو جاری رکھا ہے اور خدام بھی مقرر ہیں۔ سلسلہ میں نواب سیدی مسعود خاں صوبہ دار مقرر ہوا جو سیدی ریجان مرحوم کا آغوشی فرزند تھا اور علی عادل شاہ کا تربیت یافتہ غلام تھا۔ اس نے قلعہ کا حصار بنوایا اور برجوں کی تعمیر کی۔ انتہا زگڑھ جو قلعہ سے قریب ہے اور لشکر دار پیٹ جسے جمعہ پیٹ بھی کہتے ہیں بنوایا۔ مسعود خاں بڑا مدبر نیک دل اور رعایا پرور حاکم تھا۔ اس وقت تمام جنگل کٹ کر چاروں طرف آبادی اور زراعت

ہو گئی تھی جس کی آمدنی چھ لاکھ پچھتر ہزار نو سو لاکھ تھی۔ ۲۰ لاکھ رقم خرچ ہو کر اسی سرکاری خزانہ میں داخل ہوتی تھی۔ چار ہزار سو اور آٹھ ہزار پیدل فوج میں تھے۔

مسجد مسعود خاں کی اگرچہ ادھونی میں چھوٹی چھوٹی مٹی مسجدیں تو ابوں کے زمانے جامع مسجد <sup>۱۰۷۷ھ</sup> کی شہباز خاں کی بنائی ہوئی تھیں مگر غصہ تھیں مسعود خاں نے بیجاں سے ستتر ہزار روپیہ دے کر زمین خریدی اور ایک بے نظیر مسجد بنائی جس کی بہترین تاریخ یہ

آیت کلام الہی ہے **قُولِ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ**

یہ مسجد نہایت خوب صورت ہو مسجد میں ایک ہی پتھر سے تراشی ہوئی نہنجیریں دیکھنے کے قابل ہیں۔ اس کی تعمیر میں دو لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ دو سال نو مینے میں طیار ہوئی مسعود خاں بانی اس مسجد بودا بھی تاریخ ختم تعمیر ہو۔

سکندر عادل شاہ نے اس مسجد کے لئے ایک سنگ مرمر کی تختی بھجوائی تھی جس پر کتبہ ہے اور ایک ہزار اشرفی نذر گدرا لی تھی۔ یہ تختی اب بھی اندرونی کمان میں لگی ہوئی ہے۔ بادشاہ کے اس عطیہ سے مسجد کا طلائی اور آرائشی کام کیا گیا۔ اس مسجد کے اطراف بازار بھی بناے گئے ہیں اور ایک مختصر آبادی مسعود خاں نے اپنے کسی عزیز کے نام سے بسائی ہو مسجد میں ایک حوض بھی ہے۔ اس مسجد پر حسب ذیل کتبے ہیں :-

(شمال رخ)

**مسجد کے کتبے** برپیشانی وزر زبان سقف مسجد کہ جانب راست اس نوشتہ است

يَا عَجِيْبُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ

يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَاَنْتَ الْبَيُّوتُ مِنْ اَبْوَابِهَا وَالْفَوَالِقُ لَكُمْ فَتَلْحَقُوْنَ بِهَا

**سیدھی جانب**

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ خَالِعًا وَفُخْلًا صَادَ خَلِ الْجَنَّةِ بِكَ حِسَابٌ وَلَا عَذَابٌ

**جانب چپ**

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَلَّوْا بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْقَوْتِ وَعَجِّلُوا

بِالتَّوْبَةِ قَبْلَ الْمَوْتِ -

(جنوب رو)

بر در سنگیں درو بان سقف مسجد کہ جانب چپ است این نوشتہ -  
 كَيْسِرُ اللَّهِ الْخَيْرُ الْمَحْسِنُ وَادْخُلُوا الْبَابَ مُجْتَدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ وَسَنَزِيدُ  
 الْمُحْسِنِينَ -

سیدھی جانب قال عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ بَنَى امَّجِدَ لِلَّهِ تَعَالَى بَنَى لِلَّهِ تَعَالَى كَه  
 سَبْعِينَ قَصْرًا فِي الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

جانب چپ قال عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ فِي الْمَسْجِدِ كَالشَّاهِدِ فِي لَمَاءٍ وَالْمُتَّقِ  
 فِي الْمَسْجِدِ كَالطَّيِّبِ فِي الْفَقِيسِ -

پہلی کمان کی پیشانی پر یہ منقوش ہے - قال النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَّلَ الصَّلَاةُ الْجَمَاعَةِ  
 عَلَى الصَّلَاةِ الْآحَدَةِ خَمْسَ عَشْرُونَ -

دوسری کمان پر قال اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ  
 وَالْيَوْمِ الْآخِرِ -

تیسری کمان پر وَادْخُلُوا الْبَابَ مُجْتَدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ وَسَنَزِيدُ  
 الْمُحْسِنِينَ -

چوتھی کمان پر يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ -  
 قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ فِي الْمَسْجِدِ لَمْ يُجِيسْ  
 حَتَّى يَصِلَ رُكْعَتَيْنِ -

کتبہ ہائے ذیل جامع مسجد اوصوفی میں کمانوں کے اوپر ننگ سیاہ پر بخط نسخ کندہ ہیں۔

پہلا کتبہ	ماحقہ کفر حامی اسلام	مفتی شرع وقاضی احکام
سرفراز و کون و خاص خدا	کرد اسلام را از کفر جدا	
عادل و باذل و امیر کبیر	عالم و عامل و نکو تدبیر	
دایب مطلق از کرم بہ نواخت	متولی دین و دنیا ساخت	





وہ سرکتابہ دادہ توفیق نیک کار ہوا  
خان مسعود قادری نامش  
اسم مسعود رسم او محمود  
نہ نہ سر بغیر سجده ہو  
شرع از دیانت استوار ہوا  
جو پرستش نہ روز و شب کا مش  
خلق راضی از خدا خوشنود  
نہ نہ پال بغیر فرق عدو

تیسرا کتبہ باغ و بیرون درو این مسجد  
این چنین جامعے کہ می افراخت  
نام خود زندگہ ابد کردہ  
یک بہ یک سال او برآمد خوب  
بہ رضا خدا بہ بست از جد  
خانہ خود میان جنت ساخت  
کین چنینیں معبد صمد کردہ  
باسا شرفہ بہر مرغوب

چوتھا کتبہ احسن دازد و قوی محکم  
یادگارے دریں جہاں کردہ  
نیست زین عیش خواہش بنیاد  
مخزن فانی جہاں پرداخت  
اقد سے چوں مقدسہ خرم  
پلہ طاعتش گراں کردہ  
کہ تھلکہ سرگشتہ صفا  
منظر عالمے جہاں افراخت

پانچواں کتبہ سر نوشت ازل چونیکش بود  
جان و دل اندر و تمامے بست  
دیو بشکت و ہم کلیسا را  
پیش رنگش کہ رشک از رنگ است  
بستہ این طرفہ معبد معبود  
تا چنین کعبہ دروعاے بست  
تا بر آورد کعبتہ المہ را  
مانی بے روح چوں بت سنگ است

چھٹا کتبہ اوگر از زندہ این زمان بودے  
ویر باد این عمارت عالی  
ہر کہ تاریخ این عمارت خواست  
کم اجیر محمود خاں بودے  
بانیش بامراد و خوشحالی  
سن از سر حروف خیزد است

سنائو کتبہ تاریخ مسجد بنی صا مشہودا  
وَمَنْ دَخَلَ كَانِ آمِنًا مَسْجُودًا  
خان مسجد غازی صفدر  
کرد از بس برائید اکتب  
مسجد و چاہ را بنا سے ہم  
شدہ بیتے حرام باز مرم

آٹھواں کتبہ  
وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنْ صَلَّوْا فَسَبِّحْهُمْ  
قَوْلُ اللَّهِ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ  
الحکامیہ کتبہ  
فَسَبِّحْ الْمَلَائِكَةَ وَالْمَلَائِكَةُ أَجْمَعُونَ إِلَّا الْيَهُودَ  
۱۰۴۸ھ

مسعود خاں بانی این مسجد بود ہ

۱۰۴۹ھ

نواں کتبہ یافت توفیق بستان این مسجد  
گوی نیکی ازین حباں بر بود  
نام خود بر جبریدہ عالم  
ثبت کردہ بہ زندگی خلود  
کرد باقی نذا ازین تاریخ  
ہادی راہ راست با مسعود  
۱۰۴۸ھ

دسواں کتبہ در آید گر غریبے گرد آلود  
دریں مسجد کہ طاعت گاہ معبود  
پس از طاعت بہ بیدارین مقامے  
مقامے چوں مقامے ہیچو محمود  
چنان جاے شہ است این جا اسلام  
خدا راضی نبی زین کار خوشنود

گیارہواں کتبہ  
ہجرت کو پرسد نام بانیش  
چہ دالو نام نیکی کو نامم زود  
جوانیش گو کہ در مصراع آخر  
بدر مسعود مسعود است مسعود

بارہواں کتبہ یا الہی تو با شئی این را  
بہ دل اہل دل بہ کن مودود  
کرد مسجد بنا بعزم دست  
سعی اورا قبول ساز بہ جود



خضر غیبم از پی سال بناش  
راحت افزا چاہ عنبر بہر گفت

سنگ سیاہ پر جانب مغرب کتبہ ذیل کندہ ہے۔  
ز سعی عنبر معود فرجام  
بنائے چاہ آمد نیک بر جاے  
خضر گفت از پرتایخ سالش  
چہ عنبر چاہ آمد راحت افزاے

اسلام جھرے کا کتبہ  
سنگ بست و محصور ہے اسلام جھرے کے نام سے مشہور ہے۔

اس کی پیشانی کے سنگ سیاہ پر خط نستعلیق کتبہ ذیل مرقوم ہے۔ اسلام جھرا۔ تاریخ چہار دہم  
شہ شعبان المعظم ۱۰۶۶ جلوس چل و شش عالمگیری۔

ادھونی کی برڈ آئی دیو  
ٹوٹے پھوٹے قلعہ کے پائیں میں کچھ لٹ و دق میدان اور  
جنگل ہے۔ اس میدان کے شمال میں ایک لمبا پار ہے جس پر چڑھنے کا راستہ بنا ہوا ہے۔ یہاں  
ایک عمدہ اور شفاف چشمہ ہے اور اسی کا پانی نلوں کے ذریعہ سے بستی میں پونچا گیا ہے۔ اس کا  
نام پہلے ”رام جھرہ“ تھا بعد عالم گیر نے ”اسلام جھرہ“ رکھ دیا اور اب اسی نام سے مشہور ہے۔  
اس کے سامنے ایک پختہ دھرم سالہ ہے جو کسی طوائف کا بنوایا ہوا کہا جاتا ہے اس پر ایک  
سنگ سیاہ کی تختی پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بتاریخ دہم شہ شعبان المعظم سنہ چھل و شصت لیکن یہ سنہ عالم گیر کے زمان سلطنت  
سے کچھ مطابقت نہیں رکھتا نہ سال پجری ہے نہ جلوس۔ شاید کچھ غلطی ہوئی ہو۔ دھرم سالے میں  
سے گزر کر جب چشمہ پر جاتے ہیں تو ایک دیول ملتا ہے۔ اس بلندی پر کھڑے رہنے سے پائین کے  
میدان میں بھیج سنگہ کا مندر ہے جو کبھی یہاں حکم راں تھا جس میں بھیج سنگہ وغیرہ قیامت کی  
نایتیں ملے رہی ہیں۔ اس مندر سے تھوڑی دور را پچور کے نواب بے بدر جنگ کا مقبرہ ہے جس کی  
جا رو ب کشی اور چراغ بتی کے لئے اب بھی تیس روپیہ ماہوار سرکار عالی نظام سے مقرر ہے یہیں  
اُسی زمانہ کی ایک چھوٹی سی تین کمانوں کی مسجد بھی ہے۔ یہاں سے ایک فرلانگ کے  
مذہب پرند جب آسمان پر بلند ہو کر جو منظر دیکھتا ہے اسے ”برڈز آئی دیو“ کہتے ہیں۔

فاصلے پر حضرت جلال ڈونگری کا مزار ہے جن کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔ اس کے سامنے ایک کھلا میدان ہے برسات کے زمانے میں اس قدر پانی بہاڑوں پر سے بہہ کر یہاں جمع ہوتا ہے کہ ایک تالاب ہو جاتا ہے۔ اسی کے پاس ”سات ملاح“ کا تالاب ہے جس میں ایک کنواں ہے۔ اس کنوئیں کا پانی بھی نفاست اور عمدگی میں مشہور ہے۔ یہاں سے دوسو قدم پر ”کالا تالاب“ ہے اس کا پانی ملگیا ہے لیکن یہ تالاب بارہ مہینے بھرا رہتا ہے مگر اسی کا پانی فطر ہو کر بستی میں پہنچایا گیا ہے۔ ادھونی میں ایک حذا اس بزرگ سید اسادات سید شاہ قادری عرف سید حضرت صاحب ہو گزرے ہیں آپ ولی کامل تھے۔ کائنات تالاب کی بہاڑی کے دامن میں آپ کا مزار ہے اور آپ کے مزار کے پاس ہی پیر بانی صاحب کی تربت ہے۔ دونوں صاحبوں کا عرس ہوتا ہے اور کچھ معاش بھی سدا کارانگریزی سے جاری ہے۔ تالاب کے پاس ایک شکستہ مسجد ہے جو ”کلام مسجد“ کے نام سے مشہور ہے اور یہیں عینی علم کا عاشور خانہ ہے جس میں ماہ محرم میں بڑی دھوم دھام ہوا کرتی ہے۔ یہ ایک خوش قطع اور پختہ عمارت ہے اور معاش جاری ہے۔ اس کے بعد کوتانے صاحب کا عاشور خانہ ہے جو ایک پختہ کمان طر کرنے کے بعد ملتا ہے۔ یہیں سے سنہری مسجد کی سیڑھیاں شروع ہوتی ہیں۔ اس مسجد کے اب بھی سنگ سیاہ کے ستون باقی ہیں جو صناعتی کا ایک خاص نمونہ ہیں۔ اس مسجد کی محراب پر طلانی کلکاری بھی تھی جس کا اب بھی کچھ نشان باقی ہے۔ تاریخ تو وہی درج ہے۔

”قَوْلٌ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ“

۱۰۸۸ھ

اس مسجد میں ایک تہ خانہ بھی ہے جس کے آگے ”مراری تالاب“ ہے جو ایک معمولی حالت پر ہے۔ یہیں سنگھار باغ تھا جو جڑا جڑا گیا۔ اسی میں نوابوں کے شکستہ مکانات کی ٹوٹی بچھوٹی دیواریں کھڑی ہیں۔ ایک باولی ”کلیانی تیرہ“ کے نام سے مشہور ہے جس میں ہنود اپنے مردوں کی ہڈیاں اعتقاداً ڈالا کرتے ہیں۔ اسی کے قریب ہندوؤں کا ایک قدیم دیول تھا جسے مسلمانوں نے مسجد بنالیا اور یہیں ملک ریجان کا مقبرہ ہے جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ قلعے کے تین سنگین دروازے ہیں جو آج تک اچھی حالت میں سربلک کھڑے ہیں۔ قلعہ کے باہر میدان میں تھنی قادری کا مقبرہ اور مسجد

## دوسرا ضمیمہ - قلعہ اودگیر

**وجہ تسمیہ** اودگیر ایک بہت پرانی بستی ہے جو کسی زمانے میں شہر ہو گا مگر اب تو ضلع بیدر کی ایک تحصیل ہے جو بیدر سے بجانب مغرب بیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بستی آٹھ ساڑھے آٹھ سو برس پہلے کی ہے اور عجب نہیں کہ یہ صحیح ہو کیوں کہ بہت سی پرانی شان دار عمارتوں کے گرے ہوئے آٹا راو ویران کھنڈر اپنی ڈراؤنی شکل سے اس کا ثبوت دے رہے ہیں جس چٹیل میدان پر اب قلعہ موجود ہے کہا جاتا ہے کہ پہلے پہل یہاں ایک برہمن فقیر نے اپنی جھونپڑی ڈال لی تھی چند دنوں میں آبادی بڑھنے لگی اور اسی فقیر کے نام سے جو اودگی کہتا ہے بستی موسوم ہو گئی چنانچہ اب تک اندروں قلعہ ایک قدیم دیول جو بالائی چوڑے سے (۵۰) فٹ گہرا ہے اور اسی کے سامنے ایک عمیق یاولی ہے موجود ہیں۔ ہندوؤں کی ایک معتبر کتاب ”کرشنس گند“ میں لکھا ہے کہ ایک دن مہادیو سے اُس کی جو رو پار بستی نے پوچھا کہ اگر کسی شخص نے بہت سے گناہ کئے ہوں تو ایسا کون سا طریقہ ہے جو تھوڑی سی عبادت میں معاف ہو جائیں۔ مہادیو نے کہا کہ کرنا جو گ میں ایک اود تنگ رشی رہتا تھا جس کی جو رو بڑی سفاک تھی۔ رشی اپنی عورت کی برکرداری سے تنگ ہو کر میری پرستش کرنے لگا میں خوش ہو کر اُس پر ظاہر ہوا اور کہا کہ تو یہیں بیٹھ ایک لنگ خود بخود زمین سے ظاہر ہو گا تو اُس کی پرستش کیا کیجیو۔ جب کلجنگ آیا تو وہ رشی غائب ہو گیا اور اسی زمین پر قلعہ اودگیر کی بنا پڑی اور رفتہ رفتہ جب آبادی بڑھنے لگی تو اُسی رشی کے نام پر اودگیر نام پڑ گیا۔

۱۔ اگرچہ میں بھی قصبہ اودگیر میں رہ چکا ہوں اور یہ مقام میرا کئی دفعہ کا دیکھا ہوا ہے اور میرے پاس بھی کچھ کچھ نوٹ تھے مگر اس وقت مسٹر سریندر چاری سوم تعلقہ دار ڈویژن اودگیر نے مجھے بہت کچھ مواد دیا اور نواب فرامز جنگ بہادر تو جہاں رہی وہاں کی تاریخ بہت شوق سے جمع کرتے رہی ہیں چنانچہ اودگیر کے حالات

### کیفیت بنائے قلعہ

اودگیر کا قلعہ ایک بہت پُرانا عالی شان اور مستحکم بنا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے بانی شاہان بریدیہ تھے لیکن کتب سیر سے اگرچہ بالتحصیل نہیں مگر بالتحقیق اتنا معلوم ہوتا ہے کہ خاندان بہمنیہ کے زمانے میں اس کی بنیاد پڑی ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ بادشاہ بہمنی کے سرسراہا۔ تاریخ فرشتہ سے پایا جاتا ہے کہ سلطان محمود شاہ بہمنی نے اپنے اواخر زمانہ سلطنت میں قاسم بریدیہ کو پہلا غاصب بادشاہ خاندان بریدیہ کا تھا علاوہ منصب وکالت و طرفداری بیدر کے قلعہ اودگیر۔ قندہار۔ اوسہ کو ۸۹۳ھ میں بطور جاگیر عنایت کیا تھا جب وہ قابض رہا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قلعہ اس وقت بھی موجود تھا۔ البتہ یہ امر کہ کس نے بنایا متحقق نہیں ہوتا قیاس یہ چاہتا ہے کہ ہندو راجاؤں کا بنایا ہوا ہو اور بہمنی بادشاہوں نے اپنے زمان عروج میں اس کی شکست و ریخت کی ہو۔

قاسم بریدیہ ۹۹۹ھ میں جب شہر بیدر کا خود مختار بادشاہ ہوا تو اس وقت اس نے اپنے بیٹے امیر بریدیہ کو یہ قلعہ سپرد کیا۔ ۱۰۲۳ھ میں امیر بریدیہ نے خداوند خاں حبشی جاگیر دار ماہور سے اس قلعہ پر سخت لڑائی کی جس میں وہ حبشی مارا گیا اور امیر بریدیہ قابض رہا۔ ۱۰۳۹ھ میں امیر بریدیہ نے بمقام بیدر عادل شاہ سراج پور کے مقابلے میں لڑائی کی اور گرفتار ہوا۔ اس کے بعد عادل شاہ نے امیر بریدیہ کی جاں بخشی کی اور اس کو رہا کیا جب سے امیر بریدیہ قلعہ میں رہے لگا اور حکومت شہر بیدر سے اس وقت تک علیحدہ رہا جب تک کہ عماد الملک گورنر براڑ کی سفارش کی وجہ سے عادل شاہ نے حکومت شہر بیدر پھر امیر بریدیہ کے حوالے نہ کی۔ امیر بریدیہ کے بعد علی بریدیہ جو تیسرا بادشاہ خاندان بریدیہ کا تھا قلعہ اودگیر پر قابض رہا۔ ۱۰۵۲ھ میں قلعہ اودگیر و قلعہ اوسہ بریلی بریدیہ سے اور برہان نظام شاہ والی احمد نگر اور عادل شاہ سے لڑائی ہوئی جس میں علی بریدیہ کو شکست فاش ہوئی اور ان ہر دو قلعوں کو علی بریدیہ کی فوج احشام نے تگلی آذوقہ کی وجہ سے برہان نظام شاہ کے سپرد کر دیا چنانچہ بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۔ میں بھی صاحب موصوف نے ایک مختصر سارساہ ۱۳۱۱ھ میں لکھا ہے جو مجھے سوم تعلقہ دار صاحب موصوف نے بھیج دیا تھا میں دونوں صاحبوں کا از حد رنج منت ہوں۔ ۱۲۰۱ھ

اس وقت تک بعض بعض عمارات پر برہان نظام شاہ کے کتبہ جات موجود ہیں۔  
**ایک عجیب روایت** اودگیر کا ایک قدیم وطن دارا متا نامی راوی ہے کہ اُس کے آبا و  
 اجداد کو ایک قطعہ زمین سلطان ہمایوں شاہ ظالم بھینی بیدرنے اس صلہ میں انعام دیا تھا  
 جو اب تک بروے سند جاری و بحال ہے (مگر سندہ میں اس واقعہ کا ذکر نہیں ہے) کہ قلعہ میں جب  
 چاندنی برج کی بنا پڑی تو وہ کسی طرح اتمام کو نہیں پہنچتا تھا اور صہر بنتا جاتا تھا اور صہر گرتا جاتا  
 تھا ناچار رامنا کے کسی بزرگ کو بل چڑھایا گیا اور وہ اس کے پایہ میں زندہ دفن کیا گیا۔ اکثر بڑی  
 بڑی عمارات اور بڑے بڑے پلوں پر اُس زمانے میں بل چڑھانے کا دستور تھا اور کئی کئی  
 جانیں بھینٹ چڑھائی جاتی تھیں جیسے اب بھی بکرے اور بھینسے ایسے مواقع پر قربان کئے  
 جاتے ہیں تو رامنا کے خاندان کے کسی ممبر کا زندہ دفن کیا جانا کچھ بعید از قیاس نہیں اور  
 پھر ہمایوں جیسے ظالم اور قاتل ہر بادشاہ کے لئے جو درندہ شیر کے سامنے زندہ آدمیوں  
 کو ڈال کر کھڑے اُڑا دیتا تھا ایک تن ضعیف کو زندہ درگور کر دینا کون سی بڑی  
 بات تھی۔

**جغرافیہ** قدیم جغرافیہ اودگیر کا نہیں بل سکا لیکن منعم خاں ہمدانی اور نگ آبادی  
 کی ایک قدیم قلمی کتاب میں لکھا ہے کہ جب بادکن شاہان تیموریہ کے قبضہ سے نکل کر نواب  
 نظام علی خاں بہادر کے قبضہ میں آیا تو اُس وقت اودگیر بحیثیت ایک پرگنہ کے سرکار  
 ناڈیر میں شامل تھا اور ناڈیر صوبہ بیدر کا ماتحت تھا۔ اب بیدر سے صوبہ واری اٹھ کر پٹن چرو  
 میں آگئی اور بیدر کی حیثیت صرف ایک ضلع کی رہ گئی اور اودگیر میں علاوہ تحصیل کے فسر  
 ڈویژن بھی رہتا ہے چنانچہ راقم بھی وہاں رہ چکا ہے۔ زبان یہاں کی مرہٹی اور کنٹری ہے۔  
**بستی کی موجودہ حالت** یہ بستی بالکل تشیب میں واقع ہے اور حبیب نگر بالکل قریب  
 نہ آجائیں دکھلائی نہیں دیتی اور اسی وجہ سے آب و ہوا خوش گوار نہیں ہے۔ بستی کے چھ  
 دروازے اس وقت تک موجود ہیں اور بچے بچے قدیم نشانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ  
 اس بستی کے گرد فصیل بھی تھی لیکن اس وقت تو چاروں طرف ناگ بھنی نے ایسا گھیر لیا ہے کہ اُسی  
 کا حصہ ہو گیا ہے۔ بیدر سے آئے وقت سڑک پر دو مسافر بنگلے ڈون گو پرے اور مرگ میں



ہیں اور تیسرا ڈاک بنگلہ خود ادوگہ میں بیرون آبادی ایک بلند ٹیلے پر ہی جہاں مسلمانوں کا قبرستان اور شاہ محمد زقاری کی درگاہ ہے۔ بستی میں کشادہ سڑکیں چوڑکی ہیں جن کے وسط میں بیدر کی طرح چوبارہ بنا ہوا ہے۔ یہ چوبارہ قدیم عمارت ایک برج کی شکل کی ایک سنگین بلند چوڑے پر برج کی شکل کا بنا ہوا ہے جس کے اندر رہنے کی بھی جگہ ہے اور پولیس کا قحانہ اسی میں رکھا گیا ہے۔ چوبارے کی بلندی (۱۰۰) فٹ اور عرض (۲۵) فٹ ہے۔ چوبارے سے یہ چار راستے بھوٹے ہیں۔

(۱) چوبارے دیوئی دروازے کو۔ (۲) چوبارے سے قلعے کے دروازے کو۔

(۳) چوبارے سے تالاب دروازے کو جس کے باہر ایک وسیع تالاب ہے۔

(۴) چوبارے سے نری بن دروازے کو۔

سڑکیں کشادہ مگر پتھر کی اور ناہموار ہیں۔ اکثر قدیم عمارتیں بالکل شکستہ اور ویران ہیں۔ اور اکثر حصہ بستی کا غیر آباد اور اجڑا ہوا ہے۔ علاوہ مذکورہ بالا چار دروازوں کے دو اور ہیں۔

(۱) قندھاری دروازہ (۲) پیٹ دروازہ۔ قندھاری دروازے کی سیدھی جانب یہ کتبہ ہے۔

بحکم حضرت نواب مستطاب جہاں	بعد عصر سزاوار ملک عالیشان
بنامودہ حسن خاں یکے مغل از قوم	رواق تحفہ نمودہ در طری سارواں
پس از رواق بنا کردہ سال تاریخش	بساط قصر تو لایق عبور شاہ شہاں

کتبہ پیٹ دروازہ بتاریخ غرہ شہر بیج الاول ۱۱۰۲ھ یکہزار و یکصد و دو ہجری در قلعہ داری

خان قاسم خاں یا ہتمام ابوالمعالی احداث یافت۔ ۱۱۰۲ھ

مکانات قلعہ بڑا محل۔ نقشہ محل۔ فراش خانہ۔ باورچی خانہ۔ جامع مسجد۔ پہلے باہر کے دروازے سے آخر اندر کے دروازے تک۔ کوٹھ۔ سلاح خانہ۔ رنگین محل۔ مندر اور دیگر سوئی۔ باغ نگینہ۔ عاشور خانہ۔

مکانات شکستہ مکان بی بی صاحبہ شہزادی کا محل۔ کچہری نواب جہانگیر پار جنگہ قلعہ دار۔ کچہری نواب سزاوار الملک۔ روشن محل۔ پنجہ خانہ جو باغ نگینہ میں واقع ہے۔

**یاڈلیاں** اکل بستی میں (۱۵) یاڈلیاں ہیں :-

(۱) نیچی یاڈلی متصل درگاہ حضرت خواجہ صدر الدین بادشاہ قادری جس کی تین سیڑھیاں ہیں اور اسی وجہ سے یہ تین سیڑھی کی یاڈلی بھی کہلاتی ہے اور پانی صرف دو گز نیچے ہے اور بارہ مہینے اسی لیول پر رہتا ہے۔

(۲) بھوت یاڈلی جس میں کو دودھ یاڈلی بھی کہتے ہیں کیوں کہ پانی اس کا بہت شیریں اور شفا ہے (۳) بیر سدی یاڈلی - (۴) حضرت چاند صاحب کی درگاہ کی یاڈلی (۵) کنڈہ باغ کی یاڈلی - (۶) راج محمد کی یاڈلی - (۷) خطیب صاحب کی یاڈلی - (۸) رکھن گلی کی یاڈلی - (۹) دھرم سید کی یاڈلی - (۱۱) مومن گلی کی یاڈلی - (۱۲) ڈیسکھ باغ کی یاڈلی (۱۳) دھیا پور یاڈلی (۱۴) رستم یاڈلی جو بالکل شکستہ ہے - (۱۵) ریگڑی یاڈلی جو قریب بھوت یاڈلی کے ہے اور بالکل شکستہ ہے۔

**قلعہ او دگیر کی موجودہ حالت** یہ قلعہ اب تک درست حالت میں ہے اور بستی کے جنوب رخ ایک گڑھے میں واقع ہے جس کے اطراف (۴۰) فٹ گہری اور (۲۰) فٹ چوڑی خندق ہے۔ فصیل (۳۰) فٹ بلند ہے جس کے چار مشہور برج ہیں اور پندرہ ایسے ہین جن کا کوئی خاص نام نہیں۔

(۱) جمنہ برج - جس پر دو توپیں چڑھی ہوئی ہیں ایک پر کچھ کتبہ ہے مگر ورز ماننے سے چٹا نہیں جاتا۔ (۲) مانگ برج - اس پر کوئی توپ نہیں ہے۔

(۳) گپتی برج - اس پر ایک توپ شیر بچہ نامی ہے اور دوسری معمولی۔

(۴) فتح برج - اس پر بھی ایک توپ چڑھی ہوئی ہے اور ایک توپ قلعہ کے اندرونی دروازے میں گاڑی پر رکھی ہوئی ہے۔ ایک ٹوٹی ہوئی توپ تحصیل کچہری میں بھی بڑی ہوئی ہے۔

یہ قلعہ گو کہ نشیب میں بنایا گیا ہے لیکن کچھ ایسے اونچے پلے آگئے ہیں کہ قدرتی طور پر ان کے پشتوں سے برجوں اور فصیل کا استحکام ہو گیا ہے۔ خندق کی گہرائی ایسی مہیب ہے کہ فصیل کے

کنگرے پر سے چڑھ کر دیکھو تو آنکھیں پتھر اجاتی ہیں اور سر جھکانے لگتا ہے۔ قلعہ میں داخل ہونے وقت پہلے ایک بہت بڑی سنگ بستہ کمان ملتی ہے جس سے گزرنے کے بعد (۵۰) قدم کے

فاصلے پر قلعہ کا پہلا دروازہ ہے لیکن کمان اور قلعہ کے پہلے دروازے کے درمیان خندق حائل

ہے جس پر پل بند ہوا ہے۔ اس کمان کے مقابل کچھ مکانوں کی دیواریں کھڑی ہیں جن کی چھت بٹھ گئی ہے اور ان مکانوں کے پیچھے ایک عاشر خانہ ہے۔ اس کمان کے مقابل کا حصہ نگینہ باغ کہلاتا ہے لیکن نہیں معلوم ہوتا کہ باغ کس کا بنایا ہوا تھا۔ قلعہ کی بیرونی دیواروں میں اکثر بڑے بڑے پتھروں پر ماحتی وغیرہ کی صورتیں تراشی ہوئی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سارے پتھر بھوانی کے دیول کو چوناہیت عالیشان عمارت تھی توڑ کر لائے گئے ہیں۔ قلعہ کا پہلا دروازہ جو خندق کے بعد ملتا ہے درست حالت میں ہے۔ اس کے پتھروں پر لوہے کی دیر چادریں چڑھی ہوئی ہیں۔ اس دروازے سے لگی ہوئی چھ رواقیں ہیں جن میں اب بھی احشام کی جمیعت رہتی ہے۔ دوسرا دروازہ بھی پہلے دروازے کی طرح شان دار ہے لیکن دونوں جانب صرف دو کمائیں اور سامنے میدان ہے۔ تیسرا دروازہ ان دونوں دروازوں سے زیادہ بلند و مستحکم اور اندھیرا دروازہ کہلاتا ہے جس کی بلندی سو فٹ ہے۔ اس کے دونوں طرف کمائیں ہیں جن پر پٹاؤ ہونے سے اندھیرا رہتا ہے۔ ایک چھوٹی سی توپ یہیں ایک کمان میں ایک گاڑی پر چڑھی ہوئی ہے۔ باقی کمائوں میں کچھ لوگ رہتے ہیں۔ ان تینوں دروازوں سے پار ہونے کے بعد ہم کو قلعہ کی اندرونی گری پڑی عمارات دکھائی دیتی ہیں جن کے اب صرف چوٹے مٹی اور پتھر اور روبروں کے ڈھیر باقی رہ گئے ہیں۔ معدودے چند ایسے مکانات دست برد زمانے سے بچ رہے ہیں جن کی بنی کچی ہدیت معلوم دیتی ہے اور ایک آدھ کتبہ بھی نظر پڑ جاتا ہے۔

**اودھ گیر سوامی کا مندر** قلعہ کے پہلے دروازے سے تھوڑی دور آگے بڑھ کے سیدھی جانب ایک لمبی گلی ہے جو مندر کو جانے کا راستہ ہے۔ یہ مندر (۶۰) فٹ لمبی و وسیع ہے جس کے سامنے ایک چوکھونٹی اترنے کی باؤلی ہے۔ پانی استعمال نہ ہونے سے خراب ہو گیا ہے اور خندق میں بہ جاتا ہے۔ اب بھی مندر میں ایک گوسائیں رہتا ہے جس کو سرکار سے کچھ معاش مقرر ہے۔ یہ اسی اودھ گیر بادا کا مندر ہے جو آٹھ سو برس پہلے یہاں تھا اور اسی کے نام سے یہ مندر آباد ہوئی۔

**دوم کچہری** قلعہ کا اندھیرا دروازے کے بعد سیدھی طرف دالان پیش دالان چلو خانے کے طور پر چھ کمائیں فیل پاؤں کی ہیں جن پر چبانگیر یا جنگل کی کچہری کا بنگلہ بنا ہوا ہے دوم تعلقہ دار

صاحب کی کچری اسی گڑے پڑے مکان میں تھی۔

مکان سزاوار الملک جہانگیر پار جنگ کے داوا تھے جن کا یہ

۹۸۴ء مکان بنایا ہوا ہے جو "گر دھج" برن کے پیچھے ہے۔ اس

مکان کا راستہ پہلے مکان کے اندر سے ہے اور ایک راستہ باہر باہر بھی ہے۔ یہ مکان تین قطعات  
طو کرنے کے بعد ملتا ہے جس کا یہ ملا دروازہ ایک میٹھ کی کمان ہے جو ۷ × ۸ فیٹ طویل و عرض

کتبہ کمان کی سیڑھی جانب

شاہ عالم مرتضیٰ نظام شاہ سلطانی پڑا عمارت

شہر زمر جاں فرمان عالی۔

کتبہ کمان کی بائیں جانب۔

این رواق زخاۃ زیر سیٹ ۶۰ اطفال علی و آل علی ست

اس کمان کے سامنے ایک بنگلہ ہے جو آب تک بھی کچھ اچھی حالت میں ہے۔ یہیں ایک گرا  
بڑا مکان اور ہے۔ اس مکان میں وسیع صحن ہے جس میں ایک سنگ بستہ چوڑے پراکٹالی شان  
عمارت ہے جس کا طول و عرض ۶۰ x ۴۰ فیٹ ہے اور جس کے چار درجے ہیں۔ والان در وال  
اور پر کا حصہ بالکل کھلا ہوا ہے جس میں فیل پائے کی سترہ کمانیں اور چھ حجرے ہیں جن کی چھت  
بالکل گر گئی ہے اور صرف دیواریں قائم ہیں۔ سامنے پھر ایک چوڑا ہے جس کے نیچے ایک چھوٹا  
سا پتھر کا حوض ہے جو پانچ فیٹ مربع ہے۔ الغرض یہ مکان بالکل خراب و خستہ حالت میں ہے  
اس مکان کا حمام البتہ خاص طور پر ذکر کرنے کے قابل ہے۔

حمام خانہ اور الملک

اس مکان کے اندرونی حصہ میں جنوبی جانب ایک

مستحکم و مندرجہ عمارت ہے جو صرف حمام کے لئے بنائی گئی تھی۔ پانی جو اس مکان پر چڑھایا گیا ہے  
وہ عجیب صنعت سے ہے کہ اس مکان کی چھت پر ۴ x ۴ فیٹ طول و عرض کا ایک پتھر کا ترشٹا  
ہو حوض ہے جس میں دونوں لگے ہوئے ہیں اور پہلو میں اس حوض کے (۲۰) فیٹ گہرا خزانہ پانی  
کا بنایا گیا ہے جس میں دو طرف موٹ کے پتھر لگائے گئے ہیں۔ ایک موٹ کا رخ خندق کی طرف ہے جہاں  
ایک کمان بنی ہوئی ہے جو گرنے کے قریب ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے خندق میں کوئی باولی  
تھی جس میں سے پانی اس خزانے میں آتا تھا اور یہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ حمام میں اندھیری باولی  
کا پانی نل سے لایا جاتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ نہایت نشیب کا پانی اس بلندی پر چڑھایا  
گیا ہے۔ ان نلوں کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں کیسی کیسی صنایعیاں کی جاتی  
تھیں اور فن تعمیر کے کیسے کیسے ماہر تھے۔

حاتم خاں قلعہ دار کا ایک

یہ مکان بالکل منہدم ہے اور سنہ ۱۰۹۲ء کے مکان میں جانے

قدیم مکان ۱۰۹۲ء

سے پہلے داہنی جانب ملتا ہے۔ یہ مکان دو مندرجہ تھا

۱۲ یہ پادشاہ شاہ علی بن برہان شاہ کا بیٹا ہے جو شاہ جہاں کا ہم عصر تھا۔ ۱۲

جس کے دونوں حصے گر گئے ہیں اب صرف چار دیواری کھڑی ہے جس پر قدیم گلکاری کے نشانات کہیں کہیں پائے جاتے ہیں۔ مکان کی دیواروں میں چھوٹے چھوٹے ایسے خانے بنے ہوئے ہیں جیسی بنے یا عطار الماریاں رکھتے ہیں اس پر لوگ قیاس دوڑاتے ہیں کہ یہ مکان قدیم کبوتر خانہ ہوگا۔ لیکن دیکھا جائے تو عالم گیر کے زمانے کا یہ مکان بنا ہوا ہے جہاں عالم گیر ایسی فضولیات کا کب روادار تھا۔ اس مکان پر حسب ذیل کتبہ ہے۔

یافت در عهد شاہ عالمگیر	قلعہ دارسی قلعہ او دگیر
کمتریں خانہ زاد حاتم خان	کہ پُرازا عتف و داشت ضمیر
در سنہ الف اربع و تسعین	کرداں قصر واکث تعمیر

۱۰۹۴ھ

واللہ دوست بیگ قوم مغل شدہ طیار این خجستہ مکاں  
 ساخته مرشد قلی خان بن دیانت خان غرہ محرم احرام ۱۰۹۴ھ  
 کتبہ میر محمد عارف

**رنگین محل** یہ مکان چاندنی برج کے پاس ہے اور چاندنی برج مکہ برج سے جانب جنوب واقع ہے۔ یہ مکان ایک بلند ٹیکڑے پر بنا ہوا ہے اس میں تین کمرے لداؤ کے ہیں جن پر چھوٹی چھوٹی برجیاں بنی ہوئی ہیں جو اس قدر مختصر ہیں کہ آدمی بھی جھاک کر جاتا ہے۔ اس مکان کا ایک بالائی درجہ بھی ہے جہاں کھڑے ہونے سے خندق کی سیر دکھائی دیتی ہے اور دور دور تک نظر جاتی ہے۔ یہ مکان بھی بالکل شکستہ ہے۔ اس مکان کے پاس ایک چھوٹا سا برج ہے جس پر ایک چھوٹی سی توپ چڑھی ہوئی ہے۔ اس مکان کے سامنے ایک پُرائی دیوار ہے جس میں چھ روشن دان ہیں۔ یہ مکان تحصیل کچہری سے بالکل ملا ہوا ہے۔

**فراش خانہ** رنگین محل سے لگا ہوا مکان فراش خانے کا ہے جس میں اب تحصیل کچہری ہے۔ چوں کہ کچہری ہے مکان فی الجملہ درست ہے۔ اس مکان کا صدر دروازہ مشرق رو ہے جس کے لئے یہ شعر مع عبارت لاحقہ اوپر کے تین شعروں سے بالکل علیحدہ مکان کے بیرونی حصے میں ایک پتھر پر کندہ ہے۔

اندر ایک وسیع محکمہ پر مستطیل ہے۔

**نواب جانی کا ٹرائل** یہ مکان ایک وسیع (۵) فیٹ بلند چوڑے پر بنا ہوا ہے اور دو کم کچری کے عقب میں ہے جس کا صدر دروازہ بہت شاندار ہے اور محکمہ بھی وسیع ہے۔ اس مکان کے دو حصے ہیں اور نواب جانی قلعہ دار کا بنایا ہوا ہے۔

(۱) پہلا حصہ جنوب رو ہے۔ دالان در دالان اور ایک برآمدہ ہے۔ اس مکان کی وضع قطع مسجد کی سی ہے۔ ہر درجہ میں تین تین فیٹ کی کما فیض اور دونوں طرف دو دو حجرے اور سامنے برآمدہ ہے جس کے آگے ۱۲ x ۷ فیٹ کا ایک سنگ بست حوض ہے۔ یہ مکان بھی درست حالت میں ہے۔

(۲) دوسرا حصہ شمال رو ہے اس مکان کے پہلے حصہ کا جواب ہے لیکن چھت گر پڑی ہے۔ اور بالکل کھنڈر ہے۔

**اچھی بیگم کی مھاڑی** دو کے قطعہ کے متصل یہ سہ منزلہ قطعہ ہے جو تفریح گاہ تھا۔ یہاں سے بھی خندق کا نظارہ ہوتا ہے اور مکان درست ہے۔

**بڑے محل کے پاس کی بڑی باؤلی** بڑے محل کے بیرونی دروازے سے ملی ہوئی ایک نہایت وسیع باؤلی ہے جس کا پانی موٹ کے ذریعہ سے بڑے محل کے حوض میں لایا جاتا تھا۔ باؤلی کے پاس نشیب میں ایک سنگ بست حوض بھی بطور خزانے کے ہے جس میں سے پانی بذریعہ نل کے محل میں پہنچایا جاتا تھا۔

**جامع مسجد راندرون قلعہ** تحصیل کچری کے پاس ہے جس کی تین کماتیں ہیں اور درست ہے۔ یہ مسجد بڑے محل کے محاذی ہے اور بڑی باؤلی کا پانی مصلیوں کے لئے آتا تھا۔

**روشن محل** جہانگیر بارخنگ قلعہ دار کا بنایا ہوا ہے جو جامع مسجد کے سامنے ہے۔ یہاں دو تین قدیم کوٹھے غلے کے بھی ہیں جن میں صرف ایک ایک چھوٹی سی کھڑکی لگی ہوئی ہے مگر اندر بہت وسعت ہے۔ ان کو کھٹوں کے پہلو میں ایک دروازہ ہے جس کے اندر روشن محل ہے۔ اس مکان کے دو حصے ہیں۔ جنوبی و شمالی رخ والا مکان روشن محل کہلاتا ہے۔ یہ محل (۵) فیٹ بلند چوڑے پر واقع ہے۔ اب چھت نادر ہے خالی دیواریں کھڑی ہیں۔ دالان پیش دالان جس میں

دس در نظر آتے ہیں اس مکان کی استرکاری نہایت چمک دار اور شفاف تھی۔ مکان کی دونوں جانب دو دروازے بہت خوب صورتی سے بنائے گئے ہیں۔ پیش دالان کے آگے ایک پانچ فیٹ مربع پختہ حوض ہے۔ یہ مکان کچھ بہت زیادہ پرانا نہیں ہے لیکن پھر بھی گرا پڑا ہے۔ دوسرا حصہ اس مکان کا پہلے حصہ کے جواب میں ہے جس میں جہانگیر یا جنگ کی کچھری تھی۔ اس مکان کے دو درجے ہیں اور اطراف ہنگامہ قاطعات ہیں۔ پیش دالان کے داہنے بائیں جانب بھی دو ہنگامے ہیں جن میں داخل ہونے کی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ غرض کہ مکان کو چھوٹا ہے مگر بہت سڈول بنا ہوا ہے اس میں بھی کچھ کام بڑی نقاشی سے کیا گیا ہے۔

**دلاور التسلیم کا مکان** یہ مکان روشن محل کے بیرونی دروازے کے مقابل ہے۔ یہ بھی جہاں سے گریز کیا ہے۔ اس مکان میں ایک عورت مسماۃ چندا بومر (۸۰) سالہ ہاکرتی تھیں جو اپنے کو جہانگیر یا جنگ کی بہو اور نواب جانی کی زوجہ کہتی تھیں۔ میں نے جس وقت دیکھا یہ بیوی بالکل مجنون تھیں اور لوگوں کو پتھر مارتی تھیں۔

حال دنیا را چو پر سیدم ز یک فرزانہ گفت یا غولیت یا دیویت یا دیوانہ  
یا مثال تو وہ کبر فیت در فضل بہار پنج عاقل در جنیں جاے نہ ساز و خا

**شمشا محل** یہ محل شمشاد بیگم زوجہ جہانگیر یا جنگ کا بنایا ہوا ہے۔ اس مکان میں جانے کا راستہ دلاور بیگم کے مکان میں سے ہے مگر پہلے راستہ دوسری طرف سے تھا جیسا کہ چنے ہوئے دروازے سے معلوم دیتا ہے۔ یہ مکان بھی کرسی دار چوڑے پر بنا ہوا ہے۔ دالان در دالان اور دس در ہیں۔ دالانوں کی دونوں طرف ایک ایک حجرہ ہے اور جیسا کہ دوسرے مکانوں کی وضع قطع ہے اس میں بھی چوڑے پر بنایا ہوا ہے۔ مکان کی چھت گریڑی ہے۔ مگر دیواریں تسلیک ہیں۔

علاوہ ان مکانوں کے جن کا نام بنام ہم ذکر کر آئے ہیں جدھر دیکھو گرے پڑے مکانوں کے ڈھیر کے ڈھیر لگے پڑے ہیں۔

رہنے والے ہیں یہ نادان کہ جانے والے خاک سمجھے نہ مکانوں کے بنانے والے

**قلعہ کی توپوں اور برجوں کا حال** اس قلعہ کے چھوٹے بڑے ملاکر (۱۹) برج ہیں جن میں



چار ٹرسے برج ان ناموں کے موسوم ہیں۔

(۱) گیتی برج - یہ برج بہت بڑا مستحکم اور شان دار ہو۔ جس پر ایک نوبت شیر پنج نامی  
(۲) فیٹ لمبی چڑھی ہوئی ہو جس کے دہانے کا قطر (۹) انچ ہو۔ اسی برج پر تین چھوٹی چھوٹی  
جزائیں بھی بڑی ہوئی ہیں۔ یہ برج حمام خانہ سزاوار الملک کے عقب میں ہو۔

(۳) مگر دھجہ برج - یہ برج بھی بہت بڑا اور سزاوار الملک کے مکان کے پیچھے ہو۔ اس پر  
ایک نہایت خوب صورت پنج رسی توپ چڑھی ہوئی ہو جس کا طول (۱۱) فیٹ (۹) انچ ہو۔ دہانے  
کا قطر (۶) انچ - اسی برج پر اور ایک چھوٹی توپ سات فیٹ لمبی (۴) انچ دہانے کے قطر کی  
ہو۔ یہ برج بالکل درست حالت میں سرفلاک کھڑا ہوا ہو۔ وجہ تسمیہ یہ ہو کہ جو بڑی توپ اس  
پر ہو وہ مگر کے شکل کی ہو۔

(۴) چاندنی برج - یہ سب سے بڑا برج ہو جو کچھری تحصیل کے متصل اور سزاوار الملک کے  
مکان سے غریب جانب ہو اس پر ایک بڑی توپ دس فیٹ لمبی اور چھ انچ دہانے کے قطر  
کی ہو اور ایک دوسری توپ تھوڑے فاصلے سے ۶ ۱/۲ فیٹ طول - دہانے کا قطر (۹) انچ ہو۔  
اس پر کتبہ بخط عربی ہو۔ میں نے دیکھا نہیں اور جن صاحب نے دیکھا وہ افسوس ہے کہ  
پڑھ نہ سکے۔

(۵) فتح برج - اس کا دوسرا نام مانگ برج بھی ہو۔ اس پر بھی ایک معمولی توپ ہو۔  
قلعہ کی تفصیل بالکل درست ہو۔ برج بھی سب کے سب مستحکم ہیں۔ غرض بیرونی حالت قلعہ کی  
درست ہو مگر اندر کے مکانات بیشتر منہدم ہیں۔

جسٹس یار جنگ کا حمام - یہ حمام مگر دھجہ برج کے پاس ہو اس کی پشت خندق سے  
جاملی ہو۔ اب یہ مکان ناگ پھنی کے تباہ کن قبضے میں ایسا کھڑا ہوا ہو کہ کسی کا وہاں تک  
پہنچنا بھی دشوار ہو۔ عمارت کا طرز اور حالت بتلاتی ہو کہ بہت زمانے کا بنا ہوا ہو مگر جب ناگ  
یار جنگ کا زمانہ اتنا پرانا نہیں - اس لئے اصل بانی کا پتہ نہیں چلتا۔

اس حمام کی چھت چونا گچی کی ہو جس کا طول و عرض ۴۸ x ۳۰ فیٹ ہو اور سطح زمین سے بیس  
فیٹ بلند ہو۔ اس عمارت پر دو گنبد چختے بنے ہوئے ہیں جن میں تین روشن دان بھی ہیں۔

نیچے کے برآمدے کی چھت بھی موجود ہے جو مثل حوض کے نظر آتی ہے۔ اوپر کی چھت پختی چیت پر اترنے کے لئے تیرہ سیڑھیاں پتھر کی ہیں۔ دسویں سیڑھی کے پاس سیدھی طرف ایک سوراخ ہے جس میں جھانک کر تو ایک حوض  $۵ \times ۷$  فیٹ طول و عرض اور عمق نو فیٹ کا بنا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس میں دو نل بھی تھے جن کے نشان موجود ہیں۔ اس حوض میں اُس باؤلی سے پانی لایا جاتا تھا جو اس عمارت سے ملتی ہے۔ سیڑھیوں پر سے اترنے کے بعد سیدھی جانب جنوبی رخ پر بڑھو تو ایک دروازہ ملتا ہے جو اس مکان میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔ حمام کا نیچے کا درجہ تین حصوں پر منقسم ہے۔ پہلے درجے میں آؤ تو ایک کمان  $۸ \times ۷$  فیٹ طول و عرض کی ملتی ہے۔ جس کے بعد مکان شروع ہوتا ہے جو  $۲۰ \times ۱۰$  فیٹ طول و عرض اور گیارہ فیٹ بلند ہے۔ اس قطعہ کے وسط میں ایک پتھر کا حوض  $۹ \times ۷$  فیٹ طول و عرض کا ہے جو آب بالکل مٹی سے بھرا ہوا ہے اسی وجہ سے عمق معلوم نہ ہو سکا۔ اس قطعہ میں ایک محراب ہے مگر کوئی روشن دان نہیں ہے پچھاں کی طرف ایک دروازہ ہے جس میں سے دوسرے قطعات میں جانے کا راستہ ہے۔ دروازے کے باہر ایک (۷۲) فیٹ لمبی گلی ملتی ہے جس کے آخری سرے پر پانچواں دروازہ  $۹ \times ۷$  فیٹ طول و عرض اور نو فیٹ بلند ہے۔ یہاں بھی ایک حوض بنا ہوا ہے اور اُس میں بھی نل لگا ہوا ہے۔ اوپر ایک روشن دان بھی ہے۔ اس گلی کو طے کرنے کے بعد پہلے قطعہ کے پیچھے وار کو دوسرا قطعہ ملتا ہے جس میں ایک حوض  $۶ \times ۷$  فیٹ طول و عرض کا مٹی سے بٹھا ہوا ہے۔ دو نل اس میں بھی لگے ہوئے ہیں۔ پہلا درجہ ٹوٹ پھوٹ گیا ہے مگر یہ دوسرا حصہ البتہ نہایت مستحکم پتھر اور چوڑے سے بنا ہوا موجود ہے۔ تیسرا درجہ  $۲۰ \times ۹$  فیٹ طول و عرض میں ہے جو ۱۱ فٹ بلند ہے۔ جس میں دو روشن دان اوپر و اتر کو ہیں اور پچھاں کے رخ تین فیٹ کی مریج کھڑکی کھلی ہوئی ہے۔ اس قطعہ میں بھی ایک پختہ حوض  $۶ \times ۷$  فیٹ طول و عرض کا ہے جس میں ایک نل لگا ہوا ہے۔ تیسرے درجے کے اندر اور ایک چھوٹا سا قطعہ ہے جس میں صرف ایک حوض  $۱۲ \times ۶$  فیٹ طول و عرض اور نو فیٹ گہرا ہے۔ اس میں چھ نل دیواروں میں بڑی خوبی سے لگے ہوئے ہیں اور اس حوض میں جانے کے لئے ایک کھڑکی بھی لگا دی ہے۔ اوپر وسط میں ایک روشن دان ہے اور فرش زمین پر چار فیٹ مڑ اور ایک سوراخ ہے جو غالباً آہنی توپانی گرم کرنے کا تھا اور آب گرم

کا ذخیرہ معلوم دیتا ہے جہاں سے بذریعہ نلوں کے گرم پانی دوڑایا جاتا تھا۔ اس سارے مکان کی صناعی اور جا بجا مختلف بلندیوں پر پانی کا پھیلاؤ کچھ شک نہیں کہ فن انجینیری کی بہترین یادگار ہے۔ افسوس ہے کہ اس مکان پر جس میں روپیہ بکھیر دیا ہے آج کوئی کتبہ بھی نہیں۔ دنیا کو دیکھئے کہ کیسی مٹانے والی ہے۔ مکانوں کے بنائے والے ایک طرف آج ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کون تھے۔

**ایک نامعلوم گنبد** قلعہ سے ایک میل بجانب جنوب بہت نشیب میں ایک گنبد کھڑا ہوا ہے جو کسی نواب کا کماتا ہے۔ اس میں ایک زنانی اور ایک مردانی قبر ہے۔ گنبد بالکل مفلطہ اور پتھر کا بنا ہوا ہے۔ (۱۵) فیٹ بلند اور (۱۸) فیٹ مربع چوکھنڈی ہے جس پر قبہ ۱۵ فیٹ مڑور ہے۔ گنبد کے اطراف چار روشن دان ہیں اور پتھر کی تراشی ہوئی سولھا کمانیں ہیں۔ اندر کا حصہ ۱۲ فیٹ مربع اور ۲۴ فیٹ اونچا ہے۔ قبریں ۴ x ۳ فیٹ طول و عرض میں ہیں۔ اس گنبد کے سامنے چبوترے پر بھی ایک قبر کسی بزرگ کی ہے۔ اس گنبد کے چاروں طرف نو تودر ہیں۔

اک دن زمانہ مجھ کو مجسم نظر ہوا	پوچھایہ میں نے اُس سے کہ ایسا بے وفابا
یہ لوگ کون ہیں جو ترے دستِ ظلم سے	آزاد ہو کے گوشہ تربت میں سو رہے
تھامہ جبین کوئی تو کوئی رسمِ زماں	ہر ایک کی زباں پہ ہیں جن کی کہانیاں
مرنے پہ بھی اماں نہ ملی تیرے ہاتھ سے	بھتوں کے تو نشان لحد بھی مٹا دئے
مٹنے پہ بھی نشان لحد با و نثار ہے	عزت ہے شامیائے چشم سو گوار ہے
مجھ کو بت کہ کون ہیں اور کن وجوہ سے	ہو کر اُداس شہرِ خموشاں میں آئے
اُس نے کہا غور کے سبجے میں چپ ہے	تحقیق چاہتے ہو تو خود آ کے دیکھ لو
میں کیوں کہوں کہ کون تھے یہ وہ کہاں آئے	پیوند خاک ہو گئے اب تو جہاں سے آئے

**بارہ درہی** اس میں کل بارہ کمانیں ہیں اور چاروں طرف چار دروازے ہیں اس میں بھی جہاں دیولوں کے پتھر لگے ہوئے ہیں۔ اندر کا درجہ (۱۲) فیٹ اور باہر کا برآمدہ (۳۳) فیٹ مربع ہیں۔

اس مکان کی بلندی (۱۸) فیٹ ہے۔ یہ تمام عمارت نہایت پختہ بنی ہوئی ہے مگر کوئی کتبہ نہیں ہے  
بارہ دری میں جانے کا اب کوئی راستہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ حمام خانے میں اتر کر بدقت  
نشیب و فراز مقامات طے کر کے جائیں۔

یہ درگاہ شریف اندرون آبادی قلعہ کے شمال میں تھوڑے فاصلے پر ایک نشیب میں واقع ہو

درگاه حضرت شیخ صدرالدین  
قدس سرہ " " "

جہاں اکثر پانی جمع رہتا ہے۔ درگاہ کے اطراف ایک قبرستان ہے۔ درگاہ کا گنبد سٹو فیٹ بلنداؤ (۱۵) فیٹ مربع ہے دروازہ صرف ایک ہی ہے کچھ معاش بھی جاری ہے۔ کتبہ کسی قسم کا نہیں ہے بعض بعض قبروں پر البتہ کتبے ہیں جن سے درگاہ کی قدامت کا پتہ چلتا ہے۔

کتبہ قبر عبداللہ بیگ جو اہلی کے درختوں میں درگاہ کے شمال میں اور بہکری قبروں میں واقع ہے

ہرگز از دنیا گزشت از ہر دیں  
خاکہ عقبائے او مغفور باد

یا رب آں مظلوم در روز جزا  
بالحسین ابن علی محصور باد

چوں شہادت یافتہ عبدالمہدیگ  
گفت ہاتف ”مردش پر نور“ باد

211-9

ایک دوسری قبر کا کتبہ - یہ قبر بہت چھوٹی کسی بچے کی ہے اور حضرت ہی کے چچو ترے پر

واقعہ ہی جس پر یہ کتبہ ہے جس میں تاریخ صحیح نہیں نکلتی ۵

تاریخ وفات برآمد از دل جانی  
تاریخ وفات ہفتم ماہ بیج انسانی

مقبول بشد کمال ملتان  
اخلاص برآں ..... فاتحہ خوانی

حضرت کا زمانہ قریب آٹھ سو برس کے بتلایا جاتا ہے اور اس حساب سے اودی گیر باوا کے بعد آپ کی تشریف آوری قرار پاتی ہے۔ حضرت کے گنبد کے محاذی ایک مسجد بھی ہے۔ آپ کے گنبد پر ایک نیم کے درخت کا سایہ ہے جس قدر شہنشاہ گنبد پر چمکی ہوئی ہیں اُن کا پتہ میٹھا ہوتی کا معمولی تلخ۔ لافح نے بالذات اس کا تجربہ نہیں کیا لیکن موجودہ لوگ متواتر راوی و ناقل ہیں۔ والعم عندنا

تین سیڑھی کی باؤلی

بلند ہو۔ اس میں ایک گچ کا بنا ہوا حوض تین فیٹ مربع اور چار فیٹ گہرا ہے جس کے بازو دو چھوٹے چھوٹے بہشت پہلو حوض ہیں۔ صحن مسجد اور اندرون مسجد سب موٹی گچ ہے۔ باؤلی میں پانی بہت کم رہتا ہے یعنی صرف ڈیڑھ گز عمیق ہی اوپر سے نہ نظر آتی ہے یا اس ہمہ ہر موسم میں پانی جتنے کا اتنا رہتا ہے نہ کم نہ زیادہ۔ اس باؤلی میں بھی پتھر دیول کا لگا ہوا ہے۔ روایت ہے کہ یہ باؤلی حضرت ہی کی بنوائی ہوئی ہے۔

**جیتا جھرا** لوہاروں کے محلے کی باؤلی جو سیٹری بن دروازے سے قریب دو سو قدم کے فصل سے ہے۔ اس باؤلی کا پانی اوپر ہی رہتا ہے لہذا لوگ کثرت سے لے جاتے ہیں۔ اس کا پانی بہہ بہہ کر درگاہ کے بازو سے مسجد کے نیچے ہو کر نکل جاتا ہے۔ دیکھنے کو معمولی باؤلی اور درگاہ چٹمہ ہو مگر آگے چل کر کئی ندیوں کا منبع قرار پاتا ہے۔ اوڈگیر کی لیڈی ندی۔ کھڑک کی لونڈی۔ کلور کی ننڈی۔ نیوڈ کی کانڈی۔ سب اسی باؤلی کا بہا ہوا پانی ہے۔ یہ تو ہم نے بھی دیکھا ہے کہ اس باؤلی کا بہاؤ پانی اور تین سیڑھی کی باؤلی کا پانی دونوں ہمیشہ رواں رہتے ہیں۔ زندہ جھرہ ہے جس سے نشیب میں ایک چھوٹی سی جھیل بن گئی ہے۔

**شکر باؤلی** تالاب کے متصل اور درگاہ سے کوئی پاؤ میل پر اس نام کی ایک باؤلی ہے اس کا پانی نہایت شیریں ہے اسی وجہ سے شکر باؤلی کے نام سے مشہور ہے۔ ایک افتادہ مسجد بھی یہاں ہے جو شکر باؤلی کی مسجد کہلاتی ہے۔ یہاں ایک کسبی کی قبر ہے اور مشہور یوں ہے کہ یہ مسجد اور باؤلی دونوں اُسی کی بنائی ہوئی ہیں۔ چونکہ یہ زمین حضرت میر موسیٰ کی درگاہ کے متعلق ہے یہ بھی ممکن ہے کہ باؤلی اور مسجد انھیں کی بنوائی ہوئی ہو۔

**گنبد نمک قبر** درگاہ کے پاس ایک گنبد نما قبر بھی ہے جو چار فیٹ کے بلند چبوترے پر ہے گنبد کا اندرونی حصہ نو فیٹ اونچا ہے اور بیرونی طول و عرض ۱۲ x ۶ فیٹ ہے۔ اس عمارت کے آٹھ درمیں جس کے سامنے ایک بہت پُرانا اعلیٰ کا درخت ہے مگر پتہ نہیں چلتا یہ مزار کن بزرگوار کا ہے۔

**گنبد حضرت میر موسیٰ قادری** بلع محمود سے مغرب رخ ہے اور ایک سو فیٹ بلند سیلے پر بنا ہوا ہے جہاں اور بھی بہت سی قبریں ہیں۔ پہلا دروازہ درگاہ کا نو سیڑھیوں

چڑھ کر ملتا ہے جو (۱۵) فیٹ بلند ہے۔ سیڑھیاں شکستہ ہیں۔ ایک چھوٹی سی پتھر کی کمان بھی ہے جو چار فیٹ کی ہے اور تین سیڑھیاں ہیں یہ کمان ۱۲ فیٹ عریض ہے۔ اس کی دونوں جانب دو پختہ چبوترے ہیں جن پر دونوں طرف ۶ x ۴ فیٹ بلند عریض چوڑی چوڑی دو کمانیں ہیں۔ چھوٹی کمان کے آگے سات سیڑھیاں ہیں اور آگے چل کر درگاہ پر پونچنے کو پھر بارہ سیڑھیاں ملتی ہیں۔ درگاہ کا گنبد تیس فیٹ بلند ہے جو چھ فیٹ کے اونچے پکے اٹھارہ فیٹ مربع چبوترے پر بنا ہوا ہے۔ گنبد کے اندر ایک کاہی پتھر کی قبر ہے جو بالکل سادی ہے نہ نقش و نگار ہیں نہ کتبہ۔ گنبد کے سامنے وہی تالاب ہے جو محمود باغ سے ملا ہوا ہے۔ حضرت میر موسیٰ قاسمی قلعہ دار بھی تھے۔

**مسجد متعلقہ درگاہ** درگاہ کے احاطے میں ایک مسجد ۱۵ x ۱۴ x ۶ فیٹ طول و عرض و ارتفاع میں ہے جس کی تین سیڑھیاں ہیں۔

**ستیاپت دھرم سالہ** یہ دھرم سالہ کوئی دوسو برس کا بنا ہوا ہے۔ دھرم سالہ کا دروازہ تو بلند ہے مگر اس میں ایک کھڑکی ۵ x ۴ فیٹ طول و عرض کی لگا کر تنگ کر دیا ہے۔ دھرم سالہ میں (۳۰) کمانیں ہیں۔ دروازے میں داخل ہوتے ہی ایک دیول ملتا ہے جس میں ہنومان کی مورت ہے۔ اس حجرے کی تین پیش کمانیں اور تین اندرونی محرابیں ہیں جس کی سیدھی جانب ایک کتے کی مورت ایک ہی پتھر میں تراشی ہوئی ہے اور سامنے دو فیٹ کا اونچا پختہ چبوترہ ہے جس پر ہالو کا لنگ ہے اور ایک چڑانا و رخت نیم کا ہے۔ یہیں (۵) فیٹ کی دو پختہ نشست گاہیں بھی بنی ہوئی ہیں۔ یہ دیول چار فیٹ بلند اور (۵) فیٹ طویل پختہ چبوترے پر بنا ہوا ہے۔ تمام صحن میں پتھر کی سلین بھی ہوئی ہیں اور تلو مسافر یہ آسانی ٹھہر سکتے ہیں۔ دھرم سالہ کے چار حصے ہیں۔

(۱) جس کی پشت شمالی جانب ہے دیول اور اس کے متعلقات ہیں۔  
(۲) جس کی پشت شرقی جانب ہے چار کھلی ہوئی کمانیں پتھر کے چار فٹ بلند چبوترے پر بنی ہوئی ہیں۔ کمانوں کی چوڑائی چھ فیٹ کی ہے۔

(۳) جس کی پشت جنوبی جانب ہے۔ پانچ کمانیں ہیں۔

(۴) جس کی پشت غربی جانب ہے۔ آٹھ کمانیں ہیں۔ جن میں سے (۵) مسافروں کے

اُترنے کی ہیں اور تین باؤلی کے متعلق ہیں۔

دھرم سالہ کے متعلق ایک باؤلی (۲۵) فیٹ مربع ہو جو نہایت مستحکم سسلوں سے بنائی گئی ہو اور سیڑھیاں بھی پتھر کی ہیں۔ ایک کمان باؤلی کے اوپر ہو اور دوسری نیچے۔ باؤلی کے اندر دس در ہیں اور ان پر بطور دروازے اور سات کمانیں بنی ہوئی ہیں جو بند ہیں صرف ایک ایک چھوٹی سی کھڑکی لگا دی ہے۔ یہ کمانیں اندر سے چھ فیٹ مربع ہیں۔ غرض باؤلی کی تین طرف لوگوں کے اُترنے کی کافی جگہ ہے۔ پانی اس باؤلی کا شیریں اور باؤلی بہت گہری ہے۔ یہ دھرم سالہ بہت پختہ بنا ہوا ہے اور نہایت اچھا ہے۔ جو چار بیگھے زمین گھیرے ہوئے۔ باؤلی کی بائیں جانب دھرم سالے پر چڑھنے کے لئے نو سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ تالاب دروازے جو بارے کو جاتے ہوئے نشیب میں ایک اور باؤلی ملتی ہو جو ۱۰ x ۸ فیٹ طول و عرض کی ہے جس میں اُترنے کی سیڑھیاں ہیں۔ باؤلی کے دونوں جانب حوض بھی ہیں جن میں پانی بھرا رہتا ہے۔

### سومناٹھ کا دیول

بستی کے شمالی غری گوشہ میں تالاب دروازے کے باہر آبادی کے باہر بالکل گراہے میں بنا ہوا ہے جہاں پہاڑوں کا پانی بہہ بہہ کر ایک جھیل ہو گئی ہو اس کے بہاؤ سے اود گہری لیڈی نندی نکلتی ہے۔ ہر پیر منگل کو یہاں لوگوں کا مجمع ہوتا ہے جس زمانے میں یہ مسند بنا جسے دو سو برس سے ادب ہوئے دیول کے اطراف ایک بستی سومناٹھ پور تھی جس کا حصار اب بھی موجود ہے جس سے دو سو مکانات کی آبادی معلوم دیتی ہے غالباً دیول پہلے بنا ہوا اور دیول کی خاطر سے بستی آباد ہو گئی اب بستی تو اُجاڑ ہو گئی صرف دیول باقی ہے جس میں چار بت ہیں۔ اس دیول کے لئے اب تک معاش جاری ہے۔

### سوم تیرتھ باؤلی

سوم یعنی دیو تیرتھ بمعنی پوجا۔ قدیم اور سنگ بست ہے۔ چاروں طرف سیڑھیاں ہیں۔ چالیس فیٹ مربع ہے۔ ایک چھوٹی مورت بھاگ دیوی کی بھی ہے جس کو عالم گیرتہاں سے بھگایا تھا۔ گاؤ مکھ اس باؤلی کا نہیں ہے بلکہ ۲۴۲ سالہ فصلی میں کہیں اور سے لا کر لگایا ہے۔

### تاجپور کی دیوی

تاجپور ضلع عثمان آباد میں ہے جو عثمان آباد سے ۱۴ میل ہے جس کا قدیم نام عثمان آباد مستقر ضلع بارسہ سیٹھ ریلوے کے اسٹیشن ایڑسی سے ۲ میل ہے۔ عمل کشتری کی کچہری اور باغ میں ضلع کی کچہری ہے۔ یہاں ایک بہت بڑی درگاہ حضرت خواجہ مسالہ بن غازی عرف شیرن شاہ کی ہے جس کا

نام ضلع تلدرگ اور مستقر و ہمارا سیوں تھا ایک بہت مشہور اور بڑا بھاری دیول دیولی کا  
ہو اسی کی شبیہ بیاں بھی بنائی گئی ہو۔ مکان کی شکل بالکل گنبد کی سی ہو۔ لوگوں کا بیان ہو  
کہ اس مقام پر قدیم دیول تھا عالمگیر بادشاہ نے اسے توڑ کر سمار کر دیا اور دیولی بھاگ گئی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۔ بند گنبد چاروں طرف دور دور سے نظر آتا ہو۔ سالانہ عرس بھی حکام مقامی کے  
اہتمام سے اعلیٰ ہیما نے پڑھتا ہو۔ گنبد کے صدر دروازے پر یہ کتبہ ہو :-

خواجہ شمس الدین غازی عرف شیر شاہ وہیں      کردار حلت از جہاں شد منہش خلد بریں  
سلال و صلت از خرد ختم سر و ش غیب گفت      رہتا ہے اولیا و معدن اہل لقیس

۳۳ھ

تلجا پور ہندوؤں کا بڑا متبرک مقام ہو جہاں تلجا پور بھوانی دیولی ہو۔ تحصیل کا مستقر ہو۔ شوال پور  
سے بارہ کوس ہو۔ دیول کی عمارت بہت وسیع ہو۔ چاروں طرف لمبے لمبے وسیع والان نائریں کے اترنے کے  
لئے بنے ہوئے ہیں۔ کئی گنڈا نشان کے ہیں جن پر نہایت عمدہ اور خوب صورت پکے گھاٹ ہیں۔ روزانہ کثرت  
سے زائرین کی آمد و رفت ہوتی رہتی ہو۔ بہت سے مریض بھوانی کے قدحوں میں آکر چڑھ جاتے ہیں۔ اور  
جب تک صحت نہ ہو نہیں جاتے۔ منت مراد دانوں کی کوئی گنتی نہیں۔ سادھو لوگ دور دور سے آکر  
درشن کرتے ہیں۔ دیول کے اندر جو بیہن کر کوئی جانیں سکتا۔ دیولی کا خاص حجرہ بالکل تاریک ہو۔  
جس میں مات دن چراغ جلتے رہتے ہیں۔ دیولی ایک سنگ سیاہ کی اندازہ دو فٹ لمبی مورت ہو جس کی  
آنکھیں پکٹی رہتی ہیں غالباً ہیرے جڑے ہوئے ہیں۔ بیان کنکلیوں اور بھکاریوں کی کچھ کمی نہیں جو لوگ  
درشن کو آتے ہیں ان کو بلا کی طرح چٹ جاتے ہیں۔ خدام کا گروہ جدا بلا کی طرح لپٹ جاتا ہو۔ جگہ جگہ  
پر چڑھاوا۔ دان۔ پن کرنا پڑتا ہو۔ خدام چاند دیول کے خدمت کرتے ہیں بالکری کہلاتے ہیں اور باہر  
کے خدام بھوپے۔ ان دونوں فریقیوں میں ہمیشہ نزاع رہتی ہو نہ خود کھاتے نہ کسی دوسرے کو کھانے  
دیتے ہیں آری دن کی مقدمہ بازی سے نہ کار نے تنگ ہو کر اپنی نگارنی قائم کر دی ہو اور ایک مہتمم اور خراج انداز  
اور معقول عملہ آمد و خرچ کے باقاعدہ طور پر حساب رکھنے کے لئے مقرر کر دیا ہو جس کے اخراجات ایک مجلس  
کے ذریعہ سے چلائے جاتے ہیں جس کا میر مجلس لکھنہ دار ضلع ہو۔ علاوہ ضلع کی مجلس کے صدر مجلس جید زانا  
میں ہو جس کے اراکین کئی معزز اور سمر پراوردہ اہل ہند ہیں اور مسٹر ہیکن ڈائرکٹر جنرل پولیس و جلیئر اس کے



عالم گیر نے دیول توڑ کر اسی جگہ مسجد بنائی جو ویران ہو جانے سے زمانہ حال میں پھر اہل ہندو نے دیول بنالیا۔ مسجد اور مکان تین سو سال کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اس میں تین کمائیں

۳۰ x ۳۰ طول و عرض و بلندی (۱۵) فیٹ کی ہیں۔ وہ قطعہ جس میں اب دیوی ہے ۱۲ x ۱۲

فیٹ ہے۔ صورت موجودہ اور قرین سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد عالم گیر کی بنائی ہوئی تھی جس کا گنبد

جوں کا توں اب تک باقی ہے۔ آخر کے قطعہ میں ایک درجہ ۴ x ۲ فیٹ کا ہے جس پر نقش و نگا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۔ پریزیڈنٹ ہیں۔ خزانہ میں علاوہ ہزار روپیہ کے جو نذر و نیاز سے جمع ہوتا ہے

لاکھوں روپیہ کے بیش قیمت زیورات ہیں جو آئے دن دیوی پر چڑھاے جاتے ہیں راقم نے کئی بار بیان

پان سو اشہ نیوں کے دیکھے ہیں۔ دیوی کی ایک جڑ اوٹھنی ہے جس پر جواہرات یا قوت۔ ہیرا۔ زمرد و جوا

ہوئے ہیں۔ ہین چلیس ہزار کی صرف یہ ایک ٹوپی ہے جو مسارا جہڑودہ نے چڑھائی ہے۔ اور اس

طرح کے اعداد کثرت سے ہیں جن کا اندراج یہ صراحت و وزن و قیمت باقاعدہ طور پر رجسٹر میں ہے۔ دیول

کا فرش نامور و بچھریل کا ہے جس پر جابجا ہزار ہا روپیہ گڑا ہوا ہے جو آتا ہے حسب مقتدرت روپیہ کاڑ جاتا ہے

چنانچہ ایک دفعہ کچھ حصہ فرش کا اٹھ کر درست کیا گیا تو سترہ ہزار روپیہ اٹھا کر خزانے میں جمع کیا

کیا گیا۔ سالانہ جاتر میں ایک انبوک شیر خلائق کا جمع ہوتا ہے اور دور دور اور ہر ملک کے لوگ آتے ہیں

دس دس بارہ بارہ کوس چاروں طرف بھوپے اور بالکر بیٹھے رہتے ہیں اور وہیں سے جاتریوں کو گانٹھ

لائے ہیں۔ اجمیر شریف کی طرح یہاں بھی خدام اپنی پوتھی میں سب کے نام ٹانک لیتے ہیں اور جس کا

جو جہان ہوتا ہے ممکن نہیں کہ دوسری جگہ اتر جائے۔ دیوی کی پوجا پاٹ اس کا شان جو بیچا مرت

(یعنی پانچ امرت کیلا۔ شکر۔ دودھ۔ دہی۔ گھی) سے ہوتا ہے اور مختلف مذہبی رسوم روزانہ ہوتے رہتے ہیں

جاتری میں دیوی پالکی میں بٹھلا کر نکالی جاتی ہے۔ غرض دکن کے مقامات متبرک اہل ہندو میں پٹھر پور اور

تمجا پور بھی دو مقامات اول درجے کے ہیں۔

تمجا پور سے قصبہ کاٹی تین کوس پر وہاں ایک نہایت خوش ناما مسجد قطب شاہیوں کے زمانے کی بنی

ہوئی ہے جو برہان شاہ کے عہد میں ملک یا قوت کی بی بی نے بنائی تھی یہ مسجد سنگ سیاہ کی ہے اور اندازہ

لاگت پچاس ہزار ہے۔ اس پر یکتبہ ہے۔

زمان شاہ برہان روضہ زیب

ندا آمدنی تاریخ از عیب

عمارت ہائے عالی ساخت بے عیب

بنار درست مسجد زوہد یا قوت

ہیں۔ یہ پتھر غالباً مسجد کو دیول بنانے کے بعد کہیں اور سے لا کر لگادیا ہو چنانچہ اسی کے مناش اور دو پتھر بھی یہاں پڑے ہوئے ہیں۔ اس دیول میں چودہ مکملوں کا پختہ مسافر خانہ بنا ہوا ہے۔

**گنڈی دیوی** یہ دیوی کا حمام ہے جو گنڈی دیوی کہلاتا ہے۔ تین فٹ مربع ہے۔ اس میں پانی اُسی تالاب سے آتا ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔

**ایک عظیم و عمدہ باؤلی** اس دیول کی داہنی جانب ایک بہت بڑی گہری عمدہ باؤلی ہے جو ۵۰ x ۳۳ فٹ ہے۔ چوں کہ پانی صرف نہیں ہوتا لہذا خراب ہو گیا ہے مگر پانی کثرت سے ہے۔ اس باؤلی کے چاروں طرف پختہ چبوترے ہیں۔ اس باؤلی کے پاس بھی ایک پُرانا گنبد ہے جو پتہ نہیں چلتا کہ کس کا ہے۔ باؤلی کے اوپر مغرب کی طرف ٹیلے پر ماتا دیوی ہے جو بالکل انسان کی شکل ہے۔ یہ دیوی ڈھیروں کی ہے۔

**سومناٹھ کے دیول کے** سومناٹھ کے دیول کے پیچھے ایک کنڈ سو فیٹ مربع ہے جو آب پاس کا کنڈ .. مٹی اور کچھ سے بھر گیا ہے لیکن کسی زمانے میں اس میں موٹ چلتی تھی اور ایک عظیم انسان باؤلی تھی۔ یہاں ایک چھ فیٹ مربع حوض ہے جس پر چھت بھی ہے یہ حوض ایک دوسری موٹ کی باؤلی کے متعلق ہے جو سنگ بستہ اور مستحکم ہے یہ حوض بہر کر اولتار رہا ہے اور اس حوض سے جو ایک نہر نکالی گئی ہے اس سے بہہ کر کنڈ میں جاتا ہے اور اس کے دہانے پر ایک گائے بنی ہوئی ہے جس کے منہ سے ہمیشہ پانی بہتا رہتا ہے۔

**کمال محل واقع محمود باغ** باغ محمود میں یہ محل واقع ہے جو (۴۳) فیٹ مربع ہے۔

**مکان مغل خاں کو کہ شاہ جہاں** یہ مکان اگرچہ بالکل ویران اور اجڑا ہوا ہے مگر اس کے در و دیوار سفستہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب درست حالت میں ہوگا تو نہایت تکلف سے آراستہ ہوگا۔ در و دیوار پر اب بھی چینی کے کام کے نشانات باقی ہیں۔ اب سوائے چار دیواری کے کچھ باقی نہیں ہے۔ یہ مکان قلعہ کے گیتی بزم کے پیچھے ہے اور نصرت جنگ کے مکان سے پہلے ملتا ہے۔ اب صرف ایک پتھر کتبہ کارہ گیا ہے جو اب کا پتھر خدا جانے کدھر لگ گیا۔ وہ یہ ہے۔

مغل خاں کو کہ دولت بیگ تو مغل  
شد بنائے آن خجستہ مکان  
مغل خاں کا مکان بہت بلندی پر واقع ہے جس میں قلعہ کے باہر کی باؤلی سے تل لایا گیا ہے اور  
نہایت نشیب سے پانی اتنی بلندی پر چڑھایا گیا ہے۔

**حسام باغ** **۱۹۵۵ء** بستی سے ایک میل کے فاصلہ پر بجانب جنوب ہے جہاں جانے کے  
لئے راستہ تک نندار ہے چاروں طرف کھیت ہی کھیت ہیں۔ باغ کی ساری زمین اب معمولی  
زراعت کو دے دی گئی ہے۔ ام کے عہدہ عہدہ پر اسے درخت اب بھی موجود ہیں۔ متعدد دھندلے  
اور بڑی بڑی بادلیاں ہیں مگر سب شکستہ جب باغ ہی اُڑ گیا تو بادلیوں کو کون پوچھتا ہے؟  
بلوغت و فتنہ دگل چیدم و فقاں کر دم  
زیاارت دل مجروح بلبلان کر دم  
بہن بگشت یکے بیلے کمن سائے  
ہزار سال دریں باغ آشیاں کر دم  
وفا و عہد و موت دگل رحمتاں مطالب  
من میں معاملہ داکر دم و زیاں کر دم

**پہلا مکان** یہ مکان وسط باغ میں ہے اور نہایت عہدہ تفریح گاہ ہے۔ اس مکان کے چار درجے  
ہیں اور سب سے اوپر شہ نشین کی طرح چھ فیٹ کا مستطیل پختہ چوڑے ہے جہاں سے دور دور کی سیر  
ہو سکتی ہے۔ چھ کا درجہ ایک عالی شان عمارت ہے ہر مکان اس کی کھلی ہوئی ہے دروازہ نہیں ہے۔ یہ  
رہنے کا مکان نہیں ہے صرف ایک سیر گاہ ہے۔ یہاں ایک پختہ اور عہدہ حوض ۸ x ۵ فیٹ  
طویل و عرض اور پانچ فیٹ گہرا ہے جس میں پاس کی باؤلی سے پانی آتا تھا۔ اسی حوض کا پانی نیچے  
کے دو درجوں میں بھی پونچتا ہے جہاں دو اور چھوٹے چھوٹے حوض بنے ہوئے ہیں۔ اس مکان کی  
وضع قطع بالکل ایرانی طرز کی ہے اور اس مکان کا نمونہ ہے جس میں بادشاہ ایران کی قبر ہے۔ اس  
پر ذیل کے کتبات ماشی رنگ کے پتھروں پر کندہ ہیں :-

عَلَى اللَّهِ فِي كُلِّ امْرُؤٍ تَوَكَّلْ  
وَبِالْخَمْسِ أَصْحَابِ الْعِبَادِ تَوَكَّلْ  
بَعْدَ الْمَبْعُوثِ وَابْنِيهِ بَعْدَكَ  
وَفَاطِمَةُ الزَّهْرَاءُ وَالْمُرْتَضَى وَالْعَلِيُّ

صاحبِ قرآن ثانی

در زمانہ شہ آفاق ستاں باعث امن و امان شاہ جہاں

باوگیتی ز صحاب نفساںش      تا ابد تازہ تر از باغ جنتاں  
 ساخت باغے بہ فرح بخشی خلد      منظر فیض حسام الدین حناں  
 ہر تاریخ و ہر ہا تلف غیب      ”باغ نو“ آئندہ در گوش رواں

ابن نطام الدین خاں  
 ابن غیاث الدین علی آصف خاں  
 ابن آقا ملا ابن بدیع الزماں  
 ابن بدر الدین حسن القزومینی ذکر اللہ فی جہنم

بساب جمل باغ نو یک ہزار و پنجاہ و نہ ہجری نبوی می شود و مطابق جلیوس ہمالیوں سنہ  
 بست و یک ۵

ساختم این خانہ را تا دوستے منزل کند      ورنہ عاقل عمر خود کو صرف آب و گل کند  
 تو اں کردن تمام عمر خود مصروف آب و گل      کہ شاید یکدمے صاحب دے درو کی کند منزل  
 دو **مکان** یہ مکان بھی اسی باغ میں تھوڑے فاصلے پر جس طرح پہلے مکان کے  
 چبوترے پر دو قبریں ہیں یہاں کوئی قبر نہیں ہے۔ اس مکان سے بالکل علی ہوئی ایک اُترنے کی  
 باولی ہے۔ اس مکان کے تین درجے ہیں۔ یہ مکان بھی سیرگاہ ہے اور درست ہے اور ہر درجے  
 میں اُسی باولی کا پانی پونچتا ہے۔ سواے پختہ چھت کے اس پر کوئی گنبد نہیں ہے نہ کسی قسم کا کتبہ  
 ہے۔ یہ مکان بھی ایرانی وضع کا بنایت مستحکم ہے۔

**باغ محمودی یا احمدی ۶۳ھ** دونوں نام ہیں۔ بستی سے تھوڑی دور مغرب کی طرف  
 ہے تالاب دروازے سے نکل کر ایک وسیع باولی ملتی ہے اُس سے ملا ہوا ایک تالاب ہے اُسی کے  
 بند پر سے اس باغ میں جاتے کا راستہ ہے بشرطیکہ اُس کو راستہ کہا جاسکے کیوں کہ جدمر دیکھو ہل چلا  
 ہوا ہے۔ اس باغ کہاں ساری زمین زراعت پر اٹھا دی گئی، البتہ امدادوں کے تحتے جا بجا  
 باقی ہیں۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بلخ ہوگا تو یقیناً قابل دید ہوگا۔ اب بھی جا بجا کھدیا  
 تالیاں۔ رویشیں۔ چبوترے گرے ہوئے مکانات کا سلسلہ دور تک چلا جاتا ہے۔  
 کھلی آنکھیں تو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن ہیں      بتانا باغباں رو رویاں غنچہ بیاں گل تھا

رفتہ بیلغ تاکہ پچنم سحر گلے  
مسیکس چمن بعشق گلے گشتہ مبتلا  
میکشتم اندر آن چمن و باغ و مہم  
چوں کردہ در دلم اثر آواز عند لیب  
بیس گل شکفتہ می شود این باغ را  
گل یا رخار گشتہ و بلبل قرین عشق  
آمد بگوش ناگہم آواز بلبل  
داند رچمن فگندہ بفریاد غلغلے  
میکردم اندر آن گل و بلبل تا طے  
گشتم چنای کہ پیچ منب اندم تخطے  
کس بے جفاے خار چیدست از گلے  
آں را تغیرے نہ وایں را تبدلے

حافظ مدار امید فرح از مدار چرخ  
دارد ہزار عیب و مدار و تفضیل

اس باغ میں ایک چوئے اور پتھر کی عمارت تھی اور جس میں انواع و اقسام کے بہترین نقش و نگار تھے اس میں ایک حمام بھی ہو جس کے دو پختہ حوض اب تک صحت و سالم ہیں۔ ان دو حوضوں کے سامنے ایک تیسرا حوض بھی ہے ان حوضوں پر متعدد روشن دان ہیں جو دھواں نکلنے کے لئے بنائے گئے تھے اور پہلے دو حوضوں کی سطح میں ایک ایک سوراخ بھی ہو جو غائب پانی گرم کرنے کے لئے توڑے کا کام دیتا ہوگا۔ اس مکان کے پاس کی باؤلی (۳۰) فیٹ مربع ہو اور اگر اسی اس سے بھی زیادہ ہو۔ اس باؤلی میں اترنے کی عمدہ پختہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ طرف کمانیں اور چہرے ترسے بنے ہوئے ہیں۔ اسی باؤلی کا پانی تل کے ذریعے سے حمام میں لایا جاتا تھا اور ان حوضوں میں گرم ہو کر کام میں لایا جاتا تھا۔ ہم کو یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ پانی کس طرح گرم کیا جاتا تھا۔ دہلی اور بمبئی کے حمام میں صرف ایک چراغ کی لو سے ہمیشہ پانی گرم رہتا تھا ممکن ہے وہی طریقہ یہاں بھی ہو۔ اسی مکان میں ایک سنگ سیاہ پر ہیہ کتبہ بخط نستعلیق لکھا ہوا ہے

بھگت و فیض عام حسام اللہ خاں  
ساخت حوضے بس وسیع و باصفا  
گوے صافی برد چوں ترا مثال خود  
بہر تار بخش رضا چوں فکر کرد  
پنج تن از پنج تن گیسر د بگو  
آں کہ نام تائیش لطف علی  
می نماید ہم چو حسام صیت علی  
شد ازاں روز نام او کو شرقی  
بالتفش گفتہ یہ آواز جلی  
بانی کو شرقی لطف علی

اس کتبہ سے بانی کا نام تو ظاہر ہو لیکن باغ محمودی یا احمدی کیوں مشہور ہوا معلوم نہیں ہوتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ محمود شاہ بہمنی کا بنایا ہوا ہے اور بعض راوی ہیں کہ عالم گیر بادشاہ نے یہ نام رکھا۔ اس مکان کے آگے ایک وسیع حوض (۲۰) فیٹ مربع اور چھ فیٹ گہرا موجود ہے اس کے وسط میں ایک فوارہ بھی لگا ہوا ہے۔ تالاب کے کنارے بھی ایک چھوٹا سا مکان ایک چھوٹے سے ٹیلے پر بنا ہوا ہے اس میں آٹھ درہیں۔ یہ مکان ۱۸ x ۱۰ طول و عرض ۱۲ فیٹ بلندی ہے۔ تالاب بھی بڑا وسیع ہے۔ اس مکان کے اوپر ایک نالی بنی ہوئی ہے جس میں سے تالاب کا پانی دو مستطیل ڈھلوان سلوں پر سے مثل آبشار کے گرتا ہے وہاں سے ایک چھوٹے سے وس فیٹ مربع چوتھے پر سے بہتا ہوا ایک بڑے مستطیل حوض میں جاتا ہے جو ۴۰ x ۶۰ طول و عرض اور ۱۲ فیٹ عمیق میں جمع ہوتا ہے اس کے بھرنے کے بعد پھر پانی ایک دوسرے حوض میں جاتا ہے جو ساٹھ فیٹ مربع اور چھ فیٹ گہرا ہے۔ اس حوض کے وسط میں بھی ایک فوارہ لگا ہوا ہے اور حوض کے چاروں کناروں پر چوتھیاں بنی ہوئی ہیں اور حوض کے اندر نہایت باریک چوتے پچی کا کام نفاس سے کیا گیا ہے اور تین ٹل بھی ہیں۔ اس کے بعد ایک وسیع چوترا چالیس فیٹ مربع اور چھ فیٹ بلندی ہے۔ اس مکان کے جنوب رخ پر اور ایک چھوٹا سا دو منزلہ مکان ہے مگر نہ اس پر کتبہ ہے نہ کوئی اور خاص بات تذکرہ کے قابل ہے۔ اس بلغ کے احاطے کے باہر تھوڑی دور پر نٹو فیٹ اور پچھ

ٹیلے پر حضرت میر موسیٰ صاحب قادری کی درگاہ شریف ہے۔

**قلعہ داران** اگرچہ او گیر پہلے بہمنیوں کے قبضہ میں تھا مگر اُس زمانے کے حالات دستیاب نہیں ہوتے البتہ خاندان بریدیہ کے عہد سے مسلسل واقعات کا پتہ چلتا ہے۔ بریدیوں کا پہلا بادشاہ قاسم برید تھا جو ۱۵۹۵ء میں تخت نشین ہوا اور او گیر بطور جاگیر اُس کے قبضہ و تصرف میں تھا۔ ۱۶۲۳ء میں اُس کا بیٹا امیر برید مسلط ہوا ۱۶۵۵ء میں برہان نظام شاہ نے اس قلعہ کو فتح کیا۔ اور چندے قابض رہا اس کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ نے حکومت کی جس کے وقت کے کئی کتبے ۱۷۵۰ء احمد نگر کا دوسرا بادشاہ تھا جو اپنے باپ احمد نظام شاہ کی وفات کے بعد ۱۷۵۴ء میں تخت نشین ہوا۔ ۱۷۵۵ء یہ بادشاہ بیٹا ہو علی بن برہان شاہ اول کا جس کی تخت نشینی سدی عنبر اور راجو دھنی کی آمد سے ۱۷۵۸ء میں ہوئی۔ اس کا زمانہ اور شاہ جہاں کا عہد ایک تھا۔ غالباً وہ مکان جس پر ۱۷۵۴ء لکھا ہوا ہے اس کی

ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۹۸۷ھ میں قلعہ پر پی قابض تھا اور ملک مرجان حبشی اور  
امیر خاں حکام اور قلعہ داروں نے کئی عمارات بنوائی ہیں جن کے اس وقت تک آثار  
قدیم موجود ہیں چنانچہ ایک سنگ سیاہ کی کمان پر سیدھی جانب یہ کتبہ ہے۔  
شاہ عالم مرتضیٰ نظام شاہ سلطان ۹۸۷ھ میں عمارت شدہ مرجان فرمان عالی  
اور بایں جانب یہ ہے۔

زین رواق در فرمان ازلی ست      ز لطف علی وآل علی ست

شاہ جہاں کا قلعہ      شاہ جہاں بادشاہ دہلی نے ۱۰۲۶ھ میں دکن کا رخ کیا اور دکن  
اوو گیر کو فتح کرنا      کے چالیس قلعے فتح کئے جس میں اوو گیر بھی تھا۔ اس وقت کی  
عمارات اب تک موجود ہیں جن کے کتبات سے ثابت ہوتا ہے کہ مغل خاں نصرت جنگ ببادور  
غالباً شاہ جہاں ہی کی طرف سے یہاں کے قلعہ دار تھے۔

خداوند خاں قلعہ دار      ۱۰۲۳ھ نو سہ جلوس شاہ جہاں میں یہ قلعہ دار تھے اور انھوں  
ہی نے قلعہ اوو گیر فتح کیا۔

مغل خاں قلعہ دار      ۱۰۲۶ھ میں مغل خاں جو شاہ جہاں کا کوکا تھا  
قلعہ دار ہوا۔

مرزا حسام الدین خاں      مغل خاں کے بعد سہ جلوس (۱۵) میں شاہ جہاں کی جانب  
اوو گیر قلعہ دار      سے حسام الدین خاں بے طاعے منصب ہزاری و پانصد

سوار خدمت بخشی گری دکن پر مقرر ہوئے اور بعد میں ترقی پا کر قلعہ داری اوو گیر پر سہ جلوس  
(۳۰) میں مقرر ہوئے اور منصب دو ہزاری و ہزار سوار حاصل ہوا۔ زمان قلعہ داری میں مفسدان  
در کشان کو لکندہ کو نہایت دلیری سے مغلوب کیا جس کے عدلے میں خطاب خان جہاں اور  
پانسو سوار اضافہ ہوئے اور قلعہ دار کی بجائے فوجدار مانگنا کے نام سے موسوم ہوئے۔ حسین  
پہلے ہادی داد خاں انصاری نامور تھے۔ پھر حسام الدین خاں صوبہ دار برائے ہوئے اور ۱۰۹۲ھ میں  
قلعہ دار بیدر ہو کر اس عہدہ جلیلہ پر برابر گیا۔ ۱۰ سال سرفراز رہا اس اشار میں ایک مسجد  
ایک باغ متصل شہر پناہ بیدر اور چاندنی چوڑہ جو فضیل کے متصل ہے بنوایا۔ میرزا حسام الدین

کاسلسلہ نسب یہ ہے نظام الدین علی بن غیاث الدین علی آصف خاں بن آقا ملا اور یہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قادس سرور کی اولاد سے ہیں اور آپ کاسلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منتهی ہوتا ہے۔ مرزا حسام الدین خاں کے واداعیث الدین آصف خاں اکبر بادشاہ کے زمانے میں ولایت ایران سے ہندوستان آئے تھے۔ آقا ملا جو ان کے باپ تھے ان کی ایک صاحب زادی اعتماد الدولہ مرزا غیاث بیگ طہرانی کومنسوب تھی اس لڑکی کے بطن سے شہر قندہار علاقہ کابل میں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام مہر النساء تھا۔ یہ وہی لڑکی تھی جو شیر افکن خاں کومنسوب تھی جو بعد میں جہانگیر بادشاہ کی چیمپی بیوی نور جہاں بیگم کے نام سے مشہور ہوئی۔ درحقیقت یہ بیگم اسی عربت کے لایق تھی۔ اس کی نازک خیالی حسن خدا داد اور بے نظیر قابلیت۔ شاعرانہ خیال نے اس کوموصوف یہ ہمہ صفات بنا دیا تھا۔ اس کی اچھوتی طبیعت اور قابل قدر ذکاوت نے بادشاہ کوالیسا فریفتہ کر لیا تھا کہ مہام سلطنت میں بھی اس کا بڑا حصہ تھا یہاں تک کہ بادشاہ اس کے مشورے بغیر کوئی کام نہ کرتا تھا۔ میرزا حسام الدین خاں خود ایک بہت بڑا ذی فہم و شہرہ شخص تھا جس نے شاہ جہاں کے عہد میں بڑا عروج پایا۔

قلعہ پر عالم گیر بادشاہ کا قبضہ شاہ جہاں کے بعد ۱۶۵۸ء میں عالم گیر قلعہ پر قابض ہوا اس کے عہد کی کئی عمارتیں موجود ہیں جن پر کہتے ہیں۔ اس زمانے میں حاکم خاں قلعہ دار تھا جیسا کہ اس کے مکان پر کے کتبے سے ظاہر ہوگا۔

فتح نادر خاں سبزواری قلعہ دار او گیر ۱۶۵۹ء جلوس میں مختار خاں سبزواری بختی تھا جسے ۱۶۵۹ء میں قلعہ گوکنڈہ فتح کیا اور چھ کر در اسی لاکھ دس ہزار روپیہ ابوالحسن تانا شاہ کی اطاعت سے حاصل کیا اور قلعہ دولت آباد میں قید کر دیا۔ عالم گیر کا مشہور وزیر میر جملہ حیدر آبادی تھا جسے وہ خوف ناک دوست کہا کرتا تھا لیکن درحقیقت یہ وزیر باتدبیر اور نازک زمین کی سلطنت کا دست راست اور قوت بازو تھا اور فتوحات عالمگیری میں بڑا حصہ اسی کی دانش و فراست کا تھا۔ بعد ملا علی ملک مقاصد خاں اور پھر حقیق خاں پھر محمد ابراہیم مخاطب بہ اسد خاں وزیر اعظم رہے۔



منصب ہزاری اور چار سو سوار تھے۔ ۱۰۹۱ء میں قلعہ آسیر گڑھ اس کے سپرد ہوا۔ ۱۰۹۶ء میں توپ خانے کا داروغہ ہوا اور بلجی نامی خدمت اور نگ زیب کی مشاہدگی کے زمانے میں اس کا پڑا صاحب تھا اور مہمات دکن اور سفر گوکنڈہ میں ساتھ ساتھ رہا۔ ۱۰۹۸ء میں حسام الدین خاں کے تبدیل کے بعد نواب مختار خاں منصب پانصدی و سہ صد سوار سے منصب ہزاری و پانصد سوار قلعہ دار مقرر ہوا اور اُس کے باپ کا خطاب مختار خاں سبزواری ملا۔ ۱۱۰۳ء میں جب شایستہ خاں صوبہ داری دکن پر مقرر تھا اور سیوا جی مرہٹہ استقبال کے لئے بڑھا اُس وقت مختار خاں اور نگ آباد کا حاکم تھا۔ ۱۱۰۳ء میں مختار خاں قلعہ داری و نظامت صوبہ داری بیدر پر مقرر ہوا۔ بیدر میں مختار خاں نے (۱۷) سال قلعہ داری کی اور بیدر کے چوٹی دروازوں پر جو علی برید کے زمانے کے تھے آہنی پترے ۱۱۰۳ء میں جڑواے جیسا کہ دروازوں کے کتبوں سے ظاہر ہو۔ اس کے بعد خاندیس کا صوبہ دار ہوا پھر صوبہ مالوہ پر اور امین الدین خاں صوبہ دار گجرات کے انتقال کے بعد گجرات کا صوبہ دار ہوا اور ۱۱۰۹ء میں احمد آباد گجرات میں انتقال کیا مختار خاں کا اصلی نام شمس الدین خاں تھا ان کے آبا و اجداد ملک سبزواری سے ہندو دکن میں آئے۔ سلسلہ یہ ہو شمس الدین ثانی سلطان شاہ رخ میرزا کے زمانے میں نجف اشرف سے خراسان آکر شہر سبزواری میں رہنے لگے۔ ان کی اولاد میں سے شمس الدین ثالث ہندوستان آئے اور ان ہی کی اولاد اس ملک میں پھیلی اور پھر ان کی اولاد سے سید محمد سبزواری ہوئے جس نے جہاں گیر بادشاہ کے زمانے میں بہت کچھ عروج حاصل کیا۔ اور شاہجہ جلیلہ پر پونچا جب ان کا ۱۱۰۳ء میں انتقال ہوا تو ان کے تین بیٹے تھے۔

(۱) شمس الدین مختار خاں (۲) ارادت خاں (۳) جاں سپار خاں۔

سزاوار خاں سبزواری ملک قلعہ دار اوو گیر ۔ ۔

یہ حسام الدین خاں کے بیٹے ہیں جو مرزا احسان الدین کے فرزند تھے۔ غرض کہ جلال الدین قلعہ دار بیدر کے بعد ان کا تقرر ۱۱۰۳ء میں قلعہ داری بیدر پر ہوا اور انھیں کے زمانہ حکومت میں قدیم مدرستہ بیدر خواجہ جہاں وزیر اعظم سلطنت بہمنیہ کا بنایا ہوا بجلی گر گر یا روت کے اڑنے سے آگ لگا کر پڑا۔ اس واقعہ کے بعد بیدر کی قلعہ داری سے یہ دہارور کی قلعہ داری پر تبدیل ہوئے اور پھر ان کا تقرر

قلعہ داری اوگیر پر ہوا جو آگے چل کر ان کی ذات جاگیر ہو گئی۔ برہان پور میں ان کا انتقال ہوا انھوں نے دو بیٹے چھوڑے۔ (۱) نظام الدین علی۔ (۲) حسام الدخان نواب بہادر۔ یہ دونوں عرصہ دراز تک یہاں کے قلعہ دار رہے۔ حسام الدخان کا بیٹا جاگیر یار جنگ تھا جو اپنے باپ کی وفات کے بعد (جن کا انتقال ۱۲۲۲ھ میں تب محرقہ سے ۱۷۰۱ء) مدتوں قلعہ دار رہا۔

**جہاں گیر یار جنگ** جہاں گیر یار جنگ کے عہد میں ۱۲۵۰ھ شیعہ سنیوں کا بڑا جھگڑا ہوا۔ اہل تشیع نے ایک مرتبہ نکالی جس میں حضرت غوث پاک کا پتلا بنا کر ساری بستی میں گشت کرایا اور طرح طرح کی گستاخیاں کرتے ہوئے آخر کا قاضی اوگیر کے مکان کے سامنے جلا دیا۔ سنی نواب ناصر الدولہ بہادر کے حضور میں داد خواہ ہوئے نواب صاحب ممدوح قلعہ دار پر سخت ناخوش ہوئے اور ایک سخت خدمت سے معزول کر دیا۔ دس سال تک اوگیر سرکاری ضبطی میں رہی۔ پھر جہانگیر یار جنگ نے ایک معتزہ نذرانہ دے کر جاگیر چھوڑ لی لیکن نذرانہ کا روپیہ عربوں سے قرض لے کر دیا تھا اور دھڑے چھوڑے اور پھنسے۔ عربوں کا قہرانہ تسلط ہو گیا بے چارے جہانگیر یار جنگ کو وہ کچھ بطور گزارے کے دے دیا کرتے تھے باقی ساری حکومت عربوں کی تھی۔ نواب ناصر الدولہ بہادر کو جب عربوں کے مظالم معلوم ہوئے تو ایک دستہ فوج خاص کا ان اشترار کی سرکوبی کو بھیج دیا جو عرب کو قید کر کے حیدر آباد لے گئے۔ سرکار نے قرضہ ادا کر دیا اور قلعہ خود لے لیا۔ جہانگیر یار جنگ کانکس ٹھکانا نہ رہا سقیم احوال ہو کر ابراہیم علی خاں کے پاس قلعہ بھائیرہ میں زندگی کے دن کاٹنے لگے جو عباس علی خاں عرض بیگی کے بے ماد بھائی تھے۔ اس کے بعد میرزا ممدی خاں جو جہانگیر یار جنگ کا بھائی تھا اور جو بانی مہمانی اس تمام فساد کا تھا حیدر آباد چلا آیا اور غلامی صاحب پیش امام مکہ مسجد کے سامنے توبہ کر کے سنی بن گیا اور بہت کچھ کوشش اوگیر کے واپس لینے کی کی مگر سوائے تخریب عقیدہ کے کچھ نہ ہوا اور دنیا سے چل بسے۔

نہ تو دیر گئے نہ بیوے حرم  
نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے  
نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم  
نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے

جب سے اب تک قصہ اوگیر علاقہ دیوانی میں ہے۔ اب بھی اوگیر میں مذہبی جھگڑے چلے جاتے ہیں چنانچہ ناکسار سنگھ کے میں جب ضلع بیدر کا سوم تعلقہ دار تھا تب بھی بڑا بھاری ہنگامہ عشرہ محرم میں ہونے والا تھا جس کے انسداد کے لئے ایک معقول نقد پولیس دعویٰ کی گئی تھی باقیال سہ کار اُس وقت حکمت عملی سے بلاٹل گئی پھر کئی سال بعد باسی کروسی میں بال ایا میرے اُس ضلع سے تبدیل ہو جانے کے بعد سجد میں کسی نے سورج کر دیا جس کا بہت بڑا ہنگامہ مہیا ہوا تفتیش و تحقیقات سے محمد یوسف صاحب اوگیر میں جو حکمہ سوم تعلقہ دارمی کے منشی تھے اور جن میں شرفتن کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا وہ اس فعل شیعہ و حرکت قبیح کے مرتکب ثابت ہوئے یعنی ہندوؤں کو پھانسنے کے لئے اُن ذات شریف نے خانہ خدایں یہ بے باکی کی لیکن اپنے کیمز کردار کو اسی دنیا میں پونچھ سات سال قید کی سزا ہوئی جو حکم جس دوام کار کھتی تھی یعنی یہ کہ قید میں ہی قید رہتی سے آزاد ہو گئے۔

آوی زادہ طرفہ معجون نیست  
از ملا نگ سرشتہ وز حیواں  
گر گت میل میں شود کم ازین  
در دوسوے آں شود بہ ازاں



## تیسرا ضمیمہ اورنگ آباد

شہر اورنگ آباد خاتم ندی عرف گندانا سے پر واقع ہے مرقعی نظام شاہ ثانی کے مشہور وزیر ملک عنبر نے ایک چھوٹے سے گاؤں کھڑکی کو پسند کر کے سلطانہ میں اپنا مستقر یہاں مقرر کیا چونکہ ملک عنبر کے ساتھ فوج کی تعداد کثیر تھی ان سبھوں نے اپنے اپنے مکانات بنائے دس سال کے عرصہ میں موضع کھڑکی نے شہر کی صورت اختیار کر لی لیکن سلطانہ میں شاہ جہاں بادشاہ کی افواج نے اسے لوٹ کر چلا دیا۔ ملک عنبر نے سلطانہ میں انتقال کیا اس کی جگہ اس کا بیٹا فتح خاں مقرر ہوا جس نے کھڑکی کا نام فتح نگر رکھا۔ اسی سال میں خان جہاں لودھی نے جو مغلوں کا صوبہ دار تھا شہر پر چڑھائی کی لیکن جمید خاں حاکم نظام شاہی نے کچھ دے دلا کر ٹال دیا اور خان جہاں برہان پور واپس چلا گیا۔ سلطانہ میں جب مغلوں نے قلعہ دولت آباد فتح کر لیا تو تمام نظام شاہی علاقہ جات کے ساتھ فتح نگر بھی مغلوں کے قبضے میں آ گیا۔ سلطانہ میں جبکہ شاہزادہ اورنگ زیب دوبارہ صوبہ دار اورنگ آباد ہو کر آیا تو اس نے فتح نگر کو اپنا مستقر بنا

۱۷ اورنگ آباد کے متعلق مجھے کافی مواد نہ ملا تھا میں عالی جناب مولوی محمد اکبر نذر علی حیدری صاحب بی۔ اے۔ ہوم سکریٹری سرکار عالی نظام کا کہاں تک شکریہ ادا کروں کہ اس ناچیز کی درخواست پر فوراً اورنگ آباد گزیر بیٹھ دیا جو سلطانہ میں سرکار عالی نظام کے حکم سے مرتب ہوا ہے۔ اسی بسوط انگریزی نسخے سے میں نے ضروری باتیں چن لی ہیں۔ اورنگ آباد کے کتبے عالی جناب مولوی محمد حبیب الدین صاحب ایچ۔ سی۔ ایس۔ کوٹنٹ جنرل سرکار عالی نظام کا عطیہ ہیں مجھے اس بات پر جس قدر ناز ہو کہ میرے بڑے بڑے بزرگوں نے نہ صرف کتاب کی تکمیل میں ہاتھ بٹایا بلکہ اس ناچیز کی عزت افزائی بھی فرمائی۔ داکٹر محمد علی نعمانیہ ۱۲۔ من المصنف۔

۱۷ یہ نالہ باندی (۱۷۸۵) میں بمبئی جو رسول پورہ اور نو سو سالہ کے پہاڑوں سے نکل کر بارہیل کے بعد موضع ہرہول سے دوسیل جنوب میں اس میں ایک اور بڑا نالہ آن ملا ہے یہاں سے اس نالے نے اورنگ آباد کے اطراف چکر لگایا ہے

اور اورنگ آباد خجستہ بنیاد نام رکھا۔ لفظ خجستہ میں تاریخ بھی ہے۔ ۱۶۶۶ء میں دہلی جاتے جاتے سیلوچی اورنگ آباد آیا۔ ۱۶۶۹ء میں دلیہ خاں سرکردہ عساکر مغلیہ اور شاہزادہ معظّم کے لشکروں میں ایک بڑی چھاری لڑائی ہوتے ہوئے رہ گئی۔ ۱۶۸۲ء میں اورنگ آباد کے قریب ستارے کے پہاڑوں میں اورنگ آباد پرورش کرنے کے لئے مرہٹوں کا جماؤ ہوا لیکن خان جہاں بہادر کے آنے کی خبر سن کر وہ سب منتشر ہو گئے۔ اسی سال خان جہاں نے بادشاہ کے حکم سے مرہٹوں کی آئے دن کی چڑائی سے محفوظ رہنے کے لئے شہر پناہ بنوائی۔ دو سال بعد غواہ اورنگ آباد اورنگ آباد آیا۔ ۱۶۹۲ء میں بڑے تالاب کے پاس (جس کا نشان اب قلعہ ارک کے پاس موجود ہے) ایک عالی شان محل کے بنانے کا حکم دیا۔ ۱۶۹۶ء میں بیگم پورے کی فیصل بنی۔ اورنگ آباد کی وفات کے (۱۷۰۷ء) چند سال بعد ۱۷۰۷ء میں نواب نظام الملک بہادر نے اپنا خاندان دکن میں قائم کیا۔ ۱۷۲۲ء میں نواب محمود دہلی تشریف لے گئے اور ۱۷۲۴ء میں واپس تشریف لائے اور دو سال بعد اپنا دارالسلطنت بجائے اورنگ آباد کے حیدر آباد مقرر کیا۔

**اورنگ آباد کی پوزیشن** اورنگ آباد دو دو صفا کی وادی میں سلسلہ لاکن داڑھ اور ستارہ پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ اس وادی کی چوڑائی دس میل کی ہے۔ شہر کی سطح ارضی بہت نامموار اور آبادی مستطیل ہے۔ آبادی کا طول ڈہائی اور عرض سو اسیل اور دو چھ میل سے کچھ زیادہ ہے۔

**فصیل شہر** شہر پناہ نہایت پختہ اور سنگ بست ہے جس میں جا بجا مورچے اور برون نصف دائرہ کی شکل کے بنے ہوئے ہیں۔ فصیل کی بلندی (۱۴) فٹ ہے۔ فصیل میں بندوگہ کے جھروسے ہیں اور برجوں پر پرانے زمانے کی توپیں بھی جا بجا چڑھی ہوئی ہیں۔ فصیل کے چار بڑے دروازے ہیں۔ دہلی دروازہ شمال میں۔ جالندہ دروازہ مشرق میں۔ پٹن دروازہ جنوب میں اور مکہ دروازہ مغرب میں۔ اس کے علاوہ جعفر کھڑکی۔ بارہ پل۔ محمود۔ روشن دروازہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱۔ اور جنوبی سمت کو نکل گیا ہے اور موضع جو گیسور کے قریب گوداوری

ندی میں جا ملا ہے۔ ۱۲

کھلے ہیں اور خضری کھا دگر۔ ماڈا۔ مکھار۔ دروازے بند ہیں۔ اب کچھ عرصے سے بارہ پلا دروازہ بھی بند کر دیا گیا ہے۔ اس دروازے سے پون سیل بھر کل کا مشہور دروازہ ہے اس طرح جملہ تیرہ دروازے اور کئی مکھڑکیاں ہیں۔

مصفا [ت] اور نگ زیب کے زمانے میں جب یہ شہر بھڑا پڑا تھا اس کے مصفاقات [ت] مات جدا جدا محصور تھے جن میں سے اب صرف اورنگ آباد اور بیگم پورہ

ایں۔

بازارات شہر میں (۳۸) بازار تھے۔ وسط شہر میں چوک ہے جہاں سب بڑی بڑی سڑکیں ملتی ہیں جس میں ایک طرف بوہیر کی دکاناں ہیں اور دوسری جانب دو سڑکیں تجارت کی دکانیں ہیں۔ شاہ گنج نہایت دل کشا اور وسیع مقام ہے جس کے بچوں پنج میں مسجد ہے جس کی چاروں طرف برآمدوں کی دکانیں ہیں۔ یہیں شہر کے غلے کی منڈی ہے اور تمامی دکانوں میں ساہوکار بازار اور مختلف پیشہ ور رہتے ہیں۔ مشہور بازار یہ ہیں:-

۱۔ بیگم پورہ - اورنگ پورہ - مقام پورہ - فضل پورہ - اہیر پورہ - داؤد پورہ - نواب پورہ - بیجا پورہ - درویش پورہ - نقش پورہ - قطب پورہ - جاسوس پورہ - سلطان پورہ - کرن پورہ - چیلی پورہ - سبکرن پورہ - اسماعیل پورہ - تاجی پورہ - پدم پورہ - مس گوپال پورہ - منظور پورہ - ہینگھ پورہ - پرتاب پورہ - پٹا سنگھ پورہ - جمال پورہ - مانگھ پورہ - جو سنگھ پورہ - جسونت سنگھ پورہ - بھاؤ سنگھ پورہ - جی چند پورہ - رن مست پورہ - چکرا پورہ - کوتوال پورہ - ال ورت پورہ - اسد پورہ - رام پورہ - رینگلی پورہ - کیسر سنگ پورہ - بلوچ پورہ - رنبھا پورہ - کھوکڑ پورہ - موچی پورہ وغیرہ ان میں سے پٹا سنگھ پورہ - قطب پورہ - بلوچ پورہ - کرن پورہ - پدم پورہ - جسونت سنگھ پورہ ان راجگان کے بسائے ہوئے تھے جو اورنگ زیب کے ساتھ تھے۔ سبکرن پورہ - اور پٹا سنگھ پورہ راجہ بندیا کھنڈ کے تھے پدم پورہ اور کرن پورہ راجہ بیکانیر کے اور جو سنگھ پورہ راجہ جلیپور کا تھا ۱۲۔

رنگ محل - اعظم نگر - دلال باڑی - ٹکسال - دھام گنج - فقیر واڑی - شاہ گنج - خادم بازار -  
چوک بازار - شاہ بازار - اردو بازار - راجہ رام بھیل بازار - گرو گنج - جونا بازار - گل منڈی  
وال منڈی - چال منڈی - صرافہ وغیرہ وغیرہ -

**مکانات وغیرہ** اکثر مکانات کئی کئی منزل کے ہیں خصوصاً شاہ گنج اور بیگم پورہ کی عمارت  
بہت پر تکلف ہیں۔ امراء کے قدیم مکانات میں اکثر وسیع صحن باغ - حوض - خوارے نہریں  
تھیں جو آب اکثر دیران ہیں اب بھی نواب سالار جنگ بہادر اور گونیا بخش کے قدیم مکانات  
جو پٹن اور جعفر دروازے کے درمیان ہیں اچھی حالت میں ہیں۔ اب صرف پانچواں حصہ شہر  
کا آبادی بچاتی یا تو کھنڈری بازار است ہوتی ہے اور جا بجا ناگ پھنی بھی پھیل گئی ہے۔ مسجدوں  
میں جامع مسجد اور کالی مسجد ملک عنبر کی اور شاہ گنج کی مسجد اور رنگ زیب کی بنوائی ہوئی  
مشہور ہیں۔ دھلی دروازے سے آگے سڑک ایک قبرستان میں سے گزرتی ہے جو پہلے  
امراء کی ہر درختی اب جنگل ہے یہاں اب بھی میلوں تک باغات کی علامات ہیں۔ ہر رسول کی  
سڑک پر اسلام خاں کا مقبرہ ہے۔ عام قبرستان پٹن جعفر اور جالندہ دروازوں کے باہر ہے۔  
پٹن دروازے کے باہر تھوڑی دور آگے ارمنوں کی قریب پچاس قبروں کے ہیں یہ لوگ اورنگزیب  
کے زمانے میں بغرض تجارت آیا کرتے تھے۔ بیگم پورہ کے اطراف جادھر دیکھو مقبرے اور گرے  
بڑے مکانات کثرت سے نظر آتے ہیں۔ یہیں رابعہ دورانی کا مقبرہ ہے۔ رابعہ دورانی کے  
مقبرے سے آگے بڑھ کر انگریزوں کا قبرستان ہے۔ جس میں کوئی بیس قبریں ہیں۔

**اورنگ آباد کی برفرائی ویلو** اگر ہم اُس بن پر جو شہر کے شمال و مشرق کے کوئے میں ہے  
چڑھ کر دیکھیں تو شہر بالکل نشیب میں نظر آتا ہے جس کا کچھ حصہ تو نیچا ہے اور کچھ بلند ٹیلوں پر  
واقع ہے بجز شمال و مشرقی جنوب و مغربی حصے کے جہاں زندہ نالہ بیچ و خم کھائے ہوئے بہتا ہے۔  
عمارات قریب قریب سارے ہرے بھرے درختوں سے ڈھکی ہوئی ہیں اگر کہیں گنبد کی چوٹی یا  
منار کا ستون نکلا ہوا نہ ہوتا تو یہی سمجھا جاتا کہ ہم کسی جنگل کو دیکھ رہے ہیں۔ آم اور اہلی کے خوب صدوت  
اور گنے سایہ دار درخت آبادی کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اس سے بہتر منظر اور کسی جگہ مشکل سے ملے گا  
تیار اور کچھ کے لیے درخت اُن کے بیچ میں جا بجا سفیدانڈے کی طرح کے گنبد اور لیے لیے

منار چٹکے ہوئے نہایت بھلے معلوم دیتے ہیں شہر کی فصیل کے باہر مغربی جانب ایک وسیع میدان میں انگریزوں کی چھاؤنی ہے اس سے آگے بڑھ کر دو تین پہاڑ الگ تھلاک اُفق سے ملے ہوئے نظر آتے ہیں جن میں سے ایک قلعہ دولت آباد کا ہے باقی دو میں سے ایک چھاپٹیکڑی کہلاتا ہے اور ایک کالمبا سلسلہ درجہ کر تمام ہو جاتا ہے۔

**قلعہ ارک ۱۶۹۲ء** ۱۶۹۲ء میں اورنگ زیب نے قلعہ ارک بنوایا جو دہلی دروازے سے مکہ دروازہ تک ہے اس کے پانچ دروازے ہیں جن میں سے اب تین کھلے ہوئے ہیں علاوہ اس کے ایک نقارخانہ ہے جو بالکل ویران ہو گیا تھا نواب بشیر نواز جنگ بہادر صوبہ دار کے عہد میں از سر نو مرمت ہو کر بحالت درست کر دئے گئے ہیں اور جب کبھی حضور نظام کی سواری مبارک رونق افروز ہوتی ہے اسی میں تشریف فرما ہوتے ہیں اور خالی اوقات میں معزز شاہی مہمان اُترتے ہیں اور صوبہ دار صاحب بھی رہتے ہیں۔ اب قدیم عمارات میں عام خاص یعنی دربار ہا بارہ دری اور جامع مسجد باقی ہیں۔ مسجد کے متصل ایک محاط مقام جو گان بازی کے لئے مخصوص تھا اور اس کے دروازے پر ۱۶۵۹ء کا کتبہ ہے۔ اورنگ زیب کی تخت گاہ ایک بلخ کا منڈوا ہے۔ جو ایک مختصر سا دربار ہاں بھی ہے اور بہت سادہ بنا ہوا ہے اس کے اندر آنے کے لئے عقب میں ایک دروازہ اور گیلری ہے۔

**سراے ہر رسول** موضع ہر رسول میں تین سراے ہیں جو اورنگ زیب ہی کی بنوائی ہوئی ہیں ان میں سے سب سے بڑی سراہیں (۱۱۹۲) لداوی حج کے مسافروں کے لئے بنے ہوئے ہیں اور اب اورنگ آباد کا صدر جیل خانہ اسی میں ہے۔

**سنہری محل** پہاڑ سنگ پورے میں ہے جس کو ایک بندیلے سردار نے اورنگ زیب کے زمانے میں بنوایا تھا۔ یہ عمارت پتھر اور چوٹے کی ہے اس کی کرسی بلند ہے لیکن اب ویران ہے۔ اس کا نام سنہری محل اسی وجہ سے پڑا ہے کہ پہلے اس میں کثرت سے طلائی کام تھا۔

**شاہ مسافر صاحب کی درگاہ ۱۶۸۷ء** محمود دروازے کے پاس بلخ میں یہ درگاہ اُن بزرگ کی ہے۔ جن کا اورنگ زیب از میں مقعد تھا۔ ان بزرگ کا وصال



۱۶۸۷ء میں ہوا۔ درگاہ کے متعلق مدرسہ مسجد کچہری۔ ایوان وزارت۔ سرکے اور زنا  
مکانات ہیں۔ ان عمارات میں کثرت سے سرخ رنگ کا استعمال کیا گیا ہے اور ستون بھی  
سرخ ہیں۔ قبریں بھی سنگ سرخ لگا ہی جس کے اطراف ستونوں کے درمیان جالی لگی ہوئی ہے  
مسجد اور دوسری عمارات بھی بڑی کاریگری اور مختلف صنائع سے بنائی گئی ہیں۔ جن کے چھجے  
اور مناروں پر عمدہ کام کیا گیا ہے۔ بعض دیوچوں کے سامنے چھجے اور نفیس برآمدے ہیں۔ یہاں  
کئی پختہ حوض ہیں جن میں متعدد بے نظیر فوارے ہیں اور ایک بڑا جوض صدر میں ہے جس سے  
پنچلی بھی چلتی ہے۔ یہاں کی اکثر عمارات ۱۶۹۵ء میں حسین قلیج خاں کے ہمراہی کسی امیر کی بنوائی  
ہوئی ہیں۔ بڑا مستطیل حوض اور فوارے بیس سال بعد بنائے گئے ہیں۔ یہاں کا منظر بلحاظ  
فرحت اور شادابی کے قابل دید ہے۔ اس باغ کو کنولاناں گھیرے ہوئے ہے۔ جس پر یکے بعد دیگر  
دو محراب دار پہلے بنے ہوئے ہیں۔ بیگم پورے کی فضیل اس کی سیدھی جانب ہے اور شہر پناہ  
بائیں طرف شاہ مسافر صاحب کا باغ شہر پناہ اور نالے کے درمیان ہے۔ باغ کی چار دیواری نالہ  
سے جالی ہے اور درگاہ مع دوسری عمارتوں کے باغ کے درختوں کے اندر بہت بہلی  
معلوم ہوتی ہے۔

کتبہ درگاہ حضرت شاہ مسافر صاحب و حضرت بابا سعید صاحب پانگ پوش

رحمہما اللہ تعالیٰ

کشاوہ باد بدولت ہمیشہ اس درگاہ بحق اشہد ان لا الہ الا اللہ

پیر کامل سر آمد عرفا	خاص درگاہ رب عرش مجید
قطب روئے زمین و غوثِ زماں	اختر برج سعد شاہ مجید
در نظر داشت دار باقی را	چشم ازیں دار بے بقا پوشید
سال تاریخ وصل گفت خسرو	قصر جنت بود مکان سعید

سلاطین

مسافر شاہ تسلیم حقیقت      مقیم عرش شد از فرش این طاق  
چو وقت وصلش آمد از رہ شوق      بحق پیوست از حد بود مشتاق  
خرد تا یخ سال رستش گفت      مسافر شد از عالم قطب آفاق

۱۲۲۵ھ

کتابہ عزارات اندرون احاطہ شاہ مسافر صاحب  
سال رحلت بانو عصمت با      خواب گاہ بیگم جنت قباب

۱۲۲۵ھ

دیگر

بگدشت ازین جہاں با فکر جلی      خان عالی سعید روز ازلی  
معروف بامر حق ہمہ اوقاتش      قایم پرست رسول عسری  
تاریخ وفات او شد موزوں      فیاض الدین عماد دین نبوی

۱۲۳۳ھ

مسجد شاہ گنج ۱۱۳۶ھ اورنگ آباد میں سب سے بڑا اور وسیع بازار شاہ گنج  
ہو جو کھلے میدان میں ہے یہیں وہ مشہور مسجد ہے جو باعتبار اپنی خوبی کے سارے ہندوستان کی  
مشہور عمارات میں ہے جو ۱۲۸۶ء میں بنی ہو۔ مصنف منتخب اللباب سید حسین علی خاں صاحب  
صوبہ دار دکن (۱۱۷۹-۱۱۸۰ء) کے ذکر کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ حوض کی طیار سی سید حسین علی  
ہی نے شروع کی تھی۔ نواب عبداللہ دولہ عوض جنگ نے اسے وسیع کیا اور مسجد کی متعلقہ  
عمارات بنوائیں۔ یہ حوض اس قدر وسیع و عمیق ہے کہ گریبوں میں بھی جب اور جگہ پانی کی قلت  
ہوتی ہے یہ بلب رہتا ہے۔ مسجد نہایت بلند کرسی دے کر بنائی گئی ہے جس کی تینوں طرف متعدد  
دکانیں ہیں اور چوتھی جانب سیڑھیاں ہیں اس مسجد کے باہر دار پانچ دریں اور اندر چوبیس  
ستون ہیں۔ درمیان میں ایک بڑا گنبد ہے۔ دیواروں پر بیل بونے پھول وغیرہ کے عمدہ  
نقش و نگار ہیں۔ مسجد کے مشرق اور مغرب میں مسافروں کے لئے وسیع دالان بنے ہوئے  
ہیں جو عام خاص، کھلاتے ہیں جن کے پانچ پانچ در ہیں مسجد کی چھت پر تمام چھوٹے چھوٹے

گنبد ہیں اور لداؤ کی ہر اور دونوں جانب دو بلند منارے ہیں صحن میں دو حوض ہیں۔ دروازہ پر بھی دو چھوٹی چھوٹی مناریں ہیں۔

**سجد عالم گیری** المعروف بہ سجد حاجی قاسم بہ محلہ انگوری باغ۔

بصر شاہ محی الدین محمد	کہ عالمگیر از امر قضا شد
نصیر شیع عالم عدل الشیخ	امیر الاولیا والاقتباس شد
چنان برکنندہ بیخ از کفر ملعون	کہ یزدانش ز ایزد مرجبا شد
بنا کرد این مصلیٰ بندہ دولت	عبادت گاہ مردان خدا شد
خرو تارخ گفت از زوے انصاف	زدولت مسجد الاقصا بنا شد

۱۱۹۶ھ

**بارہ دری** دہلی دروازے کے پاس بارہ دری اور دھڑی محل ہی بارہ دری مع عمارات ملحقہ کے عسکر الدولہ بہادر کی بنائی ہوئی ہے ان عمارات میں اب کچھ بیاں ہیں بیاں باغ بھی ہے جس میں پختہ نہریں دوڑتی ہیں اور متعدد وسیع اور پختہ حوض ہیں جن میں جا بجا فوارے لگے ہوئے ہیں۔

**دھڑی محل** بارہ دری کی طیاری کے وقت مزدوروں سے فی نفر ایک ایک دھڑی لے کر یہ چھوٹا سا محل بنایا گیا ہے پانچ دروں کا لداؤ ہے۔

**آئینہ خانہ** یہ مکان بھی بہت وسیع ہے جس میں وسیع ہال اور متعدد حوض ہیں اس میں صوبہ دار صاحب کا دفتر اب رہتا ہے۔

**ذرائع آب رسانی** شہر پھر پانی کی افزائش گندی ندی جسے خام ندی بھی کہتے ہیں شہر کی مغربی فصیل سے ملی ہوئی ہے اور بیان خاں کی نہر وسط شہر میں سے گزرتی ہے۔ علاوہ اس کے پہاڑوں میں سے کاٹ کاٹ کر نہریں لائی گئی ہیں جن کا پانی نلوں کے ذریعے سے سارے شہر میں پونپنتا ہے اور لیول کا ایسا عمدہ حساب رکھا گیا ہے کہ کئی کئی منزل تک حوضوں میں پانی بہاؤ سانی چڑھتا ہے اور نلوں کی رکعت ایسی ہے کہ جب چاہا اور جہاں چاہا پانی بند کر دیا اور جتنا چاہا اور جس مقدار میں چاہا دیا یا بند کر دیا۔ اور رنگ زیب کے زمانے میں ایک بہت بڑا

تالاب شہر کی تمامی شمالی فصیل کی لمبان میں تھا لیکن سیل کی وجہ سے آب وہو خراب ہونے سے اور نگ زیب ہی نے اس کا بڑا حصہ جو محل کے مقابلہ میں تھا چٹا دیا باقی حصہ دہلی دروازے کے باہر خضری تالاب کے نام سے مشہور ہو۔ کنول تالاب محل شاہی اور مکہ دروازہ کے درمیان تھا جس کا بند چالیس سال ہوئے کہ ٹوڑا دیا گیا کہ بصورت طغیانی شہر کے بہ جانے کا اندیشہ تھا۔ ذخیرۂ آب چودہ ہیں جن میں سے سب سے بڑا وہ نہر ہے جو ملک عنبر ہر رسول کی ندی سے لایا ہے۔ ندی سے پانی کی نہ نکال کر گاؤں مکھ سے دو شاخیں ہو گئی ہیں۔ مشرقی شاخ سے شاہی وغیرہ کی آبادی کو پانی پہنچتا ہے اور شمال مغربی نہر سے جو چھوٹی نہر نکلتی ہے پھر کل دروازے کو کھٹکڑا جو نا بازار۔ چوک۔ گل منڈی وغیرہ کو پہنچتی ہے جو پانی جاتا ہے وہ ہر رسول کی ندی کے پاس ایک باؤلی سے نکالا گیا ہے۔ بیگم پورہ کی نہر جدا ہے یہ بھی ہر رسول کی ندی سے نکالی گئی ہے۔ اب تک تین بند ہر رسول کی ندی میں موجود ہیں پہلا بیگم پورہ کی نہر کا ہے دوسرا باغ کے نیچے پچی کا ہے اور تیسرا مکہ دروازے کے پل کے ذرا اوپر وار ہے۔ پٹنسی کی نہر جو موضع پٹنسی کے نام سے نکالی گئی ہے جہاں سچتہ بند ۲۵۲ فیٹ طویل اور ۷ فیٹ بلند موجود ہے اس کا پانی ایک حوض میں جمع ہو کر باجی پورہ اور کچہری کے باغات کو جاتا ہے۔ اب یہ نہر اٹ گئی ہے تھوڑا تھوڑا پانی رواں ہے۔ شاہ علی نر دیول گاؤں کے نام سے نکالی گئی ہے اور شاہ علی کی درگاہ کے حوض کو پُر کرتی ہے۔ جو شہر کے باہر ہے۔ چھاؤنی کے پاس اینکٹ باندہ کر مسافر بنگلہ کے پاس سے نہر نکالی گئی ہے۔ شکر باؤلی سے ایک نہر نکالی گئی ہے جو دونوں بارہ درلوں میں پانی پہنچاتی ہے۔ پچھن داس بیراگی کا چھوٹا سائل باجی پورہ کے شمال میں ہے۔ ٹال منکر کانل بھی باجی پورہ کے شمال میں ہے جو ایک تالاب سے نکالا گیا ہے۔ دل بادل کانل موضع گرگڑا کے قریب سے نکالا گیا ہے۔ ہٹن سے ایک چھوٹی سی نہر چھاؤنی میں جاتی ہے اور چوتھرا باغ سے بھی ایک شاخ جاتی ہے۔ موضع دیولانی سے ایک چھوٹا سائل اور ٹھارے کے پہاڑ سے دوسرا نکالا گیا ہے یہ دونوں چھاؤنی کے پاس مل جاتے ہیں اور گے چل کر شاہ علی نہر میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی اور بہت سے ذرائع آب رسانی کے نشانات ٹوٹے پھوٹے نواح اور نگ آبادی میں دکھائی دیتے ہیں مگر وہ قابل ذکر نہیں کہ اب ان کا وجود ہی مفقود ہو گیا۔ یہ سارے تل مٹی کے

ہیں جیسے کھوپرل ہوتی ہے ان کی کلاسی ملا کر مصالحہ لگا کر جوڑ دیتے ہیں۔ ان تلوں کے اوپر جا بجا بجے بنے ہوئے ہیں جو روشن دان کہلاتے ہیں یہ اس غرض سے بنائے گئے ہیں کہ کہیں پانی زیادہ ٹپک کر ایسا نہ ہو کہ تل بھٹ جائے۔

**بھڑکل کا دروازہ** اصل میں بھڑکل دروازہ ہے جو ملک عنبر قلعہ نظام شاہ ثانی کے وزیر کا بنایا ہوا ہے جس کا زمانہ ۱۶۲۶-۱۶۲۹ء تک تھا اور جو موضع کھڑکی (حال اورنگ آباد) میں ۱۶۲۰ء میں رہتا تھا۔ ملک عنبر نے بہت سی مسجدیں اور عمارتیں بنائی ہیں۔

**محل نوکھٹ ڈا** ملک عنبر نے ۱۶۱۶ء میں ایک بلند ٹیکڑی پر بنوایا ہے۔ بھڑکل کا بڑا دروازہ اسی محل کا صدر دروازہ ہے جس پر نقارخانہ تھا لیکن عالم خاں نے (جو اورنگ زیب کے عمائدین میں سے تھا) بھی نوکھٹ ڈے میں بہت سے مکانات بنائے ہیں۔ آگے چل کر آصف جاہ بہادر نے اس کو بہت کچھ بڑھایا اور ناصر جنگ بہادر نے زنائی عمارات اور احاطہ بنوایا۔ خود نواب نظام علی خاں بہادر اس میں رہتے تھے۔ اس میں پانچ زنائے محلات کے علاوہ دیوان خاص دیوان عام مسجد اور کچہری کی عمارتیں ہیں اور سب میں خانہ بلخ اور حوض جدا جدا ہیں۔ چار دیواری اور درمیانی دیوان خانہ اور حمام کی عمارتیں درست حالت میں ہیں لیکن گنگاری اور نقاشی اور چوبی نقش و نگار کا کام سب جاتا رہتا ہے۔ دیوان عام ایک وسیع مربع عمارت بہت خستہ حالت میں ہے اور اسی کے متصل کچہری میں مسند حضور نظام جو جس کے سامنے عیدیں اور دیگر تقاریب میں صوبہ دار صاحب اور نگ آباد نذر گزارتے ہیں۔

کتبہ درگاہ حضرت شاہ تاج الدین صاحب وسید شاہ سلیمان حسا

متصل نوکھٹ ڈا

سید شاہ تاج الدین حموی سید شاہ سلیمان بغدادی

۱۱۵۶ھ

۱۱۱۰ھ

درگاہ شاہ تاج الدین

و شاہ سلیمان

سید شاہ عزیز بادشاہ نبیرہ حضرت معمران خاٹقاہ بنانمود

۱۲۹۰ھ

کتبہ گنبد عزیز بادشاہ

وفعتہ چوں آن شہ سید عزیز      در رہ تسلیم حق بے بیم شد  
مژدہ قربت رسید از کردگار      روز شنبہ وقت شب چون نیم شد  
پانزدہ تاریخ از ماہ ششم      راہی فردوس بالتعظیم شد  
گفت ہاتق سال او بے رویاں      پیر کامل جاں بحق تسلیم شد

۱۳۰۹ھ

کتبہ مرزا حسین بیگم صاحبہ اندرون احاطہ درگاہ شاہ تاج الدین صاحب

خوابگاہ حسین بیگم بنت آصفیاء

۱۱۶۲ھ

کالی مسجد ۱۶۰۷ء ملک عنبر نے سات مسجد میں بنوائی تھیں جو کالی مسجد کے نام سے مشہور ہیں۔ جو تاج بازار کی کالی مسجد ۱۶۰۷ء میں بنی جو ایک بلند چبوترے پر چھ کمانوں کی جو قلعہ ارک کے پاس کی جامع مسجد میں پانچ قطاروں میں چالیس ستون کثیر الزوایا تراش کے ہیں۔ ان ستون پر کمائیں اس طرح واقع ہیں کہ جن سے ساری عمارت ستائیس برابر کے قطعات میں تقسیم ہو گئی ہو جن میں ہر ایک پر چھیاں ہیں مسجد کے محاذی ٹو محرابوں میں سے پانچ ملک عنبر نے ۱۶۱۲ء میں بنوائیں باقی چار اور رنگ زینے۔ کرسی اس قدر بلند ہو کہ اس میں متعدد دکانیں ہیں۔ چھجے کے نیچے برکیٹ لگے ہوئے ہیں اور پردے کی دیوار مشابک ہو۔ اس مسجد کی وضع قطع نہایت خوش نما ہو گو سادی ہو مگر بہت مضبوط اور مستحکم ہو اور عام نقشہ بیجاپور کی ہی مسجدوں کا ہو۔ مسجد کے سامنے وسیع صحن ہو جس کی تین طرف مسافروں کے لئے کھلے دالان ہیں مسجد کے وسط میں ایک حوض ہو جس میں ملک عنبر کی نہر سے پانی آتا ہو۔

**چلیت خانہ** اس کو پنڈت خانہ بھی کہتے ہیں یہ ملک عمر نے پنڈتوں اور ذی علم لوگوں کے لئے بنوایا تھا جس کو اورنگ زیب نے مسافر خانہ بنا دیا اور چند روز پیشتر تک اس میں جیل تھا یہ ایک مدر عمارت ہے جس کی چاروں طرف متعدد کوٹھڑیاں ہیں اور بیچ میں وسیع صحن ہے۔

**پیر اسماعیل کا مقبرہ** ہر سال کی شہرک پر دہلی دروازے کے باہر باغ کے اندر واقع ہے پیر اسماعیل صاحب اورنگ زیب کے استاد تھے انھیں کاہیہ گنبد ہے۔ باغ میں جو صوفیوں اور فواروں کی علامات موجود ہیں۔ البتہ دروازہ بہت شان دار ہے جس کی محراب بلند اور ڈیوڑھی نما ہے روئے راہ دیوار پر عمدہ نقاشی کا کام کیا ہوا ہے۔ جس میں تین محراب دار کوٹھڑیاں اور طاقے ہیں چھت کے چاروں کونوں پر برجیاں ہیں۔

**چوک کی مسجد** ۱۶۶۵ء میں شاہجہان نے بنوائی ہے جو اورنگ زیب کا چچا تھا سامنے وار کو (۵) محرابیں ہیں اور پیچھے دو۔ آٹھ ستون ہیں اور پانچ گنبد۔ درمیانی گنبد بہت بڑا ہے جس پر لوہے کا کلس ہے۔ دونوں جانب منار میں کرسی بہت بلند ہے جس میں شہزادے دکانیں ہیں۔ صحن مسجد کے بیچ میں حوض ہے اور دروازے پر بھی دو منار کے ہیں۔

### کتیہ اندرون مسجد چوک

مسجد شالیستہ جنت فضا	درجہاں شالیستہ خاں کردہ بنا
ہیچو قدر بہت و بخشش بلند	دلنشین دو لکشاؤں دل پسند
پایہ اش بر آسمان ہفتیں	آسماں در سایہ اش قدرش نہیں
پنج نوبت می زند دیں بردش	برتر از نہ آسماں رفتہ سرش
ہیچو کعبہ اجر بخش و جرم سوز	ہیچو صبح از نور دیں جام آفسوز
از عطا حاجت روائے پایہ اش	آسماں آلودہ رودر سایہ اش
سایہ از رفعت فگندہ بر سما	در دکن چوں در بدن دل کردہ جا
تاج در چون آسماں از آفتاب	تا جہاں راں از سجودش کامیاب

سایہ تاجش شدہ خورشید را	تاجش از قدر آمدہ خورشید را
تاجداران سرنج کش سایہ دار	تاجدار می را چو خورشید افتخار
سجدہ گاہ آفتاب و مہ درش	نقطہ دور فلک آمد سرش
گشت خورشید آنکہ سر برد نہاد	پیش طاقش مشرق صبح مراد
چون بکعبہ محرمال احرام بند	در طوافش آسمان سر بلند
اندریں مسجد برائے بندگی	سرکشان را کار سر افکندگی
می شود با کعبہ این مسجد بدل	چون بقیض و دلکشی شد دلش
ہیچ نور مہر و چوں ماے معین	سر بلند آن روے فرسا بر زمین
از سعادت چوں دعاے مستجاب	از زمین تا عرش رفتہ بے حجاب
نور بر عالم چو مہر انداختہ	گنبدش چوں سر ز بام افراختہ
بلبل و گل عاشق دل خستہ اش	مہر تاباں بلبل گلدستہ اش
آسمان بخت را خستہ نما	سطح صحن از عکس نقش جستہ ہا
چوں با مینہ نگور و بے نقاب	روے آوردہ بدیوار آفتاب
قدر نور خویش را دریافتہ	خورچہ بردیوار مسجد تافتہ
آمدہ یعنی بگو ششم این ندا	چون شدم در فکر تاریخ بنا

یافت کار از جد و تاریخ انتظام  
مسجد از لطف الہی شد تمام

۱۰۶۲ھ

کتبہ میرزا محمد ابن محمد شریف بھینی

## کتبہ بیرون مسجد

دہے نیک بختی کہ از نیک را می	بنا کرد مسجد باین دلکشا می
شرف داو شاکستگی را و چو دش	چو خورشید مہ را در روشنای



بلو حق پرستی نہاد این بنہ ارا  
دو کام از تو تاحق دور کعبت نماز  
کہ چون کعبہ شد در مبارک بنائی  
..... این ست راہ رسائی  
مزن در کہ حاجت از میں جابر آید  
در نیچا چو خورشید روشن دلاں ہا  
ہمہ روز آید چو طور از تجلی  
خدا میں شوی گر چو موسیٰ در آئی  
زند طعنہ در مینت مرغ علیسی  
ز فیض طوافش لعل ہما می  
بشہر آب داودہ دو حوض دروش  
چو انار جنت پر جاس فرا می  
سز و عالم ارا میں بنا را بن زد  
کہ شد زینت عالم پار سائی

چو تار یخ جستم خرو گفتم میمنی  
بہیں دگشا جاے حاجت روا می

سلا

بر دروازہ مسجد  
مسجد شایستہ شایستہ خاں  
ساعت بیکال محمد شریف

لال مسجد  
۶۶۵  
مفتی زین العابدین صاحب میر عمارات نے ۶۶۵ھ میں اورنگ زیب  
کے عہد میں بنوائی ہو جو سنگ سرخ کی ہو۔ اس کی استر کا رہی قابل  
دید ہے۔

مقبرہ رابعہ دورانی  
۶۶۵  
شہزادہ اعظم شاہ نے اپنی والدہ رابعہ دورانی بیگم محل  
اورنگ زیب کی یادگار میں بنوایا ہو جو محلہ بیگم پورہ میں ہو جو ۶۶۵ھ سے ۶۷۵ھ تک بننا  
رہا۔ عطار اللہ کارگیر نے بنایا ہو جس پر چھ لاکھ اڑسٹھ ہزار دو سو تین روپیہ سات آنے لاکھ  
آئی یہ تاج گنج کے نمونے پر بنایا گیا ہو۔ شاہ جہاں اپنی بیگم ممتاز محل کا مقبرہ اگر دہن اسی زمانہ  
میں بنوا چکا تھا لیکن افسوس ہو کہ وہ کارگیر نیست و نابود ہو گئے تھے ویسا مقبرہ تو نہ بن سکا پھر  
بھی یہ عمارت بے نظیر اور نہایت خوب صورت اور سٹول ہو۔ مقبرہ کا احاطہ ۵۰ × ۳۰ گز ہو

احاطہ کی دیوار میں بند روتوں کے لئے جھانجھیاں بنی ہوئی ہیں اور باہر کے رخ پر مہرا ہیں جابجا برجیاں اور چھوٹے چھوٹے منارے اپنے اپنے موقع سے بنے ہوئے ہیں۔ جنوبی دیوار کے وسط میں نہایت خوب صورت صدر دروازہ ہے جس کے پتوں پر برجی کام کی سلیس بنی ہوئی ہیں اور باقی ہر سہ جانب وسیع بارہ دریاں ہیں جن کی چوڑی گھڑے ہوئے نقشیں پتھروں کے فرش کی سطحیں مقبرے کو گئی ہیں عمارت مٹمن شکل کی ہے جس کے ہر زاویہ پر مناریں ہیں۔ سنگ کو ایک نہایت مرتفع محراب ہے لیکن آنے جانے کے لئے ایک دوسرا چھوٹا دروازہ ہے ان کے درمیان کی جگہ بطور آمدہ کے ہے بڑی محراب کی دونوں جانب دو چھوٹی چھوٹی کمانیں ہیں جن میں سے ایک میں سے گیلری میں جانے کا راستہ ہے اور دوسری میں سے نقار خانے پر مقبرہ کے احاطے میں حوض اور انواع و اقسام کے فوارے اور کھاریاں روشیں اور سیوہ دار درختوں اور پھولوں کے باغ ہیں مقبرہ (۷۲) فٹ مربع مرتفع سنگ سرخ کے چبوترے پر بنا ہوا ہے جس کی چاروں طرف اسی قدر بلند مناریں ہیں۔ چبوترے کا کٹھن بھی سنگ سرخ کا ہے اور یہیں سیڑھیاں ہیں جن پر سے اتر کر باغ میں آتے ہیں۔ ہر منارے کے آدھوں آدھوں پر گیلری ہے اور پھر اور اوپر جا کر دوسری گیلری ہے جن پر برجیاں اور کلس ہیں یہ منارے بھی مٹمن ہیں اور ان کے اندر چکروا سیڑھیاں اوپر چڑھنے کے لئے ہیں۔ سنگ مرمر کے شان دار مربع گنبد کی چاروں طرف بھی چار بلند محرابیں اور چاروں کونوں پر چار مناریں ہیں اور نیز چاروں طرف چار برجیاں مع چھوٹے چھوٹے مناروں کے ہیں۔ چبوترے پر سے سیڑھیاں اتر کر ہم مقبرے کے اندر آتے ہیں جہاں سیکم صاحب کا مزار سنگ مرمر کی نہایت خوش نما جالی کے اندر ہے۔ جنوب و مشرقی گوشہ کے دروازہ میں محراب اور ستون پر بے نظیر کام پھول پتوں کا کیا گیا ہے اس دروازہ سے ہم اس گیلری میں بونچتے ہیں جو مقبرہ کے چاروں طرف ہے جہاں سے مقبرہ نیچے دکھائی دیتا ہے تین کھڑکیوں میں سنگ مرمر کی جالیوں اور پیکاری اور گل کاری کا کام بالکل تاج گنج کی طرح کا نفیس اور نازک بنا ہوا ہے۔ جس وقت جالیوں میں سے چھن کر دھوپ پڑتی ہے تو اس کا حسن دو بالا ہو جاتا ہے۔ مقبرہ کے فرش پر تمام سنگ مرمر کی سلیس بھی ہوئی ہیں۔ گنبد تمام حجر پور کے سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور یہی سنگ مرمر دوسری جگہ بھی عمارت کے زیرین حصہ میں لگا ہوا ہے

اور بالائی حصہ میں بعض بعض جگہ اینٹ اور پتھر بھی استعمال کیا گیا ہے۔ استرکاری تمام موتی کے چوڑے کی ہے۔ فرش میں تاج گنج کی طرح پیکاری کا کام نہیں ہے بلکہ اس کے بجائے پھول پتیاں اور دوسری گل کاری استرکاری میں کی گئی ہے۔ چوتھے کے مغرب میں ایک مسجد بھی ہے جس کے پانچ در اور دونوں جانب دو منار ہیں۔ اندر دار متعدد دستون ہیں۔ اس مسجد کی دونوں طرف بھی جالیاں ہیں مسجد کے روکار پر نہایت پر تکلف نقش و نگار اور بے نظیر صناعی کی گئی ہے۔ بائیں دروازے پر جو کتبہ ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عطاء اللہ نے مقبرہ بنایا ہے جو رنیر سیاح لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ سورت سے گو لکندہ جا رہا تھا مجھے اور نگ آباد سے پانچ منزل اس طرف تین سو گاڑیاں ملیں جن میں جو پور کا سنگ مرمر لدا ہوا تھا اور کم سے کم چھ چوڑی ہیں ہر گاڑی میں لگے ہوئے تھے۔

### درگاہ حضرت شاہ غریب اللہ حشتی

حیف دامن فشانہ از عالم  
عقل تاریخ او بتعمیم گفت

شیخ بیدار دل خدا آگاہ  
زندگی رفت از غریب اللہ

۱۱۸۸ھ

لکندہ کی غری دیوار پر کلمہ طیبہ بخط نسخ کاشی کاری اینٹ پر کندہ ہے۔

### مسجد حکیم محمد صادق ۱۱۹۹ھ

مرادم برآمد کہ از فضل رب  
نہادم من این چند سنگی نیم

مرتب شد این سجدہ گاہ عجیب  
شود شایدم مغفرت را سبب

بگفت خدہ مسجد منتخب  
۱۱۹۹ھ

### دروازہ پیر

مہنگام تمام از خرد و فراز  
تاریخ شد این باب عبادت خادم

۱۱۹۹ھ

## گنبد حضرت شاہ غریب عالم

۱۱۹۱ھ

سید برحق غریب عالم از دنیا سے دوں  
برمزا رفیع با ملا و مرتب ساختن  
بجانب شرق - بروقت عالم ہادی ہدی - ہو صاحب التذکیر والرز حد والتقی  
سایہ بر چار دیواریں مرقدش  
سال تاریخ بنائے اس رقم ذکر کلام من  
بجانب جنوب - غریب عالم چومرہ ماہ عالم  
چورہلت کرد بعد از شہادت و سیال  
باب مرقد شریف قطب عالم  
۱۱۹۱ھ

کرد رحلت تا گنبد گلگشت ملک و دہا  
قبہ لوی کہ روشن می کند چشم جناب  
راحت جاں میسازد از انراں راہ رنایا  
گنبد آرا مگاہ زبیدہ آسودگان  
فروغ شمع شمع راہ عالم  
برآمد از فراغش شاہ عالم  
الملقب با سید غریب عالم

دوشنبہ روز دوم ماہ شوال  
نہائے غیب ہاتھ گفت بیہات  
ز داویلا شدہ افواہ عالم  
سفر کردہ عالم شاہ عالم  
۱۱۶۸ھ

چھاؤنی شہر کے مغرب و جنوب میں ایک مرتفع جگہ پر چھاؤنی بنی ہوئی ہے یہاں کشتیوں کی  
فوج رہا کرتی تھی۔ شہر اور چھاؤنی کے درمیان خام ندی حد فاصل ہے۔ فوج کی لین شہر کے جنوب  
میں دو میل فاصلے پر ستارہ پھاڑ کی طرف ہے۔ ایک عمدہ ریس گورن بنایا ہوا ہے۔ چھاؤنی میں  
متعدد دیکھ جات۔ ڈاک خانہ۔ رومن کیتھولک کا گرجا۔ پبلک گارڈن۔ مسافر منگھ۔ ڈاک خانہ  
بازارات اور دوسری عمارات ہیں۔

عزوں کی بغاوت ۱۸۵۵ء  
راجہ دیول گاؤں کے ہاں جو عروب ملازم تھے ان کی

متنخواہ چڑھ جانے سے انھوں نے راجہ مانسنگہ راؤ کو گھیر لیا اور قریب تھا کہ مار ڈالیں۔ بریگیڈیئر مین صاحب نے ہفتہ اول ماہ اکتوبر میں پانچویں رجمنٹ سواروں اور چھٹی رجمنٹ پیدل اور ایک بائزری توپ خانہ سے جونت پورے میں جو روشن دروازے کے باہر ہی ان پر چڑھائی کی اور بعد ایک سخت معرکہ کے جس میں کٹھنٹ کے (۱۵) آدمی مارے گئے اور چالیس زخمی ہوئے عربوں کو منتشر کیا گیا اور راجہ کو چھوڑا لیا۔ اس معرکہ میں لفٹنٹ باسول مارے گئے اور لفٹنٹ دان اور کپتان پارکر شدید زخمی ہو کر بعد میں مر گئے۔

صدر میں اورنگ آباد تیسرا رسالہ مایگاؤں چلے جانے سے اُن کی جگہ پہلا رسالہ وین آباد کی حالت ۱۸۵۷ء (آئینہ جوگائی) سے اورنگ آباد آیا تھا اس میں کچھ سامان بغاوت

کا تھا اور دوسری پیدل پلٹن میں بھی کچھ بمعاش لوگ تھے جن سے اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ شہر کے کچھ لوگ ان سے آں ملیں اور کچھ بلوہ نہ ہو جائے اس لئے دو کمپنیاں پیدل کی اُس پل کی حفاظت کے لئے بھیج دی گئیں جو شہر اور چھاؤنی میں حد فاصل ہیں۔ اس سے رسالہ میں خوف و ہراس پھیل گیا اور لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے فرو کرنے کے لئے پونے سے فوج طلب کی گئی۔ توپ خانے میں بھی کچھ پل چل شروع تھی کہ بھٹی کی فوج کے آنے کی خبر سن کر سب جہاں کے وہاں دب دبا گئے جنرل ڈیرن پونے سے تین فوجیں لے کر پونے۔ جنرل ڈیرن نے آتے ہی تیسرے رسالہ کو گھوڑوں پر سے اتار دیا اور رسالہ دار نے باغیوں میں صدر جمعدار کا نام بتلایا یہ سنتے ہی صدر جمعدار نے اپنے آدمیوں کو بند و قیں بار کرنے کا حکم دیا اور انگریزوں کو دفعۃً گھیر لیا توپ لانے کا موقع باقی نہ رہا۔ بہت سے سوار اپنے اپنے گھوڑے لے کر جدھر منہ اٹھا نکل بھاگے ان پر گولے چلائے گئے اور ہزار زبے بھی تعاقب کیا مگر ہاتھ نہ لگے۔ میر فدا علی رسالہ کے دفعدار نے پکتان ایبٹ کو قفقچہ سے زخمی کیا۔ کورٹ مارشل ہو کر فدا علی کو توپچا سنسی ہوئی اور اکیس آدمیوں کو گولی سے مارا گیا اور تین توپ کے منہ کو باندھ کر اڑا دئے گئے یہ رجمنٹ سرکار کی طرف رہی ان کو فوراً عادل آباد میں کار نظام کے سرحدی ضلع پر بھیج دیا گیا۔ آگے چل کر اس رجمنٹ میں رنگروٹ بھرتی کر کے تکمیل کر لی گئی اور سر ہیروڈ کی کمان میں اس رجمنٹ نے تمام ایام غدر میں اچھا کام دیا۔

اورنگ آباد کے غار اورنگ آباد سے جانب شمال جو پہاڑ ہے ڈیڑھ میل تک تین

گروپ غاروں کے ہیں جن میں کل بارہ غار ہیں۔ پہلا اور دوسرا گروپ بروہہ کے زمانے کا ہے۔ لیکن تیسرا گروپ جوان دونوں سے قدیم اور ناتمام ہے اس کا پتہ نہیں چلتا کہ کس زمانے کا ہے۔ پہلے گروپ میں پانچ غار ہیں جو (۳۰۰) فیٹ بلندی پر واقع ہیں۔ مغرب کی طرف سے شروع کریں تو پہلا غار (۷۴) فیٹ لمبا ہے جس کے آگے چار کھم کا برآمدہ ہے۔ برآمدہ (۷۵) فیٹ (۵) انچہ طول اور نو فیٹ عرض میں ہے جس کے آٹھ ستون ہیں۔ اس کی طرز عمارت اجنبیہ کے غار نمبر (۱) کی طرح کی ہے جس سے یہ بھی ساتویں صدی عیسوی کا سمجھا جاتا ہے۔ یہ غار (۲۸) ستونوں کا بنانا مقصود تھا لیکن صرف نو فیٹ ہی سامنے کا برآمدہ نکالا گیا۔ برآمدہ کی عقب کی دیوار میں تین دروازے اور دو کھڑکیاں ہیں۔ دروازہ وسطیٰ میں کندیدگی کا بہت عمدہ کام ہے جس کی چوکھٹ پر مردانے اور زنانے مجسمے ہیں۔ کھڑکیوں پر بھی عمدہ نقاشی کی گئی ہے اندر کئی حجرے ہیں جن میں عورتوں اور مردوں کی تصویریں ہیں۔ مغربی جانب بدھ کنول کے پھول پر بیٹھا ہوا ہے جس کے دونوں طرف دو شخص مورچہ لائے کھڑے ہوئے ہیں۔ کنول کے تحت کو پانچ بچن سانپ کے اٹھائے ہوئے ہیں باہر برآمدے میں مغرب کی طرف سات برہمن ایک قطار سے بیٹھے ہوئے ہیں

**دو سرا غار** ایک عبادت گاہ ہے جس کا سامنے کا حصہ اب گر گیا جس کا برآمدہ دو ستونوں پر استادہ تھا۔ برآمدہ (۲۱) فیٹ ۶ × ۱۲ فیٹ ۱۰ کا تھا۔ اندرونی حصہ ۲۱ × ۹ فیٹ ہے جس کے اطراف چار فیٹ چوڑا حصہ پرادکشنا کا ہے۔ روکار مندر کا (۱۴) فیٹ (۱) انچہ بلند ہے جس کے دونوں طرف لمبے لمبے قدر آور دوار پال کنول کے پھول پر کھڑے ہیں جن کے ساتھ دو یا دھرا اور پانچ بچن کے ناگ ہیں بایں طرف کی مورت بالکل سیدھے سادے لباس میں غالباً پادہنی کی ہے جس کی پیشانی پر ایک چھوٹا سا بدھ ہے اور سیدھے ہاتھ میں ایک کنول کی چھڑی ہے دوسری مورت کا لباس وغیرہ عمدہ ہے اور غالباً اندر کی شکل ہے۔ مندر کے اندر بدھ کی مورت نو فیٹ اونچی ہے کنول کے پھول پر بیٹھی ہوئی ہے اور دونوں کندھوں پر فرشتے بنے ہوئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں ان تصاویر پر رنگ تھا۔ دیواروں پر بھی چار قطاریں چھوٹی چھوٹی مختلف تصاویر کی تھیں۔ پرادکشنا کی دیوار پر بھی متعدد تصاویر ہیں۔ یہ غار بھی ساتویں صدی کا

معلوم ہوتا ہے۔

**تیسرا غار** - دیوار اقسام کا ہے۔ اس کا برآمدہ ۳۰ فٹ - ۶ x ۸ فٹ - ۹ ہے جس کے چار کھم اور دونوں جانب دو حجرے ہیں۔ پچھلی دیوار میں ایک دروازہ اور دو درجے ہیں اور بال ۱۴ فٹ ۶ x ۶ فٹ - ۶ ہے جس کے بارہ ستون ہیں جن سب پر عمدہ نقش و نگار مثل اجنبہ کے غار نمبر ۱۶ کے بنے ہوئے ہیں۔ دونوں جانب کے دو حجرے ۱۸ فٹ - ۶ x ۸ فٹ - ۶ ہیں جن کے سامنے دو دستون ہیں۔ داہنی طرف کے حجرہ سادہ ہے لیکن بائیں جانب بہت کچھ کام کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ چاروں کونوں میں چار اور کوٹھڑیاں پوجاریوں اور سنا سیوں کے رہنے کے واسطے بنی ہوئی ہیں۔ مندر کے اندرونی حجرے کے دو حصے نہایت نفیس نقش ستونوں سے آراستہ ہیں جہاں دو نہایت خوب صورت عورتیں درختوں کے سایہ میں کھڑی ہوئی ہیں مندر میں جہانے کے لئے عمدہ تراشی ہوئی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں اور دروازہ بھی عمدہ نقش و نگار ہیں اور یہاں بھی دونوں طرف ایک ایک صورت کھڑی ہے جس کے سر پر سانپ کے پھن کا سایہ ہے۔ مندر کے اندر ایک بڑا بھاری بت بدھ کا نیچے پاؤں کئے ہوئے بیٹھا ہوا ہے۔ مندر کے سامنے دو قطاریں عورت اور دو پوجاریوں کی ہیں ایک طرف سات اور دوسری طرف چھ ان کی شکلیں مصری وضع کی ہیں موٹے موٹے ہونٹ اور بڑے بڑے پگڑا اور ہار۔ بعضوں کے ہاتھ میں بھی ہار ہیں اور ایک عورت کے سر پر اس قسم کا زیور ہے۔ جو اب بھی مغربی ہندوستان میں پنا جاتا ہے کل اس غار کی گہرائی برآمدہ سے پچھلی دیوار تک ۸۲ فٹ - ۶ ہے اور چوڑائی بشمول اُن حجروں کے جو بال کی دونوں جانب ہیں ترسٹھ فٹ ہے۔ بال بالکل سادے ہیں صرف بارہ ستونوں پر البتہ نقاشی ہے اور جا بجا صورتیں اور تصویریں ہیں ایک جگہ جیکل میں لڑائی ہو رہی ہے ایک ایک جگہ بدھ کو تیرہ آرام کر رہا ہے۔ یہ غار نہایت کمال کا معلوم ہوتا ہے اور یہ غار بودھ مت کے غاروں میں سب سے بہتر اور آخری زمانہ کا ہے۔

**چوتھا غار** - چنانچہ چوتھی صدی یا اس سے بھی پہلے کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے جس کے سامنے کا تمام حصہ گر گیا۔ طول و عرض ۳۸ فٹ x ۲۲ فٹ - ۶ ہے چھت سترہ سادے مشن ستونوں پر بنی ہوئی ہے مندر کا حجرہ ۲۳ فٹ x ۱۲ فٹ - ۶ ہے۔

## پانچواں غار

یہ بھی دوسرے غار کی طرح ایک مندر تھا اس کا سامنے کا حصہ دو دونوں بازو کے حجرے گر گئے ہیں صرف مندر اور پرادکشا کی دیواریں باقی ہیں یہ مندر آٹھ فیٹ مربع جس میں بدھ شیر کے تخت پر بیٹھا ہوا ہے یہ غار جینیوں کے زمانے کا ہے۔ اور پار سناتھ کے نام سے معنون ہے۔

## دوسرا گروپ

غاروں کا دوسرا گروپ پہلے گروپ کے پہاڑوں کے سلسلے میں پون میل مشرق کی طرف آگے بڑھ کر ہے۔

## چھٹا غار

یہ دیوار اور چٹا دونوں طرز کا ملا ہے۔ اس کے عقب میں ایک حجرہ  $10 \times 9$  فیٹ ۶ انچہ دستوں کا ہے جس کے بالائی حصہ میں نقش و نگار ہیں اس کا عرض و طول  $10 \times 9$  ہے اور مندر بیچ ہی جس کی دونوں جانب چار کھڑیاں ہیں اور دو کھڑیاں سجھے وار ہیں اور انہیں میں بدھ کا بت سات فیٹ اونچا ہے دونوں جانب لمبے لمبے دو در پال اور ان کے ساتھ پجاری عورتیں ہیں جن کے سروں پر پانچ پھن کا سانپ سایہ کئے ہوئے ہے یہ مع ایک بونی عورت کے کھڑے ہیں۔ برآمدہ (۳۸) فیٹ -  $1 \times 9$  فیٹ ہے لیکن اس کے سارے ستون گر گئے ہیں دونوں جانب کی دیواروں سے دو کمرے ملے ہوئے ہیں جن میں سے ایک میں ایک موٹی مورت مرد کی ہے جس کے سر پر بڑا گلہ ہے اور دوسرے میں ایک عورت کھڑی ہے مندر کے سامنے کے حصہ میں سیدھی طرف پانچ مرد اور بائیں طرف پانچ عورتیں کھڑی ہیں۔ کو کھڑیوں کی دیواروں میں بدھ کی مورتیں ہیں۔ اس مندر کی دیوار اور چھت پر رنگین نقش و نگار کے نشانات باقی ہیں اس کی چھت کا طرز بھی اجنبیہ کے غاروں کا سا ہے اور غالباً یہ بھی اسی زمانہ کا بنا ہوا ہے۔

## ساتواں غار

اس کا بھی بیرونی برآمدہ تھا جواب گر گیا۔ اس کے چار مربع ستون ہیں جن کے بالائی حصہ پر نقش و نگار ہے۔ بل  $30 \times 14$  فیٹ ہے جس کی دونوں طرف دو مربع ستون اور ہیں۔ اندرونی بل  $30 \times 30$  فیٹ ہے اور مندر دس فیٹ مربع جس کے اطراف



پراکشتا ہو۔ برآمدہ کی دونوں طرف دو کوٹھڑیاں اور پیچھے دو کوٹھڑیاں ہیں جن میں تمام موڑیں بنی ہوئی ہیں ان کے علاوہ اور چھ کوٹھڑیاں سنا سیوں اور پوجاریوں کے رہنے کے واسطے ہیں۔  
 سید غار بہمنوں کے زمانے کی طرز کا ہی اور اس لئے ساتویں صدی کا سمجھا جاسکتا ہے۔ اس میں جو بت ہیں وہ سب جمایا تا دیوتاؤں کے ہیں جن سے پدا پتی یا اولو کٹیسور کے واقعات بتلائے گئے ہیں۔ صدر دروازے کی بائیں طرف اولو کٹیسور کا ایک عظیم الشان بت بایں ہاتھ میں کنول کا پھول اور داہنے میں مالائے ہوئے اور داہنے بایں بدھ کی موڑیں ہیں جس کے دونوں طرف چار چار موڑیں اور بنی ہوئی جو ڈکر دیو کے سامنے دعا کر رہی ہیں ان کی بدھ کے لئے دیو اڑ کر آیا ہو۔ ایک آگ سے ڈر رہا ہے دوسرا تلوار سے تیسرا بیڑیوں سے اور چوتھا جہاز کی تباہی سے۔ بایں طرف ایک شیر حملہ کر رہا ہے دوسرا پسانپ۔ تیسرا پرست ہاتھی اور چوتھا ہر موت کی دیوی کالی جو قریب ہی کہ ماں کی گود سے بچے کو چھپٹے۔ یہی واقعہ اجنٹ کے سترھویں غار اور ایلورے میں بھی بتلایا گیا ہے۔ دروازے کی سیدھی جانب ایک دوسرا بت بودھی ستوا کا ہے جس کے سر پر نہایت عمدہ بگڑی ہے۔ اس کی داہنی طرف سرسوتی کی موڑ ہے جس کے ایک طرف ایک پستہ قدر عورت کچھ لئے ہوئی ہے اور داہنی طرف ایک مرد ادبچی ٹوپی اڑھے ہوا ہے۔ درپچوں پر بھی نقاشی کا کام ہے اور اندر مستعد موڑیں دیووں بیل۔ ہاتھی شیر اور سور کی ہیں۔ کھڑکی کے اوپر سہری کنول کے پھول پر بیٹھا ہوا ہے جس کے اوپر دونوں طرف سے ہاتھی پانی ڈال رہے ہیں اور دونوں طرف دو پوجاری بھی ہیں۔ عورتوں کی موڑیں چار فیٹ ادبچی ہیں جن کے کان میں چھپے زیورات ہیں۔ گلے میں ایک کمری اور کمر بندھی ہوئی ہے اور دو پٹے گلے میں بٹھا ہوا ہے۔ یہ دو عورتیں دیوار کے دونوں کونوں میں کھڑی ہیں۔  
 اندرونی ہال صرف مندر ہے جس میں پراکشتا کے علاوہ تین تین کوٹھڑیاں دونوں طرف ہیں اور پیچھے دار کو دو چھوٹے چھوٹے مندر ہیں جس میں بدھ کی موڑیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ بڑے مندر کے سامنے قارو تین عورتوں کی موڑیں دونوں طرف ہیں جس میں بیچ کی موڑ کنول کے پھول پر کھڑی ہے جس کے سر پر چاند کا ہالہ ہے اس کے ہاتھ میں بھی کنول کا پھول ہے اور اپنی سہیلیوں کی طرح اس کے سر پر بھی بڑا تاج سا ہے غالباً سیمہ تارا ہے ان میں دو عورتیں چوریاں لئے ہوئے ہیں بایں طرف

دالی پھول لئے ہوئے ہیں ان میں کی دو غالباً مالکھی اور لوچن ہیں ان کے اوپر دو بدھ کے بت ہیں۔ اندر ایک بڑا مجسمہ بدھ کا ہے جس کے شانوں پر بادل سایہ کئے ہوئے ہیں بہت سے اوپر تین قطاریں بدھ کی صورتوں کی ہیں اوپر کی دو قطاروں میں پاؤں چھوڑ کر بیٹھا ہے اور نیچے کی قطار میں آتی پالنتی مار کے۔ دواہنی طرف کی دیوار میں بھی مرد اور عورتوں کی لقمہ دیر ہیں جن کے محاذی نالچ ہو رہا ہے جس میں ایک عورت نانچ رہی ہے اور چھ عورتیں ساز بجا رہی ہیں۔ بائیں جانب کے مندر میں آٹھ مورتیاں ہیں پہلی میں بدھ کھڑا ہے اور چھ عورتیں ہیں اور ایک بدھی ستوا ہے۔ سب کنول کے پھولوں پر کھڑی ہیں اور سروں پر چاند کے ہارے ہیں۔ مشرقی مندر میں دو راجہ رانی فریہ اندام بیٹھے ہیں رانی اپنے گھٹنے پر ایک شیر خوار بچے کو بیٹھا لئے ہوئے ہے ان کے دونوں طرف باندیاں پھولوں کے ہارے لٹکھڑی ہیں۔ یہ غالباً سدھو دنا اور ماما ہیں اور بچہ بدھ ہے۔

**انگھواں غار** اس سے ملی ہوئی ایک لمبی سرنگ ہے۔ یہ غار بنتے بنتے رہ گیا اس کا ہال ۲۷ x ۲۰ فیٹ ہے جس میں نقاشی کا کام ہے۔

**نواں غار** بالکل گر بٹ گیا ہے۔ اس کا ہال ۸۵ x ۱۹ فیٹ ہے جس کے چھ تین ہال اور تھے۔ پہلا ۵۱ - ۴۸ x ۳۱ - ۲۸ ہے جس میں بدھ بیٹھا ہوا ہے دوسرا ۳۸ x ۳۱ - ۱۰ - ۱۰ جس میں دونوں طرف عورتوں کی مورتیاں ہیں۔ چھ کاکرہ ۵۱ فیٹ ۴ - ۱۰ - ۱۰ مندر کے دروازے پر ناگ کا محافظ بیٹھا ہے مندر کے اندر بدھ کا سر ہے۔ تیسرا ہال ۴۱ - ۳۱ x ۱۲ - ۱۰ ہے جس میں بدھ ایک سخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اور دونوں طرف چوری بردار کھڑے ہیں۔ دیواروں پر متعدد لقمہ دیر عورتوں کی ہیں جو معمولی قد و قامت سے بھی بڑھی ہیں۔ مغربی دیوار پر ایک بت بدھ کا (۱۷) فیٹ اونچا ہے۔ پچھلی دیوار پر بدھ کا پاؤں ہے جس کے پاس پدم پتی کھڑا ہے جس کے چار ہاتھ ہیں۔

**دسواں غار** ان پہاڑوں میں دوسرے غار بالکل سیدھے سادے اور ناتمام ہیں۔ دسواں غار جو تیسرے گروپ میں ہے ۶ x ۳ فیٹ جس کا سامنے کا حصہ زمین دوز ہے۔

**گیارہواں غار** اس کا براآمدہ نو فیٹ چوڑا اور تیرہ فیٹ گہرا ہے۔

**بارہواں غار** اس کا ہال چھپالیس فیٹ مربع ہے لیکن شروع ہوتے ہی ویسا ہی

اور صوڑا چھوڑ دیا گیا۔

**بہرہول** اور رنگ آباد سے تین میل گندے نامے پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اور رنگ آباد کے زمانے میں یہ بہت آباد قصبہ تھا جیسا کہ اس کی شاندار سراؤں اور شکستہ مقبروں ویران باغوں سے معلوم ہوتا ہے۔

**چھتری** اور رنگ آباد سے (۱۶) میل ایک بڑا قصبہ پھلمیتان دی پر واقع ہے یہاں انگریزی کثرت سے ہے۔ وسط آبادی میں ایک مستحکم گڑھی بنی ہوئی ہے اور بہت سے مندروں کے نشانات ہیں جن کے پتھر مسلمان اٹھاڑے آگے اور جا بجا عمارتوں میں لگا دئے۔ ایک دروازہ پر ایک قدیم کتبہ سنسکرت زبان میں تھا جس سے دیول کی تعمیر کا ۱۲۴۴ء نکلتا تھا۔ پھلمی سے دو میل جنوب میں اور ایک بڑا قصبہ بلدر تھا جو اب بالکل تباہ ہو گیا جس کا صرف ایک دروازہ بچا ہے۔ یہاں کی زمین باغات کی کاشت کے لئے نہایت موزوں ہے اور ہر قسم کی زرکاریاں بے افراط ہوتی ہیں۔

**ستارا** اور رنگ آباد سے (۳) میل جانب جنوب ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اس کی گڑھی بھی بہت بڑھی تھی جو اب ویران ہو گاؤں کے شمال میں ایک مندر ہے جس کی سالانہ جاترا ہوتی ہے۔

**راجہ جی سنگھ کی چھتری** راجپوتوں کا مدفن چھتری کہلاتا ہے۔ اس میں نقش و فن نہیں ہوتی بلکہ بطور چلنے کے ہوتا ہے یہ خیال ہندوئے مسلمانوں سے لیا ہے۔ اس کی عمارت چھتری کی شکل کی ہوئی ہے جس کے اوپر پشت پہلو برجیاں ہوتی ہیں اور نیچے ستون۔ اور رنگ آباد کے متصل موضع بہرہول میں اور رنگ زیب کے مشہور سردار راجہ جی سنگھ کی چھتری ہے جس پر پٹن شکل کا گنبد اور اٹھائیس ستونوں کا برآمدہ ہے جس میں اسلامی وضع کی محرابیں ہیں۔ چھوترے پر چڑھنے کے لئے دو جگہ پندرہ پندرہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ برآمدے کے والان کے چاروں کونوں پر چھوٹی چھوٹی چار برجیاں ہیں۔ اسی طرح کی اور کئی چھتریاں اور رنگ آباد میں اور نیز دولت آباد کے راستے پر ہیں مگر ان کا ذکر موجب طوالت ہے۔

اعراس اور جاترہ اور رنگ آباد میں حسب ذیل مشہور اعراس ہوتے ہیں۔

شاہ مسافر صاحب - شاہ علی صاحب نہری - شاہ غلام حسین قادری - شاہ نواز صاحب جموی  
 شاہ نظام الدین - سید نواز الہدی - شاہ احمد گجراتی - قمر الدین -  
 جاترا یہ ہیں :- کھنڈ و باکی جاترا کرپورے میں پانچ کے مہینے میں - ہر شول کی جاترا دسمبر  
 بالاجی کی جاترا جعفری دروازے کے پاس - پچھمن کامیلا تیلی کی سنڈی میں باہ جولائی و اگست  
 دسمبر کرپورے میں ستمبر و اکتوبر میں -

۱۵ آپ نجاد شریف سے تشریف لائے تھے - پہلے کچھ دنوں برہاں پور میں رہے بعد اورنگ آباد میں  
 اورنگ زیب کے زمانے میں آئے - نواب دیانت خاں وزیر آپ کے مرید تھے - آپ نے سن ۱۱۸۰ھ میں  
 انتقال کیا اور پٹن دروازے کے باہر مدفون ہیں - آپ کے خلیفہ شاہ مظلوم اور بعد ان کے شہاب الدین  
 فرخ آبادی تھے -

## قطعات تالیخ بیرون درگاہ حضرت شاہ نور جمویؒ

تالیخ مرقد محمد عمر مع زوجہ اش      سین رحلت اللہم اغفر  
 سن ۱۳۳۰ھ

کنیز فاطمہ چوں کرد رحلت      قلوب اقر بایش گشتہ محروں  
 اگر پرستند از تو سال فوتش      بگو - الفت بجنّت رفتہ مدفون  
 سن ۱۳۲۰ھ

افسوس محمد ارمہد وزیر خاں      کرد از جہاں چو سوے جہاں جلد تر سفر  
 الفت نمود فکر تالیخ رحلتش      ہاتھ بگفت - موجب داغ دل و جگر  
 سن ۱۳۱۹ھ

آہ محبوب خاں پراز ارماں      خانہ بگداشت و بگور بنجفت  
 ہاتھ غیب از سر تخمیں      سال فوتش ہو الغفور بگفت  
 سن ۱۳۲۸ھ

مصنوعات اور پیداوار اورنگ آباد کا ہموار و مشرق بنایت مشہور ہے جس کی شیر دانی اور زنائے پانچاے بہت نفیس بنتے ہیں۔ اورنگ آباد کا چاندی کا کام اور جست کی ہلکی طرحی اور گلاس اور گوتا کناری بہت عمدہ ہوتا ہے۔ میوہ جات سنترے۔ انار۔ انگور۔ انجیر۔ اودو کیلے۔ ترکاریوں کی بہت کثرت ہے۔ اب انگور اور انجیر کی کاشت بہت کم ہو گئی ہے۔ مگر پھر بھی کثرت سے ملتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۵۔

### کتبہ مزار امیر مردان یار جنگ بہادر

چوں کہ مردان یار جنگ امیر  
زین جہاں رفت و گشت داخل خلد  
سال تاریخ اوز دل جستم  
بادل خستہ گفت داخل خلد

۱۲۶۹ھ

چو ہمیشہ محمد شیر خاں جیف  
بجنت رفت از دنیاے جیفہ  
خسرو تاریخ فوٹش از سر آہ  
بگفتہ دای خاتون عقیفہ

۱۳۱۹ھ = ۱۰۳۲ھ

حسن بیگ چوں کرو نقل مکان  
شدا دل یعنی مسند نشین بہشت  
سنش از سر بدل زیب آمدہ  
حسن بیگ بیشک نگین بہشت

۱۳۲۱ھ = ۱۰۳۹ھ

محمد اکبر است میناے عالم

۱۲۹۲ھ

اورنگ آباد کی موجودہ حالت اورنگ آباد اب حیدر آباد گوداوری دیلی ریلوے کا بڑا اسٹیشن ہے اور صوبہ دار و ضلع کا مستقر ہے۔ صوبہ کے تمام بڑے بڑے محکمات یہاں ہیں۔ فروری ۱۸۸۱ء کی رو سے یہاں کی مردم شماری ۱۰۹۳۳۰ تھی۔ اب بھی حیدر آباد کے بعد اورنگ آباد ہی کا نمبر ہے۔ اگرچہ ریاست حیدر آباد میں چار صوبہ داریاں ہیں اورنگ آباد گلبرگہ - ورنگل اور گلشن آباد سیدک۔ مگر قدیم صوبہ داری اورنگ آباد ہی کی ہے اور اس وجہ سے اورنگ آباد کی صوبہ داری میں جو لوازمہ اعزازی ہے وہ دوسرے صوبوں میں نہیں ہے۔ یہاں قدیم الایام سے مسلمان صوبہ دار ہوتے چلے آئے ہیں لیکن اب چند سال سے حضرت عفران مکاں نواب میر محبوب علی خاں بہادر مرحوم و مغفور نے اس قید کو اٹھا دیا اور مذہبی اعتدال کا ثبوت میں نواب برزو جنگ بہادر (پارسی) صوبہ دار کے تقرر سے دیا۔ صوبہ دار کو وہی اختیارات ہیں جو برٹش گورنمنٹ میں کمشنر کو ہیں۔ نواب برزو جنگ بہادر کے تقرر سے پہلے پہل لوگ متوحش تھے مگر ان کی ذات مجمع صفات متنوعہ ہے پہلے آپ ضلع اندور کے اول تعلقہ دار یعنی کلکٹر تھے اس کو ردہ کو آپ نے حیدر آباد کا بچہ بنا کر نظام آباد نام رکھا۔ اورنگ آباد کی خوش نصیبی ہے کہ آپ جیسا نیک دل اور خدا ترس حاکم ملا۔ جو سرکار اور رعایا کا دلی خیر خواہ۔ بے نظیر عادل و منصف اور ہر دل عزیز حاکم ہے۔ آپ میں آبادی کو رونق اور ترقی دینے کا بے نظیر ملکہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اورنگ آباد جو طاعون اور قحط کی دھری بلاؤں سے ادھیسا گیا تھا آپ کی حسن توجہ سے پنپ رہا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۶۔

محمد رضا خاں حکیم زماں  
اگر از تو پرسند تا رنج او  
شده راہ پیمای اوج بہشت  
گو۔ رونق افزای اوج بہشت

۱۱۷۲ھ

## چوتھا ضمیمہ قلعہ اوسہ

ضلع نلدرنگ حال عثمان آباد کی ایک تحصیل اوسہ ہی بارسی لیٹ ریلوے کے اسٹیشن اوسہ روڈ سے قصہ اوسہ (۱۱) میل ہے۔ یہ قدیم بستی ہے۔ سلسلہ میں جب کہ مرتضیٰ نظام شاہ کے مقابلہ میں سیدی جنیر کو فتح ہوئی تو اُس نے اوسہ کا نام عنبر پور رکھا تھا چنانچہ تاریخوں میں ہی نام درج ہے۔ کثرت استعمال سے امر پور ہو گیا مگر یہ پتہ نہیں چلتا کہ اوسہ کس طرح نام پڑا۔ آبادی سے بالکل ملا ہوا یہ جانب جنوب ایک نہایت عالی شان قلعہ موجود ہے جس کی تفصیل اور بروج اب تک نہایت درست حالت میں قائم ہیں۔ تفصیل پر کے کنگورے اینٹ اور گچ کے ۳۰ سالہ میں نواب ارسلو جاہ نے جب جناب معزا اورنگ آباد سے واپس تشریف لا کر چندے قلعہ اوسہ میں رہے تھے بنوائے ہیں۔ مجموعی صورت تعمیر اس کی تقریباً مربع ہے دو قلعہ کا (۵۰ - ۳۹) فیٹ ہے اور خندق کا عمق بیس فیٹ۔ خندق سے تفصیل کو (۱۲۵) فیٹ کا فصل ہے۔ قلعہ کے سات دروازے یکے بعد دیگرے ہیں (۱) چینی دروازہ (۲) دروازہ احشام (۳) لوہ بندری دروازہ۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ پٹوں کو لوہے کے کیلے اور سپٹر لگے ہوئے ہیں۔ اس دروازے کے داہنے ہاتھ کو گاڑی خانہ اور بائیں کو دالان بنے ہوئے ہیں۔ (۴) عاشور خانہ دروازہ (۵) نو بہت دروازہ (۶) سادات دروازہ۔ (۷) گھڑ پالی دروازہ۔ ان سے گزرنے کے بعد تحصیل کا دفتر اور خزانہ ہے یہ مکان دو درجہ کا ہے پہلے درجہ میں عملہ تحصیل کام کرتا ہے اور دوسرے درجہ میں خزانہ تحصیل و پولیس ہی اسی مکان سے ملا ہوا دوسرے حصہ میں تحصیل دار کا اجلاس ہے عقب میں اس مکان کے ایک مسجد نہایت خوب صورت چھ دروں کی بنی ہوئی ہے۔ مکان دفتر تحصیل کے مقابل صرف ایک درجہ کا دوسرا مکان ہے جس میں محافظ خانہ ہے۔ قدیم زمانے کے دستور کے بموجب اس وقت بھی (۱۵) نفر جو انان احشام ایک تہہ دار ایک نایک اور ایک شعلچی

متعین ہیں۔ ان جوانوں کا پہرہ پہلے اور آخر دروازے پر ہو۔ قلعہ بالکل زمین دوز ہو یعنی سطح زمین کھود کر بنایا گیا ہو آبادی میں سے کچھ کچھ حصہ بروج کا اور بالا حصار نظر آتا ہو۔ یہ قلعہ بروج دو شنبہ ماہ ربیع الاول سن ۱۱۷۷ھ تعمیر ہوا ہو من بعد عادل شاہیوں کے زمانہ حکومت میں کچھ ترمیم و تعمیر ہوئی جس کی تاریخ اس مصرعہ سے ظاہر ہوتی ہو۔ مصرع

”اصل او ساز دولت عادل“

۱۱۷۷ھ

کھلے زمانے میں اوسہ الف کے ساتھ لکھا جاتا تھا۔  
تعمیر قلعہ بارثانی۔ قلعہ کی خندق کے بعد جو چھوٹی فصیل ہو اُس کے مغربی ہرن چروڑے پتھر کے سلون پر یہ دو کتبے بخط بال بوندہ زمان سلطنت رتضی نظام شاہ کے ہیں جس کے عہد میں فصیل کی تعمیر ہوئی کتبوں کی نقل حسب ذیل ہو۔

### کتبہ سنگ اول

کارکرد	نظام شاہ	رتضی	حضرت	زمان	در
رام	اندر	مالک	اعظم	مالک	سوان
جوہر	اعظم	سوان	سوان	کردن	پونگ
۱۵۲۹	۱۵۲۹	۱۵۲۹	۱۵۲۹	۱۵۲۹	۱۵۲۹
ماہ	سंवत्सरे	نام	نام	نام	نام



## کتاب سنگ ثانی

شیرجہا	نیرام	شاہ	در	زمان
مرتنی	نظام	شاہ	در	زبان
اندر	کارکرد	خان	آزم	ہزارن
راس	خوارج	سور	سن	مملکت
شکے	۱۵۲۹	پونگ	جوہر	خان
ماسے	مورتن	گہاڑ	سمان	الفر
نام	سبسمے	ماہ	شان	الف

تیسرا کتبہ صدر دروازہ کے اندر دروازہ کے متصل کوٹھے پر دایہ طرف نصب  
ہی وہ یہ ہے۔

راسنا	ب	نژدیک	دروازہ	لوہ
بندی	کارکرد	جناب	تورک	نان
ٹاپوہار	کوٹھارا	سن	ساتسے	تین
سوموار	ماہ	لاول	مورتن	مجالے

**پرکوٹہ** قلعہ کے اطراف میں خندق ہو جس میں اب زراعت ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد چھوٹی فصیل ہو جس کے درمیان (۱۲۵) فیٹ کا حصہ زمین چھوڑ دیا گیا ہو جس کو پرکوٹہ یا عرابہ کہا جاتا ہو اور اس کے بعد بڑی فصیل جو حصار قلعہ ہو واقع ہو۔ ان فصیلیوں پر کل چھوٹے برج (۳۲) ہیں جن میں ایک برج بلند برج کے نام سے مشہور ہو اور کہا جاتا ہو کہ حضرت پیاری بی صاحبہ کوئی بزرگ بی بی اس میں زندہ دفن ہوئی ہیں جن کا سالانہ عرس اب تک ہوتا ہو۔ قلعہ میں توپیں بھی ہیں جن میں سے ایک توپ قابل ذکر ہو یہ توپ (۸) فیٹ لمبی اور دھانے اُس کا (۱۰) اینچ ہو پتھروں کے گولے کے سواے ایک گولہ آہنی مجوف ہو اور ایک اُس میں سوراخ ہو بوقت جنگ اُس مجوف گولے میں نشتر و چاقو و قینچی و سپیے وغیرہ بھر کر فیر کیا جاتا تھا مجوف گولے کا وزن (۵۵) سیر ہو۔ اس توپ پر یہ کندہ ہو "ابوالغازی شاہ نظام۔ عمل استاد محمد ان حسین رومی۔ دوسری توپ پر بخط انگریزی کتبہ ہو۔ لیکن حروف پڑھے نہیں جا سکتے ہیں۔

**مکانات قلعہ** یوں تو مکانات قلعہ پہلے دروازہ سے اخیر دروازہ تک متعدد ہیں۔ اور حصار قلعہ میں بھی اکثر مکانات مثلاً باروت خانہ اور لنگر خانہ وغیرہ ہیں۔ مگر سب کے سب خراب حالت میں اور شکستہ ہیں موسم بارش میں ٹپکنے میں صرف مکان کچری تحصیل وقتاً فوقتاً مرمت کی وجہ سے کسی قدر ٹھیک حالت میں ہو لیکن یہ خانہ قلعہ کا قابل ذکر ہو۔ یہ خانہ بالکل سطح زمین کے اندر واقع ہو اس میں بیس محرابیں ہیں اوپر سے خانہ کی چھت بالکل ایک حوض معلوم دیتی ہے جس کا طول (۷۶) فیٹ اور عرض (۵۰) فیٹ ہو اور یہ چھت گج کی بنی ہوئی بہت ہی صاف ہو اب کسی مکان کا نام و نشان نہیں رہا اس کے جانب جنوب ایک چھوٹا زمینہ ہو اسی راستہ سے خانہ میں اترنے کا راستہ ہو سیڑھیوں سے اندر جانے ہیں پہلے تو کچھ کچھ تاریک معلوم ہوتی ہے پھر روشن دانوں سے روشنی ہو جاتی ہے۔ یہ خانہ ایک نہایت وسیع و بلند مکان ہو۔ دوسرا مکان قلعہ کا بالا حصار ہو جس پر ایک ہنگامہ قلعہ کے دروازے کے متصل برتن پر بنا ہوا ہو۔ قلعہ کے اندر کسی زمانے میں رنگ محل اور عشرت محل تھے اب بالکل کھنڈر ہو کر صرف نام باقی رہ گیا ہو اور جھاڑی اس کثرت سے ہو گئی ہے کہ دہاں جانا بھی مشکل ہو۔ اسی طرح

دوانبار خانے گنگا اور جمناتے یہ بھی مندرم ہو گئے۔

**توبہ** اس قلعہ میں گیارہ توبہ ہیں۔ بعض توبے غوری سے منسلک ہو گئیں اور بعض پڑی

ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں :-  
نظام شاہی - کنتی - تہتر - چھوٹی - کرک بلی - شیتھو - نعل خانی - شری -

شیر دہاں - لم چھری - کالا ہاٹ -

**بالا حصار** ابتدائی تعمیر قلعہ کے وقت بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ زمانہ عمل کشنری میں - کرل

سیڈورٹیلر نے بنایا تھا یہ مکان نہایت ہوادار اور نہایت بلندی پر ہے جہاں سے دور دور کا نظارہ

ہوتا ہے۔ اندرون قلعہ و بیرون فصیل کلاں متعدد بادلیاں بچتہ بنی ہوئی ہیں چنانچہ بیرونی دروازے کے

باہر ہی برابر برابر تین بڑی بڑی بچتہ بادلیاں اب بھی موجود ہیں۔ چھوٹی اور بڑی فصیل کے درمیان قلعہ

کے دروازے سے تھوڑے فاصلہ پر بجانب جنوب قلعہ دار کا مکان تھا اس وقت مکان مذکور تھا

مندم ہو گیا ہے صرف ایک دروازہ باقی ہے جس پر یہ قطعہ تاریخ ایک پتھر کندہ ہے۔ قطعہ

خدا یا تو ایں قصہ یاسندہ دار بہ اجلاس داؤد علی ذی دول

سروش از پڑ سال تاریخ گفت منودہ مسمی ز عشرت محل

۱۵۰۵ھ

**قلعہ کے قدیم اسناد** کاغذات قدیم سے ایک پروانہ مہری علی عادل شاہ بادشاہ

عازی المرتوم غور رمضان المبارک ۹۱۰ھ جمعہ دار احشام کے پاس موجود ہے جس میں سائر

پانچ چار زمین کنیر داس سد دیوال کو بغرض بند و بست و حفاظت قلعہ و ادائی تنخواہ وغیرہ وغیرہ

دینے کا ذکر ہے اور بھی کاغذات مثل پروانہ و احکام رد و بدل قلعہ داران وغیرہ ہیں لیکن کل کاغذات

۱۵۱۰ھ ہجری کے مابعد کے ہیں۔

**قلعہ کے تاریخی حالات** تاریخی حالات اس قلعہ کے جن کا پتہ تاریخ فرشتہ وغیرہ سے

چلتا ہے وہ یہ ہیں کہ ۱۷۷۰ھ میں عادل شاہیوں کا قبضہ تھا ۱۷۷۲ھ میں بہمنیوں کا تسلط رہا ۱۷۷۵ھ ہجری

میں قاسم برید کو جو دراصل ترکی غلام تھا خواجہ شہاب الدین نیردی نے سلطان محمد شاہ کے ہاتھ

فروخت کیا چون کہ قاسم برید ابتدا ہی سے بڑا لائق اور مدبر شخص تھا ۱۷۷۶ھ میں اس کا عروج

۹۵۱ء میں وزارت سے سرفراز ہو کر قلعہ اوسہ و قنبر بارہاؤ دیگر وکلیانی وغیرہ پر قابض و متصرف رہا اور آگے چل کر خود بادشاہ ہو گیا اور پندرہ سال سلطنت کرنے کے بعد ۹۵۲ء میں انتقال کیا۔

۹۵۲ء ہجری میں جب برہان نظام شاہ بن احمد شاہ ہجری والی احمد نگر نے قلعہ اوسہ کا محاصرہ کیا تو علی برید نے جو قاسم برید کا پوتا تھا ابراہیم عادل شاہ والی بیجا پور کی خدمت میں قلعہ کلہیانی پیشکش کیا اور استدعا چاہی۔ ابراہیم عادل شاہ بعزم اعانت نہضت فرماے اوسہ ہوا اور بعد ملاقات علی برید باتفاق باہم برہان نظام شاہ کے مقابلہ کے لئے متوجہ ہوئے اور فیما بین آتش حرب و رزم گرم ہوئی کہتے ہیں کہ نظام شاہ نے قلعہ اوسہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر بیجا نب مشرق جو "سلطان ٹیکڑی" کے نام سے مشہور ہے اور جہاں اس وقت تک ایک چھوٹا سا ٹیلہ اور ایک مسجد اور دو تین درخت اہلی کے موجود ہیں لڑائی کی اور حریف کو پس پائیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں محصورین کو امان دی اور قلعہ فتح کر کے اودھ گئے۔

۹۵۳ء میں احمد شاہ فرماں روا نے احمد نگر وجہ درویشک زعفر پیکر محمد جلال الدین اکبر بادشاہ غازی احمد نگر سے راہی ہو کر قلعہ اوسہ میں سیان بنجو کے ساتھ آیا تھا مگر پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد واپس چلا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ مذکور میں قلعہ اوسہ زیر حکومت فرماں روا یا احمد نگر تھا۔

۱۰۱۲ء ہجری میں جب کہ مرتضیٰ نظام شاہ بن شاہ علی بن برہان شاہ تخت نشین احمد نگر ہوا اس کے زمانے میں عنبر نامی حبشی و راجو وکئی سرحد تلنگانہ و سرحد مرہٹواری مثل بیڑ و دولت آباد و سید رو وغیرہ اپنے قبض و تصرف میں لاکر خود مختار بن گئے۔ راجو وکئی نے جب قوت فوجی مرتضیٰ نظام شاہ کی زیادہ دیکھی تو حسب ضرورت و مصلحت بادشاہ کی اطاعت قبول کی اور قلعہ اوسہ مع چند قریب اخراجات ضروری و مصارف لائبریری کے عوض بادشاہ کے پیشکش کے ۱۰۱۲ء ہجری میں مرتضیٰ نظام شاہ اور حبشی عنبر کا مقابلہ بھی اسی مقام پر ہوا بعد غول ریزی افواج طرفین مرتضیٰ نظام شاہ کا میاں اور حبشی عنبر غالب رہا۔ اس کے بعد ۱۰۶۷ء میں اورنگ زیب

قبضہ ہوا۔ من بعد سرکار اصفیہ کا جو بفضلہ تعالیٰ اب تک قائم ہے۔

## آثار قیمہ تعلقہ او

**مسجد جامع الشہداء** قلعہ کی قدیم عمارتوں میں سے مسجد جامع ہی یہ مسجد پختہ سنگ سیاہ سے بہت خوب صورت بنی ہوئی ہے جس کے سیاہ ستون نہایت مصطفیٰ و منجلی ہیں۔ مسجد کا طول (۳۲) ہاتھ اور عرض (۲۸) ہاتھ اور بلندی (۵۰) ہاتھ ہے۔ اس مسجد کی بنائے زمانہ اور رنگ زیب عالم گیر بادشاہ غازی ہوئی ہے اور بالکل درست حالت میں ہے مسجد آباد معاش جاری اور خدمت ادا ہوتی ہے قطعہ تاریخ مسجد یہ ہے جو محراب میں نصب ہے۔

دور مان شاہ دیں اور نگ زیب  
بندہ اش از جان دل سہراب خاں  
گو بگیتی سایہ لطف خداست  
بائی این مسجد بزرگت فراست  
شدر رقم از ہر تاریخ بناے  
مسجد والا مکان دل کشاست

۱۰۵۱ھ

## بیت

ایں دل پذیر مسجد و این دلکش مقام  
از اہتمام نور محمد شدہ تمام  
(داروغہ تعمیر مسجد سید بابو)

**باولیاں** آخری دروازہ قلعہ کی بائیں جانب دو باولیاں ہیں اور دروازے کے سامنے سیدھی طرٹ ایک باولی ہے۔ پر کوٹے میں تین باولیاں ہیں۔ (۱) توے باولی (۲) پیاری بی کی باولی۔ (۳) اندھیری باولی جو اندرون برج ہے۔

**بزرگان دین** حضرت خاکی شاہ قدس سرہ۔ حضرت میر محمدی شاہ قدس سرہ۔ حضرت بہان شاہ قدس سرہ۔ حضرت برہان الدین عرف سید ساوات قدس سرہ۔ حضرت برخوردار خواجہ نقش بند قدس سرہ۔ ان بزرگان دین کے عہود گل کے لئے سرکاری معاش مقرر ہے خدا خدمت ادا کرتے ہیں منجملہ ان اولیاء کے حضرت خاکی شاہ قدس سرہ کا زمانہ بہت قدیم ہے اور

تعمیر قلعہ کے بعد (۱۷۳۳ء) سال کا زمانہ آپ کے تشریف آدری کا ہو کیوں کہ مندرجہ ذیل فقرات سے زمانہ آمد و رحلت معلوم ہو سکتا ہے۔

خالی بمقام

خالی بمقام

۸۱۴

۸۱۴

تیلی گنبد ۱۰۳۴ھ کتبہ بیرون قلعہ اوسہ و بیرون آبادی برگنبد موسوم بہ تیلی گنبد متصل راستہ و باولی دگر بایا۔

بخط نسخ

سپہر عصمت مہر جا کر میہ عصر  
کہ مرغ رویش پرواز کرد بر افلاک  
برائے تربت اور وضعہ بنت کردند  
کہ خیرہ ماند در ویدہ اولوالا دراک  
چو خواستم ز خرد سال قوت و وضعہ او  
خرد بگفت طالب از حروف و وضعہ پاک  
۱۰۳۴ھ

معابد ہنود قصبہ اوسہ میں ایک دیول بلپا مہاراج کا ہو گویہ دیول چنداں قدیم نہیں ہے لیکن ۱۲۵۲ھ میں استہام سے ابر پا قوم سنگایت بقال کے تیار ہوا ہے۔ اس دیول میں چتر کا کام بہت ہی صنعت سے کیا گیا ہے دیول میں تین حجرے ہیں ایک حجرہ میں خود ایر پاکا اور دوسرے میں گنڈ و مہاراج کا اور تیسرے میں ناتھ کا سادہ ہے۔

موضع کھروسہ کا لینا قصبہ اوسہ سے (۱۱) میل کے فاصلہ پر موضع کھروسہ اس تحصیل کے تحت ہے موضع مذکور کے جانب مشرق ایک مختصر سلسلہ پہاڑوں کا ہے۔ پہاڑ میں تراش کر مکان بنایا گیا ہے اس کے متعلق کوئی تاریخی واقعہ ہم دست نہیں ہوا پیشل پٹواری موضع کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان بھی اسی زمانہ کے بنے ہوئے ہیں کہ جب ضلع عثمان آباد اوخل آباد کے لینا اور ایلورہ کے مکان بنے تھے صرف عثمان آباد کے لینا اور یہاں کے لینا میں فرق اسی ہے کہ کھروسہ کے مکانات سہنزلہ ہیں اور عثمان آباد کے لینا کا صرف ایک درجہ ہے۔

۱۵ پہاڑ کھروسہ کو مکان بنایا جاتا ہے اسے لینا کہتے ہیں ۲۰

## پانچواں ضمیمہ چبانگر

ہیجا نگر کی ہم ایک مختصر گائیڈ لکھتے ہیں جس سے معلوم ہو سکے کہ پہلے یہاں کی حالت کیا تھی اور اور اب کیا ہے۔ اب اس اُجرے دیار میں دیکھنے کے قابل کیا ہے رہا ہے۔ حالات جو میں نے لکھے ہیں وہ

ہیں اس میں چشم دید بھی اور کچھ شنید بھی ہم نے اپنے سیاح کو کاملا پور کے مسافر بنگلے میں اتارا ہوا اور سارے شہر کا چکر بھاگ کر اسے بھر دیں پوچھا دیا ہے جو شخص اس گائیڈ کو اپنے ساتھ رکھے گا ہمیں امید ہے کہ وہ پوری طرح یہاں کی سیر کرے گا اور اسے کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے گی۔ اس گائیڈ کے لکھنے میں مجھے راز ہوا درسی۔ اپنی۔ گنوڈ صاحب (ہوس پیٹ) کی مختصر کتاب سے بہت مدد ملی ہے جس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔

فی زمانہ جس قصبے کا نام بھی مشہور ہے وہی قدیم زمانے کا مشہور شہر دیچانگر یا وڈیا نگر تھا جو اپنی وسیع فتوحات اور اپنے حکمرانوں کی امارت اور تمکول کے لئے مشہور تھا۔ یہ مقام دریائے تینگ بھدرا پر لمبھاری سے بہ فاصلہ (۳۷) میل اور ہوس پیٹ سے (۷) میل ہے۔ یہ دونوں مقامات سدرن مرہٹہ ریلوے کے اسٹیشن ہیں۔ اگرچہ ہوس پیٹ ہی سے کھنڈر کا سلسلہ شروع ہوا ہے لیکن کاملا پور میں مسافر بنگلہ بنایا گیا ہے جو قدیم عمارات مندرجہ کے بچوں بیچ میں ہے۔ ہوس پیٹ سے چلتے ہی ہمیں کی سڑک پر ریلوے کی لائنوں کے ساتھ (چھانک) کے پاس جو ہوس پیٹ کیپل کی سڑک پر ہوا انتہا سانبھا گڑی ایک بہت بڑا دیول ہے جو اب بالکل ویران ہے تاہم اس کا بڑا احراب دار قبہ جو خاص کاری گری سے بنایا گیا ہے قابل دید ہے۔ اس گنبد میں ایک بہت بڑی مورت وشنو کی جو سانپ پر بیٹھا ہوا ہے رکھنے کا ارادہ تھا۔ یہ مورت اب بھی بڑی تعلق کے ایک موضع میں جو ہوس پیٹ سے پچاس میل کے فاصلے پر چوڑی ہوئی ہے اور دیول خالی پڑا ہے جو حال میں سرشتہ تعمیرات کی لہ گائیڈ اس کتاب کو لکھتے ہیں جس میں کسی شہر کے حالات بیان کئے جائیں ۱۲ لے ریل کی سڑک پر جو چھانک

زیر نگرانی دیا گیا ہے۔ انٹا سانیٹا گوڑی سے سڑک ملینا گوڑی کو پھٹ جاتی ہے جو ہوس پیٹ سے (۱۳) میل ہے یہاں بھی ایک بڑا بھاری سیوا کا ویران دیول ہے۔ دیول کے سامنے ایک پتھر پر ایک کتبہ <sup>۱۷۱۸</sup> کا کندہ ہے جس میں دیواری را جہ بجا نگر کے عطیہ کا ذکر ہے۔ شہر بجا نگر کی سات فصیلوں میں سے دو فصیلیں یہیں ملتی ہیں اور دو دروازے بھی موجود ہیں۔ جن کے پاس سے سڑک گزرتی ہے جو قدیم رستہ کا نشان بتلاتے ہیں۔ آگے بڑھ کر سڑک ایک سطح میدان سے گزرتی ہے۔ اس میدان میں دو تین محزوظی شکل کے دیول متفرق مقامات پر نظر پڑتے ہیں۔ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک بہت بڑا تالاب ہے جس کے بندر سے کلا پور کی سڑک جاتی ہے یہیں ڈاک خانہ اور مسافر بنگلہ (یہ بھی قدیم دیول تھا جس کو جے ایچ ماسٹر صاحب سابق کلکٹر بھاری نے مسافر بنگلہ بنا دیا) ہو اب یہاں سے سیاح کو ہم ان مقامات کی طرف ے چلتے ہیں جو اس نواح میں قابل دید ہیں۔ یہاں سے دو سڑکیں بطور مثلث کی دو شاخوں کی پھوٹتی ہیں ایک تو ہمیں کے دیول کو جاتی ہے دوسری اُس گھاٹ کو جاتی ہے جہاں سے عبور کر کے آنا گندی (جو آب راجگان بجا نگر کے پس ماند گاں کا مسکن ہے) کو جاتے ہیں۔ مثلث کا قاعدہ دریائے تنگ بھدرا ہے۔

برباد شدہ عمارتوں کا مجموعہ جو آب محل کہلاتا ہے موضع کلا پور کے پاس ہے۔ یہ مقام ایک کھلا پہاڑی میدان ہے جسے قدرتی طور پر پہاڑوں کے پتھروں نے ایک بیضوی شکل کا بنا دیا ہے جس کے دیکھنے سے اس قدرتی مقام کی دل چسپی ظاہر ہوتی ہے کہ یہ جگہ خاص کرنے صرف اپنے حسن منظر کے لحاظ سے پسند کی گئی تھی بلکہ بکار آمد بھی تھی۔ اس جگہ کے اطراف کے پہاڑ قدرتی طور پر قلعے اور محاذات کا کام دیتے تھے اور پتھروں کے بڑے بڑے گنڈے مندروں اور مکانات کے بنانے کا بڑا ذریعہ تھے ان ہی خوشنما پہاڑوں کے بڑے بڑے پتھروں کے گنڈوں کے درمیان چٹانوں پر سے دریائے تنگ بھدرا پیچ و خم کھاتا ہوا رواں ہے۔ ہوس پیٹ سے آتے وقت دور سے ہی درختوں کے جھنڈ میں جا بجا مندروں کی چوٹیوں کی جھلک نظر آتی ہے اور ایسا معلوم دیتا ہے کہ ہم کسی آباد شہر کے قریب آ رہے ہیں لیکن جوں جوں نزدیک آتے جاتے ہیں سوائے ویرانی اور ٹشکر کے مالوں اور شمالی زار کے کھیتوں کے کچھ نہیں پاتے۔ اگرچہ وہ بڑی بڑی نہریں جو کسی زمانے میں لاکھوں آدمیوں کی منور تھیں

سے بڑے بڑے پتھروں کو گنڈے کرتے ہیں ۱۲



کے لئے بیکار آ رہے تھے اب بھی موجود ہیں لیکن اب ان کا مصرف صرف کھیتوں کو پانی پہنچانے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس میدان میں گشت لگانے والے کو جا بجا قدیم مکانات اور بازاروں کے نشانات ملیں گے۔ سیلوں تک جہاں تک نظر کام کرتی ہے سوائے اُچڑے ہوئے محلات۔ مکانات دیول۔ مندر۔ ستون۔ برآمدوں۔ دروازوں۔ خالی چار دیواریوں۔ فضیلوں۔ برجوں۔ سورجوں ٹوٹے پھوٹے خشک تالابوں۔ حوض۔ پانی کی نالیوں۔ مورتوں اور بتوں کے کچھ نظر نہ آئے گا۔ یہ سب زبان حال سے اپنی شان و شوکت اور عظمت اور اپنی ویرانی بربادی اور تباہی کی انوشا و حسرت آمیز داستان بیان کر رہے ہیں۔ زمانے اور انسان کے ظالم ہاتھوں نے کس بے رحمی اور سفاکی سے ایسے عظیم الشان شہر کو برباد کیا ہے جس کے ویرانے کو آج ہم دیکھنے آئے ہیں۔ ڈاک جنگل سے چل کر شہر کی فضیل کے برابر سے سڑک گزر کر شہر میں پہنچتی ہے۔ راستہ ٹیڑھا میڑھا ہے جو غائب دشمن کی روک تھام کے لئے بنایا گیا ہوگا جیسا کہ قدیم زمانے کا دستور تھا۔ تھوڑی دور آگے چل کر ایک ٹیکڑے پر ایک دیول چند راسیکھ مٹھ ہو جائیگی تک صحیح سلامت ہے وہ شاید اس وجہ سے اپنی حالت پر چھوڑ دیا گیا کہ اس عمارت میں کوئی خاص خوبی نہ تھی اور برباد کرنے اور اجاڑ ڈالوں کو اسی وجہ سے اس کی طرف توجہ نہیں ہوئی چونکہ راجہ جیسا کہ اور سب مندروں کا حال ہے اس میں بھی کسی دیول کی مورت نہیں ہے خالی دیول پڑا ہے۔ اس سے گمان ہوتا ہے کہ مندروں کے بتوں کو توڑ پھوڑ کر غارت کر دیا۔ اس دیول کے پاس ہی ”رائیوں کا حاکم“ ہے یہ عمارت (۵) فیٹ (۵) اینچ مربع ہے اور اس کے دروازے کماندار ہیں۔ عمارت کے وسط میں ایک پچاس فیٹ مربع حوض ہے جو نو فٹ عمیق ہے۔ چاروں طرف برآمدہ لداؤ کا ہے۔ جس پر نہایت عمدہ نقش و نگار بنے ہوئے ہیں۔ عمارت کی موجودہ حالت۔ طرز۔ آراستگی کے گمان ہوتا ہے کہ یہ اپنی اصلی حالت پر نہیں ہے بلکہ مسلمان فاتحین کا تصرف نمایاں ہے پس یا تو مسلمانوں نے شکست و رنجت کر کے اسے اپنے طرز پر بنالیا ہے یا یہ کہ راجگان ہی انگریزوں نے مسلمان کا ریکڑ سے بنوایا ہو۔ یہ مکان ”زمانے سے اس قدر دور ہے کہ ہمیں اس میں بھی تاثر ہے کہ آیا یہ عمارت فی الواقع رائیوں کا حاکم تھا یا نہیں اور اگر ہو گا بھی تو خاص خاص مواقع کے لئے نہ کہ عموماً لیکن پانی کی بے شمار نالیاں۔ متفرق متعدد حوض۔ روٹیں۔ مندر۔ پٹے بتا رہے ہیں کہ اس مکان کے اہل

میں باغات ضرور ہوں گے جن کا سلسلہ زمانے مملات تک پہنچتا ہو اور ممکن ہے کہ اُس زمانے میں رانیاں اس حمام تک اس طرح آ سکتی ہوں کہ کسی کی نظر ان پر نہ پڑے۔ اسی مقام کے قریب ذرا بلندی پر اُس نہر کی علامات موجود ہیں جس سے اس حمام اور نیز شہر میں پانی پہنچایا جاتا تھا اور اب تک جا بجا پتھر کی ٹالیاں موجود ہیں جن میں سے پانی دوڑتا تھا۔ زمانے حمام سے چند فاصلے پر جانب شمال و مغرب ایک اور بڑا اور وسیع حوض موجود ہے جو راجاؤں کے حمام کے نام سے مشہور ہے اور وہ محلات سے قریب بھی ہے۔ یہ مقام مٹی کے ٹیلے میں دبا ہوا تھا حال میں کھود کر نکالا گیا ہے اور اس طرح بہت سے مکانات ٹیلوں کے اندر دبے پڑے ہیں چنانچہ جب میں دیکھنے گیا تھا جب بھی ایک دیول کھود کر نکالا جا رہا تھا جو قریب نصف کے نکل چکا تھا (اس حمام کا صرف پختہ صحن اچھی حالت میں ہے اور پانی کے آنے جانے کے رستے بنے ہوئے ہیں باقی کا حصہ مندم ہو گیا۔ زمانے حمام سے قریب ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر ٹیلوں کا ایک سلسلہ نظر آتا ہے جس میں مسلسل چبوترے اور برآمدے معلوم دیتے ہیں۔ اس ٹیلے کی بلندی ۳۱ فٹ ہے جس کے بلند مقام پر اب تک ایک مندر کے کیمرات معلوم ہر تہ ہیں جسے عبدالرزاق سیاح نے طلانی برآمدہ اور مصلح تخت لکھا ہے اور جہاں سے اُس نے ہندوؤں کے بڑے بھاری دسہرے کے اتوار کا تماشا دیکھنے کی دل چسپ کیفیت بیان کی ہے۔ اس کو اب تک تخت گاہ اور ہالومی یا دسہرہ ڈیہہ کہتے ہیں۔ دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہاں کوئی چھوٹی تفصیل یاد دہرا حاطہ ہو گا جس کے بیچ میں رستہ بنا ہوا تھا چنانچہ اب بھی اس ٹیکڑے پر رستے کے سٹر پر ایک چھوٹا سا کمرہ بنا ہوا ہے۔ غالباً ایسے سے راجہ اور رانیاں دسہرے میں اور دوسری تقریبات میں ہاتھیوں کی لڑائی، گشتی اور مختلف قسم کے تماشے دیکھا کرتی تھیں کیوں کہ اس کے بیچے و سبب سید تماشے گاہ کا موجود ہے۔ اس مقام کے پتھروں کی سلوں پر تمام نسبت نقش و نگار ہیں۔ ایک جگہ راجہ تخت پر بیٹھا ہوا ہے اُس کے سامنے ایک قطار برچھے برداروں کی کھڑی ہے۔ ہاتھی، اونٹ، شیر، شکاری، اور ان کے کتے جو ہرنوں کا تعاقب کر رہے ہیں۔ رنڈیاں اور ان کے سازندوں کی تصویروں سے باقی جگہ بھری ہوئی ہے۔ اس قسم کی ہمت سی تصویریں ہیں لیکن بھدی ہیں حال آنکہ اسی کے پاس ہزار راما سوامی کے مندر کے نقش و نگار بہت عمدہ اور نفیس ہیں۔ اسی کے

قریب دو دروازے دکھائی دیتے ہیں جو زمین کے اندر دب گئے ہیں اور جو ایک ہی پتھر کے معلوم دیتے ہیں جن کے سامنے چوڑے بھی ہیں۔ اس ٹیکڑے پر سے شہر کا نظارہ بہت اچھی طرح ہو سکتا ہو اور شہر کی عمارات کے تین حصے جدا جدا معلوم دیتے ہیں راجہ کا محل۔ زنانے محلات اور دھن ٹاپک کا محل اور دیگر عمارات بھی بخوبی دکھائی دیتی ہیں۔ ہر حصہ محاط ہوا اور اس کے متعلق بیوتات اور صحن جدا جدا ہیں۔ راجہ کے محل کے نام سے جو جگہ اب شہر پر اس میں متعدد عمارتیں جدا جدا ہوں گی چنانچہ تخت گاہ یا دسہرہ ڈبہ بھی اسی میں شامل ہے۔ ان عمارات کا سلسلہ ایک دو سے سے چھتوں اور تہ خانوں کے ذریعے سے ملا ہوا ہو گا چنانچہ ”تخت گاہ“ کے قریب ہی اس دیول سے جو ابھی دیا ہوا نکالا گیا ہے چند گز کے فاصلے پر صاف تہ خانے کا رستہ دکھائی دیتا ہے۔ خاص راجہ کے رہنے کا محل جس کا نام ”وجایا بھوں“ تھا وہ تو بالکل ویران ہے اس کے صرف چوڑے کا نشان باقی ہے جس پر کسی زمانے میں عالی شان محل کھڑا ہو گا اور اس چوڑے کے اطراف میں ان دروازوں اور چھتوں کے نشانات بھی ہیں جن میں سے راجہ کے محل میں داخل ہوتے تھے۔ اس چوڑے کے شمال رخ ایک بہت بڑا حوض ہے جو اب بھی پتھر میں تراشا گیا ہے جو ۱۴۰ فٹ ۴۰ فٹ ۴۰ فٹ کا جاتا ہے کہ یہ حوض راجہ کے باورچی خانے میں تھا اور اس میں محل کے مصروف کے لئے دودھ بھرا رہتا تھا۔ راجہ کے محل کے جنوب میں اسی احاطے میں ہزار آرام چندر کا دیول ہے جو راجہ کی پریوٹ عبادت گاہ تھی۔ یہ مندر شمال سے جنوب کو (۱۱۰) فٹ اور مشرق سے مغرب کو (۲۰۰) فٹ ہے۔ اس مندر کو کشن دیوار نے ۱۳۱۷ء میں بنایا تھا۔ دیول کی بیرونی دیوار پر قدیم کسٹری زبان کا ایک کتبہ بھی ہے اور دیول کے اندر ایک اور کتبہ ہے جس میں تھاران (وزیر اعظم) کے ۱۳۵۷ء میں گرانٹ کا حال لکھا ہے۔ یہ دیول دو سے دیولوں کی طرح وسعت کے لحاظ سے قابل ذکر نہیں ہے بلکہ ایک تنہائی کا مقام ہے اور شاید اسی وجہ سے راجہ نے اسے پریوٹ عبادت گاہ مقرر کی ہوگی۔ اندر گتے ہی بلند اور عالی شان دیواروں پر ہزاروں تصویروں کی بنیت نظر آتی ہے جس کو دیکھ کر ہنسی دیر کے لئے انسان محو ہو جاتا ہے۔ اس دیول کا نام ہزار آرام چندر کس وجہ سے پڑا ہو معلوم نہیں ہو تا شاید اس وجہ سے ہزار اکلا یا گیا ہو کہ راجہ کے محل کے دروازے کے پاس تھا یا

سری رام چندر کی ہزار ہا تصویروں دیواروں اور ستونوں پر کھدی ہوئی ہیں۔ ان تصویروں میں رام این کے تمام سین بتلائے گئے ہیں۔ دیول کی دیواروں کے بیرونی رخ پر رام این میں جو شکار کے متعلق سین ہیں وہ بتلائے گئے ہیں اور ان تصاویر میں اعلیٰ درجے کی صنایع کی گئی ہے۔ ماوشما کو دیکھنے کے لائق اس سندرمیں چار سنگی ستون ہیں جو درمیانی حصہ ”اروہا منڈپ“ میں ہیں۔ یہ سنگ ستون کے ہیں جو بالکل سیاہ ہیں اور اس قدر صاف تراشے گئے ہیں اور ان پر نقش و نگار اور تصاویر ایسی عمدگی سے کھودے گئے ہیں کہ پتھر تو پتھر کا غدر بھی اُن کا بنانا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

ہزار ارام چندر کے دیول کے بعد ہم ایک قسم کے چھتے میں سے گزرتے ہیں جس کے دونوں طرف منڈپ ہیں جن میں سے بعض دو منزلیہ ہیں اور زنانے محلات میں پونچ جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ چھتہ کسی زمانے میں اس غرض سے بنایا گیا ہو گا کہ راجہ کے محل سے زنانے مکانات تک گوشہ پر وہ رہے۔ جن عمارات کو زنانے محلات کے نام سے موسوم کیا گیا ہے وہ ایک بہت بڑا احاطہ جس کی بلند بلند دیواروں کے بعض بعض حصے اب بھی موجود ہیں یہ دیوار چھوٹے چھوٹے پتھروں سے بنائی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض پردے کی غرض سے طیار کی گئی تھی نہ کہ بطور حصار کے جو کسی وقت غنیم کے مقابلے کو کام آئے۔ اس مثلثی احاطے کی تینوں کونوں پر تین تین بڑے بڑے منار بنے ہوئے ہیں جو دید بان اور نوبت خانے کا کام دیتے تھے اُن کے اندر چکر دار سیڑھیاں ہیں جن پر سے اوپر چڑھ سکتے ہیں۔ اصل زنانہ محل جو ضرور اس سلسلے کے وسط میں ہو گا بالکل نیست و نابود ہو گیا ہے اور اب صرف چبوترہ اور ڈھئی ہوئی عمارتوں کے کچھ ٹکڑے اور کچھ بیوتات متفرق جگہوں پر دکھائی دیتے ہیں جو بڑے احاطے کے اندر ہیں۔ اس عظیم الشان اور خوب صورت محل کے دروازے پر دو ہاتھی نہایت خوب صورت بنے ہوئے تھے اُن کی سونڈیں توڑ پھوڑ والی ہیں اور اصل عمارت جو بہت بڑا محل ہو گا وہ تو اب باقی نہیں ہے البتہ کچھ چھوٹے چھوٹے مکان گرے پڑے رہ گئے ہیں۔ زنانے محلات میں اب صرف ایک بہشت پہل مسقف ہے۔ باقی باقی ہے جو درمیانی ہال کا صرف ایک طرف کا حصہ معلوم دیتا ہے یہ دو منزلیہ ہے اور اوپر جانے کی سیڑھیاں بھی ہیں اور یہی ایک کمرہ اوپر اور ایک نیچے کا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اس میں کھڑکیاں

ہیں مگر وہ ایسی تنگ ہیں کہ باہر کی دور کی چیزیں دکھائی نہیں دیتیں۔ اس مکان کی دیواروں پر نقش و نگار اور صناعمی قابل دیدہ ہو اس کا نام اب بہ لحاظ اُس کی وضع قطع کے لوٹس محل (یعنی کنول نما محل) ہے۔ اس پولین کے مغرب میں ایک مستطیل حوض ہے جو زمانے کے مکانات کے احاطہ کے اندر ہے جو ایسا معلوم دیتا ہے کہ تیرنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ زمانی عمارات کے مغرب میں آٹھ عمارتوں کا ایک چھوٹا سا جھبکا ہے ہر ایک کا روکار اندر کی طرف ہو مریج کے تین رخ آباد ہیں جو تھانہ خالی ہے۔ ان عمارتوں کی بیچ کی عمارت "کنسرٹ ہال" کہلاتی ہے اور اس کے دونوں طرف کی عمارتیں "زمانہ مصطل" کہلاتی ہیں اس میں گیارہ مصطل ہیں جو بلحاظ تعداد ہاتھیوں کے جواس زمانے میں تھے بالکل ناکافی ہیں غالباً اس میں خاصے کے منتخب ہاتھی رکھے جاتے ہوں گے۔ مصطل بہت بلند اور کشادہ ہیں اور سارا کام لداؤ کا ہے اور اچھی حالت میں ہیں۔ بیچ کے مکان پر چھپا اتارا گیا ہے غالباً اسی میں راجہ کی خاص سواری کا ہاتھی باندھا جاتا تھا جسے "پٹا دانی" کہتے تھے یعنی تیل ملا ہوا ہاتھی۔ کنسرٹ ہال یا تھیٹر ایک بلند اور خوش نامکان ہے جس کے سامنے ایک برآمدہ ہے جس کی گیارہ محرابیں ہیں جس میں کی بیچ والی مکان سب سے بڑی ہے اور اسی سے مکان میں داخل ہوتے ہیں۔ دروازوں اور محرابوں اور ساری جگہ میں جھاڑیوں اور کانٹوں اور جنگلی بیلوں کا ہجوم ہے۔ ہاتھیوں کے مصطل کے پاس کنسرٹ ہال بنانے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں یہ عمارت کنسرٹ ہال یا تھیٹر اور تماشوں کا اگلا تھلاک مقام منتخب کیا گیا ہو جو دو کمر محلات سے جدا ہو اور اسی میں کھیل تماشے ہوتے ہوں۔ زمانے کے حصے کو چھوڑ کر سڑک پر مشرق کی جانب قریب ایک میل کے چل کر کلا پور کپلی کی سڑک پر ہم کو وہ سرنگ ملتی ہے جو اندر ہی اندر چلی جاتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس مقام پر چند عمارتیں زمین میں دب گئی ہیں اور یہاں سے زمانے میں جانے کے لئے سرنگ کا راستہ ہے لیکن واقع میں اونچی سڑکوں کی مٹی بہہ کر اس کثرت سے ان عمارت پر جمی گئی ہے کہ بالکل ٹوٹا ہوا گئیں سررشتہ تعمیرات نے حال میں تھوڑی سی مٹی کھسکا لی ہے اور بجائے سرنگ کے یہاں چند کمرے نکلے ہیں جو اس طرح بنے ہوئے ہیں کہ چند سیڑھیاں اتر کر ایک سنگ بہت مکر ہے

۱۵۔ جس مکان میں چند لوگ جمع ہو کر تماشہ دیکھتے ہیں ۱۲۔

پونچے ہیں اس میں سے ایک دوسرے کمرے میں رستہ ہے اور دوسرے کمرے میں سے تیسرے میں  
 زنانہ محلات کے مغرب میں ایک اور احاطہ ہے جس میں شمال و مشرق کے گوشے پر ایک دیدبان  
 کا منار بنا ہوا ہے اور وسط میں ایک بڑی عمارت ہے جو مسلمانوں کے طرز پر بنی ہوئی ہے۔ تیسرا حصہ  
 دیرائے کا وزیر دہن نایک کے مکانات کے نام سے موسوم ہے مسلمان اور برہمنوں کے مورخوں نے  
 جہاں اس مقام کے حالات لکھے ہیں ان سے اس اُچڑی ہوئی جگہ کی مطابقت ہوتی ہے اور ان  
 کے نشان دادہ مقامات کا پتہ چلتا ہے۔ عبدالرزاق نے شہر بجانگر کے بیان میں لکھا ہے کہ محل سطح  
 میں واقع تھا جس کے چاروں طرف بازار تھے جن کے آخر میں بلند منڈپ بنے ہوئے تھے ان  
 سب میں بلند تر مقام ہی محل تھا۔ کوچوں اور گلیوں میں پانی پتھر کی تراشی ہوئی نالیوں میں بہتا تھا۔  
 محل کی داہنی طرف وزیر کی کچہری کا مکان تھا جس کا نام ”دیوان خانہ“ یا کونسل روم“ ہے۔ یہ  
 عمارت بہت بڑی تھی اور اس کے سامنے ایک منڈپ تھا۔ محل کی بائیں طرف دار الضرب تھا۔  
 دار الضرب کے عقب میں ایک بازار تین سو گز لمبا اور بیس گز چوڑا تھا جس کی سڑک پر پتھر کی سلول  
 کا فرش تھا۔

دھن نایک کے محلات سے چل کر ہم سڑک پر پڑ کر دریا کی طرف چلتے ہیں آگے بڑھ کر ادنی  
 ویر بھدرا کا دیول ملتا ہے جو سیوا کا مندر ہے اور جس میں اب بھی پوجا ہوتی ہے۔ اس مندر میں کوئی دلچسپی  
 کی بات نہیں ہے سوائے اس کے کہ دیواروں پر مرد اور عورتوں کی کچھ تصاویر ہیں۔ اب سڑک مندر  
 تنگ بھدرا سے تقاطع کرتی ہوئی کرشنا سوامی کے دیول کو جاتی ہے اور ایک بڑے بلند پھانک میں  
 سے گزرتی ہے جس کے دونوں طرف اونچے اونچے چوڑے بنے ہوئے ہیں جن پر برآمدوں کے طور پر  
 ستون دار کمرے ہیں۔ کرشنا سوامی کا دیول اب دیران ہے اور ایک دیران بازار میں واقع ہے جو ہمیں  
 دیول سے چھ سو گز جنوب میں ہے۔ اس دیول میں کئی کتبے ہیں جن میں سے ایک ۱۳۱ھ کا ہے جس سے  
 معلوم ہوتا ہے کہ اس دیول کو کشن دیوارے نے اُدگری اور دوسرے مقامات فتح کر کے واپس آنے  
 کے بعد بنوایا تھا۔ یہ دیول ایک وسیع سطح پر بنا ہوا ہے جس میں مندر واقع ہے اور پھر اندر ایک  
 احاطہ ہے۔ بیرونی صحن میں جانے کے چار بھاگ ہیں۔ عمارت کی صناعی سیدھی سادی اور بھدڑی ہے۔  
 لیکن اس قدر بڑے بڑے پتھر لگائے گئے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ترشے ہوئے پتھروں کی بہت

سی چٹانیں تیس فیٹ لمبی اور چار فیٹ دبیر اونچے اونچے مقامات پر لگی ہوئی ہیں اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنے بڑے بڑے پتھر اتنے اوپر کس طرح چڑھائے گئے ہوں گے۔ بیرونی احاطے کے جنوب میں ایک اور سیدھی سادی عمارت ہے جو اس عمارت سے بالکل مختلف ہے اس میں چھوٹے چھوٹے دریاچے اور ایک پست محراب دار دروازہ مشرق کی طرف لگا ہوا ہے۔ اندرونی دروازے کے قطعاً میں ستون لگے ہوئے ہیں جن پر نوکیلی کمانیں ہیں۔ چھت تمام لداؤ کی ہے جس میں اٹھتھلے قیسے بنے ہوئے ہیں۔ چھت پر جانے کے لئے باہر سے ایک زینہ بھی ہے۔ کرسٹنا سوامی کے دیول سے تھوڑی دور جنوب و مغرب کی طرف وہ احاطہ ہے جس میں نراسواں کی مشہور مورت ہے جس میں ایک ناگ سانپ کا پھن بت کے سر پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ دیو کی مورت بیٹھی ہوئی بنائی گئی ہے تاہم ۵۳ فیٹ بلند ہے۔ یہ بت ایک ہی بڑے پتھر میں تراشا گیا ہے۔ چہرے سے غصے کے آثار نمایاں ہیں جو اس دیوتا کی خاصیت ہے۔ ٹیپو سلطان کی فوج کے ہاتھ سے اس بت کی مورت کو بہت بڑا نقصان پہونچا ہے جنھوں نے ناگ اور ایک بازو توڑ ڈالا۔ اس کے بازو کا دور دو فیٹ ہے۔ دروازے پر ایک کتبہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مورت کو ایک پرمہن نے ایک ہی پتھر میں سے تراش کر بنایا تھا۔ کشن دیوار نے ۱۸۵۹ء میں اس کے لئے گرانٹ دیا تھا۔ اس مورت کے پاس ایک جداگانہ مکان میں بہت بڑا رنگم (۹) فیٹ بلند ہے۔ دروازے اور فصیل سے ذرا اوپر دار جانے سے وہ پہاڑی ملتی ہے جسے ہم کوٹ The golden crest یعنی سنہری نگارہ کہتے ہیں ملتی ہے۔ اس مقام سے تمام شہر اور کل مقامات کا بہت عمدہ نظارہ ہوتا ہے۔ اس پہاڑی پر دو بڑی بڑی مورتیں گنیش کی ہیں ایک کا نام ساسولیکا (و) (رائی کا دانہ) ہے کہ یہ بت بہت مقابلے مقدار کی عمارت کے بہت چھوٹا ہے۔ دوسری مورت جو کرسٹنا سوامی کی دیول کی بیرونی دیوار کے پاس ہے گولیکا (و) (چنا) کہلاتی ہے۔ اس میں گنیش کی مورت تو بنائی گئی ہے جس کی لمبان سے چوڑائی زیادہ ہے۔ ساسولیکا کے دیول کے پیچھے ایک پھسلوان پہاڑی جھٹان ہے اس کے سر سے ہر ایک سلسلہ چھوٹے چھوٹے مربع مندروں کا ہے جن کی چھتیں چھتری نامرتج ہیں اور دور سے ایک قسم کا چھتہ معلوم دیتا ہے۔ یہ نئی اور انوکھی طرز کی عمارتیں جینوں کے مندروں اور درست

حالت میں ہیں گویا اب ان میں کوئی رہتا نہیں۔ ان مندروں کے عقب میں داہنی طرف دو بنائے  
نفیس دروازے ہیں ایک دو منزلہ ہے جو قلعے میں جانے کا راستہ تھا اور دوسرا مندر میں جانے کا  
دروازہ تھا۔ سڑک کی بائیں طرف غار کے اندر تراشا ہوا ایک مندر ہے جو کھاتا ہے کہ بودھ مذہب  
کا ہے۔ دریاے تنگ بھدرہ کے شمالی کنارے پر قصبہ آنا گندی واقع ہے۔ پہلے ہی مقام اُن سرداروں  
کا مسکن تھا جو گے چل کر راجہ گان بیجا نگر ہوئے اور اُن کی سلطنت اتنی عظیم الشان اور بڑوت  
ہوئی کہ تمامی حصہ جنوبی ہند پر اُن کا تسلط تھا اور پھر تباہی اور بربادی کے بعد آنا گندی ہی میں  
اُن کی نسل چل رہی ہے اور ایک راجہ (گو وہ اب کیسا ہی چھوٹا ہو) موجود ہے۔ اس زمانے میں چھوٹے  
چھوٹے مکانات۔ نیشکر اور شمالی زراعت جا بجا پھیلی ہوئی ہے جن میں جا بجا پانی دوڑتا ہے  
یہ سلسلہ بطور ایک بازار کے نصف میل لمبا اور (۵۰) گز چوڑا ہے اور اسی کے اختتام پر دیر بھدرہ کا مشہور  
دیول واقع ہے اور دوسرے سرے پر ایک بہت بڑا پتھر کا پیل ہے جسے بنوٹا کہتے ہیں اور جو ایک ہی  
پتھر کا تراشا ہوا ہے۔ پمپا پتی کے بڑی بھاری دیول کی تراش خراش اور طرز عمارت بالکل جنوبی ہند  
کے مندروں کی سی ہے وہ بہت اونچے اور پتے گوپریم ہیں۔ سب سے بڑا مخروطی قبہ صدر کے دروازے  
پر ہے جو رتھ لکھنے کی سڑک کے محاذی ہے اس پر بے شمار نقادیں بنی ہوئی ہیں۔ لیکن اس میں عجیب بات  
ہے کہ اندر اس کے خلا میں عمارات اور زمینہ ہے جس کے ذریعے سے اس کی چوٹی پر پونج جاتے ہیں  
اس قسم کی عمارت عموماً ہندو مندروں میں نہیں بنایا کرتے کہتے ہیں کہ یہ گوپریم وٹھپانے بنایا تھا۔  
دوسرا گوپریم دریا کے دروازے کی طرف کا بھی قابل دید ہے جو کنگ گیری کے راجہ نے بنوایا  
تھا۔ اس کی مرمت ۱۸۳۷ء میں بعد میں سٹر براٹس کلکٹر بھاری کے ہوئی ہے۔ اس مندر میں دو بڑے  
بڑے صحن ہیں ایک مشرق کی جانب ہے دوسرا مغرب کی جانب۔ دونوں کے درمیان میں ایک  
دیوار فاصلہ ہے۔ اصلی بڑا مندر اور دوسرے چھوٹے مندر سب مغربی صحن میں ہیں۔ شمالی اور  
جنوبی دیواروں کے باہر دو بڑے بڑے تالاب ہیں جن کا نام ”منو کا سدر“ اور ”لوکا پاؤن“ ہیں اور  
ہیں بہت سے قدیم چھوٹے چھوٹے مندر بھی ہیں جن میں سے بہت سے ٹھکے ہوئے ہیں۔ دریا  
تنگ بھدرہ سے ایک نہر بیرونی احاطہ میں لائی گئی ہے جو مطیع میں بھی پونچائی گئی ہے اور اس کے ذریعے  
لے مندر کے چوٹی دار جسے گوپریم کہتے ہیں ۱۲۔



ہر وقت تازہ اور دافریابی موجود رہتا ہے۔ اس مندر کے پاس اور بہت سے دیول ہیں (۱) ویر پاکشیہ و ریا  
 پیاپتی (۲) پاروتی (۳) بھوایسوی (۴) چندی کیسوراسوامی (۵) ونکٹ راماسوامی (۶)  
 گلا گنجی مادھو سوامی (۷) ونایک سوامی (۸) کمار سوامی (۹) مرسوتی (۱۰) پتھلیسور سوامی -  
 (۱۱) وڈیارانیا سوامی (۱۲) سنگاری بھٹ - بازار سے سو گز قریب اوپر وار ایک بک ڈنڈی  
 جس پر ہموار پتھروں کا فرش ہے بنی ہوئی ہے جو پہاڑ کی تنگ گھاٹی میں سے دریا سے تنگ بھدرا  
 کی طرف جاتی ہے اور وہیں سے کوڈنڈراما سوامی اور نیڑو دھوکا کے دیولوں کو رستہ جاتا ہے لیکن اب  
 ان دونوں مندروں میں کوئی چیز دیکھنے کی نہیں ہے۔ دہنی طرف ایک بلندی پر ایک مندر  
 منگنا نامی ہے اس پر چڑھنے سے دور دور کے مقامات نظر آتے ہیں۔ اس پہاڑ کے پاس میں ایک  
 بہت بڑا دیول اختیارا ماسوامی کا ہے۔ یہاں بھی پون سیل لمبا بازار تھا جو موضع جیسی کے مشرق  
 میں واقع ہے اس مندر کی ساخت کرشنا سوامی کے دیول کی طرح ہے۔ اس دیول کا رخ شمال و جنوب  
 اس مندر کا بڑا گوبرم بازار کے مقابل ہے۔ بازار کا تو صرف اب نشان ہی نشان رہ گیا ہے۔ کہتے  
 ہیں کہ اس بازار میں صرف زنڈیاں اور فرلیاں ہی رہتی تھیں جو اس دیول کے لئے مخصوص تھیں  
 اس دیول کے دو شمالی گوبروں پر قدیم کنڑی زبان کے کتبے بھی ہیں اس دیول سے پگ ڈنڈی  
 دریا کے برابر جاتی ہے۔ جہاں سے سینا کا تالاب اور وہ کھو نظر آتی ہے جہاں سینا جی کا رہنا بیان  
 کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قریب میں پہاڑ کی چٹان پر ایک لمبی سی بڑی ہوئی ہے جسے Sita's mark  
 کہتے ہیں اور بیان کیا جاتا ہے کہ سینا جی کی جوٹی کا نشان پڑ گیا ہے۔ یہاں سے رستہ ایک دروازہ  
 میں سے گزرتا ہے جس میں دو جنگی ستون کھڑے ہیں اور ایک پتھر کی کڑی اوپر آڑی رکھی ہوئی ہے۔  
 جس کے دونوں سروں پر دو مورخ ہیں کہتے ہیں کہ یہ ترازو ہے اس میں راجہ جب ساکھ برس کی  
 عمر کا ہو جاتا تھا تو جواہرات سونے اور چاندی میں تول کر خیرات کئے جلتے ہیں۔ اب یہاں سے  
 ہم دجیا وٹھل سوامی کے دیول کو لو پہنچتے ہیں جو سب سے زیادہ مشہور اور ہر اعتبار سے قابل دیدار  
 ایک عمدہ یادگار ہے۔ اس مندر کی تعمیر اختیارا کے زمانے میں سلسلہ میں ہوئی تھی اور  
 آلیا رام راج کے عہد میں سلسلہ میں مشہور جنگ تالیکوٹ کے ٹھیک چار برس پیشتر ختم ہوئی۔  
 لے جو عورتیں دیوتاؤں کے نام پر جن کے چھوڑ دی جاوے ہیں یہ بھی ایک قسم کی کسبان ہوتی ہیں ۱۲

یہ دیول دریا سے تنگ بھدرا کے مشرقی کنارے پر واقع ہے اور دریا سے بہت قریب ہے۔ اس دیول کے متعلق بھی ایک بہت بڑا بازار تھا جو دیول سے مشرق رخ پر دور تک چلا گیا تھا لیکن اب بالکل اہ جاڑ ہے۔ اس مندر کے بائیں طرف ایک مریج تالاب موسومہ ”پٹاکولم“ واقع ہے۔ دھٹل سوامی کے دیول کے قریب ایک اور دیول حال میں زمین کھود کر نکالا گیا ہے جس کی عمارت بھی عمدہ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ سیوا کے نام کا تھا۔ دیول کے دروازے کے سامنے ایک بڑا حکم تھا جس کے اوپر ایک آہنی ہلال لگا ہوا تھا۔ دیکھنے میں مضبوط تھا مگر حال ہی میں گر گیا ہے اس میں شک نہیں کہ دھٹل سوامی کا دیول سیجانگر کے تمام دیولوں کی جان ہے۔ بلحاظ صناعتی اور کاریگری اور خوب صورتی کے اگر اسے دیولوں کی ملکہ کہا جائے تو بجا ہے۔ بیرونی حصار کی دیوار میں دروازے ہیں جن پر برجیاں بنی ہوئی ہیں۔ صدر دروازہ مشرق رو ہے اس پر کارج شق ہو گیا ہے اور قریب الاندام ہے۔ اس دروازے میں سے داخل ہوتے ہی ایک بہت بڑا بھاری مندر سامنے نظر آتا ہے جس کے دائیں بائیں بڑے بڑے منڈپ بنے ہوئے ہیں ان میں صدر مندر کی تصویریں بڑی نزاکت اور صناعتی سے منقش ہیں۔ مندر کے احاطے میں ایک پتھر کی رنڈ رکھی ہوئی ہے جس کے بڑے پتھر بھی پتھر کے بنے ہوئے ہیں اور مہرابھی پتھر کا ہے۔ اس پر بھی نقش نگار عورتوں کے ہیں جو طوطوں پر سوار رکھ کو اڑائے جا رہی ہیں۔ ایک بلند چوڑے پتھر جس کی تین طرف سیڑھیاں ہیں مہا منڈپ یعنی صدر اور سب سے بڑا منڈپ ہے اس کے ستون ایک ہی پتھر کے ہیں جن میں مور تیش تراشی گئی ہیں۔ کلیان منڈپ کی عمارت اور صناعتی بھی قابل دید ہے جس کی نظیر شاید جنوبی ہند کے کسی اور مندر میں ملے۔ اس کے ستون کی بناوٹ اور کاریگری تعجب میں ڈالتی ہے مندر کی ساری چھت پتھر کے لداؤ کی ہے اور اس میں بھی نقش و نگار ہیں ایک مقام پر ایک بندر کی صورت بنی ہوئی ہے جو ایک کونے میں بیٹھا ہوا ہے۔ چھت میں سے پتھر کے گنڈے روشنی آویزان کرنے کے ٹک رہے ہیں۔ اس مندر کے اندرونی حصے میں بعض جگہ بہت اندھیرا ہے۔ دیواروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جلایا ہے جس سے کالی پڑ گئی ہیں۔ زمین کو خزانے کی طمع میں جابجا کھود کر برباد کر دیا ہے۔ دروازے کی دونوں طرف جو خوب صورت ہاتھی تھے ان کی سونڈیں توڑ ڈالی ہیں۔ منڈپ کی دیوار پر ایک کتبہ ہے جس سے معلوم دیتا ہے ۱۵۶۱ء میں بھدرا

راجہ سردار سیو کے اس مندر کو گرانٹ دیا گیا تھا۔ اب اس مندر میں چڑیا کا نام تک نہیں ہے۔ اور بالکل تباہ حالت میں ہے۔ اس کی کس مہر سی دیکھ کر سخت افسوس ہوتا ہے۔ گھنٹوں اس عمارت کے دیکھنے میں لگ جاتے ہیں اور دل سیر نہیں ہوتا۔ اس مندر سے نکل کر پھر ایک پتھر کی چٹانوں سے چٹا ہوا راستہ ملتا ہے جس کے دونوں طرف مندرپوں کا سلسلہ ہے جن میں بڑے بڑے ستون لگے ہوئے ہیں اور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہ بھی ایک آباد بازار ہوگا۔ جا بجا مٹی کے بڑے بڑے ڈھیر اور ٹیلے ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہ مکانات ہوں گے جو اب اس حالت میں ہیں۔ آگے بڑھ کر کیلی کی سڑک کی بائیں طرف مالدیو تھار گھونا تھ کا خوب صورت دیول ہے جو ایک بلند چٹان پر بنا ہوا ہے۔ اس مندر اور مندرپوں کی عمارت بھی بہت عمدہ ہے اور ہزار ارا ما سوامی کے مندر سے ملتی جلتی ہے۔ بیرونی حصہ کی دیوار پر چھلیوں اور بحری جانوروں کی تصویریں منقوش ہیں ایک جگہ ایک بڑا مگر چھ بنا ہوا ہے جو اپنے شکار یعنی مسافروں کی تاک میں لگا ہوا ہے کہ جو ملے گھسیٹ لے جائے۔ اس مندر میں پیراگی لوگ پلو جا پاٹ کرتے ہیں۔ کالمپو کے مسافر بنگلہ کو واپس ہوتے ہوئے سڑک کے بائیں طرف کالمپور سے کوئی پاؤ میل کے فصل سے ایک مندر ملتا ہے جو تباہ حالت میں ہے لیکن اس کا دھوا جا ستمبھا یعنی بڑا کھم بہت بلند ہے جس پر پرانی کنٹری کا کتبہ بتلا رہا ہے کہ ہر ہیرا نے جو دھویں صدی میں بنایا تھا۔ سو دوسو گز آگے دار کو سڑک کی سیدھی طرف ایک مندر ہے جو ایک چٹان میں تراشا گیا ہے جسے ”آہنی گنڈ بنیا پڑا سالی“ یعنی ایک ہی پتھر کا بڑا ہال کہتے ہیں۔ اسی کے پاس ایک حمام ہے جو اب بالکل ٹوٹ پھوٹ گیا ہے۔ شہر کی ٹوٹی پھوٹی فضیل سے لگا ہوا مشرق کی طرف ایک بڑا پھانگ ہے جس پر ایک بلند قلعہ ہے جس کی محرابوں پر نقش و نگار کا کام عمدگی سے کیا گیا ہے۔ اس دروازے کے محاذی جین یا گنپتی کے دیول کے مشرق میں ایک خوب صورت مورت بھی سین کی لگی ہوئی ہے مگر اس کی ناک بھی چٹ ہے۔ اسی دروازے کے سامنے بلھاری کی سڑک کے رخ پر شہر کی جنوبی فضیل کے قریب کالمپور سے مشرق کی طرف پاؤ میل چٹا بھی راما کا مشہور دیول ہے۔ یہ سب لے۔ اس مندر میں بائیں حالت کس مہر سی کے اب بھی ایسے ایسے نفیس اور وسیع ہال ہیں کہ لارڈ کرزن جب تشریف لائے تھے تو ان کو اسی دیول کے ایک ہال میں برکیفٹ دیا گیا تھا۔ ۱۲۔

بڑا مسند رہی لیکن دیران ہی اس کا صحن ہمیں کے دیول کے صحن سے دو چند ہے اور جا بجا مٹڈ  
موجود ہیں۔ ٹپا بھی رام کے دیول کے دروازے سے نکل کر بھریم حسرت و افسوس دل میں لئے  
ہوئے کاماپور کے مسافر بنگلے کو پونچ جاتے ہیں اور دیگانگر جیسے بڑے اور عظیم الشان شہر کے  
کھنڈروں کے نظارے کا خاتمہ ہوتا ہے۔

اب ہم نے سیاح کو جہاں سے لے گئے تھے بیگانگر کی سیر کر کے پھر وہیں پونچا دیا ہے۔  
سارا شہر اور سب مقامات تو کیا دیکھے ہاں جو دست برد زمانے سے بچا کچا اور دیکھنے کے  
قابل تھا وہ دیکھ لیا جس طرح عمارات کی عظمت و شوکت اور صناعتی کو دیکھ کر دل خوش ہوا  
ہوگا اسی طرح مسلمانوں کے ہاتھوں سے اس خطے کی تباہی سے افسوس بھی ہوا ہوگا اور رہا سہا  
حصہ ہندوؤں کے ہاتھ سے اور تباہ ہوا جھنوں نے خزانوں کی طمع سے کھود کھا دکر سب  
ملیا میٹ کر دیا۔ افسوس صد افسوس!!!

بریں تخت فیروزہ ہر صبح و شام  
کس آن بخت وایں مہرہ باخود نبرد  
یکے مہرہ بخت چہیں نہ بکام  
بکام دل از مملکت بر نہ خورد





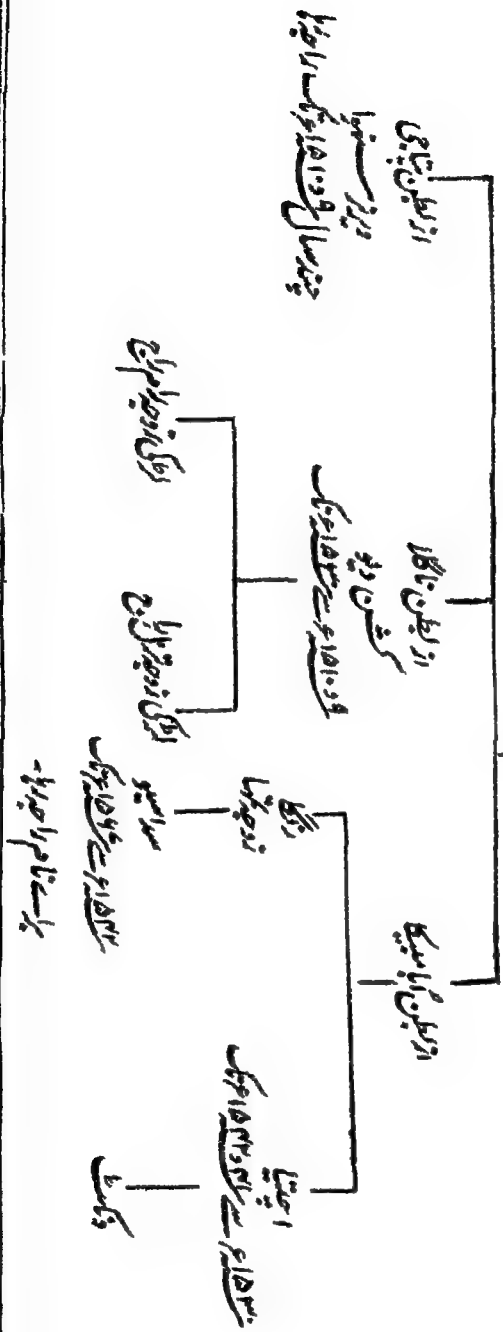
شجر خاندان دوم عجیب پور

تاما (زوجہ دیو کی)

ایشور (زوجہ مکمل)

زسایا نرسنوا (تین چوہاں تھیں)

(۱۹۴۴ء میں تخت پر قابض ہوا)



## شجرہ خاندان سوم سید گملہ

سری رنگار اول و دوم

آپا "مینی" داماد و داماد سراج (دوم ۱۵۵۵ء)  
میں جنگ تالی کو میں مارا گیا اور چورہ مارا گیا و شتر  
کشتی دیو را یا در (۱۵۵۵ء)

سری رنگار اول (سراج) اول  
سندھ مارا گیا

سندھ میں جنگ تالی کو میں مارا گیا  
سندھ مارا گیا  
سندھ مارا گیا

سری رنگار اول و دوم  
دہلی میں مارا گیا

سندھ مارا گیا  
سندھ مارا گیا

سندھ مارا گیا  
سندھ مارا گیا

سندھ مارا گیا  
سندھ مارا گیا

چٹا (خوار)  
دہلی میں مارا گیا

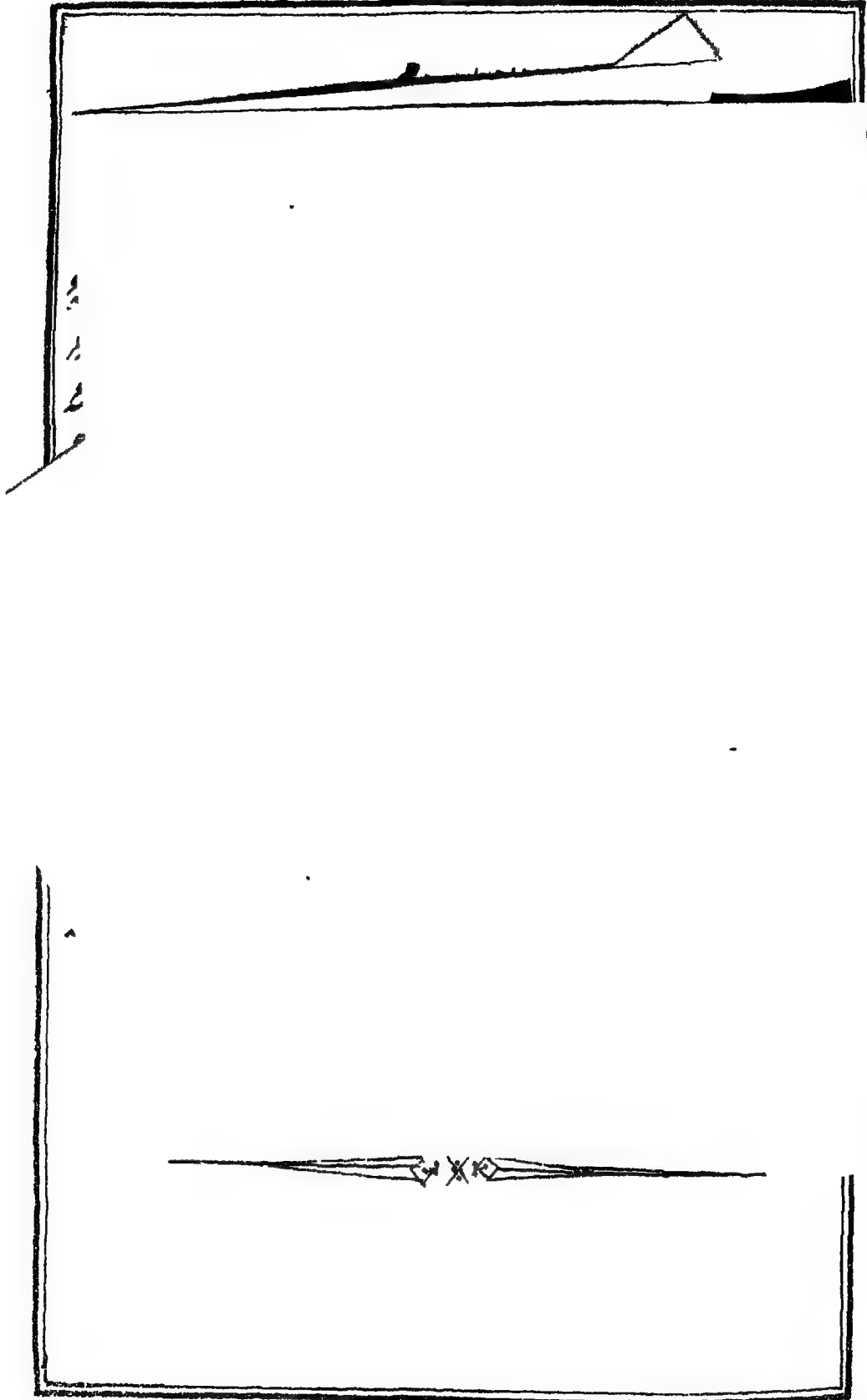
پٹا (کلاں)  
دہلی میں مارا گیا

دہلی میں مارا گیا  
دہلی میں مارا گیا

دہلی میں مارا گیا  
دہلی میں مارا گیا

سندھ مارا گیا  
سندھ مارا گیا

دہلی میں مارا گیا  
دہلی میں مارا گیا





روزنامه

1915

153

1950

1203

صفحة (١٠٢٥)

三



۱۵۰



وہی کھڑا ہو کر  
 دیکھتا ہے جب تک تالی کوڑھ  
 نہ لگتا ہے  
 گویا کہ  
 جس نے رنگا ششم

## خاندان دوم

نرسنوا	تا	از	۱۵۹۰ء	(۹)	(۹)
نرسایا ویرنسنوا	"	"	۱۵۰۹ء	(۹)	"
کشن دیورا یا	"	"	۱۵۳۰ء	۱۵۰۹ء	"
اچتیا	"	"	۱۵۳۰ء	۱۵۲۲ء	"
سداسیو (مدۃ العمر مقید رہا)	"	"	۱۵۲۲ء	۱۵۶۷ء	"

## خاندان سوم

راما (بجالت وزارت حکم راں رہا)	"	"	۱۵۲۲ء	۱۵۶۵ء
ترل (ایضاً)	"	"	۱۵۶۵ء	۱۵۶۷ء
دایضاً (حقیقی راجہ)	"	"	۱۵۶۷ء	۱۵۶۵ء
زلکا دوم	"	"	۱۵۶۵ء	۱۵۸۶ء
ونکٹ اول	"	"	۱۵۸۶ء	۱۶۱۲ء

## چٹا ضمیمہ بیدر

**بیدر کے عام حالات** حیدر آباد سے چالیس کوس ہے۔ قریب ترین ریلوے اسٹیشن دہار دہر جہاں سے (۴۹) میل پیدل کا راستہ ہے۔ بدری برتن جس کی شہرت چار دانگ عالم میں ہے یہیں کی ساخت ہوتے ہیں گو لکھنؤ میں بھی یہ کام ہونے لگا ہے لیکن وہ نقل ہے اور یہ اصل۔ یہ بڑا مشہور تاریخی مقام ہے جہاں سلطنت ہمنیہ اور بریدشاہیہ مدتوں قائم رہی۔ بیدر ملک مرہٹو لڑی۔ کرناٹک اور تانگانہ کے وسط میں واقع ہے اور یہی وجہ ہے کہ تینوں زبانیں یہاں بولی جاتی ہیں۔ بیدر بھوج پربت نامی ایک مرتفع پہاڑی پر واقع ہے اور سطح سمندر سے (۲۳۳۰) فٹ اور بلکہ حیدر آباد سے پانسو فٹ بلند ہے۔ آب و ہوا یہاں کی سنایت خوش گو اڑ ہے۔ پانی میں قدر تا فولاد کی آمیزش ہے یہاں یہاں کی پتھر کی چٹانوں میں فولاد کے ذرے پائے جاتے ہیں۔ بادلیات بہت عمیق ہیں۔ سرزمین سرخ اور پتھریلی اور چٹان دار ہے۔ شہر کی آبادی بارہ ہزار ہے۔ بیدر کٹری لفظ ہے جس کے معنی پانی کے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ زمانہ قدیم میں شہر کے گرد اگر دبانس کا گھٹا جنگل تھا اس وجہ سے یہ نام پڑ گیا۔ راماین اور مہابھارت میں اس کا قدیم نام ”وڈربجا“ لکھا ہے اس زمانے میں ملک دکن میں راجہ بھتدر حکم دار تھا جو پانڈو قدیم راجہ بیدر کا غیر صحیح النسب بیہ کا تھا۔ پروفیسر ولسن ملک وڈربجا کی نسبت لکھتے ہیں کہ وہ ایک بڑا وسیع اور طاقت ور خطہ تھا جو مختلف زمانوں میں مشہور رہا۔ راماین اور پراٹوں میں بھی ملک دکن میں اس خطہ کے بابت ایسا ہی لکھا ہے۔ مصنف۔ اعمال صالح نے بھی لکھا ہے کہ روسا رکن کا پایہ تخت بیدر ہی تھا مالوہ کے راجہ تل کے معشوقہ دمن جی کی سہ بیوی میں خود سالا سال رہا ہوں میری ذاتی معلومات کے علاوہ جناب سید اسد اللہ صاحب عرفہ نواب مرحوم تعلقہ دار بیدر کی فارسی کتاب مختار الاخبار اور نواب فرامرز جنگ بہادر کی انگریزی کتاب گائیڈ ٹو بیدر سے بھی کافی مدد ملی ہے۔ مرحوم جو میر نے محسن بھی تھے ان کے حق میں دعائے مغفرت اور نواب صاحب کا شکر پیش کرتا ہوں۔ ۱۳ سن المصنف۔

شہنشاہی لشکر میں مشہور بزرگ بھسین راجہ بید کی لڑائی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے مگر قابل وثوق طور پر ثابت نہیں ہے کہ مسلمانوں کی سلطنت کے پہلے بید راجگان درنگل کے قلعے میں تھا۔ جس کی تائید میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ گڑھی جو تالاب کے نزدیک پہاڑی کھوئیں اب تک موجود ہے سب سے پہلی عمارت اس شہر کی ہی تھی جہاں چند گڑھیوں نے اپنی جھونپڑیوں کے ساتھ حصار دیو کا دیول قلعے کی مشرقی کونے میں بنالیا تھا جو اب بھی موجود ہے۔ جس کا شہرہ ایسا ہوا کہ رئیس درنگل خود اس کی یوجا کو آیا اور ان دنوں کثرت سے خلافت اس کے دشمن کو جمع ہوتی تھی۔ چند جھونپڑیوں سے بڑھتے بڑھتے ایک گاؤں ہو گیا اور گاؤں کے اطراف حصار بھی پھیر لیا گیا اور رفتہ رفتہ اس گاؤں کی حیثیت ایک بڑے شہر کی ہو گئی جو راجہ درنگل کے تابع تھا۔ خاندان راجگان درنگل کے زوال کے بعد سلاطین خاندان خلیجہ بید پر قابض ہو گئے۔ ۳۲۲ھ میں غیاث الدین تغلق کے بڑے بیٹے الف خاں نے بید کو فتح کیا اور بروایت فرشتہ صویہ بید کی آمدنی اس زمانے میں ایک کروڑ روپیہ رسالہ تھی۔

اس کے بعد سلاطین خاندان بہمنیہ بکرگہ قابض رہے۔ سلطان احمد شاہ بہمنی نے مرہٹوں کو اب ہوا سے بید کو پسند کر کے ۱۵۵۷ھ میں بکرگہ سے اپنا دارالسلطنت بید میں منتقل کیا۔ اور احمد آباد بید نام رکھا جو آگے چل کر محمد شاہ کے نام پر محمد آباد بید ہو گیا اور اسی نام سے اب تک مشہور ہے۔ ۱۵۸۸ھ میں بعد زوال خاندان بہمنی بریدی خاندان کے بادشاہوں کی حکومت رہی۔ علی بریدی نے جو تیسرا بریدی بادشاہ تھا۔ پچھلی عمارت اور گنبدوں کو بالکل ڈبا کر ۱۶۲۷ھ میں قلعہ کی تفصیل از سر نو بنوائی جس کا دور چھ میل تھا اور (۳۵) عظیم الشان برج بنوائے تفصیل کے اطراف ایک گہری خندق ہے جو چٹانوں میں کاٹی گئی ہے۔ قلعہ کے تیرہ دروازے ہیں (۱) گادگی دروازہ (۲) تلکھاٹ دروازہ (۳) پتال نگری دروازہ (۴) سنگل پیٹ دروازہ (۵) فتح دروازہ (۶) شاہ گنج دروازہ (۷) کرناٹک دروازہ (۸) کالیانی دروازہ (۹) دیلی دروازہ (۱۰) بہمنی گڑھی دروازہ (۱۱) یہلمہ دروازہ (۱۲) حصار دروازہ (۱۳) دلہن دروازہ۔ ان دروازوں میں سے آٹھ دروازے بالکل بند ہیں ان دروازوں پر جو کتبے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۵۔ چھوٹے دیول کو کہتے ہیں۔ ۱۲۔

**شاہ گنج دروازہ** ”روز چہار شنبہ پانزدہم شوال ۸۱۳ھ جلوس مہینت مانوس حضرت قدر قدرت جم جاہ ملائک سپاہ محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالم گیر بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ موافق ۸۱۳ھ ہجری النبوی در صوبہ داری کمترین بندگان مختار خان الحسینی السبزواری این دروازہ صورت اتمام پذیرفت“

**تل گھاٹ دروازہ** ”روز دوشنبہ شہر دوم ذی قعدہ ۸۱۳ھ جلوس مہینت مانوس قدر قدرت جم جاہ ملائک سپاہ ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ موافق ۸۱۳ھ ہجری النبوی در صوبہ داری بندگان مختار خان الحسینی السبزواری این دروازہ صورت اتمام پذیرفت“

**محمود گنج المعروف بہ منگل پیٹ** منگل پیٹ کے دروازے کے باہر ایک دیول بنود دروازہ ۸۱۳ھ کا ہے جس کے متصل ایک دروازہ نواب ناصر الدولہ بہادر آصف جاہ صغیرت ماب کا بنوایا ہوا ہے جس پر یہ کتبہ ہے:-

”حب الزمان جلیل الشان اعلیٰ حضرت قدر قدرت حضور پر نور نواب ناصر الدولہ آصف جاہ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ بروز یک شنبہ یازدہم شہر ربیع الثانی مطابق ۸۱۳ھ جلوس اہالیوں و تعلقہ داری و حسن ارادت بندہ جاں فشان شمس الدین خاں عرف ابن صاحب طیار داری دروازہ حصار قلعہ روبرو کے محمود گنج فی ۸۱۳ھ ہجری النبوی زیب اتمام پذیرفت وللملک الحکمد والممتہ“

**لوزس دروازہ المعروف بہ فتح دروازہ برنجی تختی پر کندہ ہے۔۔۔** ”روز جمعہ پانزدہم شہر ربیع الثانی ۸۱۳ھ جلوس مہینت مانوس حضرت قدر قدرت جم جاہ ملائک سپاہ ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالم گیر بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ موافق ۸۱۳ھ ہجری النبوی در صوبہ داری کمترین بندگان مختار خان الحسینی السبزواری این دروازہ صورت اتمام پذیرفت“

بیان کا قلعہ بہت وسیع نہایت خوش نما اور مستحکم بنا ہوا ہے جو انب تکاجوں کا توں قائم ہے۔ عمالات کے استحکام کی یہ حالت ہے کہ گنج کے مکانات میں کیل نہیں کر سکتی۔ تدارک



فتح برج سے شاہ گنج دروازے کی تفصیل (۱۳۵) فیٹ ہے۔ فتح دروازہ کی بلندی (۲۴) فیٹ اور عرض (۱۲) فیٹ (۸) انچہ اس جگہ خندق کا عمق (۱۶) فیٹ ہے اور تفصیل کی بلندی دروازے کی ایک جانب ۱۶ فیٹ ہے لیکن دہنی طرف ۲۳ فیٹ (۴) انچہ ہے۔  
 اور تین توپیں فتح دروازے کے غریب جانب اور آگ بڑھ کر اور تین توپیں ہیں جن پر ۳۵ لبرے اور محمد قاسم کا نام کندہ ہے۔ اسی کے پاس ایک اور چھوٹی توپ بڑی ہوئی ہے جس کا سنبھا بھی اسی میں ہے۔

ٹنڈلہ برج واقع حصار  
 شہر کی محمودی توپ

اس توپ پر یہ اشعار کندہ ہیں :-  
 حیدر توپ پر آشوبے زاد ازے بلند توگر کند گوش فلک را بر کند کوہ از  
 پادشاہ ہند و سند و مالک ملک و کن  
 توپ محمودی کہ نامش شد ز شاہ مستکان  
 توپے شیلے بود تعریف او در ہر قرن

شاہ کسری محلالت قاسم برید  
 اختتام توپ در شہر محرم بودہ است  
 افضلی می حبت تا بخشش روشن غیبت

۱۵۲۶ - ۱۵۰۵

چوپارہ حیدر آباد سے آنے والا شخص شہر بیدریں فتح دروازے سے داخل ہوتا ہے جو شہر کے جنوب میں ہے۔ شہر بیدریں چوڑکی طرح بسا ہوا ہے جس کے بیچ میں ایک بڑا برج ہے جس کا اصلی نام چوپارہ ہے مگر عام طور پر چوپارہ کہلاتا ہے۔ اس پر جانے کے لئے چکر وار سیڑھیاں ہیں جس کے چاروں جانب وسیع سڑکیں نکلتی ہیں جیسے حیدر آباد کا چارمینار چوپارے کی بلندی (۱۷) فیٹ ہے اور بہت قدیم زمانہ کا اہل ہنود کا بنایا ہوا ہے جو کسی زمانے میں دیپ منڈل تھا جس پر روشنی کی جاتی تھی چوپارے کی تعمیر کا سنہ نہیں ملتا۔ اب اس میں پولیس کا اسٹیشن ہے جو چوپارہ کے بالائی طبقہ کو سہرا بھجی صاحب اول تعلقہ دار کے زمانے میں بطور کلاک ٹور کے بنا کر اس پر ایک گھنٹا لگا دیا گیا ہے۔ اس کے مشرق میں دو باولیاں کسی دیول کی ہیں مگر دیول کا اب کہیں نشان بھی نہیں رہا۔

تقسیمیں اس شہر میں چوپارے کی چاروں سڑکوں کے لحاظ سے شہر کی تقسیم چار تعلیموں پر کی گئی ہے پنسال - منہار - سڈی - نور خاں - محرم میں ہر ہر تعلیم اپنے اپنے تہذیب

اور علم نکالتی ہے۔

**جامع مسجد** فتح دروازے کی سڑک سے چوبارے کو آتے وقت ایک بہت بڑی جامع مسجد ملتی ہے جو ایک عمدہ اور قدیم شاہی عمارت ہے جو قاسم برید ثانی کی بنائی ہوئی ہے۔ اسی سڑک پر گویندھارا راج کا مندر ہے جس میں سدا بہت جاری ہے اور سال میں دو مرتبہ اچھا ہوتا ہے۔

**محبوب گنج اور چیتہ خانہ** چوبارے سے ایک سڑک محبوب گنج - چیتہ خانہ اور **وعیہ عمارات** شاہ گنج دروازے کو جاتی ہے۔ محبوب گنج بید رکا بڑا مارکٹ ہے اور چیتہ خانہ ایک قدیم پست عمارت ہے جہاں اعلیٰ حضرت ہندگان عالی متعالی مدظلہ العالی کے چیتہ ہرن کے شکار کے لئے سدھائے جاتے ہیں اس کے آگے بڑھ کر ایک کمان ہے جو دگوا کی کسان کے نام سے مشہور ہے جو حضرت ملتانی بادشاہ صاحب کی درگاہ کے محاذی ہے۔ یہاں سے تھوڑی دور شاہ گنج دروازہ ہے جس کے باہر ٹپہ خانہ (ڈاک خانہ) ایک مسجد اور مسافر ہنگامہ ہے۔ چیتہ خانہ کے عقب میں قدیم عمارت شاہی میں مہتمم صاحب کو توالی کی کچھ سڑکیں ہیں۔

**محمود گادان کا مدرسہ** چوبارے سے جو سید ہی سڑک قلعہ کو جاتی ہے خونی چپو ترے کے پاس محمود گادان وزیر اعظم محمد شاہ بہمنی کے عظیم الشان مدرسہ کی عمارت ہے۔ بادشاہ نے خواجہ محمود گادان کو خواجہ جہاں اکا خطاب دے کر وزارت سے سرفراز کیا۔ محمود گادان کا رہنے والا تھا جو گیلان ملک فارس میں ہے اس کا اصلی نام ملک شاہ محمد تھا اور چنگیز خاں کی اولاد میں تھا۔ اس کے باپ دادا گیلان کے دربار تھے۔ محمود چالیس برس تک دنیا کے مختلف مقامات میں سیاحت کرتا رہا اور علاء الدین بہمنی کے زمانہ میں تاجرانہ حیثیت سے بیدروارہ ہوا۔ بادشاہ نے اس کو بیدر کا حاکم مقرر کیا۔ محمود گادان نے علاء الدین اور محمد شاہ لشکر میں دونوں بادشاہوں کے زمانے میں ملک کا انتظام کیا۔ یہ شخص بڑا لائق تھا۔ فلسفہ منطق ہیئت - ریاضی طب اور جراحی سب علوم و فنون میں دست گاہ کامل رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ صاحب تصنیف اور شاعر بھی تھا۔ خاندان بہمنی میں اس سے بہتر اور اس سے زیادہ

لے چنانچہ مہرازا محمد ارجمند جامی نے ایک موقع پر اس کی انشا پردازی کی نہایت تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ:-



بیدار مغز کوئی وزیر نہیں ہوا۔ اس کے عہد میں سلطنت ہند کو بے انتہا عروج ہوا۔ کثرت سے فتوحات ہوئے اور ملک کا رقبہ اس قدر وسیع ہو گیا کہ بجائے چار صوبوں کے آٹھ صوبے ہو گئے۔ دولت آباد۔ جئیر۔ بیجا پور۔ سن آباد۔ گلبرگہ۔ مالور۔ کاویل۔ ورنگل۔ راج مندری۔ دار السلطنت کا نام بھی بجائے احمد آباد بیدر کے محمد آباد بیدر قرار پایا۔ (جواب تک قائم ہی) محمود گادان کے حسن انتظام سے خوش ہو کر بادشاہ نے اُسے ”خواجہ جہاں“ کا خطاب دیا جس دن سے یہ خطاب ملا وہ کہا کرتا تھا کہ سب سے پہلے یہ خطاب علاؤ الدین کے زمانہ میں خواجہ مظفر علی استر آبادی کو ملا تھا جس کے چند ہی روز بعد محمد شاہ نے اُسے قتل کیا اس کے بعد خواجہ جہاں ترک کا نمبر آیا وہ بھی قتل ہوا اب تیسرا نمبر میراجی۔ حیرت کی بات ہو کہ یہ بات سچ ہوئی۔ خواجہ جہاں کو ایک عرصے سے امپور سلطنت میں جو وکل کا اختیار حاصل تھا۔ اس نے بادشاہی حکومت کو مستحکم کرنے کے خیال سے بہت کچھ اصلاحیں کیں امراء کے زور گھٹا دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود غرض اور تا عاقبت اندیش لوگ اس کی جان کے دشمن ہو گئے اور ایک گہری سازش اس کے خلاف قائم ہو گئی جس سے وہ بے خبر نہ تھا بلکہ وہ سلطنت کی خیر خواہی میں ایسا منہمک تھا کہ اُس نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ خواجہ جہاں اور یوسف خاں دونوں میں باپ بیٹے کے سے تعلقات تھے اور نہایت اخلاص تھا۔ یوسف ہر طرح کی خبر رکھتا تھا اُس کی موجودگی میں کسی کو کچھ جرات نہ ہوتی لیکن جب وہ ایک مہم پر چلا گیا اور میدان خالی ہو گیا تو ظریف الملائک دشمنی اور منقح حبشی نے جو خواجہ کے دوست گزرتے تھے ملک حسن نظام الملائک بحری سے مل کر راج کی کہ خواجہ کو لکھوانے کے لئے یہ اچھا موقع ہو اس وقت یوسف بھی یہاں نہیں ہو کہ روک تھام کرے گا ظریف الملائک اور مفتاح حبشی اور چند غلامان ہندی نے خواجہ کے ایک حبشی غلام سے کہ جس کے پاس اُس کی مہر رہتی تھی دوستی گامٹھی اور انواع واقسام کے جواہر گھوڑے تحائف بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹۔ نظم و نشر میں کہ پنداری و بیرج کر دیا عقد پرویں و رنناے بے نہایت نقشہا یا خرد اقتاد دست مخزنات گنج پُر گسر بر بساط عرض بعضے متصل بعضے جدا

۵۔ اس مہر پر۔ ”عاقبت محمود باد“ کندہ تھا۔ ۱۲

اور نقد وغیرہ دے کر اس کو اپنا گرویدہ احسان کر لیا۔ ایک دن خواجہ کے غلام کی مجلس میں شراب خوب چل رہی تھی کہ ظریف الملک اور مفتاح حبشی اپنے ہاتھ میں ایک لپٹا ہوا ساوہ کاغذ لے کر گئے اور کہا کہ یہ ہمارے فلاں دوست کی برائت ہے اس پر اکثر امراء کی ہنسی ہو چکی ہے اگر تم بھی خواجہ کی مہر لگا دو تو ہم تمہارے بڑے مرہون منبت ہوں گے غلام نے سخت بے وقوفی کی کہ ان کے اعتبار پر کاغذ کو کھول کر بھی نہ دیکھا اور نشے کی حالت میں جہاں آنکھوں نے بتلایا مہر کر دی۔ ظریف الملک اور مفتاح حبشی اُسی وقت رات کو ملک حسن نظام الملک بھری کے مکان پر گئے اور ان سب کی رائے سے خواجہ کی طرف سے ایک تحریر رائے اڑیسیہ کے نام اس مضمون کی لکھی کہ سلطان محمد شاہ کی شراب خواری اور ظلم سے ہم تنگ آ گئے ہیں راج مندری کے طرف کوئی حاکم نہیں ہے وہ رُخ خالی ہے یہ موقع ایسا ہے کہ تمہاری ادنیٰ توجہ سے ملک دکن فتح ہو سکتا ہے تم بلا روک ٹوک لشکر لا سکتے ہو یہاں کے اکثر امراء میرے کہنے میں ہیں میں بھی پیاروں طرف سے بغاوت شروع کرتا ہوں اور بادشاہ کا خاتمہ کر دینے کے بعد ہم تم علی السویر سلطنت کو تقسیم کر لیں گے اس تحریر کو حسن نظام الملک نے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے جب اس پر خواجہ کی مہر دیکھی تو متحیر ہو گیا۔ حسن نظام الملک نے موقع پا کر خوب کان بھرے اور بادشاہ کو ایسا بھڑکا یا کہ اس نے اتنا بھی نہ بوجھا کہ رائے اڑیسیہ کے پاس یہ کون سے جبار ہاتھ تھا۔ تمہارے ہاتھ یہ کاغذ کیسے لگا بلکہ خواجہ کو بلا بھیجا۔ خواجہ کے ہوا خواہوں نے اس امر کی پہلے ہی اطلاع کر دی اور کہا کہ موقع نازک ہے اگر آج کسی بہانے سے آپ دربار میں نہ جائیں تو اچھا ہے۔ خواجہ نے یہ بہت پڑھی۔

چوں شہید عشق در دنیا و عقبی اس سرخ روست

خوش دے باشد کہ مارا کشت نہ زیں میداں بزد

اور کہنے لگا کہ یہ ڈار بھی جو کہ ہمایوں بادشاہ کی خدمت گزاری میں سفید ہو گئی ہے اگر اس کے بیٹے کے ہاتھ سے رنگین ہو جائے تو سرخ رولی کا باعث ہے بھلا تقدیر کا لکھا کہیں مل سکتا ہے اور نقصان سے کوئی بچ سکتا ہے۔ خواجہ جہاں سے چند امراء کبار نے جو اس کے متوسلین میں تھے

تھے یہ خبر وحشت اثر سن کر کھلا بھیجا کہ ہزار سو اور آپ کے خاصے کے موجود ہیں اگر خداوند نعمت ایسے وقت گجرات تشریف لے جائیں تو ہم جان نثار ہم راہر کا بجان و مال سے حاضر ہیں خواجہ نے جواب دیا کہ مدت دراز سے اس سلطنت کا نمک خوار ہوں اور مجھ سے اب تک کوئی تقصیر نہیں ہوئی مجھ کو امید نہیں ہے کہ بادشاہ دشمنوں کی مجرد تہمت پر بلا پوچھے گچھے لپکا پاک الوام بے وفائی اس جان نثار پر لگائے گا۔ ایسے وقت ٹل جانا نمک حرامی ہے۔ اور اُسی وقت بادشاہ کے حضور میں بلا غدر حاضر ہو گیا۔ بادشاہ نے پوچھا اگر کوئی شخص اپنے ولی نعمت کے ساتھ بے وجہ نمک حرامی کرے اور اُس کی نمک حرامی کا یقین ہو جائے تو اُس کی کیا سزا ہو؟

خواجہ جہاں۔ ایسا بد بخت کہ جو اپنے مالک کے ساتھ نمک حرامی کرے اور اُس کا یقین ہو جائے تو اُس کی سزا سو اے شمشیر امداد کے اور کچھ نہیں ہے۔ بادشاہ نے اُسی وقت وہ خط بتلایا۔ خواجہ نے دیکھ کر یہ آیت پڑھی **سُبْحٰنَكَ هٰذَا اَبْهَتُنَا عَظِيْمٌ** اور عرض کیا کہ اس پر میرے شک میری ہر لیکن خط میرا نہیں اور نہ مجھے اس کی خبر اور قسم یہ اس مضمون کو اس قطعہ میں بیان کیا ہے

بہ خداے کہ جو ہر امر شش  
اہل معنی بخون دل سفتند  
کہ جو بہتان پوسف و گر گشت  
انجہ از بند دشمنان گفتند

ہر چند خواجہ نے عرض معروض کی اور غدر لاعلمی کا کیا لیکن بادشاہ شراب کے نشے میں جا رہا تھا اور قہر و غضب اُس کے چہرے سے ظاہر تھا ایک نہ سنی اور خاندان بھنیہ کے زوال کا وقت بھی آگیا تھا کچھ پوچھ گچھ بھی نہ کی اور برہم ہو کر مجلس سے اٹھ گیا اور جانے جانے جو ہر نام حبشی کو خواجہ جہاں کے قتل کا حکم دے گیا۔ خواجہ نے عرض کی کہ میں تو پڑھا ہو گیا اور اب بھی میری عمر پوری ہو چکی ہے میرے قتل آپ جیسے اولوالعزم بادشاہ کے نزدیک بالکل آسان ہو لیکن اس سے مالک کی خرابی اور آپ کی بدنامی البتہ ہوگی۔ بادشاہ غصے میں اندھا ہو رہا تھا اس نے سنی کی آن سنی کر دی اور کچھ جواب نہ دے کر محل سراپا گیا۔ جو ہر حبشی تلوار کھینچ کر آن پہنچا۔

۱۵ حاشا و کلام یہ تو بڑا بھاری سنان ہے۔ ۱۲

خواجہ دوزا نو قبلہ رو بیٹھ گیا اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا اور جب تلوار اُس کی گردن پر پڑی آنحضرت ﷺ علیہ السلام نے شہادتِ کتنا ہوا دنیا سے رخصت ہوا خواجہ کی عمر ستاسی سال کی تھی۔ اس نے شہادت سے چند روز پہلے ایک قصیدہ اسی بادشاہ کی مدح میں کہا تھا جس کی دو بیتیں یہ ہیں۔

### ابیات

شہرِ شکل ضرب تیغِ بر دوش جاں حائل      ہیکل زحرز سیفی وانگہ ہر اس امرو دل  
تیغ تو آبِ حیاں مردوم ز حیرت آ      آ رہے بہ عہد من شد آبِ حیات قاتل  
یہ اندوہ ناک واقعہ ۵ صفر ۱۰۸۵ھ کو ہوا۔ ملا عبد الکریم بھلائی مصنفِ تاریخ محمود شاہی نے جو شاگرد اور مرید خواجہ کا تھا یہ قطعہ تاریخ کی کہا ہے۔

### قطعہ

شہید بے گناہ مخدوم مطلق      کہ عالم ناز جو دوش بود و نق  
و گر خواہی کہ تاریخ و فاش      فرو خاں قصہ قتل بہ ناحق  
ایک تاریخ کسی اور نے کہی ہو      سال فو تش گر کسے پر سر بگو  
بے گناہ محمود گا داں شہرید

ملا سامعی جو خواجہ کا ندیم اور نوکر تھا اُس نے یہ قطعہ کہا ہے۔ قطعہ۔

چوں خواجہ جہاں را ہرگز حرام خوار      در دل نہ بود وی کرد پیوستہ جہاں سپاری  
گشت ادشہید مخفورا سامعی بچھینق      تاریخ کشتن او جواز حلال خوار  
اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد بادشاہ کا نشہ اُتر گیا اور دوش میں آیا اُس وقت اُس کو معلوم ہوا کہ خواجہ جہاں بالکل بے گناہ تھا اور جن لوگوں نے اُس کے مقابلے میں یہ سازش کی تھی اُن کو بھی بادشاہ نے اُسی وقت قتل کرا دیا۔ خواجہ جہاں کا مقبرہ اب تک شہرِ بیدر سے بجا نب شمال و میل کے فاصلے پر شہرِ باغ کے متصل ایک ٹیلے پر واقع ہے جہاں اُس کا بنایا ہوا ایک تالاب بھی ہے اس کے علاوہ اُس کا بنایا ہوا ایک ٹیلے بہت بڑا ۱۲ شہادت کی نعمت پر اللہ کا شکر ہے ۱۲ یہ عمارت نہایت مستحکم اور رفیع الشان لداؤ کی ہے اور ایک طرف

عالی شان مدرسہ بلکہ بیہ در میں اب تک موجود ہے۔ جس کی عمارت عجائبات روزگار سے  
ہے۔ یہ مدرسہ دو سال نوچیتے میں محمد شاہ لشکری کے زمانے میں جو خاندان ہیمینیہ کا بارہواں  
بادشاہ تھا بنا۔ اس میں علاوہ مدرسہ کے ایک بڑا بھاری کتب خانہ بھی تھا۔ قطعہ تاریخی  
یہ ہے۔ قطعہ

اب مدرسہ رفیع محمود بنا  
چوں کہ بدشادش قبلہ اہل صفا  
از آیت کتبنا لکھتہ کتبنا  
۱۲۴۸ھ ۱۲۴۸ھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۳۔ مسجد اور اس سے ملے ہوئے چوڑے دو منزلہ وسیع ہال بنے ہوئے ہیں جن میں  
علماء و فضلاء و طلبہ رہتے تھے۔ جو طالب العلم مدرسہ میں رہتے تھے اُن کو کھانا کپڑا مفت ملتا تھا۔ مساکین اور  
نوادروں کو ہر روز نگر تقسیم ہوتا تھا۔ اس عمارت کا طول شرقاً و غرباً (۲۰۰) فیٹ اور عرض شمالاً و جنوباً (۱۰۰) فیٹ  
ہے۔ اس مدرسہ کے سامنے دو بلند مینار تھے جن میں سے ایک اب تک قائم ہے جس کی بلندی  
سو فیٹ ہے اور اندر چکر دار پٹریاں اور چڑھنے کے لئے بنی ہوئی ہیں۔ اگرچہ یہ عمارت بے انتہا مضبوط  
تھی لیکن سوراخوں سے طیار ہونے کے سوا دو سو سال بعد بجلی گرنے سے ایک مینار اور نصف حصہ  
مدرسہ کا اڑ گیا۔ یہ واقعہ ۱۱ رمضان ۱۲۸۵ھ میں ہوا جب کہ کسی سوادمی نماز تراویح میں مصروف تھے۔ یہ  
بیچارے بھی سب اڑ گئے چنانچہ اس مدرسہ کے احاطے میں گنج شہیداں وجود ہے۔ اس واقعہ کی تاریخ  
خراب شدہ ہے۔ چونکہ جلال الدین خاں قلعہ دار بیدار نے مدرسہ کے ایک حصہ میں باروت کا  
ذخیرہ رکھا تھا اس سبب یہ افسوس ناک واقعہ بہت سخت ہوا۔ مدرسہ کے پیش میں دیوار شرقی رو بہ کے بلند  
مقام پر نیلی چینی کی زمین پر سفید چینی کے نہایت جلی حروف میں کلام مجید کے جو بیس پارے کے چوتھے رکوع  
کی یہ آیت منقوش ہے حَسْبُكَ اللَّهُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّكُمْ بِلِقَائِهِ لَأَنتَظِرُونَ  
جو منار گر گیا ہو اس کے گرے ہوئے ڈھکرا اب تک پڑے ہیں جو کسی کے پھوٹے پھوٹ نہیں سکتے۔  
تمام مدرسہ میں گنبدوں کے اندر مینا کاری کے کام سے سارا کلام مجید لکھا ہوا تھا۔ بہت سی جگہ کھیر کے  
کھیر گر گئے ہیں کچھ کچھ اب بھی باقی ہے۔ مینار پر پلا جو روی اور سنہری کام کاشاں کے مختلف رنگوں کا اس غضب  
کا تھا کہ آج تک جب آفتاب مجازی آتا ہو تو چمکتا ہے۔ اس مکان میں اب بھی اس قدر گنجائش ہے کہ

مکانات قاضی صاحب شفا خانہ  
اور ناصر الدولہ بہادر کی جویلی  
مدرسے کے سامنے قاضی بہادر کا مکان ہے  
تھوڑی دور آگے شفا خانہ ہے۔ اس کے  
آگے نواب ناصر الدولہ بہادر کی جویلی ہے جس میں نواب سکندر جاہ بہادر تین سال رہے اور  
نواب ناصر الدولہ بہادر اسی جویلی میں پیدا ہوئے تھے۔

حضرت ملتانی بادشاہ کی  
درگاہ ۱۱۳۵ھ  
آگے بڑھ کر ایک بڑا دروازہ ملتا ہے جس کے دو منارے  
ہیں جو سید نعمت اللہ ولی کرمانی کی یادگار میں بنایا  
گیا تھا۔ آپ کرمان ملک فارس کے ایک بہت بڑے بزرگ تھے آپ کے پوتے سید  
شاہ خلیل السیرت شکن سلطان احمد شاہ نویں بادشاہ ہجرتی کے زمانہ میں بہادر تشریف  
لائے تھے اور بادشاہ نے آپ سے بیعت کی تھی۔ اس کے آگے ڈاکٹر کے رہنے کا مکان ہے  
اُس کے بعد مل گھاٹ دروازہ ہے جہاں سے اسٹور کو راستہ جاتا ہے قلعے سے خندق کے  
متوازی ایک سڑک حضرت شیخ ملتانی بادشاہ کی درگاہ کو جاتی ہے جو بہادر کے مشہور اولیا راشد  
ہیں۔ آپ کا پورا نام حضرت ابوالفتح شاہ محمد شمس الدین الشریف الملتانی القادری ہے درگاہ  
شریف اندرون حصار دروازہ شاہ گنج کے متصل ہے۔ آپ کا وصال غرہ شوال ۱۱۳۵ھ میں  
ہوا۔ قطعہ تاریخ وفات یہ ہے:-

بعلم معرفت در اہل عرفان محمد شاہ ملتانی کامل  
بحجتم سال تاریخ وفاتش ندا آمد بمولانا گشت واصل  
پتال نگری ۱۱۳۵ھ جو بارے سے مشرق میں جو سڑک جاتی ہے اُس کے آخر میں ایک راستہ فیصل  
کے بازو بازو پتال نگری کے محلے کو جاتا ہے۔ ۱۱۳۵ھ شہر کے جنوب مشرق میں منگل پٹ  
حضرت شاہ ابو الفیض اور شاہ ابوالحسن کی درگاہیں ۱۱۳۵ھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۴ - سالہا سال ضلع کا انجینیر مع عملہ و دفتر اسی میں رہتا تھا اور اب تک  
ضلع کا مدرسہ اسی میں تھا اب چند روز سے جدید مدرسہ بن جانے سے یہ عمارت خالی پڑی ہے۔ کیا جاتا ہے  
کہ کسی نے اس مدرسے کے تاریخی قطعے میں۔۔۔ ایں عمارت تا قیامت پائدار لکھا تھا اسی وجہ سے  
یہ نتیجہ ۱۷-۱۲ -

دروازے کے باہر حبشی نگار کے متصل حضرت شاہ ابوالفیض من اللہ حبیبی کی درگاہ شریف  
ہی۔ ۲۔ حضرت بندہ نواز گیسو دروازے کے پوتے ہیں یہ درگاہ ایک گھنی انہری میں واقع ہے  
اس درگاہ کا دروازہ نہایت خوش نما اور لاجوردی پینا کاری کام کا ہے۔ دروازے کے پٹ  
اور چوکھٹ سبز رنگی ہوئی ہے۔ اندر تین قبریں ہیں جن پر غلاف پڑے ہوئے ہیں۔ درگاہ کے  
احاطے کے اندر فرش پر زائرین کے کثرت سے روپیہ کا ٹوٹے ہیں۔ مقبرے کی بلندی (۸۰)  
فٹ ہے۔ درگاہ کی پیشانی پر یہ کتبہ ہے

تسعين تسع مائة

۹۹۲ھ

تاریخ عمارت مبارک بشد

حبذا گنبد عالی کہ آسودہ درو شاہ فردوس مکان شاہ علی رہبر دین  
سال تاریخ بنایش زخرو جہنم و گفت ہاتف از غیب کہ شاہ گنبد فردوس ریا  
حضرت ابوالفیض کی درگاہ کے محاذی حضرت شاہ ابوالحسن کا گنبد جو جس پر یہ کتبہ ہے۔  
سِتَّةَ فِئْتٍ وَ ثَمَانِيْنَ اَلْفِ

۱۰۸۹ھ

تاریخ ابن عمارت مبارک بشد

ابوالحسن شاہ دین و عارف حق کہ ولی نبی شہادت آید  
حبذا گنبد عالی کہ مرکز او گوئی نواز است کہ بہشت آید  
ہاتف از غیب گفت تاریخش خاتم خواجگان چشت آید

۱۰۸۹ھ

حضرت بخش بیگ صاحبہ کا مقبرہ درگاہ شریف کے قریب دو قبریں نواب نظام علی  
سہادر کے صاحبزادوں امیر سام الدین اور میر رضا علی کی ہیں۔ درگاہ کے مغرب میں نواب  
نظام علی خاں کے بیوی عاشرہ بیگم عارف بخش بیگ صاحبہ کی قبر ہے جس کے اطراف سنگ  
کی نہایت نفیس جالی ہے۔ ان قبروں کی نگارنی کے لئے ایک داروغہ اور علماء ہی اور روزانہ لنگر

تقسیم ہوتا ہے۔

سید سادات کی درگاہ

اور چشمہ ۹۰۰

اس مقام پر نشیب میں دو گنبد اور ایک مسجد اور ہیروجن میں سے ایک حضرت سید سادات سید حنیف صفا

کا مشرق کے رخ پر ہی آپ بڑے بزرگ تھے۔ آپ کا وصال ۹۰۰ھ میں ہوا۔ مسلمان اور ہندو دونوں آپ کے معتقد ہیں کہ ہر جمعات کو مننت مراد والے جمع ہوتے ہیں اور چشمہ میں نہاتے ہیں۔ اس چشمہ کا پانی شیر گرم ہے اور چوں کہ معدن سے نکلتا ہے اور اصل جلدی کے واسطے ازبیں مفید ہے۔ اس میں کثرت سے پانی کے سانپ ہیں مگر وہ نہانے والوں کے پاس نہیں پھٹکتے ہندو اس کو نامک جھرا کہتے ہیں۔ اس چشمہ پر یہ کتبہ ہے :-

بنائے دین عمارت چشمہ حیات دریں مقام شریف در روضہ مظهر حضرت  
سید سادات المحذورم السید حنیف نور اللہ مرقدہ۔فی زمان السلطان الاعظم المتوکل علی اللہ القوی الغازی شہاب الدنیا  
والدین محمود شاہ بن محمد شاہ ولی البہمنی۔ اقل عباد اللہ درویش حسین المشہدی  
المخاطب حضرتہ العالمیہ من شفاخان غفر اللہ لوالدیہ۔ فی سابع عشر شعبان  
سنة تسعمائة الهجرة النبویہ۔

۹۰۰ھ

پانپاس کا جھرا اور مہادیو کا  
مندر قرح باغ اور سنکل  
تیرتھ کے جھرے ۔۔  
اس چشمہ کے پاس ہی مسجد بھی ہے۔ اس درگاہ کے مغرب میں پانپاس کا جھرا ہے جس میں ہنود غسل کیا کرتے ہیں اور ایک چھوٹا سا مندر مہادیو کا بھی ہے۔

اسی طرح قرح باغ اور سنکل تیرتھ کے جھرے بھی اہل ہنود کے متبرک مقامات ہیں جو ایک گز مربع اور پاؤ گز عمیق ہیں۔

قرح باغ ۸۲ھ

شہر کے جنوب و مشرق میں قرح باغ کا تیسرا چشمہ ہے جو پہاڑوں کے اندر دور تک ایک غار کھود کر نکالا گیا ہے۔ غار میں بالکل اندھیرا ہے۔ اس میں ترسنخو کی مورت رکھی ہوئی ہے۔ یہ بُغدا (۱۱۳) گز لمبا اور اس کی چھت ۱۲ فیٹ بلند ہے جس میں (۴) فیٹ



پانی رہتا ہی۔ زائرین جب اس کے اندر جاتے ہیں تو مشعل لے کر جانا پڑتا ہی۔ یہاں سالانہ جاترہ ہوا کرتی ہے جس میں غریبا کو سدا برت ملتا ہی اس چشمہ کے روبرو اور نگ زیب کی بنائی ہوئی ایک مسجد بھی ہے جس پر یہ دو کتبے ہیں۔

(۱) کتبہ اندرون مسجد  
 اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
 وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ

(۲) کتبہ بر سر مسجد جانب مشرق۔

چوں بہت والا نہمت خدیو دیں پناہ موبدین عند اللہ المظفر محی الدین محمد  
 اور نگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی برائندام بنیان کفر و ظلام و تائیس  
 اساس دین اسلام مصروف و معطوف است کترین بندرگان مختار خان اجمینی  
 السبزواری ناظم صوبہ ظفر آباد بہ تخریب بت خانہ و ترتیب میں مسجد و باغ خشت  
 و بتاریخ نسبت و پنجم ربیع الاول ۱۰۸۰ جلوس ہمایون موافق ۱۶۷۰ء بمصر  
 میں مصرعہ تاریخ کہ

بت کدہ مسجد شد از لطف حق۔

بغایت ملک علام صورت اتمام یافت و از غایت خوبی و دل نشینی  
 یہ باغ فرح موسوم گردانید بفرزند دولت از عمر و دولت برخوردار میرزا نجم الدین محمد  
 خلف فرزند سعادت مند میرزا قمر الدین محمد تخلق ساخت۔

بت اکبر و مسجد سجیاد کشت

برایوانش انا فتحنا انوش

کتبہ قمر الدین محمد بن مختار خان۔

اس پر فضا اور خوش منظر مقام کا نام فرح باغ رکھا گیا اور نظام قمر الدین محمد کے پوتے نجم الدین  
 کے نقولیں کیا گیا۔

باغ خدا لگان [بیدرگ ایک میل سمت شرقی میں نعمت آباد کے پاس سلطان علاء الدین  
 شاہ ثانی نے نعمت پور سے واپس آکر بنوایا تھا جس میں تمام کاروبار سلطنت کا چھوڑ چھاڑ

ایک ہزار عورات جمیلہ لے کر عیش و عشرت میں شبانہ روز رہتا تھا اس باغ میں ایک قصر رفیع رشک فردوس بریں تردوات و افکار دنیاوی سے الگ تھلگ رہنے کے لئے بنوایا تھا وہاں ہمیشہ جلے اور ناچ رنگ کے سوا فکر چپکتی نہ تھی۔ چار چار پانچ پانچ بیٹے برآمد نہ ہوتا تھا نہ کسی کا سلام ہوتا تھا۔ اس باغ کی شان میں حکیم ازہر نے یہ بیت کہی ہے۔

گوئی کہ ماہ و مشتری از برج آسمان  
تجمل کردہ اند بباغ حفا لیکان

مگر دنیا کا انقلاب دیکھئے کہ کیا سے کیا ہو گیا اب ڈھونڈئے بھی اُس کا پتہ نہیں ملتا کہ کہاں تھا۔ نشان تک باقی نہیں۔

**شاہان بریدہ** قاسم بریدہ گرجی قوم کا تھا۔ اس کو ایام طفولیت میں شہاب الدین یزدی ہران ملک فارس سے خرید کر لایا اور محمد شاہ لشکری کے ہاتھ فروخت کیا۔ بادشاہ نے اس کی بہت اچھی طرح تربیت اور تعلیم کی۔ قاسم بریدہ بہت لائق اور دانشمند تھا سلطان محمد نے اس کو پہلے پہل بیدر کا کوتوال مقرر کیا۔ رفتہ رفتہ وہ اپنی عمدہ کارگزاری کی بدولت منصب وزارت سے سرفراز ہوا۔ وہ روز بروز سلطنت ہمنیم کی کم زوری دیکھ کر اپنے استحکام و استقلال کی فکر میں لگا رہتا تھا۔ دوسرے امراء نے اس کا غیر معمولی عروج دیکھ کر معز و کرانے کی فکر کی۔ قاسم بریدہ بے زار ہو کر وزارت سے دست کش ہوا اور اپنی جاگیر ات اور دیگر اداوسہ و قندہار اور کلیانی کو چلا گیا۔ خواجہ جہاں محمود گادواں کا قتل بھی قاسم بریدہ ہی کی سازش سے ہوا جس کے بعد پھر یہ خود وزیر ہو گیا ۹۸۸ھ میں جب خاندان ہمنیم اسی کی بدولت مٹ گیا تو یہ خود بادشاہ بن بیٹھا اس سلسلہ میں سات بادشاہ ہوئے جن کا ذکر دوسری جگہ کیا جائے گا۔

**بریدہ یوں گے گنبد** شہر بیدر سے ایک میل کے فاصلے پر جانب مغرب شاہان بریدہ کے گنبد ہیں ان میں سے نہایت عالی شان اور ممتاز قابل دید گنبد علی بریدہ شاہ کا ہے یہ گنبد ایک بہت بلند چو ترے پر واقع ہے جس کے سامنے ایک نہایت وسیع اور عالی شان تختہ رخا نہ بنا ہوا ہے جس کے نیچے کے والوں اور مکانات لمحہ میں فوج رہا کرتی تھی تختہ رخا سے ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر مقبرہ ہے جو ایسا خوب صورت اور سٹول بنا ہوا ہے کہ باوجود

اس قدر بلند ہونے کے بھی ننھا سا معلوم دیتا ہے۔ اس کے چبوترے کی کرسی (۷۵) فیٹ بلند ہے اور مقبرے کا قبہ (۶۴) فیٹ مرتفع ہے جس پر ایک اور برجی دس فیٹ بلند ہے۔ اس طرح چبوترہ ملا کر گنبد کی چوٹی تک (۱۵۰) فیٹ کی بلندی ہے۔ اس گنبد کی چاروں طرف (۳۲) فیٹ کی مرتفع کھلی ہوئی کمانیں ہیں جن میں فراغت سے ہوا کا گزر ہوتا ہے۔ اور ہوا کے زور سے کوڑا کرکٹ اڑ جاتا ہے اور قدرتی طور پر مقبرہ خس و خاشاک گرد و غبار سے پاک و صاف رہتا ہے۔ علی برید کی قبر پر ایک نہایت عمدہ سنگ سوئی کے نہایت جھک دار پتھر کا تعویذ ہے جس کے سراسر بہ خط عربی کلمہ طیبہ منقوش ہے۔ گنبد کے اندر چاروں طرف تمام لاجوردی اور سنہری اور چینی کا کام ہے۔ علاوہ نقش و نگار کے نہایت خوش خط آیات کلام الہی اور دل کو ٹھپا دینے والے اشعار لکھے ہوئے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

اوہم نفساں تا اجل آمد بس من      از پائے در افتاد و خوں شد جگر من  
دی تازہ گلے بودم اندر چین باغ      اور زور و ریخت ہمہ بال و پر من

یاران و عزیزاں بس خاک من آیند      از خاک یہ پرستند نشان و خبر من  
گر خاک جہاں جملہ بہر مال یہ پیرند      حقا کہ نیابت نشان و اثر من

رفتم یہ چناں جا کہ باز آمد غم نیست      ہم نیست امید سے کہ کس آید بسر من  
عطار دے دارم و از درد بخوں غرق      حقا کہ نیاید درد جہاں در نظر من

درینجا کہ بے مابے روزگار      بروید گل و بشکف در فوہار  
کسانیکہ از ما یہ غیب اندر اند      بیاند و بر خاک ما بگذرند

تفرج کنان در ہوا و ہوس      گذشتیم بر خاک بسیار کس  
کرا جا و داں ماندن امید ماند      چوکس را نہ بینی کہ حبا دید ماند



خلاصہ یہ کہ اس گنبد کی صناعی حیثیت بیان میں نہیں آسکتی اس کا اندازہ صرف دیکھنے سے ہو سکتا ہو۔ گنبد کے استحکام کی یہ حالت ہو کہ ایک جانب کی دیوار ذرا سی کھل گئی ہو اُس میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ دونوں دیواروں کے اندر زبردست آہنی سہل نیچے سے اوپر تک کر دے کر جکڑ دیا گیا ہو کہ جوڑ ٹھکڑ نہ پائے۔ بے رحم ظالموں نے نہ صرف جا بجا نقش و نگار کو کھرج ڈالا ہو بلکہ بلند گنبد کے اندر گولیاں مار مار کے قبیہ کے پلاسٹر کو جا بجا سے گرا بھی دیا ہو۔ گنبد کے باہر ساٹھ قبریں ہیں جن کی نسبت مشہور ہو کہ علی برید کی بیویوں کی ہیں جن کو علی برید نے کسی وجہ سے ایک ہی رات میں مروا ڈالا تھا۔ ممکن ہو کہ ایسا ہوا ہو کیوں کہ علی برید زمانے کی ناساعدت سے بہت شکستہ خاطر ہو گیا تھا۔ برہان نظام شاہ کے ایلچی شاہ طاہر سے اُسے بگڑ گئی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برہان نظام شاہ بگڑ گیا اور دونوں میں بڑی بھاری لڑائی ہوئی جس میں علی برید کو ایسی بھاری شکست ہوئی کہ سالہا ملک اُس کے قبضہ سے نکل گیا۔ برہان نظام شاہ کے پوتے مرتضیٰ نظام شاہ نے علی عادل شاہ کی مدد سے بیدر کا محاصرہ کر لیا۔ اور قریب تھا کہ فتح بھی کر لے۔ شاید ایسا ہوا ہو کہ علی برید نے گھبرا کر اپنے لشکر کو قتل کروا دیا ہو لیکن ظن غالب یہ ہو کہ یہ ساری قبریں علی برید کے بیوی بچوں اور دوسرے قزاقوں کی ہوں گی جو اس کے طول طویل زمان سلطنت پینتالیس سالہ میں مرے بعد آخری مرے ہوں گے۔ علی برید کے مقبرے کی داہنی طرف قاسم برید کا سیدھا سادا مقبرہ ہو اس کے علاوہ چھوٹے بڑے اٹھارہ مقبرے خاندان برید کے اسی نواح میں ہیں ان کے علاوہ تین مسجدیں ایک بڑی عید گاہ ایک بڑی باؤلی اور تین باغ برید کے گنبد کے شمال میں واقع ہیں۔

حضرت شاہ زین الدین کچ نشین  
اور مخدوم شاہ قادری کے گنبد  
گنبد ہیں اور آخر الذکر کی درگاہ کے پاس ایک مسجد بھی ہے۔ یہ دونوں صاحب بیدر کے مشہور بزرگان دین تھے۔

سلاطین بہمنیہ کے مقابر موضع  
اشٹور میں  
بیدر کے متقل تل گھاٹ دروازے کے  
باہر تین میل پر ایک چھوٹا سا گاؤں اشٹور ہے۔

جہاں بہت سے گنبد سلاطین بہمنیہ کے ایک لکھن میں اس سلسلے سے بنے ہوئے ہیں

ردیف	نام	طول و عرض	ارتفاع	تخمینی لاگت	سال وفات
۱	سلطان احمد شاہ ولی السبھانی (۲۵) درجہ ملج (۴۵) درجہ	۳ لاکھ	۸۳۸		
۲	سلطان علاء الدین شاہ ثانی	"	" (۳۸)	"	۸۶۲
۳	ہمایوں شاہ ظالم	"	"	پانچ لاکھ	۸۶۵
۴	سلطان نظام شاہ	"	" (۲۰)	"	۸۶۷
۵	سلطان محمد شاہ بہمنی ثانی	"	"	"	۸۸۷
	شکری	"	"	"	۸۸۷
۶	سلطان محمود شاہ ثانی	"	" (۳۸)	سات لاکھ	۹۲۷
۷	سلطان احمد شاہ ثانی	(۵) درجہ	" (۷)	پچاس ہزار	۹۲۷
۸	سلطان علاء الدین ثالث	"	"	"	۹۲۹
۹	سلطان ولی السبھانی	(۹)	" (۱۴)	"	۹۳۷
۱۰	سلطان کلیم السبھانی	(۱۰)	"	+	۹۳۷
۱۱	مخدومہ جہاں زوجہ	"	"	"	۸۸۷
۱۲	سلطان احمد بہمنی	(۱۶)	" (۲۵)	چار لاکھ	۸۸۷
	محمد شاہ ابن سلطان احمد	"	"	"	+
	ولی السبھانی	(۱۵)	"	"	+
۱۳	نرگس بی ملکہ جہاں زوجہ	"	"	"	+
	سلطان ہمایوں	"	"	"	+

ان گنبدوں کی لاگت محض اندازاً اور خدائے مہربان سے درج کی گئی ہو۔ مخدومہ جہاں بڑی عالی ہمت اور بلند حوصلہ عورت تھیں۔ اسی کی حسن تدبیر سے سلطنت بہمنیہ محمد شاہی زمانے میں رونق پذیر رہی اور بہت عروج پایا۔ محمد شاہ قلعہ بلگاؤں کو فتح کر کے بیدر پور

آہ ہاتھ لگے بیگم صاحب نے جو اس کی ماں تھیں راستے میں انتقال کیا۔ نعش کو تین روز تک فین کر کے بیدر روانہ کیا اور اسٹور میں دفن ہوئیں۔ محمد شاہ نے والدہ کی قبر پر یہ گنبد بنوایا۔ تاریخ وفات یہ ہے :-

دُشْرَةُ الشَّحَاحِ مَرْكُمَةُ الْفَكَارِ  
اِذَا جَاءَتْ ذِكَاةُ بَاعِثِهَا  
مُلْهِمٌ عَيْبٌ كَانَ فِي الشَّارِخِ  
اَيَّدَ اللَّهُ مَلَكَ وَارِثَهَا

۸۸۷ھ

ان سب میں بڑا اور شان دار گنبد سلطان احمد کا ہے جو اس لین میں سب سے پہلے ہے۔ جس نے ۱۲۳۷ء میں گرجہ چھوڑ کر بیدر کو دار السلطنت قرار دیا تھا۔ یہ مقبرہ گول کنڈہ اور گرجہ کے مقابلہ کے بنوئے گا ہے۔ اس کا چبوترہ (پچاس فیٹ مربع) ہے۔ دیواروں کا آثار بارہ فیٹ ہے اور ستائیس ستائیس فیٹ بلندی کی چار کمائیں ہیں قبہ کی بلندی زمین سے (۱۲۰) فیٹ ہے۔ سارا گنبد اندر سے اور تمام دیواروں پر سنہری زمین پر لاجوردی اور رنگ برنگ کی مینا کاری اور سیپ کا بے نظیر کام کیا ہوا ہے۔ گیارہ فوس ہے کہ امتداد زمانے سے سب ماند پڑ گیا ہے۔ حد درجہ دیکھو دیواروں اور محرابوں اور طاقوں پر کلام مجید کی آیات ہیں گنبد کی چھت کا اندرونی حصہ باعتبار صناعتی اپنی نظیر نہیں رکھتا خدا جانے وہ کیسے کاری کرتے تھے اب نہ ایسے باکمال لوگ رہے نہ اس کی ضرورت اس زمانے میں رہی۔ مشہور ہے کہ کتبوں میں بجائے نقطوں کے جا بجا ہیرے جڑے ہوئے تھے جو اب بھی چمکتے ہیں۔ اگر وہ کے متصل سکندر سے میں اکبر کی قبر کے سامنے کے برآمدے کے ایک کونے میں پانی مرنے لگا تھا جس کے سبب سے زر نگار اور مینا کاری کام مدھم پڑ گیا تھا لاڑ کوڑن نے اس کی مرمت کا بیڑا اٹھایا۔ مرمت شروع ہوئی ذرا سے کونے میں پچاس ہزار روپے صرف ہو گئے مگر کام جو بنا وہ بالکل بھٹا اور صاف چٹکی کھاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اب اس طرز کی کاری گری صفحہ دنیا سے معدوم ہو گئی ہے اب بھی مقبرے کے اندر جو کتبے بہ مشکل پڑھے جاسکتے ہیں وہ یہ ہیں :-

اندر دن صمد دروازہ جنونی  
رَوْضَةُ شَرِيفَةٍ بِسُلْطَانِ السَّلاطِينِ خَلِّ اللَّهُ وَ خَلِيفَتُهُ

فِي الْعَالَمِينَ الْوَائِقُ بِتَأْيِيدِ اللَّهِ الْقَوِيُّ الْخَازِرِيُّ  
شَهَابُ الدُّنْيَا وَالْدِّينِ أَحْمَدُ شَاهُ وَلِيِّ الْبَهْمَنِ قُدْسُ اللَّهِ أَرْوَاحُ  
وَضَرْجَةُ وَتَوَارُكَ مَكَانَهُ أَفْقُ مِنْ إِلَهِهِ أَمْرُ الْإِمَارَةِ فِي سَنَةِ ثَمَانٍ  
وَعِشْرِينَ وَثَمَانِمِائَةٍ  
خمس و عشرون  
ثمان مائه

اندرون دروازه شمالی

سُبْحَانَ مَنْ أَعْلَى مَنْزِلِهِ أَوْلِيَاءِهِمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ قَرَفَ  
مَكَانَهُمْ فِي أَعْلَى عِلِّيِّينَ وَجَعَلَهُمْ فِي غُرَفَاتٍ أَمِينِينَ وَفِي مَقْعَدٍ  
صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ فَأَعَزَّنِي فَاغْنُكُمْ فِي رَوْضَةِ الْجَنَّةِ وَنَ  
بِئَامَنُكُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ قَرَحُونَ -

اندرون دروازه شرقی

فَعَاثَ فِي دُنْيَاهُ حَمِيدًا أَوْ رَجَعَ إِلَى اللَّهِ فِي لَيْلَةٍ اثْنَيْنِ سَعِيدًا  
مُبَارَكًا الْتَاسِعُ وَالْعِشْرِينَ فِي شَهْرِ الْمَلِكِ الْعَلَامِ سَنَةِ  
تِسْعٍ وَتِسْلِينَ وَثَمَانِمِائَةٍ مِنْ هِجْرَةِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
اللَّهُمَّ اجْعَلْ شِفَاعَتَهُ شَامِلَةً مَقْبُولَةً عَلَوكَ أَكْرَامَتِهِ عَلَى الْغُلُقِ  
فَأَبْقِيهِ دَائِمَةً بِحَقِّ النَّبِيِّ وَعِزَّتِهِ الْأَحْسَنَ -

اندرون دروازه غربی

إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ أَمَا بَعْدُ  
فَهَذِهِ قُبَّةٌ مُقَدَّسَةٌ وَبَعْدُ مُبَارَكَةٌ وَكَمْبَةٌ الْحَاجَاتِ  
الْبَرَكَاتِ هِيَ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ طَابَ أَنْعُمُهَا أَمْ رَوْضَةُ الرِّضْوَانِ  
قَالَ شَهْرُ مَرْقَبَةٍ لِلَّهِ الْبَرَكَاتِ -

اس گنبدین نسب نامه بی حسب ذیل دیج ای - حضرت محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم  
علی ابن ابی طالب - خواجه حسن بصری - خواجه حبیب عجمی - داود جانی - فیض معروف کرخی  
شری سقطی - خواجه جنید بغدادی - شیخ احمد غزالی - شیخ عبداللہ موسیقی - نورالدین نعم اللہ علی



شاہ خلیل اللہ بت شکن - سلطان احمد شاہ ولی البہمنی -

سلطان احمد شاہ ولی البہمنی کے مزار پر اب بھی خدام مقرر ہیں اور ہر سال بڑی دھوم دھماکے سے عرس ہوتا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ مشکل بڑھ سکے ان کے علاوہ اور بہت سے کتبے گنبد کے چاروں طرف عربی طرز سے ہیں اس کچھ تو وہ کشش اور لپیٹ کی پیچیدگی اور پھر بلندی اور تاریکی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جا بجا سے کھرے چھڑ جانے کی وجہ سے بڑھے نہیں جاتے نہ عیارت کا تسلسل معلوم ہوتا ہے نہ مطلب سمجھ میں آ سکتا ہے بریں ہم جو کچھ ادھورا پڑ گیا ہے اور جیسا کچھ پڑا جا سکتا ہے۔ اس کی من و عن نقل کر دی جاتی ہے۔

**جانب جنوب** تو اس دیدہ بہر چند بنودے و بدیدیم یہاں بوجہ دوش آب حیاتیت رو با در نظر مانا ہست جہتین یا شد و تا بود چنان بود ..... سید قدح بادہ بمن داد بخور دم آریہ چہ کف مصالحت بندہ در آں بود ما شاد جہاں نیم گدا سے چہ بود ..... و بجزا ..... صلا ..... خدا سے بود ..... تجلی چہ خدا بود سے .....  
.....

**طرف دیگر** ہر کہ در معرفت سخن راند - وصف خود می کند اگر داند - تو منی من تو دینی بگزارد -

**جانب مشرق دروازہ داخلی** آب حیواں بچوے ماجاری - نہ حلول است حل حالت سخن از رمز و کمال ..... ہست - ہر کہ در معرفت سخن راند - وصف خود می کند اگر داند - تو منی من تو - دم دوی بگزارد ..... من بمنساند من و توئی بگزارد - لا انت - انت وانا ما صوہو -  
کَلَّا إِلَهًا إِلَّا هُوَ - کَیْسٌ فِی الدِّیْنِ رَاْعَیۃٌ ..... تَعِیۃٌ هَاعِیۃٌ نَا .....  
در کوئے تو غیر او باشد بدین باشد بگو نگو باشد  
تن بود شاید با و جان خود .....  
.....

سلطان احمد ولی البہمنی سے ملا ہوا سلطان علاء الدین ثانی کا گنبد بھی اتنا ہی بڑا ہے۔ جس کے رد کار پر نہایت اعلیٰ درجے کا چینی کا کام کیا ہوا ہے اور اس وجہ سے وہ چینی گنبد

کھلاتا ہے۔ اس پر بھی ایک فارسی اور مرہٹی کا کتبہ ہے جس میں قادر خاں کا نام اور <sup>۸۴۰ھ</sup> ۱۴۳۸ء  
 درج ہے۔ غالباً یہ قادر خاں کو عطا کیے زمین انعامی کی سند ہے جو اس خاندان میں اب تک  
 چلی آتی ہے۔ تیسرا گنبد ہمایوں شاہ ظالم کا ہے۔ ہمالوں سے بہت پہلے جو بادشاہ ہو گا وہ  
 اس کے عظیم الشان گنبد اب تک باوجود دور زمانہ دراز محفوظ و مستحکم موجود ہیں لیکن  
 ہمایوں کا گنبد چودہویں بعد کا ہے بالکل کھنڈر ہو گیا ہے۔ <sup>۱۳۰۰ھ</sup> ۱۸۸۷ء میں جب کہ میں سید پور میں موجود  
 تھا موسم بارش میں اس گنبد پر بھی رات کے وقت بجلی گری تھی جس کے صدرہ سے نصف قبة  
 گر گیا باقی نصف اوپر کھڑا ہے اور اب چار دیواری بھی سلامت نہیں رہی۔ قبر کا بھی نشان نہیں  
 ہے اس میں فی الواقع گدھے ٹوٹا کرتے ہیں اور لوگ بول دیر اڑاتے ہیں۔ کیا یہ کھلا نشان معتب  
 در گاہ آسمانی ہونے کا نہیں ہے۔ <sup>۱۰۸۶ھ</sup> ۱۶۷۵ء قلعہ شیر کو آگ لگی اور اس کے علاوہ موضع اشٹور کے  
 حدود میں جا بجا چھوٹے چھوٹے گنبد اور قبریں اور مکانات کے کھنڈر موجود ہیں جس سے یہ  
 معلوم ہوتا ہے کہ یہ موضع پہلے سید کا چھوٹا بچہ تھا اور اب تو اجڑا ہوا گاؤں ہے۔

چو کھنڈی شاہ خلیل اللہ  
 بت شکن ۱۰۸۶ھ

(۸) فیٹ بلند چوڑے پر یہ چو کھنڈی مٹمن شکل کی بنی ہوئی ہے جو (۶۶) فیٹ بلند ہے اور اندر  
 کا حصہ (۶۵) فیٹ اونچا ہے۔ گنبد کے باہر تین طرف برآمدے ہیں جن میں کا ایک ۵۵ فیٹ  
 چوڑا ہے دوسرا بہت تنگ ہے اور تیسرا کھلا ہوا ہے۔ یہ عمارت بہت خوش نما اور باقاعدہ بنی ہوئی ہے  
 صدر دروازہ جنوبی پر یہ کتبہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی جَنّٰتٍ عَدْنٍ فَاَدْخَلْنٰی فِيْهَا  
 وَ مَن صَلَّحَ مِنْ اَبَائِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیَّائِهِمْ وَ الْمَلَائِکَةُ یُکَلِّمُوْنَ عَلَیْہِمْ  
 مِنْ کُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ یٰۤاَصْبَحْ فَاَنْعَمَ عَلَیْ الدَّارِ الْفَقِیْرَ الْمُحْتَاجَ اِلَی  
 اللّٰهِ تَعَالٰی مَعِیْثَ الْفَاْدِیِّ الشَّیْخِ اَزِی۔

جانب مغرب بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد کلام مجید کے آیات ہیں جو صاف پڑھے  
 نہیں گئے۔

نَادَ عَلَیْکَ مَظْهَرَ الْحَاجَّاتِ جَانِبِ شَرْقِ  
مُحَمَّدٌ عَوْناً لَّکَ فِی النَّوَائِبِ  
کُلُّهُمْ وَنَعْمَ سَیِّدُکَ یَدْعُوکَ یَا مُحَمَّدٌ وَبِکَ لَیْسَ یَا  
یَا عَلِیَّ یَا عَلِیَّ یَا عَلِیَّ

اس احاطے میں اور دو گنبد ہیں خدا معلوم کس کے ہیں جن میں سے ایک پر بہت عمدہ کام کیا ہوا ہے۔

**قلعہ بیدر ۸۳۵ھ** شہر کے شمال میں قلعہ واقع ہے۔ ابتدائی تعمیر قلعہ کی راجہ امر سنگھ نے مختلف مقامات کے مشہور اور عمدہ کاریگروں کو بلا کر کرائی۔ یہ قلعہ ایک زمانہ میں راجہ بدو کی جاگیر تھا جسے پانڈر راجہ دہلی نے دیا تھا۔ شہر اور قلعہ بیدر کی آبادی زمانہ راجہ بدو کی سچے جیسے پانچ ہزار برس گزرے۔ قلعہ کا دور (۱۷۵۰) گز ہے۔ قلعہ کے اطراف بعض جگہ دھیری اور بعض جگہ تہری خندق ہے۔ سلطان احمد شاہ بہمنی نے قلعے کی مستحکم فصیل ۸۳۵ھ میں بنوائی اور بیدر کا نام احمد آباد رکھا۔ یہ قلعہ سب سے بڑی اور پائدار یادگار سلطانین بہمنیہ کی ہے۔ محمد شاہ لشکری نے جو ۱۷۶۷ء میں تخت نشین ہوا قلعہ کے کچھ جدید دروازے اور برج بنوائے مختار خاں قلعہ دار نے تمامی دروازوں پر آہنی پتھر چڑھا کر کیلے چرواے اور فصیل کی بھی مرمت کی۔ اس قلعہ کی فصیل اور برج غایت درجہ مستحکم ہیں۔ خندق کھوکھو اور اسی کا لال پتھر فصیلوں میں لگا یا گیا ہے۔ اس قسم کا استحکام اور کسی قلعے میں نہیں دیکھا گیا۔ کل (۳۷) برج مختلف فاصلوں سے ہیں بعض بعض برجوں پر گردش کی دیواریں بھی ہیں۔ قلعہ کے اندر کے محلات شاہی بالکل فصیل سے ملے ہوئے ہیں اور اس ویرانی اور بربادی کی حالت میں بھی ان کی وسعت اور عظمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مالوہ کے سلطان ہوشنگ نے ملک وکن پر چڑھائی کی تھی اس سے اور سلطان احمد شاہ سے جنگ ہو رہی تھی اس جنگ سے واپس آکر احمد شاہ نے شہر بیدر کی بنا ڈالی۔ اس کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ سلطان احمد کا جب نواح بیدر میں گزر ہوا تو دیکھا کہ تمام بالنوں کا جنگل ہی جنگل تھا۔ آب و ہوا یہاں کی پہلے ہی سے مشہور تھی اور قلعہ بجائے خود ایک دلکش اور مستحکم اور وسیع عمارت تھی جس میں

کچھ گنجائش توسیع اور ترقی کی تھی۔ اتفاقاً شکار میں بادشاہ کو ایک لومڑی نظر پڑی لومڑی شکاری کتوں پر پل پڑی جس سے معلوم ہوا کہ اس سرزمین میں غیر معمولی مہمت و جرات ہو۔ بادشاہ نے لومڑی کے پیچھے اپنا گھوڑا ڈالا اور سب کے سب تھک کر چور ہو گئے آخر کار ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام لیا۔ تشنگی غالب ہوئی پانی نکلیں نظر نہ آیا۔ ایک بڑھا چڑواہا وہاں بیٹھا ہوا تھا اُس سے پوچھا اُس نے ایک جھربلا دیا جو پتھر کی سل سے ڈھکا ہوا تھا۔ سب نے کوشش کی مگر پتھر کو کوئی کھکانہ سکا لیکن اُس چرواہے نے اپنی لکڑی کے ذرا سے اشارے سے سل ہٹا دی سب نے خوب سیر ہو کر گھنٹا پانی پیا۔ بادشاہ کو تعجب ہوا۔ گھڑے سے اس کا نام پوچھا اور کہا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ اُس نے اپنا نام بم گنڈا بتلایا اور یہ جگہ ایک چھوٹا سا گاؤں بیدر ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ ہم یہاں ایک قلعہ بنانا چاہتے ہیں گھڑے نے نہایت ادب سے کہا حضور کی مرضی اس کے بعد بادشاہ نے ایک مبارک دن دیکھ کر قلعہ کی بنیاد رکھی گھڑے نے بادشاہ سے عرض کی آپ اگر قلعہ بنائیں تو اس میں ایک مندر اور گاؤں میرے نام کا بھی رکھیں بادشاہ نے اس بات کو منظور کیا اور اس چشمہ کا نام بم گنڈا رکھ دیا۔

### شرزہ دروازہ

قلعہ میں داخل ہونے کا پہلا دروازہ شرزہ دروازہ اس وجہ سے کہلاتا ہے کہ اُس کی دونوں جانب شرزہ کی تصویر بنی ہوئی ہے اس دروازہ پر بھی دو سرے دروازوں کی طرح کا کتبہ ہے کہ ”بروز چہار شنبہ ۷ رجب ۲۹ جلوس مہمت مانوس حضرت قدر قدرت جم جاہ ملایک سپاہ ابوالمنظر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی خلد املاکہ و سلطانہ موافق ۱۰۹۴ ھ نبوی در صوبہ داری مکترین ہندگان منتشر خاں احمسنی سبزواری اس دروازہ صورت اتمام پذیرفت“

توبت خانہ اس کے آگے ایک دو منزلہ مکان توبت خانہ کا ملتا ہے جس کے بیرونی

حصے پر لاجوردی مینا کاری اور طلائی رنگ آمیزی کا کام ہے۔

گنبد دروازہ اور آگے بڑھ کر گنبد دروازہ ملتا ہے جو بیدر کے تمام دروازوں میں بڑا ہے جس کا گنبد بہت عظیم الشان ہے جس کے دونوں جانب بلند چوڑے کے دالان بنے ہوئے ہیں اور نیچے پتھر کا فرش ہے۔ یہاں اور شاہ گنج دروازے میں ایک ایک پتھر یا سہ جس کی بنیاد

پوچھا کرتے ہیں۔ جس کی نسبت یہ روایت مشہور ہو کہ ایک سادھو داماجی پنٹ جو پنڈھر پور کے قریب سنگل دیڑ کا نائب تھا جس نے کچھ سرکاری روپیہ جو قحط زدہ لوگوں کی خوراک کا تھا غبن کر لیا تھا وہ اس قلعہ میں قید تھا۔ پنڈھر پور کا دیو (یہ مقام بھی صوبہ بیدر میں تھا) دھیا دیہڑ کے لباس میں آیا اور داماجی کا زرمستغلبہ اسے دے کر چھوڑا لیا ان دونوں پتھر پر اسی دیوتا کی کھڑاؤں کے نشانات ہیں اسی سبب سے ہنود ان کی تعظیم کرتے ہیں۔

**رنگین محل** گنبد و دروازے سے ملا ہوا رنگین محل ہے اس کا تہ خانہ تو بند ہی کئی سیڑھیوں پر چڑھ کر اوپر جا کر ایک وسیع صحن ہے اور ایک دالان اور پیش دالان ہے جو ۲۸ x ۱۴ فٹ ہے اور صفہ نشین کے نام سے مشہور ہے اس کے نہایت بلند چوبی کھم ہیں اور چھت میں تمام لکڑی کا کام گل کاری کا ہے اس کی بیچ کی کمان کی پیشانی پر سیپ سے یہ بیت لکھی ہوئی ہے۔

شاہ نشین چشم من تکبیر گہ خیال ما جہاے دعا ست شاہ من بے توبہ و جا تو

۱۵ شولا پور کے ضلع میں ہے۔ بجلی سے (۲۶۴) میل براہ کڑ و داری حبشش۔ یہاں دھوبیا کا مشہور مندر ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک نہایت متقی برہمن کا ایک بڑا نافرمان لڑکا پنڈ لاک نامی تھا جو ہر طرح اپنے والدین کو تکلیف دیا کرتا تھا لیکن خدا کی قدرت کہ وہ سنبھل گیا اور ماں باپ کی ایسی خدمت گزار کرنے لگا کہ اُس کا نام چوڑن مشہور ہو گیا۔ ایک دن کشن اپنی بیوی رکنی کو تلاش کرتا ہوا پنڈھر پور آیا جو اپنے شوہر سے لڑا کر بیاں چلی آئی تھی کشن بھی پنڈ لاک کی سعادت مندی سے خوش ہو کر اس سے ملنے آیا دیکھا تو وہ اپنے باپ کے قدم دھو رہا تھا وہ ایسا منہمک تھا کہ اُسے کشن کے آنے کی خبر بھی نہ ہوئی۔ آخر کار کشن کو دیکھ کر کہا کہ آپ بھڑھریے اور اسی مقام پر کشن آج تک اُس اینٹ پر کھڑا ہوا ہے جس سے کہ پنڈ لاک اپنے باپ کے پاؤں بانیخ رہا تھا جس کو اُس نے کشن کو دیکھ کر بھیٹے کے لئے اُس کی طرف پھینک دیا تھا۔ کشن اپنے دونوں ہاتھ کمر پر اس طرح دھرے کھڑا ہو گیا کہ رکنی کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر وہ تھک گیا ہے۔ یہ مندر ۵۰ x ۷۰ فٹ طول و عرض میں ہے۔ وسط شہر میں واقع ہے اور اہل ہنود کی مقدس عبادت گاہ ہے جسے وہ پاٹھ رنگ کشن یعنی پنڈھری کا مقدس مقام کہتے ہیں۔ یہاں سال میں دو بڑی بھاری جاترا ہوتی ہے جس میں گھوڑے بھی فروخت ہوتے ہیں۔ ۱۲

اس ہال کے تمام کام کو مرزا قادر بیگ صاحب اہل تعلقہ دار نے کپڑے کی چھپیں لگا کر انگریزی طرز کا بنا دیا دونوں طرف دو کمرے بھی نکال دئے اب صرف کھمبوں کی نقاشی باقی ہے۔ شہ نشین کی کمان جس پر اوپر کی بیت لکھی ہے سنگ موسیٰ کی ہے اس کے اندر ایک آٹھ فیٹ کا مربع کمرہ ہے اس کے پیچھے ایک دوسرا کمرہ ۱۵x۱۴ فیٹ کا ہے۔ یہ مقام دیوی کا ستھان تھا۔ چنانچہ اب تک ایک چھوٹا سا حوض کمرے کے بچوں پنج موجود ہے جس میں دیوی کو اٹھان کر لیتے تھے۔ اس کمرے کے دونوں جانب دو کھڑکیاں بطور روشن دان کے واسطے موجود ہیں جہاں پر روکش (طواف) کیا جاتا تھا۔ ایک کھڑکی پیچھے دار کو بعد میں خندق کی طرف بھی پھوڑی گئی ہے یہ سارا کمرہ سنگ موسیٰ کا ہے اور اس کے چاروں کونوں پر عبارت ذیل کھود کر سیپ کی کچی کاری کی گئی ہے۔

ایک طاق پر تَبَاكَی الْمُهْتَمَاتِ دوسرے طاق پر یَا فَیْعَ اللّٰہِ رَحْمَاتِ

ای منظر دیدہ از جمالت روشن دی کردہ چودر در صدف سینہ طین

بجرام بشتہ نشین خلوت گہ دل کز بہر تو آراستہ شدایں گلشن

بطرف شمال رو بسوئے جنوب

اَعْلٰی اللّٰہُ تَعَالٰی شَآئِدٌ۔۔۔ یَا مُفِیْعُ الْاَبْقَیَا۔۔۔

اَلْمُسْتَنْصِرُ بِنَصْرِ اللّٰہِ الْمَلٰٓئِکَ الْمَلٰٓئِکَ الْمَجْلِسِ الْاَکْبَرِ وَالْهَامِیُّنَ لَلْکَرِیْمِ

عَلٰی بَرِّیْدِ الْمَسَالِکِ۔۔۔

ہر دژ نہیں کہ در صدف دارد عشق از بہر تبار در گشت دارد عشق

عاشق شود از دیدن رویت زانکہ گوید بدرو بام تو می بارد عشق

رنگین محل کے اور ایک بالا خانہ ہے جس پر بخاطر طغیانیہ جانب مغرب یہ لکھا ہوا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ هٰذَا الْقَصْرَ الرَّفِیْعَ مَنَیْرًا لَا مَلُوْکًا وَمَکَانًا عَلَیْہِا وَاقِفًا لَا تُخْذَلُ حُرْمَتُہٗ

حُمْدُہٗ نَبِیًّا مَّعًا لِّلْمَعْمُوْدِ اَصْحٰلِہٖ اَمْرٌ حَیْثَ۔۔۔ اَلْمُسْتَنْصِرُ بِنَصْرِ اللّٰہِ الْمَلٰٓئِکَ الْمَلٰٓئِکَ

الْمَجْلِسِ الْاَکْبَرِ وَالْهَامِیُّنَ لَلْکَرِیْمِ عَلٰی بَرِّیْدِ الْمَسَالِکِ۔۔۔

اس بالا خانے میں بھی کئی کمرے ہیں اور یہاں سے سارے شہر کا نظارہ ہوتا ہے خصوصاً

قلعہ کے برج اور خندق تو ہتیلی میں نظر آتے ہیں۔ رنگین محل کی داہنی طرف دو عالی شان گنبد ہیں ان پر بھی چینی کا کام تھا جو آب جھڑ جھڑا کر اے نام رہ گیا ہے اور ان کے اندر بھی حوض تھے جو مٹی سے بھر دئے گئے۔ رنگین محل پہلے صوبہ داروں کے رہنے کا مکان تھا بعد اول تعلقہ داروں کا لیکن اب چند سال سے تعلقہ دار نواب ناصر الدولہ بہادر کی حویلی میں بیرون قلعہ رہتے ہیں اور اس میں ضلع کی کچھری ہوتی ہے۔

توپ ہفت گرمی  
اندر ون قلعہ ارک  
سے ۹۷۵

رنگین محل کے سامنے ایک بزرگ سیدھی جانب مشرق جاتی ہے۔ رنگین محل سے نکلے ہی دہائے ہاتھ کو ایک چار دیواری کھڑی ہے اندر کے مکانات منہم ہیں اسی کے محاذی ایک پڑانا

کوٹھا ہے اس میں اسی زمانے کے ہتیار بھرے ہوئے ہیں اس کے آگے چپے چپے پر منہم عمارات ہیں جا بجا خانوں کی علامات ہیں جو بند ہیں اور قریب دو فرلانگ کے بلند برج پر ایک بڑی بھاری توپ رکھی ہوئی ہے اس برج کا نام ست گرا برج ہے یہ توپ (۳۱) فیٹ لمبی اور (۲۳) فیٹ مدور ہے جو ٹیڑھی ہو کر ویسی ہی بڑی ہے یہ بھی بیج رسی نیلگوں رنگ کی ہے اور ایسی جلائی ہوئی ہے کہ منہ دکھلائی دیتا ہے یہ توپ دولت آباد کی توپ اور بیجا پور کی مشہور توپ مالک میدان کے ہم پلہ ہے اس پر حسب ذیل عبارت طامانی حروف میں کندہ ہے۔

یکے از عزائب علامات کارخانہ آلمی توپ شاہی وضع خاصہ حضرت نواب ہمایون اکرم علی برید شاہی تمت فی التاریخ ۱۱۷۵ ہجری النبویہ۔

غلولہ دہ من نیم دارد و من ونیم اگر خواہد ازیں زیادہ کند صافی کند وہ آٹا زیادہ اندازد۔  
نقارخانہ رنگین محل کے سامنے ہی دو منزله نقارخانہ ہے جس پر اب تک نوبت تین وقت روزانہ بجتی ہے اور انوار کو پانچ وقت اس کے محاذی ایک لین کی لین کمانوں کی ہے جس میں عرب رہتے ہیں ان کے اوپر ایک چھوٹا سا گنبد اور مکان ہے جس میں خاکسار رہتا تھا۔ شہر بیدر کے دروازے رات کو بند ہو جایا کرتے ہیں۔ ہر دروازے پر جمعیت احشام کے چند جوان رہتے ہیں۔ صبح سویرے روشن چوکی کے ساتھ کنجیاں جا کر دروازے کھولنے کا دستور اب تک چلا آتا ہے۔

لے قلعہ کی حفاظت کے لئے جو فوج رکھی جائے احشام کھلائی ہے اب بھی سیر میں جمعیت احشام کا وہی سلسلہ چلا آتا ہے۔

**جیل** اسی سلسلہ میں ایک وسیع شاہی مکان میں اب جیل ہے جس کی دیوار لکھا ہوا  
 امرزان نے دوبارہ ۱۳۲۷ء میں بنوانا لکھا ہے۔

**حمام** جیل کے دروازے کے آگے ایک بلند مکان ملتی ہے اور آگے بڑھ کر سیدھے  
 ہاتھ کو ایک وسیع چبوترے پر ایک قدیم عمارت ہے جس میں عدالت ضلع کی کچھری ہے یہ مکان  
 محمد شاہ لشکری کا بنایا ہوا شاہی حمام تھا اس میں متعدد لداؤں کے کمرے ہیں۔

**تخت محل** قلعہ کے اندر علاوہ دیگر عمارات کے حمام سے آگے بڑھ کے گویا قلعہ کے وسط  
 میں صرف ایک بلند چار دیواری نظر آتی ہے جس کے اندر اب کوئی مکان باقی نہیں رہا۔ یہ  
 سلطان احمد شاہ کا بنایا ہوا تخت محل تھا جو اس نے خاص اپنے رہتے کے لئے بنوایا تھا۔  
 یہ وہ عالی شان محل تھا جس کی شان میں شیخ آذری نے یہ رباعی لکھ کر بادشاہ کو نذر دی تھی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۲ - ہزاری بخشی موجود ہیں جو ان بھی گھٹنے گھٹاتے اب محدودے چند رہ گئے ہیں  
 ان کی تنخواہیں وہی چلی آتی ہیں جو قدیم زمانے میں تھیں یعنی جو ان کو زیادہ سے زیادہ چار روپیے اور کم سے کم  
 آٹھ آئے بھی ہیں۔ یہ لوگ اپنی ان خدمات کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں ان کا سلسلہ جب ہی سے  
 بلا فصل چلا آتا ہے۔ زمانہ بدل گیا مگر تنخواہ کی شرح نہ بدلی فوجی فراہمی لاوارثی کے سوا تحفیف کی بلانے ان کی  
 تعداد بہت گھٹا دی ہے۔ ہزاروں کی شرح مختلف ہو دس سے لے کر تیس تک ہو یہی لوگ اب تک شہر  
 اور قلعہ کے دروازوں کی نشست پر مقرر ہیں۔ ۱۲

۱۵۔ اس رباعی کو ملا شرف الدین مازندرانی نے جو مشہور خوشنویس تھا نہایت جلی قلم سے لکھا اور چھوٹے  
 کھود کر محل کے دروازے پر نصب کیا۔ شیخ آذری اس فرامین کا رہنے والا اپنے زمانے کا مشہور شاعر تھا جب  
 سن کمولت کو پونچھا تو سفر حجاز کے بعد ہندوستان میں آیا۔ سلطان احمد اس کی بڑی عزت و توقیر کرتا تھا۔  
 اور بہت کچھ انعام اکرام دیتا رہتا تھا لیکن پھر بھی حب الوطن کی کشش غالب آئی اور وطن جانے کی دھڑکن  
 لگی اور یہ بیت کہی۔

من ترک ہند و حبیبہ و حبیب الگفتہ ام باد و برت چونہ بیک جو نہی خرم  
 بادشاہ کے حکم پر اس نے بہمن نامہ لکھنا شروع کیا اور جب احمد شاہ کے عہد تک پونچھا تو کتاب بادشاہ  
 کے ملاحظہ میں گزرائی اور اپنے وطن جانے کی استدعا کی۔ بادشاہ نے کہا مجھے حضرت بندہ نواز گیسو دراز کی



اور بادشاہ نے خوش ہو کر اسے مال کر دیا تھا اب اسے کم بخت محل کتنا کچھ بے جا نہ ہوگا۔

### رباعی

حبذا قصر مشید کہ زفر طعنت  
آسمان ہم نتوان گفت کہ ترک ادب است  
آسمان سدرہ از پایہ این درگاہ است  
قصر سلطان جہاں احمد بہمن شاہ است  
سیکیزین وغیرہ سارا قلعہ اجڑی ہوئی عمارتوں کا مخزن ہے جس میں ایک  
سیکیزین بھی ہے جس میں میرغل علی خاں قلعہ دار کو اس کے بھائی نظام علی خاں نے قید  
کر رکھا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۳۔ وفات کا ہی بڑا دھکا لگ چکا ہے تجھ سے ذرا میرا غم غلط ہوتا ہے تو مجھے  
چھوڑ کے کیسے جاتا ہے۔ اس وقت شیخ خاموش ہو گیا چند دن کے بعد شہزادہ علاء الدین سے سفارش  
کرائی اور عرض کیا کہ اگر مجھے رخصت مل جائے تو حج اکبر جو میں نے کیا ہے اس کا آداب تو آپ کے حضور میں  
پیش کرتا ہوں۔ بادشاہ اس سے بہت خوش ہوا اور خزانچی کو بلا کر حکم دیا کہ چالیس ہزار تنگہ رصفید  
جو ہر ایک ایک تونہ نقرہ خالص کا ہونا تھا شیخ کو دو۔ شیخ یہ ڈھیر دیکھتے ہی پکار اٹھے۔ لاکھ لاکھ عطا کیا تم  
مطالبہ کیا کہ یعنی آپ کے اس گراں عطیہ کو آپ کے جانور بھی نہیں اٹھا سکتے۔

بادشاہ ہنس اٹھا کہ ہمیں ہزار تنگہ راہ خرچ کو اور دو اور خلعت خاصہ اور پانچ غلام ہندی  
دے کر رخصت کیا۔

صواب کرد کہ سیرانہ کرو ہر دو جہاں  
لیگانہ داور داراے بے نظیر و ہمال  
و گرنہ ہر دو بہنجشیدے اول وقت کرم  
امید بندہ فائدے بہ ایزد متعال

چنانچہ شیخ آذری جب تک ملک خراسان میں زندہ رہا بہمن نامہ لکھتا رہا اور جتنا لکھتا ہر سال بھیج  
دیتا تھا۔ ہمالیوں شاہ کی داستان تک اسی کا لکھا ہوا ہے۔ بعد اس کے ملا نظیری اور ملا ساسی  
نے ختم سلطنت بہمنیہ تک لکھا ہے۔

شیخ آذری درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ (۸۲) سال کی عمر میں ۸۶۶ھ میں اپنے وطن مالوف  
اسفہر این میں وفات پائی۔ لفظ "خسر" سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔ ۱۲۔

ترکش محل - گنگن محل چینی محل  
نگینہ محل " " "

ترکش محل میں اب کچھ نہیں رہا یہ چونکہ ترلہ  
محل تھا جہاں بادشاہ کا دربار ہوتا تھا۔

گنگن محل کا بہت کچھ حصہ لداؤ کے صدر دالان در دالان اوپر کے بالا خانے نیچے کے  
چھوٹے چھوٹے دالان باقی ہیں ضلع کی کچھری۔ محافظ خانہ سب کچھ اسی کے ایک کونے  
میں پڑا ہے پھر بھی بہت سا حصہ خالی ہے۔ جس زمانے میں رنگین محل میں صوبہ دار رہتے تھے  
تعلقہ دار ضلع اسی کے بالائی حصے میں رہتا تھا۔ چینی محل اور نگینہ محل کا صرف نام  
ہی نام باقی ہے۔

زنانی مسجد اندرون قلعہ

قلعہ کے اندر ایک بہت بڑی عالی شان زنانی  
مسجد موجود ہے جسے سوطا حکم کی مسجد کہتے ہیں جس کا طول شمالاً و جنوباً ستو گز اور عرض شرقاً  
و غرباً چوبیس گز اور بلندی چودہ گز ہے۔ اس میں سوطا حکم ہیں جن کی کمائیں سترہ گز بلند اور  
دس گز چوڑی ہیں۔ یہ مسجد سلطان احمد شاہ بہمنی کے عہد میں بنی ہے جس کی لاگت تھینٹا  
دو لاکھ سے کم نہ ہوگی۔

اس کے درمیانی بڑے گنبد کی مرمت بعد مولوی محمد اکرم الدین خاں صاحب  
کا کوری تعلقہ دار ضلع نہایت عمدگی سے کرائی گئی بعض بعض چھوٹے چھوٹے قبتے  
گر پڑے ہیں اب صرف بیچ کے بڑے گنبد میں جو فی نفسہ ایک بہت بڑی مسجد کے برابر ہو نماز  
ہوتی ہے۔ اس مسجد میں قلندر خاں کے باغ کا کتبہ کسی نے لاکر لگا دیا ہے جو نہایت خوش  
سلیقہ لکھا ہوا ہے ایک ایک مصرعہ جدا جدا پتھر پر کندہ ہے۔

بدور شاہ عالم گیر غازی	کہ از عدلش شدہ گیتی منور
قلندر خاں بہا رباع دولت	کہ از بولیش جہاں گشتہ معطر
بہ پیش آفتاب دست جو دش	بود دریا و کان از ذرہ کمتر
رواقے ساخت بہر یادگارے	کہ با شد زیر این فیروز منظر
پرتایرخ ادا از طامع سپنج	نذا آمد کہ خال روے بیدر

بادشاہی عاشور خانہ اور باغ مسجد کے بعد ہی باغ شروع ہو جاتا ہے جس کی ٹوٹی پھوٹی گیارہوں اور روشوں اس کی چمن بندی بست لاری ہیں مگر اب نام کو ایک درخت بھی نہیں۔ اسی باغ میں ایک بادشاہی عاشور خانہ ہے جس میں میرے زمانے میں تحصیل کی کچری تھی اب والدہ اعلم کس مصروف میں ہے۔

سراے اس سر کو ۱۲۰۳ھ میں نواب نظام علی خاں نے مرہٹوں کے مقابلے کے وقت بیڑائی تھی اور اس کے اطراف دور دور تک جہاں دیکھو ٹوٹے پھوٹے مکانات کھنڈر۔ گرمی بڑی چار دیواریاں۔ ویران گنبد۔ قبریں۔ زمین میں دبے ہوئے نہ خانے چوراہے موجود ہیں۔ اس اعتبار سے بیدر بالکل دوسرا بیجا پور ہے۔ بیدر کی آبادی ایسے بلند مقام پر واقع ہے کہ دس دس بارہ بارہ کوس سے چاروں طرف سے مدرسہ کا مینار دکھائی دیتا ہے اور پانچ چھ کوس سے قلعہ بھی صاف نظر آتا ہے۔ قدیم سے بیدر صوبہ داری کا مستقر تھا اب صوبہ داری پٹن چڑھ چلی گئی اور بیدر نرا مستقر صلح رہ گیا۔

یہ شخص ایک تاجر تھا اس نے اپنی دائری میں بیدر کے متعلق لکھا ہے کہ یہ خطہ ایسا آباد تھا کہ ہر کوس پر ایک گاؤں ملتا تھا۔ جدید دیکھو زراعت ہی زراعت

اتھنا سیس نئی کین ارمنی  
روسی سیاح کا بیان  
۱۷۰۰ء

تھی سڑکوں پر جا بجا پہرہ چوکی تھا اور مسافروں کو کسی قسم کا خدشہ نہ تھا۔ بیدر ایک شاندار اور فرح بخش آب و ہوا کا مقام ہے یہاں کے بادشاہ محمد شاہ کی عمر صرف بیس سال کی ہے اور تین لاکھ فوج ہے جو ہر طرح آراستہ ہے توپ خانوں کا ذکر اس نے نہیں کیا لیکن بہت سے ہاتھی تھے جن پر بڑی بڑی درانتیاں اور چمک دار لوہے کی ڈھالیں وغیرہ لگی رہتی تھیں موجود تھے۔ جب اورنگ زیب نے ۱۶۵۹ء میں بیدر پر حملہ کیا تو شہر کا دور (۱۷۵۰ء) گزرتھا اور تین خند قین چپیس گز عریض اور پندرہ فیٹ عمیق تھیں جو بیدر کی پھیلی چٹانوں میں کٹی ہوئی تھیں۔

مالتیر تھیویناٹ ۱۷۶۶ء اس سیاح نے بیدر کے حالات یوں لکھے ہیں کہ

تفصیل اینٹوں کی ہو جس میں برج بھی ہیں اور چابجا بڑے بڑے گنبد نما برج ہیں جن پر توپیں ایسی بڑی بڑی چڑھی ہوئی ہیں کہ جن میں سے بعض کے دہانے تین تین فٹ چوڑے ہیں۔ اس شہر میں عموماً تین ہزار جمعیت متعین رہتی ہے جس میں سے نصف سوار اور نصف پیادہ اور سات سو گولنداز ہیں۔ فوج بہت آراستہ ہر طرح سے مسلح اور ہر وقت جنگ کے لئے تیار رہتی ہے کیوں کہ ملک دکن میں یہ ایک بڑا مقام ہے جس پر ہر وقت غنیمت کی چڑھائی کا اندیشہ رہتا ہے۔ بیدار کی گورنمنٹ بہت متمول ہے۔ یہاں کا حاکم جو یا دشاہ جہانگیر کا برادر نسبتی ہے قلعے کے باہر ایک مکان میں رہتا ہے لیکن چوں کہ اس گورنر نے یا دشاہ بیجاپور کی فوج کو عین محاصرہ بیدار میں شکست دی تھی اُس کے صلے میں گورنری برہم پور پر جو اعلیٰ تر خدمت ہے مقرر کیا گیا ہے اور یہاں ایک نیا ایرانی گورنر آیا ہے جس کی سوار ہی مجھے ایک مرتبہ راستہ میں ملی تھی وہ باجوہ و پیرانہ سال کے نہایت وجیہ اور شکیں ہے۔ گورنر پالکی میں سوار تھا اور پالکی کے سامنے بہت سے لوگ تھے ہاتھوں میں مفرق جھنڈیاں لئے ہوئے تھے۔ جن کے آگے سات ہاتھی تھے۔ گورنر کی پالکی کے بعد اور کئی پالکیاں زنانی سوار یوں کی تھیں جن پر سرخ مخملی پردے پڑے ہوئے تھے اُن میں سے ایک گھلی پالکی میں دو صغیر سن بچے تھے۔ ان ساری پالکیوں کے ڈنڈوں پر چاندی کا خول چڑھا ہوا تھا اُن کے بعد بہت سی رتھیں چھ فیت اوپن تھیں جو عورتوں سے کچھ اچھ بھری ہوئی تھیں سب سے آخر ساماں بار برداری کی گاڑیاں تھیں آخر میں بہت سے شتر سوار تھے،

**سر چرڈنیل بیدار میں ۱۸۶۱ء** سر چرڈنیل گورنر کیسی ۱۸۶۱ء میں بیدار

تشریف لائے تھے اُنھوں نے بیدار کی نسبت حسب ذیل ریمارک کیا ہے :-  
 ”قلعہ کے برجوں کا بے نظیر رنگ استدار زمانے سے ماند پڑ گیا ہے یہ برج اُس سرخ پتھر کے بنے ہوئے ہیں جس کے کہ سارے پہاڑ اس لوح میں ہیں۔ مسجد کی عمارت بہت عظیم الشان اور مستحکم ہے جو سلاطین مغلیہ کی استرکاری اور چمکیلی عمارات سے بالکل حیدرزد کی ہے۔ اس مقام پر سب سے خوب صورت چیز مدرسہ ہے۔ مدرسے کا تمام بیرونی حصہ کسی زمانے میں مینا کاری گل کاری اور نقش و نگار سے آراستہ تھا

جس کا کچھ حصہ اب بھی باقی ہے جسے سیاح و گمکے بے انتہا خوش ہوتے ہیں۔ یہ عمارت شاید ہندوستان کی کل اس قسم کی موجودہ عمارتوں میں سب سے بہتر ہو۔

**جائزہ اے مالیک گاہوں** ضلع بیدر میں یہ سب سے بڑی جائزہ ہے جو برابر دو چھینے رہتی ہے زیادہ

تر اس میلے میں گھوڑے آتے ہیں اور یوں بھی لاکھوں روپیہ کا بیوپار ہوتا ہے۔ یہاں کھنڈو باکا دیول ہے۔ دیول کچھ ایسا بڑا نہیں ہے مگر اہل ہندو بہت معتقد ہیں۔ اکثر لوگ زمین پر لیٹ لیٹ کر

گرد و دراز فاصلے سے آتے ہیں اور ”میکوٹ گھے“ پکارتے ہیں یعنی میکوٹ نے جیسے خدا بیدی

کہتے ہیں یعنی میرا ہاتھ پکڑ۔ میکوٹ کے معنی یہ کہ جاتے ہیں کہ جب کھنڈو یا پیدا ہوا تو اس پر کش

یعنی جنات مستولی تھے اس کی مرد کو سات کوٹ یعنی گرد آرمی آئے ادا ان دیولوں کو مار ڈالا۔

یہ جائزہ ماہ پوس کی پونم سے شروع ہوتا ہے جو نومبر دسمبر میں پڑتا ہے اور ماہ ماگھ سدھ کی پاڑوا کو بھنڈا رہ

ہوتا ہے۔ یعنی اس کے بعد خرید و فروخت گھوڑوں کی موقوف ہو جاتی ہے۔ اس میلے میں پہلے دس

پندرہ ہزار تک گھوڑے فروخت ہوتے تھے مگر سختی محصولات سے جائزہ ٹوٹ گئی لیکن سرکار نے

سب قسم کے ٹیکس معاف کر دیئے نتیجہ یہ ہوا کہ شش ماہ میں صرف ایک ہزار گھوڑے آئے تھے لیکن

پانچ ہی برس میں چار ہزار بڑبڑ پونجی اور ہر سال ترقی ہوتی گئی۔ علی بن عبداللہ صاحب مہتمم افواش

نسل چوہا نے بڑی ترقی دی اور جا بجا تھی گھوڑے پھیلا دیئے اور ہزار ہا روپیہ جائزہ میں انعامات

تقسیم کئے جانے لگے اب چاروں طرف کے گھوڑے کھینچ آتے ہیں۔ برٹش گورنمنٹ کے آرمی

رمنٹ ڈپارٹمنٹ میں ہیں سے گھوڑے سپلائی کئے جاتے ہیں۔

**خانہ پور کا ایک دیول** بیدر سے چار کوس خانہ پور ہے جسے ہندو میلار کہتے ہیں یہاں بھی

بڑی بھاری جائزہ ہوتی ہے جو بیس دن رہتی ہے اور ہزار ہا آدمی جمع رہتے ہیں یہاں اشنان کے لئے

بڑی کھنڈاؤں جو ض گائے مکھ میں جن میں بارہ چھینے پانی رہتا ہے۔ سدا برت اور گھڑیا پچوون نقارچی وغیرہ

کے لئے سالانہ (۱۵۵۵) سالانہ مقرر ہیں۔ دیول کے پاس اوزنگ و سب کی بنوائی ہوئی ایک

مسجد بھی ہے مگر اس پر کوئی تاریخ نہیں پہلے یہ مقام بہت آباد تھا اب بسبب روکٹا آب و ہوا

ویران ہو رہا ہے۔



## بادشاہان خاندان بریدیہ

سلاطین خاندان بہمنیہ کا حال ہم ضمیمہ گلبرگہ شریف میں لکھ آئے ہیں۔ اس خاندان بریدیہ کا حال لکھتے ہیں۔

قاسم بریدیہ ۸۸۹ھ تا ۹۱۹ھ میں خاندان بہمنیہ کا زوال ہوا اور سلطنت کے پانچ حصے ہو گئے جن میں ایک خاندان بریدیہ بھی تھا۔ اس خاندان کا پہلا بادشاہ قاسم بریدیہ تھا یہ ایک گوجی غلام تھا جس کو محمد شاہ لشکری بہمنی نے شہاب الدین یزدی سے خرید لیا تھا ۸۸۹ھ میں سلطان محمد کی تخت نشینی کے بعد ملک حسن نظام الملک بیدری اور عادل خاں سوائی بیجا پور میں ایک بڑی جنگ ہوئی اس معرکہ میں قاسم بیڑ بھادری کے بڑے جوہر دکھلائے۔ نظام الملک نے خوش ہو کر اسے شہر کا کوتوال مقرر کر دیا۔ ۸۹۵ھ میں جب نظام الملک کو پسپا دھکائی نے مار ڈالا تو سلطان محمد نے اسے وکیل السلطنت مقرر کیا۔ ۸۹۲ھ میں قاسم بریدیہ کا طوطی بول رہا تھا کہ تھوڑے ہی عرصے بعد ۸۹۵ھ میں وزیر اعظم ہو گیا۔ قنہار۔ اوسہ۔ اودگیر اور کلیانی کے قلعہ جات پر پوری طرح اس کا تسلط نہیں ہوا تھا پھلے قابضین مانع و مزاحم تھے ان کی سرکوبی کے ارادے سے یہ لنگر کچھ کچھ نیت بدلی اور بغاوت پر تل گیا اور بیجا پور میں مرتبہ بادشاہ کو شکست دی اور قریب تھا کہ شہر بیدر کو بے بیٹھے کہ دلاور خاں حبشی نے مقابلہ کر کے قاسم بریدیہ کو ایسا نیچا دکھایا کہ اس نے کولاس میں جا کر سر چھپایا۔ وہاں پھر ایک جنگ عظیم ہوئی جس میں دلاور خاں ایک مست مابھی کے ہاتھ سے مارا گیا اب کیا تھا بادشاہ یا نکل مغلوب ہو گیا اور اس وقت کچھ ایسی بڑی آن بنی کہ بادشاہ کو دب کر قاسم بریدیہ سے صلح کرنی پڑی اور پھر اسی کو وزیر مقرر کیا۔ اس اثنا میں بہادر گیلانی اور احمد خاں بکری دونوں کی قاسم بریدیہ سے ایک لڑائی چھڑ گئی لیکن آگے چل کر صلح ہو گئی۔ ۹۰۵ھ میں بادشاہ گلبرگہ سے اپنے بیٹے احمد شاہ کی شادی کر کے پیدر واپس آیا۔ قاسم بریدیہ عادل شاہ سے شکست پا کر گلبرگہ ہی سے اوسہ چل دیا تھا

تھا اب بادشاہ کے آنے کی سن کر وہ بھی واپس آیا اور بڑے زور شور سے کاروبار سلطنت کا خود چلانے لگا اور یہاں تک وکیل ہوا کہ بادشاہ کو بے کار محض کر دیا اس طرح پندرہ سال تک برسر عروج رہ کر سن ۹۱۰ھ میں دنیا سے رخصت ہوا۔

**امیر برید ۹۱۰ھ تا ۹۲۸ھ** قاسم برید نے تین بیٹے چھوڑے جہانگیر خاں - امیر برید اور خواجہ برید - امیر برید باپ کی جگہ وزیر ہوا جس نے تھوڑے ہی دنوں بعد بادشاہ کو معزول کر دیا اور خود سلطنت کرنے لگا۔ سن ۹۲۸ھ میں امیر برید نے عماد الملک اور قطب الملک کو گانٹھ کر بیچا ہوا پھر بڑائی کر دی۔ سلطان محمد تو وزیر کی مٹھی میں تھا۔ امیر برید بادشاہ اور شاہزادہ احمد دونوں کو قیدی ساتھ لے گیا۔ لڑائی میں امیر برید نے شکست پائی اور بادشاہ بیچا پور سے سلطان محمد اور شاہزادے دونوں کو قید کر لیا لیکن چند روز بعد ان کو اعزاز و اکرام شاہانہ کے ساتھ گلبرگہ بھیج دیا۔ امیر برید تو شکست ہوتے ہی بھاگ کر بیدر پہلے سے آن پونچھا تھا جب بادشاہ اور شاہزادہ گلبرگہ سے بیدر واپس آئے تو آتے ہی دونوں کو قید کر لیا۔ چند دنوں بعد سلطان محمد براڑ بھاگ گیا وہاں جا کر عماد الملک گورنر کی مدد سے ایک بڑی فوج لے کر پھر بیدر بڑائی کی لیکن اسی اثنا میں سلطان محمد اور عماد الملک سے جنگ لگی اور سلطان محمد افتاں و خیزاں پھر امیر برید کے پنجے میں آن پھنسا اور پہلی طرح برائے نام بادشاہ رہا دراصل حکومت امیر برید ہی کی تھی۔ اس زمانے میں امیر برید اپنے قلعہ جات اوگیر - قندہار اور اوسہ میں رہا کرتا تھا کبھی کبھار بیدر آکر بادشاہ کو بھی دیکھ جاتا تھا۔ سن ۹۲۸ھ میں خداوند خاں حبشی جاگیر دار قندہار کو امیر برید نے شکست دی۔ سن ۹۲۸ھ میں سلطان محمد نے انتقال کیا۔ امیر برید بڑا ہوشیار تھا کھلے خزانے بادشاہ ہونا پسند نہ کرتا تھا برائے نام سلطان احمد شاہ کو تخت پر بٹھلا دیا۔ سلطان احمد عیاش مزاج تھا وہ خود امور سلطنت سے کارہ و مستغفر تھا جو کچھ تھا امیر برید ہی تھا چند دنوں کے بعد سلطان احمد بھی مر گیا۔ سن ۹۲۸ھ میں علاء الدین پسر احمد شاہ ثانی جو محمد شاہ ہمینی کا پوتا تھا بادشاہ ہوا اور اپنے باپ دادا کی طرح امیر برید کا دست نگر رہا جب علاء الدین امیر برید کی اس بیباکی اور سفاکی سے ناچار ہو گیا تو مرتا کیا نہ نکرتا اس نے سن ۹۳۰ھ میں امیر برید کے قتل اور اپنے بھاگ جانے کی تدبیر کی جس کی خبر امیر برید کو پونچ گئی

اُس نے علاء الدین پر ڈبل پہاڑ لگا کر قید میں اور سختی کر دی۔ یہ بے چارہ قید کی حالت ہی میں گھٹ گھٹ کر مر گیا۔ اس کی وفات کے بعد سلطان ولی اللہ بہمنی پسر احمد شاہ بہمنی جو سلطان محمد شاہ کا پوتا تھا بادشاہ ہوا اور اسی مصیبت میں گرفتار رہا جیسے کہ باپ دادا تھے۔ تین سال تو اس غریب نے مر پٹ کر کاٹے لیکن تاجکے بھاگ جانے کا قصد کیا لیکن اس میں بھی ناکام رہا آخر زہر دے کر ہلاک کیا گیا۔ ولی اللہ بہمنی کی وفات پر امیر برید نے سلطان کلیم اللہ پسر احمد شاہ کو جو محمد شاہ بہمنی کا پوتا تھا ۹۳۲ھ میں تخت پر بٹھلا دیا۔

خاندان بہمنیہ کا آخری بادشاہ کلیم اللہ تھا جو براے نام تخت پر بیٹھا مگر بالکل مسلوب اختیار ہونے سے گھر سے باہر بھی نہ نکلتا تھا کہ ۹۳۲ھ کو بابر شاہ کابل سے ہندوستان آیا اور دہلی فتح کر لی اس کا مدبر بہ تمام ملک ہند میں مستولی ہو گیا۔ اسماعیل عادل شاہ - برہان نظام شاہ بھری - سلطان قلی قطب شاہ سب نے عوافض اخلاص بھیجے۔ شاہ کلیم اللہ نے جب یہ خبر سنی تو اُس نے بھی ایک عوافضہ ایک شخص کو تبدیل لباس کر کے اُس کے ہاتھ سے خفیہ بھیجا یا جس کا مضمون یہ تھا کہ شوی تقدیر سمجھئے یا سورتدبیر ملازمین قدیم نے نک حرامی کر کے میرا ملک و بالیا اور مجھے مجبوس کر رکھا ہے اگر آپ اس طرف کا قصد فرما کر مجھے اس قید سے آزاد کرائیں تو مملکت برار اور دولت آباد آپ کی نذر کروں گا۔ بابر کے پاؤں ہندوستان میں ابھی خود نہ جمے تھے۔ سندھ اور گجرات کا انتظام کرنا تھا اتنی دور دراز پونچنا خالی از وقت نہ تھا مال گیا لیکن یہ راز نہ کھل گیا۔ کلیم اللہ گھبرا کر ۹۳۲ھ میں سر چھپانے بیجا پور چلا گیا وہاں بھی اُس غریب کو سپاہ نہ ملی مصصرع - بہر میں کہ رسم قدیم آسمان پیدا ست۔

اسماعیل عادل شاہ بادشاہ بیجا پور نے اس کے گرفتار کر لینے کا قصد کیا وہ بے چارہ بیک بینی دو گوش صرف اٹھارہ سواروں کے ساتھ احمد نگر کی طرف نکل گیا۔ برہان نظام شاہ بھری بہمنی بہمنی کچھ تعظیم و تکریم سے اُسے اپنے شہر میں لایا جس میں یہ غرض مضمر تھی کہ اس کو ملا کر بیدار پر ہاتھ ڈالے۔ جب کبھی شاہ کلیم اللہ مجلس میں آتا تو برہان نظام شاہ پاس ادب کے ہاتھ یا ندھ کر اُس کے سامنے کھڑا ہو جاتا تھا۔ چندے یہی حال رہا لیکن شاہ طاہر علیہ الرحمۃ جو ایک بہمان کے سیوا تارفع الدرجات میں سے تھے مانع ہوئے کہ تم بادشاہ ہو کر کلیم اللہ شاہ کے سامنے



مثل فکروں کے کھڑے ہوتے ہو۔ یہ امر بالکل شان شاہی کو خلاف ہی کہ تمہارے نام کا تو  
خطبہ پڑھا جائے اور تم ہی دو سکے کے آگے دست بستہ کھڑے ہو نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ  
تمہارے اعیان و انصار شاہ کلیم اللہ سے جا ملیں گے اور پھر ایسا سخت میچملہ پڑ جائے گا  
کہ سلجھائے نہ سلجھے گا۔ برہان نظام شاہ کے کان کھڑے ہو گئے اُس دن سے اُس نے  
پھر کلیم اللہ کو اپنی مجلس میں نہیں بلایا۔ پھر خدا جانے زہر دے دیا گیا یا یہ کہ طبعی موت آگئی  
یہ حال ۹۲۲ھ میں دنیا سے رخصت ہوا اور اپنے ساتھ خاندان بھنیہ کا خاتمہ بھی کر گیا۔ کلیم اللہ  
شاہ کا تابوت احمد نگر سے بیدر لایا گیا اور یہیں دفن ہوا۔ اب کیا تھا نظام الملک احمد شاہ بھری  
نے ولایت جمیز اور دولت آباد پر قبضہ کر کے احمد نگر دار السلطنت قرار دیا۔ بجا پور میں اسماعیل عادل  
شاہ تھا ہی اسی طرح قلی قطب شاہ ہمدانی بلاد تلنگانہ پر قابض تھا اُس نے گوکنڈہ میں اور  
اعتماد الملک جو براڑ پر متصرف تھا ایلچپور میں اپنی اپنی سلطنت قائم کر لی امیر برید پہلے سے  
سلطنت بھنیہ کا زبردست بادشاہ گروڑ پر تھا ذرا سا ٹٹکا اُسے شاہ کلیم اللہ کا تھا اب وہ بھی نہ  
رہا۔ تمام وفائن و خرائن و اسباب جاہ حشمت سلاطین بہمنی پر مع دار السلطنت بیدر قبضہ کر لیا۔  
اور امیر برید شاہ کا لقب لے کے خود بادشاہ بن گیا۔ ۹۳۳ھ میں عادل شاہ اور برہان نظام شاہ  
نے بارہ ہزار سوار لے کر بیدر پر چڑھائی کی۔ امیر برید بہت ضعیف ہو گیا تھا بصارت میں بھی نقص  
آ گیا تھا اس لئے اُس نے شیخ علاؤ الدین عماد الملک گروڑ براڑ سے مدد چاہی۔ عماد الملک آن  
پونجا اور اس شورش کے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ امیر برید قلعہ میں اپنے بیٹے علی برید کو  
چھوڑ کر خود عماد الملک کے پاس گیا اور جہاں تک ممکن تھا مصاحبت کی کوشش کی لیکن  
عماد الملک نے کہا کہ عادل شاہ کے پاس وافر لشکر ہے جس کا اُسے گھمنڈ ہو مجھ سے جہاں تک  
ممکن تھا میں نے بمبداق الصلح خیر کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور اب سوائے اس کے معفر نہیں  
کہ میں تم قلعہ حوالہ کر دو۔ یہ سن کر امیر برید واپس آیا اور کرنچہ نالے پر ٹھہر کر اس قدر شراب نوشی  
میں مشغول ہوا کہ رات میں اسد خاں آ کر اسے سوئے کو اٹھا کر اپنے کیمپ میں لے گیا وہاں  
جا کر اس کو ہوش آیا۔ اپنی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر نہایت نادم و پشیمان ہوا اور قلعہ عادل شاہ  
کے سپرد کر کے خود مع اپنے اہل و عیال کے ادوگیر چلا گیا اور دولت آباد کے متصل بالاکھاٹ

میں ۹۴۸ء میں انتقال کیا جہاں اُس کا عظیم الشان مقبرہ اب بھی موجود ہے۔

علی برید شاہ ۹۴۹ء تا ۹۵۸ء اب امیر برید کا بیٹا علی برید تخت نشین ہوا۔ اور علی برید شاہ کا لقب لیا۔ ۹۵۲ء میں نظام شاہ بادشاہ احمد نگر ایک بڑا لشکر لے کر قلعہ اوسہ پر چڑھ آیا۔ علی برید نے کلیان کا قلعہ دے کر عادل شاہ کو اپنی طرف کر لیا اور دونوں مل کر قلعہ اوسہ پر بڑا بھاری لشکر لے کر جا پونچے اور ایک بڑی بھاری لڑائی ہوئی جس میں علی برید اور عادل شاہ دونوں پس پا ہوئے۔ نظام شاہ کی جرات اور بڑھ گئی اُس نے بلاغل و غش او گیر اور قنبر مار کے دونوں قلعوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ ۹۵۶ء میں نظام شاہ نے قلعہ کلیان پر جو عادل شاہ کے قبضہ میں تھا چڑھائی کی اور علی برید اور عادل شاہ دونوں کو شکست دے کر قابض ہو گیا اگرچہ تھوڑے دنوں بعد پھر یہ قلعہ نظام شاہ سے چھن گیا۔ ۹۶۲ء میں علی برید نے شہر بیہ کی حصار اور مستعد برج بنوائے اور برجوں پر بہت سی توپیں چڑھوائیں اور قلعہ کو ہر طرح مستحکم کر کے رہنے لگا۔ یہ حصار تین سال میں بنا جس کا طول شہر زہ دروازے سے لے کر فتح دروازے تک چودہ ہزار پانسو درعہ بادشاہی ہوا جس طرف کہ قدرتی پہاڑ بلند ہیں اُس طرف تو خندق نہیں ہو دوسری طرف بارہ گز گری خندق ہو۔ ۹۶۵ء میں دوبارہ نظام شاہ نے قلعہ کلیانی پر حملہ کیا جو اس وقت عادل شاہ کے قبضے میں تھا۔ عادل شاہ اور علی برید دونوں نے خوب مقابلہ کیا لیکن مصالحت پر یہ جنگ ختم ہوئی۔ ۹۸۲ء میں مرتضیٰ نظام شاہ پسر نظام شاہ بادشاہ احمد نگر نے براہ فتح کر کے بیدر پر لشکر کشی کی لیکن اسی اثناء میں خبر ملی کہ محمد شاہ فاروق نے براہ پر یورش کر دی ہو تو بیدر کا محاصرہ چھوڑ کر واپس جانا پڑا۔ وہاں پونچ کر محمد شاہ فاروقی کو شکست دے کر امن قائم کرنے کے بعد پھر بیدر کا رخ کیا اور اس دفعہ قطب شاہی بادشاہ کو لگنڈہ کی مدد سے بیدر کا محاصرہ کر لیا لیکن اس نازک وقت میں یہ سانچ پیش آیا کہ مرتضیٰ نظام شاہ کا بھائی برہان نظام شاہ جسے قید کر رکھا تھا نکل بھاگا اور اُس نے احمد نگر پر حملہ کر دیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ اپنا سارا لشکر قطب شاہ کے سپرد کر کے یاخار احمد نگر پہنچا اور وہاں اپنے بھائی سے میل ملاپ کر لیا۔ قطب شاہ کو پیشکش پڑی کہ گو لگنڈہ پر عادل شاہ جا پڑا تھا لاجناب قطب شاہ کو جانا پڑا وہ اپنا سارا لشکر لے کر چلا گیا۔ اب صرف نظام شاہ کا لشکر اکیلا رہ گیا مجبور ہو کر بیدر کا

محاصرہ چھوڑ کر اُس کو بھی احمد نگر واپس جانا پڑا۔ علی برید نے ۹۸۷ھ میں رنگین محل کی بے نظیر عمارت بنوائی اور اسی سال اڑتیس برس سلطنت کرنے کے بعد حدت ادویہ باہمیہ کی وجہ سے انتقال کیا۔ ۱۲۰۰ مسودہ درہشت تاریخ وفات ہی۔ شہر کے بارہ خانہ پور کی سڑک پر اس کا عالی شان گنبد ہے جس کا ذکر ہم اوپر کرتے ہیں۔

**ابراہیم برید شاہ**  
۹۸۷ھ تا ۹۹۷ھ  
علی برید کے دو بیٹے ابراہیم برید اور قاسم برید ثانی تھے۔ بڑا بیٹا ابراہیم برید تخت پر بیٹھا۔ سہیل خاں دکھنی اس کا بڑا مخالف تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ چھوٹا بیٹا تخت نشین ہو اس نے سازشیں شروع کیں۔ قصبہ کوہ پیر میں عادل شاہ مشغول جشن و نشاط تھا۔ سہیل خاں سید ہاکوہیر لونچا اور اپنی مقصد برآری کے لئے امداد کا طالب ہوا بادشاہ نے صاف انکار کر دیا تب سہیل خاں اور قاسم دونوں نے نبیدر کے اطراف لوط مار شروع کر دی۔ ابراہیم برید کو جب یہ خبر ملی تو اُس نے ان کا تعاقب کیا اور نبیدر کے پاس ہی ان کو ایسی شکست دی کہ یہ دونوں سیدھے ہیجا پور بھاگے وہاں اس زمانے میں بادشاہ کے انتقال کی وجہ سے ایک گڑبڑ مچی ہوئی تھی ان کو کون پوچھتا ناچار کچھ بیدار واپس آئے اور بادشاہ سے بہت کچھ عذر و معذرت کر کے اُسے ہموار کر لینا چاہا مگر ابراہیم بڑا سیانا تھا اور ان کی چال بازی سے خوب واقف تھا ان کی ایک نہ سنی اور دونوں کو قید کر دیا۔ ۹۹۷ھ میں بعض بیگمات کی سفارش اور بے حد کوشش پر ان دونوں کو قید سے نجات ملی۔ ابراہیم نے ۹۹۷ھ سات سال کی مختصر سلطنت کے بعد انتقال کیا۔ اس کا عالی شان مقبرہ شہر کے مغرب میں اب بھی موجود ہے۔

**قاسم برید شاہ ثانی**  
۹۹۷ھ تا ۹۹۸ھ  
ابراہیم کا اولاد فوت ہوا اس لئے اُس کا بیٹا قاسم برید تخت پر بیٹھا۔ ہیجا پور کا وزیر دلاور خاں معتب ہو کر بریدر آگیا تھا۔ یہاں چند دن رہ کر احمد نگر میں جا کر وہاں کا وزیر اعظم ہو گیا۔ قاسم برید کی یہ حرکت عادل شاہ کو ۱۵۔ بیدر سے بارہ کوس ہی اور دہارور پہلے اسٹیشن سے بھی بارہ کوس۔ بڑی اور قایم بستی ہے۔ یہاں کم بہت مشہور ہیں اور کثرت سے ہوتے ہیں چنانچہ شہر زبان زد خاص عام ہے۔  
ہر آن کو صاحب تدبیر باشد  
بہ فضل انبہ در کوہ ہیر باشد۔ ۱۲۔

نا پسند ہوئی اور دوستی میں فرق آگیا جس کا مال کار ان دونوں کی جنگ ہوئی۔ عادل شاہ  
بیدر آن پونچا تھا کہ خبر ملی کہ دلاور خاں کا بھائی اسماعیل خاں جس کو برہان نظام شاہ نے احمد نگر  
میں قید رکھا تھا اپنے بھائی کی سازش سے قید سے نکل کر سیدھا بیجا پور پونچا۔ درپردہ اُسے  
دلاور خاں اور برہان نظام شاہ کی مدد تھی۔ عادل شاہ یہ سن کر فوراً بیدر سے نکل کھڑا ہوا  
اور اپنے ملک کی حفاظت کے لئے بیجا پور جا پونچا۔ قاسم بیدر کی جان بچی اور بقیۃ العہودہ اطمینان  
سے حکم رواں رہا یہ بادشاہ صرف چار سال سلطنت کر کے ۱۷۹۹ء میں مر گیا۔ اس کا مقبرہ بھی  
بریدیوں کے گنبدوں کے سلسلے میں ہے۔

**علی بیدر شاہ ثانی** قاسم بیدر ثانی کے بعد اُس کا بیٹا علی بیدر ثانی تخت نشین ہوا۔ یہ  
۹۰ قحطہ تا سنہ ۱۷۹۹ء زمانہ خاندان بیدریہ کے لئے بہت پر آشوب تھا کیوں کہ علی بیدر  
کا وہ زور شور نہ رہتا جو پہلے بادشاہوں کا تھا اب صرف آٹھ ضلع محمد آباد بیدر۔ بھالکی  
چنگلوپہ۔ حسن آباد۔ کاریمونگلی۔ منٹور۔ اوراد۔ اکیلی۔ پر حکومت محدود رہ گئی تھی جن کا مجموعی  
محاصل نو لاکھ چھیالیس ہزار آٹھ سو اسی گھڑ روپیہ ایک آنہ چھ پائی تھا۔ ابراہیم عادل شاہ بیجا پور  
نے علی بیدر سے قلعہ بیدر کا اس دھکی سے مطالبہ کیا کہ ہمارے آباؤ اجداد کا مقبرہ خدہ تھا  
علی بیدر نے وکٹا درہی حاکم کرناٹک اور برہان نظام شاہ دونوں کو اپنی مدد کو بلالیا اور صلاح  
یہیہ ٹھہری کہ وکٹا درہی قلعہ جات مدگل اور بنکا پور پر اور مرتضیٰ خاں جو برہان نظام شاہ کا جبریل  
تھا قلعہ جات شولا پور اور نلدرگ پر دونوں جانب سے یورش کر دیں۔ چنانچہ سنہ ۱۷۹۹ء میں  
مرتضیٰ خاں دس ہزار کا لشکر لے کر شولا پور پہنچا چڑھا۔ عادل شاہ نے محمد قلی قطب شاہ کو بیہ  
پر چڑھا دیا اور خود اپنے علاقہ کی محافظت کرنے لگا۔ علی بیدر نے جب دیکھا کہ بادشاہ گوگندہ  
بیدر کی طرف ایک بھاری لشکر لے کر آ رہا ہے تو وکٹا درہی کو مدگل اور بنکا پور کی ہم سے واپس  
طلب کر لیا اور اُسے گوگندہ کی طرف بھیج دیا۔ مرتضیٰ خاں نے اپنی طرف سے اورنگ آباد  
کو لشکر دے کر بیجا پور پر بھیجا۔ یہ لڑائی سنہ ۱۷۹۹ء میں پرینڈہ کے متصل ہوئی جس میں اورنگ آباد  
کو شکست ہوئی۔ اسی اثنا میں برہان نظام شاہ نے احمد نگر میں انتقال کیا اور لشکر  
شکست یافتہ واپس آیا۔ اس کے بعد کوئی واقعہ پیش نہیں آیا اور (۱۲) سال سلطنت

کرنے کے بعد اس بادشاہ نے سلسلہ میں انتقال کیا۔ اور اس کا بھی گنبد برید یوں کے گنبد کے سلسلے میں ہے۔

**امیر برید ثانی سلسلہ تاسلسلہ** علی برید ثانی کے بعد اس کا بیٹا امیر برید ثانی تخت پر بیٹھا۔ یہ ساتواں اور اخیر بادشاہ ہیں خاندان کا تھا۔ اس زمانے میں احمد نگر میں انواع و اقسام کے تنازعات پیش تھے تمام راجگان اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ یہ شورش امیر برید کی مدد سے فرو ہوئی۔ امیر برید امور سلطنت کی طرف سے بالکل بے پروائی کرنے لگا اور عیش و عشرت میں پڑ گیا۔ سلسلہ میں مرزا علی نامی ایک امیر تخت پر بیٹھ گیا اور بادشاہ نے بھاگ نگر (حیدر آباد) میں جا کر پناہ لی اور وہیں عالم غربت میں نو سال سلطنت کر کے سلسلہ میں انتقال کیا۔ میرزا علی نے بارہ برس بادشاہت کی اور سلسلہ میں اپنی لڑکی بڑی بی صاحبہ کی ابراہیم عادل شاہ کے فرزند آغوشی علی نامی سے بیدر میں بڑی دھوم دھام سے شادی بچائی اور جہیز میں علاقہ چنگو پور دینے کا وعدہ کیا لیکن اپنے وعدے کا ایفاء نہ کرنے سے بمقام مکٹھانہ من مضافات بیدر ابراہیم عادل شاہ اور مرزا علی کے ایک سخت لڑائی ہوئی جس میں میرزا علی اور ولی برید جو اس کا ہمراز تھا دونوں گرفتار ہوئے اور قید کر کے بیجا پور بھیج دیئے گئے۔ مرزا علی نے قید میں ہی سلسلہ میں انتقال کیا۔

ہر کس بہ بہانہ ازیں دیر فنا  
شد عازم آں سر اے جاوید بقا  
باقی نہ بود کسے یہ عالم ابداً  
غیر از احدے کہ نیست اور اہمتا

مکٹھانے کی لڑائی کے بعد بیجا پور کی طرف سے ملک مرجان سلسلہ میں بیدر کا گورنر مقرر ہوا۔ ملک مرجان کو شیخ مسال دین صاحب سجاوہ نشین خلیل السدبت شکن نے پرورش کیا تھا چوں کہ وہ بڑا زیرک تھا بادشاہ کی نذر گزرا نا۔ اس طرح وہ خاندان برید یہ کا ایک غلام تھا جو بڑی صاحبہ کی شادی کے وقت جہیز میں دیا گیا۔ چوں کہ وہ بڑا ہوشیار اور قابل شخص تھا خود بڑی بی صاحبہ نے اسے بیدر پر نافر کیا۔ سلسلہ میں جو آخر سال ملک مرجان کی صوبہ داری کا تھا دو معرکے شہانہ زدہ اور ناکارہ سے پیش آئے جس میں بہت کچھ روپیہ صرف ہوا یا اس ہمہ ملک مرجان ناکام رہا اور بڑا بھاری تاوان دے کر

گلو خلاصی پائی۔ تیسری جنگ میں تو ملک مرجان کی جان ہی گئی کہ وہ مع اپنے دو فرزندوں اور حوالی موالی کے جس برج پر بڑا تھا اُسے سزنگ لگا کر اڑا دیا اور جب ہی سے اس برج کا نام فتح برج پڑا ہے۔ شہر کے جنوب میں جو دروازہ اب فتح دروازے کے نام سے مشہور ہے اُسی میں سے اورنگ زیب شہر میں داخل ہوا۔ اب بیدر شاہان مغلیہ کے قبضے میں آ گیا۔ ملک مرجان کی نعش برج پر سے اُتاری گئی اور حضرت مخدوم جی صاحب قدس سرہ کی درگاہ میں دفن کیا گیا۔ ملک مرجان نے تیس برس صوبہ داری کی اور اس افسوس ناک طور پر اُس کی موت ۲۴ ربیع الثانی ۱۰۶۶ھ میں واقع ہوئی کسی نے کیا عمدہ تاریخ لفظ "سوجت" سے نکالی ہے۔

سنہ ۱۰۶۶ھ میں خاندان بریدیہ کا خاتمہ ہوا۔ ان کی حکومت (۲۴) سال رہی اور (۴۲) برس عادل شاہیوں کا تسلط رہا اُس کے بعد سلاطین مغلیہ کا دور دورہ ہوا۔ بعد زوال سلطنت مغلیہ نظام الملک آصف چاہ بہادر کا عمل ہو ایوب افضل آئی اب تاک جاری ہو اور دعایہ کہ خدا اسی طرح جاری رکھے۔

### فہرست سلاطین برید شاہیہ

سلاطین	نام	سال تخت نشینی	سلطنت	سال انتقال
۱	۲	۳	۴	۵
۱	قاسم برید	۸۹۵ھ میں زلیخا	۱۵ سال	۹۱۰ھ
۲	امیر برید	۹۱۰ھ	۳۹ سال	۹۴۸ھ بمقام بالاکھاٹ متصل دولت آباد (۹۰) سال کی عمر میں انتقال کیا۔
۳	علی برید	۹۴۹ھ	۳۸ سال	۹۸۷ھ میں بمقام رنگین محل سبیدر انتقال کیا۔
۴	ابراہیم برید	۹۸۷ھ	۷ سال	۹۹۴ھ

آپ	نام	سال تخت نشینی	مدت سلطنت	سال انتقال
۵	قاسم بریدتان	۹۹۲ھ	۴ سال	۹۹۹ھ
۶	علی بریدتانی	۹۹۸ھ	۱۲ سال	۱۰۱۰ھ
۷	امیر بریدتانی	۱۰۰۰ھ	۹ سال	۱۰۲۰ھ
		جملہ	۲۲ سال	
	عادل شاہ کی جانب سے نائب سلطنت			
۸	مرزا علی	۱۰۲۰ھ	۱۲ سال	۱۰۳۲ھ
۹	ملک مرجان	۱۰۳۶ھ	۳ سال	۱۰۶۶ھ
<p>بیدر پریشان مغلیہ</p> <p>کاشط</p> <p>یہ شہر اب تک احمد آباد بیدر مشہور تھا اور نگ زیب نے اس کا نام محمد آباد بیدر رکھا اور یہی اب تک لکھا جاتا ہے۔ یہاں سے قلعہ داروں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔</p> <p>پہلا قلعہ دار۔ افتخار خان پہلا قلعہ دار ہوا جو ۱۳ سال کے بعد مرا۔</p> <p>دوسرا قلعہ دار۔ خان زماں ولد اعظم خاں جہاں گیری ۶۵ھ میں مقرر ہوا جو ساڑھے پانچ برس کے بعد مالوے کا گورنر مقرر ہوا اور وہیں ۹۵ھ میں مرا۔</p> <p>تیسرا قلعہ دار۔ مختار خان بہنر داری ۸۵ھ میں قلعہ دار ہوا۔ اور سترہ برس رہا۔ اسی کے زمانے میں شہر کے دروازوں پر آہنی تختہ اور کیلے بڑے لگے۔</p> <p>چوتھا قلعہ دار۔ جب ۹۵ھ میں اورنگ زیب نے قلعہ کو لکڑہ تانا شاہ سے لیا تو بیدر پریم بہادر قلعہ دار تھا پہلے تو اسے بیچ اتالی ۹۹ھ تانا شاہ کے ساتھ ہو دولت آباد بھیجا اور وہاں سے واپس آنے کے بعد حیدر آباد کا صوبہ دار کیا اور اس کے بیٹے رستم دل خاں کو قلعہ دار مقرر کیا۔ ۱۰۱۰ھ سال کے بعد وہ حیدر آباد کا مدار المہام ہو گیا۔</p>				

پانچواں قلعہ دار - ۱۲۰۲ھ میں قلعہ رخاں المخطاط بہ جاں سپار خاں ہوا اسی کا  
کتبہ بیدر کے قلعہ کے اندر کی مسجد میں لگا ہوا ہے، جو چند سال بعد گلبرگہ میں جا کر ۱۲۹۷ھ  
میں مر گیا۔

چھٹے اور ساتویں قلعہ دار - اورنگ خاں اور اُس کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا  
قتاد خاں قلعہ دار رہے۔ خانقاہ دستگیر قباد خاں کی بنائی ہوئی ہے جو صوبہ دار اڑیسہ ہو گیا  
آٹھواں قلعہ دار حسام الدین خاں ولد نظام علی ابن غیاث الدین آصف خاں ۱۱۵۸ھ  
ہوا۔ قلعہ کے متصل چاندنی چوڑہ اور حویلی مع مسجد اسی کی بنائی ہوئی ہے۔ یہیں ایک نہایت  
خوب صورت باغ بھی اسی نے بنوایا تھا۔ وقائع نگار کی رپورٹ پر کہ اس نے بادشاہی لشکر  
موقوف کر دیا۔ قریب دس سال کے قلعہ دار رہ کر معزول کیا گیا۔

نواں قلعہ دار - خان زماں خاں تھا جو چند سال کے بعد حضوری میں اورنگ آباد لایا گیا  
دسواں قلعہ دار - جلال الدین خاں سپہر فضل اللہ خاں تھا جو تقرر کے بعد ہی مر گیا۔

گیارہواں قلعہ دار - سزاوار خاں بن حسام اللہ خاں ۱۲۱۱ھ میں مقرر ہوا۔ اسی کی  
قلعہ داری کے زمانے میں ۱۱۸۱ھ رمضان ۱۲۱۱ھ شب پچشنبہ وزیر و حجامہ الملک خواجہ جہاں  
قاوان من اعمال گیلان کے مدرسہ پریچلی گر کے نصف مدرسہ اڑ گیا جس کی تاریخ و خراب شد  
ہے۔ یہ مدرسہ خواجہ گاوان نے اپنی شہادت سے دو سال پیشتر بنوایا تھا جس کا طول شرقاً  
دو با (۷۵) درجہ اور عرض شمالاً و جنوباً (۵۵) درجہ ہے جس کی دونوں جانب دو بلند مینار تھے  
جس پر کاشی کا کام تھا اور انواع و اقسام کے رنگین حجرے اور وسط میں مسجد تھی اور چاروں  
طرف متعدد ایوان علما و فضلاء و طلباء کے رہنے کے تھے۔ طلباء کو کھانا پٹر اور فقرا اور  
دار و صنادیر کو لنگر تقسیم ہوتا تھا۔ یہ عمارت ایسی مستحکم بنی تھی کہ ایک ہزار برس تک اس کو کدھکا  
نہ تھا۔ اس کی کسی دیوار پر یہ مصرعہ -

ایں عمارت تا قیامت پائدار

لکھا ہوا تھا لیکن اورنگ زیب کے زمانے میں اس کے حجروں کو باروت کا انبار خانہ بنا دیا تھا  
ناگاہ تاریخ مذکورہ بالا پرچلی گری جس سے ادھی عمارت مع منار جنوبی اور نصف مکان شرقی کے



مع چند مکانات اندرونی کے اڑ گئی۔ اُس وقت مسجد میں پانوں تراویح خواں تھے مع مولوی محمد حسین مدرس کے ستر آدمی جاں بحق ہوئے اور بہت سارے لوگ ہندوستان کے انہار میں دب گئے۔ دوسرے دن جب کھدائی شروع ہوئی تو مدرس اور بعض لوگوں کی تو شناخت ہوئی باقی پہچاننے بھی نہیں جا سکے۔

غرض ان سب کو بیرون شہر دفن کیا۔ لیکن اس حجم غصہ میں بھی صرف دو شخص زندہ نکلے ایک تو قاضی شہرہ کے کوئی عزیز تھے اور دوسرا ایک میوہ فروش تھا جو مدتوں بعد تک زندہ رہا۔ تاریخ خانی خانی میں لکھا ہے کہ (۲۲۹) سال یہ عمارت صحیح و سلامت رہنے کے بعد یہ حادثہ ہوا۔ خواجہ جہاں کی یادگار علاوہ اس مدرس کے ایک بڑا تالاب ہی جس پر خواجہ کا مقبرہ واقع ہے اور چار بڑے بڑے بازار باقی ہیں۔ سزاوارخان دو سال قلعہ دار رہنے کے بعد قلعہ داری قلعہ دہار پر بھیج دیا گیا۔

بارھواں قلعہ دار۔ راجہ انوپ سنگھ بنڈیلہ تھا جو سادات بارہہ کا متوسل تھا۔ یہ شخص بڑا ظالم تھا۔ اس نے ٹوڈرل ہزاری کی بیٹی کی خواستگاری کی لیکن بمقابلہ راجپوت بیچ قوم کا ہونے سے اُس نے انکار کیا اس پر چل پڑی۔ انوپ سنگھ قلعہ کا مالک تھا اور ہزاری اُس کا ماتحت۔ بے چارے غریب ہزاری کو جان سے مروا دیا۔ اس واقعہ پر بڑا ہنگامہ ساری قلعہ جمیٹ کیا اور دوسرے ہزاری بدل گئے اور قلعہ کو گھیر لیا۔ راجہ نے در کے مارے قلعہ کے دروازے بند کر لئے۔ اس طرح تین دن قلعہ محصور رہا۔ یہ خبر سن کر راجہ چندر سین بنڈیلہ نے پیاس ہم قومی بھالکی سے ایک کثیر تعداد جمیٹ کی امداد بھیجی وہ لوگ دہلی دروازے کو جو بند رہتا تھا کھول کر قلعہ دار کو نکال لے گئے۔ قلعہ خالی رہ گیا۔ یہ حالت دیکھ کر چند ہزاری اور بھگونت راؤ سنگھ در بہت سے لوگ مل کر کچھ شاہ بادشاہ دہلی کے پاس فریاد لے کر گئے انوپ سنگھ نے ساڑھے پانچ برس قلعہ داری کی۔

تیرھواں قلعہ دار۔ بادشاہ نے فوراً میر کلاں خاں داروغہ گزیر داران کو جو حاضر باش بساط اقدس شاہی تھا بیدار کا قلعہ دار مقرر کیا جو ۳ صفر ۱۳۳۷ھ کو پونچھا۔ حضرت ملتانی بادشاہ صاحب کی درگاہ خستہ حالت میں تھی میر کلاں خاں نے دیوار حصار دروازے

اور سپڑھیاں وغیرہ از سر نو بنوائیں۔ اسی کے زمانے میں موضع مکھڑا نے کا (جو بیدر سے چھ میل ہے) بڑا تالاب ایک جھینے کی مسلسل بارش سے ٹوٹ گیا تالاب کا پانی نارنجہ نامے میں پڑا اُس کا پانی مانجرا ندی میں گر اغرض ایسی طغیانی ہوئی کہ بہت سے گاؤں بہ گئے اور خاص بیدر کے کنوئیں جو بے حد عمیق ہیں پانی سے ایسے لبریز ہو گئے کہ صرف تین فیٹ پر پانی آن لگا۔ نواب آصفیہ بہادر جب ملک دکن پر سلاطین تو میرکلاں خاں نے رشتہ اتحاد بڑھانے کے لئے اُن کی صاحبزادی کالی بیگم صاحبہ سے اپنے لڑکے قیام الملک کی شادی کر لی میرکلاں خاں نے تنویرس کی عمر میں وفات پائی اور حضرت ملتانی بادشاہ صاحب کی درگاہ میں آسودہ ہیں۔

چودھواں قلعہ دار۔ داصل خاں تھا جو چند دن کے بعد ایک نقارچی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

پندرہواں قلعہ دار۔ قیام الملک کو بھی موروثی خطاب میرکلاں خاں اپنے باپ کا ملاوہ جو دامادی نواب آصف جاہ بہادر کے حیدرآباد میں رہنے لگا اس لئے محمد داصل خاں جو اپنے باپ میرکلاں خاں مرحوم کا پروردہ تھا قلعہ دار مقرر ہوا۔ اس کو شکار کا بہت شوق تھا چنانچہ شکار ہی میں گولی لگ کر ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ اس نے سالہ میں داصل گنج بنایا جسے مقتدی خاں نے اپنے عہد میں شاہ گنج سے بدل دیا۔ داصل گنج کے اطراف ایک بلند فصیل بنوای اور ایک عمیق خندق کھود کر کے تین بڑی بڑی موریوں پانی کی نکاسی کے لئے بنا کر شہر پانی روکنے کے لئے تختہ لگا دئے تھے جس کی علامات اب تک موجود ہیں۔ اس کی قلعہ دارمی کے زمانے میں دو بڑے بازار میرگنج اور بہادر گنج بنے تھے جن کا اب نشان بھی باقی نہیں۔ داصل خاں بڑا بہادر اور سپاہ پرور تھا۔ خرچ زیادہ آمدنی کم تھی اکثر اوقات دیہات میں لوٹ مار کرتے لگا۔ نواب نظام علی خاں نے ۱۱۵۵ھ میں مقتدی خاں کو چار ہزار سواروں کے ساتھ اس کی تنبیہ کو بھیجا لیکن اس نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور ایک نہ سنی آخر خود نواب صاحب اور نگ آباد سے بیدر تشریف لائے تب داصل خاں عجز و انکسار سے پیش آیا اور بیرون قلعہ آکر جان کی امان مانگی اور قلعہ حوالہ کر کے پہر بھی باز نہ آیا چند روز اس کے بعد بھی بیدر میں

رہ کر اپنی کر توت بیدروالوں کو بٹلا کر گیا۔ اُس نے قلعہ کی خندق کے کنارے کنارے جتنے سایہ دار درخت لگے ہوئے تھے سب کٹوا ڈالے بشرزہ دروازے کے پاس جو مکانات تھے سب گروا دیئے۔ داؤد شاہ کے تلے کو ہر باد کر دیا اور اسی طرح قلعہ کے بہت سے مکانات بھی مسمار کر دیئے۔ اپنا بدلہ بیدروالوں سے اچھی طرح لے کر اپنی جاگیر موضع چانگلیہ کو چلا گیا وہاں جا کر کچھ لوگوں کو جمع کر کے پھر لوٹ مار کرنے لگا۔ مقتدی خاں نے پانسو سوار دے کر مومن خاں کو اس کی سرکوبی کو بھیجا۔ مومن خاں اپنے سواروں کی ٹکڑی لئے موضع اشٹور میں جو بیدروالوں سے (۲) میل ہی پھیرا ہوا تھا کہ واصل خاں اپنی ٹکڑی لئے ہوئے وہیں اس غرض سے آیا کہ مومن خاں کی نقل و حرکت کا حال معلوم کرے۔ ان دنوں سلطان احمد شاہ کا عرس تھا کثرت سے لوگ جمع تھے۔ مومن خاں کے سوار چارے کی تلاش میں پھر رہے تھے کہ واصل خاں صاحب سے ملت پھیر ہو گئی اُسے اچانک دھریا اور لٹھوں سے مار مار کر ختم کر دیا اور اُس کا سر بانس پر چڑھا کر بڑے خوش خوش مومن خاں کے پاس لائے۔ مومن خاں نے سر کو عرس کے جم غفیر میں ایک نمایاں جگہ پر لٹکوا دیا۔ بعد خود مومن خاں کے سر کو اُتر دیا کہ مع جسد کے سید شیخ کلیم اللہ صاحب کی درگاہ میں وہیں اشٹور میں دفن کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۰۶۷ھ میں ہوا۔

سوطھوال قلعہ دار۔ ۱۰۵۸ھ میں مقتدی خاں مقرر ہو چکا تھا۔ اس کی معیت میں پانچ ہزار جمعیت سندھیوں کی جدید بھرتی ہوئی اس نے بھی واصل خاں کا سا لوٹ مار کا طریقہ سیرا اختیار کیا۔ نواب میر نظام علی خاں برادر نواب صلابت جنگ بہادر کی گوش مبارک تک یہ خبر پہنچی کہ اُس نے بھی جمعیت بڑھائی اور اطراف بیدروالوں کو مار کر رہا ہی تو نواب صاحب مع ۱۰۶۷ھ میں بیدرتشریف لائے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور مقتدی خاں کو زیر کیا لیکن بڑی رود قلعہ کے بعد پھر مقتدی خاں ہی کو خدمت پر قائم رکھ کر خود اوزنگ آباد مراجعت فرمائی ۱۰۶۸ھ میں نواب صلابت جنگ دوبارہ بیدرتشریف لائے اور کرنیہ تالاب کے پاس مقیم ہوئے مقتدی خاں کو پھر رگ چڑھی اور بعض لوازم استقبال ادا کرنے کے قلعہ کا دروازہ بند کر کے بیٹھ گیا اور بہترن مقابلہ پر مستعد ہو گیا لیکن کچھ لوگ جو مقتدی خاں کے خلاف

تھے انھوں نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا نواب صاحب قلعہ میں داخل ہوئے اور مقتدی خاں کو قید کر لیا۔ ادھر تو یہ معرکہ پیش تھا اور قلعہ میں جو پر بھبیوں کی جمعیت تھی وہ بدل گئی اور اپنے جو رو بچوں کو قتل کر کے شہر بیدہ کو لوٹنے لگے قلعہ کا انتظام کر کے نواب صاحب اور نگ آباد مرہٹوں کے مقابلے کے لئے واپس ہوئے۔ الغرض مقتدی خاں نے سترہ برس قلعہ داری کی سترھواں قلعہ دار۔ ۱۷۸۷ء میں نواب مجاہد جنگ سیادت خاں قلعہ دار ہوئے اور قلعہ دار ہوتے ہی جمعیت احشام کے بہت سے لوگوں کو جو ایک لٹیرا گروہ تھا موقوف کر کے سندھیوں کو بھرتی کیا اور شہر کو بہت کچھ آباد کیا۔ محرم ۱۷۸۸ء کو نواب میر نظام علی خاں بہادر پھر اور نگ آباد تشریف لائے اور اپنے چھوٹے بھائی صلابت جنگ کو قید کر کے خود منہمک نشین ہوئے پھر حیدر آباد چلے گئے۔ مجاہد جنگ کے آبا و اجداد سب احمد نگر کے قلعہ دار تھے۔ نواب نظام علی خاں نے بہ مصالحت وقت صلابت جنگ کو قتل کر دیا چاہا جس کے قلعہ دار نے انکار کیا اور اسی وجہ سے تین سال کے بعد مغزول کیا گیا۔

اٹھارواں قلعہ دار علاؤ الدولہ بدیع الزماں خاں نارٹولی ۱۷۸۸ء میں قلعہ دار مقرر ہوا اُس نے اسی سال ۸ ربیع الاول پخشنہ کے دن صلابت جنگ کو قتل کر دیا جس کے صلے میں دلیر جنگ کا خطاب ملا۔ نواب شہید درگاہ ملتانی بادشاہ میں مدفون ہیں۔ یہ شخص بھی بڑا جابر اور سخت ظالم تھا اس وجہ سے تین سال کے بعد ۱۷۹۱ء میں مغزول کیا گیا۔

انیسواں قلعہ دار۔ تھوڑے دن میر کلاں خاں ثانی قلعہ دار رہا۔ جو قلعہ جات کلیانی اور مدگل کا مدتوں قلعہ دار رہ چکا تھا۔

بیسواں قلعہ دار۔ عین الدولہ میر تقی خاں فاروقی نیا خانی ۱۷۸۸ء میں قلعہ دار مقرر ہوا۔ ۱۷۸۸ء راگھو راؤ پونے کے مرہٹہ سردار سے اور نواب نظام علی خاں سے کنار رودما نجر پرا لڑائی ہوئی جس میں سیدر کی ست گزی توپ چلائی گئی تھی جس کے بعد کچھ بھی نہیں چلی۔ مرتضیٰ خاں سات سال قلعہ داری کر کے ۱۷۸۸ء میں حیدر آباد چلا گیا۔

اکیسواں قلعہ دار۔ سیف الدولہ محمد غوث تارٹولی ۱۷۸۸ء میں مقرر ہوا۔ ۱۷۹۱ء میں

موضع اشٹور کے ایک وھیٹر (چار) کو کسی مکان کے کھودنے میں وافر دولت ملی جس میں بارہ ہزار طلائی سلاخیں ملیں جو پانچ پانچ تولہ کی تھیں اور آٹھ سنگوٹیاں اور دو تہل طلائی بھی ملے یہ بھیید اس طرح کھلا کہ دھیٹر کی لڑکی کا ایک شخص سے تعلق تھا پانچ سلاخیں اُسے بھی ملیں جن کو وہ چنگو پے کے بازار میں فروخت کرنے لے گیا۔ لوگوں نے شبہ پر اُسے پکڑ لیا اور وہ سلاخیں کیشور کو دیسا نڈیہ نے چھین لیں۔ اس کی خبر اشٹور کے دیسا نڈیہ رستم راؤ کو بھی لگ گئی اُس نے فوراً دھیٹر کے گھر کی تلاشی لی اور باقی ساری سلاخیں وغیرہ خود ہضم کر لیں قلعہ دار جبر پکار اپنا حصہ انکا دیسا نڈیہ لے گیا جس پر لڑائی ہوئی۔ قلعہ دار نے سارا سونا جو ملا تھا چھین کر رستم راؤ کے ساتھیوں اور دھیٹر کو قید کر کے نواب نظام علی خاں کے پاس دولت آباد بھیج دیا جہاں سب کے سب ٹر ٹر کر تھیں مر گئے۔ خزانہ جو ملا تھا داخل سرکار کر لیا گیا۔ جھڑوٹ نے پانچ برس سے کچھہ اوپر قلعہ داری کی اور ۱۹۲۲ء میں خود کنارہ کش ہو کر حیدر آباد میں مر گیا۔

۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۳ء تک کوئی باقاعدہ کوٹوال نہ رہا سیف الدولہ مستقل کوٹوال قلعہ سید کے معاملات سلجھانے کے لئے حیدر آباد چلے گئے تھے اور سید میں اُن ہی کی طرف سے حسب ذیل نگران کار مقرر رہے۔

حسین خاں۔ رکن الدین برادر شاہ عبدالرزاق نارنولی مشلیخ جو نجم الملک کے داماد تھے ۱۹۲۳ء سے دو سال۔ میرزین العابدین خاں داروغہ دروازہ شاہ گنج۔ دو سال چند ماہ۔ شاہ عبدالرزاق دو سال چند ماہ۔ رکن الدین خاں (دوبارہ) یہ شخص بڑا منتظم تھا اس کے زمانے میں کوئی جھگڑا برپا نہیں ہوا۔ ۱۹۲۳ء میں سیف جنگ نجم الملک سے اقطاع دیگلو روکھم منترع ہو جانے سے رکن الدین خاں نے خود سبکدوشی حاصل کی اور سیف جنگ نجم الملک قلعہ دار مقرر ہوا۔

بانیسواں قلعہ دار۔ سیف جنگ نجم الملک ۱۹۲۳ء میں مقرر ہوا۔ جو دو سال کے بعد ۱۹۲۵ء میں حیدر آباد میں زہر سے ہلاک ہوا جس کے بعد عارضی طور پر غلام محمود خاں ایک سال تک کام چلاتا رہا۔

تیسواں قلعہ دار۔ تالاسیاں امین الملک برادر کوچک میر الملک ابن غفور جنگ

ابن شیر جنگ ششم میں مقرر ہوا۔ اس کے زمانے میں بیدر میں تین سال متواتر بوجہ قلت بارش سخت قحط پڑا کہ جو انی روپیہ چار سیر بکنے لگی اور آگے چل کر تو بقالوں کے پاس بھی غلہ نہ رہا تب امین الملک نے تمام کھتے اناج کے کھلوادے اور شرزہ دروازے میں خود بیٹھ کر غلہ فروخت کروا دیا تھا۔ تین سال قلعہ داری کے بعد ماہ لقاع و چندہ طوائف (جو مشہور مغنیہ حضوری تھی) کی شکایت پر معزول کیا گیا۔

چوہیلیسواں قلعہ دار۔ (نور محمد خاں اورنگ آبادی جو کروڑ گری کامیر لشکر تھا مقرر ہوا ابھی کچھ مدت نہ گزری تھی کہ نواب نظام علی خاں بہادر کے ساتھ کھڑا لہ کے سفر ہو گیا اور قلعہ داری پر نیا بندہ فاکر الدین خاں اورنگ آبادی کو مقرر کیا۔ حیدر آباد واپس آنے کے بعد عالی جاہ مرشد زادہ نے سلاسیوایڈی زمیندار سرکار میدک کی اغوا سے بغاوت کی اور حیدر آباد سے خروج کر کے اندول جوگی پیٹ پونچا اور وہاں سے بڑھنے کے بعد سدی عبداللہ خاں جو کوہپور سے قلعہ میدک کی

۱۵۔ یہ طوائف بڑی بذلہ بیخ اور حاضر جواب تھی ایک دن بالگی میں بیٹھ کر موسیٰ ندی میں سے (جب پل نہ تھا) شہر میں جا رہی تھی پانی میاں کی تہ تک پونچ گیا اور ہر سے کوئی بانگے سپاہی چلے آ رہے تھے کہنے لگے بی چندہ دیکھو تمہارا دفتر بھیاگ گیا۔ چندہ نے ہر جہتہ جواب دیا کہ سپاہی صاحب آپ کچھ فکر نہ کیجئے آپ کے چہرے کو میں گڑھ نے نہ دوں گی۔ دسپاہیوں کا حلیہ جو سرکاری کاغذات میں لکھا جاتا ہو اسے اصطلاح فوج میں چہرہ کہتے ہیں)۔

ایک دن ایک امیر کسی مجلس میں بیٹھے تھے۔ اُن کے دونوں جانب اُس کے دونوں صاحبزادے نہایت وجیہ و شکیل بھی بیٹھے تھے انہوں نے بی چندہ سے جو ناچ رہی تھی کہا کہ دیکھو کیسے شیر پنج میں چندہ نے کہا کہ نواب صاحب ماشاء اللہ چشم بدور یہ تعریف تو اُس گوی کی ہو جس میں سے نکلے ہیں۔ ایک دن چندہ ناچ رہی تھی ناچتے ناچتے اتفاقاً اس کی پشتوازی میں اسکی جوتی اُٹھ گئی ایک امیر نے کہا کہ بی چندہ تمہارا جوڑا تمہارے ساتھ ہو۔ اُس نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ باندی کا جوڑا ہمیشہ باندی کے ساتھ رہتا ہو مگر امیروں کا جوڑا (جو تا) خدمت گاروں کی بغل میں رہتا ہو۔ اس قسم کی بہت سی نقلیں اس کبسی کی لوگوں کی زبان پر چڑھی ہوئی ہیں ۱۲۔

محافظت کو جابر ہاتھ اُسے قتل کر دیا جس سے سارے ملک تلنگانہ میں بد امنی پھیل گئی یہ سب باغی پارٹی نہایت جسارت سے قلعہ بید پر جا چڑھی۔ قلعہ کے ہزاری ندھی رام پر بھیہ (جو نجم الملک کا مقرب تھا) اور جو سنگہ دونوں نے ذاکر الدین خاں نائب قلعہ والہ کو بھی مارا اور سب سدا سپو بڈی کے ہم خیال ہو گئے اور عالی جاہ کا استقبال کر کے قلعہ حوالہ کر دیا۔ یہ خیر نواب نظام علی خاں بہادر کو لو پہنچتے ہی میر عالم بہادر۔ موسیٰ رحمو اور محمد عظیم خاں اور گھانسی میاں بہادران و مشاہیر مملکت کو چند توپ قلعہ کشا اور ایک ہزار فوج زیرِ کمان مانشر زمینڈ دے کے روانہ کیا۔

۱۵ اصل نام میر ابوالقاسم تھا آپ کے پدر بزرگوار میر سید رضی شہ ستری ایک بڑے عالم متبحر تھے۔ بیٹے نے بھی باپ سے ہی جملہ علوم فنون میں دستگاہ کامل حاصل کی اور حیدر آباد چلے آئے۔ حیدر آباد میں جب مسٹر جان لین (انگریزوں کا وکیل مقرر ہو کر آیا تو غلام سعید خاں اسطو جاہ شہ کار عالی کی نظر سے میر صاحب کو سفیر مقرر کر کے بڑی حشمت اور شوکت سے کلکتہ روانہ کیا آپ بعد انصرام کار حیدر آباد واپس آئے ۱۸۳۷ء میں آپ کھڑے کی ہم کو طر کرنے گئے اور اسی زمانہ میں آپ یہ اتفاق ایسٹ انڈیا کمپنی فوج کے سرکردہ بھی مقرر ہو کر سرنگاپٹن کو ٹیپو سلطان شہید کے مقابلے پر گئے وہاں سے چلنا پٹن گئے اور حیدر آباد واپس آنے کے بعد چند مغریوں نے رخنہ اندازی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسطو جاہ آپ سے کشیدہ ہو گیا آپ بھی خانہ نشین ہو گئے۔ حضرت غفران مابیر کا پہلے انتقال ہوا اور نو مہینے کے بعد اسطو جاہ رخصت ہوئے۔ سکندر جاہ بہادر نے گوتم راجہ اندر کو مدار المہام مقرر کیا لیکن ان سے برابر کام نہ چلا کمپنی بہادر کی تحریک پر میر صاحب خدمت جیلہ مدار المہامی پر ۱۸۱۹ء میں سرفراز ہوئے میر صاحب کا ڈنکاج گیا۔ ملک میں امن و امان اور ہر طرح کی ترقی ہوئی سیکڑوں مدرسہ مسجدیں اور رباطیں بن گئیں چنانچہ حیدر آباد سے دریائے کشا اور مہنا باد مضافات بیدرتک منزل بہ منزل سرائیں بن گئیں اور دوسوی کا پل بنا۔ میر عالم کا مشہور بڑا بھاری تالاب جس کا بند ایک فرسخ طول اور پچاس گز بلند ہے بنوایا جو اب تک موجود ہے اور موسیٰ ندی کے کنارے بارہ دری نامی ایک بے نظیر باغ بنوایا جس میں انواع اقسام کے درختوں کے سوا عمالات رفیعہ اور متعدد شہ نشین بنوائیں جن میں بے نظیر کھکاری

طرفین سے مقابلہ عظیم ہوا جس میں بہت سے لوگ مارے گئے شاہزادہ دہلی دروازہ کھلوایا اور نگ آباد کی طرف نکل بھاگا لیکن وہاں بھی ٹاک نہ سکا اور آخر کار گرفتار ہو کر حیدر آباد کے راستے میں تپ محرقہ سے انتقال کیا اور فقیرہ حسن بہنہ صاحب میں مدفون ہوا۔ ذاکر الدین خاں بھی چند سال سرگردان و پریشان بھٹکا پھر آخر کار وادی عدم کا رستہ لیا۔ دونوں ہزاری ہندوستان بھاگ گئے اور وہیں مر گئے پھر دکن کی صورت دیکھتی نصیب نہ ہوئی۔ سدا سید راؤ پہلے تو قلعہ گوکٹھہ میں قید رہا اور پھر یہ عقوبت تمام مارا گیا۔

پچیسواں قلعہ دار۔ منعم خاں منعم الدولہ خاندانہ میں مقرر ہوا چوڑا رحم دل اور رعایا پرور تھا اس نے پچاس ہزار روپیہ اُن لوگوں کو دیا جن کے مکانات اس معرکہ میں تباہ ہوئے تھے اور از سر نو اُن کی تعمیر کرا دی۔ اس کی قلعہ داری صرف پانچ ہی مہینے رہی کہ فالج سے بیدریں انتقال کیا اور حضرت ملتانی بادشاہ کی درگاہ میں دفن ہوا۔

چھبیسواں قلعہ دار۔ خاں جہاں خاں داروغہ فراش خانہ تھا جو خاندانہ میں مامور ہوا۔ لیکن اُسے خاص حیدر آباد میں اس قدر کام تھا کہ وہ اہل نہ سکتا تھا لہذا اُس نے اپنی طرف سے مرزا حسینی بیگ کو جو نہایت ہوشیار اور فریس تھا مامور کیا۔ ہزار جوان جمعیت احشام کے بے کار پڑے تھے اُن کو پیرے چوکی پر لگا دیا اور ان کو کئی کئی مہینے چڑھا کر تنخواہیں ملتی تھیں وہ ماہ بہ ماہ ملنے لگیں۔ بیٹ پتروں پر بھی چند لوگوں کو مقرر کر دیا اور جتنی بے کار زمین قلعہ میں پڑی تھی سب میں زراعت کرا دی۔ لال باغ میں جہاں اب پولیس سوپرٹنڈنٹ کی کچھری ہے بہت سے بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۶۔ کرائی اور لکھ بکھا روپیہ صرف کیا۔ کر بلائے مغلی کے حصار شریف کی تعمیر اور نہر حسینیہ کی اجرا کے لئے مجتہد الزمان آقا طباطبائی کے استصواب سے زر کثیر بچوایا۔ اور آخر عمر میں صلاح و تقویٰ کو بدرجہ اتم اپنا شعار کر لیا تھا طاعت الہی اور داد دہی خلائق کے سوا دوسرا کام نہ تھا۔ حضرات چارہ امام معصوم علیہم السلام کے مولود کے لئے سادات عظام کو بہت کچھ داد و بخش کرتے تھے۔ اس طرح چار سال چند مہینے اس عمر کی خدمت کو انجام دیا کہ آج تک نام چلا آتا رہی اگرچہ عواض بدنی میں مبتلا تھے حتیٰ کہ طاقت نشست و برخاست کی نہ تھی مگر سر انجام مہام سلطنت سے کبھی تغافل نہ کیا۔ آخر کار ۱۲۲۱ھ میں دنیا سے رخصت ہو کر دائرہ میر مومن استر آبادی میں مدفون ہوئے۔



سے درخت لگوائے اور گرے پڑے مکانات کو درست کرادیا۔ اس کا ارادہ چار بڑے بڑے حوض بنانے کا تھا مگر خاطر خواہ رقم نہ ملنے کی وجہ سے صرف ایک بڑا حوض ملتانی بادشاہ صاحب کی درگاہ کے سامنے بنوایا جو ہمیشہ متصل بادلی کے پانی سے جوئل سے لایا جاتا تھا بھرا رہتا تھا۔ ملتانی بادشاہ کی درگاہ کے سامنے کی کمان بھی اسی قلعہ دار کی بنوائی ہوئی ہے۔ تین سال کے بعد نواب مشیر الملک نے اسے خدمتگاہ علیحدہ کر دیا۔

ستائیسواں قلعہ دار۔ میر آئی الخاٹب بہ حسن الدولہ کے تازہ جنگ ۱۲۱۷ھ میں قلعہ دار مقرر ہوا۔ لیکن خود نہ آکر اپنی طرف سے میر اسد علی خاں کو بھیج دیا۔ حسینی بیگ نے نئے قلعہ دار کے آنے کی خبر سن کر قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور دس دن تک حساب کتاب بالکل درست کر کے دروازہ کھول دیا اور اسد خان کو جائزہ دے کر حیدر آباد چلا گیا۔

اٹھائیسواں قلعہ دار۔ نواب میر اسد علی خاں نے سب سے پہلے جمعیت احشام میں تخفیف کی اور پانچ ہزار مصارف ماہانہ سے پندرہ سو قائم رکھے۔ ۱۲۱۸ھ میں حیدر آباد میں خبر ملی کہ راجہ ہوکر ملک دکن پرورش کرنے والا ہے۔ نواب مشیر الملک بہادر وزیر اعظم نے قلعہ دار کو جمعیت بڑھانے اور قلعہ کے استحکام کا حکم دیا جس پر جمعیت احشام میں ایک ہزار آنہری بڑی لگی جن کی ماہانہ تنخواہ سات ہزار ہوئی اور بارہ ہزار روپے کا غلہ بھی قلعہ کے کھیتوں میں بھر لیا جب احشام کے جوانوں نے اپنی جڑھی ہوئی تنخواہ کے لئے شورش شروع کی تو بھی غلہ ان میں تقسیم کر دیا گیا۔ ۱۲۲۳ھ میں شام ہرج راجی رایاں نے حصار قلعہ کے نیچے تلگھاٹ ورداز کے باہر شام ہرج پود

اگر بار آباد کیا چنانچہ اب بھی وہاں سالانہ بڑی بھاری جاترا ہوتی ہے۔ ۱۲۱۸ھ میں نواب میر اسد علی خاں اپنے چھوٹے بھائی میر تراب علی خاں کو اپنا نائب مقرر کر کے حیدر آباد چلے گئے۔ تراب علی خاں نے تین سال تک قلعہ داری کا کام کیا۔ ۱۲۲۲ھ میں خدمت سے سوتوف ہو کر حیدر آباد چلے گئے ان کی جگہ حامد علی خاں ۱۲۲۳ھ تک قلعہ دار رہا جو پھر چنگو بہ میں جا کر رہ گیا۔ حامد علی خاں کی جگہ بلدیہ راسے نائب ہوا اور ۱۲۳۵ھ تک قلعہ داری کا سرانجام دے کر حیدر آباد چلا گیا۔

اسیسواں قلعہ دار۔ خلیل اللہ خاں ۱۲۳۵ھ میں قلعہ دار ہوا۔ اگرچہ وہ خود صاحب فہم و

فراست تھا لیکن چون کہ تاج الدین خاں اُس کا مختار کل تھا اور سارا کاروبار اُسی کے ہاتھ میں ہونے سے لوگ ناراض ہو گئے تھے عام شکایت ہونے سے ۱۲۴۷ھ میں مغزول ہو گیا۔ تیسواں قلعہ دار۔ نظر بہادر ۱۲۴۷ھ میں قلعہ دار ہوا۔ وہ خود کچھ بُرا آدمی نہ تھا لیکن رام چند کو مستعدی پر سارا دار و مدار تھا جس کی وجہ سے تمام زمیندار وغیرہ بدل گئے اور دوسری آفت یہ آئی کہ جس سال نامور ہوا اُسی برس بہت سے قیدی جو برٹش گورنمنٹ کے قلعہ میں مقید تھے بھاگ گئے قلعہ دار صاحب خانہ پور کی جاتر میں مزے اُڑا رہے تھے۔ دو ہزار روپیہ جرمانہ پر یہ بلا ٹلی۔ دوبارہ ۱۲۵۳ھ میں پھر قیدی بھاگے۔ اس طرح دس سال قلعہ دار رہ کر ۱۲۵۷ھ میں موقوف ہوا۔

اکتیسواں قلعہ دار۔ ۱۲۵۷ھ میں راجہ چند لال نے عبداللہ بن علی کو قلعہ دار مقرر کیا

یہ خاندان حیدر آباد میں نہایت مشہور ہے۔ یہ لوگ ملک عرب کے قبیلہ کے سردار تھے۔ ان کے تین فرزند تھے علی حسین۔ احمد۔ تینوں اپنے باپ کی طرح ریاست حیدر آباد میں نامور اور عمدہ مائے حلیہ پر نامور تھے۔ علی وہ مشہور شخص تھا جو گھوڑوں کا بہترین مبصر تھا اور اس گورنمنٹ میں سٹڈ پاٹرنٹ کا قایم کرنے والا تھا۔ گھوڑوں میں سارے ہندوستان میں اس کا جیسا جا کے (سوار) نہ تھا۔ جب بیٹا بیٹا۔ چنانچہ ایک نقل مشہور ہے کہ علی صاحب کے پاس ایک شخص اپنا گھوڑا بتلانے لایا آپ اُس وقت باہر تھے وہ گھوڑا واپس لے گیا۔ جب آپ بنگلہ پر واپس آئے تو سنا باہر بنگلہ کے کمپوٹڈ میں جا کر گھوڑے کے سموں کے نشان دیکھ کر اُن صاحب سے کہلا بھیجا کہ اس کا ایک پھیلا پاؤں صنائع ہو اور درحقیقت تھی بھی یہی بات۔ اگرچہ آپ نے ایک یورپین لیڈی سے شادی کر لی تھی اور بالکل انگریز طرز کی زندگی بسر کرتے تھے مگر بڑے کٹر اور پر جوش مسلمان تھے۔ آزاد خیال اور غیر متعصب ایسے تھے کہ کبھی پی پی پروڈاکٹ ڈالا کہ مسلمان ہو جائے۔ عیسیٰ دین خود موسیٰ دین خود۔ لا اگر اکہ فی اللہ آپ کی کئی لڑکیاں تھیں مگر ماں کے مذہب پر ایک بھی نہ گئی سب مسلمان ہیں۔ ایک صاحب زاوی آپ کی فرزا محمد عباس بیگ صاحب حمیر آف دی انڈیا کونسل کی زوجہ محترمہ ہیں۔ ایک لڑکا آپ کا چھ چھینے کا بھتیجی میں مر گیا آپ کی میم صاحب نے یورپین قبرستان میں اُسے دفن کر دیا آپ کو جب معلوم ہوا تو فوراً بیٹی پونچ کر نعش کو نکلوا کر اپنے قبرستان میں دفن کرایا۔ باپ تو عل انگریزیت

لیکن وہ خود نہ آ سکے اپنی طرف سے قائم خاں کو بھیجا ۲۶۲ھ میں اُس نے خود کشی کر لی۔ اس کے بعد داؤد علی نائب رہا جس کو راجہ رام بخش سپہر چند دلال نے ۲۶۲ھ میں موقوف کر دیا۔ راجہ چند دلال وزیر اعظم نے ۲۶۲ھ میں انتقال کیا اور اُن کے فرزند راجہ رام بخش مدارا ملہام ہوئے انہوں نے علی بن عبداللہ کو علیحدہ کر کے اس خدمت ہی کی تحفیف کر دی ۲۸۲ھ میں نواب سہ سالہ جنگ بہادر تختہ دار الملک مدارا ملہام نے انتظام ضلع بندی کر کے حافظ غلام مصطفیٰ خاں کو اول تعلقہ دار (کلکٹر) مقرر کیا اُن کے بعد نواب وحید منور خاں۔ اتندراؤ اور نواب منصور یار جنگ باری باری سے تعلقہ دار ہوئے اور یہی تعلقہ داری کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۹۔ وفات سے ایک دن پہلے میم صاحب کو بلا کر کہا کہ ہمارا تعلق صرف دنیاوی تھا تو جواباً ختم ہوا میری تجویز و تکفین سب عہدوں کے ہاتھ سے ہو تم ہاتھ نہ لگانا چنانچہ ایسا ہی ۱۶۶۰ھ میں علی صاحب بڑے راست باز اور سیدھے مسلمان تھے۔ برٹش گورنمنٹ میں آپ کی ایسی ہی عہدت تھی جیسے نظام گورنمنٹ میں۔ بارہا کرنل بارزڈینٹ سنگار پٹی مقام پر جہاں گھوڑوں کا فارم تھا آپ ہی کے مہمان رہا کرتے تھے۔ ضلع بیدر کا سب سے بڑا میلہ "جائزے مالیکادوں" جہاں تمامی ملکی عربی النسل گھوڑوں کی بڑی بھاری نمائش ہوتی ہے اور ہزار ہا روپیہ سرکار کی طرف سے انعام ملتا ہے آپ ہی کی بے نظیر یادگار ہے۔ دوسرے صاحب زادے حسن علی صاحب یہ نواب عماد نواز جنگ بہادر پہلے تعلقہ دار ضلع پھر صدر محاسب سرکار عالی اور آخر میں کمشنر آبکاری تھے بعد ایران چلے گئے جہاں ایک معزز خدمت پر مامور ہوئے اور وہیں انتقال کیا۔ تیسرے بھائی کیپٹن احمد فوج میں ملازم تھے۔ تینوں بھائی یکے بعد دیگرے زمان فریب ہی میں دنیا سے گزر گئے۔



11

12

13





## ساتواں ضمیمہ - قلعہ پراگٹور

تعلقہ عالم پور (ایپور) ضلع رانچور میں لب دریا سے کرشنا موضع پر اگٹور میں ایک عالی شان قلعہ ہے یہ مقام سٹیشن کرنول سے بارہ میل ہے۔ دریا سے تنگ بھدر را عبور کر کے جانا ہوتا ہے۔ اس قلعہ کی بناوٹ کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مثل دوسرے قلعہ جات ملک دکن کے یہ بھی ہندو راجاؤں کا بنایا ہوا ہے۔ بعد میں مسلمان پادشاہوں کے قبضے میں آگیا ہوگا۔ ہم کو تعجب ہے کہ باوجودیکہ یہ قلعہ بہت بڑا مستحکم اور اب تک درست حالت میں ہے مگر کسی تاریخ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ اس کا نام کچھ اور رہا ہو۔ پراگٹور بالکل ایک چھوٹا سا موضع ہے مگر قلعہ کی وسعت کے لحاظ سے پہلے شہر کی حیثیت رکھتا ہوگا۔ یہ قلعہ بالکل دریا سے کشا کے کنارے بنایا گیا ہے جو اس کی فصیل سے ہمیشہ ٹکراتا رہتا ہے۔ قلعہ کا طول و عرض جانب جنوب (۱۴۸۱) فٹ جانب شمال (۱۵۴۹) جانب مشرق (۶۳۴) فٹ جانب مغرب (۸۹۲) فٹ ہے اور کل دور (۴۵۷۳) فٹ ہے۔ قلعہ کی فصیل اور برج درست حالت میں ہیں (۳۰) برج قلعہ میں ہیں اور (۳) خندق میں برجوں کی بلندی ۳۰ سے ۳۳ فٹ اور عرض ۲۰ فٹ سے ۳۰ فٹ ہے۔ ان میں سے ایک برج جو دریا کے کنارے ہے بالکل گر گیا ہے اور دو ایک گرے ہیں۔ اس قلعہ کا صدر دروازہ مغرب رو ہے۔ باقی (۴) کھڑکیاں ہیں۔ جن میں سے ایک کشاندی کی طرف ہے۔ قلعہ کے اندر تمام مکانات گر گئے ہیں جن کے پتھر کی سلیں بکھری ہوئی پڑی ہیں۔ اس فوج میں سنگ سیلوکرت سے ہے اس قلعہ کے سب مکانات اسی پتھر کے تھے اور سل پرسل رکھ کر دیواریں کھڑی کی گئی تھیں جو ذرا سے زلزلہ میں پھسل پڑیں۔ قلعہ میں ایک قدیم مسجد ہے جس کی چھت گر گئی۔ ستون کھڑے ہیں اور چھت کی صرف دو شہتیریں جوں کی توں ہیں اس مسجد کے پیچ کے در کے اوپر یہ کتبہ ہے۔



بن کر مسجد کہ قاضی حبیب  
کہ نصر من السد فتح قریب  
سروشش ندا کو جیہ غریب

قلعہ کے مفصل حالات کچھ معلوم نہیں ہوتے۔ غلام احمد خاں عرب جاگیر دار موضع کلو اکر تی ساکن پراگٹور کے جد امجد محمد امین عرب یہاں کے قلعہ دار تھے۔ محمد امین بعد غفران مآب نواب نظام علی خاں بہادر ایک بار سوخ امیر تھے اُن کے فرزند محمد عیدروس خاں عرب تھے جن کو سرکار غفران مآب نے خطاب خانی و بہادری و منصب ہفت ہزاری و تعلقہ جٹپول اور دیگر چند مواضع بشمول موضع پراگٹور می اصل ڈیڑھ لاکھ روپیہ ذات جاگیر نگہداشت جمعیت کے لئے دئے تھے۔ محمد امین صاحب موصوف کے کارہائے نمایاں بہت سے لوگوں کی زبانی سنے جاتے ہیں من جملہ اُن کے ایک بات یہ مشہور ہے کہ وقت طیاری عمارات موقوفہ قلعہ خود پتھر اٹھاتے تھے ان کی دیکھا دیکھی ہر شخص کا تعمیر میں دل و جان سے شریک ہوتا تھا اور اس طرح بہت جلد قلعہ کی عمارات تعمیر ہو گئیں۔ اب تک بھی محمد امین صاحب عرب کے پڑپوتے کو کلو اکر تی وغیرہ مواضع ضلع محبوب نگر میں سات ہزار کی جاگیر جاری و بجال ہے۔ اب بھی ان کا مکان قلعہ میں موجود ہے۔ محمد عیدروس خاں عرب نے سو سال کے پیشتر ایک بنگلہ بنایا تھا جو درست حالت میں ہے جس پر سے دریائے کرشنا کا دور دور تک نظارہ ہوتا ہے اور بڑا پر فضا مقام ہے۔ ایک خانہ باغ اور ایک قدیم باؤلی بھی ہے جو فیصل قلعہ سے ملتی ہے۔ یہاں کے لوگ روایت کرتے ہیں کہ قلعہ بعد حضرت غفران مآب نواب امیر نظام علی خاں بہادر و وزارت نواب مشیر الملک وزیر مملکت بذریعہ محمد امین خاں عرب کے بنا ہے اور ان کا زمانہ سن ۱۲۰۹ھ کا ہے لیکن قلعہ کی عمارت صد ہا سال پیشتر کی معلوم دیتی ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ قلعہ کے اندر کے مکانات محمد امین خاں صاحب عرب نے بنوائے ہوں۔ سن ۱۲۰۹ھ یا ۱۲۱۰ھ دو سال اس قلعہ کی تعمیر کے بتلاتے ہیں جبکی کوئی سند نہیں۔ بہر حال یہ قلعہ اس زمانے سے بہت پہلے کا بنا ہوا ہے جیسا کہ قلعہ کی عمارت کے طرز سے ظاہر ہے۔

رانی اور راجہ کے شکستہ محلات  
قلعہ میں کچھی دیو ماری کا ایک چھوٹا سا محل ہے جس کی  
پختہ چار دیواری اب تک کھڑی ہے۔ اندر کے سب مکانات

ٹوٹ ٹاٹ گئے۔ یہ رانی راجہ کیل کٹدار ٹیڈی کی زوجہ تھی جو راجہ پلے پہاڑ کا قربت دار تھا۔ یہ محل گنج کا بنا ہوا ہے جس کا دروازہ شمال روئیہ بالکل درست حالت میں موجود ہے۔ اس مکان کے چاروں کونوں پر چار بلند اور بہت خوش نما برج تھے جن کا بالائی حصہ منہدم ہو گیا البتہ نیچے کا حصہ باقی ہے۔ وسط صحن میں ایک سیاہ پتھر کا مٹمن حوض نہایت خوب صورت بنا ہوا ہے۔ جس کے اطراف نہایت عمدہ جالی کا کٹہرہ لگا ہوا تھا۔ جس کی کئی جالیاں لوگ اکھاڑے لگے اب بھی دو تین باقی ہیں۔ اب اس مکان کے اندر شریفی کا جنگل اور خود رجھاڑیاں ہو گئیں ہیں اور آہستہ آہستہ ناگ بھنی بھی اپنا قدم ڈھار رہی ہے۔ اس محل سے ملا ہوا مغرب رو درمیا نی راستہ چھوڑ کر ایک منہدم محل ہے جو کچہری کے نام سے مشہور ہے اور غالباً قدیم زمانے میں راجہ کا دربار ہال ہوگا۔ دالان وغیرہ کی چھتیں سب گر گئی ہیں صرف اطراف کے بلند دیواریں کھڑی ہیں۔ سامنے ایک وسیع صحن ہے۔ یہ عمارت بہت بلند اور عالی شان تھی اب اس کی صحن میں تین بہت پرانے درخت نیم کے بہت بلند ہیں جو کسی طرح سو سال کے ادھر کے نہیں ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکان کو گر کر بھی بہت زمانہ ہوا۔ اس قلعہ میں اب اُن علاقہ کے چند مکانات ہیں جو جاگیر دار سے لعلق رکھتے ہیں ورنہ سب باری آبادی بیرون قلعہ ہے۔ علاوہ اُس دو منتر کہ منگلہ کے جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے محمد عیدروس خاں سابق جاگیر دار کے رہنے کا ایک مکان ہے اور ایک مکان محمد نظام الدین علی خاں فرزند خواجہ محبوب خاں مرحوم کا جو پہلے دیوان سستان گوپال پور تھے اُن کا ہے۔

**در دراج سوامی کا مندر** قلعہ پراگٹور میں اگر اب کچھ دیکھنے کی چیز ہے تو یہ دونوں مندر ہے۔ جس کا بالائی حصہ در دراج سوامی کا دیول ہے اور زیریں آلو اور سوامی یعنی دیول کے چیلوں کا مندر ہے۔ افسوس ہے کہ اس دیول کا بالائی حصہ منہدم ہو گیا مگر چار دیواریں اب بھی باقی ہے۔ جس پر صد ہا مورتیں بنی ہوئی ہیں۔ جانب شمال دریا کی طرف نو کمائیں مغرب میں (۵) جنوب اور مشرق میں چھ چھ کمائیں تھیں جو سب گر گئیں اب خالی ستون کھڑے

۱۸۱۴ء میں دریا کے کشنا میں غیر معمولی طغیانی ہوئی تھی۔ یہ منگلہ تو بالکل لب دریا تھا یہ بھی بگیا۔ ۱۲

نام سے مشہور ہی لوگ اس علم کے از بس محقق رہیں۔ یہ عاشور خانہ قدیم زمانہ کا ہونے سے گریٹ گیا تھا۔ ۱۲۹۵ھ میں غلام احمد خاں عرب جاگیر دار مرحوم جو محمد امین خاں کے پوتے ہوتے تھے انھوں نے پندرہ سو روپہ لگا کر اسے نو طیار کر دیا۔ اندرون قلعہ ایک دوسرا عاشور خانہ بھی ہے جو بالکل شکستہ حالت میں ہے۔

**عید گاہ** بیرون قلعہ کنار روکشنا محمد امین صاحب عرب کی بنوائی ہوئی پختہ عید گاہ ہے جس میں پتھر خوبی سے تراش کر لگائے ہیں۔ منار بھی خوش نما ہیں۔ عید گاہ کے سامنے ایک وسیع میدان ہے۔ ایک کتبہ بھی اس میں لگا ہوا ہے لیکن افسوس ہے کہ پڑھا نہیں جاتا۔

**درگاہیں** بیرون قلعہ لب دریا کے کشنا بزرگان دین کی دو درگاہیں ہیں۔ سبحان اللہ کیا عمدہ مقام ہے آب و ہواں نیم اور اہلی کے بلند اور گھنے درختوں کا سایہ دیکھ کر آنکھوں میں تراوٹ آتی ہے۔ ایک درگاہ حضرت لطف شاہ علی صاحب کی ہے جہاں چوتھے پر اور بہت سی قبریں ہیں۔ حضرت کی قبر سنگ سیلو کی ہے جو شکستہ حالت میں ہے اور کوئی معاش نہیں ہے دوسری درگاہ شریف حضرت کریم مولیٰ شاہ صاحب کی ہے جس کو سہ کار سے معاش ہے اور ۱۶ رمضان المبارک کو عرس ہوتا ہے۔ درگاہ کا احاطہ اور دروازہ اور قبر شریف جو گچ کی ہے درست حالت میں ہے۔ قبر پر ایک درخت ناندر کا سایہ کئے ہوئے ہے۔ دونوں درگاہوں میں سے کسی پر بھی کوئی کتبہ نہیں ہے۔

**مسجد محمد امین** بیرون قلعہ یہ مسجد پانچ کمانوں کی ہے اور درست حالت میں ہے اس پر یہ کہتے ہیں۔ پہلی اور دوسری کمان پر وَ أَنْتَ الْبَاقِیُّ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُو مَعَ اللَّهِ أَحَدًا تیسری کمان پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُولُ اللَّهُ چوتھی کمان پر بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۱۲۰۹ بنا ساخت مسجد بہ لطفت اکہ بدور نظام علی آصف جاہ مرتب از محمد امین خان عبید بتاریخ ہشتم ماہ رجب

۱۲۰۹ یہ صاحب محمد عبید روس خاں کے والد تھے ۱۲

## اٹھواں ضمیمہ - قلعہ پرپٹہ

پرپٹہ ضلع عثمان آباد کی ایک تحصیل ہے جو جی۔ آئی۔ پی ریلوے اسٹیشن گردوٹری یا یارسی لیٹ ریلوے کے اسٹیشن بارسہ ٹون سے قریب سولھامیل کے ہے۔ اس بستی میں ایک عظیم الشان قلعہ بنا ہوا ہے جس کی مرفعہ فصیلیں اور سر بفلک برج اب تک درست حالت میں ہیں اور دیکھنے والوں کے دلوں میں اس کے بانیان کی اولوہزمی اور عظمت کا بھٹا دیتے ہیں یہ قلعہ بھی غالباً اہل ہنود کا بنایا ہوا ہے جو آگے چل کر عادل شاہیوں کے قبضہ میں آ گیا۔

اس قلعہ کے گرد ایک بڑی مستحکم فصیل ہے جس میں چھوٹے بڑے (۲۷) برج ہیں جن کی اطراف ایک چوڑی اور گہری خندق ہے۔ جس میں پانی آنے کی دو بڑی بڑی مہریاں بنی ہوئی ہیں جو پہلے پانی سے طبع ہوتی تھیں اور اب تو ایک قطرہ پانی کا بھی نہیں ہے وہ ذرائع آمدنی آب شکست ہو گئے اور خندق بھی جا بجا سے اٹ گئی ہے۔ اس خندق میں دو باولیاں ہیں ایک جانب جنوب ہے جس کا نام چار باولی ہے جس میں سے قوم اراذل پانی لیتے ہیں دوسری مشرق و جنوب کی جانب ہے جس سے عمل کشتری سے زراعت بذریعہ موٹ کشی ہونے لگی ہے۔

**توپیں** خلافت دو کے قلعوں کے اس قلعے میں اب بھی نہایت نفیس بڑی بڑی توپیں برجوں پر چڑھی ہوئی ہیں۔ اندرون قلعہ سوطا برج ہیں جن میں سے چار برج مشہور ہیں باقی معمولی جن کا کوئی خاص نام نہیں ہے۔  
(۱) ”ملک میدان“ توپ جو قلعہ کے شمال و مشرقی بلند برج پر ہے۔ اسی کے قریب ایک بارہ دری ہے جو اب بھی درست حالت میں ہے یہ توپ گن مثل کی ڈھالی ہوئی ہے یعنی کاہری

رنگ کی پچ رسی ہو۔ چودہ فیٹ (۸) انچہ طول۔ کان کے پاس کا دُور ۸ فیٹ۔ ۱ انچہ۔  
درمیانی دُور ۶ فیٹ۔ ۱۰ انچہ۔ دہانے کا قطر ۲ فیٹ۔ ۸ انچہ۔ توپ کے وسط میں  
بجائے کندوں کے دو شیر بنے ہوئے ہیں اور گولا لگنے سے توپ میں ایک گولہ بھی پڑ گیا ہو  
اس توپ کے دہانے کے گرد نہایت خوش خط نستعلیق بنبت حروف میں یہ اشعار یا کھل صفا  
کندہ ہیں:-

آتشے جست از جهان داوید مجلس در گرفت	ناصر احمی خندہ تعلیم از لب دلبر گرفت
چو کوزہ می زند آتش زبانه از دہنم	زبس کہ اخگر غم پر بود درون تنم
حذر کن ای غنیم از من کہ آتش در دہن دایم	دہانے کے سامنے گرا دو گرو:-
	بہر میدان بیک گولہ دو صد صفت در شکل دایم
	توپ پر:-

محمد  
ابوالطف الدین محم  
اورنگ زیب بہادر عالم گیر  
پادشاہ غازی  
خمسہ و سبعین ما  
جلوس  
ملک میدان  
توپ  
عمل عسکر محمد حسین

گولہ یک من و دار و سیزدہ آثار و یک پائو بوزن شاہ تہبانی۔

(۱) دوسری توپ الموسوم بہ اژدہا پیکر ملک میدان کے جوڑ کی جنوب و مغربی برج پر چڑھی ہوئی ہے جو نو سیدین کا برج اس وجہ سے مشہور ہے کہ یہاں ایک چھوترے پر نو بزرگواروں کے مزار ہیں اور وہی نو سید کہلاتے ہیں۔ جن کا سالانہ عرس بھی ماہ رجب میں ہوتا ہے۔ یہ توپ ملک میدان کے جوڑ کی ہے اور بالکل اُسی قسم کی ہے اور اشعار بھی وہی ہیں۔ اس کے علاوہ عبارت ذیل ہے۔

توپ اژدہا پیکر  
عالمگیر بادشاہ غازی  
اورنگ زیب آباد  
جہو کس مہینت مانوس  
سمین محمد  
عمل عریب  
گولہ سبت آٹا اور دار و شمشیر آٹا رومی دام نواز شاہ جہانی

توپ اژدہا پیکر	۱۰-۸
عالمگیر بادشاہ غازی	۱۰-۸
اورنگ زیب آباد	۱۰-۸
جہو کس مہینت مانوس	۱۰-۸
سمین محمد	۱۰-۸
عمل عریب	۱۰-۸
گولہ سبت آٹا اور دار و شمشیر آٹا رومی دام نواز شاہ جہانی	۱۰-۸

(۳) مشرق و جنوبی رخ کے چنچل برج پر ایک بڑی توپ ہے جو چوچ لوگوں کی معلوم دیتی ہے یہ بھی ڈھلی ہوئی ہے۔ طول (۱۰) فٹ (۸) انچہ دور عقب (۵) فٹ وسط (۴) فٹ - دہانہ کا دور (۲) فٹ (۱۰) جس پر حسب ذیل کتبہ بخط انگریزی ہے۔



EVERHARD V. S. LINTERME. FECIT ENCHV.

دور دہانہ  
۲-۴

کان کے پاس کا دور  
۵ فٹ

طول  
۸-۱۰

(د) مغرب و شمالی رخ کے برج پر ”لانڈے قصاب“ کی توپ ہے۔ یہ توپ ڈھلی ہوئی نہیں ہے بلکہ پتھر جوڑ کر بنائی گئی ہے اس پر کوئی کندہ نہیں ہے۔

طول	کان کے پاس کا دور	دہانے کا دور
فیٹ - انچ	فیٹ - انچ	فیٹ - انچ
۲ - ۱۸	۴ - ۷	۶ - ۱۱

قلعہ کے اندر ایک پختہ مسجد ہے جس میں پانچوں وقت نماز ہوتی ہے مسجد کے دو دروازے ہیں قدیم کا دروازہ جانب مشرق ہے اور جدید ۱۳۱۷ھ ہجری میں بزمانہ مولوی محمد وزیر الدین صاحب قریشی تحصیلدار تیار ہوا ہے۔ صحن مسجد میں ایک حوض ہے جس میں ایک چشمہ سے پانی آتا ہے جو مسجد کے قریب جنوب رخ پر واقع ہے اور درست حالت میں ہے۔ مسجد کے نیچے ایک تہ خانہ ہے جس میں توپوں کے گولے رکھے ہیں۔ مسجد کے سامنے قلعہ کی تفصیل میں دو کمائیں ہیں ایک میں پیر خواجہ کی دوسری میں بالے پیر کی قبریں ہیں۔ جانب جنوب تفصیل میں چھوٹی سی بارہ درہی بنائی گئی ہے جو قلعہ ان کے نام سے مشہور ہے یعنی ایسی مختصر ہے جیسے کہ قلم دان۔ اسی کے جانب شمال دو منزلیں مسجد جو ”شمیر مسجد“ کے نام سے مشہور ہے اس مسجد کی زمین انعامی ہے اور چراغ بٹی اور جارب کشی ہوتی ہے۔ مسجد کے سامنے ایک چشمہ پختہ ہے۔ اندرون قلعہ نرسہ ہنوں دیو کا ایک دیول ہے جس کی خدمت روزانہ ایک بقال کرتا ہے نہ سرکار سے معاش ہے نہ دیول درست حالت میں ہے۔ دیول کے سامنے ایک منڈپ تھا جو ٹوٹ پھوٹ گیا دیول کے متصل جانب جنوب ایک عالی شان مکان نقشی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ سنا جاتا ہے کہ محل کمشنری میں اس کو توڑ کے ساری نقشی لکڑیاں بچھ دی گئیں۔ یہ مکان اب بالکل شکستہ حالت میں ہے اس مکان میں ایک کمان جانب مشرق ہے جس میں بارود بھری ہوئی ہے یہیں ایک باؤلی ”رام تیرتھ“ کے نام سے موسوم ہے جس کے اندر دس کمائیں ہیں۔ باؤلی کی سیڑھیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ باؤلی کے قریب ایک چھوٹی سی بارہ درہی کمان دار پختہ بنی ہوئی ہے جو درست حالت میں ہے۔ اس کے مشرق میں ایک مکان پختہ بنا ہوا ہے اور اوپر وار کو ایک مکان دو منزلیں ساگوانی کچ کا ہے اس کے اندر ایک لکڑی کی چھوٹی سی بارہ درہی ہے جس کے اوپر کے چھ کھن دس سال

ہوئے کہ شکستہ ہو گئے اس کے جانب شمال ایک حجرہ تین کھن کا تھا وہ بھی ٹوٹ پھوٹ گیا تھا جن کو ستلہف میں مولوی محمد منہاج الدین صاحب تحصیلدار وقت نے از سر نو بنوا کر درست کرایا اور جمولی لکڑی کے نو چشمہ صاحب موصوف نے بنائے ہیں۔ اس مکان کے سامنے ایک چھوٹی سی میگھ ڈمبری چار کمانوں کی قدیم بنی ہوئی ہے۔ پائین میں ایک خانہ باغ تھا جس کی روشیں اور کھاریاں حوض موجود ہیں لیکن اب بالکل ویران ہے۔ اس مکان کے نیچے ایک تہ خانہ ہے اس میں گندھک بھری ہوئی ہے اسی کے متصل عربوں کا قزوہ خانہ ہے جس میں ایک پتھر رکھا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ خان عالی عربت خاں نے کوئی مکان اور باغ بنایا تھا جس کا اب پتہ بھی نہیں صرف یہ کہتے کی سل رہ گئی ہے۔

خان عالی مکان عربت خاں	کردہ احداث گلشن رنگیں
دو چوگلشن خورنق ثانی	ہر گلشن خار دیدہ حبیب
قمری و عند لیب می خوانند	دو چوگلشن نشان خلد بریں
سنباش رشک زلف حور العین	حبذا فرما مکان و مسکین
گفت بالفظ نیک تا بخشش	فکرنا تر بہشت روی زمین

اس مکان کے مشرق کی طرف ایک جدید کچہری ۱۲۸۹ء میں مولوی احمد علی صاحب تحصیلدار کے زمانہ میں سرکار سے تیار ہوئی تھی اب وہ شکستہ حالت میں ہے۔ کچہری کے پاس دو حمام خانہ پختہ قدیم کے بنے ہوئے موجود ہیں۔ جانب مغرب ایک زمانہ مکان ہے جس کو ۱۲۸۰ء میں مولوی حاجی قدرت عظیم صاحب تحصیلدار نے تیار کیا تھا۔ تحصیل کچہری کے سامنے ایک قدیم دروازہ ہے جو شکستہ ہے۔ دروازے کے سامنے ایک گلی کا حوض ہونا سنا جاتا ہے۔ کچہری کے جانب شمال دو بلند تہ خانے ہیں جن کو بڑی بڑی کمانوں کے پشتے دیئے گئے ہیں اب ان میں سرکاری اسپتال اور انسروں کے ٹانگے اور گھوڑے وغیرہ باندھے جاتے ہیں۔ اس کے مشرق میں ایک چھوٹی سی کمان میں محبوب سبحانی کا چلا ہے جس کی کمان شکستہ ہے۔ اس کے قریب ایک بلند دروازہ ہے جس پر ایک طغریہ بہ خط نسخ عربی لگا ہوا ہے جس کو عرصے تک

۱۷۰۰ء میں کسری کا محل مشہور ہے اسی طرح ابراہیم اوہم کا محل خورنق مشہور تھا۔ ۱۲۰۰ -



غور کرنے کے بعد خاکسار اور مولوی فقیر احمد صاحب نے نہ شکل ٹپڑا - وہ یہ ہے -



یہ دروازہ روزانہ بند ہوتا ہے جس کے بڑے بڑے قفل ہیں۔ دروازے کے سامنے ایک مہاکا  
برج ہے جس کے پائے میں ایک چشمہ ہے اس کا پانی بہت عمدہ اور شیریں ہے۔ قلعہ کے اتر  
ایک پر کوٹہ (خندق) ہے جس میں ایک مہادیو کی دیول جانب مشرق و جنوب کے ہے وہ شکستہ  
حالت میں ہے۔ برج مانا کال کے سامنے چھ کمائیں گچ کی ہیں ان میں تحصیل کا محفظہ خانہ ہے  
تین کمائیں جانب شمال اور تین مشرق میں ہیں جو خالی پڑی ہیں ان کمائوں کے درمیان ایک  
بلند دروازہ ہے جو درست ہے وہ بھی روزانہ شب کو بند ہوا کرتا ہے۔ دروازے کے جانب شمال  
و مشرق تھوڑا سا میدان ہے اس میں چھوٹی چھوٹی توپیں رکھی ہوئی ہیں یصحن مذکور میں جانب  
مشرق تین و جانب مغرب میں تین جملہ چھ کمائیں پختہ و درست حالت میں ہیں ان چھ کمائوں  
کے درمیان ایک برج ہے جس میں بلند دروازہ کمان دار موجود ہے اور یہی صدر دروازہ ہے اس کے  
پٹ آٹھ سال سے ٹوٹ گئے ہیں جس کی درستی کے لئے کارروائی جاری ہے۔ قلعہ میں جا بجا بڑے  
بڑے تہ خانہ ہیں ایک ایک تہانہ اتنا بڑا ہے کہ جس میں ہزاروں آدمی چھپ جائیں اور پتہ بھی نہ لگے  
پہرہ چور راستے ہیں گے سوا لگ جس کی اس زمانے میں کسی کو غیر نہیں۔ بیرون آبادی حضرت

شاہ بدر الدین چشتی قدس سرہ کی درگاہ ہے۔ آپ حضرت سلطان المشائخ شاہ نظام الدین اولیاء بدایونی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ بھی سات سو اولیاء کے ہمراہ وکن میں آئے تھے۔ کافروں کے ساتھ بڑی سخت لڑائی کی تھی چنانچہ اُسی لڑائی میں آپ شہید ہوئے۔ جس میں سر آپ کا قصبہ پرین ضلع کوکن میں کٹ گیا۔ اور تن آپ کا لڑنا مقابلہ کرتا کافروں کو مارتا ہوا قصبہ پرین طرہ قلعہ بالا گھاٹ کے نزدیک پونچا وہاں ایک عورت نے دیکھ کر کہا کہ یہ عجیب مرد ہے کہ بے سر ہوتا چلا آتا ہے اُسی وقت آپ کی لاش زمین پر گری۔ وفات آپ کی بقول صاحب سیر اولیاء شمس میں واقع ہوئی۔ سر آپ کا قصبہ پرین ضلع کوکن میں اور جسم آپ کا قصبہ پرین طرہ متصل قلعہ بالا گھاٹ مدفون ہے۔



## نواں ضمیمہ قلعہ جلد رگ

موضع جلد رگ پہلے کسی قدر آباد تھا۔ لیکن (۲۷) سال قبل جو عالم گیر فتح ہوا تھا۔ اُس وقت سے قلعہ ویران۔ موضع بے چراغ اور زمینات افتادہ ہو گئیں۔ عرصہ تک اس کی بھی کس پرسی کی حالت رہی۔ آخر ناٹھورام نامی شخص نے آباد کرنے کی نیت سے کل زمینات بغرض کاشت لے لیں۔ اُس نے رعایا کے رہنے کے لئے اپنے ذاتی حصہ سے مکانات بنائے دیول درست کرایا اور چند آدمیوں کو ادھر ادھر سے لا کر آباد کیا مگر قلعہ کی بد قسمتی سے ناٹھورام فوت ہو گیا اور اس کے بعد اُس کے بنائے ہوئے مکانات کے منجمد دو تین مکانات بھی گر گئے۔ جلد رگ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ناٹھورام زندہ رہتا تو وہ اُس کو معقول طور پر آباد کر کے ایک عمدہ مقام بناتا۔ اُس کے جانشین اگرچہ بالکل صغر سن ہیں لیکن ان صغر سن بچوں کی ولیہ (یعنی ماں) اس سے بے خبر نہیں ہو مگر چوں کہ یہ مقام اور موضع ہر طرف آبادی سے دور راستے خراب اور دشوار گزار ہیں اس لئے اس کا آباد کرنا کچھ کم دست طلب نہیں ہے۔

قلعہ جلد رگ مستقر تحصیل لنگ گور سے (۱۰) میل بہ جانب شمال و مغرب دریائے کرشنا کے درمیان واقع ہے۔ اس کے قریب ہی دریائے کرشنا کی شمالاً و جنوباً و شاخیں ہیں اور انہیں شاخوں کے وسط میں ایک بلند بھاڑی پر یہ قلعہ بنایا گیا ہے جو ایک جزیرہ مناسکی حیثیت رکھتا ہے۔ قلعہ سے کچھ دور یہ جانب مشرق پھر یہ دونوں شاخیں مل گئی ہیں اس طرح

قلعہ جلد رگ اگرچہ میرا دیکھا ہے لیکن یہاں کے حالات مولوی محمد ظفر حق صاحب دھلفا مولانا سیف الحق صاحب مرحوم ادیب دہلوی تحصیلدار کے مرتب کئے ہوئے ہیں اور اس لئے اُن کا

شکر یہ ادا کرنا ضروری ہے۔ ۱۳

گویا دریائے کرشنا اس قلعہ کی قدرتی خندق ہے۔ قلعہ کے اطراف دریائے کرشنا اس قدر عمیق اور سطح زمین اس قدر نامہوار اور پتھریلی ہے کہ بارش میں تو بوجہ طغیانی اور دوسرے اوقات میں یہ باعث دشواری راہ اس کا عبور کرنا آسان نہیں ہے۔ قلعہ کی قدرتی خندق (شاخ ہائے کرشنا) کے ہر طرف دوسری چھوٹی چھوٹی مگر دشوار گزار پہاڑیاں بھی ہیں اور یہ سب چسپنرین جن میں کچھ قلعہ کے استحکام کے قدرتی سامان ہیں۔ قلعہ کے شرقی و شمالی جانب تو شاخ ہائے کرشنا نے آمد و رفت کا راستہ بند کر رکھا ہے اور جہاں تک نظر جاتی ہے راستہ بالکل ناقابل گزر ہے اسی طرح جنوبی جانب کی شاخ طو کرنے کے بعد بھی ایک میل تک راستہ اس قابل نہیں کہ گھاڑی اور گھوڑا تو درکنار انسان بھی آسانی سے جاسکے۔ قلعہ کے سامنے ہی کرشنا کی شمالی شاخ کے دوسرے کنارے پر چار برج نظر آتے ہیں جن کو یہاں کے لوگ قلعہ جلد رگ کے ہی متعلق بتاتے ہیں لیکن چون کہ دریائے مذکور کی شمالی شاخ ان برجوں اور قلعہ جلد رگ کے درمیان حد فاصل ہے اس لئے یہ برج یقینی طور پر اس قلعہ کا جزو نہیں ہے بلکہ گمان غالب ہے کہ راجگان بیٹر نے پہاڑی قلعہ (جلد رگ) کو توڑ کر ایک قلعہ نیچے بنایا تھا جس کو علی عادل شاہ نے منہدم کر کے اُس کے محاذِ غم میں حسب سابق پہاڑی قلعہ طیار کیا تھا اُسی منہدم قلعہ کے پہاڑی برج باقی ماندہ نشانیاں ہیں اور غالباً اسی وجہ سے یہاں کے لوگ ان پہاڑی برجوں کو قلعہ جلد رگ سے متعلق بتاتے ہیں۔ قلعہ جلد رگ کے جانب شمال و مغرب و ہتمام ہے جو چند رکوٹ کہلاتا ہے اور اُس کے مغرب کے جانب دو میل کے فاصلہ پر وہ دیول واقع ہے جس کو ”چھایا بھگوتی“ کہتے ہیں جو ہندوؤں کی مقدس پرستش گاہ ہے اور اس چھایا بھگوتی کے متصل موضع ناراین پور موجود ہے جس میں وہ آبشار واقع ہے جس پر اینکٹ باندھنے کی تجویز مسٹر ایلن سابق چیف انجنیر آبپاشی نے کی تھی۔ اس آبشار کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ پاؤمیل کے دوری میں پانسوفیٹ کا ڈھال ہے اور آبپاشی کے اعراض کے لئے نہایت کارآمد چیز ہے۔ اسی جگہ قدیم زمانے کا ایک شکستہ اینکٹ موجود ہے جس سے زمینات خشکی سیراب ہوتے تھے۔ حال میں مولوی یوسف الدین صاحب صدوبہ وار صدوبہ گجر گئے کوشش کی تو کہ اُس کو پھر بکار آد کیا جائے مگر کارروائی چل کر رہ گئی اور جو اس کے محرک تھے وہ مٹ ہی گئے

قلعہ جلد رگ سے بہ جانب شمال موضع کوڑ لیکل موقعہ تعلقہ شوراپور کا پہاڑ نظر آتا ہے۔ جہاں کسی زمانہ میں نہایت مستحکم قلعہ تھا اور بجانب شمال شوراپور کا پہاڑ اور بجانب جنوب مغرب مدکل کا قلعہ اور بجانب جنوب مشرق مستقر تنگ گور نظر آتا ہے۔ قلعہ جلد رگ چوں کہ نہایت بلند پہاڑی پر واقع ہے اس لئے یہاں کا منظر بہت اچھا ہے۔

موجودہ قلعہ اگرچہ شاہان اسلام کی تعمیر معلوم ہوتی ہے مگر چوں کہ اس پر کوئی ایسا کتبہ نہیں ہے کہ جس سے اس کی تعمیر کی تاریخ یا بانی قلعہ کا پتہ چلے۔ اس لئے قلعہ کے معاینہ سے اس کی صحیح کیفیت معلوم نہیں ہو سکتی۔ لیکن کرل میڈوز ٹیلر کے تاریخچی نادل موسوم بہ نوبل کوئین سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ۹۸۹ھ یعنی ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں یہ قلعہ مسلمانوں کے قبضہ میں تھا اور جس طرح عموماً اس ملک کے قلعہ جات راجگان ہندو کے بنائے ہوئے ہیں یہ بھی ان ہی کی تعمیر ہوگی اور شاہان اسلام نے اس میں کچھ جدید ترمیم و تعمیر کی ہوگی۔ تاریخ فرشتہ میں جلد رگ کے قلعہ کا کہیں نام نہیں ہے۔ البتہ علی عادل شاہ کے عہد کے کارنامے ہیں قلعہ چندر کوٹ ۹۹۳ھ میں مفتوح ہونے اور اس کو منہدم کر کے از سر نو تعمیر کرنے کے متعلق یہ لکھا ہے کہ ”مصطفیٰ خان محترم سلطنت نے علی عادل شاہ کو اطلاع دی کہ قلعہ چندر کوٹ ابتدا میں پہاڑ پر بنا ہوا تھا مگر راجگان بیڈر نے اس کو توڑ کر پہاڑ کے نیچے قلعہ بنایا ہے لہذا اگر بادشاہ پسند فرمائیں تو قلعہ زیریں کو منہدم کر کے پھر سابقہ جگہ پر قلعہ بنا دیا جائے۔ چنانچہ بادشاہ نے موقع کا ملاحظہ کرنے کے بعد نیچے کے قلعہ کو توڑ کر پہاڑ پر قلعہ بنانے کا حکم دیا اور جب تین سال میں نیچے کا قلعہ توڑ کر پہاڑ کے اوپر قلعہ بنایا گیا۔“ چوں کہ موضع چندر کوٹ موجودہ قلعہ جلد رگ سے بالکل قریب ہے اور اس قلعہ کے سواے موضع چندر کوٹ کے اطراف میں کوئی دوسرا قلعہ موجود نہیں ہے اور چوں کہ اس قلعہ کے سامنے ہی کرشنا کی شمالی شاخ کے کنارے پر ایک منہدم قلعہ کے برج موجود ہیں اور موجودہ قلعہ کی تعمیر صاف و صریح طور پر اسلامی شان دکھا رہی ہے اس لئے ان سب مجموعی کیفیتوں کے لحاظ سے یہ امر یقین کے درجہ تک پوچھتا ہے کہ وہ منہدم قلعہ جس کے چار برج نظر آتے ہیں وہی قلعہ تھا جس کو چندر کوٹ کہتے تھے اور جس کو (پہاڑی قلعہ جلد رگ توڑنے کے بعد) راجگان بیڈر نے نیچے تعمیر کیا تھا اور قلعہ جلد رگ وہی قلعہ ہے جس کو پہلے راجگان بیڈر نے توڑا تھا اور

جس کو حسب بالا مصطفیٰ خاں نے بحکم علی عادل شاہ (چندر کوٹ کا قلعہ زیریں توڑنے کے بعد) پہاڑی پر سابقہ بنیادوں پر طیار کرایا اور جس کو تاریخ فرشتہ میں چندر کوٹ کے قریب یا قلعہ چندر کوٹی مندرجہ مصطفیٰ خاں کے معاوضہ میں بنایا اور علی عادل شاہ کی بیگم (چاند بی بی) چاند سلطان) کے نام کی مناسبت کے سبب قلعہ چندر کوٹی کے ہی نام سے موسوم تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس پہاڑی قلعہ کا ابتدائی نام غالباً جلد رگ ہی تھا جو عادل شاہی سلطنت تک مذکورہ بالا وجہ میں سے کسی ایک یا زیادہ وجہ سے قلعہ چندر کوٹ ہی کہلاتا رہا اور عادل شاہی سلطنت جانے کے بعد ہی وہ اپنی مقامی کیفیت اور چاروں طرف پانی گھرا ہونے کے لحاظ سے پھر اپنے اصلی یعنی جلد رگ (پانی کا قلعہ) کے نام سے موسوم ہو گیا۔ مذکورہ بالا تبدیل نام کا قیاس اس لئے بھی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ علی عادل شاہ کے عہد کی ایسی دوسری نظیریں بھی موجود ہیں چنانچہ جلد رگ کے قلعہ کو جس کو راجہ تل نے بنایا تھا جب علی عادل شاہ نے فتح کر لیا تو اس کا نام بدل کر شاہ درگ رکھ دیا لیکن عادل شاہی سلطنت کے خاتمہ کے ساتھ ہی شاہ درگ کا نام بھی ختم ہو گیا اور قلعہ پھر اپنے سابقہ نام یعنی جلد رگ سے موسوم ہوا اور اب تک جلد رگ کے نام سے ہی مشہور ہے۔ پس مذکورہ بالا لحاظ سے موجودہ قلعہ جلد رگ کی تاریخ تعمیر ۹۸۶ھ اور علی عادل شاہ کا عہد قائم ہوتا ہے اور اس کی تائید کرنل میڈرڈ ٹیلر کے مذکورہ بالا نادل سے ہوتی ہے جس میں ۱۷۵۷ء سے پہلے اس قلعہ کا موجود ہونا درج ہے۔ قلعہ جلد رگ میں ہزار ہا قبروں کی علامات موجود اور صد ہا قبریں اب بھی صاف طور پر نظر آتی ہیں یہ مقام گنج شہیداں کے نام سے موسوم ہے۔ اس نام اور قبروں کی کثرت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی سلطنت کے بعد ہی جلد رگ پر بہت سی خون ریزیاں ہوئی ہیں مگر کسی تاریخ کی کتاب میں اس کا ذکر نہ ہونے سے صراحت نہیں کی جاسکتی کہ عادل شاہیوں کی سلطنت کے خاتمہ کے بعد کس کس کا قبضہ رہا البتہ اس قلعہ میں محمد سرور کی درگاہ کے سامنے ایک چبوترہ پر کتبہ لگا ہوا تھا جو چبوترہ ٹوٹ جانے کی وجہ سے اب نیچے رکھا ہوا ہے۔ اس کتبہ سے ظاہر ہے کہ اللہ میں تلوک سنگھ بامی سردار نے یہ حکم عالمگیر بادشاہ غازی نے اس قلعہ کو فتح کیا اور درگاہ کے سامنے ایک اونچا چبوترہ بنا کر اس پر کتبہ کا پتھر نصب کیا۔ یہ کتبہ فارسی اور

تاگری دونوں خطوں میں ہی فارسی کتبہ کی نقل درج ذیل ہے۔

سلاطین ہجری

خانہ زاد بادشاہ عالم گیر غازی تلک ک سنگھ ابن چترائی کنڈ بٹ سدریلہ  
جب وہ چوتراہ جس پر کتبہ مذکور کا پتھر نصب تھا ٹوٹ گیا تو ”محمد سرور“ کی درگاہ کے خدام نے  
اس جگہ پر ایک نہایت عمدہ چوتراہ بنالیا جس میں درگاہ کی چادریں وغیرہ رکھی ہوئی ہیں۔ قلعہ  
جلدرگ کے سات دروازے اور پانچ حصار ہیں دروازوں میں سے ایک برج نما دروازے  
کے سوا باقی سب تقریباً گر چکے ہیں صرف دیواریں باقی ہیں اور ایک دروازہ جو باقی ہے وہ  
بھی خستہ حالت میں ہے چھت اور برج میں درزیں آگئی ہیں اور شق ہو گیا ہے۔ قلعہ کے پانچوں  
حصاروں کی تفصیل جابجا سے کر گئی ہے۔ پانچوں دروازوں کی یہ کیفیت ہے کہ پہلے حصار میں دو  
دروازے ہیں ایک دروازہ بہ جانب مشرق جو شوراپور کے دروازے کے نام سے موسوم ہے  
اور ایک دروازہ بہ جانب جنوب جو مدگل کے دروازہ کے نام سے مشہور ہے۔ مشرقی دروازے  
کے اندر داخل ہونے کے بعد گنج شہیداں راہ میں ہو اور مدگل کے دروازے کے قریب وہ سید  
ہو جہاں قلعہ کا بازار بنتا تھا۔ اس بازار میں کوئی عمارت باقی نہیں ہے۔ لیکن دیواریں اور  
چوتروں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ دوسرے حصار میں بھی دو دروازہ ہیں ایک دروازہ تو  
پہلے حصار سے دوسرے حصار میں داخل ہونے کے لئے ہے اور دوسرا دروازہ گھاٹ دروازے  
کے نام سے مشہور ہے اور اسی دروازے سے کرشنا کی شمال شاخ پر جانے کا بھی راستہ ہے اسی  
دروازے کے قریب یلکا کا دیول ہے جو اچھی حالت میں ہے۔ ناگھورام نے اس کو درست  
کرایا ہے۔ تیسرے حصار میں میر علی الدین علی نامی بزرگ کی ایک قدیم درگاہ ہے یہ درگاہ پختہ  
نہی ہوئی ہے اور درست حالت میں ہے اس درگاہ کے عقب میں جانب جنوب ایک پختہ درگاہ  
ہو جس کی چھت گر گئی ہے صرف دیواریں باقی ہیں۔ چوتھے حصار میں دروازے کے  
سامنے جانب شمال ایک چھوٹی سی مسجد واقع ہے جس کی دیواریں رہ گئی ہیں چھت باقی  
نہیں ہے اور ناگ پختہ بہت کثرت سے مسجدیں ہو گئی ہیں اور اُس کے شمال اور مشرق کے  
جوانب میں پختہ قبریں موجود ہیں جس میں سے بعض صاف نظر آتی ہیں اور بعض ناگ پختہ

میں چھپ گئی ہیں اس مسجد سے تھوڑی دور آگے بڑھ کر ایک بڑا وسیع اور بلند چبوترہ ہے جس پر کھڑے ہو کر دیکھنے سے ندی اور قلعہ کے سامنے کا نظارہ بہت اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ پانچواں حصہ سہ منزلہ ہے۔ پہلی منزل میں اکثر شاہی مکانات کے نشانات اور ایک بڑی آفتادہ باؤلی ہے اور اسی طرف محمد سرور کی درگاہ بھی ہوئی ہے۔ یہ درگاہ درحقیقت کسی بزرگ کا خزانہ نہیں ہے بلکہ ایک لمبا چبوترہ ہے جس پر اس درگاہ کے معتقدین کا بیان ہے کہ حضرت پیر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے تھے۔ اس چبوترے کے اطراف چار دیواری کھینچی ہوئی ہے۔ اور اس کے پائیس میں وہ چبوترہ تھا جس پر تلوک سنگہ کا کتبہ نصب تھا۔ اس درگاہ کی نسبت بلا تفریق مذہب ہندو اور مسلمان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جو بیمار علی الخصوص جذامی بیاں آتے ہیں وہ تن درست ہو جاتے ہیں چنانچہ دو مسلمان عورتیں اور ایک ہندو عورت اور ایک مانگ رو بیاں موجود ہیں۔ مسلمان عورتیں موضع بھیرواڑ کی تعلقہ بھاگے واڑی علاقہ سرکار عظمت مدار کے رہنے والی ہیں اور دس سال قبل جذام میں مبتلا ہو کر بیاں آئی ہیں اور صحت یاب ہو چکی ہیں اور اسی درگاہ کی خدمت کرتی ہیں اور یہیں سکونت اختیار کر لی ہے۔ جو تھا شخص یعنی مانگ دو سال سے بیاں مقیم ہے یہ بھی مبتلاے مرض ہے مگر اب اپنے آپ کو پہلے سے بہتر بتاتا ہے ان سب لوگوں کا ٹوکل پر گزرا ہے۔ جو لوگ جلد رگ دیکھنے یا اپنے عقیدت کے لحاظ سے اس درگاہ پر آتے ہیں وہ ان متوکلین کو کچھ نہ کچھ دیتے ہیں اور درگاہ پر بھی چڑھاتے ہیں اور یہ عورتیں چڑھاوے کی پوری رقم درگاہ کے اخراجات میں صرف کرتی ہیں جس سے اس وقت تک یہ درگاہ اچھی حالت میں ہے۔ پانچویں درجہ کی دوسری منزل میں جانب شمال مغرب ایک بارہ دری ہے جہاں سے قلعہ کا شمالی و مغربی حصہ اور چھایا بھگوتی کا دیول بہت صاف اور خوش نما طور پر نظر آتا ہے۔ یہ بارہ دری بھی امتداد زمانہ سے مرمت طلب ہو گئی ہے۔ تیسری منزل میں جانب جنوب مشرق ایک مندرمہ دالان ہے اور اس تمام قلعہ میں سب سے زیادہ بلند مقام یہی ہے اور عجیب نہیں کہ یہی مقام بالا حصہ ہے۔ اس کی چھت گر گئی ہے لیکن دیواریں کچھ سالم کچھ شکستہ موجود ہیں اور ایک زمینہ بھی ہے جس سے چھت پر چڑھ کر دور دراز کا نظارہ ہو سکتا تھا۔ اس زمینہ سے اگر اس بالا حصہ کے مندرمہ دیوار پر چڑھ کر دیکھا جائے تو قلعہ مدگل اور شوراپور کا سپاڑ



وغیرہ نظر آتے ہیں۔ اس قلعہ میں کوئی توپ باقی نہیں ہے۔ صدر دروازہ چوبی تھا۔ حال میں ایک انگریز اس کی باقی ماندہ لکڑی لے کر چلا گیا جس کا اس نے ایک صندوق بطور یادگار کے بنالیا۔ مختصر یہ کہ یہ قلعہ موقع کے لحاظ سے تمام و کمال اس قابل ہے کہ اگر آثار قدیمہ میں شریک کر کے کم سے کم پانچویں حصہ کے مختصر اور قابل ملاحظہ فیصل اور بالا حصہ بارہ دروازے مسجد۔ دروازہ اور وہ چوترا جس پر تلگوک سنگھ کا پتھر نصب تھا ان کو ضرور درستی ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ چند روز میں جو حالت اب یہی رہے گی



## دسواں ضمیمہ۔ خلد آباد وغارہائے ایلورا

خلد آباد اورنگ آباد سے (۱۴) میل اور دولت آباد سے چھ میل بلند پہاڑوں پر واقع ہے۔ یہاں کی آب و ہوا اہمیت عمدہ ہے اور (۲۷۳۲) فیٹ سمندر سے اور (۵۰۰) فیٹ سطح ارضی سے بلند ہے۔ یہ مقام خاص کر اس وجہ سے مشہور ہے کہ بڑے بڑے نامی گرامی کابرا سلام اس خطہ زمین میں آسودہ ہیں۔ مثلاً اورنگ زیب اور شانزادہ اعظم شاہ۔ نظام الملک آصف جاہ بانی خاندان سرکار عالی نظام۔ ناصر جنگ فرزند دومی آصف جاہ۔ نظام شاہ بادشاہ احمد نگر۔ ملک عنبر۔ تانا شاہ بادشاہ گوکنڈہ وغیرہ وغیرہ۔ اس بستی میں پندرہ بیس تو گنبد ہیں اور تھینا چودہ سومرا ہیں۔ کسی زمانہ میں یہ ایک بڑا آباد اور شاداب شہر تھا۔ اب ویران ہے اور باغات احمد درگاہوں اور گنبدوں کے اطراف تھے وہ سب جنگل ہو گئے ہیں۔ جس زمانہ میں دولت آباد دار السلطنت تھا خلد آباد معرض گننامی میں تھا ستھ کے قبل تک یہ سارا پہاڑی سلسلہ خلد آباد کے نام سے مشہور تھا اور جو کچھ آبادی تھوڑی سی جنوبی پہاڑ پر تھی وہ بھی مصافحات دولت آباد شمار ہوتی تھی۔ اگرچہ سب سے پہلے بزرگ جن کا قدم اس سرزمین پر پڑا حضرت جلال الدین صاحب تھے لیکن مستقل اقامت حضرت فتحب الدین زر زری زرخش کے ہونے سے خلد آباد کی شہرت آپ ہی کی بدولت ہو آپ کے وصال کے بعد جب گنبد تعمیر ہوا تو روضہ کے نام سے اس خطہ نے شہرت پائی اور اب بھی ”روضہ“ سے مراد خلد آباد کی بستی رہی جاتی ہے۔ حضرت کس زمانے میں یہاں آئے پتہ نہیں چلتا تاہم سال وفات سے معلوم ہوتا ہے کہ ستھ کے قبل کی یہ بستی ہے۔ فتحب الدین صاحب کے بعد برہان الدین اولیا حکم شیخ نظام الدین اولیا اپنے برادران طریقت ساتھ یہاں تشریف لائے اور یہ پاس ادب اس مقام سے

تھوڑا جانب جنوب ہٹ کر آپ نے قیام فرمایا۔ تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت منجیب الدین صاحب کے روضے کے اطراف کی زمین ”باغ روضہ“ کہلاتی تھی کہ نظام شاہیوں کے کئی تاج داروں کے خزانہ اس سرزمین پر ہیں جن میں سے نظام الملک بھری اور آنکس خاں کے گنبد اب تک موجود ہیں ان کے علاوہ اور بھی مقابر ہیں مگر پتہ نہیں کہ کس کے ہیں۔ ممکن ہے کہ پہلے کوئی باغ بھی ہو۔ لیکن اب تو باغ کا نشان تک باقی نہیں ہے۔ اور نگ زیب نے ۱۱۸۱ھ میں احمد نگر میں انتقال کیا۔ شاہزادہ محمد اعظم شاہ بہادر معہ مالوہ پر نکل چکا تھا۔ خبر وفات سن کر پچیس کوس سے پلٹا اور نعش کو حسب وصیت روضہ گولایا اور سید زین الدین صاحب کے مقبرہ کے صحن میں دفن کیا۔ اور نگ زیب کا لقب خلد مکان پڑا اور اسی مناسبت سے خلد آباد مشہور ہوا۔ خلد آباد کا بہت بڑا حصہ ویران ہے۔ اب تحصیل اور پولیس سٹیشن ہے۔ مردم شماری (۲۸۴۳) اور آباد مکانوں کی تعداد (۶۴۵) ہے۔ خلد آباد کی زیادہ تر آبادی خدام کی ہے۔ خدام کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) خدام درگاہ حدکلاں۔ وہ ہیں جو حضرت منجیب الدین اور حضرت برہان الدین اولیا کی درگاہ کے خدام ہیں ان کی تعداد سات سو ہے۔

(۲) خدام درگاہ حدخورد۔ وہ ہیں جو حضرت سید الدین کی درگاہ کے خدام ہیں۔ ان کی تعداد چار سو ہے۔

(۳) خدام درگاہ گنج رواں۔ وہ ہیں جو حضرت جلال الدین سہروردی کے خدام ہیں۔ ان کی تعداد ڈیڑھ سو ہے۔

درگاہ حدکلاں و حدخورد کے مصارف کے لئے چند مواضع قدیم سے جاگیر ہیں۔ حضرت جلال الدین کی درگاہ کے لئے دو مواضع سوئی بچن اور نادر آباد جاگیر ہیں۔ تفصیل شہر کے باہر کنیالی خورد و اور کنیالی کلاں دو محلے ہیں اور قصبہ کے اندر (۱۶) محلے ہیں۔ شاہی پورہ۔ بڑکی۔ آلی۔ قصاب داڑھ۔ ٹنگار واری۔ مومن داڑھ۔ برہمن واری۔ انگ۔ گٹھریوں وال محلہ۔ بھوٹی باؤلی۔ حمال واری۔ پٹیلوں کا محلہ۔ پرانی بھری۔ بازار۔ گنج۔ قاضی پورہ۔ کمان۔ منعم کا باغ۔ پانگرے دروازہ کے باہر بجانب شمال منعم کا باغ ہے جس میں

ایک مسجد اور چند قبور کے سوا کچھ نہیں ہے۔ چار دیواری کے چاروں کونوں پر ایک ایک حجرہ اور اس پر ایک ایک برج ہے۔ باغ کا دروازہ شرق رو ہے۔ دروازہ کے کتبہ ذیل سے واضح ہوتا ہے کہ اس میں محسن قلی کی قبر ہے۔

یہ یارب چور حماں قلی خاں برحمت تو پیوست از خرد تیار بخ از فردوس منزش شد

دروازے کی دونوں جانب پانچ پانچ حجرے ہیں۔ باغ بالکل دیراں ہے جگہ درخت اور زیادہ تر شریفیہ کی خود رو چھاڑی ہے۔ باغ کا مکان متعلقہ دیراں ہے۔

**باغ بنی بیگم** نہایت خوش نما محصور مقام ہے۔ اس میں ایک بلند کرسی کی نہایت خوش نما

اور وسیع بارہ دری بنی ہوئی ہے۔ تالاب حوض خاص جنوب میں اور دھرم تالاب گوشہ غرب و شمال میں ہیں ان سے ہی آبیاری ہوتی ہے۔ پہلے خاکسار تالاب سے نہر لائی گئی تھی جو آب ٹوٹ

بھوٹ گئی۔ وسط باغ میں جہاں بانو بیگم عفت بنی بیگم صاحبہ شاہزادہ محمد بیدار بخت فرزند کلاں

شاہزادہ اعظم شاہ کی زوجہ کی قبر ہے۔ قبرا ایک مربع خوش نما حوض کے اندر بنی ہوئی ہے۔ قبرا در چبوترے

کے سوا حوض سنگ سرخ کا ہے۔ اطراف مختلف شکلوں کی کیارلوں کا چمن ہے اور ان ہی کیارلوں

کے درمیان ایک اور حوض ہے۔ ان سب حوضوں میں پانی کے نل گئے ہوئے ہیں جس کا خزانہ

قبر کی چار دیواری کے باہر کی طرف ہے۔ چار دیواری کی سنگ سرخ کی محرابیں اور قبر کے چبوترے کے

سنگ مربع کی سلیں لوگ اکھاڑے گئے اب صرف قبر کا تعویذ بڑا ہے۔ اب چبوترے پر استر کاری

کر دی گئی ہے۔ باغ کی متعلقہ مسجد کے حوض کا پتھر بھی بے رحم اور سنگ دل لوگ لے گئے مقبرہ

کی چار دیواری کے چاروں کونوں اور وسط میں لداؤ شہ نشینیں ہیں جن کی ساخت اب بھی سرمایہ

نار ہے۔ اس مختصر مقبرہ میں بعض بعض صنعتیں ہر شخص کہ نقش بردوار بنا دیتی ہیں۔ چاروں نشینوں

کے نیچے پانی نکلنے کا راستہ نہایت خوبی سے بنایا ہے۔ ان چاروں نشینوں کے نیچے چھوٹی چھوٹی

سنگ سرخ کی نہایت خوب صورت سہ دریاں ہیں۔ مقبرہ دروازہ جنوب رخ ہے۔ مقبرہ کے مغربی

رخ پر ایک بہت ہی خوش نما مسجد تین درجوں اور پانچ محرابوں کی ہے۔ صحن مسجد اور حوض کے جنوب میں

چند قبریں ہیں اور بیس ایک برآمدہ سنگ سرخ کا ہے اس کے پتھر بھی غایب ہیں مسجد کے مقابل

ایک مکان تین درجے کا تھا اگلا درجہ حال میں گر گیا پچھلے دو اپنی حالت پر کھڑے ہیں پچھلے

درجہ کی چھت پر پانی کا خزانہ ہے جس کی دیوار دو گز بلند ہے اور ایسا مستحکم بنایا گیا ہے کہ اب تک پانی

نہیں رستا۔ خزانے میں (۲۲) مل ہیں جو سارے باغ میں دوڑے ہوئے ہیں۔ اس کا نظارہ تو کچھ اسی وقت دیکھنے کے قابل ہوگا جب نہر خاکسار رواں ہوگی اب تو سارا باغ نقشہ وہاں ہی باغ کے شمالی جانب عالی شان دو منزلہ دروازہ ہے اور اس کے محاذی دو درجے کی عمارت ہے جس کے اندر دنی دالان میں دو حجرے ہیں۔ باغ کے چاروں کونوں پر ایک ایک حجرہ اور ہر حجرے کے سامنے سہ درہ اور اوپر برج ہے۔ گوشہ جنوب و مشرق کا برج گر پڑا ہے۔ چاروں حجروں کی دونوں طرف اور بڑے دروازے کے ادھر اوپر اور جنوبی عمارت کے غرب میں ایک ایک زینہ فیصل اور عمارت پر جانے کے لئے ہے۔ جنوبی عمارت کے باہر دونوں طرف دو حجرے ایک ہیئت الخلاء اور دوسرا بادرچی خانہ ہے۔ مسجد اور شرقی اور جنوبی عمارتوں کے سامنے ایک حوض ہے جو آب مٹی سے بھر گیا ہے۔ شمالی دروازے کے سوا باقی سمتوں میں باہر جانے کے لئے چھوٹے چھوٹے تین دروازے ہیں۔ دکن والا دروازہ بادرچی خانے کے حجرے کے اندر سے نکالا گیا ہے باغ کی چار دیواری اب تک صحیح و سالم ہے۔ مقبرے سے کھوڑے فاصلہ پر چاروں کونوں پر ایک ایک چبوترہ بھی ہے۔ باغ میں اب معمولی ترکاری بونئی جاتی ہے اور یہ ممانہ مصارف کے مالی مفید ہے۔ باغ کے عقب میں جانب جنوب لب حوض ایک سہ درہ چار دیواری سمیت نہایت خوش ترانہ نشانی ہے۔ حوض کے لیریز ہونے پر یہ مقام بہت دلکش ہوگا۔ اس حوض سے مغربی جانب کھڑکی کے باہر باغ کے متعلق اور چند مکانات ہیں ان قطعات کی چار دیواری کیں کیں سے گر گئی ہے۔ اگلے قطعہ میں ایک حوض ہے اور باقی قطعات میں قبریں ہیں۔ پچھلے قطعہ کی قبر کسی شاہنزدی کی مشہور ہے۔ ان قطعات کے پیچھے سید معظم شاہ (جو عالم گیر کے زمانہ میں ایک باکمال درویش تھے) کی قبر ہے۔

ریشم باؤلی ۱۰۲۸ھ ریشم باؤلی یہاں سے قریب ہے۔ اس کے مغربی جانب کئی احاطہ ہیں اور جنوب رخ شاہ صادق صاحب کی مسجد ہے جس پر کتبہ ذیل ہے۔ ان اشعار کے دونوں جانب بار ایک خط میں کچھ عبارت ہے جو پڑھی نہیں جاتی۔

نیست صادق چنیں مسجد ساخت ہر ثواب بر سر راہ  
یافت تاریخ از خردنی احوال کرد صادق صفائی بیت اللہ

مقبرہ خاں جہاں معروف بعض لوگ اس کو اورنگ زیب کے کوکا کا مقبرہ کہتے ہیں۔ اس باغ کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ پست ہے۔

چاروں طرف مختصر سی عمارت اور پنج میں مربع حوض اور اس حوض کے چاروں جانب ایک ایک لمبوتر حوض ہے۔ ان سب حوضوں میں متعدد دُل لگے ہوئے ہیں۔ چار دیواری کے چاروں کونوں پر حجرے اور ہر حجرے پر ایک ایک برج ہے۔ گوشہ غرب و جنوب کے حجرے میں ایک دروازہ ہے جس کے قریب ہی حوض خاص کی باؤلی ہے۔ اس باغ کی سیرابی اس باؤلی کے علاوہ نہر خاکسار سے بھی ہوتی تھی۔ جس نہر سے پانی آتا تھا اس کا نشان اب تک موجود ہے۔ اس حجرے کا برج بھی گر گیا۔ باغ کی شمالی حد میں عمارت کے دونوں طرف زمینے دو حصہ میں جاتے کے لئے ہیں باقی گوشہ شمال و مشرق کے حجرے اور صدر دروازے کے (چو پورپ طرف ہے) دونوں طرف دو درہینے ہیں۔ صدر دروازہ پر اسی زمانے کا نیلا اور پیلا رنگ اب تک کچھ کچھ باقی ہے۔ بات کی حیثیت سے دروازہ چھوٹا ہے۔ دوسرے حصہ میں خاں جہاں کا مقبرہ اور ایک شکستہ مسجد ہے۔ شمال میں ایک دروازہ مشرق میں برآمدہ اور مسجد کے قریب غرب میں دوسرا دروازہ ہے تیسرے حصہ میں نہیں سے جاتے ہیں۔ تیسرے حصہ میں ایک گنبد اور ایک مسجد ہے۔ گنبد میں میر دلاور علی۔ میر تقی اور میر تقی کی قبریں ہیں۔ اسی حصہ کی مغربی دیوار سے ملے ہوئے باہر کی طرف مولینا زکین الدین۔ حمید الدین برہان الدین پسران عماد الدین صاحب کے مزارات ہیں اور اسی کے قریب عماد الدین صاحب کے چوتھے صاحب زاوے عماد الدین صاحب کا گنبد ہے۔ مولینا عماد الدین کے اہل بیت حضرت برہان الدین اولیا کے مرید اور ہر چار فرزند رشید سیدین الدین صاحب کے لایق شاگردوں میں تھے۔ تیسرے حصہ کی جنوبی دیوار میں ایک دروازہ اور ایک برآمدہ اور شمال طرف ایک دو دالان ایک دوسرے کے مقابل مشرقاً و غرباً ہیں جن میں ایک حجرہ ہے

۱۶۲۵ء میں اپنے باپ کی جگہ ۱۶۲۵ء میں تخت نشین ہوا دوسرے ہی برس خاں جہاں بوہی نے بغاوت کی اور مرہٹوں سے مل کر اپنی جداگانہ سلطنت قائم کرنی چاہی جہانگیر بادشاہ کی وفات کے بعد اس نے شاہ جہاں کے ساتھ آکر رہنے کی انکار کیا۔ خان جہاں نے صوبہ مالوہ پر قبضہ کرنا چاہا لیکن پھر بادشاہ

اول باغ کے منقطع پہلے حصہ کے مشرق میں شارع عام پر ایک باغ اور بھی ہے جس کی چار دیواری گنگنی ہے۔ درمیان میں گنبد ہے۔ بیسار باغ ویران ہے اب باغ جا کر کھیت بن گئے ہیں اور غرائف سے قلعہ رانی ہوتی ہے۔ لال باغ کے پہلے حصہ کے جنوب میں دروازے پر نقار خانہ ہے اور وہیں دو شکستہ چار دیواریاں ہیں۔ شمالی چار دیواری کے اندر ایک گنبد اور ایک مسجد بالکل شکستہ ہے اور احاطہ جنوبی میں دو گنبد ہیں۔ خدا جانے کن کے ہیں۔

**سرایا کڑا** سر کی جسے کڑا بھی کہتے ہیں عمارت نہایت شان دار ہے لیکن نہایت مرمت طلب ہے۔ سر کے چاروں طرف متعدد حجرے بنے ہوئے ہیں اور بیچ میں ایک بڑا بھاری حوض ہے جو اپنی تشنہ دہانی پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہا ہے۔ مغربی حجروں کی لین میں ایک مسجد ہے اور اسی کے جواب میں شرقی حجروں کے درمیان دو درجے کا سہ درہ اور شمالاً اور جنوباً دو دروازے ہیں۔ شمالی دروازہ کی دونوں جانب زینے اور چار چار حجرے ہیں۔ شمالی دروازے پر قطع تاریخ انجھرے ہوئے حروف میں ہے۔ پتھر بھر بھر اہو نے سے مادہ تاریخ کا مصرعہ چھڑ گیا لیکن مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عالم گیر کی وفات کے بعد خد شکار خاں نے بنوائی ہے۔

شاہ عالم گیر علیہ مقام  
تازاں فیضے بود بر خاص و عام  
تالو دایں دار فانی را قیام

ہمیت امی و مساکین انام  
سار مقبولش بحسن و خیرت نام

نذر در گاہ شہ مغفور حق  
ساخت خد شکار خاں این کڑا  
وقف کردہ حاصلش در راہ حق  
..... شکست و زحمتش

بر فقیران و غریبان جہاں  
یا الہی ہجو فیض حسن تو  
سال تاریخ بنائیش گفت عقل

**حویلی خان بہادر** دو حصے ہیں۔ ایک میں تحصیل اور دوسرے میں امین بلغور کی کچھ مچھری ہے۔ یہاں ایک باؤلی۔ ایک حوض اور ایک چھوٹی سی خوب حدیث مسجد بھی ہے جس کے دونوں جانب دو حجرے ہیں۔ صحن مسجد کے شمال و جنوب میں لنگر خانے کے مکانات ہیں

چوں کہ محکمہ جات سرکاری اس مکان میں ہیں ضروری داغ دوزی ہوتی رہتی ہے جواب تاک  
تاکم ہے۔ خان بہادر سے کون سا امیر مراد ہے معلوم نہیں ہوتا کیوں کہ جتنے بڑے بڑے امراء تھے سب ہی  
خان بہادر تھے۔

**بلغور** بروزن فی الفور۔ ترکی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی گہروں اور جو کے لئے کے ہیں  
جسے عربی میں شریذ کہتے ہیں اور ہمارے ہاں کھچڑا۔ شاہ عالم گیر۔ نواب مغفرت آباد آصفیہ  
نواب ناصر جنگ شہید سے مقبرے کے نام سے مشہور ہیں ان کے لنگر خانے کے اخراجات  
یکجائی ہوتے ہیں۔ شاہ اورنگ زیب کا لنگر یہیں سے بنتا ہے۔ روزانہ مقدار غلہ کی ایک من  
اڑتیس سیر تین چھٹا تک ہے۔ کچھ خشک باقی پاک کر تقسیم ہوتا ہے۔ ماہ صیام میں ۲۲ مار اور عشرہ  
شریف میں ۱۰ مار زیادہ پکتا ہے۔ یہ لنگر ایک روز شیریں اور ایک دن ٹکین ہوتا ہے۔ ٹکین  
لنگر میں گوشت بھی ڈالا جاتا ہے۔ اندازہ ماہانہ خرچ کا ایک ہزار روپیہ ہے۔ حملہ امیں۔ بخشی مشرت  
جائزہ نویس۔ اہل قلم ہیں جن کی نگرانی میں یہ کام ہوتا ہے اس کے علاوہ حفاظہ۔ صلوة خواں  
دعا گو۔ فراش۔ ۲۔ ابدار۔ چوبدار۔ حوالدار۔ گل فروش۔ داروغہ۔ تقارجی۔ دریاں۔ باورچی۔  
بھشتی وغیرہ کافی عملہ موجود ہے۔

**شہر سربناہ** شاہ عالم بہادر نے قصبہ کے گرد فصیل بنوائی تھی جو اب بہت مرست

طلب ہے۔ فصیل میں چھ دروازے اور دو کھڑکیاں ہیں۔  
جانب شمال۔ ہوڈی دروازہ۔ پانگرہ دروازہ۔  
جانب شرق۔ لنگڑے ملا کا دروازہ۔ کنیالی دروازہ۔  
جانب جنوب۔ نقارخانے کا دروازہ۔ منگل پیٹ دروازہ۔  
کھڑکیاں۔ ایک جانب شمال پانگرہ دروازے کے غرب میں۔ دوسری جانب مغرب  
متصل حوض خاص۔

**مسجد چاروہ صد اولیا** خلد آباد میں سب سے پہلی مسجد ہے جو پنج بیبیوں  
کے چبوترے کے شمال میں ہے اسی میں حضرت نتجبالدین صاحب ناز بڑا کرتے تھے

۱۷۸۶ء میں سلطان معظم چوہدری مرتبہ دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا اور اسی کو شاہ عالم کا خطاب بھی تھا ۱۲۔



اس کی درست بھی سرکار سے ہو گئی ہو۔ اچھی حالت میں آباد ہو۔ صحن مسجد میں اُسی زمانہ کا ایک پُرانا نیم کا درخت ہے مسجد کے نیچے ظہیر الدین - حسام الدین - بہار الدین - سراج الدین بھکری کے خزانہ ہیں جو حضرت منتجب الدین کے رفقاء اور حضرت نظام الدین اولیاء کے خلفاء تھے۔ ان سب کا عرس ۱۰ شعبان کو ہوتا ہے۔

گورنمنٹ گسٹ ہوس اور بنگلے اس مسجد کے شمال و مغرب میں چار بنگلے ہیں جو پہاڑ کے کنارے پر بنے ہوئے ہیں۔ یہ مقام نہایت پُر فضا اور فرحت بخش ہے۔ کوسوں کا نظارہ یہاں سے ہوتا ہے۔ غار ہائے ایلورا اسی کے نیچے ہیں۔ پہلے یہاں صرف ایک خنجر پوش بنگلہ تھا بعد اعلیٰ حضرت غفراں مکان کی رونق افزائی کے زمانے میں اور ایک نفیس بنگلہ بنایا گیا اور رفتہ رفتہ اب چار عالی شان کچھیاں بن گئی ہیں۔ دو بنگلے ملے ہوئے گورنمنٹ گسٹ ہوس ہیں جو اعلیٰ بیمانہ پر ہر طرح فرشتہ ہیں۔ فرنیچر یہاں کا نہایت بیش قیمت اور شاہانہ ہے۔ شاہزادگان اور دیسراے اور گورنر اور تمام معزز اور محترم مہمان اسی میں اترتے ہیں ان کی آرام و آسائش کا کل سامان یہاں ہے۔ تیسرا بنگلہ شاف کے واسطے ہے اور چوتھا سیاحوں کا ڈاک بنگلہ ہے۔ بڑے تین بنگلوں میں صرف سرکاری مہمان جو غار ہائے ایلورا دیکھنے آتے ہیں ٹھہرتے ہیں۔ تعلقہ دار ضلع یا صوبہ دار کی اجازت سے چند روز کے لئے دو سے عمدہ دار بھی رہ سکتے ہیں جو تھے بنگلے میں اترنے کے لئے کسی اجازت خاص کی ضرورت نہیں۔ خاکسار جس زمانے میں قائم مقام تعلقہ دار اور مستقل دوم تعلقہ دار ضلع اورنگ آباد کا تھا بارہا ان بنگلوں میں ہفتوں رہا ہے۔ اس سے بہتر مقام تفریح و طبع کے لئے ایسے آنا ممکن نہیں۔ ویسٹنگ لاج میں جو سامان ہوگا وہی یہاں سب موجود ہے۔ اہتمام میں اس قدر سعی و سعی کی گئی ہے کہ باوجودی خالصت کا سامان چھری کا نئے ظروف چینی سامان روشنی - پچھونے - بیکے - بلینڈنگ - رگ - سب ہی کچھ موجود ہے بڑے سے بڑا سردار چلا آئے تو یہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ سرکار عالی نظام کی دریا دلی اور فیاضی کی جھلک یہاں نظر آتی ہے۔ کہ ان بنگلوں کی تعمیر اور آراستگی میں خرچہ ۱۰ لاکھ کا موہ نہ کھول دیا گیا ہے۔ کوئی گورنر جنرل ایسا نہیں ملے۔ یعنی ساز و سامان سے آراستہ ۱۲ لاکھ و دیسراے کے رہنے کا مکان ۱۲

جو ایک نہ ایک دفعہ یہاں نہ آتا ہو گورنروں لارڈوں یورپ کے نامور سیاحوں۔ ڈیولپ  
ما جادوں کی یہاں کمی نہیں آئے دن کوئی نہ کوئی آتا ہی رہتا ہے۔

غار ہائے ایلورا غار ہائے ایلورا جس کا نوٹ ہم مختصراً کہیں دے آئے ہیں عجیب و غریب  
روزگار میں ہیں ان کے دیکھنے کے لئے چار دانگ عالم سے لوگ کھینچے چلے آتے ہیں۔  
ان کے بہان کے لئے ایک جہاز گاہ کتاب کی ضرورت ہے چنانچہ ایک مبسوط کتاب فرگسن  
صاحب نے لکھی ہے جو سرکاری طور پر یہاں سیاحوں کی واقفیت کے لئے میری ہی تعلقہ داری  
کے زمانے میں رکھی گئی ہے۔ یہ غار پہاڑوں کے اندر نہایت نفاست سے تراشے گئے ہیں۔  
پہاڑوں کے اندر وسیع مکانات کا تراشنا اُس زمانے میں کیوں کر ہوتا تھا معلوم نہیں مگر اب  
تو ناممکن ہے۔ آج ہماری سمجھ میں یہ بھی نہیں آتا کہ کس طرح بنائے ہوں گے۔ یہ غار صد ہا  
بلکہ ہزار ہا برس پہلے کے بودہ اور چین لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں بعض پانچ ہزار برس پہلے کے  
کہے جاتے ہیں معلوم نہیں کس زمانے کے سنگ تراش پتھر کو کس طرح موم بنا لیتے تھے  
بعض بعض مکان سہ نہ لہے ہیں جن میں وسیع ہال ہیں اور پھر طرفہ بہ کہ کہیں اندھیرا نہیں۔ پہاڑ  
کے باہر سے گمان بھی نہیں ہوتا کہ اس کے اندر حضرت انسان نے یہ کمال کیا ہے۔ لمبے لمبے  
برآمدے ان میں بیسیوں ستون اور ہزار ہا قصا ویر مجسم قد آدم ہیں لیکن سب سڈول اور ایک  
ہی ناپ کے کیا مجال کہ کوئی ذرا چھوٹا بڑا ہو جائے۔ پرکار سے ناپ لیجئے تو چانول برابر  
فرق نہ نکلتے۔ چھجے۔ کارنسیس کس نفاست سے بنائی گئی ہیں اور ان میں کیسی کیسی گل کاری  
اور نقش و نگار بنائے ہیں اور کیسے کیسے آویزے لٹکائے ہیں کہ آج موم سے بھی نہیں  
بنا سکتے پھر کیا مجال کہ کہیں سے کوئی چپ اڑ گئی ہو۔ آخر چینی کا کام ہے پتھر پر جب چوٹ  
پڑتی ہو تو بہت کر کے ٹکڑا نکل جاتا ہے مگر یہاں اس خوبی سے کام کیا ہے کہ گویا پتھر ان کے ہاتھوں میں  
چکینی مٹی تھا کہ جس شکل میں چاہا تو حلال دیا۔ ایک سانچہ ہے کہ جس میں ساری عمارت کل سو قسٹ ڈال  
دی ہیں۔ ان غاروں کی طیاری میں ہزاروں کاریگر صد ہا سال لگے رہے ہوں گے اور روپیہ  
کا تو اندازہ لگانا محال ہے کہ دولت کہاں سے آمنت پڑی تھی یہ سارے مکان اہل ہندو کی  
پرستش گاہ ہیں یہ مسلمان جو بت پرستی کے دشمن ہیں ان کو اس سے کیا تعلق بلکہ جہاں

۱۸۔ ان غاروں سے ایلورے کا گاؤں تریب ایک میل کے بعد وہاں بھی حال کا بنا ہوا ایک مندر ہے اور داول شاہ کا چلچلی ہے ۱۹

ان کی دست رس ہو گئی ہے وہیں تصاویر کو نکٹا کر دیا ہے۔ چھوٹے موٹے غاروں کو چھوڑ کر اس وقت جو سلسلہ دھیر و آڑے سے لے کر اندر سبھا تک گورنمنٹ نے پرینزرو (محفوظ) کر رکھا ہے (۳۵) غار میں جو یکے بعد دیگرے مسلسل ہیں جن میں سے مشہور یہ ہیں :-

دھیر و آڑہ (چاروں کا محلہ) ستار (بڑھی) کی چھوٹی - دو تال (دو منزلہ) تین تال - راون کی گائی - دساوتاری - رنگ محل (کیلاس) چھوٹا رایشتر - چھوٹا نیلکھ - چھوٹا دھومالا - بڑا رایشتر - بڑا نیلکھ - کھارواڑہ - نیلی کا گھانا (کوٹھو) جو گیشور - بڑا دھومالا (سیٹا کی سنائی) چھوٹا کیلاس - آدھ ناتھ سبھا - جگناتھ سبھا - پٹس رام سبھا (راج میٹھا) اندر سبھا بارس ناتھ سبھا - وغیرہ وغیرہ -

ان میں سے رنگ محل - اندر سبھا - تین تال - ستار کی چھوٹی - زیادہ مشہور ہیں کہ ان کا کام دیکھ کر عقل چکر میں آ جاتی ہے۔ مشقے نمونہ از خوارے صرف کیلاس کا مختصر ذکر کرتے ہیں اس سے ناظرین دو ستر غاروں کا اندازہ کر لیں۔ قلم میں یہ طاقت کہاں جو ان عجیب روزگار کا بیان کر سکے۔ ہمارے خیال میں ہزاروں مانی بھی یہ کاریگری دیکھ کر کان پکڑ پیتے اور بے اختیار کہہ اٹھتے کہ جائے امتنا و خالی۔

رنگ محل کا صدر دروازہ غریب رویہ دو منزلہ ہے اور ڈیڑھ لمبی چوڑی ہے۔ دروازے کے سامنے غلام گردش کی دیوار پر ایک بڑا بھاری مٹ کھڑا ہے جس کے دونوں طرف چھوٹے چھوٹے باغی اور ہاتھیوں کی دونوں طرف دیوار پر چوبداروں کی تصویریں ہیں۔ اندر وار بڑے بڑے دو ہاتھی کو رو اور پانڈو کی یادگار بنائے گئے ہیں۔ پہاڑ کے سیچوں بیچ دیول ہے۔ دیول اور دروازے کی بالائی منزل ایک سطح میں ہے جس پر پل سبنا دیا ہے اور اوپر نندی (بیل) بٹھا دیا ہے۔ دیول کے چاروں طرف مکانات تراشے ہوئے ہیں۔ دیول اور ان مکانات کے درمیان چوڑا راستہ مثل نظر کے چھوڑا گیا ہے۔ دیول کے شمالی مکانات پڑنکا اور جنوبی اڑنکا کہلاتے ہیں۔ پڑنکا کے وسط میں ایک دو منزلہ مکان بھی ہے۔ اڑنکا کے سلسلہ میں چھ دالان اور وسط میں ایک سہ منزلہ مکان ہے جس کی پشت پر ایک دالان اور بھی ہے۔ سہ منزلہ مکان کی درمیانی منزل کا چھبہ اور دیول کے جنوبی برآمدے کا سامان ایک ہی پتھر میں تراشا

گیا ہو جس پر سے اوپر کی دونوں منزلوں میں آجاسکتے ہیں اب گر جانے سے بدوین سیڑھی کے اوپر نہیں چڑھ سکتے۔ دیول کی ساری دیواریں نقصان دیر اور بتوں سے پی پڑی ہیں۔ دیول کے باہر شمالی اور جنوبی دیوار میں رام اور راون اور کوروا اور پانڈو کی لڑائیوں کی تصویریں ہیں اور دیوار کی چاروں طرف شیر اور ہاتھیوں کی خوف ناک صورتیں ترشی ہوئی ہیں۔ دیول کی کمری بہت بلند ہے۔ دیول کے اندر سوٹھاسٹون ہیں۔ یہیں چھوٹے چھوٹے پانچ دیول اور ہیں مگر ان میں کوئی بت نہیں ہے۔ دیول کی چھت اور ستونوں پر انواع و اقسام کے گل بوٹے بیلین اور درخت بنے ہوئے ہیں۔ ایک مقام پر شہد کی مکھیوں کا چھتہ اور صند ہاتھیاں بنی ہوئی ہیں جو اب اڑا رہی جاتی ہیں۔ کسی جگہ پوجاری والا چپ رہا ہے اور مالا کے دانے بے جوڑ دہانے سمیت ترشے ہوئے ہیں کہیں دیو تخت اڑا بے لئے جارہے ہیں۔ خاص دیول اور مندی کے دیول اور دروازہ کی چھت پر انجن کی تصویر ہے اور صدر دروازے کے باہر شمالی جانب بھی گھوڑا پہلی ہاتھی وغیرہ کی تصویریں ہیں۔ غرض ہزار ہا قسم کی تصویریں ہیں جو دنیا کے رات و دن کے واقعات بتلاتی ہیں۔ اندر سبھا اور تار کی چھوٹی اگرچہ وسعت میں رنگ محل سے کم ہیں مگر اپنی اپنی جگہ لا جواب ہیں۔

ہر گلے راز نگ و بولے دیگر ست

بڑے بڑے سیاح جو دنیا کی قدیم یادگاریں اور مشہور عمارتیں دیکھ کر آتے ہیں یہاں اگر انگشت بندناں رہ جاتے ہیں۔ ملک و کن میں پہاڑوں میں اس قسم کے مکانات تراشتے کا بڑا دستور تھا چنانچہ دو سے کم مقامات پر بھی ایسے مکانات ہیں مگر ایک دو اور مختصر۔ جس قدر غار دریافت ہوئے ہیں وہ (۳۵) ہیں ابھی اور پہاڑوں کو کس نے ڈھونڈا ہے خدا جانے اور کتنے مکانات ابھی معرض خفا میں ہیں۔ غار ہائے ایلورا کے متعلق سید محمد عسکری صاحب نے جو سید محمد کاظم حبیب کنٹوری کے برادر کہیں تھے خلد آباد کے ساتی نامے میں ایلورے کے متعلق بھی کچھ اشعار کہے ہیں ناظرین کی تفریح طبع کے لئے وہ یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

کہ ملو بتوں سے ہی یہ سالا دیر  
مگر ہیں عجب خوش نما صورتیں  
ہزاروں برس کی ہیں یہ صورتیں  
کہوں گا میں پہلے ایلورے کی میر

جو ہر سامنے کوہ گردوں وقار  
 نہیں غار ہی نام بیہ مستعار  
 کہیں ہل بولے کہیں نقش ہیں  
 وہ خارا تراشان ملک تلنگ  
 مرقع بنایا عجب بے نظیر  
 جو آتے ہیں سیاح روم و فرنگ  
 تراشے وہ پتھر میں نقش و نگار  
 بنایا عجب طرح کا ثبت کردہ  
 برابر مکاؤں کی ہر اک قطار  
 قرینے سے ہیں سب بلند اور پست  
 چکارے کہیں اور کہیں ہیں ہرن  
 غضب کے تھے صنایع خارا تراش  
 دکھائی ہیں کیا صنعتیں بے ہسا  
 ہر کار گیری اس میں بے حد و حصر  
 بنایا ہر پریوں کا جھرمٹ کہیں  
 جوانی کے عالم میں البیلیاں  
 ہیں پریاں کہیں اور کہیں دیو ہیں  
 بنایا ہر سارا حشم اور خدم  
 کہیں کرتا اور کہیں گاہ و دم  
 وہ خاصے کے گھوڑے وہ زوہرن  
 وہ دم دم وہ کان اور کتوتی کی شان  
 کھل اور سینے وہ ابھرے ہوئے  
 کوئی اُن میں کوئی کسی پر سوار  
 اسی کے تلے ہیں ایلور سے کے غار  
 عجائب غرائب ہیں نقش و نگار  
 کہ حیرت فرزا اور فرح بخش ہیں  
 بنا جن کے ہاتھوں میں قراطسنگ  
 کہ حیرت میں ہیں سارے برناؤ پر  
 وہ سب دیکھ کر اُن کو ہوتے ہیں دنگ  
 کہ حیران ہو عقل ہر سادہ کا  
 جسے دیکھ کر سب ہیں حیرت زدہ  
 کہ جن میں نقب اور پیر ہیں بشما  
 کہیں شیر غراں کہیں فیل مست  
 کہیں ایچہ و بندر کہیں مرد و زن  
 ہزاروں ہیں کی یہ تراش و خراش  
 بنائی ہو اک سمت اندر سمجھا  
 تراشا ہواں تخت و ہیمن و چتر  
 اینٹلی حسیں چلیلی ناز انیس  
 کرے ایک سے ایک انکھیلیاں  
 کہیں ارجن و بھیمن اور گیو ہیں  
 وہ اقبال گرداں مست و دہم  
 کہیں طبل و طاس اور روئینہ خم  
 وہ زمین اور پا کھر سے چونند و چاق  
 عسایا ہر جولاں گری بے گمان  
 کہیں زمین کے دامن اٹھ ہوئے  
 کہیں ایک دوا اور کسی جا قطا

سواروں کے منہ پر جھلم مسرہ چوڑ  
 ہر چلتے میں جوڑے ہوئے کوئی تیر  
 کوئی پھیکتا ہی کسی پرکست  
 ہی باندھے ہوئے کوئی تیغ و سپر  
 جواں ہی کوئی اور کوئی سپر ہی  
 دکھایا ہی نقش شبستاں کہیں  
 کوئی جاپ کرتا ہی مالا لے  
 کہیں ہیں فقیر اور کہیں ہیں امیر  
 کوئی دے رہا ہی کسی کو شراب  
 ہی رقصاں کوئی اور گاتا کوئی  
 بہن اور بھائی کا ایک ماجرا  
 کہ بیٹے وجہ بھائی نے ماری جوتا  
 پڑا ہی وہ ناچسار اور شرمسار  
 اسی طرح زانی کا ہی واقعہ  
 کہیں سانپ ہی بچپن کو کھوئے ہوئے  
 کہیں گاؤں ہی اور کہیں گاؤں میش  
 ہیں بیٹھے درختوں پر جس جا پرند  
 کوئی اپنی منقارہ کھوئے ہوئے  
 عجینہ کسی جا پر رقصاں ہی موڑ  
 وہ اس طرح کندھوں کو ہیں تو لے  
 وہ یا پو لے لے سو گئے  
 دیا راجہ اندر نے کی یہ دعا  
 مگر خود ہی راجہ اسی حال میں

لے ہاتھ میں گرزو بان و عمود  
 مخالف کو کرتا ہی کوئی اسیر  
 تیرزیں سے ہی کاٹتا کوئی بند  
 کوئی گرزو گوبال و مرج و تیر  
 ہی خوش کوئی اور کوئی دلگیر  
 تراشا ہی سر و چراغاں کہیں  
 کوئی ہی کھڑا مرگ چھالا لے  
 کہیں پہلواں ہیں کہیں گوشگیر  
 بجاتا ہی مردنگ کوئی رباب  
 ہی سارنگ و طبلہ بجاتا کوئی  
 دکھایا ہی تصویر میں بر ملا  
 تو بس مٹ گیا پاؤں دیکھو یہ بات  
 وہ ہمیشہ ہی اس کی تیسرا ردا  
 کہ ضم ہو گئے زانی و مرنیہ  
 میں بچھو کہیں نیش تو لے ہوئے  
 وہیں ان کے بچے بھی ہیں گرد و پیش  
 بنائے ہیں کیا خوش منسا جوڑ بند  
 ہی اڑنے کو پر کوئی تو لے ہوئے  
 پیلیا کہیں اور کہیں ہی چکود  
 جو دیکھے وہ سمجھے کہ میں بو لے  
 کہ پتھر کے سب دفعہ ہو گئے  
 کہ پتھر گئی یہ سب بھاکا سبھا  
 پھنسا کس طرح آسے بنجال میں

طلسمات کا سبب بنایا ہو دیر  
عریل اب کرو چل کے روضہ کی سیر



رانی اہلیا بانی کا مندر  
اور کٹہ

رانی اہلیا بانی نے اندر میں ۹۵-۹۶ء تک سلطنت کی ہے۔  
انھوں نے ایلورے میں ایک مندر اور کٹہ بنوایا ہے۔ کٹہ

مربع ہے جس کے چاروں طرف پختہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ جس کے اطراف چودہ فیٹ بلند احاطہ کر  
اس کٹہ کے مشرق میں گرسٹنا سوامی کا مندر ہے جس کا چوترہ ۸۴ x ۶۱ فیٹ ہے اور سنبھا منڈپ  
اندر وار سے ۲۵ فیٹ مربع ہے جس کے تیس طرف برآمدے نکلے ہوئے ہیں۔ ہال کے  
نیتوں طرف پردے کی دیوار کھینچی ہوئی ہے جس میں آٹھ ستون ہیں اور چار ستون دیوار میں ہیں  
اور اندر بھی چوترے پر چار ستون ہیں اس طرح جملہ سولہ ستون ہیں۔ برآمدوں میں بھی دو دو ستون  
ہیں۔ ستونوں پر نقش و نگار اور موہتیں بنی ہوئی ہیں۔ دیواروں میں ۳۰ - ۳۰ - ۳۰ - ۳۰ میں بنی ہوئی  
ہے جس کا دروازہ ۱۶ - ۱۶ مربع ہے۔ درمیان میں ایک نہایت عمدہ چکنے سنگ سیاہ کالنگ ہے  
جو منڈپ سے ڈھائی فیٹ نیچے ہے۔ مندر کی دیواروں میں چھوٹے چھوٹے طاق چراغوں کے  
واسطے بنے ہوئے ہیں لیکن کچھ اڑے کی دیوار میں بڑے بڑے طاق موہتیں بٹھانے کے  
ہیں اور یہیں مندر کے اندر جانے کا دروازہ بھی ہے۔ مندر کے اطراف ایک چوترہ ۳۰ - ۳۰ اونچا  
اور چار فیٹ چترہ ہے۔ دیواروں پر بجا بجا عمدہ نقش و نگار ہیں۔ پچھلا کمرہ دو منزلی ہے بیچ کے  
کمرہ میں ایک طاق میں ایک سوار کی تصویر بہت عمدہ بنائی گئی ہے۔ اس مندر کی عمارت جدید  
زمانے کی سنگ مرمر کی بہت خوش نما بنائی گئی ہے اور ہر اعتبار سے قابل دید ہے۔

سوناباؤلی - حضرت منجیب الدین صاحب کی درگاہ کے میدان شرقی میں سوناباؤلی ہے اور اسی کے  
قریب نظام شاہیوں کے (۵) گنبد اور دو چوترے ہیں۔ ان گنبدوں میں ایک دولت خا  
ناظر کا بھی ہے جس نے حضرت جلال الدین گنج ردا کی درگاہ کے باہر مسجد بنوائی ہے۔ سونا  
باؤلی ایک ہندو رئیس کی لڑکی تھی جو حضرت منجیب الدین کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی اسی کی  
بنائی ہوئی ہے۔ سوناباؤلی ہے۔ اس کی تین بہنیں اور تھیں باولہ باؤلی - ڈاک باؤلی - کوٹھامباؤلی -

ان سبھوں نے بھی خلد آباد میں ایک ایک باؤلی بنوائی تھی۔ جن میں سونا باؤلی سب سے زیادہ عظیم ہو اور ڈاک باؤلی عریض و طویل ہو لیکن سونا باؤلی جیسی باؤلی نہیں ہو یعنی سوت نہیں ہو۔ بارش کا پانی سنڈی ٹیکری وغیرہ سے بہہ کر جمع ہوتا ہے۔ باقی تینوں باؤلیوں سے زراعت ہوتی ہے۔

**موتی چوک** سونا باؤلی کے جنوب و شرق میں جو گنبد ہیں اور وہاں جو چبوترہ ہو وہ موتی چوک کہلاتا ہے اس چبوترے کے علاوہ اور بھی چار چبوترے موتی چوک کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک چبوترہ جو منتخب الدین صاحب کی درگاہ میں ہے اس پر چشتیہ اور قادریہ خاندان کے لوگ جو باتوا اور باقید کہلاتے ہیں بیٹھتے ہیں اور آنکس خاں کے گنبد کے سامنے دو چبوترے ہیں جن پر حضرات جلالی اور رفاعی اور پیر بدر الدین صاحب کی نوکھی بیٹھتے ہیں مسجد سے ہوڑے کے دامن کی کمان تک جو تھا چبوترہ جس پر اہل طبقات کے فقرا ٹھہرتے ہیں۔ اہل طبقات حضرت بدیع الدین صاحب زندہ شاہ مدار اور جلالی حضرت جلال الدین صاحب بخاری اور رفاعی حضرت سید احمد کبیر صاحب کے سلسلہ سے کہلاتے ہیں۔ اہل طبقات سے گل حسین شاہ صاحب سر پہ مہر بہت بڑے بزرگ اور نگ زیب کے عہد میں گزرے ہیں جن کا مزار یا نگرے دروازہ کے باہر بیدر باؤلی کے قریب ہے۔ موتی چوک پر ٹھہرنے والے فقرا کو عرس میں کچھ نقدی ملا کرتی ہے جس کو ان کی اصطلاح میں ”ڈڑہ“ کہتے ہیں۔

**گنبد آنکس خاں** سید رساں صاحب کے مزار کے گوشہ غرب و جنوب میں آنکس خاں برادر رضاعی طاہر خاں کا گنبد ہے جو خاندان سلاطین نظام شاہیہ کا ایک مہمبر تھا۔ جس کے دروازہ پر یہ کتبہ ہے:-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ  
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خان عالیشان رفیع القدر و المکان آخوند میر آنکس خان سخی ابن سخی آنکس خان۔ یہ گنبد بالکل شکستہ حالت میں ہے۔

حضرت منتخب الدین کی کمان ابن حنا تعلقہ دار کا آب خانہ۔ آنکس خاں کے گنبد



خلد آباد کی بستی کی طرف ایک کمان ہے جو منجب الدین صاحب کی کمان کسلاقی ہے۔ کمان سے ملی ہوئی دو درجہ کی عمارت ہے جس کا کچھلا درجہ ملک غیر کا بنایا ہوا ہے اور اگلا سا تان ابن صاحب تعلقہ دار کا۔ یہ عمارت ابن صاحب کے آب دار خانے کے نام سے مشہور ہے یہاں ایک کمان دو پہاڑیوں کے بیچ میں بنی ہوئی ہے۔

ہوڑا اور منڈی ٹیکڑی: پچھم کی ٹیکڑی ہوڑا اور مشرق کی منڈی ٹیکڑی کسلاقی ہے۔ اوٹھ مارٹی میں نالے کو کہتے ہیں پہاڑی کے نیچے نالہ بتا ہے اس سے اوٹھ نام پرا جو کثرت استعمال ہوڑا ہو گیا۔ منڈی ٹیکڑی اس واسطے کہتے ہیں کہ سوائے ایک چھوٹے سے اعلیٰ کے درخت کے اور کوئی روئیدگی نہیں۔ ہوڑے کی پہاڑی پر بھی کچھ قبریں حضرت منجب الدین کا چلہ اور ایک مسجد ہے۔ مسجد تو گر گئی صرف چار دیواری باقی ہے۔

عید گاہ: خواجہ حسین و خواجہ غیر صاحبوں کی درگاہ کے پاس ایک وسیع عید گاہ ہے جس میں ہزاروں آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

دو تالاب: درگاہ کے مشرق میں دو تالاب ہیں۔ پانگرہ تالاب تین طرف سے قدرتی طور پر پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے چوتھی سمت میں بختہ دیوار ہے اور یہیں ایک دوسرا تالاب ہو ڈری تالاب کہلاتا ہے جو بالکل معمولی ہے ذرا سی نشیب زمین میں بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے۔

لال شاہ میاں کا جھڑ: پانگرہ تالاب کے شکم میں لال شاہ میاں کا جھڑ ہے۔ آپ مجذوب نقیر تھے حال میں انتقال کیا ہے۔ اس کا پانی بہت شیریں ہے اور بستی والے کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔

کریم الدین صاحب کی مسجد: حضرت برہن الدین غیب کی درگاہ میں ہے اس پر یہ کتبہ بخط نسخ ہے :-

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْاَیْسِ وَالْجُبْنِ وَالْکِبْرِ وَالْخُلْفِ اَمَّا بَعْدُ فَاَسْأَلُکَ بِکَیْفَ لَیْسَ لَکَ الْاَمْرُ اَمَّا بَعْدُ فَاَسْأَلُکَ بِکَیْفَ لَیْسَ لَکَ الْاَمْرُ

بنائے مسجد جامع ترویج حضرت روضتین متبرکین نذر کردہ بوند در انوار آن از دار فنا  
بدار بقا رحلت کردند ..... بحکم ..... بندہ درگاہ .....  
سلطانی تاریخ غرہ ۵ جمادی الاخریٰ ۱۰۰۰ ..... انکسین ستین و سبعمائتہ مسجد ..... گردید

ہیں خانقاہ میں خواجہ محمد لشکری کی قبر ہے۔

**اکبری مسجد ۱۰۷۷ھ** یہ مسجد غلہ آباد کی تمام مسجدوں میں بڑی اور خوب صورت

ہے۔ اس فرش سنگ سیاہ کی مریج سلوں کا ہے۔ دو درجے اور پانچ کمانیں ہیں۔ یہ مسجد دہری

ہے۔ یعنی نیچے بھی دو درجے بنے ہوئے ہیں اور کئی حجرے بھی ہیں۔ پنج کی محراب پر یہ

کتبہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ کَفٰی وَاَعْظٰی بِالْوَتِّ وَلِکُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاخِرُوْنَ  
سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِرُوْنَ۔ مَبْنٰی الَّذِیْ یَبْدِیْ صَکُوْنٌ کُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ ۱۰۷۷ھ

**خانقاہ و نقارخانہ ۱۲۲۰ھ** یہیں بارہ کمانوں کی ایک خانقاہ اور نقارخانہ ہے

نقارخانے پر یہ کتبہ ہے۔

زلطف شاہ شاہ زین الدین حقانی

دیں خائفہ آل ختم رسل

زہجرت ہزارہ دو صد و بہت بود

آسیہ خانم بہت در خواجگان

ایں نقارخانہ بنا ساخت مانی

بتولیت شیخ ابوالخیر

نقارخانے کے پاس بہت سی قبریں ہیں جس میں سید منصور صاحب صوبہ دار بنکالہ اور

ان کی کیم کی قبر ہے۔ سکندر یار جنگ کی قبر پر عاقبت خانہ لڑا سکندر یار جنگ بہادر

بہ تاریخ پنج ماہ رمضان المبارک ۱۲۶۳ھ کندہ ہے۔ یہاں ایک آہم کا درخت بھی ہے۔ احاطہ

کی حد مشرقی پر ایک تہرا دالان ہے جس پر یہ کتبہ ہے۔

شاہ زین الدین چراغ چشتیاں

در حریم روزہ آن پاک دیں

شاہ منصور آنکہ با خلق متیں

بر سر عیش و عشرت تلاوید

چشم از پیر خرد تاریخ حبست

در گاہ کے جنوبی احاطہ میں درہ اور گنبد ہے۔ ایک چار دیواری کے اندر سلاطین فاروقیہ

برہان پوری اور خدام درگاہ کی قبریں ہیں۔ یہاں ایک درخت نیم کا اور ایک بڑا کا ہے۔ تحویل دربار صاحب کی مسجد اور قاضی کا حوض ہے۔ یہاں سے آٹھ دس قدم کے فاصلے پر سیانی بی صاحب کے مزار کا چبوترہ ہے۔

**مسجد کالی** دیول توڑ کر بنائی گئی ہے۔ یہاں کے دیول اکثر سب قبلہ رخ ہیں اس لیے سے مسلمانوں کو ان کے مسجد بنانے میں کسی قسم کی وقت نہ تھی۔ مسجد کا صحن وسیع ہے مگر چار دیواری نہ ہونے سے محفوظ نہیں ہے۔



## اولیائے کرام و دیگر مشاہیر عظام

حضرت شیخ منتخب الدین  
قدس سرہ ۶۷۵ھ

آپ کا سلسلہ نسب گیارہ واسطوں سے  
امام اعظم حضرت ابو حنیفہ سے اور شجرہ  
بیتخت الکیس واسطوں سے رسول اکرم سے ملتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار شیخ محمود کے  
چار بیٹے۔ برہان الدین۔ منتخب الدین۔ عزیز قتال۔ ابوالفتح اور پانچ لڑکیاں بی خدیجہ  
بی عائشہ۔ بی مریم۔ بی آمنہ۔ بی حمیدہ تھیں۔ عزیز قتال کے سوا سب خلد آباد میں  
آسودہ ہیں۔ آپ شہرہ میں بی بی ہاجرہ کے بطن سے تولد ہوئے۔ آپ سلطان المشائخ  
حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاء کے اسبق خلفا اور مشاہیر اہل دکن سے ہیں۔  
غلام علی صاحب آزاد بلگرامی نے صاحب معراج الولايت سے لکھا ہے کہ آپ فریدنج  
کے مرید اور اکبر اولاد تھے۔ چنانچہ آپ کی طرح میں اشعار ذیل لکھے ہیں۔

منتخب شیخ زرزری زربخش	گوشتیق کلاں بود بشہار
از مریدان خواجہ گنج شکر	کرد اول بد یوگیر قرار
خلعت زرخیب می آید	در صباح و رواح دلیل و نثار
شد ازاں نام زرزری زربخش	می نمودش براہے خیر نثار
رخت زین تنگ ناہ چوں لہبت	بجز اسید سوے دار قرار
خواجہ برہان سوے دکن آمد	زندہ زوگشت سنت و آثار

شوخموش از شناسے او عبیدی

کر تو اں کرد و صفت او تنگ قرار

لیکن دیگر کتب مستند و روایات معتبر سے آپ کا برہان الدین اولیاء سے چھوٹا ہونا اور  
حضرت محبوب الہی کا مرید ہونا یقین ہے۔ آپ کی ریاضت اور مجاہدہ ملاحظہ فرما کر تمام خلفاء

سے پہلے خلافت نامہ مصطفیٰ اور عصا اور خلعت سے سرفراز فرما کر خلائق کے ارشاد کے لئے ایک جماعت کثیر کے ساتھ دکن روانہ کیا۔ دہلی سے چلتے وقت آپ اپنے ساتھ جماعت کثیر دیکھ کر متروک ہوئے حضرت سلطان المشایخ سے غرض کی کہ حج میں اتنی استطاعت کہاں کہ ان سب کا شکر نفل ہو سکوں آپ نے مراقبہ کر کے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ سب کا خرچ نماز تہجد کے وقت تم کو ملے گا۔ چنانچہ آپ کو ہر رات بعد نماز تہجد ایک ڈوبہ پیر از زر ملتا تھا آپ اسی سے سب کا خرچ چلاتے تھے اور اسی سبب آپ زر زرری زر بخشش مشہور ہیں۔

اں جواں مردیکہ در راہ خدا زربہ محتاجاں رساند زر زریست  
آپ دہلی سے جل کر مختلف مقامات پر پھیرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے تو نفس کشی اور ناپائیدار زندگی بسر کرنے کے لئے یہی شیکڑی پسند آئی اُس وقت سوائے سونا باؤلی کے یہاں کچھ نہ تھا اور آپ کی زندگی تک سوائے مسجد چارہ صد اولیاء کے جس میں آپ بیچ گانہ نماز پڑھتے تھے اور کوئی عمارت نہیں بنی تھی۔ آپ کا طرز معیشت درویشانہ تھا صرف چلہ کشی کا مقام محفوظ تھا۔ جو درگاہ کے جنوب میں ہوڑے کی پہاڑی کے اندر ایک غار پر سے گنبد نما جس میں دو چار آدمی با فراغت رہ سکتے ہیں۔ شمال کی طرف ایک چھوٹا سا دروازہ بھی چھت کا دگا ہوا ہے۔ آپ کا وصال ۷ ربیع الاول ۹۷۷ھ جمعرات کے روز (۳۴) سال کی عمر میں ہوا مادہ تاریخ ”شہنشاہ اولیا“ ہے۔ آپ کی درگاہ کے دو احاطے ہیں۔ چھوٹے احاطے میں آپ کا گنبد ہے۔ آپ کے پہلو میں خواجہ محمد صاحب آسودہ ہیں جو آپ کے یار غار پیر بھائی اور آپ کے دوست صادق اور محب واثق تھے۔ آپ کے وصال کے دن جذبہ محبت اور صدمہ مفارقت سے زار و قطار روتے اور یہ شعر بار بار پڑھتے تھے :-

از یار غار ماندن تنہا یہ غار اولی  
بے یار زندہ بودن مردن ہزار اولی  
یہ شعر پڑھتے پڑھتے آپ قبر پر گر پڑے اور اپنے دوست جانی سے جا ملے۔

کتبہ بریالین مرزا حضرت منتخب الدین  
برہان شریعت حجت حق مقتدا دیں قطب المداغوث زماں شیخ انصاریست

ہم صاحب و مقرب درگاہ کبریاست  
 امر و دست شیخی او برتر از ہمہ  
 ایندہم بساط مجلس اوحہ نادنی است  
 ایندہم پناہ و ملجاء ارواح اصفیات  
 امر و قدسیاں بر شادی اذان نقا  
 زندہ است لیک پردہ اندر میان ہا  
 دار و حیات خوب چنین دیدہ ہرگز  
 در روضہ مقدس او کاں پناہ ہا  
 ہم رہبر مشائخ و ہم ختم اولیا است  
 بر او لیاے حق بنو دمگ شیخ ما  
 بیند کہیکہ دیدہ روح آور دست  
 او بپناہ عالمیاں بعد ازین یوم

گنبد کے اندر چند قدیم زمانے کے قلمی اور مطلقاً بڑی تقطیع کے نہایت خوش خط کلام مجید اور  
 ایک تانا شاہ کا فولادی آئینہ ہے۔ آپ کی قبور ہمیشہ تین غلاف رہتے ہیں۔ نیچے کا غلاف  
 سفید پتل کا عطریات اور بخورات سے معطر اور درمیانی غلاف نین سکھ کا اور اوپر کا غلاف نہایت  
 قیمتی کم خواب کا ہوتا ہے۔ صحن میں سنگ سیلو اور سنگ موسلی کا فرش ہے۔ آپ کی شرقی دیوار  
 کے نیچے آپ کے بھانجے شمس الدین صاحب اور غری دیوار سے ملی ہوئی دوسرے بھانجے  
 کی قبر ہے۔ گنبد کے مغربی رخ سے ذرا اٹھی ہوئی آپ کی والدہ ماجدہ بی بی ہاجرہ اور حضرت کے  
 ماموں خواجہ سراج الدین کا گنبد ہے جس کی پشت پر کھرنی اور موسری کا درخت ہے۔ دونوں  
 گنبدوں کے درمیان بہت سی قبریں ہیں یہیں سونا بالی کی قبر بھی ہے جو ایک بہمن مہمول آدمی  
 کی لڑکی تھی اور جو حضرت نتجیب الدین کے ہاتھ پر ایمان لائی تھی۔ شرقی دیوار میں ایک  
 دروازہ جسے ”درچاک“ کہتے ہیں آمد و رفت کے لئے ہے۔ غرب میں مسجد اور جنوب میں ایک  
 دالان ہے جس میں ایک حجرہ بھی ہے۔ اس دالان کے ایک ستون پر **بِأَمْرِ اللَّهِ الْمُحَمَّدُ فِي كُلِّ**  
**أَفْعَالٍ بِسْمِ اللَّهِ** - کندہ ہے۔ اس دالان میں تھپکے تین چھوٹے چھوٹے لٹاک رہے  
 ہیں جن میں سے ایک پر ناد علی کندہ ہے۔ سنگ تراش نے اچھی صناعمی و کسائی ہے اس دالان  
 کی چھت پر گنبد بھی ہے۔ اور پچھلی دیوار میں دروازہ ہے جو ایام عرس میں کھلتا ہے۔ احاطہ کے  
 گوشہ شمال و مشرق میں زمین ہے۔ احاطے کے شرقی اور جنوبی دو حصے ہیں حصہ شرقی ۶۰ x ۳۰  
 قدم ہے جس کے چاروں طرف دالان ہیں۔ شمالی دیوار کے دروازہ کے باہر حضرت کے

استاد سید کبیر صاحب کی قبر ہے۔ جنوبی حصہ ۵۰ x ۴۰ قدم ہے جس کے سامنے چبوترہ اور  
سیڑھیاں اور دونوں طرف پانچ کمانیں اور صحن میں چند قبریں ہیں۔  
سر ہارنے کی باؤلی سید صاحب کی قبر کے پورب میں ایک باؤلی اس نام سے مشہور ہے  
یہیں لب بزرگ حضرت فخر الدین و صدر الدین بھکڑی کی قبریں ہیں۔  
شرقی دالان یہاں کا شرعی دالان احمد علی خاں صاحب کا تعمیر کیا ہوا ہے جس پر یہ  
کتبے ہیں

بدر گاہ منور زر زری بخش  
مقام خوش نماے پاک یازہا  
بنافرمود قصد احمد علی خاں  
فرانج از فکر عالی یافت سانش

۱۲۶۲ھ

ہوئی تعمیر اس مکاں کی جب  
کمی تاریخ اس کی یافت نے  
اک سعادت عجب حصول ہوئی  
نذر احمد علی قبول ہوئی

۱۲۶۲ھ

نقارخانہ نقارخانے کا دروازہ بہت عالی شان ہے جس پر دَآنُ الْمَسَاجِدِ لِلّٰہِ فَلَا  
تَدْعُوْهُمُ اللّٰہُ اَحْلَا کُندہ ہے۔ اس دروازے کے باہر ایک دیران مسجد ہے جس میں مسافر وغیرہ ایام  
عرس میں ٹھہر جاتے ہیں۔

تین تین چشمہ کے دالان ۱۰۰۳ھ دروازہ درچاک سے اترتے ہوئے سہ درہ اور  
اس کے نیچے سیڑھیاں ہیں۔ سہ درے پر چھوٹا سا گنبد ہے۔ سہ درے کے شمال و جنوب تین تین  
چشموں کے دالان اور حجرے ہیں۔ شمالی دالان میں تین کتبے ہیں

(۱) بدر گاہ منور زر زری بخش  
شکستہ بود زراں ایوان یک لیں  
میان ساہوکاراں بود مشہو  
چو تاریخ مرتب انیست لبشو  
بناہستند اسعد چند ایوان  
مرتب کرد سلطان خاں دل و جان  
در سخاوت نیست ہمتا و یگراں  
سنہ الف و مائتہ و عشرين و سداں

(۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 مسیرواقع اندرون  
 درگاہ شہ  
 کہ تاریخ بنائے مسجد اور  
 درہجرت نہ صد و ہفتادویک سال  
 زدریائے حدیث قدس اللہ  
 مرتب شد بنائے مسجد شاہ  
 دیانت خاں مرید متعجب شاہ

(۳)  
 دیانت خاں مرید متعجب شاہ  
 مددگار شش ہمسایان عالم  
 مددگار شش خداؤ ہم رسول الہ  
 بنا کر مسجد کے در و دروازہ شاہ  
 کہ تاریخ بنائے مسجد اور  
 جو بندہ جستہ تاریخ بنائے شش  
 بروز جمعہ سابع عشر رمضان  
 درہجرت نہ صد و ہفتادویک سال  
 مرتب شد بنائے مسجد شاہ  
 اشعار نمونوں اور جابجا سے حروف چھڑ گئے ہیں جتنا پڑھا جاسکا بجنسہ نقل کر دیا۔ آخر کے  
 دو قطعے نتعجب الدین صاحب کی مسجد کے متعلق ہیں جو اندرونی احاطے میں ہیں۔ دیانت خاں  
 حضرت کے مرید نہیں ہو سکتے کہ آپ کے وصال کے دو سو بائیس سال بعد یہ مسجد بنوائی ہو۔  
 مرید کے معنی یہاں محققہ کے ہیں۔

دولت شاہ و رباری درچاک کے جنوبی دالان کے درجہ اسفل میں دولت شاہ  
 درباری اور ان کے دونوں بھائیوں کے مراد ہیں۔ دولت شاہ چار بھائی تھے۔ دولت شاہ  
 بھیدکا بھکاری شاہ۔ رکن کرتاری شاہ جن کا مزار دولت آباد میں ہے۔ چوتھے کا نام معلوم  
 نہیں۔ دولت شاہ کا عرس ۶ شعبان کو ہوتا ہے۔

عرس شریف حضرت نتعجب الدین صاحب کا عرس شریف ۲ ربیع الاول  
 سے ۸ مرتہ تک بڑی دھوم دھام ترک و احتشام سے ہوتا ہے۔

غریب حضرت فرید الدین اویس علیہ السلام آپ برہان الدین اولیاء کے مشہور مرید ہیں



برابر پچاس سال ذکر و مشاغل رہے۔ چوں کہ شیخ سے تیرہ دن اول انتقال ہوا لہذا زیادہ شہرت نہیں پائی۔ لیکن آپ کے علوم و مرتبہ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ برہان الدین صاحب اولیاء فرماتے تھے کہ امی فرید تیرا خط اُستاد کے خط کے برابر ہو گیا اگر یہ روز قیامت مجھ سے پوچھا جائے گا تو ہماری درگاہ میں کیا لایا تو میں عرض کروں گا کہ فرید کو لایا ہوں۔ جو نعمت ظاہری و باطنی کہیں رکھتا ہوں سب میں نے سمجھ دی۔ آپ اپنے مرشد کے اُرس شدید تھے چنانچہ حضرت برہان الدین فرماتے تھے: **كَذَاكَ اللَّهُ إِحْقَادًا لَكَ وَمُحِبَّةً لَكَ وَتَقْدِيرًا لَكَ** پندرہ سال کی عمر سے آپ اس کو چہ میں آئے۔ مرشد کامل کی تلاش تھی ایک دن اپنے ماموں کے ساتھ مجلس سماع میں آئے وہیں برہان الدین اولیاء سے دست بوس ہوئے معادل نے کہا کہ اگر شیخ کامل ہوں گے تو ان کی توجہ سے دنیا کی محبت و ہل جائے گی اور میری غذا بھی کم ہو جائے گی۔ خود فرید الدین صاحب کا قول ہے کہ دنیا کی محبت اُسی وقت سے کم ہونے لگی اور دنیاوی شان و شوکت میری نظر میں پیچ معلوم ہونے لگی۔ گھر پونج سر کے بال منڈوائے۔ خوراک میں اس قدر کمی ہوئی کہ ایک روٹی بہ مشکل کھاتے تھے اٹھارہ سال کی عمر میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ چوں کہ پہلے ہی متراض تھے جب مرید ہوئے برہان الدین صاحب نے فرمایا کہ آج یہ جوان میرے سامنے اس طرح آیا جیسے کہ کوئی سی سالہ مرید اپنے مرشد کے پاس آتا ہو۔ برہان الدین صاحب کی تعلیم و تلقین نے فرید الدین کو انتہائے کمال پر پہنچا دیا۔ خواجہ مبارک غوری آپ کے پیر بھی گائی کرتے تھے کہ فرید الدین جب نماز پڑھتے تھے تو گردن کی ہر رگ سے کلمہ لا الہ الا اللہ نکلتا تھا اور جب ذکر کرتے اور دل پر توجہ دیتے تو زبان سے ایک بار ذکر کرتے تو دل سو بار ذکر کرتا۔

نقل ہے کہ ایک دن ایک شخص نے آکر عرض کی کہ میرا لڑکا بیمار ہے آپ دعا کیجئے آپ نے کچھ جواب نہ دیا دوبارہ سُن کر بھی خاموش رہے اُس کے چلے جانے کے بعد خادم نے پوچھا کہ حضور کے خاموش رہنے میں کیا مصالحت تھی آپ نے فرمایا کہ میں اُس غریب سے کیا کتنا لڑکے کی عمر پوری ہو چکی تھی چنانچہ دوسرے دن وہ لڑکا مر گیا۔ قاضی فرید الدین سے منقول ہے کہ میں ایک روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ نذر و قطار رو رہے ہیں۔

جب ڈراسکون ہوا میں نے سب گریہ دیکھا کا پوچھا آپ نے فرمایا کہ شیخ کا ارشاد ہوا ہے کہ میری وفات کے بعد تو میری جگہ بیٹھ۔ بھلا یہ بات میرا دل کس طرح گوارا کرے گا۔ اس میں نے درگاہ باری تعالیٰ عزائمہ میں التجا کی ہے کہ ایسا ہو گا تو مجھے شیخ سے پہلے ہی اٹھا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور شیخ سے تیرہ دن پہلے ۲۹ محرم ۱۲۳۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ چوں کہ آپ اپنے مرشد کا حدیث زیادہ ادب کرتے لہذا ”ادیب“ کے نام سے مشہور ہوئے۔

از خدا خواہیم تو فیق ادب بے ادب محروم گشت از فضل رب  
وقت وفات آپ بالکل ساکت و صامت تھے ایک شخص پاس بیٹھا ہوا یہ آواز بلند کلمہ پڑھنے لگا اور یہ نہ سمجھا کہ عاشقانِ خدا کی یاد سے کسی وقت خالی نہیں رہتے۔  
میان عاشق و معشوق و مرہیت کراٹا کا تبیں را ہم خبر نیست  
تھوڑی دیر کے بعد آپ نے آنکھ کھولی اور فرمایا کہ کیا تو نے سمجھا کہ میں اپنے رب کی یاد سے غافل ہوں اور یا کہ یہ کہہ کر جان دی۔

چنین واجب کند و عشق مردن بجاناں جہاں چنین باید سپردن  
آپ کی وفات کے بعد ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اُس سے کہہ رہا ہے کہ ”فرید ہمارا دوست تھا ہم نے اُسے وہاں نہیں چھوڑا کیوں کہ وہ وہاں کے لائق نہ تھا۔“

حضرت فخر الدین پروردہ کا ملین حضرت فخر الدین آپ بھی برہان الدین اولیاء کے مرید تھے۔ خلفاء میں آپ کی آن بان ہی کچھ اور تھی کہ مرشد کی حیات میں آپ کو مرید کرنے کی اجازت مل گئی تھی۔ آپ امراے سلطنت اور ملازم شاہی تھے اور شمس الملک خطاب تھا گو بہ ظاہر امیرانہ لباس تھا لیکن بڑے عابد و زاہد تھے۔

مردا ہل طریقت لباس ظاہر نیست کمر بندیت سلطان بہ بند و صوفی یا  
بادشاہ کی طلب پر جب دولت آباد سے دہلی جانے لگے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کو اجازت پیری مریدی کی ملی۔ آپ نے عرض کی کہ میں سگ دنیا ہوں اگر اجازت ہو تو شاہی تعلقات چھوڑ کر آپ کے قدموں میں پڑا ہوں آپ نے فرمایا کہ ابھی تم کو بہت کچھ دیکھنا ہے۔ آپ دہلی چلے آئے اور مدتوں اپنی خدمت پر رہے۔ حضرت برہان الدین نے

آپ کو ایک خط لکھا جس کے ماحصیہ پر یہ اشعار آبدار تھے ۵

اے دوست بہ نالیدن کا شانہ رہا کن ہشیار شوی غالب مستانہ رہا کن  
چوں دوست برائے تو در کعبہ کشاد است این رفیق بہودہ بہت خانہ رہا کن  
تو باز سپیدی کہ بود دست ملو کاں زارغ روسیہ را سر ویرانہ رہا کن  
چوں کہ ان اشعار میں زیارت حرمین شریفین کی طرف اشارہ تھا فوراً اداے فریضہ حج سے  
فارغ ہو کر دہلی واپس آ گئے۔ اس عرصہ میں برہان الدین اولیاء نے جامہ خلافت اور نام  
اجازت دولت آباد سے بھیجا لیکن فخر الدین صاحب کو یہ دونوں چیزیں اُس وقت نہیں  
کہ یہاں حضرت کا وصال ہو چکا تھا۔ نقل ہو کہ آپ جامہ پہنتے جاتے تھے اور اجازت نامہ پڑھ  
رہے تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری تھیں فرماتے تھے کہ دایہ بر حال ما کہ  
ساری عمر دنیا کے کھمڑوں میں گزری خدا جانے میرا انجام کیا ہو۔ آہ شب بجاں کیسے تمام  
ہوگی اور صبح وصال کب ہوگی! آپ بادل درونک دربار میں گئے۔ وقت آچکا تھا جیسے  
ہی بادشاہ سے نظر دوچار ہوئی ارشاد ہوا کہ تم سے اب کام نہیں ہو سکتا اور دربار سے خدمت  
کر دیا۔ اور جائداد و املاک سب ضبط کر لی۔ جب فخر الدین مگر واپس آئے تو سو اے ایک  
لوٹدی کے کچھ سامان نہ پایا شکر حق بجالائے اور لوٹدی کو بھی آزاد کر دیا۔ ایک گھوڑا سواری کا  
رہ گیا تھا اُسے بھی کسی فقیر کو دے دیدیا ۵

سخت بیدار من اور زرا لطاف خدائے یافت آں روز کہ اندر دل شبہا می خواست  
خا صانِ خدا اور مقربان بارگاہِ الہی ہی کچھ اس نعمت کا اندازہ کر سکتے ہیں گو یا آپ نے  
قتید دنیا سے رہائی پائی۔ مکر وہات سے نجات ملی۔ اپنے مالک کی طرف کا سید ہارا ستہ لیا۔ جامہ  
خلافت سامنے رکھا اور سر منڈا کر خلق سے منہ پھیر گوشہ نشین ہو گئے۔ ان کے دل کو چین کما  
تھا دوبارہ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے وہاں پہلے کر دولت آباد آئے اور دم آخر میں  
مہک اپنے شیخ کے طریق محمود پر زندگی کے دن کاٹنے لگے۔ مولانا فرید الدین ادیب۔ فرید الدین  
یگانہ۔ فخر الدین شمس المملک اور مبارک غوری چاروں بزرگوں کے مرزا ایک بڑے پختہ  
چوڑے پرینہ ہوئے ہیں۔ جس کے نیچے تہ خانہ میں سلاطین نظام شاہیہ میں سے کسی کی قبر

چبوترے کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کسی زمانہ میں گنبد ہوگا۔

**ملک عنبر کا گنبد ۱۰۳۵ھ** اسی چبوترے کے غرب رو ملک عنبر کا گنبد ہے جس کا

زمانہ ۱۶۲۶-۱۷۲۶ھ کا ہے جو مرقضی نظام شاہ ثانی کا وزیر تھا۔ تاریخ فرشتہ اور تآخرا لام اس کے

معلوم ہوتا ہے کہ ملک عنبر سلاطین عادل شاہیہ کا غلام تھا۔ چند جہاز حبشیوں کے ساتھ

مرقضی نظام شاہ بحری کے ہاں جرگہ ملا زمین میں داخل ہو کر خدا و عقل و شجاعت کی بدولت

مرقضی نظام شاہ کی مملکت کو اکبر بادشاہ کی سپاہ مغل کی تاخت و تاراج سے محفوظ رکھا اور

رفتہ رفتہ حسن تدبیر اور زور تقدیر سے سلطنت نظام شاہیہ کا وزیر ہو گیا۔ ملک عنبر فنون سپہ گری

و قوا عد سرداری میں یکتاے روزگار تھا۔ ملک کی آبادی میں ساعی اور رعایا کی بیبودی میں سرگرم

تھا۔ اول درجہ کا عادل و منصف اور متقی اور پرہیزگار تھا۔ اورنگ آباد کو جس کا قدیم نام

”کھڑکی“ ہے اسی نے ۱۶۷۰ھ میں آباد کیا۔ ملک عنبر نے ۲۹ شعبان ۱۰۳۵ھ میں

اٹنی سال کی عمر میں وفات پائی اور وٹھے میں حضرت شجاع الدین اور حضرت سید یوسف

معروف بہ راجہ قتال حسینی کی درگاہ کے درمیان جگہ پائی۔ عرس وغیرہ کے لئے پہلے موضع

عنبر پور علاقہ انبٹر (عنبر) ضلع اورنگ آباد میں کچھ زمین الغام تھی اب وہ بھی نہ رہی۔ ملک مذکور

کی بنائی ہوئی کئی عمارتیں موجود ہیں۔ اورنگ آباد میں دو مسجدیں ہیں ایک پشت چوک پر

اور دوسری نواب پورہ میں یہ دونوں کالی مسجدیں مشہور ہیں۔ تیسری یادگار جامع مسجد ہے۔

جس کے تین درجے ملک عنبر کے بنوائے ہوئے ہیں اور دو اورنگ زیب کے۔ چوتھی یادگار

وہ نہر ہے جو اورنگ آباد کے گوشہ شمال و مشرق سے بہاڑوں میں کاٹ کر لائی گئی ہے۔ اور

تفصیل شہر سے دو مقامات پر تقسیم ہو گئی ہے۔ پانچویں یادگار اورنگ آباد کا بھڑکل (بہار کل)

دروازہ ہے۔ اورنگ آباد کی عمارتوں میں راجہ دورانی کے مقبرہ کے بعد اس عالی شان

دروازے کا نمبر ہے۔ کالا چبوترہ جس پر اب خونوں کی گردن ماری جاتی ہے۔ ہاتھیوں کا

تماشہ دیکھنے کے واسطے ملک عنبر ہی کا بنوایا ہوا ہے۔ ملک عنبر کا گنبد اپنے اطراف

کے گنبدوں میں شان دار اور نمایاں ہے۔ یہ گنبد ملک عنبر نے اپنی زندگی ہی میں بنوایا

تھا۔ گنبد کا احاطہ منہدم ہو گیا تھا جو از سر نو بنوایا گیا ہے۔ گنبد کے سامنے ایک دالان ہے

جس کے آگے سانبھاں بڑا کر مسافر خانہ (ڈاک بنگلہ) بنادیا ہے۔ باورچی خانہ۔ حمام اور بیت الخلاء بھی جدید تعمیر ہوا ہے۔ احاطہ کی غرضی دیوار میں دو نئے دروازے اور شرقی دیوار میں ایک قدیم دروازہ ہے۔ قدیم دروازے کے اندرونی حصہ پر ایک چھوٹا سا ساکبا ڈال دیا گیا ہے۔ بنگلہ جات کے چیراسی اس میں رہتے ہیں۔ احاطہ کے اندر آٹھ نو درخت کھرنی کے ہیں اور گنبد کے اطراف بہت سی قبریں ہیں جو مٹی چلی جا رہی ہیں۔ چار دیواری کی شرقی دیوار کے باہر ایک بلند چبوترے پر مسجد بنی ہوئی ہے۔ ملک عنبر کے گنبد اس کے احاطے اور عمارات ملحقہ کی بہیم عالی جناب نواب معین الدولہ لیسٹر نواز جنگ بہادر بہادر الدین خاں) صوبہ دار وقت کی حسن توجہ سے بہ حسن الوجہ ہو گئی۔ آپ بڑے متقی خدا پرست اور دین دار بزرگ ہیں۔ آپ کی خاص توجہ عمارات خلد آباد کی درستی کی جانب رہی ہے اور آپ ہی کی خداترسی کا نتیجہ ہے کہ خلد آباد کی گری بڑی عمارتیں درست ہو گئیں۔ گنبد کے متعلق جو مسجد ہے اس کی چار دیواری نہ ہونے سے گدھے وغیرہ گھس جاتے ہیں اور صحن مسجد میں جو عمدہ داروں کے ٹھوڑے باندھے جاتے ہیں سختی سے اس کی ممانعت ہونی چاہیے۔ ملک عنبر کے گنبد کو سٹور بنانا بھی درست نہیں لارڈ کرزن نے گول گنبد کی متعلقہ مسجد واقع سیالپور کا مسافر بنگلہ اٹھوا دیا اور یہ تو سلطنت اسلامی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتبہ مرزا حبیب العزیز دہلوی

وجو دا حبیب، شیخ عبد اللہ بن العزیز دوس بھت حضرت موت بلد تربہ ۱۲۹۳ھ  
و توفی بھت ہند و دفن بھت ملک عنبر دوضہ۔

گنبد سہمی کریمہ دہلوی  
عبد الرحمن۔  
ملک عنبر کے گنبد کے پاس ان کی زوجہ سہمی کریمہ کا خالی گنبد ہے جس کا نہ احاطہ ہے نہ کوئی مکان اس کے متعلق ہے اور یہیں ایک بڑی بھاری باؤلی بھی ہے۔ باؤلی کے پاس ایک بہشت پہلو گنبد ہے جو سہمی عبد الرحمن نیرہ ملک عنبر کا کہلاتا ہے اور بعض کسی نظام شاہی بادشاہ کا بتلائے ہیں۔

۵۔ نواب برز و جنگ بہادر نے اسٹور اس گنبد میں سے اٹھوا دیا۔ ۱۲۔

درگاہ حضرت سید راجو قتال  
حسینی ۷۲۵ھ

آپ حضرت سید محمد بن بندہ نواز گیسو دراز کے پدر  
بزرگوار ہیں۔ آپ کا نام سید یوسف ہی لیکن عام  
طور پر سید راجہ یا سید راجو قتال حسینی کے نام سے مشہور ہیں۔ سید یوسف اور ان کے  
والد سید علی دونوں صاحب حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید تھے۔ سید صاحب کو سماع کا  
بہت شوق تھا آپ مجلس سماع میں بیشتر بے خود ہو جاتے تھے۔ دہلی سے جب سب لوگ  
دولت آباد آئے تو آپ بھی ۷۲۵ھ میں تشریف لائے اور بقیہ زندگی حضرت برہان الدین  
اولیاء کی صحبت و بابرکت میں بسر کی۔ آپ کی تصنیف ”مثنوی راجہ“ مشہور ہے اور آپ راجہ  
ہی تخلص فرماتے تھے۔ ایک غزل بطور نمونہ ہم یہاں درج کرتے ہیں ۷

روئے کہ دیدہ ام من اندر عیاں ننگبدر  
حسن و جمال آن رواند ز جہاں ننگبدر  
آں رے محض مطلق بیچون و بیچگونہ  
از وہم و فہم بیروں صورت دریاں ننگبدر  
اندر کت رجاناں اسرار با بگفتہ  
جبریل یا ملائک اندر میاں ننگبدر  
پر داز مرغ قدسی حیر لامکاں نباشد  
ایں مرغ لامکاں اندر مکاں ننگبدر

اندر جمال جاناں راجہ دوام غرق است  
از فرخ این مراتب اندر جہاں ننگبدر

آپ نے ۷۳۵ھ میں وفات پائی عرس کے لئے علاوہ زمیں الغامی کے چار کچیس  
روپیہ سالانہ گجرگہ سے ملتے ہیں۔ آپ کی درگاہ بالکل پہاڑ کے کنارے ہے۔ احاطہ کے اندر درخت  
گندرا اور ایک مسجد ہے۔ مسجد کی پشت ایک شیریں چشمہ پانی کا ہے اسی کا پانی سارے خلد آباد  
میں بہتہ سمجھا جاتا ہے۔ شرفی رخ پر ایک بڑا دروازہ ہے۔ عام روایت ہے کہ آپ کے گنبد پر سے  
کوئی پرند نہیں اڑتا اور جو اڑتا ہے وہ دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

منتفرق قبریں

دروازہ کے باہر میر محمد ناصر کوٹوال کی قبر پر یہ کتبہ ہے:-  
”میر محمد ناصر مرحوم کوٹوال روضہ منورہ سبب و محفتم حمادی الثانی ۱۱۵۶ھ بحسب ریت  
فوت شد“

یہاں تین دالان ہیں اور ایک بڑکا درخت ہے۔ درگاہ کے احاطے میں تین چھوٹی چھوٹی

چار دیواریاں دو سنگ سرخ کی ایک سنگ سیاہ کی ہیں۔ مسجد کے پاس کی چار دیواری میں نواب مرحمت خاں مرحوم صوبہ دار اورنگ آباد اور گنبد کے پاس کی چار دیواری میں داؤد خاں صوبہ دار برہان پور کی ہمشیرہ زادیوں کی قبریں ہیں۔ سید چندن صاحب خلع الصدوق سید یوسف صاحب کی قبر بھی گنبد کے جنوب و مشرق کے کونے میں ہی علاوہ اس کے اور بہت سی قبریں ہیں۔ سنگ سیاہ کی چار دیواری گنبد سے پانچ سات گز کے فاصلے پر پورب کے رخ ہی جس میں سید محمد صاحب گیسو دراز کے سپرد زادیوں کی قبریں ہیں۔ چار دیواری کی شمالی دیوار پر بہت صاف اور جلی حروف میں کتبہ تھا جو اب معدوم ہو کر جو چیدہ چیدہ لفظ رہ گئے ہیں وہ یہ ہیں :-

مقبرہ ماہ سکینہ . . . . . بندہ نواز . . . . . ساختہ پختہ ۱۳۴۷ھ  
میں ابوالحسن تانا شاہ کی قبر ہے جس کا ذکر یہ ضمن دولت آباد آچکا ہے۔

سید راجو قتال حسینی کی درگاہ کے باہر جانب شمال ان دونوں بادشاہان احمد نگر کا گنبد ہے۔ باپ بیٹے ایک ہی جگہ آسودہ ہیں۔ ملک عنبر کے گنبد کو چھوڑ کر خلد آباد

احمد نظام شاہ بحری ۹۱۴ھ  
اور برہان نظام شاہ بحری کا  
مقبرہ ۹۶۱ھ

کے سب گنبدوں سے یہ گنبد بڑا ہے۔ یہ گنبد ایک بڑے چبوترے پر بنا ہوا ہے۔ روکا میں دو حصے ہیں جس کے حصہ زیرین میں تین حجرے ہیں۔ بالائی حصہ میں بارہ کمرے ہیں۔ چھ بہت چوڑا اور نفیس ہے۔ منڈیر میں جھانجیاں بنی ہوئی ہیں۔ گنبد کے اندر انواع و اقسام کی گلکاری اور نقش و نگار ہیں۔ احمد نظام شاہ (۱۵۰۸ء - ۱۵۸۹ء) ملک نائب نظام الملک کا بیٹا تھا۔ ملک نائب بیجا نگر کا ایک برہمن نو مسلم تھا اس کا نام تھا بھٹا پسر بھیرو تھا۔ احمد شاہ جمنی کے عہد میں مسلمانوں نے اسے گرفتار کر کے مسلمان کر لیا اور ملک حسن نام رکھ کر غلاموں میں شریک ہوا۔ احمد شاہ ملک حسن کو اپنے بڑے بیٹے محمد شاہ کے ساتھ تعلیم دلانے لگا اور بھیرو سے بحری نام پڑ گیا۔ محمد شاہ نے اپنے عہد میں اسے معتمدوں میں داخل کر کے ہفت ہزاری منصب اور ماہی مراتب سرفراز کیا اور بہت سببت بحری شکار خانہ اس کے تفویض کیا۔ اس زمانہ میں شکار خانہ کے مہتمم کو مغول قوش یگی کہتے تھے اور بڑھتے بڑھتے نظام الملک بحری کا خطاب ملا۔

خواجہ جہاں وزیر کی توجہات سے ملک تلنگانہ راج مندیری اور کندھاپور اور اُس کے مضافات کو فتح کیا۔ خواجہ جہاں کے قتل کے بعد یہی وزیر ہوا اور ملک نائب کا خطاب ملا اور محمد شاہ کی وفات کے بعد اُس کی وصیت کی بنا پر اُس کے بیٹے سلطان محمود کا وزیر ہوا اور قصبہ بڑا اور دوسرے پرگنہ جات جو دولت آباد کے تحت تھے اپنے بیٹے احمد شاہ کو دیئے۔ احمد شاہ اپنی قوت بہ تدبیر بڑھاتا گیا چند روز میں قصبہ ٹپن کے علاوہ تمام قصبہ کر لیا۔

یہ خود ناظم صوبہ احمد نگر تھا۔ سلطنت بہمنیہ کا زوال تھا موقع اچھا ملا خطبہ اور سکھ اپنا جاری کر کے بادشاہ ہو گیا۔ احمد شاہ سنی المذہب پر ہینگار۔ رعایا پرور۔ خدا ترس اور عادل تھا اس کے خصال حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ بہت ہیں۔ ۹۱۷ھ میں وفات پائی اور باغ روضہ میں مدفون ہوا۔ تاریخ وفات یہ ہے۔

شہ جواز دنیا بہ فردوس بریں	شاہ احمد حامد ذات الہ
ہم گداے احمدی خاقان دیں	ذوق حق شد سال تاریخش عیاں
۹۱۷ھ	۹۱۷ھ

احمد شاہ کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا برہان نظام شاہ بادشاہ ہوا۔ پہلے مذہب مہمدی جو محمد ہمدی کی ایجاد تھا اُس کا پیرو تھا بعد سید طاہر کی صحبت میں شیعہ بن گیا۔ اس نے ۱۴۷ برس نہایت ہمت و استقلال سے سلطنت کی اور ۹۶۱ھ میں وفات پا کر اپنے باپ کے پہلو میں دفن ہوا۔ اسی سال سلطان محمود گجراتی اور سلیم شاہ بادشاہ دہلی نے انتقال کیا۔ مولانا غلام علی پدر محمد قاسم فرشتہ مورخ نے کیا عمدہ قطعہ لکھا ہے:-

سہ خسرو ازوال آمد بہ یک سال	کہ ہند از عدل شاں دار الاماں بود
یکے محمود شاہ ہند شاہ گجرات	کہ سچو دولت خود نو جواں بود
دوم سلیم شہ سلطان خواں	کہ در ہند و ستاں صاحبقران بود
سوم آمد نظام آن شاہ بھری	کہ در ملک دکن خسرو نشان بود
زمن تاریخ فوت این ہر سہ خسرو	چو می پرسی وہ زوال خسرواں بود
۹۶۱ھ	۹۶۱ھ



## قطعہ دیگر

چون شہ برہان شہنشاہ جہاں برہان دیں  
گو شہنشاہ مکرم بونفصل ایل کن رقم  
زیر جہاں پر بلا گردید درجنت مقیم  
رحلتش ہم حب مولیٰ شاہ برہان الکریم

۹۹۱ھ

۹۹۱ھ

۹۹۱ھ

اور سلاطین نظام شاہیہ کے گنبد بھی باغ روضہ میں ٹوٹے پھوٹے کھڑے ہیں مگر پتہ نہیں چلتا کہ کس کے ہیں۔

**سید نصیر الدین صاحب بون بیک** احمد نظام شاہ کے گنبد کے مغرب میں حضرت راجو قتال صاحب کی درگاہ کی مسجد کے باہر گوشہ شمال و مغرب میں سید نصیر الدین صاحب بون بیک کا مزار ہے۔ آپ بھی حضرت برہان الدین اولیاء کے خلیفہ تھے۔ آپ کے سلسلہ نسب کی شاخ شجر بنو ت سے ملتی ہے۔ بسا بزرگ تھے۔

**بیچ بیچوں کا چبوترہ** سید صاحب کے مزار کے قریب ایک احاطے میں ایک چبوترے پر باغ زمینی قبریں ہیں۔ یہ چبوترہ بالکل شکستہ تھا۔ نواب بشیر نواز جنگ بہادر نے اپنی جیب خاص سے درست کر دیا جہاں **اللہ تبارک و تعالیٰ احسن الجہنم** آہ یہ بیویاں حضرت منتخب الدین اور برہان الدین اولیاء کی بنیں ہیں جن کے اسمائے گرامی حضرت منتخب الدین صاحب کے تذکرہ میں آچکے ہیں۔

**سید رساں صاحب رحمہ اللہ** موتی چوک کے اُس چبوترے سے جس پر بانو اور باقیہ فقیر اٹھیرے ہیں جنوب مغرب سید رساں صاحب کا مزار ہے۔ آپ سید بنیر کے رہنے والے تھے اتفاق زمانہ سے خلد آباد تشریف لے آئے اور کاغذی پورہ میں جو خلد آباد سے جانب جنوب و میل ہے عقد کیا۔ آپ کے دو صاحب زادے۔ سید فیض رساں اور سید عبدالکریم موجود ہیں۔ آپ بڑے کاسب اور شاغل تھے۔ خلد آباد کے لوگ کثرت سے آپ کے مرید ہیں۔ ۲۴ رمضان ۱۳۱۵ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔ قبر کا چبوترہ پختہ ہے اور قرار شریف پر یہ کتبے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سید کامل ہادی راہ خدا      واصل حق پیشواے عارفان  
کرد چوں رحلت شد این تاریخ او      قطب جنت آشیان سید رساں

ہادی دین حاجی سید رساں      رخت بر لبہ لبوے آخرت  
سال ترجیاش یکے از شاعرے      چوں زد دنیا خوشی تن را در نہفت  
ور زمین پاک خلد آباد خفت      داخل فردوس شد حاجی بگفت

با خدای مصطفیٰ از نسل پاک حیدری      چوں بجلد آباد شد صایم رسیدہ این ندا  
حاجی افضل نشان حق ز فیضان گیتی      مقبرہ انوار ہا سید رساں قادری  
منصبہ حاجی محمد افضل الدین عرف پاپا میاں غلام غفر اللہ ذلویہ

الصلوات علی سیدنا و آلہ

موجودہ اوصاف و تاریخ

کتبہ عاصی احمد علیخان

کمال الدین صاحب حاجب انجرات      منٹھی ٹیکڑی کے دامن شمالی میں کمال الدین  
اور سید کبیر صاحب کی قبریں      صاحب حاجب انجرات کی قبریں اور کمان  
سے باہر رہتی کی طرف سڑک کے مشرق میں بڑے کے درخت کے نیچے سید کبیر صاحب  
عقرب الدین صاحب کے استاد دوم کا مزار ہے۔

خواجہ حسین و خواجہ عمر صاحبان      سڑک سے چھم مرنخ دو سو گز کے فصل سے دونوں  
کی درگاہ شہیدانہ      بھائیوں کی درگاہ پر جس پر گنبد ہے۔ آپ کے

والد ماجد خواجہ محمود شیرازی تھے۔ خواجہ حسین بڑے بھائی کے صاحب زادے سید  
زین الدین تھے اور خواجہ عمر لا ولد فوت ہوئے۔ دونوں صاحب تاجر پیشہ اور صاحب  
غروت تھے۔ یہ دونوں حضرات برہان الدین صاحب اولیاء کے مرید تھے۔ جب سید  
زین الدین صاحب شیراز سے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو کر دہلی آئے  
تو خواجہ حسین صاحب اپنے بیٹے سے ملنے دہلی گئے اور جب دہلی خالی کر کے دولت آباد

بسیا گیا آپ کو بھی دولت آباد آنا پڑا۔ ۲۷ شعبان ۱۲۸۵ھ میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔  
آپ کے گنبد کے اطراف دو احاطے ہیں۔ پہلے احاطہ میں گنبد اور اُس سے ملی ہوئی مسجد ہے۔  
اور گنبد کے مخالف سیدانی بنی صاحبہ کا مزار ہے۔ یہ سیدانی صاحبہ کی بیوہ تھی۔ دوسرے احاطہ میں تختہ  
الداؤدی کمائیں اور تین طرف دیوار ہے۔ یہیں شاہ پیار سے صاحب کا مزار ہے اور یہ احاطہ آپ ہی کا بنوایا ہوا ہے۔  
گل حسین شاہ کا مزار اور سید ریاؤلی۔ بارغ منعم سے ملی ہوئی یہ سید ریاؤلی ہے اور ریاؤلی کے پاس گل حسین  
صاحب کا مزار ہے۔

حضرت برہان الدین اولیاء آپ کا اور حضرت غیب الدین صاحب کا سلسلہ  
غیب ۱۲۵۶ھ نسب ایک ہی ہے۔ آپ بالشی میں ۱۲۸۵ھ میں تولد  
ہوئے اور پیار سے آپ کو لوگ ”برہانی“ کہا کرتے تھے۔ آپ کو کیمیا کا بہت شوق تھا۔  
بہ تلاش مرشد آپ دہلی آکر ایک مسجد میں فروکش ہوئے۔ اور وہیں آپ کا شہرہ سا شہر بن گیا آپ نے  
سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء کا غلام بنا کر آپ کا دسترخوان باوجود فقر کے بے انتہا  
وسیع ہی بھلا فقیری کے ساتھ یہ مول کیا فرو کیمیا یا دست غیب ہے۔ اسی خیال سے خانقاہ  
میں حاضر ہوئے۔ آپ بہت غربت کی حالت میں بسر کرتے تھے۔ حضرت کے خادم اقبال نے  
اطلاع کی کہ برہان الدین ایک غیب حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ساری خلقت تو ان کی طرف  
جھک پڑی ہے ابھی تک وہ غیب ہی ہیں اسی دن سے آپ غیب کے نام سے مشہور ہو گئے۔  
غیب است اس محب حق یہ دنیا حبیب اللہ فی الدنیا غیب

رفتہ رفتہ تقرب حاصل ہوا اور باورچی خانے کی خدمت آپ کے سپرد ہوئی۔ ایک دن حضرت  
سلطان المشائخ باورچی خانے کی طرف آن گئے۔ مولینا غیب کے کہا کہ ایک مٹی کا ڈھیلہ تو  
استنجے کے لئے لاؤ آپ نے جھپٹ کر ایک ڈھیلہ اٹھا یا تو سونا تھا دوسرا اٹھایا وہ بھی سونا  
بن گیا عرض مٹی کا ڈھیلہ نہ ملا عجوبہ واپس ہو کر یہ واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ”برہان جو چیز استنجے  
کے کام بھی نہ آئے اُس کی خواہش عبث ہے“ آپ نے اُسی وقت سے کیمیا کی جستجو چھوڑ دی اور  
فقر کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ ۱۲۹۳ھ میں حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوئے۔ حضرت  
کے خلفاء میں دو ہی شخص سربراہ تھے ایک آپ اور دوسرے کمال الدین یعقوب جو پٹن علاقہ

گجرات میں مدفون ہیں۔ شیخ علی زنبیلی اور ملک نصرت دہیرہ دونوں بھی آپ کے مرید اور سلطان علاء الدین کے عزیزوں میں سے تھے، نے مولینا غریب کی شکایت کی جس پر حضرت مولینا غریب سے کچھ کشیدہ خاطر ہو گئے تھے۔ وجہ اس کی یہ بیان کی جاتی ہے مولینا غریب نہایت سختی اور ضعیف الجستہ تھے اول تو سرسبز کا سن اوپر سے یہ ریاضت اور بھی ضعیف ہو گئے غایت ضعیف سے کس کو دہرا کر کے بچھا لیا کرتے تھے۔ ان حضرات نے جڑی کد برہان الدین ایک کسل نیچے اور ایک خرقدہ کدھے پر ڈال شیخو خیت کے سجادہ پر بیٹھتے ہیں اور پیران طریقت اور اپنے شیخ کی رعایت ملحوظ نہیں رکھتے۔ سلطان المشائخ۔ یہ بات سن کر بہت ناراض ہوئے اور جب آپ آئے تو بخ نہ دیا۔ مولینا حضرت کی پائے بوسی کے بعد جماعت خانے میں آئے اسی وقت اقبال خادم نے کہا کہ آپ کو اسی وقت یہاں سے چلے جانے کا حکم ہوا ہے۔ آپ سخت متحیر ہوئے اور کہا:۔

ماچہ کر دیم دگر بار کہ شیریں لب دوست  
بہ سخن باز منی باشد و چشم از نازش

آپ وہاں سے اٹھ کر دودن ابراہیم طشت دار کے مکان میں رہے لیکن ابراہیم خود ڈر رہا تھا کہ کہیں حضرت کو خبر لگ جائے تو مفت میں میری شامت آجائے گی۔ اشارتاً و کنایتاً آپ کو چلے جانے کو کہا آپ بے انتہا ملول ہو کر دوسری جگہ جا پڑے۔ آپ کی حالت مرشد کے اقدام مبارک سے دور ہونے سے بہت زار ہو گئی رات دن روتے رہتے تھے۔ آخر ایک دن خواجہ خسرو نے جرأت کر کے حضرت سے عرض کی کہ برہان الدین غریب آن جناب کے میدان صادق اور عقیدت مندان بے ریا سے ہیں چوں کہ وہ بہت نحیف ہیں سخت پورے پر نہیں بیٹھ سکتے اس لئے کمل کو دوتہ کر کے بچھا لیتے ہیں ان کا قصور قابل معافی ہے لیکن اُس وقت آپ نے توجہ نہ کی۔ آخر کار خواجہ خسرو بگڑی نکلے میں ڈال کر حاضر ہوئے۔ حضرت نے پوچھا یہ کیا ہے خواجہ خسرو نے کہا کہ دست بستہ برہان الدین کی عفو تقصیر کا خواباں ہوں آپ نے فرمایا وہ کہاں ہیں؟ بلاؤ۔ فوراً خواجہ خسرو اور مولینا غریب دونوں گہرے میں بگڑی ڈالے ہوئے جوتے اتارنے کی جگہ کھڑے ہو گئے۔ آپ سر پر بیڑھی ٹوپی رکھے ہوئے وضو کر رہے تھے۔ خواجہ صاحب نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا:۔

ہر قوم راست راہ دینے و قبلہ گاہ کر      من قبلہ راست کر دم پرست کج کلہا کر  
 سلطان المشائخ بہت مسرور ہوئے اور دونوں سے بغل گیر ہوئے اور برہان الدین کی تجدید  
 بیعت فرمائی برہان الدین صاحب کے دکن میں آنے کے متعلق دو روایتیں ہیں۔  
 (۱) حضرت سلطان المشائخ کا سن شریف (۹۵) سال کا تھا اور ماہِ آخرِ عمر میں سات  
 ماہ تک جلسِ بول کی شکایت رہی۔ ایک روز اقبالِ خادم سے فرمایا کہ نقد اور حبس جو کچھ  
 ہو لاؤ۔ اقبال نے عرض کی کہ نقد جو آتا ہے روزانہ خرچ ہو جاتا ہے ہاں غلہ بہت سا ہے آپ نے  
 فرمایا کہ مردہ ریگ کو کیوں سمیٹ رکھا ہے آج ہی تقسیم کر دو۔ اُس کے بعد کپڑوں کی گٹھری منگا کر  
 اُس میں سے ایک دستار اور پیراہن اور مصلیٰ برہان الدین صاحب کو دے دکن جانے کی  
 اجازت دی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ جس دن شاہِ منتخب الدین صاحب خلد آباد میں  
 رخصت ہوئے آپ وضو کر رہے تھے اور برہان الدین آفتابہ لے ہوئے پانی ڈال رہے تھے  
 یکایک آپ نے پوچھا کہ تمہارے بھائی منتخب الدین تم سے بڑے تھے یا چھوٹے۔ آپ  
 سمجھ گئے کہ ضرور اُن کا انتقال ہو گیا کیوں کہ آپ کی زبان مبارک سے تھے کا لفظ نکلا کہ  
 جو زمانِ ماضی پر دلالت کرتا ہے چنانچہ دو سکر دن حضرت خود برہان الدین کے مکان پر  
 رسمِ تعزیت ادا کرنے تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ہم نے تم کو منتخب الدین کی جگہ مقرر کیا فوراً  
 دولت آباد چلے جاؤ۔ برہان الدین سن کر خاموش ہو گئے آپ نے فرمایا کیوں تامل کیا ہے؟  
 برہان الدین نے نہایت ادب سے عرض کی کہ حضرت کا حکم میرے سرِ آنکھوں پر مگر پس و پیش  
 یہ ہے کہ آپ کی جوتیوں سے دور ہو جاؤں گا آپ نے کہا اچھا جوتیاں بھی لے جاؤ۔ برہان الدین  
 نے نعلین مبارک اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیں لیکن پھر بھی درِ جدائی سے بے تاب ہو گئے اور  
 بے اختیار زار و قطار رونے لگے۔ پھر حضرت نے پوچھا کہ اب کیا پس و پیش ہے۔ برہان الدین  
 نے بہ عجز و زاری عرض کی کہ میں اس مجلس سے منزلوں اور ہو جاؤں گا۔ آپ نے نہایت  
 انکساف سے فرمایا کہ یہ بھی سہی تم سارے خلفاء کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ بعض لوگ کہتے ہیں  
 کہ سات سو خلفاء آپ کے ساتھ آئے بعض چودہ سو۔ برہان الدین صاحب بادلِ غمِ خواہش  
 سفر کی طیاری کرنے لگے مگر آخری کوشش ایک دفعہ اور کی اور عرض کی کہ حادِ دم کو

کسی طرح حضرت کی جدائی گوارا نہیں ہو۔ آپ نے چندے مراقبہ فرمایا اور کہا کہ برہان الدین تم بے تامل چلے جاؤ اور جانے رہو کہ میرے تمھارے درمیان کوئی پردہ نہ ہوگا۔

گر با منی پیش منی در میسنی در بے منی پیش منی در میسنی  
لارؤ ولا کڈ ولا مڈ۔ رخصت کے وقت خرقدہاے خلافت و نعمت ہاے باطنی سرفراز فرمانے کے سوا پانچ نصیحتیں بھی کیں۔

(۱) جو خرقدہاے خلافت تم کو امانت دئے گئے ہیں مولینا داؤد حسین (زین العابدین) کو پہنچانا۔

(۲) والد کی خوشی ہر کام پر مقدم رکھنا اور اس کو رحمت حق تصور کرنا۔

(۳) جمعہ کی نماز کبھی ترک نہ کرنا۔

(۴) ہمیشہ حجر درہنا۔

(۵) میری پیرزادی صاحبہ (عائشہ بی بی) کی خدمت اور خبر گیری سے (جو دولت آباد میں ہیں) غافل نہ رہنا۔

سیرالادبیا میں لکھا ہے کہ حضرت کی وفات کے بعد آپ دہلی سے دولت آباد آئے اور یہ وقت وہ تھا کہ دہلی امیر کو دولت آباد آباد ہوا تھا اور شک نہیں کہ آپ کے ساتھ ایک جماعت کثیر حضرت سلطان المشائخ کے معتقدوں اور مریدوں کی راستہ میں ٹھہرتی ٹھہرتی آئی۔ ایک روز کنارے دریائے تپتی کے ایک فرح بخش جنگل میں ایک چھوٹا سا گائوں نظر پڑا رات کو آپ وہیں ٹھہر گئے اور ندی کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ کر آپ نے وضو کیا اور وہیں جماعت سے نماز ادا کی اور دعا کی کہ خدایا اس مقام پر ایک شہر آباد کر آپ کی دعا مقرون اجابت ہوئی اور چند روز بعد وہ مقام آباد ہو کر آپ ہی کے اسم مبارک پر برہان پور نام رکھا گیا باقی حال برہان پور کا حضرت زین الدین صاحب کے بیان میں درج ہوگا جس وقت عرش آشیانی جلال الدین محمد اکبر شاہ نے شہر میں قلعہ اسیر گڑھ فتح کیا اس پتھر کو ترشوا کر ایک ہاتھی بنا دیا جو اب ہتیا کھڑک کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی تشریف آوری دولت آباد میں بروایت شہر میں ہوئی ہے اور بروایت شہر میں آپ پہلے محلہ اکرام آباد میں کاکا کے مکان پر آئے

مگر وہ جبکہ پسند نہ آنے سے بعد شمس الملک کے مکان پہنچے۔ وہاں سے جب آپ خلد آباد تشریف لائے تو پہلے جلال الدین صاحب کی درگاہ کے شمال نالے کے قریب ایک باؤلی پر ٹھہرے اب تو وہ باؤلی باقی نہیں مگر اس کا نشان البتہ ہے اور برہان باؤلی کے نام سے مشہور ہے اور قطعہ ارضی جس میں یہ باؤلی ہو کھڑکالی کہلاتا ہے۔ برہان باؤلی سے اٹھ کر یہیں تشریف لائے جہاں کہ آپ کا فرار ہے۔ آپ کا سن شریف جب اسی سال ہوا تو ۳۵۷ھ میں بہت بیمار پڑے لوگ متردد ہو گئے آپ نے فرمایا کہ ابھی میرا وقت نہیں آیا البتہ جب دوبارہ علیل ہوں گا تو تین سال سلسلہ علالت طول پکڑے گا اسی حالت میں شب قدر کی نعمت بھی مجھے ملے گی جب حق سے ملوں گا عبداللہ مطہری کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی وفات کے چار سال پہلے مجھے خبر دی تھی مگر منع کر دیا تھا کہ کسی سے کہنا نہیں۔ دوبارہ ۳۶۲ھ میں صاحب فراش ہو گئے۔ اکثر روتے رہتے تھے۔ ایک دن خواجہ مبارک خوری حاضر تھے فرمایا کہ یہ نہ سمجھنا کہ میں بیماری کی تکلیف سے روتا ہوں بلکہ سبب یہ ہے کہ اگر ایک لمحہ بھی اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا تو اس پر روتا ہوں۔ عاشقانِ خدا کسی خالت میں درد و اندوہ سے نہیں روتے اور صاحبانِ حال بیماری اور زحمت کو رحمت اور درد کو علاج جانتے ہیں۔

ملک طلبش بہرِ سلیمان نہ دہند	مشور غمش بہرِ دل و جاں نہ دہند
درماں طلبیاں ز درد او محروم اند	ویں درد بہ طالبانِ درمان نہ دہند

چنانچہ حضرت ابراہیم ادہم بیماری میں روتے تھے۔ ایک مرید عیادت کو آئے عرض کی کہ کسی طبیب کو بلاؤں آپ نے فرمایا کہ کوئی طبیب نے الغرض جب حضرت برہان الدین کی علالت نے اشتداد پکڑا کسی طبیب حاذق کو لائے اور یہ نہ سمجھا کہ:-

پیش خواجہ طبیب بیمار است	خواجہ ما طبیب باطنی است
ذات خواجہ است روح محض بگو	روح راز حمتی کہ گفت کجاست

حکیم حمی آئے نبض دیکھی اور کہا:-

پچوں دلکش دیدہ طبیب از شوق حق خوش گشتہ گفت

وفا نہ اسے دو برس پہلے عالم استغراق تھا آپ کسی کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے۔ جس وقت

دولت آباد سے لوگ دہلی واپس ہونے لگے تو کا کا صاحب نے آپ سے بھی دہلی چلنے کے لئے  
بہ اصرار عرض کیا آپ نے فرمایا کہ بھلا میں اس مقام سے اب کہاں جاسکتا ہوں۔ خواجہ مبارک  
غوری ناقل ہیں کہ آپ کی وفات سے چالیس دن پہلے میں کہیں جانے والا تھا خدمت میں حاضر ہو کر  
اجازت چاہی فرمایا کہاں جاتے ہو اس کے بعد مجھے کہاں پاؤ گے۔ فی الفور میں نے اپنا ارادہ  
فسخ کیا۔ صوفی سمجستانی آپ کے مرید خاص قصبہ بٹیر میں رہا کرتے تھے اور ہر سال خدمت مبارک  
میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ آخر مرتبہ جو وہ آئے تو آپ نے کہا سمجستانی تم واپس جاسکتے ہو مگر تم کو  
معلوم رہے کہ میرے اور تمہارے درمیان صرف ایک مہینے کی حمت باقی رہی ہے اور تو بھی میرا  
ہمراہ ہے۔ صوفی صاحب بٹیر واپس گئے اور حضرت کی وفات سے پورے ایک مہینے بعد وہ بھی  
اپنے مرشد سے جا ملے۔ عبداللہ مطہری کہتے ہیں کہ آپ نے شب قدر دیکھی اور فرمایا کہ یہ اس  
ہمارے چل چلاؤ کا وقت قریب آگیا تم کہیں جانا نہیں۔ مولانا وجیہ الدین کیو لکھری کی وفات  
کی خبر جب آپ نے سنی فرمایا یا تو پوچھ گئے اور ہم بھی طیار بھی نہیں۔ چند دنوں بعد آپ نے  
عبداللہ صاحب سے کہا کہ کیوں تمہیں یاد ہے کہ وجیہ الدین کی موت کے وقت میں نے کیا کہا تھا  
اب مجھے دنیا میں رہنے کی طاقت نہیں اس لئے اب میری زندگی کی دعا نہ کرو بلکہ یہ دعا کرو کہ  
خداوند عالم مجھے اپنے پاس جلد بلا لے۔ ۲۔ خروج وقت ایک روز مریدوں کو بلا کر وصیت کی اور  
اپنے مرشد کی تسبیح لے کر سامنے رکھی اور دستار مبارک گردن میں ڈال کر ارشاد فرمایا کہ ”مسلمان  
ہوں۔ امت رسول ہوں۔ شیخ کا مرید ہوں۔ اگر میں خود نیک خونہ تھا تو نیکیوں سے تولد۔ اپنا  
الضات میں خود کرتا ہوں“ یہ کہتے ہوئے مسجد میں گئے اور تسبیح سے تجدید بیعت کی۔

**وفات ۱۲ صفر ۱۰۳۸ھ** ۱۲ صفر ۱۰۳۸ھ یوم شنبہ بوقت چاشت آپ نے خدام کو بلا کر فرمایا  
کہ کھانا کھا لو سب کھانے کو چلے گئے صرف خواجہ رشید الدین حاضر خدمت رہے فرمایا کہ ہمارے  
خواجہ صاحب کے کپڑے کہاں ہیں لاؤ۔ خواجہ صاحب نے عرض کی حجرے میں ہیں اتنا کہہ کر اور  
آگے جھکے کہ حضرت اور کیا فرماتے ہیں دیکھا تو وہاں کچھ باقی نہ تھا۔ اُس روز انشور و لیسوی ہی رہی  
دوسرے دن ۱۳ صفر بدھ کے دن اُس گنج اسرار اکی کو سپرد خاک کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ  
آپ کا عرس بھی بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ تاریخ وفات میں بھی تھوڑا سا اختلاف ہے۔



## تاریخ وفات ازحماد الدین ضنا کاشانی

ہفصد و سی و ہشت بود سال      کہ شدہ ختم احسن الاقوال  
سیزدہم روز بود ماہ صفر      کہ جہاں شیخ عزم کرد سفر

## از مولوی غلام علی آزاد بلگرامی

اربعاً بود و یازدہ ز صفر      ہفصد و سی و ہشت بود سال  
کہ ندا آمد از سداق قدس      بیوے شیخ مالتال لقال

**فضائل و خصائل** اکم عمری ہی سے آپ کی طبیعت رجوع الی البدنی اکثر حج میں آپ عبادت کیا کرتے تھے۔ پچیس برس کامل عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی اور کبھی شب کو نہ سوتا تیس سال تک مسلسل صائم الدیور رہے صبح کی نماز کے بعد وظیفہ پڑھ کر بعد نماز اشراق سور کعت صلوۃ التخمہ اور اٹھارہ رکعت نماز چاشت اور تین پارے پڑھ کر ایک روز کی نماز قضا بھی پڑھتے تھے اس کے بعد مزاروں کی زیارت کو جاتے اور ڈیڑھ ہزار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنے بعد قیلولہ فرماتے۔ نماز عشاء جماعت سے پڑھتے تھے۔ اگرچہ بڑے عابد و زاہد تھے مگر اپنے نزدیک عبادت الہی سے قاصر تھے اکثر فرماتے تھے مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ ۝

عاصیاں از گناہ تو یہ کفند      عارفان از عبادت استغفار

آپ مدۃ العمر مجرد رہے۔ شیخ کا ادب غایت درجہ کم کو ز غلط تھا کبھی مقد مبارک کی طرف پشت نہیں کی نہ اُدھر لعاب دہن ڈالا۔ آپ مجلس سماع کے بہت شائق تھے۔ ذاتی املاک کچھ نہ رکھتے تھے جو کچھ تھا سب راہ خدا میں دے ڈالنا سنتی کہ رہنے کو گھر تک نہ تھا سوائے منسلک کے اور کوئی چیز آپ کے پاس نہ تھی جب سردی لگتی تو اسی کو اوڑھ بھی لیتے تھے۔ غذا بالکل سادہ تھی۔ اکثر نان جو اور لوبیا کھاتے تھے۔ ایک وقت کا کاسہ سحر سخت (شاد سخت) سے مضر بادام اور مہری پیش کی آپ نے منہ میں ڈالا کہ اس میں تو کچھ ذائقہ نہیں کا کا نے براہ شوخی کہا کہ کیا جو کی روٹی اور لوبیے کی پھلیوں کے برابر بھی نہیں آپ نے فرمایا کہ وہ کچھ اور ہی چیز ہو۔

کھانا جو آتا تھا پہلے مسکینوں اور فقراء کو دیتے بعد بھٹوڑا سا خود کھاتے۔ اگر کوئی کتا بھوکا دیکھتے تو فوراً اپنا کھانا کھلا دیتے اور اُس پر اپنا ہاتھ پھیرتے جاتے اور بارگاہ خداوندی میں اُس کو شفیع لاتے اور دعا کرتے کہ خدا یا مجھے اپنی طرف بلا اور اپنے سچے دوستوں میں سے بنا۔ قلت غذا سے بالکل پوست و استخوان رہ گیا تھا بہ شکل سات لقمے کھاتے تھے۔ لباس بھی سادہ تھا سر پر عمامہ بغل میں کرتہ اُس پر عباء اور نیچے تہ بند اور جوتیاں چلبی کی اُس زمانہ میں بھٹیں نجف لاغر۔ قد لمبا۔ ڈاڑھی مرسل۔ آپ تارک الدنیا تھے۔ سلاطین و امراء سے قطعاً نہیں ملنے تھے سلطان محمد تغلق آپ کی ملاقات کو آنا چاہتا تھا۔ جمعہ کی نماز جامع قطبی میں پڑھ کر آپ کے مکان کی طرف رخ کیا امیر خسرو دہلوی نے ہوئے آگے آئے اور کہا کہ بادشاہ سلامت تشریف لارہے ہیں بادشاہ بالکل قریب آگیا شور و غل مٹوڑا ہوا کی آواز آنے لگی۔ آپ فاقہ پڑھنے لگے تاکہ بادشاہ نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کا دل پھیر دیا اُس نے گھوڑے کی باگ دوسری طرف موڑ دی۔

اولیاء اہست قدرت از آکہ تیر جستہ باز گرداند ز راہ  
سلطان محمد تغلق نے تین ہزار تنگے ملک نائب کے ہاتھ حضرت کی خدمت میں بھیجے۔ آپ نے  
کا کا سے کہا کہ فقیر کے گھریں اگر کچھ ہو تو وہ بھی لاؤ اور ملک نائب کے سامنے ہی دونوں کو ملا کر تقسیم  
کر دیا۔ بعد تقسیم آپ نے بھٹوڑی کھجوریں اور ایک مصلیٰ بادشاہ کو بھیجا اور ملک نائب سے  
کہا کہ سنو۔

مرد آں دروڈ کہ کشتہ باشد زن آں پوشد کہ رشتہ باشد  
شربت کہ برائے خود . . . . ہم کردہ تو بہ پیش آ رہند  
آپ کو سلطان المشایخ نے یازید ثانی کا لقب بھی دیا تھا اور آپ کو دیکھ کر آج کل لکھ دینک  
بھی فرماتے تھے۔ یعنی ہر طرح سے آپ اکمل انسان تھے۔ آپ قطب بھی تھے۔ آپ کے ہم جلس  
آپ جیسے ہی بزرگان دین تھے مثلاً امیر حسن اعلائے سنجر۔ خواجہ خسرو دہلوی ابراہیم طشت دار  
۱۵۔ ملک نائب کا فوراً ہزار دیناری نے شلہ میں تیس ہزار فوج لے کر رام دیو راجہ دیو گڑھ پرجہائی کی تھی  
اور شلہ میں ورنکل پراور شلہ میں دہلی واپس جا کر کچھ دوسرے برس دیو گڑھ آیا اور ملک دکن کی بہت

حضرت سلطان المشائخ - شیخ نصیر الدین چسراغ دہلی - مولینا کمال الدین - سید خاموش خواجہ مبشر - سید حسین - اقبال وغیرہم - حضرت نصیر الدین صاحب محمود چراغ دہلی جب اودہ سے پہلے پہل دہلی تشریف لائے برہان الدین صاحب ہی کے ہاں اترے تھے - آپ کی بات مقبول نام ہوئی تھی ۵

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود  
مجد الدین صاحب روایت کرتے ہیں کہ ایک جوان سپاہی بلا ہتیار لگائے معرکہ کارزار میں بے دھڑک جا گھسا لوگوں نے کہا کہ ایسی نا عاقبت اندیشی کیوں اُس نے کہا کہ حضرت برہان الدین صاحب فرما چکے ہیں کہ جب تک تو بڑبڑا نہ ہو گا نہ مرے گا پس مجھے ڈر کس بات کا ہو - آپ علوم باطنی کے علاوہ بڑے محدث اور فقیہ بھی تھے - آپ نے علوم متدوالہ کی تکمیل کی تھی - آپ صاحب تصنیف بھی تھے تصوف حقائق اور سلوک میں کئی رسالے آپ سے منسوب ہیں -

آپ کے مکاشفات اور کرامات یہ کثرت ہیں جن میں سے چند ہم یہاں نقل کرتے ہیں :-  
خواجہ محمد کاتب مرید سلطان المشائخ اقبال خادم سے کسی بات پر رنجیدہ ہو گئے آپ نے فرمایا ارے میاں صرف دو ہفتہ کے واسطے دوستی کو کیوں توڑا - خواجہ صاحب سمجھے شاید دو ہفتہ بعد اقبال کہیں چلا جائے گا آپ مل گئے - پورے پندرہ دن کے بعد اقبال دنیا سے پہنچے - ایک عورت کینٹی کے درد سے تڑپتی ہوئی آپ کے پاس آئی عرض کیا کہ یا سر کو توڑیے یا دعا کیجئے کہ درد سر جاتا رہے آپ نے قسم فرمایا اور کہا جب تک سر نہ ٹوٹے گا درد سر نہ جائے گا - وہ عورت اپنے گھر واپس آ کر دیوار کے نیچے بیٹھ گئی اوپر سے سر پر ایک اینٹ گری سر میں سے خون بہنے لگا درد سر جھکا ہو گیا - ایسی صد ہا مثالیں موجود ہیں جو بسبب طوالت ترک کی گئیں - آپ بڑے مقرر اور شیریں گفتار تھے - کلام میں کشش اور اثر غایت درجہ ہوتا - آپ کے اقوال بے شمار تھے - مولانا حماد الدین نے ایک رسالہ ہی بنام احسن الاقوال لکھا ہے - چند اقوال ہم بھی نقل کرتے ہیں :-

(۱) - فقیر کسی کی امانت نہ رکھے - کسی کا صنام نہ ہو اور کسی دستاویز پر گواہی نہ کرے -

(۲) - فقیر وہ ہے کہ جو کچھ ہاتھ میں اور سر میں ہو دونوں دور کرے۔

(۳) - فقیر کو باریک کپڑا نہ پہننا چاہیے۔

(۴) - فقیر سوائے خدا کے کسی پر تکیہ نہ کرے۔

(۵) - دنیا کی مثال آدمی کے سایہ کی سی ہے جوں جوں آگے بڑھو دور ہوتا جاتا ہے اور جوں جوں پیچھے ہٹو کھسکتا آتا ہے۔ اسی طرح جو دنیا کی طرف رخ کرتا ہے دنیا اُس سے بھاگتی ہے اور جو دنیا کی طرف سے منہ موڑتا ہے دنیا اُس سے پھلتی ہے۔

(۶) - بکری جب پانی پیتی ہے تو گردن لمبی کر کے پی لیتی ہے پاؤں پانی کے اندر نہیں ڈالتی لیکن مرے بعد اُس کی کھال کی مشک بنتی ہے اسی طرح انسان جب تک زندہ رہتا ہے چاہتا ہے کہ کپڑا اُس کا گرد سے آلودہ نہ ہو لیکن جب مرنا ہے تو اُسے خاک میں ملا دیتے ہیں۔

(۷) - جب کوئی مسافر مقیم کے پاس آئے تو چاہیے کہ دو قسم کا گرم پانی پیش کرے ایک تو ہاتھ منہ دھونے کے لئے دوسرا شوربا گرم۔

(۸) - دل ایک ظرف ہے۔ جب تک خالی ہے ہوا سے بھرے اور جب کوئی چیز اُس میں بھری جائے تو ہوا نکل جاتی ہے۔ اسی طرح دل خواہشات دنیاوی سے بھرے جب محبت اُس میں آئی ہو اُسے خالی ہو کر خالص محبت الہی رہ جاتی ہے۔

**خزائن مبارک** آپ کی قبر پر گنبد ہے جس کی دیوار پر یہ قطعہ لگا ہوا ہے۔

میں بدار الملک ہند آسودہ سلطان غریب

خادم درگاہ سلطان میر کا شاد بخت

کردہ از اخلاق و اخراں نگو سیرت بنا

سال ہفصد و دو جل چار و گرا فضل حق

از بڑ تاریخ شد میں نظم مکتوب و نبشت

**چاندی کی کوئیں** صحن درگاہ میں جو فرش سنگ سیلو کا ہے اس میں چاندی کی کوئیں

(کیلیں) لٹکا کرتی تھیں جن کو خدام کاٹ لیتے تھے اب ان کا بڑھنا بند ہو گیا مگر دکھلائی

اب بھی دیتی ہیں۔

**دوسرے مزار** گنبد سے ملے ہوئے مولانا عبدالکریم - عبداللطیف خواہر زادگان حضرت برہان الدین اولیاء کے مزار ہیں ایک جانب کا کاشاد تخت - خواجہ قبول - خواجہ خیر الدین - خواجہ عبدالرحمن - خواجہ جلدک کی قبور ہیں۔

**مسجد** درگاہ کے متعلق ایک مسجد تین درہ کی ہے جس کی محرابوں پر یا محمد اور بیچ میں بسم اللہ اور درمیان کے دو ستونوں پر یا الہد اور ممبر کے قریب قَاتِ السَّاجِدِ لِلّٰہِ قَاتِ نَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا اللّٰہُ بَاقِیْ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کُنْدہ ہے۔ مسجد کے شمال رخ ایک سہ درہ سنگ بنیخ کا حال میں بنا ہے۔ گنبد کی پشت پر پانچ کمانیں جنوبی کمانوں کے جواب میں بنائی گئی ہیں۔ مشرق کی طرف ایک زینہ بھی خالقہ پر چڑھنے کا ہے۔

**نواب نظام الملک آصف جاہ بہادر شاہ** مسجد سے ملے ہوئے نواب نظام الملک آصف جاہ بہادر اور ان کی بیگم سیدۃ النساء کے مزار ہیں۔ یہ دو دونوں مزار سنگ مرمر سے بنے۔ ۱۲۸۳ھ میں داؤد خاں بیٹی جو ذوالفقار خاں ولسرے دکن کا نائب تھا گجرات بھیج دیا گیا اور نظام الملک بہادر آصف جاہ ولسرے مقرر ہوئے اور صرف سترہ مہینے کی حکومت میں اپنی قوت سے مرہٹوں کو زیر کر لیا لیکن ۱۲۸۵ھ میں دہلی طلب کر لئے گئے اور حسین علی خاں صوبہ دار ہوئے۔ ۱۲۸۷ھ میں نواب صاحب دکن کو تشریف لائے اور علاوہ صوبہ داری مالوہ کے دکن کے صوبہ دار بھی ہوئے اور ۱۲۹۱ھ میں وزارت سے سرفراز ہوئے اور فروری ۱۲۹۲ھ میں دہلی جا کر پھر سہ ماہہ اکتوبر ۱۲۹۳ھ میں خطاب آصف جاہ کالے کروکیل المہانک ہو کر آئے۔ ۱۲۹۴ھ میں ناصر جنگ نے بغاوت کی اور سات ہزار فوج لے کر درنگ آباد پر چڑھ آئے لیکن ۲۳ جولائی ۱۲۹۴ھ میں شکست پائی اور قلعہ قندہار میں قید کر دئے گئے لیکن اسی سال چھوڑ دئے گئے اور اپنے باپ کے ساتھ حیدر آباد چلے گئے۔ ۱۲۹۳ھ میں آصف جاہ بہادر ایک بڑی فوج کے ساتھ ملک کرناٹک میں امن قائم کرنے گئے اور اگست ۱۲۹۴ھ میں اورنگ آباد واکریاں کا نظام آخری دم تک جب کہ برہان پور میں ۱۹ جون ۱۲۹۵ھ میں (۱۹) سال کی عمر میں انتقال کیا کرتے رہے۔ آصف جاہ بہادر نے اورنگ آباد میں گیارہ کی ایک سیدانی سیدۃ النساء بیگم سے عقد کر لیا تھا جن سے دو صاحب نواہ پیدا ہوئے غازی الدین اور ناصر جنگ اور دو صاحب زادیاں بھی تھیں۔ نواب صاحب کے اور چار صاحب زادے دو ستر محل آئے بھی تھے مہاربت جنگ۔ نظام علی خاں بہاربت جنگ و مرغل علی خاں

کی جالی کے اندر ہیں دروازوں کی جالی نہایت خوب صورت تراشی گئی ہے۔ آپ کا نام قمر الدین خاں اور والد ماجد کا نام غازی الدین خاں فیروز جنگ ابن عابد خاں ہے۔ آپ ۱۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ نواب صاحب اورنگ زیب کی عہد حکومت سے محمد شاہ فرماں رواے دہلی تک ہر ایک سلطنت کے رکن رکن اور مددگار المہام رہے۔ ۱۱۸۱ھ میں دکن کے صوبہ دار ہوئے۔ اپنی عہد حکومت میں بہت سی فتوحات کیں زیادہ کے کنارے سے سیلت بندر رامیشور تک ملک قبضہ میں تھا۔ مرض تپ بوا سیر اور خلل مٹانے سے ہم جمادی الاخریٰ ۱۱۹۱ھ کو اسی سال کی عمر میں برہان پور میں وفات پائی۔ بڑے صاحب زادے نواب میراج خاں ناصر جنگ شہید نے آپ کی نعش خلد آباد میں لاکر حضرت برہان الدین غریب کے پائین میں دفن کی۔ مرحوم خدا ترس۔ دین دار۔ فقیر دوست۔ غریب نواز اور غیر تھے۔ اس وقت جو سکہ نظام گورنمنٹ میں جاری ہے۔ وہ آپ ہی کی یادگار ہے۔ آپ کو شاعری کا بھی مذاق سلیم تھا شاکر تخلص کرتے تھے۔ آپ کے کلام کا نمونہ یہ ہے۔

تاشہید خنجر مرغان یارم کردہ اند  
سرہ چشم قیامت از غبارم کردہ اند

افسوس کہ باطع بتاں نیست گوارا  
ای باغ وفا آب ہواے کہ تو داری

از فضا یم مطلب مطلب دیگر خیال  
ایں قدر مست کہ آہو نگہاں روم بکشد

چوں گل بہ بوی یار گریباں در نیست  
آہ ز سوز سینہ بریاں کشید نیست  
ز ہزار دل بہ نقش و نگار جہاں بند  
رنگے کہ دیدی بر رخ گل بر باد نیست  
شاکر برنگ برق دریں عرصہ خیال  
دامن ز خویش بر زدہ یکرہ دود نیست

جس سال آپ نے رحلت کی اسی سال محمد شاہ فرماں رواے دہلی اور اعتماد الدولہ قمر الدین خاں وزیر اعظم نے بھی دنیا کو خیر باد کہا۔ غلام علی صاحب آزاد نے کیا خوب تاریخ لکھی ہے:-

سہ رکن مملکت ہند از جہاں رفتند  
برائے رحلت ہر سہ بیا فتم تاریخ  
فتادہ حیف سہ در لگانہ از کف دہر  
نماند شاہ زماں یا وزیر آصف دہر

۱۱۶۱ھ

دیگر

گشت تاریخ چوں کشیدم آہ  
موت شاہ وزیر آصف جاہ

۱۱۶۶ھ - ۶۶ھ

خسلہ منزلت اور متوجہ بہشت بھی مادہ تاریخ ہی۔ نواب صاحب کی بیگم صاحب بھی آپ کے بازو ہی میں آسودہ ہیں اور دوزخ نالی قبریں بھی ہیں۔ آپ کا عرس معرفت امین صاحب باغور کے ہوتا ہے۔ برہان پور پہلے حکمت نظام میں تھا اب انگریزی ہو گیا اب بھی دو گاؤں وہاں جاگیر ہیں جن میں ایک متمم اور عملہ مقرر ہے جو زیر نگرانی تحصیل دار تعلقہ کنٹر ضلع اورنگ آباد کام کرتا ہے۔ برٹش گورنمنٹ نے معاوضہ دے کر یہ دونوں گاؤں لے لینا چاہے تھے مگر سرکار عالی نے منظور نہیں کیا کہ یہ مواضع قدیم نشان ہیں اس کا کہ کسی زمانہ میں یہ مقام بھی نظام گورنمنٹ کا تھا۔

ناصر جنگ شہید ۱۱۶۱ھ امیر احمد علی خاں نظام الدولہ ناصر جنگ کا فرار نواب آصف جاہ کے پاس ہی ہے۔ بجائے احاطہ کے سنگ سرخ کے سہارے چاروں طرف بنے ہوئے ہیں۔

۱۔ بعد وفات نواب آصف جاہ بہادر کے نواب نظام الدولہ ناصر جنگ امیر احمد علی خاں بہادر نے عہدہ جہاد کی تہنیت کو حکم نویت کا دیا سوائے ہدایت محی الدین خاں جن کو سعد الدین خاں بہادر مظفر جنگ کا خطاب تھا تسلیم ختم کیا۔ نواب صاحب کو ہدایت محی الدین خاں کی سرتابی کی خبر لگی لیکن اس وقت چشم پوشی کی۔ حماد الملک غازی الدین خاں بہادر دارالخلافہ میں موجود تھے جب بادشاہ کو خبر رحلت نواب آصف جاہ بہادر کی پہنچی خلعت ماتمی سرفراز فرمایا اور نواب صاحب کو بغرض عطا خدمت وزارت طلب فرمایا اب باوجودیکہ ملک دکن کا انتظام نہ ہوا تھا اور ہدایت محی الدین خاں مفسدہ پروازی کر رہا تھا ۱۱۶۲ھ میں عازم ہندوستان ہوئے راستہ میں شہرہ دستخطی خاص پیشگاہ سلطانی سے فسخ عہدیت کا پہنچا کہ وہاں بھی خبر بد نظمی کی پہنچ گئی تھی۔ نواب صاحب موسم بارش کی سخت تکلیف اٹھا کر اورنگ آباد واپس تشریف لائے۔ یہاں ہدایت محی الدین خاں نے حسین دوست خاں عرف چندہ صاحب کو

۴ صف جاہ کے بعد بہ اغواءے برادر خور دہمت خاں نے بمقام بھوپوری ۷ ار محرم ۱۱۶۲ھ آپ کو جام شہادت پایا۔ آپ کا عرس بھی بلخوری کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ آپ کی بیگم کی قبر بھی یہیں ہے۔ اور ایک حوض بھی ہے۔ اس کے علاوہ دوسری بہت سی قبریں ہیں جن میں عوض خاں۔ ہدایت محی الدین خاں مظفر جنگ۔ متوسل خاں۔ جمال الدین خاں شاہزادہ جنگلی۔ شاہ کریم الدین کی قبور معلوم ہیں۔ سعید الدین سوم تعلقہ دار اور نگ آباد کی قبر پر یہ کتبہ ہے۔

بعد فکرتیں تاریخ ہاتف گفت شد  
ازیں دنیا بے حال بخت شد سعید الدین

۱۱۶۲ھ

شاہزادہ محمد محصوم نہرہ خلد مکان بھی نہیں ہے اس کے پائیں میں سنگ سرخ کی چار دیواری کے اندر کسی شاہزادہ اور شاہزادی کی قبر ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۷۔ متفق کر کے ارکاٹ پر چڑھائی کی جہاں انور الدین خاں بہادر شہادت جنگ نواب مدوح کی طرف سے مامور تھے ابھی یہ لوگ ارکاٹ پہنچنے نہ پائے تھے کہ دوسری طرف سے مظفر جنگ بھی آنے لے اور فرانسیسوں کے گروہ کو جو بھوپوری میں مقیم تھے ساتھ لے کر ۱۱۶۲ھ میں انور الدین خاں کو مار ڈالا۔ نواب صاحب کو جب یہ خبر ملی اور نگ آباد و محمد نواز خاں شمشیر خاں بہادر کے سپرد کر کے آپ ستر ہزار سوار چرا اور توپ خانہ بے شمار اور ایک لاکھ سیادہ فوج لے کر آخر رمضان المبارک میں متوجہ ہوئے۔ ۲۶ ربیع الآخر ۱۱۶۳ھ کو قلعہ بھوپوری (پانڈی جری) پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا تمام دن توپیں چلتی رہیں رات کو جنگ موقوف ہوئی دو سکن شاہ نواز خاں اور محمد نواز خاں نے کچھ ایسی بیڑیاں لائی کہ ہدایت محی الدین خاں کو ساتھ لے آئے نواب صاحب بہت خوش ہوئے فتح کے شادیاں بچھنے لگے اور ہدایت محی الدین خاں کو نظر بند کر لیا۔ ہر چند لوگوں نے کہا کہ ایسا موقع پھر نہ ملے گا اسے قتل کر دینا ہی مناسب ہو لیکن نواب صاحب از بس رحیم و کریم تھے قصور معاف فرما دیا لیکن فرانسیسی آمادہ فساد تھے انہوں نے قلعہ جی (نصرت گڑھ) جو پایہ تخت ملک کرناٹک کا تھا فتح کر لیا۔ نواب صاحب کو کمال غیبت آئی۔ فرانسیسیوں نے بہر والی قلعہ کرناٹک کو ادھر سے توڑ کر ملا لیا اور ساتھ لے کر ۷ ار محرم ۱۱۶۳ھ کو نواب صاحب کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور



”درجاک“ دروازہ ۹۹-۱۰۰ درجاک خانقاہ کے احاطے کے دروازے پر کل طیبہ

اور چکھٹ کے حصہ زیریں پر یہ بیت کندہ ہے

بہ تعمیر اس ہاتھ غیب گفت در باب فیض حسرت تالیف داں

۱۰۹۹ھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۷۔ توپ خانہ سے گزر کر دولت خانہ تک جا پونچے۔ نواب صاحب پچھلی رات کو ہاتھی پر سوار ہو کر آدھوئے کہ افغانہ کو جو ملازم رکاب تھے راہ راست پر لائیں۔ جب ہاتھی نواب صاحب کا بہت خاں بہادر سردار افغانہ کے ہاتھی کے پاس پونجا تو آپ نے فرط نوازش سے ابھی وہ مجرئی نہ کرنے پایا تھا کہ دست شفقت اُس کے سر پر رکھا باوجود اس کے بھی وہ آداب نہ بجالایا آپ نے اُس کی اس حرکت کو براہیگی پر محمول کیا اور چھٹا بھی تھا ابھی اُجالا نہ ہوا تھا آپ نے یہ بھی خیال کیا کہ شاید مجھے پہچانا نہ ہو آپ عاری میں سے قدرے بلند ہوئے اور کہا کہ ”ای برادر یہ وقت کشش اور کوشش کا ہے“ بہت خاں اور اُس کی خواہی میں دوا اور شخص تھے اُنھوں نے ایک دم آپ پر بندوقیں جھونک دیں آپ وہیں شہید ہو گئے۔ بہت خاں نے نواب کا سر کاٹ کر نیزہ پر بلند کیا پھر آخر روز لشکریوں نے آپ کا سر تن سے ملا کر اورنگ آباد روانہ کیا۔ آپ کی شہادت کا مادہ تاریخ ”حسن خاتمہ“ ہے۔ آپ نے صرف دو سال سات مہینے اور دس دن سلطنت کی نواب شہید نے وفات سے چند روز قبل ایک بزرگ سے بیعت کی تھی اور تادم والپسین پابند احکام شریعت رہے۔ آپ بڑے رحم دل۔ صاحب مہذبت اور فصیح الکلام تھے۔ علم موسیقی اور فنِ تصویرگری کا بھی شوق تھا اور طبیعت بہت موزوں تھی اردو اور فارسی دونوں میں اشعار آب دار فرما تھے ہم نمونہ چند اشعار درج کرتے ہیں:-

ناصر کے کہ معترف سو خود نشد

فرزند خاص حضرت آدم بنی شود

ابر دریا دل بدست گو ہر افشاں می رسد

او صدق دامن کشا کارستان می رسد

اگر بوسے آن گل صبا می رساند

بزمِ خم دل ما دوامی رساند

## تبرکات

دروازہ ”درچاک“ کی دونوں طرف خانقاہ اور ایک ایک حجرہ ہی شمالی حجرے میں اسناد جاگیرات اور وہ عامہ جو سلطان المشائخ نے شیخ برہان الدین صاحب کو مرحمت فرمایا تھا اور دیگر تبرکات اور غلاف وغیرہ سامان رہتا ہی اور جنوبی حجرے میں سوے مبارک ہی۔ دروازہ پر ایک چھوٹا سا گنبد بھی بنا ہوا ہی۔

**حیات دالان وغیرہ** ان حجروں کے مشرق میں دو مکانات کا ایک دالان ہی جو حیات دالان کے نام سے مشہور ہی۔ حضرت برہان الدین اولیاء اکثر یہیں تشریف رکھتے تھے اور وہ پتھر بھی موجود ہی جس سے آپ ٹیکہ کا دے کر بیٹھتے تھے۔ یہاں ایک مولسری کا درخت بھی ہی اس مقام پر اور دالان اور عمارتیں بھی ہیں۔ چھوٹا گنبد بھی بنا ہوا ہی اور بہت بڑا درخت کھرنی کا ہی۔ نقار خانہ بھی دو منزلہ ہی۔ یہیں نور شاہ سیال کا حصار ہی جو ایک بزرگ ٹوٹا کے رہنے والے تھے تیس چالیس برس اسی دالان میں ہی۔ مجرد۔ منوکل۔ شب بیدار۔ تہی گزرتے اس کے قریب ہی شاہ پاک ایک بزرگ کا فرما ہی جو اورنگ زیب کے زمانے میں تھے شاہ بہاء الدین عرف باجن صاحب بھی یہیں آسودہ ہیں۔

**حضرت سید زین الدین صاحب رحمہ اللہ** اصل نام سید داؤد حسین تھا۔ شیخ کی طرف سے زین الدین کا لقب ملا۔ آپ سائے میں شیراز میں پیدا ہوئے۔ بعد ازاں مولانا حج آپ دہلی تشریف لائے اور کلام مجید حفظ کر کے تحصیل علم میں مشغول ہوئے اور مولانا کمال الدین سامانہ اور نیز دیگر علمائے دہلی سے سند فضیلت حاصل کی۔ دہلی سے جب سب دولت آباد آئے تو آپ بھی مولانا کمال الدین صاحب کے ساتھ آئے۔ دولت آباد میں آتے ہی آپ کے علم و فضل کی شہرت ہوئی آپ ہمیشہ مسجد میں تفاسیر قرآنی اور احادیث نبوی کا وعظ کیا کرتے تھے اور درس و تدریس کا مشغلہ جاری تھا۔ آپ مذہب صدوقیہ کے

بقیہ صفحہ ۲۲۸۔ دل از من رہا بد بکا کل سپارد ز جامی ستاند بکامی رساند

ہر کجا شمشیر آن مغرور می گرد و بلند گردن نجیر ہم از دور می گرد و بلند

معتقد تھے حال و قال سے متکرو تھے۔ حضرت برہان الدین کا تو غلّ جب سنتے تھے تو چین چین میں  
 ہر جاتے تھے۔ بعض لوگ ایسے تھے کہ وہ آپ کے پاس بھی آتے تھے اور حضرت برہان الدین  
 اولیاء کے بھی معتقد تھے۔ ایک شخص جو زین الدین صاحب کا شاگرد اور برہان الدین صاحب کا  
 مرید تھا آپ سے مصباح المصابیح پڑھنے آیا اور بعد سبق کے حلقہ رسام میں شریک ہوا اس  
 پر کیفیت اور حالت وجد خوب ظاہری ہوئی زین الدین صاحب کو بھی خبر ہوئی دو سکر دن خوب  
 لتاڑا کہ تو بھی ناچنے گانے والوں کی صحبت میں جاتا ہی افسوس ہر کہ تو نے سب بڑا لکھا ڈھو دیا۔  
 اچھائیں تجھ سے ایک بات پوچھتا ہوں سچ بتا کہ فضیلت علم اور دانش مندی میں کون بہتر  
 ہے میں یا تیرا پیر؟ پہلے تو وہ خاموش رہا لیکن جب بہ اصرار پوچھا گیا تو عرض کی بھلا میری کیا مجال  
 ہو کہ آپ دونوں بزرگواروں میں سے کسی ایک کو دو سکر برت فوق دے سکوں۔ سید صاحب  
 برا شفقہ ہوئے اور کہا کہ باوجودیکہ تو میرا شاگرد ہی مگر امر حق نہیں کہتا۔ شاگرد بیچارہ جب مجبور ہوا تو  
 ناچار اس نے کہا کہ علوم ظاہری اور باطنی میں آپ کو فضیلت ہے۔ لیکن حضرت برہان الدین صاحب  
 کو علم باطنی ایسا ہے کہ اس کی گرد آپ کے دامن تک نہیں پہنچی۔ اس بات کو سنتے ہی آپ  
 طیش میں آگئے اور حجب کے اندر جا کر جارتھے دولت آبادی کاغذ کے اٹھالائے (چورشت)  
 ان لغات و سوالات الانجیل سے پڑتھے جو آپ نے تمام عمر میں اس غرض سے چھانٹے تھے کہ نیت ہند  
 کے علماء سے حل کروں گا اور کہا کہ لے یہ اپنے پیر کے پاس جا اور ان کا حل کرالو اور چھ  
 مہینے کی مدت بھی ہرگز تیرے پیر نے چھ مہینے میں جواب دے دیا تو وہ بے شک افضل ہی درہ تیری  
 اس ہرزہ ورائی کی سزا دوں گا۔ وہ سید ہامولینا غریب کے پاس پہنچا آپ نے دیکھے ہی  
 فرمایا کہ آجلد بہت دیر سے میں تیرا منتظر ہوں میں نے پہلے ہی مولوی داؤد حسین کے سوالات کا  
 جواب شافی کئی کئی طرح سے لکھ رکھا ہی حجب میں جا اور آٹھ تختہ کاغذ کے رکھے ہیں وہ لے جا کر ان  
 کو دے دے۔ شاگرد نے منہ مانگی مراد پائی اسٹے پاؤں واپس آیا۔ سید صاحب نے دیکھا تو مسکرا  
 اور سمجھے کہ ناکام واپس آیا جب اس کے ہاتھ میں کاغذ دیکھے تو خیال کیا کہ میرا سودہ واپس لایا۔  
 ہاتھ میں لے کر دیکھا تو متحیر ہو گئے کہ سارے شکوک ان جوابات سے رفع ہو گئے اور پورا پورا جوا  
 ہر ایک سوال کا قل و دل موجود تھا۔ اس وقت آپ کا چہرہ متحیر ہو گیا اور آنکھوں سے آنسو ٹپکے

گرنے لگے۔ بیچ ہر کہ جو شخص اپنی نظر سے دوست کے جمال کو دیکھے گا اپنی غیبتی کی تار بکلی کا عکس اُسے نظر آئے گا۔ اُسی وقت یہ میت پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے :-

معشوق و عشق و عاشق ہر سہ یکیت این جا چوں وصل در گنجی در جب سراں چہ کار آید  
 آپ کے ساتھ آپ کے سارے شاگرد ہوئے۔ سیدھے خانقاہ میں پونچھے برہان الدین غیب کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر اُن کے قدموں پر گر پڑے۔ آپ نے فرمایا ہاں ہاں داؤد حسین یہ امر خلافت شرع شریف ہی۔ سید صاحب نے کہا کہ جب تک میں رسم کو شرع کے خلاف جانتا تھا لغت باطنی سے محروم تھا اور فرمایا :-

دست از طلب نذارم تا کار من بر آید یا جاں رسد بجاناں یا جان ز تن بر آید  
 اور اُسی وقت ۳۷۷ھ میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور حضرت سلطان المشائخ کا دیا ہوا خرقہ خلافت ۱۸ ربیع الآخر ۳۷۷ھ میں آپ کو دے کر زین الدین خطاب دیا۔ حضرت کو اب نئی دنیا نظر آنے لگی۔ مولینا غریب نے فرمایا کہ داؤد کیا جاہل ہی رہو گے یا کچھ پڑھو گے بھی آپ نے عرض کی جو ارشاد ہو۔ مولینا نے فرمایا مصاد العباد جو سلوک کی کتابوں میں ایک عمرہ کتاب ہو پڑھو۔ وہ ایک معمولی کتاب تھی آپ بار بار دیکھ چکے تھے۔ مگر حکم مرشد سبقتاً پڑھنی شروع کی۔ مولینا نے وہ وہ نکات بتلائے کہ ان کے خواب و خیال میں بھی نہ تھے۔ کتاب ختم ہو چکنے کے بعد پھر مولینا نے فرمایا کوئی کتاب پڑھو۔ آپ نے پوچھا کون سی۔ ارشاد ہوا وہی۔ غرض تین مرتبہ از ابتدا تا انتہا ہی ایک کتاب پڑھی مگر جب پڑھی کچھ رنگ ہی اور حق غرض روز بروز مدایج سلوک و کشف و کرامات کھلتے گئے مولینا غریب کی وفات کے تیسرے دن آپ سجادہ خلافت پر متمکن ہو کر مرجع انام ہوئے۔

دہلی وغیرہ کا سفر اور  
 دولت آباد کی واپسی  
 جب دولت آباد سے دہلی کی واپسی کی اجازت مل گئی تو آپ بھی دلی گئے۔ دہلی میں آپ شیخ نصیر الدین صاحب چراغ دہلوی اور تیز دیگر خلفائے سلطان المشائخ سے ملے۔ آپ سے ایک جماعت کثیر نے بیعت کی من جملہ اُن کے شیخ الاسلام صدر الدین دہلی کے مفتی بھی تھے۔ دو ماہ تک آپ برابر حضرت سلطان المشائخ کی روح پر فتوح پر روزانہ ایک کلام مجید ختم فرماتے تھے اور صبح کی

نماز کے بعد روضہ منظر پر شاغل رہتے تھے ایک دن آپ نے یہ بیت سنی ۵  
 بیاساے بچسن خود کہ جیام از تو آسودست تو حسن من برا فرود دی خدا حسنت بیفرزاید  
 چند دنوں بعد سلطان محمد نے آپ سے گزارش کی کہ آپ مختاریں خواہ دہلی میں تشریف  
 رکھیں یا مرضی مبارک ہو تو حرمین شریفین تشریف لے جائیں یا دولت آباد کا ارادہ فرمائیں  
 اگر کہیں جانے کا عزم ہو تو ایما ہو کہ سامان سفر مہیا کر دیا جائے۔ ابھی آپ کا ارادہ کسی طرف  
 جانے کا نہیں ہوا تھا کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور فیروز شاہ تخت پر بیٹھا۔ یہ محمد شاہ سے  
 بھی زیادہ آپ کا معتقد تھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی ۱۸ صفر ۵۲ھ کو خدمت اقدس میں حاضر  
 ہو کر عرض کی کہ حضور کا قیام موجب خیر و برکت دارین ہے آپ ابھی کسی طرف کا قصد نہ فرمائیں  
 حضرت نے فرمایا کہ تم مجھ اس بات سے معاف رکھو میں چاہتا ہوں کہ اپنے پیر کے آستانہ  
 پر مروں۔ فیروز شاہ پاس ادب سے اصرار نہ کر سکا اور سامان سفر مہیا کر دیا اور کچھ نفقہ بھی  
 نذر دیا۔ آپ جب دہلی سے چلنے لگے تو حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی اور بہت سے خلفاء  
 سلطان المشایخ امراء و شاہزادگان شمس حوض تک پہنچائے آئے شیخ نصیر الدین صاحب  
 نے حوض شمس کے کنارے قبلہ رو ہو کر دعا کی اور اپنا عمامہ زین الدین صاحب کے سر پر رکھ کر  
 بہت سے تبرکات حضرت سلطان المشایخ کے دے کر آپ کو رخصت کیا۔ دہلی سے آپ  
 اجودھن (پاک پٹن) تشریف لے گئے۔ جس روز وہاں پہنچے۔ صاحب سجادہ شیخ محمد بن  
 شیخ علاء الدین بن شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہم بابا صاحب کی بشارت پر استقبال کو  
 نکلے اور باوجودیکہ شیخ محمد صاحب کی عمر سو سال سے متجاوز تھی تب بھی سید صاحب کی حرمت  
 و عظمت بے انتہا کی۔ سید صاحب تین شبانہ روز بابا صاحب کے گنبد کا دروازہ بند کر کے  
 مشغول رہے اور نماز کے وقت کے سوا باہر نہیں نکلتے تھے اور شبانہ روز کلام مجید کا  
 ورد تھا تین شبانہ روز زمین بارہ کلام مجید پڑھے اور قریب ایک مہینے کے اجودھن میں رہے  
 رخصت کے وقت شیخ محمد صاحب ایک منزل تک پہنچائے آئے اور بابا صاحب کے  
 بہت سے تبرکات دے کر روانہ کیا۔ وہاں سے آپ اجمیر تشریف گئے اور ایک ہفتہ تک  
 سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے فرار مبارک پر خلوت رہی اور (۲۸)

کلام مجید ختم کر کے بہت سافیش حاصل کیا۔ لوگ کثرت سے آپ کے مرید ہوئے۔ ایک ہفتہ کے بعد دکن کا رخ کیا اور دولت آباد میں قیام فرمایا۔ یہاں ہر کہ وہ آپ کا گرویدہ اور معتقد تھا جس وقت بہرام خاں ماژند رانی حاکم دولت آباد نے بہ اغوائے کھنہ دیو مرشد ہمدان کے سلطان محمد شاہ بھمنی سے بغاوت کی اور سلطان محمد لشکر بے شمار اور فوج جہاز لے کر دولت آباد سے دو کوس دورے ٹھیکہ کیا اس وقت بہرام خاں گھبرایا اور در اقدس پر حاضر ہو کر ہر اشعار پڑھے ۵

کہاں از رخت راحت دل پدید زبان تو ہر مشکے را کلب  
چہ تدبیر کاں شاہ گردوں نسران بیاورد بر ما چنیں ترک و تاز

اس کے بعد اپنا سارا قصہ عرض کر کے کہا کہ اگر حکم ہوتا تو قلعہ کا دروازہ بند کر لیتا ہوں یا جیسا ارشاد ہو۔ آپ نے فرمایا کہ جب تو میرے پاس مشورت کو آیا ہی تو بمصدق المستنار و مؤمن تو میری رائے میں قلعہ کا دروازہ بند کر کے اندر بیٹھ جانا کچھ ٹھیک نہیں بلکہ مال و اسباب کو چھوڑ چھاڑ اپنے بال بچوں کو لے کر گجرات چلے جاؤ۔ بہرام خاں نے وہیں اپنے ہمراہیوں کو بلا جلتے پر تیار ہو گیا آپ نے دست شفقت بہرام خاں اور کھنہ دیو دونوں کی بیٹھ بچھرایا اور کہا کہ جاؤ خدا کے فضل سے سلامتی شامل حال ہو۔ سلطان محمد شاہ نے جب سنا کہ بہرام خاں بھاگ گیا تو مستعالیٰ خاں اور چار سو چراہ سواروں کو بھیج کر گجرات تک پہنچا کیا لیکن حضرت کی زبان فیض رحمان سے نفاس نہ نکل چکا تھا صحیح سلامت گجرات جا پہنچا ان سے بال بھی بیگانہ ہوا اور کھینا ہو کر واپس آیا اور حضرت زین الدین صاحب سے پہلے ہی پر دل تھا اب تو اور بڑک اٹھا۔ پہلے ناراض ہوئے کا سبب یہ تھا کہ آغاز سلطنت میں تمام مشائخین نے حاضر و غایب یا دشاہ سے بیعت کی تھی لیکن آپ نے بوجہ شراب خواری اور منہیات کے مرتکب ہونے کے بیعت سے صاف انکار کر دیا تھا اور فرمایا کہ سلطنت اسی کو زیبا ہے جو شریعت محمدی کا پیرو ہو اور منہیات ظاہری و باطنی سے محترز ہو۔ غرض گجرات سے پلٹ کر بادشاہ نے کھلا بھیجا کہ یا تو آپ میرے پاس آئے ۱۲۷۷ میں بہرام خاں جو حسن گنگو بھنی کا داماد تھا دولت آباد کا گورنر تھا ۱۲۷۷ مشورہ اُس سے کیا جاتا جس پر کہ بھروسہ ہو - ۱۳ -

پاس حاضر ہوں یا بجیت کا اقرار کر کے خلافت نامہ پر دستخط کر دیں۔ قاضی صاحب جو یہ  
پیغام شاہی لائے تھے آپ نے سن کر فرمایا کہ پہلے میری ایک کہانی سن لو پھر جو بات سو  
بات۔ کسی سرکہ میں ایک عالم۔ ایک سید۔ ایک مخنث گرفتار ہو گئے۔ بادشاہ نے کہا ان  
تینوں کو بت خانے میں لے جاؤ۔ ان میں سے جو بت سجدہ کرے اُسے چھوڑ دو۔ اور جو انکا  
کرے اُس کی گردن مار دو۔ پہلے عالم نے اَلَا مَن اٰكْرَهُ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ پَر عمل کر کے بت کو  
سجدہ کر لیا۔ سید نے بھی سجدہ کر لیا اور کہا کہ جو حجت عالم کی ہو وہی میری ہو۔ جب مخنث کی  
نوبت آئی تو اُس نے کہا کہ میں نے اپنی ساری عمر اعمال ناشائستہ اور افعال قلبیہ میں گزرائی نہ  
علم لکھتا ہوں نہ سیادت کہ ان کی آڑ پکڑوں۔ میرا سرمایہ صرف کَلَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ  
کے سوا اور کچھ نہیں اگر میں اس کو بھی کھودوں تو کل قیامت کے دن میرا کیا حال ہو گا میں کسی  
حال میں سجدہ کرنے والا نہیں جان جائے یا رہے۔ میری حالت مخنث کی سی ہو بلکہ مع شریزائید  
نہیں مجلس میں جاؤں گا نہ سلطان محمد کی خلافت کا اقرار کروں گا۔ رہا اُس کا ظلم سو میں  
سامنے ہوں۔ قاضی صاحب نے بادشاہ سے جو سنا تھا کہہ دیا بادشاہ برسر غضب ہوا اور قاضی  
سے کہا ابھی جاؤ اور اُس فقیر سے کہو کہ تمھاری خیر اسی میں ہے کہ میرے شہر سے فوراً نکل جاؤ آپ  
بلا تامل مصلیٰ گندھے پر ڈال اور اُسی وقت حضرت برہان الدین اولیاء کے روضے کی طرف  
چل دیجئے اور خلد آباد میں حضرت کے روضے کے پائین عصا کاڑ مصلیٰ بچھا بیٹھ گئے اور کہا کہ ہاں  
اب دیکھو کہ کون مرد ہو جو مجھے یہاں سے کہے۔ سلطان محمد نے جب یہ حال سنا سخت  
نادم و پشیمان ہوا اور صدر الشریف کے ہاتھ یہ بیت لکھ کر بھیجی اور بہ منت و سماجیت  
عفو و قصیر کا خواہاں ہوا اور کہا بھیجا کہ اب خدا را آپ کہیں اور جائے کا قصد نہ فرمائیں :-  
مَنْ رَانَ تَوَامُ تَوَانِ مِنْ بَاشٍ خُوش بَاشِ عَشَقِ التَّفَانِ  
آپ نے فرمایا فقیر کو کیا کہہ دو اگر سلطان محمد غازی شریعت محمدی کا اتباع کرے۔ شراب خانے  
پر خاست کر دے۔ اپنے باپ کے طریقے پر چلے۔ خود شراب ترک کر دے اور علماء اور فضات  
کو امر معروف اور نہی منکر کا حکم دے تو مجھ سے بڑھ کر اُس کا کوئی ہو خواہ نہیں اور یہ رباعی دست  
خاص سے لکھ کر بھیجی :-

تامن بزم ہسانہ جوئی نہ کنم      جز نیک دلی و نیک خوئی نہ کنم  
 آہنا کہ بجائے من بدیا کر زند      گردست رسد بجز نکوئی نہ کنم

سلطان محمد غازی کا لقب سن کر بہت خوش ہوا اور جب اپنے نام کے ساتھ غازی لگا دیا اور اُسی روز ملک مرہٹو اُٹھی کی حکومت مسند عالی خاں کے سپرد کر کے گلبرگہ روانہ ہوا اور تمام ملک سے شراب خانے اکٹھا دیئے۔ چوراہوں پر ہرنوں اور مفسدوں کے انسداد کے لئے سختی سے احکام اجرا کئے اور ساتھ ہی حکم دیا کہ رہنوں اور قزاقوں کے سر کاٹ کے بھیج دئے جائیں۔ کہتے ہیں کہ چور اور ڈاکوؤں کے اس کثرت سے سر کاٹ کر آئے کہ گلبرگہ میں کئی چبوترے بن گئے۔ الغرض سلطان محمد نے ملک کا خوب انتظام کیا۔ رہنوں کا ختم تک نہ رہا ملک میں امن چین ہو گیا احکام شرع شریف کی پوری تعمیل ہونے لگی اور بادشاہ خود بھی محتاط ہو گیا۔ سید زین الدین صاحب کے تصرف کا ہمہ اثر تھا کہ قلب مامیت ہو گئی اور آپ بھی بادشاہ سے راضی اور خوش ہو کر دست بردار رہتے تھے۔

**برہان پور کی آبادی** جس وقت نصیر خاں فاروقی دالی خاندیس نے قلعہ اسیر کا آساہیہ مسلحہ میں لیا۔ سید زین الدین صاحب بھی مبارک باد کو خاندیس روانہ ہوئے ادھر سے نصیر خاں باخدم و حشم دریاے تاپتی کے بائیں کنارے تک جہاں زمین آباد آباد ہو آیا اور آپ کو قلعہ میں لے جانے کی خواہش کی آپ نے فرمایا کہ مجھے شیخ کا حکم ندی پار ہونے کا نہیں ہو اور وہیں دو ہفتے قیام کیا۔ نصیر خاں حاضر باش رہتا تھا۔ چلتے وقت اُس نے کئی پرگنہ اور وظائف پیش کئے آپ نے کیا کر فقیر لے کر لیا کرے گا۔ ہاں اگر تمھاری خوشی ہو تو ندی کے اُس پار جہاں تم ٹھہرے ہوئے ہو ایک شہر میرے مرشد برہان الدین اولیاء کے نام آباد کر کے اپنا دارالخلافہ بناؤ اور جہاں میں ٹھہرا ہوں یعنی تاپتی کے اس طرف ایک چھوٹا سا قصبہ فقیر کے نام پر بسا دو۔ نصیر خاں اُسی وقت تعمیل حکم میں مستعد ہو گیا اور اپنے دونوں جگہ کے سنگ بنیا در کھے دو سکر دن آپ فاتحہ پڑھ کر دولت آباد واپس ہوئے۔ آپ کی دعا کی برکت سے برہان پور بڑا شہر اور سلاطین فاروقیہ کا دارالحکومت بن گیا برہان پور کی توصیف میں غلام علی صاحب آزاد نے یہ غزل لکھی ہے:-

۱۔ برہان پور اور زین آباد کی آبادی کے متعلق تاریخ فرشتہ کا قول ہم نے نقل کیا ہے۔ نصیر خاں کی دوبیہ توشیح ۱۳۶



فردوز نور بصیرت لقاے برہاں پور  
دماغ عالمیاں راجہ تازگی بخشند  
سواد اعظم اولیں کہ پور افشاں است  
بنام اشرف برہاں دیں غریب نمونہ  
ازہ مقام مقدس کہ اولیا خیر است  
کنہ سیر طوائف فضاے برہاں پور  
وسید روح بہ قالب ہواے برہاں پور  
طراوت چمن دلکشاے برہاں پور  
ز آفتاب زند دم سہاے برہاں پور  
نصیر دلی کشور سناے برہاں پور  
کنہ سیر طوائف فضاے برہاں پور

البقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۵ - حکومت کی ابتدا سنہ ۱۰۸۵ ہجری کو کی گئی بعد یہ دونوں بستیاں آباد ہوئیں اور سید زین الدین صاحب کی وفات ۱۱۰۰ ہجری میں ہوئی پس اس واقعہ کی تطبیق وقت طلب ہے۔ ممکن ہے کہ یہ دونوں بستیاں زمانہ ما بعد میں ان دونوں بزرگوں کے نام پر تینا دہتر کا آباد کی گئی ہوں۔ والہ اعلم بالصواب۔

۱۰ - نصیر خاں ملک راجہ کا بیٹا اور خان جہاں فاروقی کا پوتا تھا۔ خان جہاں سلطان علاء الدین خلجی اور سلطان محمد تغلق کے دربار میں صاحب اعتبار امر ایس سے تھا۔ خان جہاں کے مرنے کے بعد گردش روزگار نے ملک راجہ کو اُس وقت پدیری منصب پر پہنچنے نہ دیا اور ایک مدت دراز پریشانی اور افلاس میں گزری ہزار خرابی اور بصد کو شش فیروز شاہ کے یہاں خاصے کے سواروں میں ملازم ہوا۔ چوں کہ قلت اہوار سے بمشکل بسر ہوتی تھی اس لئے بیکار وقت کو شکار میں صرف کیا کرتا تھا اسی زمانے میں فیروز شاہ گجرات آیا ہوا تھا۔ اس کو بھی شکار کا بہت شوق تھا۔ ایک روز شکار کے پیچھے گھوڑا لا شکار گاہ سے چودہ پندرہ کوس دور نکل گیا۔ نکان راہ اور صعوبت سفر سے بدحواس ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ بھوک پیاس نے غلبہ کیا۔ یکایک دور سے ایک سوار دیکھا کہ دو کتے تازی اور چند شکاری جانور ساتھ لئے شکار کھیل رہا ہے۔ چوں کہ بھوک سے بے تاب تھا اُس سے پوچھا کہ تیرے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے ملک راجہ نے نہایت اخلاق سے عرض کی کہ ہے اور حاضر پیش کر کے ایک طرف موڈ کھڑا ہو گیا۔ فیروز شاہ نے پہلے کھانا کھایا۔ جب حواس درست ہوئے تب اُس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں رہتے ہو۔ ملک راجہ نے آداب بجالا کر عرض کی کہ میں خاں جہاں فاروقی کا بیٹا ہوں اور ملک راجہ پیر نامی اور خاص شاہی ملازموں میں ہوں۔ فیروز شاہ اول تو خاں جہاں کو اچھی طرح جانتا تھا دو سے ملک راجہ کا بھی زیر بار

فتادیس کہ گز لشکر محمد ۹ غبار خیمہ ز بود کو چہ ہاے برہان پور  
بہ زمین ورق ابر خاتمہ آزاد نمود سبز نہائے شتائے برہان پور

حضرت سید زین الدین صاحب کے آخری حالات اور وفات **سید زین الدین**  
درگاہ حد خور کی پشت پر بہ جانب شمال ایک مکان انگ کے نام سے مشہور ہے۔ انگ ترکی لفظ ہے جس کے معنی قلعہ کی دیوار کے ہیں۔ حضرت اسی سادی سی عمارت میں رہتے تھے اور اسی سبب سے یہ جگہ بہت بزرگ خیال کی جاتی ہے۔ اس کے بالا خانہ کی دیواریں جو خاص مقرر حضرت کا تھا اب بھی خستہ حالت میں موجود ہیں۔ اس کے دو احاطے ہیں۔ اندرونی احاطے میں میر حسن کی قبر ہے جو آپ کے مرید تھے۔

نقل ہے کہ ایک لکڑہارا جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا لا کر اسی دیوار سے ٹیکادے کر بیٹھ گیا تھا پوری دیر آرام لے کر لکڑیاں بیچنے کو خانقاہ شریف میں لایا جن لوگوں نے لکڑیاں لیں ہر چند جالیں بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۶۔ احسان ہو چکا تھا اس لئے حکم دیا کہ دربار عام کے وقت ملک راجہ پیش کیا جائے المنقر ملک راجہ دربار عام میں منصب دوہرا دی سے سرفراز ہوا اور تھانیس میں مصافحات خانقاہ کی حکومت کا فرمان عطا ہوا۔ ملک موصوف نے علائہ میں حسن تدبیر اور زور شمشیر جبار کے خاندان کے راجاؤں کو مطیع کیا اور رفتہ رفتہ اس قدر قوت ہم پہنچی کہ خود بادشاہ ہو گیا۔ چوں کہ ملک راجہ حضرت سید زین الدین صاحب کا مرید تھا اور شیخ سے ارادت اور خلافت کا خرقہ پاتا تھا۔ اس لئے مرتے وقت بڑے بیٹے نصیر خاں کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے خلافت اور اجازت اس کے سپرد کی۔ خاندان فاروقیہ میں دو سو سال سے کچھ زاید سلطنت قائم رہی اور خرقہ خلافت بطناً بعد بطن جو ولی عہد ہوتا گیا اس کو پونہ چار بار۔ اس خاندان کا آخر بادشاہ بہادر شاہ گڑراہی۔

۱۵۔ سید محمد صاحب برہان پور کے ایک مشہور ولی ہیں۔  
۱۶۔ دہلی کے باشندے جو ان خوش رو و خوش گلو و ذی علم تھے۔ آپ کی نسبت ایک نہایت حسینہ اور جمیلہ لڑکی سے ہونی تھی لیکن مشکل یہ آن بنی کہ اس پر ایک حاکم جابر بھی فریفتہ تھا اور اپنے

اگر نہ چلیں جو محض آپ کی برکت تھی۔ قدم درویشاں رد بلا مشہور ہو اور یہ خطہ تو حضرت کے اقدام مبارک سے برسوں مفتخر رہا۔ اسی وجہ سے لوگ میت کو اس دیوار کے نیچے سے لے جایا کرتے ہیں کہ رب غفور الرحیم یہاں کی برکت سے آتش دوزخ سے نجات دے رحلت سے تین سال پیشتر سے اب بالا خانہ پر تشریف فرما تھے۔ دو سال پیشتر ایک روز نمازِ حیات کے بعد آپ نے خواجہ شہاب الدین کو بلایا اور مصلے سے اٹھ کر شرقی درجے سے باہر تشریف لائے اور جس جگہ کہ اب مرزا تشریف ہی بتلا کر فرمایا کہ یہاں سے جماعت خانے تک یہ جگہ صاف کرادو گے

**بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۷** - نگار میں لانا چاہتا تھا لیکن میر حسن صاحب کے والد کی سعی مشکور ہوئی اور میر حسن صاحب سے عقد ہو گیا اس خصوص سے حاکم ان کا دشمن جانی ہو گیا آخر کار بے چارے کو کسی مفد میں بھانسن کر جو لیت سے محروم کر دیا اس ذلت اور رسوائی کے سبب آپ دطن کو تیر باد کہہ کر دولت آباد چلے آئے۔ میدان خالی رہ گیا حاکم نے ان کی بیوی کو کھینچا بلایا۔ لیکن قضاے کر دگار اس عورت کا اُس ناہنجار کے مکان میں قدم دھرنا تھا کہ وہ مختلف عوارض میں ایسا مبتلا ہوا کہ اس عقیقہ کی طرف رخ بھی نہ کر سکا۔ میر حسن حضرت کی خدمت میں جا پونچھے ایک دن اشعارِ لغتِ نہایت خوش الحانی سے آپ کو سنار ہے تھے جس سے آپ کو ایسا وجد ہوا کہ ٹھٹھنے لگے اور نہایت مسرور ہو کر فرمایا کہ میر حسن کہو کیا چاہتے ہو تو میر صاحب نے کہا۔

عرض حاجت در حریم حضرت محتاج نیست  
راز کس مخفی نہ ماند بر دل دانای تو  
آپ نے فرمایا اچھا اٹھ اور گوشے میں جا کر قدرت حق کا تماشہ دیکھ۔ میر صاحب نے جا کر دیکھا تو اپنے کو حالتِ اصلی پر پایا۔

کھویا ہوا مال ہاتھ آ یا  
لو اودہ کہ شکر ہی خدایا  
یہ خبر جو ملت مشہور ہو گئی وہ حاکم بدکردار مع اُس زن و فاشعار کے حاضر ہوا اور سارا قصہ دہرا کر اپنی خطا کا قایل ہوا اور عرض کی کہ میں نے اس عورت کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اب یہ سرِ یا خطا کا حاضر دربار ہو آپ میرا دامن اس دھبہ سے پاک فرمادیں۔ آپ نے میر حسن کو بلا کر کہا کہ تیری عورت حاضر ہو اور مرغیر سے پاک ہو اسے لے لے۔ میر صاحب اب وہ میر صاحب نہ تھے ان کو دوسرا ہی عشق تھا۔ عرض کی کہ میں نے کر کیا کروں گا مجھے عورت کی ضرورت نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہی تو اس بے چاری کو کا لعلق کیوں ڈال

ہمارے کام آئے گی۔ جب جگہ صاف ہو گئی آپ نے دوبارہ اُس جگہ دیکھا اور کہا کہ ہمارا  
مرنا جینا بیس ہے۔

خیال در ہمہ عالم بگشت و باز آمد ز خاک کوے تو بہتر نہ دید جائے را  
۳۱ ربیع الاول ۱۰۷۷ء دو شنبہ کے دن کھانسی زکام اور تپ لاحق ہوئی۔ بارہ دن آپ  
علیل رہے سوائے پانی کے غذا حلق سے نہ اُترتی صنف بوجہ غایت ہو گیا مگر بایں ہمہ نماز  
پنج گانہ کھڑے ہو کر ہی پڑھتے تھے۔ فرض تو فرض سنتیں اور نفل بھی کبھی قضا نہ ہوئے۔ یہاں تک  
اہتمام تھا کہ عمامہ بھی کھڑے ہو کر باندھتے تھے۔ ایک خادم نے عرض کی کہ ایسی حالت میں قیام  
آپ سے ساقط ہے آپ نے فرمایا کہ میرا عمل اس حدیث شریف پر ہے مَنْ لَعَنَ تَعَامُدًا وَكُسْرًا وَكَفَّارَةً  
إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى يَكْفِرُ لَهُ ذُنُوبَهُ لَكَ آداب ہوا خلد آباد میں بہت سرد تھی کسی نے آپ سے عرض کی کہ آپ  
دولت آباد تشریف لے چلیں تو اچھا ہے آپ نے فرمایا کہ جہاں میں ہوں وہیں رہنے دو تاکہ میں  
شیخ کے آستانے پر مروں کیوں کہ وہاں جا کر بھی مرا تو آخر مجھے پیس لاؤ گے۔ بروز وفات بھی حسب  
معمول تین مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھی ایک دفعہ شیخ کے لئے دوسری مرتبہ سلامتی خلیق کے لئے اور  
تیسری مرتبہ دفع بلیات کے لئے۔ نماز ظہر سے پہلے جو لوگ حاضر خدمت تھے اُن میں سے  
خواجہ شہاب الدین نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو ہم کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے  
معلوم ہے۔ تھوڑی دیر بعد پوچھا کہ اذان ہوئی۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ وقت تو آگیا مگر اذان بھی  
نہیں ہوئی آپ نے کہا اچھا نماز پڑھو اور خود مصلے پر تشریف لائے۔ بعد نماز آپ کے پاس جو  
کچھ تھا دے ڈالا وہ صرف ایک ساڑی اور تین کیلے اور تھوڑی شیرینی تھی۔ اُس کے بعد فرمایا  
کہ دنیاوی اسباب سے میں صرف اسی قدر رکھتا تھا اُس کو بچرید کیا اب مجھ دہوا۔ غلام سب آزاد۔  
بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۸۔ رکھا ہی طلاق دے دو۔ آپ نے فوراً طلاق دے دی اور بعد القضاے مدت  
عدت وہ عورت اُس حاکم کے نکاح میں آگئی اور وہ دونوں بھی حضرت کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ میر حسن  
صاحب نے حضرت کی حیات میں انتقال کیا اور انگ میں دفن کئے گئے۔ میر حسن قوال کے نام سے مشہور ہیں  
۱۷ جس شخص نے بیٹھ کر عمامہ باندھا یا کھڑے ہو کر یا بیجا مہ پنا اسد تقالی اُسے کسی ایسی بلا میں مبتلا کرتا  
ہے جس کا کچھ علاج نہیں۔ ۱۳۔

کتب خانہ وقف۔ اس کے بعد لیٹ گئے خدام نے کہا کہ آپ کچھ وصیت فرمائیں آپ نے منہ پھیر لیا دوبارہ پھر کہا تو کہا ”منہجے مت بلاد“ یعنی مجھے نہ پکارو۔ غرض آپ نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا۔ عصر کی نماز کا وقت آگیا مگر آپ غشی میں تھے۔ خواجہ شہاب الدین نے قریب آکر پاؤں ہلایا اور کہا کہ نماز کا وقت آگیا فوراً چونک پڑے اور اٹھ کر نماز عصر پڑھی اور بعد ازاں فرض سرسجے میں رکھ کر جان شیشوں جان آفریں کے سپرد کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۲۵ ربیع الاول ۱۱۳۵ھ اتوار کے دن یہہ ساخہ ہوا۔ اور روز دوم آپ دفن ہوئے۔

۲۵ ربیع الاول ۱۱۳۵ھ اتوار کے دن یہہ ساخہ ہوا۔ اور روز دوم آپ دفن ہوئے۔  
**قطعات تاریخ**  
 عاتلے راہم چو سنبل شد پریشانی آراں ۶ شاہ زمین الدین صاحب کچ از دنیا نمود  
 وفات ۱۱۳۵ھ

چوزین الحق در دریاے عشق  
 مرید خاص شاہنشاہ برماں  
 بحق پیوست تار بخش خرد گفت  
 بیم قطرہ بحق وصل بد انسان  
 ۱۱۳۵ھ

**درگاہ شریف** آپ کی درگاہ کے کئی احاطے ہیں۔ جس احاطہ میں گنبد ہو اس میں فرش سنگ سرخ کا ہو دروازہ کے پتوں پر چاندی کے پتھر چڑے ہوئے ہیں اور سیڑھیوں پر بہت عمدہ نقش و نگار کئے گئے ہیں۔ قبر برخلات کے علاوہ ہمیشہ شامیانہ تنا رہتا ہے۔ جس میں شتر مرغ کے انڈے لٹکے ہوئے ہیں۔ فرار مبارک کے سر پہنے یہ کتبہ ہے۔

۱۱۳۵ھ۔ بزرگان دین اور خا صان خدا کا یہی حال ہوتا ہے۔ میری والدہ کے پھوپھو یا شمس العلماء جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب مرحوم محدث دہلوی کا سن شریف بھی سو سال کے لگ بھگ تھا۔ عرصہ تک بیمار رہے۔ جتنی سختیاں ہونی ہوتی ہیں وہ سب دنیا میں ختم ہو جاتی ہیں عاقبت کے مواخذہ سے ہمیں تہیٹ جانے ہیں۔ مولوی صاحب کو جن کو تمام لوگ میاں صاحب کہتے تھے بالکل فریش ہو کر پھر تہیٹ ہو گئے تھے۔ اسی طرح نماز کا حال تھا کہ کتنے بھی غافل ہوں نماز کا وقت آیا کہ کروٹیں بدلنے لگے اور جب تک نماز نہ پڑھ لیتے تھے کسی کل چین نہ پڑتا تھا۔

## بسم الله الرحمن الرحيم

ایں بارجاو خواہیگہ شیخ زین دین است  
 ایں آستان مطلع الیوان مہر و مدہ است  
 شاہنشہ کہ قبلاً امید خلق بود  
 ہر حاجت کہ داری ایں جا شود روا  
 اگر غم بود ز در دسردور روزگار  
 آں روضہ مبارک بر بان اصفیا است  
 رو پاک شود ز جملہ گناہاں دریں دو بحر  
 ہرگز مرید گم نہ کند راہ دین از انکہ  
 چون خاتم است سلسلہ خواجگان حشمت  
 تاریخ بود ہر مقصد و ہفتاد و یک ز سال  
 نقلش بہ بہت و پنج بد از اول بر بیج  
 روز بنائے دہر بوقت اداے عصر  
 ایں روضہ کہ راست شد اندر مہدیام  
 ایمین ز استراق شیاطین ایں سپہر  
 ای مدد کرم نظرے کن کہ روز و شب  
 گنبد کے سامنے پتھر پر یہ کتبہ ہے :-

اِنْ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

ایں قبہ معظم سلطان اولیا است  
 قطب المذاخر و ثاقل الاسلام ہیں  
 کو نایب پیمر و بر بان انبیا است  
 آں کو بحق خلیفہ بر بان اصفیا است  
 اقبال و بخت بندہ نیکان ایں سرا  
 داؤد بن حسین ز سچے کر طفیل او

۱۔ صندل لگانے سے حروف بھر گئے ہیں جو یہ شکل پڑھے جاتے ہیں اور لکڑی کے تختہ پر یہ کتبہ ہونے سے  
 پڑھنا اور بھی شکل ہے۔ شاعری اس زمانے کی جیسی تھی ظاہر ہے۔ ۱۲-

ایں بارجہ شہر است تا خلق روز و شب  
آید امیدوار کہ الوان بار جہ است  
دار و بنائے روضہ ازل زینت و بہار  
خواجہ شہاب آمد و بنیاد باہر است  
از سال فضل خواجہ و بنیاد مقبرہ  
ہفتاد و ہفت صد و یک تہیان باہر است  
داؤد بن حسین تاریخ مہر شد  
نظم بکار بند کہ عنوان سرکش است

گنبد واسے احاطے کے چاروں کونوں پر چار حجرے لڑاؤ کے ہیں جن میں سے ایک میں پیر اہن شریف اور دوسرے حجرہ میں درگاہ کا سامان ہے۔ اس احاطے میں چار درخت موسی کے ایک چینی اور سیلے کا منڈ اور ایک آم کا درخت ہے۔ گوشہ جنوب و غرب میں اورنگ زیب کی قبر ہے علاوہ اس کے شمس الدین فضل اللہ اور مولینا تاج الدین احمد اور مولینا محمد صاحب کے قبور ہیں۔ سنگ مرمر کی چار دیواری میں خان بی بی صاحبہ کا مزار ہے جو حضرت سید زین الدین صاحب کی بی بی تھیں اور شاہزادہ اعظم شاہ اور ان کی بیگم کی قبریں ہیں زمانہ کی قبر کا تعویذ سنگ مرمر کا ہے۔ دوسرے احاطہ میں جسے بیان حجرہ کہتے ہیں شاہزادہ معز کے معصوم بچوں کی قبریں ہیں جن پر سائبان تھا جو اب گر گیا۔ علاوہ اور عمارات کے جن میں لوگ رہتے اور نائزین اترتے ہیں ایک تسبیح خانہ بھی ہے جہاں اورنگ زیب کے حفاظ وغیرہ کلام حبیب پڑھاتے ہیں۔ خلد مکان کے پاس حضرت امیر حسن مصطفی ہدایت القلوب کا مزار ہے جس پر ایک چھوٹا سا گنبد اور سنگ سرخ کا سہ درہ بنا ہوا ہے۔ درچاک کے آگے تین کمانوں کا دالان ہے جس کی بیچ والی کمان بسم اللہ الرحمن الرحیم کلمہ طیبہ اور مرتب شد در سال ۱۰۳۸ ہجری کندہ ہے۔ حاجی رمضان خاں کشمیری سیاح عربہ سے ان ہی دالانوں میں رہتے ہیں۔ اس دالان کے پاس ایک ہاتھ بھر کا گنبد محض بطور صنایع کے بنایا گیا ہے۔

اورنگ زیب  
۱۶۵۹-۱۶۵۷  
ابو المظفر محمد علی الدین اورنگ زیب عالمگیر غازی الرضی قعدہ ۱۲۲۸ھ  
کو گجرات میں پیدا ہوا۔ تاریخ ولادت "آفتاب عالم تاب" ہے شاہزادگی کے زمانے میں بیشتر برہان پور اور خاندیس رہا۔ چون کہ زمانہ دراز تک وکن کی فوج پر سپہ سالاری سے یہی صاحب ہیں جو حضرت شاہ زین الدین صاحب کے ساتھ حج کو گئے اور پھر دہلی اور صلی دو لہا باو آئے۔ ۱۰۳۸ھ میں ہی کا بنوایا ہوا ہے۔ مگر خود ان کی قبر کہاں ہے پتہ نہیں۔ ۱۲-۱۰

کر کے متواتر فتوحات حاصل کرتا رہا لہذا وہ اپنے تمام بھائیوں سے زیادہ سربرآوردہ اور تجربہ کار  
 جنرل تھا۔ <sup>ذی قعدہ ۷۸۵ھ</sup> چالیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ زمانہ شاہزادگی سے مالی و  
 فوجی امور کا کافی تجربہ حاصل تھا۔ تفصیلی امور انتظامِ مملکت میں ایسی کافی دستگاہ رکھتا تھا کہ  
 تخت پر بیٹھنے کے بعد ہر اعتبار سے وہ اس اہم ذمہ داری کے لئے موزوں تھا۔ جسامت دہلی تیلی  
 اور پستہ قد تھا اور لباس و طرز زندگی بالکل سادہ اور فقیرانہ تھا۔ ہمیشہ سفید ملل پہنتا تھا۔  
 شاہ جہاں کی طرح نہ فراخ میں عیش و نشاط تھا نہ شراب چھوٹا تھا بلکہ غذا بھی بالکل سادی اور بہت  
 کم کھاتا تھا اور کبھی رقص و سرود نہ دیکھتا نہ سنتا تھا۔ بیت المال میں سے ایک دھڑی کو ہاتھ نہ لگاتا  
 تھا کلام مجید لکھ کر اور ٹوپیاں کاڑھ کر مصارف ذاتی چلاتا تھا۔ روزے نماز اور احکامِ شرع شریف  
 کا حد درجہ پابند تھا کٹا سنی اور بالکل مذہبی آدمی تھا۔ کوئی کام خلاف شرع اسلام نہ کرتا تھا  
 تھا تو وہ بادشاہ اور بادشاہ بھی کیسا اولوالعزم لیکن اُس کی زندگی ایک بہترین نمونہ تھی جو بالکل  
 شاہانہ تکلفات سے بے برہت تھی۔ اُس کو اپنے آرام و آسائش کا بالکل خیال نہ تھا اُس کا مقولہ  
 تھا کہ بادشاہ کا وجود محض رعایا کی خدمت گزاری اور آرام و آسائش کے لئے ہی۔ درباری شان  
 شوکت اور دھوم دھام سے وہ سخت کا رہ تھا۔ اکبر کی طرح اس میں مذہبی ڈھیل نہ تھی۔ بہت پرستی  
 کا جانی دشمن تھا جو کچھ کام کرتا تھا اُس میں مذہبی جھلک کا عنصر غالب رہتا تھا اور اسی وجہ سے  
 سلطنتِ مغلیہ کا زوال ہوا۔ اور آخر زمانِ سلطنت میں ہندوؤں نے سر اٹھایا جس سے عمر  
 رسیدہ بادشاہ سخت متروک رہا۔ جدھر دیکھو ادھر سازش کا بازار گرم تھا۔ اگرچہ بادشاہ کے چار  
 بیٹے شاہزادہ معظم۔ شاہزادہ اعظم۔ اکبر اور کام بخش تھے مگر ان میں سے کوئی بھی باپ کا ہم درجہ  
 نہ تھا۔ آخر کار اورنگ زیب احمد نگر میں جا بیٹھا وہاں سے شاہزادہ معظم کو اُس نے ایک خط  
 اس مضمون کا لکھا کہ درجب میں پیدا ہوا تو میرے گرد لوگوں کا مجمع تھا اور اب میں تنہا  
 ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میں کیوں زندہ ہوں اور دنیا میں کس لئے آیا تھا۔ افسوس کہ مجھ سے  
 مخلوق خدا کی بہتری کا کوئی کام نہ ہوا۔ خدا میرے دل میں ہے۔ لیکن اپنی تیرہ چشمی کے سبب  
 میں اُس پاک نور کو نہ دیکھ سکا۔ دنیا میں آئے وقت میں کچھ اپنے ساتھ نہیں لایا مگر اب گناہوں  
 کی گٹھری کا بوجھ سر پر ہے جاتا ہوں گے



ہئے تھے جب تولائے تھے کیا ساتھ و اس گم حرمان دیاس نے کے چلے ہیں یہاں سے ہم  
آخری وقت تک کبھی ایک وقت کی نماز قضا نہیں ہوئی مرتے دم تک تسبیح ہاتھ سے نہ چھوٹی  
جب دم نکل گیا تب بھی تسبیح ہاتھ میں تھی۔ نواسی برس کی عمر اور اوائل ماہ ۲۸ رزی قعدہ ۱۱۱۱ھ  
میں نماز صبح کے بعد روح قالب خالی سے پرواز کر گئی **وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانَتْ سُلْطٰنَتُہٗ**  
پچاس برس دو ماہ (۲۸) روز اور بحساب عیسوی پچاس سال تھی۔ اور نگ زیب کی وصیت  
تھی کہ قبر پختہ نہ بنانا نہ کوئی دہوم دہام کرنا۔ ٹوپیاں کاڑھنے سے پانچ روپیہ عیسائی کی بچت ہوتی  
تھی اور یہی رقم اپنی تجیز و تکفین کے واسطے رکھی تھی۔ کلام حمید کی کتابت سے قریب سارھے  
تیرہ سو کے نکلا وہ غریب میں تقسیم کر دیا گیا۔ اگر ایسے خدا ترس اور نیک دل بادشاہ میں تعصب  
نہ ہوتا اور مذہبی تعذیل ہوتی تو سلطنت مغلیہ کا دوسرا ہی رنگ ہوتا۔ بعد وفات دو سو  
دن شاہزادہ اعظم لغش غلہ آباد لایا اور حضرت زین الدین قدس سرہ کی درگاہ شریف کے

گوشہ جنوب و غرب میں دفن ہوا۔

جنازہ لے کے مراجب سوے فرار آئے عدم میں غل چا سپید گئے سوار آئے

اور نگ آباد کی طرف کے دروازہ میں سے ایک اونچی سڑک اندرون آبادی جاتی ہے جس کا  
فرش دو سو تین سو فیٹ تک پتھر کا ہے۔ اور نگ زیب کی قبر شمالی اور جنوبی دروازوں کے  
بچوں بیچ میں ہے جہاں سے (۳۰) گز لمبا پتھر کے فرش کا راستہ فرا کی طرف جاتا ہے۔ یہاں ایک  
بچے ہوئے چھٹے اور دروازے سے گزرنے کے بعد چوتھے ۱۷۷ میں بنا لیا تھا ایک چوکون صحن  
مٹا، جس کی تینوں جانب مکانات ہیں جو بطور مسافر خانے اور مدرسہ کے استعمال کئے جاتے  
ہیں۔ جنوبی رخ پر بچوں بیچ میں ایک نقار خانہ اور مغرب کی طرف ایک بڑی مسجد ہے جس کی صحن  
کا ایک اور دالان بھی مسجد سے ملا ہوا بنا ہوا ہے جس کی سیڑھیاں اتر کر ایک چبوترے کے کنارے  
پر آتے ہیں۔ مسجد کے شمالی سکر پر ایک ٹکڑا ہوا دروازہ ہے جس میں سے اندر والے صحن میں  
جاتے ہیں جس کے جنوب و مشرق میں اور نگ زیب کی قبر ہے۔ اُس کے محاذی ایک لمبا  
پست دالان اور ایک حجرہ ہے جس میں قبر کے خلاف وغیرہ رہتے ہیں۔ دروازہ کی ٹھیک دہائی  
جانب قبر ہے، اور جوہر نگ زیب کی وصیت کے موافق بالکل سیدھی سادھی اور کچی ہے اُس پر فرش دو سو

بادشاہوں کے کوئی گنبد وغیرہ نہیں ہے۔

مولنس مادر لہی فضل خدا تھا لیس ست سایہ ازار رحمت قبر پوش مابس است

مغربی جانب جو سنگ مرمر کی جالی لگی ہوئی، وہ بائیں فینٹ اپنی ہر جہتی آٹھ جالیاں ہیں چار دروازے کے اس طرف چار اُس طرف اس کے اوپر اسی قدر بلند نصف دائرہ کی چوبی جالی ہے دروازہ ہسٹاگوں کی لکڑی کا ہے۔ قبر کا چوترا سنگین ہے جس کے بچوں بیچ میں چھ انچہ اونچی مٹی کی قبر ہے جس پر موسری کے درخت کا سایہ ہے چوترا کے اطراف شامیانہ تاننے کے پتلے پتلے کھم ہیں عرس یا کسی اور خاص موقع پر شامیانہ لگا یا جاتا ہے اور مغرق غلاف بھی قبر پر ڈالتے ہیں یوں سادہ دونوں میں صرف سفید چادر پڑی رہتی ہے۔ خدام اور چوہدار وغیرہ ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ قبر پر باوجود اس سادگی کے خدا وادشان و شوکت ہے کہ آج بھی جو جاتا ہے اس پر ایک عجیب حالت رعب و داب شاہی کی طاری ہوتی ہے۔ یہیں حجرے میں اورنگ زیب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک سیارہ رکھا ہوا ہے جس کو دیکھ کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں کہ اورنگ زیب بڑا خوش نویس تھا۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد ایک وصیت نامہ بچھونے کے تکب کے تلے ملا شاہزادہ اکبر باغی ہو کر جلاوطن ہو گیا تھا۔ اُس سے کوئی بحث باقی نہیں رہی باقی تین شاہزادوں میں اورنگ زیب نے جو سلطنت کی تقسیم کی تھی کوئی بھی اُس پر کار بند نہ ہوا۔ جڑا شاہزادہ اعظم باپ کی وفات کی خبر سننے ہی کابل میں بادشاہ بن بیٹھا۔ شاہزادہ اعظم وکن میں خود مختار ہو گیا۔ ان دونوں نے بڑی بھاری فوج جمع کی اور دونوں کے لشکر آگرہ کے جنوب میں جون شلہ میں بھڑ گئے اور ایک بہت بڑی لڑائی میں شاہزادہ اعظم کو طلی شکست ہوئی جس میں وہ اور اُس کے دو جوان بیٹے مارے گئے۔ فروری شلہ میں شاہزادہ کام بخش کو وکن میں شکست ہوئی اور وہ زخموں سے چور چور ہو کر جان بحق ہوا اب صرف شاہزادہ اعظم رہ گیا اور وہی بہادر شاہ ثانی یا شاہ عالم اول کے نام سے بادشاہ ہوا۔

مزار حضرت سید قاضی کے حوض کے پاس ایک چار دیواری کے اندر حضرت زینو یوسف صاحب سید زینو صاحب کی قبر اس چار دیواری میں آپ کے سوا آپ کے بھائی سید عبداللہ اور حضرت زینو صاحب کی بہن بی بی رابعہ کی قبریں بھی ہیں بعض

لوگ کہتے ہیں کہ زنائی قبر آپ کی بی بی عصمت النساء کی ہے۔ والد علم۔ اصلی نام آپ کا سید یوسف تھا سیاہ فام اور نہایت کریم منظر تھے۔ سید زین الدین صاحب کی خدمت میں ہمیشہ حاضر باش رہا کرتے تھے۔ آپ کو اپنی بدشکلی کا سخت ملال تھا۔ سید صاحب اس امر کو ناگزیر دست شرافت آپ کی بیٹھ پر پھرایا اور فرمایا "تم کو بدشکل کون کہتا ہے تم تو میرے یوسف ہو" اسی دن سے آپ سید زینو یوسف مشہور ہو گئے۔ آپ کی درگاہ کے اندرونی دروازہ پر صرف یا اللہ کندہ ہے۔

**مزار خواجہ لطف اللہ** یہیں ایک احاطہ میں امی کے دو درختوں کے پاس خواجہ لطف اللہ معروف بہ خواجہ بنگا دیا خواجہ بنگالہ کا مزار اور ایک مسجد ہے جس کی چھت تو گر گئی ہے اب صرف دیواریں کھڑی ہیں۔

**مزار امیر حسن اعلائے سنجری** میر حسن یا امیر حسن۔ اصلی نام نجم الدین بابا کا نام اعلائے سنجری تھا۔ سنج ملک سیستان کا ایک شہر ہے۔ بڑے نامور شاعر تھے۔ سلطان علاء الدین بلہین کے بیٹے محمد سلطان خاں شہید کی مدح میں بہت سے قصائد لکھے ہیں۔ اہل ہند آپ کو سعدی ہند کہتے ہیں۔ کلام آپ کا نہایت عمدہ اور بلیغ ہے۔ جامی علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ غزل گوئی میں ان کا ایک خاص طرز تھا۔ غلام علی آزاد بلگرامی کہتے ہیں کہ آپ کے اشعار شہرہ آفاق اور نمک ریز جرات عشاق ہیں۔ ملک الشعراء فیضی کا قول ہے کہ میر حسن شعر گوئی میں ایک ایسی ادا اور آن رکھتا ہے کہ اس کا عاشق ہونا چاہیے۔ حضرت سلطان المشائخ آپ کے اشعار قوالوں سے فرمائش کر کے سنتے تھے شیخ کی زبان فیض ترجمان سے اقوال و حکایات سن کر میر صاحب نے ایک رسالہ فوائد الفوائد لکھا جس کی بر لطف عبارت اور عمدہ نکات و اشارات مقبول خاص عام ہیں۔ امیر خسرو آپ کی تصنیف پر رشک کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت سلطان المشائخ حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی زیارت کر کے حوض شمسی پر تشریف لائے۔ شیخ برہان الدین اولیا بھی ہمراہ تھے۔ میر حسن کو دیکھا جالہ ہو رہا ہے اور شراب کا دو چل رہا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ کو آتے دیکھ ہیہ اشعار پڑھے ۵

سانسا باشد کہ ماہم صحبتیم  
گر ز صحبتہا اثر بودے کجاست  
ز ہمتاں فسق از دل ماکم نہ کرد  
فسق مایاں بہتہ از زہد شہاست

آپ نے یہ اشعار سن کر فرمایا کہ صحبت کا آخر حسن نیت پر موقوف انشاء اللہ وہ وقت بھی جلد آجائے گا۔ ادھر آپ کی زبان سے یہ بات نکلی ادھر میر صاحب کی حالت متغیر ہو گئی سر پر ہنس قدموں پر گر پڑے اور منہیات سے توبہ کر کے مرید ہو گئے اُس وقت میر صاحب کا سن پچاس سے متجاوز تھا چنانچہ خود فرماتے ہیں :-

اے حسن توبہ آنکھ کر دی کہ ترا قوت گناہ نماند

میر صاحب حسن بے مثال اور عقل کمال رکھتے تھے میر خسر و کو ان سے کمال عشق تھا۔ ایک دن سلطان المشایخ بازار جا رہے تھے امیر خسر و ساتھ تھے دیکھا کہ میر حسن ایک دکان روٹی کی لگا بیٹھے ہیں دیکھتے ہی دل ہاتھ سے جاتا رہا نزدیکی جا کر پوچھا روٹی کیوں کر بیچتے ہو؟ میر صاحب نے کہا ایک پلٹرے میں روٹی لکھتا ہوں اور دوسرے میں خریدار سے کہتا ہوں کہ روپے ڈائے جب روپیہ کا پلٹر اچھا جاتا ہی تو خریدار کو خصمت کرتا ہوں۔ امیر خسر و نے کہا اور جو خریدار مفلس ہو تو؟ میر صاحب نے کہا تو پھر روپیہ کے عوض درود نیا لیتا ہوں۔ ادھر تو میر صاحب کے برجستہ جواب سے امیر خسر و کا دل ہاتھ سے جاتا رہا ادھر میر حسن صاحب کو بھی داد طائب واسن گیر ہوئی۔ اُسی وقت دکان کو بالائے طاق رکھ کر کتاب علم کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت سلطان المشایخ کی خدمت میں رہنے لگے۔ چند روز کی یک جائی سے میر صاحب کا ادب امیر خسر و کا اتحاد بڑھ گیا اور دونوں نے ملتان میں محمد سلطان خاں شہید سپہر غیاث الدین بلبن کی ملازمت کی۔ امیر خسر و مصحف بردار اور میر صاحب دوات بردار ہوئے۔ جس وقت سلطان خاں دہلی آیا یہ بھی ساتھ ساتھ آئے۔ رفتہ رفتہ رشتہ اتحاد بڑھ گیا لوگوں نے بدگمانی شروع کی بادشاہ سے اُلٹی سیدھی جا لگائی۔ ان بعض الفتن اشم امیر خسر و نے جب یہ برتان سنا تو اُسی وقت ایک غول کہی جس کا مطلع یہ ہے :-

نہیں دل خود کام کا بن بے سوا گشت خسر و افرمان دل بردن ہمیں بار آور نعت بادشاہ نے سختی سے ان دونوں کا ملنا جلنا بند کر دیا لیکن چوں کہ صحبت سچی تھی بادشاہ کی ممان کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ بادشاہ نے میر صاحب کو بلا کر تعزیر بدلی کی سزا دی۔ مگر میر صاحب کوڑے کھا کر سیدھے امیر خسر و کے پاس پونچے۔ بادشاہ نے ان کی اس حرکت پر سخت تعجب کیا

ایک صاحب اہل دن نے عرض کی کہ یہ محبت محبت مجازی سے عشق حقیقی کو پونہ گئی  
ہو آپ کی دخل دہی ہے کارہی۔ بادشاہ نے امیر خسرو سے بلا کر پوچھا کہ تمہاری محبت خواہش  
نفسانی سے پاک ہے یا نہیں؟ امیر خسرو نے کہا کہ ہم دونوں کے درمیان دونی کا پردہ اٹھ گیا ہے۔  
بادشاہ نے کہا گواہ کون ہے؟ امیر خسرو نے آستین اُٹھ کر اپنا ہاتھ دکھایا۔ اور کہا کہ ع۔  
گواہ عاشق صادق در آستین باشد

بادشاہ نے دیکھا تو واقعی کوڑوں کے نشان تھے۔ اُس وقت خسرو نے یہ رباعی پڑھی:-

عشق آمد و شد چون خم اندر برگ و پوست      ناکرد مرا تھی وہ پر کرد ز دوست  
اجزائے وجودم ہمگی دوست گرفت      نایست مرا برین و باقی سمہ دوست

میر صاحب نے ۶۹ صفر ۸۷۳ھ میں وفات پائی۔ تاریخ وفات ”مخدوم اولیا“ ہے۔ درگاہ  
کے حصار کے باہر گوشہ جنوب و غرب میں کوئی پانچ سو قدم کے فاصلے سے دفن ہیں۔ میر صاحب  
بڑے خریف بھی تھے۔ ایک مرتبہ سخت علیل ہوئے اکثر لوگ عیادت کو آئے۔ امیر خسرو بھی  
تشریف لائے اور پوچھا کہ ”مارامی شناسی کہ ماکیانیم“ اور پھر کہا کہ ”ماچہ کسانیم“ میر صاحب  
نے آنکھ کھول کر کہا کہ ”بندہ سخن اولیم“ لوگوں نے ہنس کر کہا کہ میر صاحب اس وقت بھی  
مراق نہیں چھوڑتے۔ یہاں آپ کو لوگ عموماً حسن شیر کہتے ہیں۔ غلام علی آزا کہتے ہیں کہ یہ  
حسن شاعر کی تصحیف ہے۔ مشہور ہے کہ شیر آپ کے مزار پر آیا کرتا ہے۔ مزار پر چھ عیرات کو خلائق کا ہجوم  
ہوتا ہے کند ذہن طلباء آپ کے آستانے پر شکر چاٹتے ہیں اور غبی ذکی ہو جاتا ہے۔ یہاں اور  
بہت سی قبریں ہیں مگر آپ کی قبر سے ملی ہوئی مشرق میں جو قبر جو عوام کا کہنا ہے کہ یہ آپ کا کتب خانہ  
ہے۔ درگاہ بہت مرمت طالب ہے صدر دروازے پر یہ کتبہ ہے:-  
الہم صل علی محمد و علی آل محمد  
کتبہ محمدی خدام تعمیر برادر اچھو

از حسن عمل نمود عسا بدیر پا      دروازہ تازہ طور محراب نما  
۱۱۹۳ھ

تیسرے احاطے میں میر خود عرف پیر چھو کی قبر ہے جو میر صاحب کے بھائی یا بھتیجے تھے۔ درگاہ  
سے ملا ہوا ایک چھوٹا سا تالاب غلام علی صاحب آزا کا بنایا ہوا مشہور ہے۔ ٹیکسٹری پریر آخون

کا اور وہیں بی بی عائشہ کی قبریں ہیں۔

نمونہ کلام : اوماہ خیراں یک شبے یا خوشی مہاں کن مرا پدا در آفتاب رو خود چوں صبح خنداں کن مرا  
دارم دے آتش کدہ آخر خلیل من تویی بر من فروزاں یک دے آتش گلستان کن مرا  
افگند زلف کافرت اشکالسا در دین من یک بار بناروے خود از سر مسلمان کن مرا  
در کینج فرقت سالسا داؤد ساں نالیدہم بر تخت وصلت پیری یک شب سلیمان کن مرا  
از زہد خشک خویشتن ہستم برآں اول قدم زان مکرچہ شمت مست شد از روز غلطان کن مرا  
گہ بارگاہ عہدہ چندیں چہ نازم میکشی لب بالب من بندہ نہ جاں کندن آساں کن مرا  
مسکین حسن می گویدت او وقت مشاق توں گرامن زایشان نیستم در کارایشان کن مرا

المیر خسر و شہ

آپ کا تذکرہ ہماری کتاب فی الواقع غیر متعلق ہے لیکن  
چوں کہ آپ سے اور میر حسن سے بڑی گاڑھی دوستی تھی ہم نہیں چاہتے کہ میر صاحب کا تذکرہ  
کریں اور امیر خسر و صاحب کو چھوڑ دیں لہذا بالکل علی سبیل الاختصار لکھتے ہیں۔ جن صاحب  
کو تفصیلی حالات دیکھنے ہوں وہ انتظار کریں اس بسو کتاب کا جو علی گڑھ میں خاص اہتمام  
سے زیر ترتیب ہے۔ آپ کا نام ابو الحسن تھا۔ خسر و تخلص کرتے تھے۔ باپ امیر سیف الدین  
بلخ ہزارہ کے امیر زادوں میں تھے جو چنگیز خاں کے زمانے میں ہندوستان آئے۔ امیر خسر و مومن  
آباد عرف پٹیاں میں جو گنگا کے کنارے پیدا ہوئے۔ ان کے والدین نے جس وقت سلطان شاہ  
سے بیعت کی آپ آٹھ برس کے تھے اور باپ کی عمر پچاس سال کی تھی۔ آپ کفار کے ہاتھوں سے  
شہید ہوئے اس وقت امیر خسر نو برس کے تھے۔ انھوں نے باپ کا ایک نہایت درد انگیز  
رہنہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے:-

سیف از سرم گریشت دل من دہیم شد دریاں نہیں رواں شد و دریم شد  
ان کے نانا عماد الملک اولیاء کرام میں سے تھے انھوں ہی نے ان کی پرورش کی اور ایک سو تیر  
سال کی عمر میں قضا کی۔ اگرچہ امیر خسر و کا زیادہ وقت امرا اور بادشاہوں کی صحبت میں گزر ا تھا  
مگر دلی رجحان تصوف کی طرف تھا اور اسی سبب سلطان شاہجہاں کے بڑے مورد عنایت -

یاروفا دار اور محرم اسرار تھے۔ حضرت سلطان المشایخ اکثر ان کو ”ترک المد“ کہہ کر پکارتے تھے

جیسا کہ خسرو کے ان اشعار سے ظاہر ہے :- ۵  
دست ترک المد بگیرد ہم باللمش سپار  
برزبانت چوں خطاب بندہ ترک المد رفت

چوں من مسکین ترا دارم ہمینم بس بود  
شیخ من بس مسد بان و خالقم آمرزگار

چوں کہ میر صاحب حسن لطافت بیان اور فن موسیقی میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اس لئے بعض  
اوقات حضرت سلطان المشایخ آپ کو ترک المد کے سوا ”مفتاح السماع“ بھی کہہ کر پکارتے تھے

شب بیدار تہی گزار تھے۔ چالیس سال صائم الدہر رہے۔ شیخ کے ساتھ ہی حج بھی کیا۔ سیفیتہ الاولیاء  
میں لکھا ہے کہ آپ کے دل میں ایسا سوز و گداز تھا کہ ہمیشہ پیرا ہن قلب پر چلا ہوا ہوتا تھا۔ حضرت

سلطان المشایخ کی خاص توجہ آپ پر تھی اور مورد عنایات خاص تھے۔ حضرت یاروفا فرمایا کرتے  
تھے ام ترک المد میں اپنے وجود سے رنجیدہ ہوتا ہوں لیکن تجھ سے نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ

خضر سے ملاقات ہوئی امیر خسرو نے لعاب دہن کی خواہش کی حضرت نے فرمایا یہ دولت سعدی  
شیرازی کے حصہ کی تھی امیر خسرو نے یہ بات شیخ سے کہی آپ نے اپنا لعاب دہن دیا یہ اُسی کی

برکت ہو کہ قریب سو کتابوں کے نظم و نثر میں آپ کی تصنیف ہیں۔ لعاب دہن جس وقت آپ کے  
منہ میں پڑا آپ نے یہ شعر پڑھا ۵

زلفت از ہر دو جانب خوں ریز عاشقا  
چیزے نمی تو اں گفت رو تو درمیاست

قریب قریب پانچ لاکھ اشعار آپ کی زبان سے نکلے ہیں۔ آپ کا کلام مقبول تمام ہے۔ خالق بابلی  
جو بچوں کو پڑھائی جاتی ہے اور جو لصاب خسرو کے نام سے مشہور ہے آپ ہی کی تصنیف ہے شعر گوئی پر

آپ کو ایسی قدرت کاملہ تھی کہ شہنوی مطلع الانوار جو شہنوی مخزن الاسرار مصنفہ شیخ نظامی گنجوی  
کے جواب میں لکھی ہے دو ہفتے میں تمام کی۔ ایک مرتبہ آپ نے شیخ سے عرض کی کہ میں نہیں چاہتا

کہ قیامت کے دن مجھے خسرو کے نام سے پکاریں کیوں کہ یہ متکبروں کا نام ہے۔ آپ نے فرمایا  
قیامت میں تمہیں ”محمد کاسک لیس“ کہہ کر پکاریں گے۔ امیر خسرو اکثر بڑے بڑے استادوں

پر طعن و تشنیع کیا کرتے تھے حضرت ہمیشہ منع فرمایا کرتے تھے کہ ایسا نہ چاہیے۔ جس وقت حضرت  
نظامی علیہ الرحمہ کے خمسہ کا جواب لکھا حضرت نے آپ کو ڈرایا۔ آپ نے کہا کہ میں تو آپ کی پناہ

میں ہوں مجھے کیا ڈر۔ اتفاقاً اُسی خمسہ کی ایک بیٹ کے جواب میں جب یہ بیٹ کہی ۵  
 کو کبہ خمسہ ویم شد بلسد غلغلہ درگور نظامی فکند  
 فوراً ایک شمشیر برسنہ نمودار ہوئی۔ امیر خسرو نے ڈر کر اُسی وقت حضرت سلطان المشاہد اور شیخ فرید گنج شکر  
 کو یاد کیا وہیں ایک ماتھے ظاہر ہوا اُس نے تلوار کے دار کو اپنے اوپر لیا۔ تلوار آستین کاٹتی  
 ہوئی ایک درخت پر جا پڑی۔ خسرو حضرت کے پاس آئے اور یہ کیفیت عرض کرنی چاہی  
 آپ نے پہلے ہی کٹی ہوئی آستین دکھائی۔ خسرو قدموں پر گر پڑے آپ نے فرمایا ۵  
 خسرو کہ یہ نظم و نثر مشائش کم خواست ملکیت ملک سخن از خسرو ماست  
 ایں خسرو مانا صدمہ خسرو نیست زیر اکہ خدانا صدمہ خسرو ماست  
 خسرو جان و مال سے اپنے مرشد پر فدا تھے۔ ایک مرتبہ ایک سائل حضرت سلطان المشاہد کے  
 پاس آیا۔ آپ کے پاس کچھ نہ تھا دوسرا اور تیسرے دن بھی اتفاقاً کچھ نہ آیا آخر کار آپ نے  
 اپنی جوتیاں اُس کو دے دیں وہ خوش خوش لے کر چلا راستہ میں امیر خسرو ملے جو کسی جہم سے  
 واپس آ رہے تھے۔ ملاقات ہوئی شیخ کی خیریت دریافت کی۔ آپ نے کہا کہ تجھ میں سے  
 مجھے پیر روشن ضمیر کی بو آتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ شاید کوئی تبرک تیرے پاس ہے۔ فقیر نے کہا  
 ہاں غلین مبارک ہیں۔ امیر خسرو نے پانچ لاکھ اشرفیاں دے کر غلین کو لے لیا اور سر پر  
 لکھ کر شیخ کے روبرو حاضر ہوئے حضرت نے فرمایا تم نے تو یہ جوتیاں پانچ لاکھ اشرفی میں سستی  
 خریدیں۔ امیر خسرو نے کہا کہ فقیر نے جو مال گائیں نے بہ تکلف دے دیا ورنہ اگر میری جان اور  
 سارا مال بھی مانگتا تو میں بے دریغ دے دیتا۔ ایک مرتبہ امیر خسرو نے شیخ سے عرض کی کہ  
 میری خواہش ہے کہ دنیا میں آپ کے بعد نہ رہوں اور میری قبر آپ کے پہلو میں ہو۔ جب شیخ  
 کی وفات کا زمانہ قریب آیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ خسرو میرے بعد دنیا میں کم رہے گا جب  
 وہ مرے تو میرے پہلو میں دفن کرنا کہ وہ میرا محرم راز ہے۔ میں بے اُس کے بہشت میں قدم  
 نہ رکھوں گا۔ اگر یہ جائز نہ ہوتا کہ دو شخص ایک قبر میں دفن ہوں تو میں وصیت کر جاتا کہ  
 خسرو کو میری قبر میں دفن کرنا کہ ہم دونوں ایک جگہ ہیں جس وقت شیخ کا وصال ہوا امیر خسرو  
 بادشاہ کے ساتھ بنگالہ میں تھے۔ وفات کی خبر سنتے ہی سارا مال و اسباب راہ خدا میں



وسے دیا اور ملازمت شاہی چھوڑ کر دلی چلے آئے اور لباس سیاہ پہن کر چھ مہینے تک قبر کے پائیس بیٹھ کر رنج و الم میں گزارے۔ ۲۰۰ رذی قعدہ ۱۲۵۵ھ روز جمعہ اور بہ روایت دیگر اریا ۱۸ اشوال سنہ ۱۲۵۵ھ میر خسرو نے چوراسی سال کی عمر میں انتقال کیا اور شیخ کی قبر کے پائیس میں دفن ہوئے۔ انتقال کے بعد بوجیب وصیت کے آپ کو شیخ کے پہلو میں دفن کرنا چاہا مگر لوگ مانع ہوئے کہ دونوں قبریں برابر ہونے میں زائرین کو شبہ ہوگا لہذا آپ کی قبر کے چوتھے کے پائیس میں دفن ہوئے۔

قطعہ تاریخ وفات از نتائج فکر مولینا غلام علی پیر محمد قاسم فرشتہ

میر خسرو خسرو ملک سخن	آن محیط فضل دریاے کمال
نثر اول کش تراز ما معین	نظم اوصافی تراز ما زلال
بلبل بستان سرے داد و دیں	طوطی اشکر مقال بے زوال
از تاریخ سال فوت او	چوں نہاد مہرہ زانوے خیال
شد علیم المثل یک تاریخ او	دیگرے شد طوطی اشکر مقال

۱۲۵۵ھ

۱۲۵۵ھ

بی بی عائشہ قدس سرہا فتوح الاولیاء کے سوا اور کسی کتاب میں آپ کا ذکر نہیں ہے اور وہ بھی ناقص یعنی کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ آپ خلد آباد کب تشریف لائیں لوگوں کا قیاس ہے کہ حضرت عتجب الدین کے ساتھ آئی ہوں گی کیوں کہ برہان الدین صاحب جب دولت آباد آئے وہ وہاں موجود تھیں اسی وجہ سے سلطان المشایخ نے آپ سے دولت آباد آنے وقت کہا تھا کہ میری پیرزادی صاحبہ (بی بی عائشہ) سے غافل نہ رہنا عام خیال یہ ہے کہ آپ بابا صاحب فرید گنج شکر کی صاحبزادی تھیں۔ برہان الدین غریب جس وقت دولت آباد تشریف لائے شیخ کے حکم کی تعمیل میں ہمیشہ جمعہ کے جمعہ نماز کے بعد حاضر ہوا کرتے تھے۔ بی بی صاحبہ کی ایک لڑکی چار دہ سالہ عفت و

عصمت وزہد و تقویٰ سے مستصف صائم الدہر اور قائم اللیل تھیں۔ جو ہمیشہ سیاہ لباس پہنا کرتی تھیں۔ ایک دن بی بی صاحبہ کے پاس صاحب زادی بھی بیٹھی ہوئی تھی آپ اُن کو دیکھ کر مسکرائے بی بی صاحبہ کو یہ نہ ناگوار ہوا اور ملتان زبان میں کہا کہ اگر آساں دھی کے دسٹن جی ضرورت کی طرحی ہے۔ یعنی میری لڑکی کو دیکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ سر سے پانک عرق ہونے لگی اور کہا کہ میں بارگاہ شیخ کا خادم اور ادنیٰ غلام ہوں آپ بھی میری محترمہ محترمہ ہیں بھلا میری مجال ہو کہ کسی اور خیال سے دیکھوں۔ میرے مسکرائے کا سبب یہ کہ صاحب زادی صاحبہ کا ارادہ نکاح کا نہیں ہو اور مجھے بشارت ہوئی ہو کہ آپ سے ایک ولی پیدا ہوگا۔ بی بی صاحبہ متحیر ہو گئیں اور کہا اچھا تم استخارہ کرو۔ برہان الدین صاحب نے آئندہ جمعہ کا وعدہ کیا۔ صاحبہ زادی صاحبہ نے کہا کہ میں خود آج شب کو استخارہ دیکھ کر کل جواب دوں گی۔ دو سہ روز بعد منار صبح اپنی ماں سے کہا کہ عن قریب ایک شخص صحیح النسب ایسی بیسی شکل و شمائل کا آئے گا اور اُس سے میرا نکاح ہوگا چنانچہ چند دنوں بعد ایک بزرگ اسی وضع قطع کے جیسا کہ آپ نے بتلایا تھا مع دو تین خادموں کے آئے اور اُن سے آپ کا نکاح ہو گیا۔ بی بی صاحبہ نے ایک پھٹا پُرانا بوریا اُن کے بیٹھنے کو بھیج دیا اور کہا ذرا توقف کیجئے اور برہان الدین صاحب کو بلا بھیجا آپ نے فرست باطنی سے اُن کے علم و فضل کو پہچان کر مصافحہ کیا۔ بی بی صاحبہ کے گھر میں سوائے اس لباس کے جو باپٹوں کے حجم پر تھا اور کچھ نہ تھا۔ لڑکی کا لباس اتنا کر برہان الدین صاحب کو دھوئے کو دیا آپ نے چلے گئے کہ راستہ میں کئی لوگ ملے انہوں نے جب یہ حال سنا آپ کو واپس لائے اور سب سامان کر دیا اور علمائے شہر کو بلا کر صاحب زادی صاحبہ کا نکاح اُن صاحبہ سے کر دیا جن کا نام سید ضیاء الدین تھا۔ نکاح کے تین دن کے بعد صاحب زادی صاحبہ نے کہا کہ آپ کی حصول خوشنودی میں میرے تین دن کے نوافل فوت ہوئے اگر اجازت ہو تو کوئی نوٹری حسینہ اور جمیلہ تلاش کر کے پیش کروں اور میں اپنے اُسی مشغلہ میں لگ جاؤں جس میں میری عمر بسر ہوئی ہو۔ ضیاء الدین صاحب نے کہا کہ میں بھی چاہتا تھا کہ بس اب آپ مجھے اجازت دیں تو میں سیاحی کروں اور خدا کی یاد میں مصروف ہو جاؤں کیوں کہ برہان الدین غریب کی بشارت پوری ہو چکی ہے۔ صاحب زادی صاحبہ نے کہا کہ میں حافظ قرآن

ہوں اور یہ لڑکا جس کی ولادت کا آپ اظہار کر رہے ہیں حضرت برہان الدین صاحب غریب پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ وہ بھی حافظ پیدا ہوگا ممکن ہے کہ ضبط کلام مجید میں مدت معهود بڑھ جائے تو لوگ متحمس کریں گے اس لئے آپ ہمسایوں کو اس راز سے آگاہ کر کے سفر اختیار کیجئے۔ آپ نے تجھے والوں سے یہ راز بیان کیا اور لڑکے کا نام سید علاء الدین رکھ کر سفر پر چلے گئے اور جاتے جاتے کہہ گئے کہ یہ لڑکا بڑا موحداور محقق ہوگا اور ہمیشہ یاد خدا اور اسرار الہی میں مستغرق رہے گا۔ الغرض نو ماہ کے بعد علاء الدین صاحب پیدا ہوئے آپ کے عقیدہ کے وقت بہت سے لوگ جمع ہوئے اور سب نے حب مقدس دیاد لایا لیکن برہان الدین صاحب نے کہا کہ میں غریب اور مفلس ہوں میرے پاس کچھ نہیں کہ پیش کروں۔ بنی بی صاحبہ نے ازراہ خوش طبعی کہا کہ آپ کو ملک دکن کی ولایت اور پھر مفلس کیسے۔ حضرت نے علاقہ مونگلی پٹن اور خاندیس کی ولایت طفل نومولود کو دی۔ جب سید علاء الدین صاحب سن رشد کو پونچے تو آپ کو ایک حسین طوائف سے پاک محبت ہو گئی۔ ایک روز جمعہ کی شب کو آپ نے چند پتھر اس کے مکان پر پھینکے۔ طوائف کی نایک نے کہا کہ ہم لوگوں کا پیشہ کسب ہو لیکن ہم بھی آج کی رات توبہ کر لیتے ہیں یہ کیسے مسلمان ہیں کہ ہفتہ میں ایک دن بھی گناہوں سے توبہ نہیں کرتے۔ یہ سنتے ہی آپ کے بدن میں لرزہ بڑ گیا اور نہایت نادم و پشیمان ہو کر اس حرکت سے توبہ کی اور فوراً اعتکاف میں بیٹھ گئے اور کئی برس تک باہر نہ نکلے۔ ادھی کھجور اور ایک گھونٹ پانی سے روزہ کھول لیتے تھے۔ چند سال کے بعد ماں نے جب دیکھا کہ بڑی سے چمڑا لگا گیا ہے تو زبردستی اعتکاف سے باہر نکالا دیکھا تو عجوبت غالب تھی۔ جب لوگوں نے سید صاحب کی ریاضت اور مجاہدہ کا حال دیکھا جو جوق جوق بیعت کو آنے لگے۔ جب ارادت مندوں کا زیادہ ہجوم ہونے لگا اور لوگ مجبور کرنے لگے تو آپ نے کہا کہ جس وقت مجھے خرقہ خلافت خواجہ ارکن الدین چشتی سے سرفراز ہوگا جس کسی کا حصہ میرے سلسلہ میں ہوگا اُسے داخل بیعت کروں گا۔ چند روز بعد ایک بڑا قدر آور قوی ہیکل شخص پہلوانوں کی وضع ایک ہاتھ میں کمان اور دوسرے میں پتھر کا ایک بڑا گولہ تھا دولت آباد آیا اور تمام شہر و دیار کے مشائخین کبار کے دروازے پر چکر لگایا کرتا تھا۔ خود بھی بڑا متقی اور پرہیزگار تھا مگر مشد کا مل کی تلاش میں تھا

ایک روز بازی کرتا ہوا سید صاحب کے دروازے پر آیا۔ ولی راوی می شناسد۔ سید صاحب نے فوراً پہچان لیا کہ یہ اہل دل اور جو یان مرشد کامل ہر اپنے کو اس لباس میں چھپائے ہوئے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اے سید نظام الدین اور میں تو طالب خدا ہو کر اپنی اوقات عزیز کو اس طرح ضائع کرتا ہوں۔ یہ سنتے ہی پہلو ان نے جو کمان اور گولہ ہاتھ میں لئے ہوئے تھا پھینک دیا اور قدموں پر گر کر عرض کی کہ میں ایک عرصہ سے اسی آرزو میں پھر رہا ہوں کہ جو شخص مجھے پہچانے اُس سے میں بیعت کروں الحمد للہ کہ آج میری مراد برآئی۔ جو سیدہ یا بندہ اپنے انھیں کو خرقہ خلافت لانے گجرات بھیجا۔ سید نظام الدین کو راستہ میں ایک شخص صوفی منش ملا انھوں نے بمصدق آیہ کریمہ رَاٰنَا لَلْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةً اَنْ سَلَّوْا عَلَیْہِمْ سَلَامًا سے مصافحہ کیا۔ اُس شخص نے نظام الدین سے پوچھا کہ آپ کا عزم کہاں کا ہے۔ نظام الدین نے کہا کہ میں سید علاء الدین صاحب کی طرف سے خواجہ رکن الدین صاحب کے پاس خرقہ خلافت لینے جا رہا ہوں صوفی صاحب نے کہا کہ میں خرقہ خلافت لیکر دولت آباد جا رہا ہوں پھر اچانک بے کار ہو رہے ہیں پلٹ چلو نظام الدین صاحب نے کہا کہ ہاں یہ تو صحیح ہے لیکن حضرت علاء الدین صاحب دانا یان راز آگاہی ہیں کیا اُن کو اتنی بات معلوم نہ تھی اور مجھ پر مرشد کے حکم کی تعمیل لازم ہے میں تو احمد آباد تک جاؤں گا الغرض چند دن میں احمد آباد پہنچ کر خواجہ صاحب کے آستانے پر حاضر ہوئے۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ خرقہ تو میں بھیج چکا ہوں تم ناحق آئے بریں ہم آپ نے ایک خرقہ نظام الدین صاحب کو بھی دیا۔ نظام الدین چند دن خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر رہے ایک دن کہا کہ میری سعادت اور سرفرازی اسی میں ہے کہ خرقہ اپنے پیر کے دست مبارک سے پھنوں خواجہ صاحب بہت خوش ہوئے اور کہا بہت مناسب ہے اور دوبارہ ایک خرقہ علاء الدین صاحب کے واسطے بھی بھجوایا اور بہت سے راز سر لبتہ کہلا بھیجے۔ نظام الدین صاحب علی اللہ دولت آباد آئے اور خرقہ خلافت دے کر خواجہ صاحب کے ارشادات بھی پونچاے۔ علاء الدین صاحب کے بڑے چار خلیفہ تھے سید نظام الدین اور میں مونگی پٹن پر اور وہیں آپ کامزار ہے۔ دوسرے حضرت نعمان چشتی جن کی قبر قلعہ اسیر گڑھ میں ہے۔ اور ملک خاندلیں اُن کے سپرد تھا۔ تیسرے

شیخ فرید پینہاری - جو تھے حضرت خواجہ حسین بن کی قبر دولت آباد میں ہے۔ آپ نے سید نظام الدین کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے انتقال کیا۔ سید علاء الدین صاحب کی قبر کا صحیح پتہ نہیں ہے کہ کہاں ہے بعض کہتے ہیں کہ دولت آباد میں ہی کہیں دفن ہیں اور بعض دوسرے دوسرے مقامات بتلاتے ہیں۔ بی بی عائشہ کی قبر میر حسن اعلاے سبزی دہلوی کے مزار سے جانب جنوب ہے جس کی مرمت نواب بشیر نواز جنگ بہادر صوبہ دار وقت نے اپنی جیب خاص سے کرا دی ہے۔ عرشعبان کو بی بی عائشہ اور ان کی صاحبزادی دونوں کا عرس ہوتا ہے۔

حضرت قاضی حنیف الدین سنائی [ بڑے جید عالم اور سخت متشرع ہم عصر سلطان المشائخ تھے بدعت اور سماع سے بالکل کارہ تھے۔ اکثر کمارتے تھے کہ میں نظام الدین اولیاء سے سب امت علی میں غالب آسکتا ہوں لیکن ان کی کرامات بہت بڑھی ہوئی ہیں۔ قاضی صاحب کبھی مجلس سماع میں شریک نہیں ہوئے اور اس کو خلاف شرع کہتے تھے۔ ایک مرتبہ دہلی میں کوئی فقیر آیا جو آگ جلا کر اسی میں بٹھا رہتا تھا آپ نے اپنے بڑے بیٹے کو بھیجا کہ جاؤ تو اس سے کہو کہ یہ امر خلاف شرع ہے فقیر نے نگاہ گرم سے ان کی طرف دیکھا دیکھتے ہی وہ جل کر کھسک ہو گئے۔ قاضی صاحب نے جب سنا تو کہا کہ الحمد للہ کبیرے لڑکے نے راہ حق میں جان دی اور اسی طرح یکے بعد دیگرے چاروں بیٹوں کو بھیجا جب سب جل گئے تو دو گنا نہ شکریہ کا ادا کیا اور خود تشریف لے جا کر کہا کہ یہ امر خلاف شرع ہے آگ سے باہر نکل آؤ لیکن وہ نہ نکلا اور آپ پر کئی دفعہ نظر ڈالی مگر کچھ اثر نہ ہوا تب ناچار باہر آکر آپ کے قدموں پر گر پڑا۔ قاضی صاحب نے جب دہلی کا یہ حال دیکھا کہ یہاں بدعت کثرت سے رائج ہے تو دہلی چھوڑ کر کعبۃ السدر چلے گئے وہاں سے گجرات واپس آئے اور پوچھا کہ نظام الدین زندہ ہیں لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ قاضی صاحب نے کہا کہ جب تک اس کا وہ زندہ ہیں میں دہلی کا رخ نہ کروں گا۔ گجرات سے دولت آباد چلے آئے یہاں حضرت برہان الدین کا دور دورہ تھا اور مجالس سماع گرم رہتی تھیں۔ چند روز کے بعد قاضی صاحب بہت علیل ہوئے زیست سے ناامیدی ہو گئی حضرت برہان الدین نے عیادت کا ناچاہا آپ نے فرمایا کہ وہ نظام الدین کے خلیفہ ہیں اور گانا سنتے ہیں اور جو شخص نامشروع امر کرتا ہے اس کا منہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ برہان الدین صاحب نے کہا کہ میں تو یہ کہہ کر آیا ہوں قاضی صاحب نے فوراً اپنا

عمامہ بطور پانڈاز کچھو اڈیا۔ برہان الدین عمامہ کو پوسہ دیتے ہوئے آئے قاضی صاحب بہت اخلاق سے ملے۔ قاضی صاحب کا گنبد خلد آباد کے گوشہ جنوب و غرب میں کالی مسجد سے دو گز کے فاصلے پر ہے۔ گنبد کے اندر آیتہ الکرسی اور چند اسمائے الٰہی کندہ ہیں۔ ۲۹ رومی تعدہ کو عرس ہوتا ہے۔ قاضی صاحب کے گنبد کے سامنے دو قبریں میرا برد اور میر گبرو کی ہیں جو حضرت سلطان المشائخ کے قوال کہلاتے ہیں اس کے علاوہ اور بہت سی قبریں ہیں۔

**شیخ بابا جلال صاحب** قاضی صاحب کے گنبد کے پاس آپ کا گنبد ہے جس کا ایک کونا گر گیا ہے۔ آپ دولت آباد میں سناری دروازے کے قریب رہتے تھے۔ سید محمد صاحب سامانی نے اپنی کتاب سیر محمدی میں لکھا ہے کہ شیخ بابا جلال مرد بزرگ اور صاحب نعمت تھے۔ ہمارے خیال میں بابو کا لفظ سہو کتابت ہے اصل میں بابا ہو گا کیوں کہ اُس زمانہ میں بابو کا لفظ مروج نہ تھا۔ آپ کو سماع کا بڑا شوق تھا۔ سماع میں بے خود ہو جاتے تھے اور منہ سے کف جاری ہو جاتا تھا۔ اور عالم بے خودی میں جو زبان سے نکل جاتا تھا ہو کر رہتا تھا۔ سید یوسف راجو قتال صاحب جب دولت آباد آئے آپ کی ملاقات کو گئے آپ کے ساتھ آپ کے فرزند حضرت سید محمد گیسو دراز بھی تھے جن کی عمر چار سال کی تھی آپ نے اس لڑکے کی نسبت جو کلمات فرمائے وہ من و عن پورے ہوئے۔

**شاہ خاکسار صاحب** اصل وطن بیجا پور تھا وہاں سے خلد آباد آئے۔ مجذوب تھے ارادت کا سلسلہ حضرت غوث انقلانی سید شاہ عبد القادر محی الدین گیلانی سے بارہ واسطوں سے ملتا تھا آپ کے فقر و کمال کی وجہ سے لوگ کثرت سے معتقد تھے۔ شاہ اور شاہ زریب کے ادا اہل زمان سلطنت میں آپ نے وفات پائی اور اُسی تکیہ میں مدفون ہوئے یہ کوہستانی مقام ہے۔ خلد آباد سے ڈیڑھ میل گوشہ جنوب و غرب میں ہے۔ یہاں صرت چھوٹے چھوٹے دو گنبد بنے ہوئے ہیں۔ شاہ خاکسار صاحب کا فرامغربی گنبد میں ہے۔ اور دو گنبدیں ان کے بھانجے حافظ عبد الحکیم مدفون ہیں۔ اور باہر چوتھے پر دو گنبد بھانجے شاہ عبد الملک صاحب کا فرامغربی گنبد میں ہے۔ ۲۶ رجب کو بنیتے بنیتے رہ گیا اور بھی بہت سی قبریں یہاں ہیں۔ ایک مسجد اور باولی بھی یہاں ہے۔ ۲۶ رجب کو حضرت خاکسار صاحب کا عرس ہوتا ہے جس کی خراجات کے لئے کچھ زمین ان ہی پیاروں میں ہے۔

کچھ موضع ایسے گاؤں میں ہیں ایک ٹیکڑی پر دو دہادھاری صاحب کا مزار ہے مگر وہ کون بزرگ  
تھیں کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ یہ مقام بہت پُر فضا اور چاروں طرف پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے جو پیش  
سر سبز و سدا بہار رہتا ہے۔ خصوصاً موسم بارش میں فرش خمی دور دور تک بچھا رہتا ہے۔ مشہور ہے کہ خاکسار  
صاحب نے وصیت کی تھی کہ بلا غسل دے دفنانا لیکن لوگوں نے غسل دینا چاہا اور ایک انگلی  
دور کر دی تو خاک ہو گئی معلوم ہوا کہ آپ نے **موتوا میں قبل ان موتوا** یعنی خاک شویش ازاں کہ  
خاک شوی پر عمل کیا تھا اس لئے بلا غسل دے دفن کر دیا۔

**خاکسار تالاب** **۱۱۱ھ** آپ کے گنبد کے شمال کی طرف ایک تالاب آپ ہی کے نام سے  
مشہور ہے جس کے تین طرف قدرتی پہاڑوں کا گنڈ ہے اور چوتھی طرف دیوار بنی ہوئی ہے۔ یہیں عام  
تالاب۔ جامن تالاب اور کورا تالاب ہیں۔ خاکسار تالاب سے۔ دونوں بھی نکالی گئی ہیں۔  
تالاب کی مشرقی حد پر یہ کتبہ ہے۔

”اتمام اعظم السد تا بقیامت قیام باؤ ۱۱۱ھ“

بہارِ سنہ بیہ زمانہ اور نگ زیب کا ہے اور غالباً تیسرے تالاب اور نہریں اسی بادشاہ کے زمانہ میں طیار  
ہوئی ہیں جن سے خلد آباد کے قاضی محلہ۔ چھوٹی بڑی درگاہ۔ بازار۔ سرا۔ کچھری بلغور۔ باغ خان جاں  
باغ بنی بیک کی آبیاری ہوتی تھی۔ تالابوں کی مرست تو اب بھی ہوتی رہتی ہے۔

**سریا گنڈ** مغربی پہاڑی پر ایک چھوٹا سا حوض سریا گنڈ کے نام سے مشہور ہے اسی کے  
پاس کچھ گڑے پڑے مکانوں کے بھی نشان ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے یہاں آبادی تھی۔

**حضرت جلال گنج رواں** **۷۴۴ھ** حضرت سید شاہ جلال الدین گنج رواں بڑے  
صاحب جلال اور خالصان خدا سے تھے آپ بخارا میں پیدا ہوئے۔ خلد آباد میں سب سے  
پہلے بزرگ جو سنہ ۷۴۴ھ میں علاء الدین خلجی کے ہندوستان پر حملے کے چند سال پیش تشریف لائے  
آپ ہی تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید تھے پہلے آپ اگر موضع آٹا سا کہیں رہے جو  
دولت آباد اور روضہ کے درمیان ہے۔ آپ کی تاریخ وفات **۷۴۴ھ** ہے آپ کا مزار شاہ خاکسار کی  
درگاہ سے نصف میل اور خلد آباد سے دو میل جنوب میں ہے۔ یہاں ایک مسجد اور خانقاہ اور  
نقار خانہ بھی ہے۔ زمین قبروں سے بڑی بڑی ہے۔ مسجد کے متصل آپ کے بھانجے شیخ احمد اور شیخ محمود

کی قبریں ہیں اور گنبد کی مشرقی دیوار سے لگی ہوئی پیر تزاری آپ کے فرزند تبتی کی اور دوسری قبریں ہیں گنبد  
مشرق میں ایک پتھر قبلہ رو پونے دو گز لمبا اور ایک گز چھ گز چوڑا نصب ہے جو ایک پتھر کی مسجد کیلانی  
ہے اور مشہور ہے کہ حضرت نے پہلے پہل یہیں نماز پڑھی تھی۔ گنبد کی مغربی دیوار میں باہر کی طرف مسجد  
کے مقابل **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** اور ناولی اور اُس کے بعد **کَلِمَہ طیبہ** اور **اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ**  
**وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖ وَسَلٰم** اور **اَلَا اَعْلٰی لَیْلِہٖمُ الدِّیْنِ** اور تھوڑی سی فارسی عبارت  
کندہ ہے۔ جو طوسی نہیں جاتی مسجد کی جنوبی دیوار میں یہ قطعہ کندہ ہے۔

..... روضہ پاک و منور	کہ خاکش ابروے اہل دین است
جلال الحق کہ بحر معرفت را	ز رشائے تنش موج معین است
کشایم لب لبس از مدح بزرگاں	بہ اوصاف شے کہ حق امین است
..... اور رنگ غازی	کہ برخاک ریش مہ را جبین است
بزرگویش موسیٰ خاں بنا کرد	چنین مسجد کہ بروے آفرین است
ز دل کردم طلب چوں سنال و تاریخ	بہمن خلق کہ طبعش متین است
پیر از جلیباب مغنی زیر و بم گفت	نشان بے زوال کعبہ این است

۱۰۶۷ھ

گنبد کے آگے پیچھے دو درخت ہیں جن کے پھل اکثر بے اولادی عورتیں لے جایا کرتی ہیں۔ ان  
درختوں کی نسبت مشہور ہے کہ ایک تو اُس شاخ سے لگایا گیا ہے جو کہ حضرت کے مرشد نے دی تھی  
اور دوسرا پہلے درخت کی قلم ہے۔ آپ کا عرس ۱۲۵ ذیقعدہ کو ہوتا ہے جس کے مصداق کے لئے  
مواضع سولی بچین اور نادرا آباد جاگیر ہیں۔ درگاہ کے باہر ہاڑی پر دولت خاں ناظر کی مسجد ہے  
جن کی قبر سونا باولی کے قریب گنبدوں میں ہے مسجد کے شمال رخ ایک ٹیکڑے پر بہت سے دیوان  
مکان اور تہ خانے ہیں۔ اس ٹیکڑے کے پورب میں جو زمین ہے وہ موسیٰ خانی قطعہ کہلاتا ہے۔  
یہ موسیٰ خاں وہی ہیں جنہوں نے درگاہ کے مغرب میں مسجد تعمیر کرائی ہے۔ درگاہ سے کاغذی پور  
اور نادرا آباد تک کل زمین ”یوناس نگری“ کے نام سے مشہور ہے۔ جو ایک راجہ ہوگا راہی اس میں

۱۲ برابر پڑھائیں جانا



صد ہا مکانوں کے نشانات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے یہاں مسلسل آبادی رہی ہوگی۔  
**تالاب گنج رواں** درگاہ کی جنوبی دیوار سے ملا ہوا ہے۔ عوام اس کو پریوں کا تالاب کہتے ہیں  
 یہ تالاب لاکھوں روپیہ کے صرفہ سے چاروں طرف گڑے ہوئے پتھروں سے باندھا گیا ہے۔  
 صرف غریب جانب تھوڑے سے حصہ میں پھاڑا گیا ہے۔ چاروں طرف سیڑھیاں ہیں۔ تالاب  
 بہت گہرا ہے جب بھرتا ہوگا تو بے انتہا پانی جمع ہوتا ہوگا اب تو چھوٹا ہوا ہے اور سارا پانی  
 نکل جاتا ہے۔

**حضرت پیر مبارک صاحب** آپ حضرت برہان الدین اولیاء کے مرید تھے۔  
**کاررواں** ۳۳۷ھ - ۳۴۷ھ میں وفات پائی۔ کاغذی پورے  
 کے غریبوں میں سات آٹھ سو گز کے فاصلہ پر اور شاہ جلال الدین صاحب کی درگاہ سے  
 آدھے میل پر آپ کا مزار ہے۔ قبر کا احاطہ ہے۔ یہیں لاڈلے صاحب انصاری کی بھی خام  
 قبر ہے۔

**حاجی نظام صاحب پیشواں** آپ کا مزار کاغذی پورہ میں لب سڑک ہی اس  
 زیادہ آپ کے حالات معلوم کرنے کی ضرورت نہیں کہ آپ چودہ سو اولیاء کے پیشوا تھے  
 اور حضرت شاہ فتح الدین اور برہان الدین صاحب غریب جیسے بزرگ آپ کے مقتدی  
 تھے تو آپ کیسے کچھ باخدا انفس قدسی ہوں گے۔ آپ کی قبر پر گنبد اور احاطہ ہے اور بہ جانب  
 مغرب اسی زمانے کی مسجد بنی ہوئی ہے جس کی مرمت حال میں ہوئی ہے مگر ناقدروانوں نے  
 کتبہ نکال کر آگ ڈال دیا وہ یہ ہے۔

بنیادیں مسجد در عہد خلافت خداوند داراے زمین برگزیدہ رب العالمین الموبد  
 بناسید الرحمن ابوالنجا محمد بن تعلق شاہ السلطان خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ بہ فرمایش بندہ درگاہ  
 ملک الامراء اختیار الدولہ والدین الفخام قتل سلطان الخاطب بہ نصیر الملک ادام اللہ ولتہ  
 فی رابع عشرین۔ بیع الاول سنہ ثلثین و سبعمائتہ۔

۳۴۷ھ

۲۶۱

درگاہ کے دروازے پر نقار خانہ ہے جس پر نوبت جھڑتی ہے۔ کاغذی پورے میں علاوہ حاجی صاحب

اور بہت سے بزرگوں کے مزار ہیں جو برہان الدین غریب کے ہمراہی تھے اُن کے نام نامی ہیں

تاریخ عرس	مدفن
x	مقتل حوض زنبور
۱۲ ربیع الثانی	لب سڑک - - -
۱۶ شعبان	قصاب واڑہ - - -
۲۴ ربیع الثانی	بازار - - -
۱۴ محرم	زیر درخت املی - - -
۳ ربیع الثانی	لب سڑک گنبد خور - - -
"	مقتل گنبد حاجی چند و صاحب
۲۴ /	بڑے درخت کے پاس - - -
"	بڑے درخت کے نیچے - - -
"	اندرون حصار برائے قدیم دولت آباد
"	چبوترہ سنگ بستہ - - -
"	زیر سلامی گھاٹی - - -
"	" " " " - - -
"	تالاب سلطان گڑھ - - -

غلام علی آزاد بنگرامی ۱۱۶۰ھ ۲۵ صفر ۱۱۶۰ھ میں بمقام مدین پور بلگرام صوبہ اودھ

پیدا ہوئے ان کا نسب حضرت عیسیٰ موم الاشبالی بن زید شہید بن حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ ایک جگہ خود فرماتے ہیں :-

گرچہ باشند موم الاشبالی عیسیٰ حدیث عیسیٰ جاں بخش شیراغم ببادا و نفس

ذی علم اور فارغ تحصیل تھے۔ آپ کے تبحر علمی کی شہرت دور دور دیار و امصار عرب و مصر میں تھی۔ ہند میں آپ نے اکتساب علم میر ابو الجلیل سلسبیل سے کیا اور علم ادب میر سید محمد سے

لے شیر کے بچوں کا یتیم کرنے والا جو کہ عیسیٰ ابن زید شیر کے بڑے نسلاری تھے اس لئے یہ لقب پڑ گیا۔ ۱۲

قرآن شریف شیخ محمد حیات سے فصاحت و بلاغت کا اکتساب محمد اسلم سلیم اور شیخ سعدیہ گلشن آبادی سے کیا۔ مرآۃ الخیال میں شیر خاں لودھی نے لکھا ہے کہ آپ آزاد حکیم ابو اسطلی بلگرامی کے نام سے مشہور تھے۔ پہلے ملازمت کی غرض سے دہلی گئے دو سال بعد واپس چلے آئے دوسری بار سیستان گئے اور ۱۲۷۵ھ میں لاہور اور الہ آباد ہوتے ہوئے بلگرام آ گئے۔ ۱۲۸۵ھ میں حج کیا اور مدینہ منورہ میں مولینا محمد حیات السدی المدنی انجمنی سے صحیح بخاری اور صحیح بڑہیں اور سند حاصل کی اور مکہ معظمہ میں شیخ عبدالوہاب طنطاوی المصری المملکی سے فوائد علم حاصل کر کے ۱۲۸۷ھ میں بندر سورت سے دکن میں آئے اور اورنگ آباد میں رہ پڑے اور انتقال کے بعد خلد آباد میں میر حسن اعلاے سنجری کے مزار کے گوشہ غریب و جنوب کے ایک حجرہ میں دفن کئے گئے۔ خلاصۃ الافکار میں لکھا ہے کہ آپ بڑے پایہ کے شاعر تھے۔ آپ کی نظم و نثر دونوں نہایت بلند پایہ کی تھیں۔ اشعار مبالغہ اور بہبودہ خیالات سے پاک اور عمدہ تشبیہات اور دل چسپ استعارات سے مملو تھے۔ عربی کے بھی کئی دیوان ہیں۔ فارسی کا ضخیم دیوان موجود ہے۔ غزلان المند شرح قطعات نعمت خان عالی روضۃ الاولیاء حالات بزرگان خلد آباد میں آپ کی مشہور تصنیفات ہیں۔ آزاد نے تین تذکرے دیبلیقا۔ شہر و آزاد خزانہ عامرہ ۱۲۷۵ھ میں لکھے ہیں۔ آپ برابر سات سال تک شاہ عالم کے دربار میں فارسی و عربی تصانیف میں مصروف تھے۔ ہم عصروں اور دربار میں آپ بڑی عزت و توقیر سے دیکھے جاتے تھے۔ نواب پٹنجاہ کے صاحبزادوں سے آپ کا گہرا دوستانہ تھا۔ آزاد کا انتقال ۱۲۸۰ھ میں ہوا۔

### نمونہ کلام

مسخر کن سواد اعظم نازک خیالی را  
نباشد جز کرامت فکرم کردن فکر عالی را  
بجھیت رساند صیر من آشفتمہ حالی را  
کہ متان دوست میدارند ابریز شکر گالی را  
کہ باشد یک دور درے بوسے خوش خنای سفاکی را

برآزید بسم اللہ تیغ خوش مقالی را  
خیال نازک از جوش نزاکت را ز دل باشد  
چوں آن زلفی کہ بعد از شانہ کردن یار بر بند  
لگا ہے ہست چشم یار را با چشم گریا تم  
چہ روح افزا است آب زندگی در حالت طفلی

زچشم انتظار خاکساران نقش گل دارد بہار کوئے جانان داغ دارد فرشتہ تالی را

دل ویرانہ آزار اور آباد کن یارب

پر یزاد کے کرم فرماے اس میناے خالی را

رباعی

ایکبر تو جلوہ آثار وجود  
ذات تو غفور محض ومن جملہ گناہ

ممنون تو انجہ بہت و غیب شود  
تقصیر معاف عفو باید فرمود

دیگر

سلطان رسل شمع شبستان یقین  
نخل قدا و دریں چمن سایہ فگند

پر واکہ او چہ راغ ماہ و پرویں  
بر فرق جہانیاں نہ بر روے زمیں

دیگر

ہر چند نہ برگے نہ نواے دارم  
اما ز محبت رسول الشقلین

در زاویہ خمبول جائے دارم  
در سینہ بہشت و لکشاے دارم

دیگر

دوشینہ پنجواں حشر دیدم بر پا  
رفتم کہ اجازت طلبم گفت کہ

در بان ارم ستادہ در دست عصا  
گفتم کہ غلام علی ام گفت بیا

قطعہ

ایک صبار و بجز الپسر عم نبی  
کردہ ام خوب تماشا چمن طالیف را

خاک آن روضہ کم از عنبر تر نشانی  
نرسد ہیچ گل او بی گل عباسی



## رگیا رھواں ضمیمہ قلعہ دولت آباد

دولت آباد اور رنگ آباد سے شمال و مغرب میں نو میل پر واقع ہے جو حیدر آباد گوداوری ویلی ریلوے کا اسٹیشن منٹاڑ سے (۶۳) اور حیدر آباد سے (۳۰۹) میل ہے۔ قلعہ میں پہاڑی سلسلہ پر واقع ہے وہ خانہ پور سے دولت آباد اور حالانہ تک پھیلا ہوا ہے۔ ان پہاڑوں کے نام ماہولی۔ کنگورہ اور کنڈاری مشہور ہیں۔ یہ پہاڑ دودناندی کی وادی میں واقع ہیں۔ مغربی حصہ پہاڑوں کا سب سے زیادہ بلند ہے جو (۲۳۰۰) فٹ سے لے کر (۲۴۰۰) فٹ تک سطح سمندر سے اونچا ہے اور سطح زمین سے پانچ سو فٹ بلند ہے۔ مشرقی سمت میں جانبہ کی طرف اس سلسلہ کی بلندی سطح ارضی سے صرف سو ڈیڑھ سو فٹ ہی رہ گئی ہے۔ دولت آباد کے پہاڑ کی بلندی (۳۰۲۲) فٹ ہے اور اورنگ آباد سے (۷۸۶) فٹ اور سطح زمین سے (۶۷۴) فٹ بلند ہے۔ اس کا قدیم نام دیو گڑھ یا دیو گیری تھا۔ سب سے پہلے ۱۲۹۵ء میں مسلمانوں نے قلعہ فتح کیا اور ۱۳۱۱ء میں مستقل طور پر مسلمانوں کی سلطنت میں شریک ہوا۔ ۱۳۲۱ء میں نصیر الدین کو امیر غازی الملک نے قتل کیا اور خود تخت پر بیٹھ کر سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کا خطاب لیا۔ ۱۳۲۲ء میں یاوشاہ نے اپنے بڑے بیٹے محمد فخر الدین جو ناگوجوان خاں کے نام سے مشہور ہے اور نکل بھیج دیا۔ راستہ میں دیو گڑھ سے کچھ اور فوج شامل ہو کر ہمہ پروانہ ہوئے۔ مگر ایک طویل طویل محاصرے کے بعد ناکام واپس آنا پڑا اور شاہزادہ تین ہزار سوار لے کر دیو گڑھ واپس آیا۔ دو سال دہلی سے تازہ دم لشکر کی امداد آئی اور پھر شاہزادہ ملک تلنگانہ کی ہمہ پروانہ ہوا۔ بیدر اور درنگل لے۔ کنگورہ پہاڑ سے موضع کام کھیرے کے پاس نکلی ہے اور (۱۱۵) میل طیارہ یا بیڑھا راستہ طے کرنے کے بعد برہنہ ضلع میں چلی گئی ہے۔ بالآخر پورنا ندی میں جا کر ملتی ہے اور پورنا گوداوری میں گرتی ہے۔ ۱۲

فتح ہوا اور راجہ لدا دیو کو قید کر کے دہلی بھیج دیا جو دہلی پہنچ کر چھوڑ دیا گیا۔ ۱۳۲۳ء میں بادشاہ دہلی میں اپنی جگہ الخ خاں کو چھوڑ کر خود لکھنؤ گیا۔ ۱۳۲۵ء میں بادشاہ ایک خیمے کے نیچے دب کر مر گیا اور الخ خاں سلطان محمد بن تغلق شاہ کے نام سے تخت پر بیٹھا اس نے دہلی سے دیو گڑھ دار السلطنت تبدیل کرنی چاہی جو ہندوستان کے وسط میں تھا اور یہ خیال کچھ بے جا نہ تھا لیکن یہ کام کچھ آسان بھی نہ تھا لوگوں کو از حد صعوبت و تکالیف کا سامنا تھا لہذا یہ قصد ملتوی کیا گیا۔ ۱۳۳۸ء میں بادشاہ کے بھتیجے بہاؤ الدین نے بغاوت کی خواہجہ جہاں اور دوسرے امراء اس کی سرکوبی کو روانہ کئے گئے عساکر سلطانی دیو گڑھ میں آئے اور بہاؤ الدین کو ملک کرناٹک میں بھاگنا پڑا آخر کا بہاؤ الدین کو بیلا دیو نے حوالہ کر دیا اور نہایت سختی سے قتل کیا گیا۔ اسی سال بادشاہ خود دیو گڑھ آیا اور تمام لوگوں کو دہلی سے دولت آباد آئے کا حکم دیا اور دیو گڑھ سے دولت آباد نام رکھا۔ اگرچہ بادشاہ نہایت سیریشی سے لوگوں کی مدد کرتا تھا لیکن پھر بھی دہلی چھوڑنا لوگوں کے لئے سخت مشکل تھا بہت سے راستے ہی میں مر گئے جو لوہے وہ یہاں آن کر مرنے لگے آخر کار بادشاہ نے واپسی کی اجازت دی مگر دہریس بعد پھر بہت سختی سے دولت آباد جانے کا حکم دیا کہ جو نہ جائے گا وہ جان سے مارا جائے گا۔

۵۔ چوہدری سیاح لکھتا ہے کہ ۱۳۳۸ء میں اس حصہ ملک پر ایک ایسے بادشاہ سلطان محمد تغلق کی حکومت تھی کہ جس سے بڑا کوئی بادشاہ نہیں گزرا۔ یہ دلی کا بادشاہ تھا جو اپنے لشکر کے زور پر کئی سال تک ملک گجرات میں لڑتا رہا اور ملک گجرات کو جو کیمبے کے تحت تھا فتح کر لیا اور آخر کار خود اس پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد بادشاہ دہلی نے ازبالائے بالا گھاٹ و بجانگر پر چڑھائی کی۔ بادشاہ کے ہنود بہت معتقد تھے اور اسے ولی سمجھتے تھے۔ ہنود کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ عبادت الہی میں مشغول تھا کہ چار ہاتھ نمودار ہوئے جنہوں نے آسمان پر سے اس پر پھیل برسائے اس نے بہت سے ملک فتح کئے تھے اس کی حکومت میں بہت بڑا حصہ ملک کا تھا۔ اس نے بہت سے بادشاہوں کو اپنا مطیع کر لیا تھا بہتوں کو قتل کیا اور ان کی کھالیں کھجوا کر اپنے ساتھ لے گیا یہاں تک کہ لوگوں نے اسے کھال کھجوانے والے بادشاہ کا خطاب دے رکھا تھا۔ اس بادشاہ کے عجیب و غریب قصے مشہور ہیں۔ ایک دن بادشاہ لباس بدل رہا تھا کہ بندہ کھڑکی میں سے آفتاب کی شعلہ اندر آ پڑی اس پر وہ برا فروختہ ہوا اور کک کہ

اور بے انتہا سختی سے اپنے حکم کی تعمیل کرائی اس طرح دوبارہ ۳۴۱ھ میں بادشاہ دولت آباد کو  
بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۵- یہ کون ہے جس کی اتنی بڑی جرات ہوئی کہ میری خلوت گاہ میں گھس آیا۔  
میں اسے ضرور مار کر رہوں گا۔ ہر چند امرائے عرض کی کہ خداوند نعمت وہ آفتاب کی شعاع تھی۔ آفتاب  
وہ چیز ہے کہ جس سے ہم سب کی زندگی ہو اور آفتاب خدا کا بنایا ہوا آسمان میں ہے اسے کس طرح نقصان  
پونہ پیا جاسکتا ہے لیکن بادشاہ نے ایک نہ سنی اور لشکر کی طیاری کا حکم دیا اور کہا کہ میں ضرور اپنے دشمن  
کے پیچھے جاؤں گا اور اس نے ایسا ہی کیا کہ ایک جم غفیر لشکر کا لے کر نکلا۔ لشکر کی کثرت سے اس قدر  
گرد غبار بلند ہوا کہ آسمان کا نورانی چہرہ دھندلا پڑ گیا تب لوگوں نے عرض کی کہ اب تو بادشاہ کی لشکر کشی  
سے آفتاب روپوش ہو گیا جب کہیں بادشاہ کو سکون ہوا اور کہنے لگا کہ ہاں میں نے آفتاب کو بھگا دیا  
تب لشکر لے کر پٹیا۔ اور دو سہ ماہیہ ہی فوق العادہ حالات اس بادشاہ کے بیان کئے گئے ہیں  
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی وہ بڑے مرتبے کا بادشاہ تھا مثلاً جب وہ ساحل کیر و منڈل پر تھا تو  
اسے خبر ملی کہ یہاں سے کچھ فاصلے پر سمندر میں ایک بہت بڑا جزیرہ ہے جہاں زمین سونے کی ہے اور بہار  
پتھر جو ہرات کے اس جزیرے میں ایک مندر ہے جہاں آسمان سے فرشتے اُترتے ہیں۔ بادشاہ نے  
سننے ہی چاہا کہ جس طرح بن پڑے اس پر قبضہ کرنا چاہیے اُس نے وہاں پونچھے کا ارادہ کیا مگر اس کے  
پاس اس قدر جہاز کہاں تھے جو اتنے بڑے لشکر کو اتار سکتا تو اُس نے لاکھوں چھکڑے مٹی اور پتھر کے  
سمندر میں ڈلوانے شروع کئے کہ میں سمندر کو پاٹ کر اتر جاؤں گا اور لگاتار کوشش سے یہاں  
ایک ہوا کہ بارہ یا پندرہ لیگ تک رستہ بن گیا (مجھ غفلت کے حالات اور اس سے پیشتر کا پرانا قصہ  
راجہ رام چند کے پل بنانے کا جو اُس نے بندوؤں کے لشکر سے بنوایا تھا دونوں قریب قریب ایک  
ہی معلوم ہوتے ہیں اسی پل کو مسلمان لوگ آدم کا پل بھی کہتے ہیں) اور بادشاہ جزیرہ کیلاد (سیلون  
ننگا) تک پہنچ گیا۔ اس بند کو کئی سال کے بعد سمندر نے کاٹ دیا اور اسی کے باقی ماندہ حصے میں چلاؤ  
کے پھل پکڑنے کا اٹھلا حصہ ہے۔ جب ملک نائب (بادشاہ کے سپہ سالار نے) دیکھا کہ خواہ مخواہ اس  
ناممکن العمل کام پر کتنی محنت برباد ہو رہی ہے تو اُس نے دو بڑے بڑے جہاز طیار کر کے اور ان میں سونا  
اور جو ہرات لدا کر جزیرے کے راجہ کے نام سے بادشاہ کے پاس بھجوائے اور راجہ کی طرف سے  
اطاعت و فرماں برداری کا قول و قرار کسلا بھیجی کہ کسی طرح اس بلا سے نجات ملے تب خدا خدا کر کے





دہلی واپس کر دیا اور خود مشرقی ساحل ہند کی طرف بڑھا لیکن درنگل پونچ کر لشکر میں سخت وبا پھیلی اور  
بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۷ - تھا مگر خاندان شاہی سے نہ تھا یعنی ملک فارس سے لڑائی ہوئی۔ محمد تغلق کے  
اولیٰ زمانہ سلطنت میں مغلوں کی ایک کثیر جماعت نے پنجاب پر حملہ کیا اور بڑھتے بڑھتے دہلی تک پہنچ گئے  
بادشاہ دہلی نے ان کو بہت سارے پیسے دے کر ہموار کر لیا۔ صوبہ بنگال کے متعلق یہ کہ محمد تغلق کی سلطنت کے  
پہلے ہی وہ فتح ہو گیا تھا لیکن پھر کچھ سرکشی کی تھی اور دوبارہ مغلوب کیا گیا تھا اس کے زمانے میں غیاث الدین  
مبارک نے جو بادشاہ دہلی کا صوبہ تھا پھر اسے فتح کیا جو تھوڑے ہی دنوں بعد خود مختار بن گیا اور بہادر شاہ کا  
خطاب لے کر اپنا سکہ جاری کر دیا۔ ۱۳۲۷ء میں سکوں کے سکوں میں ملک بنگال کا بادشاہ دہلی کے تحت  
میں ہونا راج ہو کر وہی سال بعد خود مختار بادشاہ کا سکہ چلا دیا لیکن پھر ۱۳۳۳ء میں محمد تغلق نے اپنا سکہ  
ملک بنگال میں جاری کیا اور باغی سردار پر چڑائی کی۔ بادشاہ نے اسے شکست دے کر گرفتار کر لیا  
اور زندہ کھال کچھ کر اس میں بھس بھر داکر سارے صوبے میں پھردیا تاکہ ایسے خود سر صوبہ داروں کا انجام  
معلوم ہو کہ جو خود مالک بن بیٹھے ہیں ۱۳۳۷ء میں محمد تغلق نے گجرات کو فتح کیا۔ پھر دکن کا قصد کیا اور  
دوارا استلام۔ ملیبا اور آنا گندی کو جس کا نام کمپلیا تھا اور درنگل کو فتح کر لیا۔ اس بادشاہ نے دولت جمع  
کرنے کی غرض سے ایک کم قیمت سکے تانبے کا بعض سونے کے ملک میں رواج دیا تھا لیکن اس سے  
ساکھ جاتی رہی اور تجارت بالکل ڈوب گئی۔ جب اس طریقے میں ناکام پایا ہوئی تو خود انہ بھرنے کے لئے  
اس نے بڑے بڑے بھاری محصول لگا کر زراعت کو برباد کیا۔ کاشتکار زراعت کا کاروبار چھوڑ کر لوٹ مار  
پر پل بڑے جس سے ملک تباہ و ویران ہو گیا اور رعایا بے یار و مددگار ہو گئی اور بھوکوں مرنے  
لگی۔ بادشاہ نے انسان کی اتنی بھی پروا نہ کی کہ جتنی کہ کیڑے کی کرتے ہیں اور رہے سے لوگوں کو بھی بھار  
دیا۔ جب کسی حصہ ملک کی رعایا نے سخت اور جاہلانہ مطالبات شاہی کے دینے سے اپنا عجز ظاہر کیا  
تو فوراً بادشاہ ان پر فوج کو اس طرح بھیج دیتا تھا جیسے کوئی شکار پر جاتا ہو۔ وہ لوگ حلقہ ڈال کر جانوروں  
کی طرح آدمیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیتے تھے اور پھر سب کو بلا امتیاز احد سے تیرتیر کر ڈالتے تھے ایسے  
واقعات ایک دفعہ نہیں بارہا پیش آئے اور ایک دفعہ اس نے ہندو کے قدیم شہر قنوج میں قتل عام کر دیا  
جس کی وجہ سے قحط پڑ گیا اور بے چارے ہندو کو ناگفتہ بہ صاحب کا سامنا ہوا جس کے تصور سے دل  
کانپ جاتا ہو۔ جب بادشاہ دیو گیری (دولت آباد) سے پلٹا تو اس کا ایک وادہ گر گیا تھا جس کے لئے

بادشاہ خود بھی بیمار ہو گیا ناچار دولت آباد واپس آنا پڑا۔ آتے آتے بادشاہ نے راستہ میں  
 بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۸۔ اُس نے ایک مقبرہ بڑے مقام پر بنوا دیا جو اب تک موجود ہے۔ لیکن سب سے  
 زیادہ منظم کی مثال قتل باشندگان دہلی کی ہے۔ بادشاہ نے بجائے دہلی کے دیوگیری کو پاسے تخت  
 مقرر کرنا چاہا اور اسی نے اس مقام کا نام دولت آباد رکھا۔ ان دونوں مقاموں میں چھ سو میل کا فاصل  
 ہے۔ بادشاہ نے ایک حکم عام دے دیا کہ سب باشندے دہلی سے دیوگیری چلے جائیں اور لوگوں کے  
 جلا وطن ہونے سے پہلے تمام بڑے بڑے وخت اکھڑا کر اس نئے رستے پر اس سڑے سے  
 اُس سے تک لگوادیئے۔ حکم حاکم مرگ مفاعیات۔ سب کو دلی چھوڑنی پڑی۔ سنگ آمد و سخت آمد  
 اس زمانے میں سڑکیں نہ تھیں اور رستہ کو بندھیا چل اور گھنے جنگلوں میں سے تھا۔ جہاں غذا اور  
 پانی میسر نہ ہوتا تھا نہ ان لوگوں کے لئے جو وہاں پونچ چکے تھے نئے شہر میں رہنے کے مکانات موجود تھے  
 بہت سے آدمی بڑھے اور عورتیں اور بچے توستے کی صعوبت کی تاب نہ لا کر وہاں پونچنے بھی نہ پائے  
 تھے کہ مر گئے۔ آخر کار بادشاہ نے ان لوگوں کو جو گرتے پڑتے وہاں پونچ گئے تھے دہلی واپس چلے جانے  
 کی اجازت دے دی۔ ابن بطوطہ اس قیامت نما واقعے کے وقت موجود تھا اور اُس نے چشم دید یہ واقعات  
 لکھے ہیں۔ بادشاہ نے تمام باشندگان دہلی کو شہر چھوڑ دینے کا حکم دیا لیکن جب معلوم ہوا کہ لوگ  
 پس و پیش کر رہے ہیں تو منادی کرادی کہ اگر کوئی شخص شہر میں مکانات میں یا گلیوں میں ملے گا تو اسے  
 سخت سزا دی جائے گی۔ اس حکم پر سب نکل پکڑے ہوئے لیکن جاسوسوں نے آکر دیکھا تو صرف ایک  
 اندھا آدمی اور ایک فریضہ رلیضہ دو مکانات میں نظر پڑے۔ بادشاہ نے بیمار کو تو سولی چڑھوا دی اور  
 اندھے کو حکم دیا کہ اس کو اس کے پاؤں سے گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ۔ جا جا اُس کے ہاتھ پاؤں زخمی ہو کر  
 جھڑ گئے صرف ایک ٹانگہ دولت آباد تک پہنچی کیوں کہ حکم ہی تھا کہ دولت آباد پونچاؤ اور اس کی  
 تعمیل ضرور تھی۔ جب ابن بطوطہ دہلی پونچا تو وہاں کوئی تنفس باقی نہ تھا اور بالکل سناٹا اور ویرانہ  
 تھا۔ اس بادشاہ کا کچھ عجیب و غریب مزاج تھا توڑے دنوں کے بعد اُس نے دوسرے مقامات کے  
 لوگوں کو حکم دیا کہ دلی میں جا کر بسیں لیکن ایک دن شہر اچڑچکا تھا پھر نہ سکا۔ دن بطوطہ لکھتا  
 ہے کہ جب بادشاہ شہر کو آجا چکا تو اُس نے اپنے محل کے کھڑے پر چڑھ کر دیکھا تو سارا شہر خالی پڑا  
 بھائیں بھائیں کر رہا تھا آگ یا دھوئیں کا کہیں نام نہ تھا تب بادشاہ نے کہا ”وہاں اب میرے

ایک دانت نکلوا یا جس کو بڑی دھوم دھام سے ایک مقبرہ بنوا کر بڑی دفن کرایا۔ پٹن مقام  
بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۹ - دل کو اطمینان ہوا اور میری خواہش پوری ہوئی، ابن بطوطہ اس دربار کا  
ایک ممبر تھا اور اسے بہت سے حالات دیکھنے کا اتفاق ہوا جو وہ لکھتا ہے کہ سلطان محمد تغلق کی  
در عادتیں بہت راسخ تھیں۔ ایک تو داد و دہش اور دوسری خوں ریزی۔ دربار میں روز دیکھا جاتا تھا کہ فقیر  
جس کو چیتھرے لگے ہوئے تھے ان کی آن میں امیر بن گیا پایہ کہ کسی بد نصیب کے قتل کا حکم ہوا۔ بادشاہ ہی  
فیاضی اور بہادری اور مجرموں کے ساتھ اس کی بے رحمی اور سنگ دلی کے افسانے زبان زد خاص و عام تھے  
قطع نظر ان امور کے وہ بہت منکسر المزاج اور نصفت پسند تھا اداے فرانس مذہبی اور نماز کا سختی  
سے پابند تھا اور تارک الصلوٰۃ کو سخت سزا دیتا تھا اس کی تمام عادات میں فیاضی سب سے بڑھی ہوئی  
صفت تھی۔ جو قتل کیا جاتا تھا اس کی نعش محل شاہی کے دروازے پر رکھی جیتی تھی۔ ایک دن محل کی طرف  
گیا تو میرا گھوڑا بدک گیا میں نے دیکھا تو میرے سامنے ہی زمین پر ایک سفید ڈھیر پڑا تھا۔ میں نے  
پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے تو لوگوں نے کہا کہ آدمی کی نعش ہے جس کے تین ٹکڑے کر کے گئے تھے۔ دربار عام میں  
ہر روز سیکڑوں آدمی پایہ زنجیر سامنے لائے جاتے تھے ان کے ہاتھ ان کی گردنوں میں جکڑے رہتے تھے  
اور دونوں پاؤں بھی بندھے ہوتے تھے۔ بعضوں کو قتل کیا جاتا تھا اور بعضوں پر مار پڑتی تھی اور طرح طرح  
کے عذاب دئے جاتے تھے، یہ شخص متضاد صفات کا آدمی تھا۔ خیرات اور داد و دہش اور پابندی مذہب کے  
ساتھ اس میں خوں ریزی کی عادت بد اور آدمیوں کے مرداؤں کی خواہش ایک عجیب و غریب ترکیب  
تھی جو کچھ سمجھ میں نہیں آتی اسی لئے ہنود اسے انسان فوق العادت سمجھتے تھے کہ بظاہر ولی تھا مگر دل شیطان  
کا رکھتا تھا یا ایک شیطان مجسم تھا مگر ولی کی روح اس میں حلول کر گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان محمد تغلق کے  
متعلق زمانہ مابعد میں انواع و اقسام کے خرق عادات مشہور ہو گئے ہیں اور جب دیکھو ایک نئی روایت  
اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ اس بادشاہ کو ہندوؤں سے سخت نفرت تھی۔ تمام فوجی اور رسول  
کے عہد افغانوں کو دے رکھے تھے جو ہندوؤں کی زبان نہ جاننے کے علاوہ ان سے نفرت بھی  
کرتے تھے۔ خاندان تغلق کی سلطنت ۱۲۰۶ء سے ۱۲۶۶ء تک رہی۔ اس میں آٹھ بادشاہ ہوئے  
محمد تغلق نے ۱۲۵۶ء سے ۱۲۶۶ء تک بادشاہت کی۔ اس بادشاہ نے ۶ شوال ۶۸۷ھ  
میں انتقال فرمایا۔

پرباوشاہ نے نصرت خاں کو بیدر کا اور قتلخ خاں اپنے استاد کو ملک مرہٹواری کا گورنر مقرر کیا  
 بادشاہ ابھی تک بیمار تھا ۱۲۴۱ء میں دہلی واپس ہوا اور دو سکر لوگوں کو بھی واپسی کی اجازت  
 دی۔ اس زمانہ کا حال ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ دولت آباد دہلی کے برابر تھا اور چالیس  
 دن میں دہلی سے دولت آباد پہنچتے تھے۔ ترک کے دور ویرسایہ دار و درخت تھے اور  
 ہر ہر منزل پر شاہی محل اور مسافروں کے لئے سرسٹیں بنی ہوئی تھیں جہاں ہر قسم کی اشیائے  
 مایحتاج ملتی تھیں۔ سلطان محمد تغلق نے متعدد عالی شان عمارات دولت آباد میں بنوائیں اور  
 فصیل کے اطراف ایک عیسوی خندق کھدوائی۔ شیخ مبارک لکھتے ہیں کہ بادشاہ نے  
 دولت آباد کو ”کعبۃ الاسلام“ کا نام بھی دیا تھا۔ چونکہ دکن میں سخت قحط تھا لوگ تاب  
 نہ لاسکے اور جو طرف بلوہ کر دیا۔ نصرت خاں بیدر میں باغی ہو گیا جو گرفتار ہوا۔ ذوالفقار خاں  
 کے بھتیجا علی شاہ کو دولت آباد سے گلبرگہ کی تحصیل کرنے کو بھیجا گیا اس نے بیرم خاں سردار  
 گلبرگہ اور نائب بیدر دونوں کو قتل کر ڈالا ناچار قتلخ خاں خود دولت آباد سے علی شاہ کے  
 مقابلے کو چلا اور اسے شکست دے کر قید کر لیا ۱۲۴۴ء میں راجکان ملک تلنگانہ و کرناٹک  
 نے ایک کر کے سوائے دولت آباد کے مسلمانوں کو سب جگہ سے نکال باہر کیا۔ ادھر یہ خرابی  
 ہوئی کہ قتلخ خاں نے دغا بازی شروع کی۔ ۱۲۴۵ء بادشاہ نے اسے معزول کر کے عین الملک  
 کو دولت آباد کا گورنر مقرر کیا اس نے بھی آن کر بغاوت کی لیکن شکست پائی اور خطا بھی  
 معاف کی گئی۔ اس کے بعد مولینا نظام الدین جو قتلخ خاں کا بھائی تھا ملک و دکن کا  
 گورنر مقرر ہوا اس نے جدید نظم و نسق پھیلایا اور چار صوبے و ہر صوبہ ساٹھ میل مربع کا ایک  
 ایک ضلع ایک ایک شوق دار کے تحت مقرر کیا اس طرح قریب سو شوقداروں کے  
 مقرر ہوئے اور قریب ستر لاکھ سالانہ کے مصارف زیادہ ہوئے جس کی وجہ سے آمدنی  
 میں بھی معتد بہ اضافہ ہوا۔ بادشاہ نے اپنے داماد عماد الملک کو براہ کا گورنر مقرر کر کے  
 ایک بڑا لشکر بھیجا جس کا مستقر ایلچیہ تھا۔ یہ بھی حکم بھیجا کہ قتلخ خاں نے جو خزانہ جمع کیا ہے  
 راستہ محمدشہ ہونے سے دہلی نہیں بھیجا جاسکا وہ قلعہ دولت آباد میں بہ حفاظت رکھا جائے  
 مطالبہ جات کی سختی کی وجہ سے گجرات اور دولت آباد کے لوگ بد دل ہو گئے اور بغاوت

کر بیٹھے۔ محمد تعلق خود گجرات گیا اور مجد الملک اور سپہر تھا نیسری دو شخصوں کو ہنگامہ فرد کرنے کے لئے دولت آباد بھجوا یا اور اسی طرح ایک شخص عزیز نامی جو ذات کا چمار تھا بیدر بھیجا گیا۔ یہ لوگ پنج ذات کے تھے ان کی سختیوں سے لوگ اور بھڑک گئے۔ گجرات کا بلوہ ۱۳۴۷ء میں بادشاہ کے خود جانے سے فرو ہو گیا لیکن بعض باغی مغل امراء کی بنا میں دولت آباد بھاگ گئے۔ بادشاہ نے نظام الدین کو حکم دیا کہ بندہ سو سوار مع چند امراء کے فوراً دولت آباد بھیجے جائیں بظاہر تو یہ لوگ امداداً بھیجے جاتے تھے مگر درپردہ مقصود یہ تھا کہ وہاں پونج کر ان کو بھی قید کر لیا جائے لیکن پہلی ہی منزل پر سپہر انفاش ہو گیا امیروں نے محافلین کو قتل کیا اور دولت آباد پونج کر نظام الدین کو قید کر لیا اور مجد الملک اور سپہر تھا نیسری دونوں کے سر قلم کر لئے اور قلعہ کے خزانہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ ان امراء نے اپنی طرف سے اسماعیل خاں کو تخت پر بٹھلایا ہندو راجاؤں نے بھی سراطاعت خم کیا اس طرح ملک دکن میں ایک عام بد نظمی پھیلی ہوئی تھی۔ محمد تعلق بڑا جری بادشاہ تھا وہ خود دولت آباد پونجا اور سب باغیوں کو مغلوب کر کے ان کے سردار اسماعیل خاں کو قلعہ دولت آباد میں گرفتار کر لیا۔ حسن گانگو اور دو سکے باغی سردار سپہر اور گلبرگہ کی طرف بھاگے جن کے تعاقب کو بادشاہ نے عماد الملک کو بھیجا لیکن ابھی یہاں کا انتظام برابر نہ بیٹھنے پایا تھا کہ پھر گجرات میں شورش ہوئی۔ بادشاہ نے عماد الملک کو یہاں کا گورنر مقرر کیا اور کیوان الدین اور دوسرے امراء کو یہاں کے انتظام کے لئے چھوڑ کر خود گجرات پونجا اور شورش کو ٹھنڈا کیا۔ ادھر حسن گانگوی کے ساتھ باغیوں نے مل کر عماد الملک پر پوروش کی اور اسے قتل کر ڈالا یہ حال دیکھ کر کیوان الدین اور اس کے ساتھی سب گجرات بھاگ گئے۔ میدان خالی تھا حسن گانگوی شہر دولت آباد میں داخل ہوا اور قلعہ کے لوگ اس سے آن لے۔ اسماعیل خاں خود کنارہ کش ہو گیا اور حسن گانگوی علاء الدین حسن گانگوی ہمینی کا لقب لے کر بادشاہ بن بیٹھا۔ محمد تعلق کا دل چھوٹ گیا اس کا ارادہ تھا کہ گجرات کا انتظام کرنے کے بعد دکن کی خبر لوں گا لیکن موت نے جملت نہ دی اور ۱۳۵۷ء میں اس کی موت کے ساتھ دکن ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کے خاندان سے نکل گیا اس کے بعد قلعہ دولت آباد باری باری سلاطین بہمنیہ۔ نظام شاہیہ اور مغلیہ کے

قبضہ میں رہا اور آخر کار مغلوں نے ۱۶۲۳ء میں محاصرہ کر کے فتح کیا۔ اس محاصرہ کی کیفیت بادشاہ نامہ میں عبدالحمید لاہوری نے حسب ذیل لکھی ہے۔ حمایت خاں نظام پور میں نظام شاہ کے مکان میں رہا کرتا تھا اس نے توپ خانہ اور سامان حرب اپنے بیٹے طہر اسپ کے سپرد کر کے حکم دیا کہ کاغذی پورے کے پہاڑ پر سے برابر گولہ باری جاری رہے فتح خاں نظام شاہ کو کالے کوٹ میں جو قلعہ کا پچھلا حصہ اور سب سے زیادہ مستحکم مقام ہے لے کر بیٹھ گیا اور وہ خود محاکوٹ میں جو قلعہ کا بڑا حصہ ہے جا بیٹھا اور قلعہ کی فوج کا بڑا حصہ عنبر کوٹ میں تھا۔ یہ حصہ قلعہ کا سب سے زیادہ مضبوط حصہ تھا۔ مغلوں نے قلعہ سر کرنے کے لئے بہت سے ہتھیار کئے آخر کار فصیل میں ایک رخسہ پڑا اور عنبر کوٹ کا ناصری خاں نے محاصرہ کر لیا۔ رندوہ خاں اور شاہ جی نے جو علی الترتیب بیجا پور اور مرہٹوں کے لشکر کے سردار تھے محصورین کی طرف سے زور مارا اور برابر کی طرف نکل جانا چاہا مگر ناکامیاب رہی۔ فتح خاں اپنے زمانے کو کالے کوٹ میں بھیج کر محاکوٹ کے بجائے کالے پوری طرح آمادہ ہو گیا اور ایک بڑی سنگ اڑادی لیکن جب کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی تو آخر کار اپنے بیٹے عبدالرسول کے ذریعہ سے صلح کی درخواست کی اور کنبیاں قلعہ کی بھیج دیں۔ قلعہ کی جمعیت ناصری خاں کے قبضے میں آگئی وہ فتح خاں اور حسین نظام شاہ دونوں کو لے کر ظفر نگر (اورنگ آباد) چلا گیا۔ اس کے غیاب میں مرادی پنڈت نے جب دیکھا کہ قلعہ میں تھوڑی جمعیت رہ گئی ہے اور سردار تھوڑے ہی تو پھر ایک دفعہ قلعہ چھین لینے کی کوشش کی لیکن مرادی پنڈت پس پا ہوا اور خاں خاناں بھی اس اثناء میں دولت آباد پہنچ گیا اور غنیم ناسک کی طرف واپس گیا۔ حسین نظام شاہ اور فتح خاں دونوں قید کر کے اسلم خاں کے ساتھ دربار میں بھیج دیئے گئے۔ حسین نظام شاہ کو قید کر کے قلعہ کو الیا ریس بھیج دیا اور فتح خاں نے بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لی۔ اس زمانے کی دولت آباد کی حالت ٹیورنیر سیاح نے یہ لکھی ہے کہ قلعہ میں ایک کثیر تعداد عمدہ توپوں کی ہے جن کے گولے دراز انگریز یا لینڈ کے باشندے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ جس پہاڑ پر اب قلعہ بنا ہوا ہے اس سے تھوڑا بلند ایک اور پہاڑ بھی ہے لیکن اس پر جانے کا راستہ سوائے اس کے کہ اسی قلعہ کے

اندر سے جائیں اور نہیں ہے۔ یہاں ایک ڈچ انجنیر تھا جو ۱۵-۱۶ سال سے ملازم تھا وہ ہر چند اپنے ملک کو بھرتی و رخصت واپس جانا چاہتا تھا لیکن کسی طرح پروانگی نہیں ملتی تھی راجہ جو سنگھ سپہ سالار جو سید واجی کے مقابلہ پر بھیجا گیا تھا دولت آباد سے گراہیدہ انجنیر بھی ان سے ملنے گیا اور راجہ نے اس سے فرمائش کی کہ اس بلند پہاڑ پر اگر ٹوپ چڑھا دے تو رخصت دے دی جائے گی۔ انجنیر نے بہ ہزار وقت و اشکال پہاڑ پر ٹوپ چڑھا دی اور راجہ صاحب کی سفارش سے بادشاہ نے انجنیر کو رخصت بھی دے دی۔ چنانچہ ۱۹۶۷ء میں وہ اپنے ملک کو چلا گیا۔ تھیو میناٹ سیاح نے دولت آباد کا حال یوں لکھا ہے کہ یہ شہر مغلوں کے تسلط کے قبل بالا گھاٹ کا دارالسلطنت اور بڑی تجارت گاہ تھا لیکن اب اورنگ آباد مرکز تجارت ہے جس کو اورنگ زیب نے اپنی گورنری کے زمانے میں آباد کیا۔ یہ شہر بہت بڑا اور عرض کم اور لمباں میں دو رنگ چلا گیا ہے اس کے اطراف پختہ فصیل ہے جس کے برجوں پر توپیں چڑھی ہوئی ہیں۔ اگرچہ فصیل اور برج منایت مستحکم ہیں لیکن یہ قلعہ مغلوں کے تمام مقبوضات میں سب سے زیادہ مستحکم ہونے کی صفت یہی وجہ نہیں ہے۔ بلکہ قلعہ قدرتی طور پر ایک بیضیوی شکل کے پہاڑ پر واقع ہے جس کے چاروں طرف شہر کی آبادی پھیلی ہوئی ہے۔ قلعہ کے واس میں پہاڑ کی قدرتی فصیل ہے جس کے اوپر قلعہ بنا ہوا ہے جس پر بادشاہ کا محل ہے۔ مجھے ایک فرانسیسی سے جو دو سال تک قلعہ کے اندر رہا معلوم ہوا کہ علاوہ اصلی قلعہ کے اس کے اندر اور تین قلعے بڑا کوٹ۔ جنر کوٹ۔ اور کالا کوٹ ہیں۔

**اندرونی حصہ** اندرونی دروازے سے نکلنے کے بعد پچاس ساٹھ گز آگے بڑھ کر ایک بہت بڑا چوتھا دروازہ ملتا ہے جو کالا دروازہ ملتا ہے۔ یہاں سے سڑک سیدھی جاے پانچویں دروازے کی طرف ٹرتی ہے۔ دس بارہ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد چھٹا دروازہ ملتا ہے جس کی مستطیل ڈیوڑھی ہے جس میں اہل ہندو کے زمانے کی ایک ٹوٹی پھوٹی عمارت باقی ہے۔ پچاس ساٹھ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد ساتواں دروازہ ملتا ہے جس کی بائیں طرف سے ہندو راجاؤں کے قدیم محل کا دروازہ ہے اس سے تھوڑی دور آگے آٹھواں دروازہ ہے جس کی داہنی طرف چینی محل کا کھنڈر ہے۔ چینی محل کے اوپر وار ایک گول برج ہے۔ جس پر ایک

بڑا بھاری مینڈا توپ چڑھی ہوئی ہے یہاں سے چند گز پر وہ تنگ راستہ ہے کہ جس کے سوا  
 دوسرا نہیں جہاں سے قلعہ کے بالائی حصہ میں داخل ہوتے ہیں اس جگہ بھی بدون اس ٹپل  
 کے عبور کئے کے نہیں پونجہ سکتے جو خندق کے اوپر پڑا ہوا ہے۔ یہ خندق بارہ سینے پانی سے  
 لبریز ہوتی ہے اور سو فیٹ عمیق ہے۔ اس کی بائیں جانب پھر ہندوؤں کے بوسیدہ محل کے کھنڈر  
 ہیں پل سے آگے بڑھ کر ایک تنگ راستہ ملتا ہے جو اس غلی سے کوتاہ کیا گیا ہے کہ وقت واحد  
 میں ایک سے دوسرا آدمی نہ جاسکے اگر ایک آدمی تلوار تان کر اوپر کھڑا ہو جائے تو جو آتا  
 جائے نہ آسانی اس کا سر جھٹکے کی طرح اڑا دے سکتا ہے۔ یہاں سے نکل کر ہم اورنگ زیب  
 کے بنائے ہوئے ایک بلند برج پر پلو نہجتے ہیں۔ اول تو اس جگہ سے صحیح و سلامت  
 گورنا ہی مشکل ہے اور چونچ کر نکل بھی جائے تو آگے دو اندھیری یاں ملتی ہیں ایک چھوٹی  
 ایک بڑی جن میں دن کے وقت بھی اندھیرا گھپ رہتا ہے اور بدوں مشعل کے راستہ نہیں سوچتا  
 یہ اندھیری یاں پہاڑ میں کاٹ کر ایسی کشادہ اور وسیع بنائی گئی ہیں کہ بے تکلف گھوڑے پہ سوار  
 جاسکتا ہے اور بڑی اندھیری میں جو بہت لمبی ہے ایک طرف ایسی سرنگ بنائی گئی ہے جو قلعہ کے  
 باہر بہت دور پر لگتی ہے۔ چھوٹی اندھیری (۶۰) فیٹ لمبی ہے اور دوسری اس سے ڈیڑھ سی۔ پہلی  
 اندھیری بارہ ہونے کے بعد ایک چھوٹا سا صحن ملتا ہے جس کی ایک جانب کچھ ٹوٹی پھوٹی سیڑھیاں  
 ایک شکستہ محل کی ہیں۔ بڑی اندھیری کے ختم پر ایک ڈیڑھ سی ملتی ہے جس کے کئی نقش و نگار  
 کے ستون ہیں۔ اس کے بعد پھر ایک بڑی سرنگ ہے جس میں بہت سی کوٹھڑیاں پہاڑ میں کھود کر  
 بنائی گئی ہیں جس میں جمعیت کے لوگ بطور محافط کے رہا کرتے تھے۔ یہاں سے چند سیڑھیاں چڑھ کر  
 ایک چبوترہ ملتا ہے پھر (۴۳) فیٹ کی چڑھائی کے بعد اور ایک چبوترہ ۳۰ x ۲۰ فیٹ کا ملتا ہے اس  
 مقام پر ایک بڑا آہنی تورا رکھا ہوا ہے۔ اول تو غنیمت یہاں تک پونجہ ہی نہیں سکتا اور جو کسی طرح گزرتا  
 پڑتا پونجہ بھی جائے تو راستہ کے منہ پر تو اڈھاک کر آگ دہکا دیتے تھے کہ گرمی کی تپش اور دھوپیں  
 سے دم گھٹ کر وہیں مرجائیں چوں کہ آگ بلا ہوا کے نہیں چل سکتی اس لئے یہاں ایک سوراخ  
 بھی بطور روشن داں کے پہاڑ میں کھود دیا گیا ہے۔ اس چبوترے کے پاس ہی فقیر سلطان صاحب  
 کی درگاہ ہے جس کے صحن میں بہت سی شکستہ ٹوٹیں اور بنادین پڑی ہوئی ہیں اور ایک توپ



پھیرنے کا چرخ بھی ہے۔ یہاں ایک احاطہ کی دیوار بھی باقی ہے جو کوئی محصور جگہ تھی جس کے بائیں طرف ایک برج پر ایک توپ چڑھی ہوئی ہے۔

کوٹری ٹانگہ ایساں سے سپرے ہاتھ کی طرف ایک پہاڑی چشمہ کوٹری ٹانگے کے نام سے مشہور ہے۔ اگرچہ یہ چشمہ بہت بلندی پر واقع ہے تاہم صاف شفاف پانی موجود ہے جس کا پانی اس قدر تھرا ہوا ہے کہ کوٹری ڈالو تو تہ میں صاف نظر آتی ہے اور پانی اس قدر شیریں لطیف اور خنک ہے کہ برف کو بھی مات کرتا ہے۔ اس سے تھوڑے فاصلہ پر اور ایک چشمہ ہاتھی تالاب کے نام سے مشہور ہے جو ۲۰ × ۳۰ فٹ ہے۔

بارہ درہ قلعہ کی چوٹی پر پونچتے پونچتے آدمی کا دم چڑھ جاتا ہے اور پسینے میں شرابو ہو جاتا ہے لیکن بارہ درہ کی پختہ سنگین اور ہوادار عمارت میں قدم رکھتے ہی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے بہت بھلے معلوم دیتے ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا کرہ نار سے کرہ زمہر میں آگئے جس سے لنگان اور کوفت جاتی رہتی ہے۔ قلعہ کے سب سے بالائی حصہ پر ایک بارہ درہ اور نگ زیب کی بنوائی ہوئی قابل دید ہے۔ یہ وہی مکان ہے جو قلعہ کی بلندی پر دور دور سے سفید سفید دکھلائی دیتا ہے۔ بارہ درہ ہشت پہلو بنی ہوئی ہے جس کا صحن مربع اور چاروں طرف وسیع دالان اور برآمدے ہیں۔ موسم گرما میں شاہ جہاں اور اورنگ زیب یہیں آکر رہتے تھے۔ اس کی بلندی پر سے سارے مقامات بہتیلی میں معلوم دیتے ہیں۔ نیچے کے آدمی باشتیئے اور سڑکیں پتلی پتلی لکیریں نظر آتی ہیں۔ جو طرف کے بلند بلند پہاڑ اور گھاٹیاں مٹلی لباس میں دھکی ہوئیں ایک ایسا پر لطف منظر ہے کہ جس سے کسی طرح دل سیر نہیں ہوتا۔ بارہ درہ کے وسیع اور عالی شان کمرے ایسے ہیں کہ جو بڑے بڑے لوگ لارڈ اور ویسراے آتے ہیں وہ یہیں پھیر کر چائے نوش کرتے ہیں اور بریک فاسٹ بھی یہیں ہوتا ہے۔ لیڈریاں کرسیوں پر بٹھلا کر اوپر اونچائی جاتی ہیں۔ یہ کرسیاں پہاڑی ڈانڈی یا جھمپان کی وضع کی ہیں جن کو کسار اٹھاتے ہیں جس حصہ کوہ پر بارہ درہ بنی ہوئی ہے وہ تین سو فٹ درجہ ہے جو بجائے خود ایک چھوٹا سا قلعہ ہے جس کے اطراف چھوٹی سی فصیل اور چھوٹے چھوٹے برج ہیں۔

قلعہ کے حالات یہ قلعہ سات سو فٹ بلند پہاڑ پر ہے جو پنج میں کھڑا ہوا ہے یعنی اس سے

ملا ہوا اور کوئی پہاڑ نہیں ہے۔ قلعہ کا دور تحینا چھ ہزار گز ہے یہ قلعہ بہت دور سے نظر آتا ہے اور ریلوے اسٹیشن سے تو صاف نظر آتا ہے بلکہ بارہ درنی کی غمارت بھی سفید سفید الگ دکھائی دیتی ہے۔ یہ پہاڑ سلسلہ کوہی بالا گھاٹ کا ایک ٹکڑا ہے جو شمال اور مشرق کی جانب چلا گیا ہے۔ پہاڑ کویلے سرلوٹش کی طرح کا ہے جس کے مشرق و جنوب میں بستی ہے لیکن اب شہریت کچھ بھی باقی نہیں بلکہ ایک اُچڑا ہوا گاؤں ہے جس میں کچھ جمیت قلعہ کی اور چنر زراعت پیشہ لوگ رہتے ہیں جو انگور، انجیر اور دوسرے میوہ جات کی کاشت کرتے ہیں۔ بیرونی فصیل کا دور پونے تین میل کا ہے جس کے صرف دو دروازے مکہ اور روضہ کے نام سے مشہور ہیں۔ بیچوں بیچ کے بڑی سڑک سے ایک شاخ سڑک کی قلعہ کی طرف پھوٹ جاتی ہے اور تھوڑے نشیب میں اتر کر ہم قلعہ کی پہلی چار دیواری میں پہنچ جاتے ہیں جو قلعہ کو تین طرف گھیرے ہوئے ہے۔ یہ جگہ صرف کھلا ہوا چٹیل میدان ہے اس کے آگے دوسرا حصار ہے جس کا ایک نہایت مرتفع مربع دروازہ بنا ہوا ہے جس کے اندر دو چھوٹے چھوٹے شیر اور ہاتھی پتھر پر کندہ ہیں اور بائیں طرف ایک ویران مسجد ہے۔ تیسرا دروازہ دوسرے سے زیادہ بلند اور مضبوط ہے جس کے برجوں پر شیر اور ہاتھیوں کے تصاویر ہیں۔ اس کے گنبد اور دیواروں پر گلدکاری اور نقاشی کی گئی ہے اس کی دونوں طرف دو چھوٹے چھوٹے دالان سنگین ستونوں پر کھڑے ہیں۔ ایک زینہ چڑھ کر ہم پھاٹاک کے اوپر پہنچ جاتے ہیں اس مقام پر متعدد محلات کے اکٹھے ہیں یہاں سے سڑک داہنی طرف مڑ جاتی ہے اور دوسری طرف نقار خانہ ملتا ہے اس کے آگے ایک چھوٹا دروازہ قلعہ کے حصہ زیرین میں ہے جہاں سے نامہوار راستہ اور سیڑھیاں ہم کو قلعہ کے اندر پہنچاتی ہیں۔ بیرونی اور اندرونی حصار کے درمیان جتنا حصہ ہے اس میں متعدد محلات مندر۔ درگاہوں۔ مسجدوں کے کھنڈر ہیں جو آب سب جھاڑی میں چھپ گئے ہیں۔ آخری دروازہ سے تھوڑے فاصلے پر داہنی طرف بھوانی کے مندر کا باقی ماندہ حصہ ہے جس کے سامنے ہی پیر قادر صاحب کی درگاہ ہے۔ اس کے آگے سرسوتی کی باؤلی کی دیوار سو فیٹ لمبی اور چالیس فیٹ اونچی ہے جس کے دونوں طرف بڑے بڑے مربع پتھروں کی بندش اور سکڑی سیڑھیاں ہیں جو باؤلی کے اندر تک جاتی ہیں۔ اس باؤلی میں زندہ جھرا ہے علاوہ اس کے شمال و مشرق میں جو تالاب ہے اس کا نل بھی لایا گیا ہے۔ اس کے آگے چند فوجی لوگوں کی قبریں ہیں جس کی سیدھی طرف

باغ کا ایک اونچا احاطہ ہے اور تفصیل میں دور دور تک حجے اور کوٹھریاں بنی ہوئی ہیں۔ باغ کے سامنے ایک بڑا پختہ حوض ڈیڑھ سو فیٹ مربع اور بائیس فیٹ عمیق ہے حوض کے چاروں طرف شہ نشین ہی سیڑھیاں شہ نشین سے لے کر تالاب کی تہ تک ہیں۔ اس تالاب میں پانی بذریعہ نلوں کے ایک بڑے تالاب سے جو بہاروں میں ہوتا جاتا تھا۔ قلعہ کے اندر متعدد نامعلوم تہ خانے کوٹھے اور چور راستے ہیں جو بند ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعض کوٹھوں میں گولی باروت اور مختلف اقسام کے ہتھیار اور اجناس وغیرہ سامان ہے۔ چنانچہ اسی سالہ سال کی پرانی باروت سے جو جم کر ڈھبے ہو گئے ہیں دولت آباد اور رنگ آباد میں جب ضرورت پڑتی ہے بے تال تو ہیں سر کی جاتی ہیں اور یہی باروت عمدہ سے عمدہ کام دیتی ہے۔ بعض کوٹھوں میں غلہ بھرا ہوا تھا جو راکھ ہو گیا ایک کوٹھے میں گھی ہے جو آب بالکل چکٹ کر رہی شکل کا ہو گیا ہے ایک کوٹھے میں تاکہ ہے جو پچانا تو جاتا ہے کہ متبا کہ ہے مگر چٹکی میں ملو تو راکھ ہو جاتا ہے۔

**مسجد اور مینار ۱۷۹۲ء** - قلعہ کے اندر جو چھوٹی سی مسجد تھی وہ اب ویران ہے۔ اس مسجد پر علاؤ الدین (جو غالباً سلطان احمد شاہ ہمنی کا بھائی تھا جس کا زمانہ سلطنت ۱۷۳۵ تا ۱۷۴۳ء تھا) کا بنایا ہوا ایک بہت بلند مینار (۱۰۰) فیٹ اونچا ہے جس کا دور نیچے سے (۷۰) فیٹ ہے یہ مینار قلعہ دولت آباد کی فتح کی یادگار میں بنایا گیا تھا۔ اس کے نیچے (۲۴) حجرے ہیں۔ مینار کے اوپر کلس لگا ہوا ہے۔ وسط مینار میں برآمدہ بھی بنا ہوا ہے جس کے اطراف عمدہ کھڑا بھی ہے۔ یہ مینار تمام مینا کاری لاجوردی اور سنہری ایرانی کام سے جگمگا رہا تھا۔ جیسا کہ بیدار کے مدرسہ کا مینار ہے اب وہ رنگ و روپ سب جاتا رہا لیکن کہیں اب بھی اس کی جھلک نظر آ جاتی ہے۔ مینار سے شمال میں میدان خانہ اور جنوب میں مسجد ہے۔ طرز عمارت اور لوگوں کے بیان سے معلوم ہوا ہے کہ مسجد جینیوں کے بہت بڑے مندر کو جو (زماں مابعد میں کالی کے مندر کے نام سے مشہور تھا) توڑ کر بنائی گئی ہے۔

بیس کراست بت خانہ مراا شیخ کہ چوں خراب شود خانہ خند اگر دو  
چنانچہ مینار کی بائیں جانب اب بھی کچھ حصہ مندر کا باقی ہے صرف درمیانی حصہ میں مسجد ہے۔

اس مشہور پیر ایک چڑانا کتبہ خط بالہودھ میں مندر کی شمالی دیوار میں لگا ہوا تھا جو اکھاڑ کر رایل ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی میں بھیج دیا گیا۔ سبھی کے دروازے پر یہ شعر کندہ ہے ۵

ایا سلطان علاء الدین قطب شاہ      مبارک باد ایں فرخندہ بنیاد  
سبھی کے جنوب رخ مینار کی جڑ میں ایک بڑے پتھر پر یہ اشعار کندہ ہیں ۵

بودست یکے بزرگ شاہ ہے      بر سہ سلطنت چو ماہ ہے  
بس مختشم و غیور و دانای      کس را چہ مجال لا و الا  
در معرض او کہ درس گوید      جمشید سخن تیر س گوید  
احمد شہ بہمنیت نامش      چہ جام جم و چہ جاہ جاش  
دارد پسرے کبر فلک نیست      در خطہ بیدر است شک نیست  
سلطان علاء الدین ست نامش      شیریں تراز انگبین کلاش  
بودست یکے مگر ملازم      در حضرت شہ ستادہ دیم  
لفظ چو شکر و چشم پر نور      بست کرے چو ستادہ از دہ  
سلطان کہ برو نگاہ کردے      صد نوع دعاے شاہ کردے  
روزے مگرش بسوے خود خواند      لطفش بنمود نیز بنشانہ  
گفتا کہ بجان و دل خود ماز تو شادیم      دین دولت آباد ترا بہ تحفہ داویم  
یارب کہ بدین دولت آباد بمبائی      تار و ز قیاست بدل شاد بمائی  
بہندہ بس بزرگ و روحانی      یعنی پرویز عبد سلطانی  
فرمان شدہ حکم او مرتب      دور و زرداں شود شبا شب  
بچوں سکے لعل او نمودند      ماہی و مارتیش فرودند  
موسے سرادش شانہ کردند      در حال در روانہ کردند  
آمد بیدار دولت آباد      مجموع برادران شہ زند شاد  
بنیاد عمارتے بہ کردند      بستہ میاں کساں کہ مردند  
بنیاد بنائے اوسل است      زین حرف چو بگری و بال است

تاریخ مینار دولت آباد  
 این عمارت چودہ سٹہ گل شد  
 در ہشتصد و چیل و نہ شد آباد  
 ز امر پرویز بن قسطل نقل شد

ان اشعار میں سے بعض بعض ناموزوں ہیں لیکن مطلب فوت نہیں ہوتا جس کا ملخص یہ ہے کہ ایک بادشاہ ایسا تھا کہ جس کا تخت چاند کی طرح جگمگاتا تھا وہ نہایت محتشم غیور اور دانا تھا کسی کی مجال اس کے سامنے چوں دچرا کرنے کی نہ تھی حتیٰ کہ جمشید بھی اس سے کانپتا تھا۔ اُس کا نام احمد شاہ ہمینی ہے جس کے سامنے جام جم اور اُس کے جاہ کی بھی کچھ حقیقت نہیں سلطان علاؤ الدین جو اُس کا ایک ملازم تھا ایک دن بادشاہ نے اُس کی یاد فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میں تم سے بہت خوش ہوں اور اس خوشنودی میں مابعد دولت نے تم کو قلعہ دولت آباد ہمیشہ کے لئے دیا۔ بادشاہ نے اسی مضمون کا فرمان بھی نافذ فرمایا اور علاؤ الدین بیدر سے دو شانہ روز چسل کر دولت آباد پونچا اور قبضہ کر لیا۔ خطابوں سے بھی سرفرازی ہوئی اور بھائی بند سب اس سرفرازی پر خوش ہوئے تین سال کے عرصہ میں یہ سینار اُن لوگوں کی یادگاریں طیار کیا گیا جو مر گئے۔ اس کی تکمیل کی تاریخ ۸۹۹ھ ہے۔ یہ عمارت ایک گلدستہ بن گئی ہے جس کو پرویز بن قسطل نے بنایا۔

ابو الحسن تانا شاہ اور چینی محل یہیں قریب چینی محل کے کچھ گھنٹہ گھرے ہوئے ہیں۔

۱۶۸۷ء میں اورنگ زیب نے سلطان ابو الحسن المعروف بتانا شاہ کو جو قطب شاہیہ کا آخری تاج دار تھا یہیں قید کیا تھا۔ یہ وہی بادشاہ ہے جس کی نسبت شاہ جہاں بادشاہ نے یہ شعر لکھا تھا:-

انب فرسا دہما ابو الحسن اِنْبَتْهُ اللّٰهُ نَبَانَا حَسَنًا

عمارت کی وضع قطع اور چینی کے باقی ماندہ کام سے جس کی بنی اور زرد مینا کاری کچھ کچھ اینٹیں اب بھی مشرقی حصہ میں باقی ہیں پایا جاتا ہے کہ یہ محل کسی زمانے میں نہایت نفیس تزکلف اور خوش نما ہوگا ابو الحسن نسلا چغتائی اور مذہباً شیعہ تھا۔ عبداللہ قطب شاہ کا داماد تھا۔ یہ بادشاہ خاندان قطب شاہیہ کا ڈوبتا ہوا آفتاب اور سلطنت شیعہ کا گل ہوتا ہوا چراغ تھا۔ ابو الحسن کوئی ممبر خاندان قطب شاہیہ کا نہ تھا۔ ابو الحسن جب سن شعور کو پونچا تو کامل چودہ برس تک اکٹسایا

میں مصروف رہا۔ بعد تصوف کی طرف میلان خاطر ہوا اور سید راجو حسینی صاحب پدربزرگ کو  
حضرت بندہ نواز گیسو دراز کی خدمت میں پیشتر حاضر باش رہتا تھا اور آپ سے بیعت بھی کی  
تھی۔ عبداللہ قطب شاہی حقیقت میں آخری بادشاہ اپنے خاندان کا تھا اور ملک تلنگانہ  
کا فرماں روا تھا۔ اس کے کوئی اولاد نہ رہی تھی صرف تین لڑکیاں تھیں۔ پہلی سلطان محمد سے اور  
دوسری میر احمد کر بلانی سے منسوب تھی تیسری لڑکی کا عقد سید سلطان سے ہونے والا تھا اور سب  
کچھ طیارہ ری ہو چکی تھی لیکن عین وقت پر کسی خاص وجہ سے معاملہ درہم بہم ہو گیا اور قطب شاہ نے  
کہا کہ میں اپنی بیٹی کسی فقیر کو دے دوں گا مگر سید سلطان کو ہرگز نہ دوں گا۔ محل میں پھل مچ گئی قطب شاہ  
کی بیگم نے کہا کہ خیر تمھاری مرضی اگر ایسی ہی ہو تو ابوالحسن بھی ہمارا قرابت دار ہے اور فقیری کا دم بھی  
بھرتا ہے۔ اگر تمھارا دل ٹھکے تو اس سے کر دو۔ بادشاہ نے فوراً قبول کر لیا۔ تانا شاہ کی تلاش  
میں لوگ دوڑے عصر کا وقت تھا۔ تانا شاہ سید راجو حسینی صاحب کی خدمت میں  
حاضر تھا آپ باغ کے درختوں کو پانی دے رہے تھے۔ آپ نے تانا شاہ کو پاس بلایا اور فرمایا کہ  
اے میرے مہندی لگاؤں کہ اس وقت بادشاہ کی لڑکی کی رسم حنا بندی ہو رہی ہے اور وہ یہی کیا رہی  
میں سے گیلی مٹی لے کر تانا شاہ کی چھنگلی پر پھوپ دی کہ اس نے میں قطب شاہ کے لوگ پونجے اور  
تانا شاہ کو ہاتھوں ہاتھ لے گئے اور غسل دلا کر پوشاک بدل کر اُسی وقت قطب شاہ کی لڑکی کا  
عقد نکاح تانا شاہ سے ہو گیا اس طرح تانا شاہ کی تقدیر جاگی اور وہ دعوی دار سلطنت کا  
ہو گیا۔ جب سید سلطان کو خبر ہوئی تو آمادہ جنگ ہوا مگر پیش رفت نہ گئی اور حیدر آباد سے  
اورنگ آباد چلا آیا اور میر جملہ خانخاناں کی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ تانا شاہ نہایت خوش خلق اور سخی  
تھا اور لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آتا تھا لوگ اس کی طرف جھکے ہوئے تھے برخلاف اس  
کے امیر احمد جو دعوی دار سلطنت تھا نہایت زشت خو۔ نجیل اور کچ خلق تھا لوگوں کے  
دل اُس سے پھٹ گئے تھے۔ تانا شاہ کے نکاح کے بعد چار سال قطب شاہ زندہ رہا۔  
(۴۸) برس کی سلطنت کے بعد (۶۰) سال کی عمر میں ۳ محرم ۸۳۳ھ التوار کے دن انتقال  
کیا اور سب نے بالاتفاق ۵ محرم ۸۳۳ھ کو تانا شاہ کو بادشاہ بنادیا اور سید مظفر وزیر مقرر ہوا۔  
اگرچہ سید مظفر وزیر باتدبیر تھا مگر خدا جانے کیا افتاد پڑی کہ اُس کو معزول کر کے مادا کو قلم دان

وزارت دیگیا اور خدمت پیشکاری پر اُس کا بھائی نیکناس فرما دیا۔ یہ لوگ کرناٹک کر رہے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ کسی پٹواری کے لڑکے تھے۔ تانا شاہ عیش و عشرت میں لگ گیا۔ ماونا اور نیکناسیاد و سفید کے مالک بن گئے اور دستِ ظلم دراز کیا جو طرف اُن کے منظم کی چیخ پکار ہونے لگی۔ اسی زمانہ میں اورنگ زیب نے شہزادہ شاہ عالم بہادر کو ایک جہاز لشکر کے ساتھ بیجا پور کی تہذیب کو بھیجا جس کے ہم نے طول کھینچا لہذا اورنگ زیب خود اورنگ آباد سے احمد نگر ہوتا ہوا شولا پور پہنچا۔ شولا پور میں اورنگ زیب کی نظر سے تانا شاہ کا ایک خاکسار راجہ بن گیا تھا کہ میں اب تک بادشاہ عالی جاہ کا احترام کرتا رہا لیکن بادشاہ نے سکندر عادل شاہ کو کم عمر اور اکیلا پا کر دیا لیا اس لئے مجھے اُس مظلوم کی کمک ضرور ہوئی میں خلیل اللہ خاں کے ساتھ سواروں کا جہاز لشکر بھیجتا ہوں اور دوسری طرف سے راجہ سنبھا آن چڑھے گا دیکھوں کہ حضرت کس کس طرف لڑتے ہیں۔ اورنگ زیب اس خط کو دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو گیا اور کہا کہ میں نے رجم کھا کر متمول سارنگ ساز (یعنی سکندر عادل شاہ) کی طرف ٹھہیل دے دی تھی اب میٹڈ کی کو بھی رکام ہوا اور مرغی بھی بانگ دینے لگی۔ اسی وقت شہزادہ شاہ عالم بہادر کو تانا شاہ کے استیصال کے واسطے مقرر کیا۔ خلیل اللہ خاں باتفاق شیخ منہاج اور رستم راؤ کے جو ماونا نیکناس کا چچیرا بھائی تھا شاہ زادے کے مقابل ہوئے اور قصبہ سیٹرم اور قلعہ ملکپور چند لڑائیاں ہوئیں۔

۱۵ سیٹرم نظام ریلوے کاسٹیشن داڑی سے (۲۴) اور حیدر آباد سے (۹۲) میل پر ملکپور کا ذکر علیحدہ صفحہ میں مندرج ہے۔ باقی مقامات سب ہمیں قریب قریب ہیں۔ سیٹرم مستقر تحصیل ضلع گلبرگہ میں واقع ہے۔ یہ ایک بڑا قصبہ ہے جس کے چاروں طرف تحصیل اور برج ہیں۔ یہاں ایک چھوٹی سی ندی رواں ہے جو کنگنا میں مل جاتی ہے۔ بارہ دروں کا ریل کا پل اس پر بنا ہوا ہے اور ہر در (۴۰) فیٹ عریض ہے ندی کے کنارے کسی بیوی کا ایک چھوٹا سا گنبد بھی بنا ہوا ہے اُس پر ایک کتبہ بھی ہے جو صفات پڑ بانیں جاتا۔ سیٹرم کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک بزرگوار یہاں تھے بادشاہ نے اُن کو اور جاگیرات دینی چاہیں آپ نے فرمایا میرا یعنی یہی کافی ہے۔ بستی کے اندر کچھ قدیم محلات ہیں جو قدیم امراے سلطنت بیجا پور کے تھے۔ عام طور پر مشہور ہے کہ اس محل میں کچھ خزانہ ہے چند سال کا عرصہ ہوا کہ ملک ہنگری کے ایک یہودی نے یہاں سے مکان کو بھی بطبع خزانہ کھودا مگر ملا دلا خاک بھی نہیں۔ اس محل کے تہ خانے سے چوراستہ جاتا ہے جو نیچے نیچے ندی

آخر الام فتح شاہ زادے کی ہوئی۔ شاہزادہ نے کھلا بھیجا کہ سیٹرم اور ملکہ پڑا اور پرگٹھ ناگا وی (چیتا پور) پر گٹھ اڑا کی دکن والی جن پر ہمارا قبضہ ہو چکا ہے خوشی بادشاہ حجابہ کی نذر کر دیں تو میں عرضداشت سفارش بادشاہ کے حضور میں گزاران کر صلح کر دیتا ہوں خلیل اللہ خاں مر

لبنیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۲۔ کے اس پار نکل گیا ہے اب تو اس میں گڑا کر گٹ اس قدر بھر گیا ہے کہ کوئی جا ہی نہیں سکتا۔ سیٹرم بھی بہت قدیم بستی ہے پہلے یہاں بہت سے دیول تھے جن میں سے اکثر زمین کے اندر دب گئے اب بھی جہاں کیس کھودو آنا قدیم ملتے ہیں۔ یہاں ایک دیول میں ایک بڑا پتھر کا ستون ہے جسے دیپ دان کہتے ہیں۔ گاؤم حڑوٹی شکل کا بنا ہوا ہے قاعدہ ۳ فٹ ۳ انچ مربع ہے۔ طول (۷۵) فٹ ہے ایک ہی پتھر اتنا بڑا ملنا اور اس سبکی سے تراشا البتہ ایک قابل دید صنعت ہے۔ سیٹرم میں ناگا وی کی طرح کی ایک بہت قدیم دیول ہے جو کئی ہزار برس پہلے کا بنا ہوا ہے۔ ناگا وی کا دیول جہاں لوگوں کا ہے اور یہہ شیوکا۔ اس دیول کے ستونوں پر بہت عمدہ کام نقاشی کا ہے۔ آب ہوا سیٹرم کی بہت خراب ہے۔ ندی کا پانی خراب اور بستی کی باولیاں کھاری اس وجہ سے یہہہ معدن ہے اور پانی میں چلنے کی ہنر نہ کسار زیادہ ہے جو معدے کے لئے مضر ہے۔ معدہ تو معدہ انجن ہی یہاں سے پانی نہیں لیتا کہ کھار سے بالکل جلد خراب ہو جاتا ہے۔ راقم نے ایک باولی دوم کچہری کے بنگلہ کے پاس کھدوائی تھی جس میں اب ڈاکٹر خانہ ہے) اس میں حسن اتفاق سے میٹھا پانی نکلا اور اب اس باولی کا پانی کثرت استعمال ہوتا ہے۔ سارا ملک سنگ سیلون کا ہے مکانات کی چھتیں ہی پتھر کی سلوں پٹی ہوئی ہیں۔ ندی کے کنارے ایک

درگاہ واحد علی خاں صاحب سابق صدر رستم پولیس کے دادا کی بنی ہوئی ہے وہ تفریح کے لئے اچھا مقام ہے واری سے حیدر آباد جاتے ہوئے پہلا اسٹیشن چیتا پور ہے جس کا ہم مختصر نوٹ کسی جگہ دے آئے ہیں۔ بستی اسٹیشن سے نصف میل ہے۔ بہت بڑا گاؤں ہے جس کے اطراف فصیل ہے جس کے چاروں کونوں پر دت بنے ہوئے ہیں۔ یہاں کے مکان بھی پتھروں کی سلوں سے چھائے ہوئے ہیں اور تمام زمین پتھر ملی ہے۔ یہاں کی زمین چولی ساڑیاں مشہور ہیں رنگ نچتہ اور عمدہ ہوتا ہے۔ ایک عجیب بات اس بستی میں یہ کہ عین آبادی کے وسط میں ایک قدیم طرز کا بنا ہوا گرجا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اوائل سولہویں صدی میں پرتگالیوں نے بنایا تھا۔ یہہ گاؤں نواب سر سمال جاہ بہادر اور نواب عسکر جنگ بہادر دونوں کی جاگیر ہے۔ کچھ حصہ آبادی کا ان کا ہے کچھ ان کا۔ بستی سے ملا ہوا چیتا شاہ ولی کا مقبرہ ہے جن کے بارے میں مشہور ہے کہ زندہ دفن ہو گئے



آخر میں تھارا ضی ہو گیا مگر رستم راؤ اور شیخ منہاج تنے رہے اور دوبارہ لڑائی ہوئی۔ تانا شاہ نے بہت اسی فوج اور توپیں بھیجیں مگر آخر کار پسا ہونا پڑا۔ اور نگ زیب کے لشکر نے لوٹ مار شروع کی اور تعاقب کیا۔ شیخ منہاج نے کہا کہ مردوں کا کام یہ نہیں ہے کہ عورتوں پر دستِ ظلم دراز کریں ذرا صبر کیجئے میں اپنے قبائل کا بندوبست کر لوں تو پھر آپ کے مقابلہ کے لئے حاضر ہوں۔ پشاہ راؤ نے کہا اچھا اور فوراً ملو اور کوئی نام کر لیا۔ شیخ منہاج اپنے قبائل کو کھڑکی کی طرف سے حیدر آباد بھیج کر سیدان جنگ میں آئے اور رستم راؤ کو ساتھ لیکر خوب لڑا اور جو ہر مردانگی دکھائے لیکن ایک سو راجپوت بھاڑ کو بھون سکتا ہی دونوں زخمی ہوئے اور ان کی طرف کے بے شمار لوگ مارے گئے اور سب کے سب دم دبا کر حیدر آباد بھاگے۔ حیدر آباد پلوئینج کر نیکنہ اور مادٹا نے تانا شاہ سے جڑی کہ بیشکست محض خلیل اللہ خاں کی سازش سے ہوئی وہ شاہزادہ سے مل گیا ہی۔ تانا شاہ خلیل اللہ خاں کے خون کا پیسا سا ہو گیا اور اُس کے مار ڈالنے کی فکر کرنے لگا۔ خان مذکور نے جب دیکھا کہ بے چہرے میرے خون کے پیاسے ہو گئے ہیں تو کھلے خزانے ۱۰۹۶ء میں شاہزادہ سے جا ملا۔ وہاں اس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۳۔ تھے۔ جہاں آپ کا مقبرہ ہے وہ محلہ چیتا ولی پٹ کلاتا ہے۔ آپ کا عرس بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ چیتا پور سے ملی ہوئی ویران بستی ناگائی کی ہے۔ یہ مقام بالکل اُڑ گیا ہے لیکن پہلے بہت آباد ہوگا۔ بعض مندروں کی عمارات قدیم کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں جب یہاں شمالی ہندوستان کے راجپوتوں کی حکومت تھی اور بودھ مذہب کا زور شور تھا یہ مقام آباد تھا مگر یہ مندر جین لوگوں کے معلوم دیتے ہیں۔ پہلے یہاں ایک مستحکم قلعہ بھی تھا اور مندروں کی کثرت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے یہ مقام بہت متبرک تھا۔ بہت سے مندر مسلمانوں نے گرا کر کھنڈر کر دیے۔ کئی مندروں میں پتھروں کے کتبے موجود ہیں اگر یہ پڑھے جائیں تو بہت سے دل چسپ حالات معلوم ہوں گے۔ بہت سے مندروں کو خزانے کے لالچ سے کھود کر ستیا ناس کر دیا ہے۔ اس بستی کی بربادی کے متعلق مختلف روایات ہیں بعض کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے مدتوں محاصرہ کیا اور فتح کے بعد اس کی فصیل کھود کر زمین کے برابر کر دی اور مکانات کو توڑ پھوڑ کر بستی کو غارت کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ بستی پر قہر خدا نازل ہوا اور آگ برسی۔ ہم نے سنا کہ ایک قسم کی دبا آئی تھی جس سے ساری بستی ویران ہو گئی اور پھر وبالے ڈر سے لوگ نہ بس سکے۔ بہر حال اب یہ ایسا اُڑا ہوا ہے کہ ایک آدمی بھی نہیں رہتا۔ مکانات خالی پڑے ہیں مسلمانوں نے یہاں ایک مسجد بھی بنادی

بات کے منتظر ہی تھے۔ آتے ہی سہفت ہزاری منصب ملا اور چھ ہزار سوار تالبع میں دے گئے۔  
 مہتاب خاں کا خطاب ملا اور اسی سال شولالہ پور میں اورنگ زیب نے خلعت اور پانچ ہزار پیر  
 انعام سے سرفراز فرمایا۔ تانا شاہ نے جب یہ خبر سنی تو بے دست و پا ہو گیا اور راتوں  
 رات حیدر آباد سے اپنے قبائل اور خدام جواہر دہاشتری جس قدر لے جاسکائے کر قلعہ  
 گوکنڈہ میں جا بیٹھا۔ باقی تمام کارخانجات شاہی اور مال و متاع جس کی تعداد پانچ کروڑ سے  
 زیادہ تھی مع سپاہ شہر میں چھوڑا۔ شہر والوں نے جب سنا کہ بادشاہ بھاگ گیا تو پھر ایک بھاگڑ  
 مچی تو سب کے سب قلعہ میں پونچے۔ شہر خالی ہو گیا بد معاشوں نے لوٹنا شروع کیا۔ تمام شب  
 ایک ہنگامہ عظیم برپا رہا صبح کو شاہزادہ کو خبر ملی جو حیدر آباد سے چھ کوس اس طرف پڑا ہوا تھا  
 یلغار حیدر آباد پونچا۔ شہر تو پہلے ہی سے لٹ رہا تھا مغلیہ شکر نے رہا سہا بھی لوٹ لیا آخر کار  
 کو تو ال شہر چار پانچ سو سواروں کو لے کر کارخانجات شاہی کی حفاظت کرنے لگا۔ اب تانا شاہ کی  
 طرف سے پیغام صلح پیش ہوا۔ شاہزادہ نے فرمایا کہ اگر علاوہ سالانہ خراج کے ایک کروڑ تیس لاکھ  
 روپیہ اور محالات و برگتہ جات مفتوحہ ہماری نذر کرو اور مادنا اور نیکنٹا دونوں کو ہمارے سپرد  
 کرو جنہوں نے یہ ساری آگ لگائی ہے تو اب بھی صلح ممکن ہے۔ قبل ازیں تانا شاہ نے سعادت  
 کی معرفت سے معروضہ عفو و تقصیر پیش کیا خسروی میں گزرانا تھا جس پر فرمانِ قضا شہید صادر  
 ہوا کہ ابو الحسن کے افعال قبیحہ احاطہ تحریر و تقریر سے خارج ہیں۔ کافرو فاجر مادنا کو ذریعہ کیا  
 سادات و شرفا کو بے اختیار محض کیا۔ فسق و فجور کا علانیہ رواج دیا۔ شراب خواری بلا  
 غل و غش جاری۔ کفر و اسلام۔ ظلم و عدل میں کچھ فرق نہ رکھا۔ مسلمانوں کے مقابلے میں  
 کفار کی امداد کی۔ غرض کون سی بات شریعت کی باقی ہے مجھ سے امید عفو و تقصیر کی رکھنا  
 عبث ہی مصرع

زہے تصورِ باطل زہے خیالِ محال

اور یہ نہ امید کی کا جواب آچکا تھا اُدھر لوگوں نے مادنا اور نیکنٹا دونوں کا پیچھا لیا کہ ہر  
 شخص ان سے نالاں تھا ایک دن یہ دونوں بھائی قلعہ کی تفصیل کے نیچے بیٹھے کچھ مشورہ کر رہے  
 تھے کہ چند لوگوں نے پونچ کر ان دونوں کا کام تمام کیا اور دونوں کے سر کاٹ کر شاہ زادے

کے پاس بھیج دئے۔ خانہ ظالم خراب۔ لیکن بعد از خرابی خانہ ہائے بسیار۔ شاہزادہ کی سفارش پر درخواست صلح کو منظور ہو گئی لیکن ابھی علی طور پر مصالحت نہیں ہوئی تھی کہ تانا شاہ کی فوج پھر مغلوں پر ٹوٹ پڑی۔ شاہزادہ بوجہ گرانی حیدر آباد کے کوہیر (ضلع ہیدر) میں جا ٹھہرا اور اس اثناء میں چھوٹی موٹی کئی لڑائیاں ہوئیں لیکن آخری لڑائی جو حیدر آباد سے دو منزل پر ہے ہوئی اس میں تانا شاہ کو کھلی شکست ہوئی اور وہ خود مقید ہو گیا۔ تانا شاہ بڑا مستقل فوج شخص تھا جس وقت شاہزادہ قلعہ میں داخل ہو گیا اور دلوگیر کی حبیب صد تانا شاہ کے کالوں تک پونہجی تو وہ دیوان خاص سے محل خاص میں چلا گیا اور مطلق رتبہ برابر اضطرار اس کے چہرے سے ظاہر نہ تھا۔ خاصہ بردار کو حکم دیا کہ خاصہ چننا جائے۔ اس عرصہ میں روح اللہ خاں اور مختار خاں امرائے عالم آگے تانا شاہ کو اسیر کرنے کے لئے پونہجے۔ تانا شاہ ان سے خاطر مدارات سے پیش آیا اور اپنے پاس بٹھا کر ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔ خاصہ چننا گیا اطلاع ہوئی تانا شاہ نے ان دونوں سے بھی کہا کہ بسم اللہ آئیے۔ مختار خاں اور دوسرے لوگ دسترخوان پر بٹھے لیکن روح اللہ خاں سے نہ رہا گیا اس نے کہا کہ بھلا یہ کوئی وقت کھانے کا ہے آپ پر تو قیامت ڈٹ رہی ہے اور آپ کو کھانے کی سوچھی ہے۔ تانا شاہ نے مسکرا کر کہا کہ اچھی حضرت کھانے کا تو یہی وقت ہے اس وجہ سے کہ میں نے سلطنت کے بارگراں سے نجات پائی آج اس ذمہ داری عظیم کے بوجھ سے خدا نے ہلکا کیا

ایں بارگراں بودا داسد چہ بجا شد

اب یہ بوجھ دوسرے کی گردن پر ہی رہا وہ جانے اور اس کا کام ٹھنڈے دل سے اور پیٹ بھر کر پیچ پونچھ کر آج ہی کھانا کھاؤں گا ورنہ آج تک میں کھانا نہیں کھاتا تھا بلکہ کھانا مجھ کو کھاتا تھا۔ قصہ نہایت اطمینان سے خاصہ تناول کر کے سوا اور امرائے کے حلقے میں قیدیوں کی طرح شاہزادے کے پاس گیا جو قلعہ کے دروازے میں خیمہ لگائے ہوئے منتظر بیٹھا تھا۔ تانا شاہ نے ایک بیش قیمت مالائے مروارید شاہزادے کو پیش کی شاہزادے نے قبول کیا اور جیسا کہ بادشاہوں کا قاعدہ ہوتا ہے بہت اعزاز و احترام سے ملا۔ اور نگ زیب نے تانا شاہ کو کبھی اپنے سامنے نہیں بلایا بلکہ ایک علیحدہ خیمہ میں ساتھ ساتھ رکھتا تھا لیکن جو امور ایسے ایک مغز بادشاہ کے شایاں تھے سب برابر ادا ہوتے تھے اعزاز و اکرام میں کسی قسم کا فرق نہ تھا۔ اور نگ زیب جب حیدر آباد کو لوٹنے لگا کہ

انشطام سے فارغ ہو کر ۱۹۰۹ء میں سیدرواپس ہوا تو تانا شاہ کو جان نثار خاں کے ہمراہ قلعہ دولت آباد میں بھیج دیا۔ تانا شاہ کی عمر کی تقسیم یوں ہے (۱۴) سال طفلی - (۱۴) سال تحصیل علم - (۱۴) سال حاضر باشی نجد مت مرشد خو - (۱۴) سال سلطنت (۱۴) سال مقید بدولت آباد - بحالت قید تانا شاہ کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بندہ سلطان تھا۔ وہ سن رشد کو پونچ گیا تھا دربار میں آئے جانے لگا تھا اور نگ زیب نے جب لوگوں کا رجحان اس کی طرف دیکھا تو نظر بند کر دیا اس کے بعد پتہ نہیں چلتا کہ اس غریب لڑکے کا انجام کیا ہوا۔ ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۱۱ھ جمعرات کے دن تانا شاہ نے وفات پائی اور قلعہ کے باہر حضرت سید راجو قتال حسینی صاحب اپنے مرشد کے زیر سایہ آسودہ ہوئے۔ درگاہ کے احاطہ میں بہت سی قبریں ہیں خدا جانے وہ کن کن بزرگوں کی ہیں۔ لہذا سیاہ چار دیواری کے دروازے کی دیوار کے مغربی جانب تانا شاہ کی قبر ہے لیکن عبرت کا مقام ہے کہ جو شخص افسر تاج و تخت تھا آج اس کی قبر پر گنبد تو کجا معمولی سے معمولی کتبہ بھی نہیں ہے

مخسب اور دل سخن پذیر آخر زچندیں رفتہ عبرت گیر آخر  
لوگ کہتے ہیں کہ اورنگ زیب کی چال بازی سے مرا۔ عام روایت یہ ہے کہ عالم گیر اس امر کے درپور ضرور تھا کہ کسی نہ کسی طرح تانا شاہ کا مطلع صاف کر دے۔ تانا شاہ نے بھی سنا کہ اُس کے قتل کی فکر ہو رہی ہے۔ تانا شاہ تھا بڑا مرد اور نگ زیب سے کھلا بھیجا کہ میرے مارنے کے لئے تردد کیوں ایک گھوسن کو (جو عموماً کثیف ہوتی ہیں اور اُن کے کپڑوں میں سے موت اور گوبر کی بو آتی ہے) کہئے کہ میرے سامنے سے چلی جائے بس مجھے مار ڈالنے کو کافی ہے چنانچہ ایسا ہی اور اسی سبب سے یہ کماوت لوگوں کی زبان پر چڑھی ہوئی ہے کہ اوہو۔ افلاں شخص کا تو ایسا داغ ہے جیسے تانا شاہ کا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اسماعیل کدی سے انتقال ہوا۔ حیدر آباد میں تانا شاہ کی دو یادگاریں ہیں۔ چار محل اور گوشہ محل۔ چار محل کے کچھ حصہ میں بارود تھی اس سے برباد ہوا باقی موسیٰ ندی بہائے گئی۔

اشک آں ہم صبر و طاقت از دل بے تاب بڑ پارہ او سوخت آتش پارہ او آب برو

**دوغار** جس برج پر کالا پہاڑ توپ چڑھی ہوئی ہے اس کی داہنی جانب ایک غار ہے جس میں مدتوں تک جنار و صحن سوامی ایک سنیاسی رہا کرتا تھا۔ دوسرا غار قلعہ کے مشرقی جانب چند پختہ سیڑھیاں فصیل میں بنی ہوئی ہیں جن پر سے اتر کر اس چھوٹے سے پل پر جانا ہوتا ہے۔ جو خندق پر ہے۔ یہاں ایک غار ۱۵ x ۱۹ فٹ اور چھ فٹ بلندی ہے۔ جس میں دیو کی ایک بھڑی مورت بنی ہوئی ہے اور پہاڑ کے دامن میں گاؤں کے پاس ایک دیو سالہ من پڑی ایک ہندو سنیاسی کے نام سے مشہور ہے۔

**کالا بھاڑ توپ** بارہ دری کے اوپر بالا حصار پر ایک بہت بھاری توپ جو کالا پہاڑ کے نام سے مشہور رکھی ہوئی ہے۔ یہ توپ ۱۲ فٹ ۸ انچ لمبی ہر کان کے پاس کا دور ۴۰۔ ۱۰۰ و ہائے کا دور ۴۔ ۹ ہے۔ اس پر کچھ کندہ نہیں ہے۔

**توپ دھول دہاں** اس سے اور اوپر دھول دہاں توپ ہے جو بیجا پور کی مشہور توپ ملک میدان کے لگ بھگ ہے۔ حیرت ہے کہ اتنی بڑی بلندی پر اتنی بھاری توپ کیسے پہنچائی گئی۔

طول	انچہ	دور کان کے پاس	و ہائے کا دور
۱۹	۱۰	۵ فٹ ۵ انچ	۱۴ فٹ (۸) انچہ

اس پر حسب ذیل کتبات ہیں :-

(بکلم ہری)	۱۔	۲۔	۳۔	۴۔	۵۔	۶۔	۷۔	۸۔	۹۔	۱۰۔
	کری	کری	کری	کری	کری	کری	کری	کری	کری	کری

طول - بارہ دریا کا دور ہے۔  
اس زمرے کے طواریق بیانے اور وزن معلوم نہیں ہوتے غالباً (۲۹۵) من وزن ہوگا۔

میڈھا توپ چینی محل کے پاس قلعہ کے دروازے کے نزدیک ایک برج پر یہ توپ  
ہی جس کے کان کے پاس میڈھے کی منڈیا بنی ہوئی ہو اور اس توپ کی سیدھی طرف گوردگ کر  
گروہ بھی پڑ گیا ہے۔



طول	کان کے پاس کا دور	دہانے کا دور
۱۸ - ۲۲	(۴) (۲)	(۵) فیٹ
دروازہ جاکوٹ قلعہ پر	توپ مجبوں	صف شکن
کی توپیں	یک	سرکار میر نظام علی خاں بہادر

دولت آباد کے عام حالات  
دولت آباد کی آب و ہوا نہایت خوش گوار اور زندگی بخش  
ہی۔ یہاں میوہ جات کے باغ کثرت سے تھے۔ انجیر، انگور اور امردیاں کا شہور ہی۔ تمام میوہ جات  
تر و تازہ اور بالیدہ ہوتے تھے اسکاڑا تازہ اور شاداب انجیر شاید کہیں اور ہوتا ہو۔ انگور پہلے تو  
بے انتہا پیدا ہوتے تھے اب پہلے کی نسبت کم مگر کچھ بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ اب توجہ دیکھو اور دیرانی  
ہی سوائے کھنڈروں کے کچھ میوہ تو میوہ سبزی بھی نظر نہیں آتی۔ انگور اور انجیر اب بھی کچھ ہوتے  
ہیں مگر اتنے کم کہ نہ ہونے میں داخل ہیں۔ فیصل قلعہ کے باہر بعض دل فریب اور قدرتی خوش نما  
مناظر آبشار۔ تالاب جھیلیں اور دل کش مرغزار ہر جن کے نظارے سے دل باغ باغ ہوتا  
ہو اور آنکھوں میں تراوٹ آتی ہے۔ دولت آباد سے قریب خلد آباد ہی جس کا حال ہم جب رانگانہ  
ضمیمہ میں لکھیں گے۔

حوض قتلغ خاں  
خلد آباد کے نواح میں حوض قتلغ جو سلطان محمد تغلق شاہ کے استاد  
قتلغ خاں صوبہ دار خلد آباد نے بنوایا تھا قابل دید ہے۔ یہ حوض کا پتہ کوہی ایک تالاب ہے۔  
تین طرف پہاڑ اور ایک طرف پختہ دیوار ہے۔ اس حوض کا پانی درہ آبپاش سے گزرتا ہوا قلعہ

دولت آباد کے ہاتھی حوض میں پونچھا تھا۔ قلعہ خاں کا دو منزلہ مکان گرا پڑا اب بھی موجود ہے اور پرکا حصہ تو بالکل مہربم ہو گیا نیچے کا کچھ باقی ہے۔ عوام میں قتلہ کا حوض مشہور ہے۔

**درہ آبپاش** حوض مذکور کے جنوب اور دولت آباد کی شمالی گھاٹی کے دامن میں وسیع اور

عمیق درہ آبپاش ہے۔

یہ جگہ قدرتا ایک مثلث مساوی الساقین ہے۔ شرقاً اور غرباً دونوں طرف دو پہاڑیاں اور جنوب یعنی قاعدہ کی طرف چوٹے اور پتھر کی چوڑی دیوار بطور پتھر کے بنائی گئی ہے۔ یہ مرغزار دل برداشتہ اور وحشت زدہ کے واسطے فرحت افزا اور از حد دل کشا ہے۔ دل چسپی اور نظارہ قدرت الہی کے لئے اس سے بہتر مقام نہیں ہو سکتا۔ مختصر یہ کہ جس طرح ملک دکن میں خلد آباد بے نظیر کی اسی طرح شاہ خاکسار صاحب کے پہاڑوں میں حوض قلعہ اور درہ آبپاش بہ اعتبار لطافت آب و ہوا و نیز بغرض تفریح طبع و سیر و شکار یہ مقامات بے مثل ہیں۔ یہ تمام کو بہستان ہر فصل میں خزاں کے جھگڑوں سے پاک اور ہمیشہ سرسبز و شاداب رہتا ہے خصوصاً موسم بارش میں تو بلاشبہ نمونہ جنت نظر آتا ہے حاجی محمد خاں قدسی کہتے ہیں :-

در ایام خور داد واری بہشت	زند دولت آباد دم از بہشت
ز دلہا صبار رفتہ گرد ملال	ہواے بہشت است یا بر شگال
درو با مش از سبزہ فیروزہ فام	حصار ش ز رنگ زبرجد تمام
ندیدہ کسے جز دریں مرغزار	بقلب الاسد ابتداے بہار
نہ از سیل دیوار باغش خراب	نہ بر نخل مویش ستم ز آفتاب
جو اتند پیران این سرزمین	نہ سرمانہ گرام بہشت ست این
زر شخ ہوا پائے صحت بگل	طبیان ز بے کاری این جا نخل
حصار ش کند بر سر چرخ ناز	کہ طاؤس عرش است پر کردہ باز
مراں قطع را بودیا در میاں	کہ رفت از زمین سبزہ بر آسماں
دریں ملک مردم خوش آسودہ اند	ہوا یکست گوئی کہ فرمودہ اند
نیامند برگے دریں بہستان	کہ گرد زیا نشیں نام خزاں

گلے غنچہ نگاشت فیضِ سحاب	دریں بوستان جزگل آفتاب
گرا زگریہ خالی کند ابر دل	عجب گرو دپاے مورے لگل
بیارد اگر ابر سائے تمام	دریں خاک گل رانہ دانند نام
بہار از پر زینت ہر چمن	برو مایہ از بر شگل دکن
زخم گشتہ بازار ہا سبز پوش	دکان دکان زبرجد فروش
ہواش بخوبی از اں ست فرد	کہ ہرگز کسے رات صف نہ کرد
زمین دکن سربیار دفرود	ز فیروزہ رنگی بہ چرخ کبود

**بزرگان دین** | دولت آباد پچھلے زمانے میں ملک دکن میں اول درجہ کا شہر تھا وہاں ہر قسم کے دنیاوی یا کمال اور دینی نامور پیشوا موجود تھے۔ چنانچہ صوفیائے کرام میں حضرت مومن عارف باللہ اور حضرت جلال الدین گنج رواں سہروردی مشاہیر میں سے تھے۔ حضرت مومن صاحب دولت آباد کے شرفی بہاڑوں کے دامن میں آسودہ ہیں اور حضرت جلال الدین صاحب دولت آباد کی شمالی آبادی کی انتہائی حدود میں ایک ٹیکڑی پر مدفون ہیں اُس زمانے میں یہ مقامات اندرون آبادی ہوں گے اب تو دور دور آبادی کا پتہ نہیں۔ صرف ان دو بزرگواروں کے مزار باقی ہیں۔

**مساجد** | حضرت مخدوم حاجی سید نظام الدین صاحب پیشاں مام چہار دہ صد او لیا کی درگاہ کے غنی دروازہ پر یہ کتبہ ہے۔

”بنائش دایں مسجد در عہد خلافت خدا نگاہ روے زمیں برگزیدہ رب العالمین  
ابوالحجاہ محمد بن تعلق شاہ السلطان خلد اللہ ملکہ و سلطانیہ“

بفرمائش بندہ درگاہ ملک الامراء اختیار الدولہ والدین الف اعظم قلی سلطانی المخاطب  
یہ نصیر الممالک کان السہل فی الرابع عشر ربیع الاول سنۃ ۱۰۸۳ و ثلاثین و سبعون

حضرت پیر مومن عارف باللہ کی مسجد پر کتبہ لکھی ہوئی ہے مگر پڑھ نہیں جاتا۔  
مسجد درگاہ شریف کا غدی پورے پر یہ کتبہ ہے۔



از سرحدوت بنحو اس ترمیم اس اقدس بنا۔ مسجد حاجی نظام الدین امام اولیاء  
۱۳۱۷ھ

اور عقب درگاہ چشمہ شمال رویہ میں یہ کتبہ ہے۔  
بسم اللہ الرحمن الرحیم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی شیعاً للہ  
بقبطی نداداد ہا لفظ چنان کہ چشمہ راز سید رساں  
۱۳۷۰ھ

دولت آباد کی جامع مسجد چینیوں کا مندر توڑ کر بنائی گئی ہے اور دالانوں کی وضع قطع سے احمد شاہ  
کے وقت کی ان مسجدوں سے ملتی جلتی ہے جو کہ گجرات میں تھیں۔ اس مسجد کے (۹۶) منقوش  
ستون ہیں۔

**نظام آباد سرائے** مرفضی نظام شاہ ثانی (۱۶۳۳-۱۶۷۰ء) نے دولت آباد کے قریب  
اپنے نام کا ایک شہر نظام آباد بسایا تھا شہر تو اُجڑ گیا مگر ایک سرائے البتہ باقی ہے جو چودہ ہزار  
چار سو مربع فٹ کے دور میں ہے۔ اس میں چھین کہ ٹھریاں اور تین نہایت وسیع دالان ہیں۔ سرائے  
کے چاروں کونوں پر برجیاں بھی بنی ہوئی ہیں مگر ساری عمارت بہت خستہ حالت میں ہے عجیب نہیں  
کہ تھوڑے ہی عرصہ میں بالکل نیست و نابود ہو جائے اور شہر نظام آباد کی طرح یہ بھی صفحہ دنیا  
سے مٹ جائے۔

**دولت آبادی کا غنہ** یہاں اعلیٰ درجہ کا پائدار کاغذ بنتا تھا۔ چنانچہ اب تک دولت آباد  
کا غنہ مشہور ہے اور کاغذی پورے کی ساری بستی کا یہی ذریعہ معاش تھا۔ اب انگریزی کاغذ چل پڑے  
یہاں کے کاغذ کی قدر نہ رہی لہذا یہ صنعت ڈوب گئی۔ اب بھی گندہ کاغذ لفافوں کا یہاں بنتا ہے  
لیکن اُس کی بھی نکاسی نہیں۔ کاغذی پورے کے لوگ جن کا ذریعہ معاش یہی تھا مفقود ہونے  
سے اب تباہ حال ہیں اور کوئی پیشہ ان غریبوں کو آتا نہیں جو اپنا پیٹ پال سکیں۔



## بارہواں ضمیمہ قلعہ دھارور

دھارور کا قلعہ بے شک اپنے با اقتدار بانی کے شوکت و جبروت کی ایک مستحکم یادگار ہے لیکن اب بالکل شکستہ ہے اور جا بجا سے فصیل ٹوٹ گئی ہے تاہم اس کی منہدم عمارات بچوں اور فصیل سے جو آب باقی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تعمیر میں لاکھوں روپیہ خرچ ہوا ہوگا یہ قلعہ اب ضلع بٹیر کی تحصیل مومن آباد عرف آنہ جو گاؤں میں واقع ہے۔ اس کے دیران محراب و در اور اس کی ساخت کی ترکیب اپنے حوصلہ مند بانیوں کی عظمت و اقتدار کا نقشہ کھینچ رہے ہیں۔ دیرینہ اور مسن لوگوں کی زبانی معلوم ہوتا ہے کہ اس قلعہ کی ابتدا دہار سنگہ راجہ نے کی تھی اور شورخا لاری نے اسے مکمل کیا اور کچھ تعمیر بادشاہ عالم گیر غازی کی سلطنت میں بھی ہوئی ہے۔ دہار سنگہ راجہ کے واقعات اور اس کی زاد بوم کا کچھ پتہ نہیں چلتا مگر اندرونی حصار ملک نظام شاہ بادشاہ احمد نگر کا طیار کردہ معلوم ہوتا ہے جس کے ایک پتھر پر کچھ عبارت کندہ ہے لیکن مٹ جانے سے برابر پڑھنی نہیں جاتی جتنی یہ شکل نکل سکی چمنہ نقل کی جاتی ہے۔

۱۵۔ اس قلعہ کو آج سے تیس برس پہلے میں نے دیکھا تھا مگر اس خیال سے نہیں کہ کبھی یہاں کی تاریخ لکھنے کی نوبت آئے گی اس وجہ سے مجھے اب کچھ یاد نہیں رہا۔ میں جناب ادوہ بہاری لال صاحب تحصیل دار کا ممنون ہوں جنہوں نے میری خاطر قلعہ کے دیکھنے اور وہاں کے حالات لکھنے کی زحمت گوارا کی۔ دھارور پہلے کیچ تحصیل میں شامل تھا اور کیچ سے چار کوس ہے لیکن اب ضلع بندی مجدد میں کیچ کی تحصیل ٹوٹ گئی اور قصبہ دھارور تحصیل مومن آباد عرف آنہ جو گاؤں میں شریک ہوا جو ضلع بٹیر میں ہے اور مومن آباد مستقر تحصیل سے دس کوس ہے۔ اس دھارور کو عموماً کیچ دھارور کہتے ہیں تاکہ نظام سٹیٹ ریلوے اسٹیشن دھارور سے مخلوط نہ ہو جائے آخر الذکر مقام ضلع اطراف بلدہ کی ایک تحصیل ہے جو پہلے کوٹ پٹی کی تحصیل سے نام زد تھی اور بعد میں جانے کے لئے قریب تر اسٹیشن ہی ہے۔ ۱۶۔

”برج خصال زن دیوان مرتضی شاہی کا کر و بنام احمد آقا اس حصار ملک  
نظام شاہ مقبول بارگاہی عطا و عنایت خداوند آتی حوالہ کرد احمد آقا براے  
محافظت۔ مرتب آمدت برج بابی پراسست تاریخ فی عشرین شہر مبارک رمضان  
سنہ خمس ثمانین شمسائے ہجری“

۹۸۵ھ

اندرونی احاطہ میں ایک مسجد بھی تھی جس کی لداؤ چھت تمام گر پڑی تھی صرف دیواریں کھڑی  
ہیں اور قد آدم دروازہ سنگ لبتہ مسجد کے صحن کا موجود ہے۔ اس پر یہ اشعار کندہ ہیں۔  
در عہد نظام شاہ عالی مقدار      آں شاہ جہاں بہ جہاد خورشید لقب  
بانی بنائے خیر شد سنجر خاں      آں منبع خلق و لطف احساں ادب  
تاریخ بنائے خیر اگر خواہی      از قبل اہل عجز و اخلاص طلب

۱۰۲۰ھ

ایک قلمی تاریخ موسوم بہ خورشید جاہی کے چند کمنہ دیو سیدہ اور اق میرے دیکھنے میں  
آئے تھے اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ نظام شاہ بادشاہ احمد نگر کے عہد پادشاہت میں قلعہ دیوار  
کا حصار اڑیس بنایا گیا۔ تاریخ مذکور میں دیوار کا نام فتح آباد لکھا ہوا ہے۔ جب اسماعیل عادل  
بادشاہ بیجا پور تخت نشین ہوا چند سال بعد اس نے اپنے سپہ سالار کشور خاں لاری کو فوج  
کثیر کے ساتھ نظام شاہ والی احمد نگر سے لڑائی کے لئے روانہ کیا جنگ عظیم کے بعد کشور خاں  
نے فوج نظام شاہی کو شکست فاش دی اور قصبہ نیکنور تک اپنا تسلط کرایا۔ اس فتح نمایاں  
کے بعد حکم بادشاہ بیجا پور کشور خاں نے دین غنیم کے خیال سے قلعہ دیوار کی تکمیل اور  
استحکام کیا اور دوسرا حصار بنوایا۔ سنہ ۱۰۲۶ھ تک قلعہ کی حالت فی الجملہ درست  
تھی اگرچہ اندرونی مکانات بالکل منہدم اور برباد ہو گئے تھے مگر قلعہ کی تفصیل اور اس کے  
شان دار بروز ثابت و قائم تھے۔ سنہ ۱۰۲۶ھ میں شورش پست و قطاع الطریق رو اہل کا  
گروہ دور دراز مقامات سے تاخت و تاراج کرتا ہوا قلعہ میں پناہ گزین ہوا تھا ان کی گرفتاری  
کے لئے جمعیت کنتھنٹل کے دور سائے اور توپ خانہ بھیجا گیا تھا قلعہ دیوار کے تاریخی اور

گزشتہ مصائب میں وہ واقعہ یادگار ہے لیکن کہیں تاریخ سے اس کا پتہ نہ چلا۔ لوگوں کے بیان سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ ان رہیلوں کی لوٹ مار سے تمام قصبہ دہارو روپن ہو گیا تھا اور عام ساکنین اپنی اپنی جان لے کر جدھر منہ اٹھا نکل بھاگے آخر شہر کار نے لشکر جنٹ کی فوج روانہ کی۔ قلعہ کا دروازہ پہلے بند کر کے قلعہ کے اندر جا بیٹھے تھے۔ جنرل ہارٹ کمانڈنگ آفسر اور ان کے تحت میں گیارہ یوروپین آفسر موجود تھے دو ہفتے برابر گولہ باری ہوتی رہی مگر قلعہ کی تفصیل کو مطلق جنبش نہ ہوئی۔ بعد میں پتہ ملا کہ شمالی رخ کی تھوڑی سی تفصیل خام ہوئی اور دھڑکیں لگا دیں ذرا سی دیر میں تفصیل ٹوٹ گئی اسی راستے سے فوج قلعہ میں جا گھسی اور تھوڑے سے مقابلہ کے بعد رہیلوں نے ہتھیار ڈال دیے اور اطاعت قبول کر لی۔ اس فتح مندی کے بعد صاحبان رسالہ نے قلعہ کو امن اشہر اخیال کر کے بہت سی تفصیل کھدوا ڈالی۔ سنا گیا کہ منوں باروت اور گولی قلعہ کے کونٹھوں میں بھری پڑی تھی وہی نکال نکال کر سرنگیں لگا لگا کر اڑا دیں۔ اس کے بعد اور جو کچھ شکست و ریخت ہوئی ہے وہ زمانہ کی دست برد اور نگہداشت کی سر دھری کہنی چاہیئے۔ قلعہ کے اندر بہت سے مکان موجود ہونے کی علامات پائی جاتی ہیں چنانچہ اب تک بہت سے کھنڈر موجود ہیں جن کی خالی چار دیواریاں کھڑی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ کی تعمیر کے بعد بہت سے عالی شان مکانات و محلات بنائے گئے تھے۔ قلعہ کے مغربی جانب اب تک ایک نہایت عالی شان و مرتفع مکان کی بوسیدہ دیواریں کھڑی ہیں۔ قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مقام کوئی سیرگاہ تھا۔ اس کی مغربی جانب پہاڑ کے دروں کا ڈھلاؤ اور اس کی سطح پر قدرتی درختوں کی بے سلسلہ مگر گنجان جھنڈوں کی سرسبزی کا منظر پیش نظر ہو جاتا ہے۔ اس مکان کے سامنے خانہ باغ اور چمن بندی کی علامات چھوٹی چھوٹی روشیں اور مختلف اقسام کی کاریوں کے مٹے مٹائے نشانات اب بھی موجود ہیں۔ پختہ روشیں اور نالیاں اور دریاں حوض اب سب ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں۔ اس اجڑے ہوئے مکان اور تباہ شدہ چمن کو دیکھ کر نہایت حسرت و افسوس ہوتا ہے۔ پہلے یہ مقام کچ کی تحصیل میں تھا اب کچ کی تحصیل شکست ہو گئی کچ میں حضرت قاضی محمد بن الدین صاحب قدس سرہ کا مدفن ہونے سے

عام لوگ اس قصبہ کو کیچ شریف کہتے ہیں۔ حضرت کا گنبد شریف پختہ عمارت ہے۔ حضرت موصوف کے محاصرہ و محاسن و برکات نزدیک و دور مشہور ہیں۔ سنگیا کہ حضرت کا زمانہ تقریباً سات سو برس کا ہے۔ حضرت زرنہری زرخش یا بریان الدین اولیاء قدس سرہ کے ساتھ اورنگ آباد تشریف لائے تھے اورنگ آباد سے بمقامت خاص کیچ فائر ہوئے۔ اور یہیں زندگی کے بقیہ ایام یاد خدا میں صرف فرما کر رحلت فرمائی۔ آپ کے وصال کے بہت دنوں بعد آپ کا گنبد تعمیر ہوا۔ اندرون حدود درگاہ عموماً لوگ یہ پاس ادب پلنگ یا چار بانیاں پر نہیں سوتے۔ اس قلعہ میں حصار کے اندر اکیس برج ہیں جن کے تفصیل حسب ذیل ہے۔

اندرون حصار جانب مشرق (۸) خندق کا برج شکستہ - سالم - شاہ برج - کھنڈہ راؤ کا برج نصف شکستہ - ہتھیاراؤ کا برج - دروازہ کے قریب کا برج - دروازہ کے محاذی برج - ٹکسال برج -

جانب شمال چھ برج - چوڑی بنگالن کا برج - شولا پوری برج - چادر پانی کا برج - درہ چادر پانی کا برج - چور دروازہ کا برج - جن میں ایک شکستہ اور ایک درست -

جانب مغرب تین برج - بانڈا برج - کوٹ تالاب برج دو -

جانب جنوب - درہ لوگری کے پاس سے دوڑی چشمہ تک چار برج ہیں جن میں تین شکستہ اور ایک سالم ہے۔ لیکن ان برجوں کے کوئی خاص نام نہیں ہے۔ بیرون حصار چھ برج حسب ذیل ہیں جانب مشرق چار برج - روبرو شاہ برج ایک برج ہے جس پر کندہ ہے۔ مگر پڑھائیں جانا پر کوٹ یعنی (خندق) کے قریب ایک برج ہے اس پر کتبہ بھی مایقری نہیں ہے۔ ٹکسال برج کے محاذی بیرون حصار دو برج ہیں جن میں سے ایک شکستہ اور ایک درست ہے۔

جانب جنوب دو برج - درہ لوگری کا برج - لال اکھاڑے کا برج -

قصبہ دہارور کے مسن آدمیوں کا بیان ہے کہ برجوں پر بہت سی توپیں تھیں لیکن سب تلف کر دی گئیں اب کوئی توپ نہیں ہے۔ اگرچہ کتبہ چھپیدہ اور مٹے ہوئے ہوں گے لیکن تاہم روشنی کی جاتی تو کچھ کچھ پڑھے جاسکتے تھے لیکن یہ کام جب ہی ہو سکتا تھا کہ میں خود جاتا اور یہ سروسٹ ممکن نہ تھا۔

## تیرھواں ضمیمہ راجپور

### راجپور کی جغرافیائی حالت

جی۔ آئی۔ پی۔ ریلوے کا ٹرنس اسٹیشن راجپور سے (۲۴۳) میل ہے۔ مدراس سدرن مرہٹہ ریلوے بھی یہیں سے شروع ہوتی ہے۔ مدراس یہاں سے (۳۵۱) میل ہے اور حیدرآباد (۱۸۲) میل۔ مردم شماری ۱۹۲۱ء میں (۲۲۶۹۹) اور خاتہ شماری (۲۹۹۷) تھی۔ یہ مقام سمندر کی سطح سے (۱۳۱۵) فٹ بلند ہے اور بلکہ حیدرآباد سے (۲۸۰) فٹ نیچا ہے۔ دریائے کرشنا راجپور سے جانب شمال (۱۲) میل ہے اور دریائے تنگ بھدر راجانہ جنوب (۱۷) میل۔ جوں کہ راجپور دونوں دریائوں کے بیچ میں ہے اس واسطے دو آبہ کھاتا ہے جیسا کہ پانچ دریائوں کے ہونے سے پنجاب مشہور ہے۔ راجپور صوبہ گلبرگہ میں شامل ہے۔ راجپور مستقر اول تعلقہ راجی یعنی کلکھ ضلع ہے۔ ۱۹۶۲ء میں اس ضلع کے دو ٹکڑے کئے گئے مغرب رویہ راجپور اور مشرق رویہ لنگسگور۔ راجپور سے لنگسگور (۵۵) میل ہے ۱۹۱۵ء کی جدید ضلع بندی میں یہ ضلع لنگسگور شکت

۱۵ دریائے کرشنا مغربی گھاٹوں سے قریب مالمیشور کے نکل کر خلیج بنگالہ میں گرتا ہے اس کا طول تقریباً ۱۲۸ میل ہے۔ دریا کے قریب ہی جی۔ آئی۔ پی۔ ریلوے کا اسٹیشن اسی نام کا ہے اس دریا کا آہنی پل اس ریلوے لین کا سب سے بڑا پل ہے جس کی ۳۶ کمانیں ہیں اور جو ۳۸۵۴ فٹ لمبا ہے۔ ۱۲

۱۳ دریائے تنگ بھدر اور دھیموٹی چھوٹی ندیوں ٹنگا اور بھدر کے مل جانے سے پیدا ہوا ہے موضع سموگہ علاقہ میسور سے نکل کر لنگسگور و راجپور کی جنوبی حد پر پتا ہوا عالم پور کے قریب سرحد موضع کو ٹریلی میں (کرنول) سے عالم پور نو میل ہے درمیان میں تنگ بھدر حاکم ہے کرشنا سے ملتا ہے اس مقام کو ہنود سنگم تریان کہتے ہیں اور بڑا منبرک مقام سمجھ کر افسانہ کرتے ہیں۔ کرشنا اور تنگ بھدر دونوں ندیوں سے بہت سی نہریں کاٹ کر زراعت میں مدد ملی گئی ہے۔ مملکت نظام میں تنگ بھدر کی درازی (۱۷۵) میل ہے۔ گورنمنٹ نظام اور برٹش میں یہی دریا حد فاصل ہے۔ مدراس ریلوے کا اسٹیشن اسی دریا کے نام سے تنگ بھدر کہلاتا ہے۔ دریا بالکل ریلوے اسٹیشن سے ملا ہوا ہے جس پر کرشنا کی طرح کا بڑا بھاری آہنی پل بنا ہوا ہے۔ ۱۳

کر کے رانچو میں شامل کر دیا گیا اب یہ ضلع (۸) تحصیلات پر مشتمل ہے اور بہت بڑا ضلع ہے۔ زمانہ سلف کے کاغذات اور اسناد سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں رانچو کا نام فیروزنگر بھی تھا۔ رانچو کی وجہ تسمیہ بیان کی جاتی ہے کہ تقریباً آٹھ سو برس پہلے ایک شخص بوس رڈی جس کا تفصیلی حال معلوم نہیں تھا ملیا با دیں قلعہ بنا رہا تھا جس کا ذکر جداگانہ ضمیمہ میں ہے (۱) جو رانچو کے قریب ہے ایک دن شکار میں دور نکل گیا۔ خرگوش نظر پڑا اپنے کتے کو چھوڑا اور خلافت قلعہ خرگوش کتے پر حملہ آور ہوا اور کتے کو زخمی کر دیا جس سے کتا مر گیا۔ بوس رڈی نے دل میں کہا کہ اس سرزمین میں کیسی جڑت ہے کہ خرگوش نے کتے کو مار لیا پس اسی جگہ قلعہ کیوں نہ بنایا جائے۔ یہ خیال آنا ہی تھا کہ ملیا با د کا قلعہ ناتام چھوڑ کر اس جگہ قلعہ بنایا اور اس بستی کا نام نانی جو رکھا۔ کنٹری زبان میں ”نائی“ کتے کو کہتے ہیں کثرت استعمال سے (ن)۔ (ر) سے بدل کر رانچو ہو گیا علاوہ اس کے تفصیل کے اس کنٹری کتبے سے جو سیلانی دروازے کے جنوب برج پر ہے اس کا نام رانچو لکھا ہوا ہے میرے خیال میں ایک دوسری وجہ تسمیہ اس سے صاف ہو سکتی ہے ”رائی“ تلنگی میں پتھر کو کہتے ہیں۔ آج کل کاؤں کو یعنی پتھر کا کاؤں۔ کیونکہ یہ پتھر بلا ملک ہے۔

رانچو کے قدیم تاریخی حالات بہ سبیل اختصار (۱) میں رانچو کے متعلق تیرہ سو چھتیس برس قبل سے آج تک کی مختلف حکمرانوں کی سلسل مگر مختصر سطر ہی بیان کرنا چاہتا ہوں۔

۵۔ یہ مقام ہجرا پور سے (۲۱) میل ہے در اس سدرن مرٹھ ریو سے لڑگی گدگ کشن پر ہے۔ قصبہ بادامی ریلوے اسٹیشن سے (۳) میل ہے۔ یہاں جینیوں کا ایک مندر اور غار ۱۸۷۵ء کا بنا ہوا ہے۔ علاوہ اس کے برہمنوں کے زمانے کے تین غار جن پر ۱۸۷۵ء کا کتبہ ہے موجود ہیں۔ بہت سی پیڑھیاں غاروں میں اترنے کے لئے بنی ہوئی ہیں جو امتداد اور کثرت آمدورفت زائرین سے بہت شکستہ حالت میں ہیں جینیوں کے غار کا طول (۲۱) فیٹ عرض و عمیق (۱۹) فیٹ ہے۔ زرسنہ کا اوتار و شنو پانچ بچوں کے سانپ انتہا پر پیٹھا ہوا ہے اور ایسی ہی بہت سی موتیں اب تک باقی ہیں۔ ایک غار کے اگلے ستونوں میں چوبی قطع کے برکیٹ لگے ہوئے ہیں۔ بعض بعض ستونوں پر چوڑوں مردوں کی تصاویر کے علاوہ بے نظیر صنایع نقش و نگار کی موجود ہے۔ بادامی اسٹیشن سے (۹) میل کے فاصلے پر پراس گڑھ میں ایک بڑا مندر شرعی بانا شکاری دیوی کا ہے جہاں

مغربی چلو کیا خاندان کے راجاؤں کی حکومت یہی ہے اس خاندان میں نوراجہ ہوئے جن کا پہلا راجہ جیا سمھا اور آخری ستیاس ریا نری پامھا کرتی ورماں تھا۔ اس کے بعد راجگان ”ریشتراکوٹاس“ نے سلطنت کی جن کا پایہ تخت ملک پور تھا۔

(۳) ۱۵۵۷ء میں خاندان ریشتراکوٹاس کا پہلا راجہ ونٹی ورمان نے ملک کرناٹک میں دو سو انیس سال تک سلطنت کی ہے۔ اس خاندان میں بارہ راجہ ہوئے جو ۱۷۷۳ء تک حکم ران رہے۔

(۴) اس کے بعد مغربی چلو کیا خاندان کی حکومت قصبہ کلیانی میں قائم ہوئی جو آب ضلع گلبرگہ میں نواب غضنفر الدولہ کی جاگیر ہے۔ کلیانی وہ مقام ہے جہاں بسائے لنگایتوں کا نیا مذہب قائم کیا تھا جس کے سپرد ملک کرناٹک میں لاکھوں آدمی موجود ہیں۔ مغربی چلو کین خاندان کا پہلا راجہ ابا واما نور مڈی ٹیلا تھا۔ اس خاندان میں گیارہ راجہ ہوئے جس کا اخیر راجہ ”تری بھونا مالا ویرا سویشور“ تھا، اس خاندان نے دو سو لٹا سال تک حکومت کی جس کا خاتمہ ۱۸۹۱ء میں ہوا۔

بقیہ جانشین صفحہ ۲۹۸۔ جنوری کے مہینے میں ہر سال جاتر ہوتی ہے جس میں ہزاروں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ یہ مقام مابین اسٹیشن ریلوے چلتا پورا اور سیٹرم کے ہے جہاں ایک فائیگ اسٹیشن ملکھیر گٹ کے نام سے کھلا ہوا ہے۔ بائیں ہاتھ کی طرف بستی نظر آتی ہے۔ یہاں بھی پرانے زمانے کا ایک عالی شان اور ضخیم قلعہ بنا ہوا ہے جس کے اندر قدیم مکانات بھی کچھ بقیہ باقی ہیں۔ ملکھیر کے حالات کا ایک جداگانہ ضمیمہ اس حصہ میں درج کیا گیا ہے ۱۲

۱۳۔ لنگایت اپنے کو برہمن۔ چھتری۔ دیس۔ شودر۔ چاروں سے جدا سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ شیو کو پوجتے ہیں اور اپنے مذہب کی پابندی اور اظہار عقیدت کی غرض سے ایک گول پتھر چاندی کے تھوڑے میں مشابہا بطور ڈھولنے کے گلے میں ڈالے رکھتے ہیں۔ غریب لوگ کسی ریشمین رومال یا معمولی کپڑے میں پتھر باندھ کر گلے میں ڈال لیتے ہیں۔ ان کے مذہبی پیشوا کو جنگم کہتے ہیں جس کی بہت تعظیم کی جاتی ہے ۱۴۔



(۴) ۱۷۸۰ء میں بعد مغربی چلوکین راجگان راجہ وکرما دیتیا نے رانچور اور اُس کے ملحقات میں راج کیا جس کا دار الحکومت یادگیر تھا جس کا اصلی نام اٹیاگری تھا۔ اس ملک میں جس قدر عمدہ عمدہ صنایع کے دیول ہیں وہ راجہ ہتھی جاسنتھاستی دیوا کے بنائے ہوئے ہیں جو راجہ وکرما دیتیا کا بانی گذار تھا اور جس کی حکومت گبور میں ۱۷۸۰ء تک رہی۔

(۵) ان مغربی چلوکین راجاؤں کا راج دہانی سب سے اول ”ناگاوی“ میں تھا جہاں اب بھی چند دیول موجود ہیں۔

(۶) مغربی چلوکین سلطنت کلیانی کے آخری راجہ کو راجہ بجالائے جو کالاچوریا کے خاندان کا تھا شکست دے کر ملک کرناٹک پر قابض ہو گیا۔ خاندان کالاچوریا میں پانچ راجہ ہوئے جن میں کا آخری راجہ سنگھانا تھا۔ ان پانچوں راجاؤں نے ۱۷۳۸ء سے لے کر ۱۸۳۳ء تک حکومت کی۔

(۷) خاندان کالاچوریا کے اختتام کے بعد راجگان یا دھو جو دیوگری (دولت آباد) پر مسلط تھے ملک کرناٹک پر حکم راں ہوئے۔ اس خاندان میں چھ راجہ ہوئے۔ ۱۷۲۱ء سے ۱۷۴۴ء تک رانچور اور اُس کے مضافات میں یا دھو خاندان کے راجہ سنگھانا نے سلطنت کی اور اسی راجہ کے زمانے میں خاندان یا دھو کی زیادہ تر حکومت ملک کرناٹک پر رہی۔ اس کے بعد ملک کرناٹک پر شہول قلعہ جات رانچور و مدگل راجگان ورنگل کی حکومت رہی۔

(۸) ۱۷۳۴ء کے اوائل میں سلطان محمد تغلق کا صوبہ دار ملک دکن پر حملہ آور ہوا اور سلطنت اہلیا قائم کی جس میں یہ ضلع رانچور و آہ یعنی دریائے کرشنا تک بھدر کا درمیانی ملک بھی شامل تھا۔ ۱۷۳۵ء میں محمد شاہ ہمنی پادشاہ دوم خاندان ہمنی اور راجہ ویجا نگر کے درمیانی بڑی بھاری جنگ ہوئی جس میں تخمیناً پانچ لاکھ ہندو مارے گئے جس کی وجہ سے ملک کرناٹک بالکل تباہ

۱۷۳۵ء یہ مقام اسٹیشن چیتاپور نظام سٹیٹ ریلوے واری سکشن پر اور واری سے دوسرا اسٹیشن جانب حیدر آباد ہر واری سے دس میل پر اور چیتاپور سے ایک میل اور ہری پائیں ماٹھ کی طرف ناگاوی کی اجری ہوئی آبادی نظر آتی ہے اب وہاں چند دیول اور شکست مکانات موجود ہیں۔ خرابی آب و ہوا کے سبب بالکل ویران ہو گیا ہے۔ ۱۷۳۵ء۔

ہو گیا اور سالہا سال تک پھر نہ پنیپ سکا۔ ۱۳۷۵ء میں محمد شاہ کا انتقال ہوا اور اُس کا فرزند مجاہد شاہ تخت نشین ہوا جو خاندان بہمنیہ کا تیسرا بادشاہ تھا اُس نے بگارا یا راجہ بیجانگر سے خواہش کی کہ دریائے کرشنا اور تنگ بھدرا کے درمیان کے جو قلعے ہیں اور جن میں دونوں سلطنتوں کا حصہ ہے وہ تنگ بھدرا کے کنارے تک ہمارے حوالے کئے جائیں۔ بگارا یا نے ترکی بہ ترکی جواب دیا کہ کل ملک دو آبہ کو آپ ایک دم خالی کر دیجئے کیوں کہ قلعہ رانچور اور مدگل قدیم سے ہمارے مقبوضات سے ہے اور آپ اپنی سلطنت کی حد دریائے کرشنا کے اُس پار تک رکھیں اس پر ان دونوں میں پھر ایک بہت بڑی لڑائی ہوئی جس میں بگارا یا کو شکست ہوئی۔

(۹)۔ ۱۳۹۷ء یعنی راجہ بگارا والی بیجانگر کے آخری زمانے میں اُس کے فرزند دیورائے نے قلعہ رانچور اور مدگل پر چڑھائی کی۔ یہ دونوں مقامات ہمیشہ سے رایان بیجانگر اور سلاطین بہمنیہ و عادل شاہیہ کے درمیان مابہ النزاع رہے ہیں اور بہت سی لڑائیاں ان دونوں قلعوں پر قبضہ کرنے کے لئے آپس میں ہوئی ہیں۔ فتح رانچور کے بعد رانچور کے کتبے کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محمود شاہ بہمنی پادشاہ پنجم نے بھی ۹۱۶ء میں رانچور پر پادشاہت کی ہے اور اُسی کے زمانے میں قلعہ کی بیرونی تفصیل اور کچھ برج تعمیر پائے ہیں۔

(۱۰)۔ راجہ بگا دوم کے مقابلے کے لئے فیروز شاہ بہمنی پادشاہ ہشتم روانہ ہوا اور دریائے کرشنا کے کنارہ پر اپنی فوج اتار دی۔ رانچور کے مقام پر فیروز شاہ بگا کے لشکر میں جاگھسا اس طرح کہ قاضی سراج کو اُس کے سات دوستوں کے ہمراہ فقیروں کے لباس میں بھجوا یا یہ لوگ اس طرح اُس مقام پر پہنچے جہاں طوائف رہتی تھیں۔ قاضی سراج نے ایک طوائف سے اپنا عشق گانٹھا اور ایک دن جب وہ بتاؤ سنگھار کر کے راجہ بگا کے حضور میں جا رہی تھی اُس کے پاؤں پر لوٹ گیا کہ مجھے بھی لے چل۔ طوائف نے کہا کہ دیوانہ ہو اے وہاں برتہ پر نہیں مار سکتا تو کیسے جائے گا مجھے راجہ کے بیٹے نے جلسے میں بلایا ہے بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ میں تم کو ساتھ لے جاؤں وہاں ناچنے گانے والوں کا کام ہے نہ تمھارا۔ قاضی صاحب نے کہا کہ تم نے مجھے کیا سمجھا ہے میں بھی ہر فن میں مولیٰ ہوں۔ طوائف نے سمجھا کہ محض غداق سے

کتا ہو تو اُس نے اپنا سٹل قاضی صاحب کے سامنے سرکا دیا کہ بسم اللہ ہمیں گوہیں میدا  
قاضی صاحب نے وہ وہ گتیں بجائیں اور ایسا آتا چڑھاؤ اور میٹر اور مضمار کا کمال دکھایا  
کہ اُس کے دیدے پھٹے کے پھٹے رہ گئے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ تم مجھے لے تو چلو پھر  
دیکھو کہ میں کیسا ناچتا گاتا ہوں اور تمہاری مجلس میں اگر دونی اور چونی رونق نہ ہو جائے تو سہی  
یہ دیکھ کر طوائف ساتھ لے چلنے پر آمادہ ہو گئی اور قاضی صاحب اپنے ساز و سامان سے  
آراستہ ہو کر ساتھ ہوئے۔ طوائف نے راجہ کے دربار میں جا کر اپنا مجرئی ہونے کے بعد عرض  
کی کہ میرے ساتھ ایک اور طائفہ بھی گولیوں اور نقالوں کا بہت اچھا اگر حکم ہو تو حاضر کروں راجہ کے  
فرزند نے نجوشی اجازت دی۔ قاضی صاحب زنا نہ لباس میں بڑے ٹھٹھے سے آئے اور  
ایسا گایا بجا یا کہ ساری محفل محو حیرت رہ گئی۔ پھر انھوں نے کہہ دے کا ناچ شروع کیا جس  
میں جینیے نکال کر ناچتے ہیں اور ناچتے ناچتے ایک دم راجہ کے بیٹے پر جا پڑا اور ایک جنبہ  
اُس کی چھاتی میں بھونک دیا جس سے سارا جلسہ درہم و برہم ہو گیا اور ایک ایسی اودھم مچ  
گئی کہ فیروز شاہ نہایت آسانی سے کرشنا پار اُتر آیا اور راجہ بنگا پر فتح حاصل کی۔ راجے بنگا کو  
بھاگتے ہی بن پڑی۔ ۱۱۷۱ھ میں دیورائے نے پھر ملک دوآبہ پر چڑھائی کی اور سارا ملک  
تباہ و تاراج کرنے کے بعد فتح کر لیا۔

۱۱۷۳ھ میں علاؤ الدین دوم خاندان بہمنیہ کا دسواں پادشاہ اپنے باپ سلطان احمد  
ولی بہمنی کی جگہ تخت نشین ہوا اُس وقت علاؤ الدین نے اپنے پوتے محمد شاہ کو فوج راجہ  
بیجانگر سے خراج وصول کرنے کو بھیجا۔ محمد شاہ نے راجہ بیجانگر سے خلاف راجے اپنے دادا  
کے مصالحت کر لی اور قلعہ راجپور پر قبضہ کر لیا جس کی تصدیق قلعہ کی بیرونی تفصیل کے مشرقی  
دروازے کی پیشانی پر جو کتبیاں موجود ہیں اُن سے ہوتی رہی جن میں ۸۷۳ھ و ۸۷۴ھ درج ہیں۔  
محمد شاہ کے راجپور پر قابض ہونے کے بعد اُس سے اور اُس کے دادا علاؤ الدین سے ایک  
بڑی جنگ ہوئی جس میں محمد شاہ نے شکست پائی اور علاؤ الدین نے اپنے پوتے کا قصود  
معاف کر کے قلعہ راجپور اور مضافات اُس کو بخش دئے۔ دیورائے راجہ بیجانگر نے پھر علاؤ الدین  
کو خراج نہ دیا۔ اور اُنٹا راجپور پر حملہ آور ہوا اور فتح کر لیا آخر کار دونوں میں آپس میں صلح ہو کر

راپچور علاء الدین ہی کے قبضے میں رہا۔

(۱۲) ۱۲۷۹ء میں قاسم برید وزیر سلاطین بہمنیہ نے یوسف عادل شاہ پر چڑھائی کرنے کے لئے بیجانگر کے وزیر بہیم راج عرف نرسما سے مدد چاہی اور وعدہ کیا کہ اگر فتح ہو گئی تو قلعہ جاتا راپچور اور مدگل تم کو دے دوں گا۔ بہیم راج کو فتح حاصل ہوئی اور اس طرح پھر قلعہ راپچور راجگا بیجانگر کے قبضے میں آ گیا۔

(۱۳) ۱۲۹۳ء میں یوسف عادل شاہ اور بہیم راج کے درمیان پھر راپچور پر لڑائی ہوئی جس میں نابالغ راجہ بیجانگر زخمی ہو کر فوت ہوا اور راپچور یوسف عادل شاہ کے قبضے میں آ گیا۔ ۱۵۱۱ء میں یوسف عادل شاہ یا دشاہ سبجپور کا انتقال ہوا اور اُس کا فرزند اسمعیل عادل شاہ تخت نشین ہوا۔

(۱۴) ۱۵۲۰ء میں اسمعیل عادل شاہ اور کش دیورائے راجہ بیجانگر کے درمیان راپچور پر ایک بڑی جنگ ہوئی کش دیورائے کے ساتھ (۳۷۰۰۰) فوج اور (۵۵۰) ہاتھی تھے کش دیورائے نے سب سے پہلے اپنا مقام ملیا بادیں جو راپچور سے (۳) کوس ہر کیا۔ بعد قلعہ راپچور کا محاصرہ کیا۔ اس وقت راپچور میں اسمعیل عادل شاہ کی فوج آٹھ ہزار پیدل۔ چار سو سوار میں ہاتھی اور تیس توپیں موجود تھیں۔ اسمعیل عادل شاہ کش دیورائے کے حملہ آور ہوتے کی خبر سن کر ایک لاکھ چالیس ہزار کی جمعیت سوار پیدل لے کر درکشنا کے شمالی کنارے پر پونچا اور راپچور سے (۱۳) میل کے فاصلہ پر ایک خندق اور فصیل تختینا ایک میل مربع تیار کرادی جس کے آثار اس وقت تک بھی ریلوے اسٹیشن کرشنا سے بہ جانب مغرب دو میل کے فاصلے پر موجود ہیں۔ چنانچہ ۱۹ مئی ۱۵۲۰ء ہفتہ کے دن بہت بھاری لڑائی راپچور کے شمال جانب شروع ۱۵ آرڈیننس نقشہ میں بجانب شمال و مغرب دریا کے کنارے کنارے اس خندق کی علامتیں بہت سلائی گئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہاں لشکر ٹھہرا ہوگا۔ کیمپ کا خط دریا کے طول کے متوازی واقع ہے۔ باقی مغربی جنوبی اور مشرقی رخ قریب ایک ایک میل کے لیے ہیں یہ مقام روڈ ہائے بھما اور کرشنا کے کے سنگم سے ذرا ہی نیچے ہے اور کرشنا ریلوے اسٹیشن سے دو میل مغرب جانب ہے ۱۲

ہوئے جس میں اسماعیل عادل شاہ کی فوج نے شکست کھائی اور کشن دیوارے کی فوج نے اُن کو ایسا دیا کہ بے انتہا خون ریزی اور نقصان عظیم کے بعد دریائے کرشنا میں جا کر بے دریا طغیانی پر بھٹا بہت سے لوگ ڈوب گئے جو پار اتر گئے وہ گرتے پڑتے اپنی جان بچا کر بھاگے۔ کشن دیوارے نے کشنا پار ہو جانے کے بعد بھی اُن کا پیچھا نہ چھوڑا اور آنا اسماعیل عادل شاہ کے کیمپ میں جاگسا اسماعیل عادل شاہ خوف کے مارے اپنے سپہ سالار اسد خاں کے ساتھ پہلے ہی چل دیا تھا۔ اس جنگ میں کشن دیوارے کی مدد کو پرنگالی فوج کرستو واوڈی فیکریڈ وافر کے ساتھ تھی اس جنگ میں عادل شاہیوں کے چار اعلیٰ فوجی افسروں کے علاوہ صلاحیت خاں بھی مارا گیا۔ (۱۵) ۱۵۳۱ء میں بیجانگر کے راجہ اچوتیا کے عہد میں اسماعیل عادل شاہ نے پھر رانچور پر قبضہ کر لیا جس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے بتیس برس تک رانچور میں حکومت کی جس کی تصدیق کتبہ برج مغربی فصیل سے جو مسجد گوگل بھانویں میں نصب ہے ہوتی ہے جس پر سن ۱۵۵۷ء ہے۔ اس کے علاوہ اسی کی تائید میں کالی دروازے کی کمان کے طاق میں جو کتبہ نصب ہے اس سے بھی ہوتی ہے اگرچہ مورخین نے ابراہیم عادل شاہ کی مدت حکومت (۶۴) سالہ بتلائی ہے مگر ان کتبوں سے ۳۴ سالہ ثابت ہوتی ہے۔

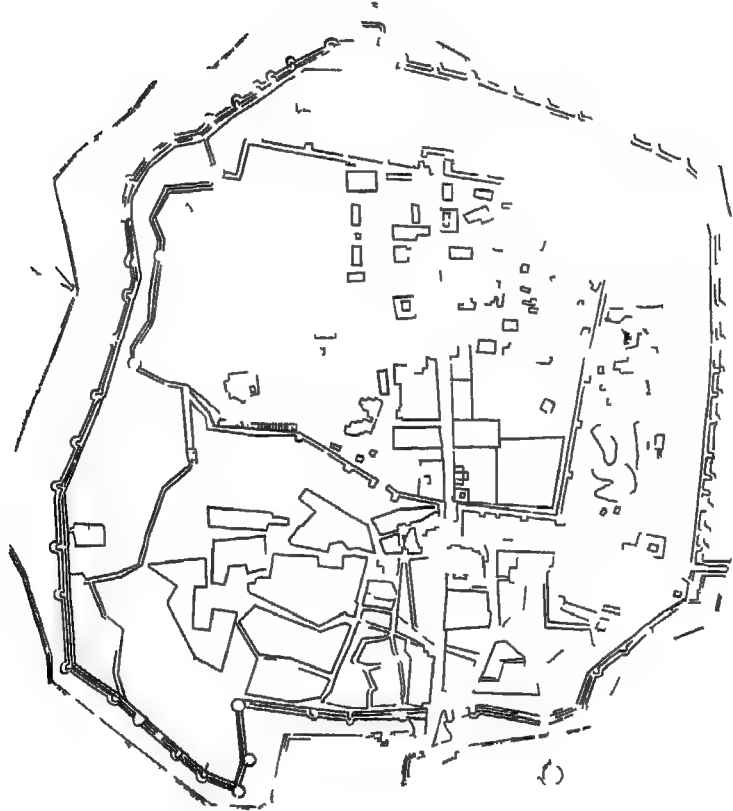
(۱۶) ۱۵۵۱ء میں برہان نظام شاہ یا دشاہ احمد نگر نے رام راج کو کچھ تحائف بھیجے یہ بات ابراہیم عادل شاہ کو بہت ناگوار ہوئی جس کا انتقام اُس نے یوں لیا کہ بیجانگر کے جو سفیر دربار عادل شاہ میں تھے اُن سے بے عزتی کے ساتھ پیش آیا جس پر رام راج بہت براخود ہوا۔ اور برہان نظام شاہ سے درخواست کی کہ ہم تم دونوں مل کر ابراہیم عادل شاہ پر چڑھائی کریں۔ اس جنگ میں برہان نظام شاہ کامیاب ہوا۔ اور اس طرح برہان نظام شاہ اور رام راج کے آپس میں دوستی اور اتحاد ہو گیا اور دونوں مل کر کچھ قلعہ رانچور چھین لیا اور اس طرح ایک مرتبہ پھر ملک دواہرہ راجہ بیجانگر کے ہاتھ آگیا۔

(۱۷) ۱۶۴۴ء بلکہ قریب قریب اونگ زیب کے زمانے تک ملک دواہرہ کرناٹک راجہ رنگاششم بیجانگر کے قبضے میں رہا۔ اس کے بعد چند روزیہ ملک زمینداروں کے قبضہ و تصرف میں رہا۔



قلمرو سايه

KAL-HUR P. -  
1.1.1









(۱۸) - ۱۶۸۶ء میں سلطنت بیجاپور پر اورنگ زیب نے قبضہ کیا جس میں بہت بڑا حصہ ملک کرناٹک کا شامل تھا۔ اورنگ زیب کا انتقال ۱۷۰۷ء میں ہوا۔

۱۷۰۷ء سے ۱۷۲۳ء تک ہندوستان اور دکن کی سلطنت بہادر شاہ جہاں دارشاہ - فرخ سیر اور محمد شاہ کے قبضے میں رہی۔

(۱۹) - محمد شاہ کے عہد میں ۱۲ اکتوبر ۱۷۲۳ء کو نظام الملک آصف جاہ بہادر صوبہ داری کن بر واپس ہوئے اور اُس زمانے سے آج تک یہ فضل خدا سلطنت نظام قائم ہو جسے خدا ہمیشہ ہمیشہ قیام رکھے۔

بروے تہ نامہ مورخہ ۲۱ مئی ۱۷۵۳ء فی مابین آئرہیل دی انگلش ایٹنیا کمپنی اور نظام الملک آصف جاہ بہادر کے ملک دوآبہ راجپور یہ اداے تنخواہ فوج کٹنجنٹ کرنل لوس صاحب ریزیڈنٹ کے وقت میں سرکار انگریزی کے سپرنٹنڈنٹ اور بروے ضمیمہ تہ نامہ مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۷۵۳ء فی مابین پٹنچٹی ملکہ آں جہانی امپرس وکٹوریہ ہنریائی نس نواب افضل الدولہ نظام الملک آصف جاہ بہادر نرمانہ کرنل ڈیوڈسن صاحب بہادر ریزیڈنٹ ملک دوآبہ راجپور پٹنچٹی نظام کو مسترد ہوا۔

قلعہ کے حالات ۱۶۹۲ھ [کتبہ ہائے سنگی و دیگر عمارات قدیم و نیز بعض کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ راجپور ایک قدیم شہر ہے جس کے قلعے کا استحکام اور حیرت خیز دست کار لوں سے اُس کے ابتدائی فرما وایان و راجگان بیجا نگر کی اعلیٰ قوت و شوکت اور اُن کے خزانے کی

۱۵ - اس تمام مختصر اور مفید تیرہ سو برس سے زائد زمانے کی ہسٹری کے لئے ہم نواب فرام زنگ بہادر صوبہ دار و ظیفہ یاب کے ممنون ہیں جو انھوں نے نومبر ۱۹۱۹ء میں وقت افتتاح ٹون ہال پیشیت تعلقہ دار ضلع کے مرتب کی تھی۔ راجپور میں ابراہیم عادل شاہ کے زمانہ کا ۱۷۱۹ء کا تعمیر کیا ہوا ایک انبار خانہ تھا جس کو صاحب موصوف بیا دگا راجو بیلی حضور پر نور میر محبوب علی خاں بہادر غفران مسکاں یہ صرف از کثیر بہ منظور ی سرکار ابد یادگار از سر نو درست کر کے ایک بے نظیر عالی شان ٹون ہال راجپور کے لئے بنا دیا جو زمانہ دراز تک یادگار رہے گا۔ ۱۲

بے حد وسعت کا ثبوت ملتا ہے۔ اس قلعے کی استواری اور اس کے موجودہ اسباب سے ظاہر ہو کہ یہ قلعہ اُس زمانے کے بہادر فرزند وادوں کی پرزور حکومت و سلطنت اور اُن کے خوں ریز معرکوں کا استوار مرکز تھا۔ یہ ایک بہت پرانا قلعہ ہے جس زمانے میں مشہور و نامی گرامی بہادر راجہ کوڈنگلیا ریڈی والی دردھان پور کے وزیر راجہ وٹھل نے اس نواح کے قلعوں کو فتح کر کے راجپوتوں کی طرف عنانِ حکومت پھیری تو اس مقام کا نام راکٹور رکھا۔ ایک دوسری وجہ تسمیہ یہ مروی ہے کہ قریب آٹھ سو برس کے ہوئے کہ بوس ریڈی نامی ایک شخص ملیا باد کا قلعہ بنوا رہا تھا جو راجپوتوں سے جانب جنوب تین میل کے فاصلے پر ہے۔ ایک دن وہ شکار کو نکلا اور ایک خرگوش پر اپنے کتے کو چھوڑا اور اُس سر زمین پر پونچا جہاں اب راجپوت آباد ہیں جہاں وہ دونوں گتھ گئے۔ خرگوش تو کتے نے مار لیا لیکن کتابھی زخمی ہوا۔ بوس ریڈی نے خرگوش کی جرات پر تعجب کیا۔ اور ملیا باد کی قلعہ کی تعمیر کو ناتمام چھوڑ کر یہاں قلعہ بنوایا اور نائی چور نام رکھا۔ (نائی کستری میں کتے کو کہتے ہیں) جو کثرت استعمال سے لاپتہ ہو گیا۔ راجہ وٹھل نے اپنی رعایا اور سپاہ کی حفاظت کی غرض سے ہر ماہ ماہ سدھ دسویں یوم یکشنبہ آخر شے ۱۲۹۴ء ۱۲۹۵ء قلعہ کی تعمیر شروع کی اور ماہ کاڑک سدھ سترٹی یوم دو شنبہ ۱۲۹۵ء ۱۲۹۶ء مطابق ۱۲۹۴ء ۱۲۹۵ء موافق ۱۳۰۱ء عسات سال میں قلعہ کی تعمیر ختم ہوئی۔

**فصیلین** اس قلعے کی اندرونی و بیرونی دو حصہ ہیں۔ تین طرف خندق ہے اور جنوبی جانب ایک چھوٹا سا پھاڑ گھیرے ہوئے ہے۔ فصیلوں کی بندش نہایت حیرت خیز و نادہر یعنی اندرونی فصیل کی دیواروں میں بڑی بڑی سلیں جو اکثر بارہ بارہ فٹ طول اور ڈھائی فٹ عرض اور چھتا دس دس ٹن وزن کی ہوں گی (۲۸ من کا ایک ٹن ہوتا ہے) بلاتہ و جوئے یا مٹی کے ایک پر ایک جمائی گئی ہیں اور بعض پتھر عرض و طول میں اس سے بھی دگنے ہیں۔ کسی مقام پر آٹھ اور کسی مقام پر صرف پانچ پتھروں کے جانے سے فصیل مکمل ہو گئی ہے۔ ان فصیلوں کی تعمیر میں چونا۔ مٹی یا گچ کا بالکل استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ بڑی ہنرمندی کے ساتھ پتھروں کو اس خوبی سے گھڑا گیا ہے کہ ذرا درز باقی نہیں ہے اور ایک دوسرے سے پیوستہ ہو گئے ہیں۔ اس قلعہ کے دو حصہ ہیں جن کی تین طرف خندق ہے اور جنوبی طرف ایک چھوٹا سا پھاڑ گھیرے ہوئے ہے۔ اس

قلعے کی بیرونی تفصیل اور دروازے سلطان ابراہیم عادل شاہ نے ۹۵۷ھ میں بنوائے گئے تھے۔

**دروازے اور برج** اندرونی حصار میں دو مستحکم دروازے ہیں ایک بجانب مشرق شاہی پٹلا کا دروازہ مشہور ہے دوسرا مغرب کی طرف سیلانی دروازہ کہلاتا ہے۔ بیرونی تفصیل کے تین عالی شان دروازے ہیں۔ دروازہ شمالی موسوم بہ نوزنگ دروازے کی عمدہ صنعت اور دل فریب دستکاری سے قدیم فن تعمیر کی صناعتی کا پورا ثبوت ملتا ہے یہ دروازہ قابل دید ہے اس پر اکثر نقش تصاویر منقش ہیں۔ مشرقی دروازے کا نام گاٹی دروازہ ہے جس کی پیشانی پر کلمات طیبات اور رضی اللہ عنہ وفتح قریب کا لہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیہ اٰلہٖ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ فاللہ خیر حافظا وھو انجم الرحمن ۹۴۷ھ اور اسماء شریف دروازہ امام دیگر آیات قرآنی کنہ ہیں اور یہ بھی کہ یہ دروازہ شمشیر الملک نے یہ عہد ابراہیم عادل شاہ یکم رمضان ۹۵۵ھ میں طیار کرایا ہے۔ بجانب مغرب مکی دروازہ ہے لیکن یہ دروازہ قدیم نہیں معلوم دیتا غالباً عمل کشنری یا اس سے پہلے کا ہو گا کیوں کہ اس دروازے کے پاس زمانہ سلف میں بادشاہی فیصل خانہ تھا اور علامات مکانات اس وقت تک موجود ہیں۔ اس قلعہ کے دس دروازے حسب ذیل ہیں۔  
دروازہ ہائے بیرون قلعہ :- مکی دروازہ - نوزنگ دروازہ - گاٹی دروازہ - بسن کوٹا دروازہ - خاص باؤلی دروازہ - پیر پٹلا دروازہ - پرکوٹہ دروازہ - خندق دروازہ -  
دروازہ ہائے اندرون قلعہ :- سیلانی دروازہ - شکندری دروازہ -

دورِ فصیل بیرونی :- چار میل بیانوے گز۔

دورِ فصیل اندرونی :- دو میل ایک فرلانگ چار گز۔

دورِ خندق :- تین میل ایک فرلانگ چھتر گز۔

**برج** :- بیرونی فصیل میں (۵۳) اندرونی میں (۲۱) برج ہیں۔ جن کے برج اپنے

اپنے ناموں سے مشہور ہیں۔

قادریہ برج - بندہ باؤلی کا برج - برج ملو خاں - خسروی برج - بادشاہی برج - نیابت برج

علی برج - شاہی برج - بسن کوٹہ برج - برج رفیع - برج نوزنگ دروازہ - طاہر خانی

عرف نکٹا برج - تعلیم کا برج۔

کتبہ برج قادریہ ۱۰۲۹ھ۔ کتبہ ذیل بخط نسخ نہایت درجہ خوشخط ایک لمبے چوڑے

سیاہ پتھر پر نسبت کندہ ہے اور کائی دروازے کے اندر جو شاہی عمارت ہیں ان عمارتوں پر ایک بلند  
کوشک ہے جو برج قادریہ سے ملی ہوئی ہے وہاں ایک علیحدہ مقام پر طاق بنا کر رکھا گیا تھا جس کو میں  
نے اب بغرض حفاظت اتروا کر ضلع کی کچہری کے سامنے رکھوا دیا ہے۔ چون کہ یہ کتبہ نہایت خوش خط  
تھا لہذا اس کا فوٹو بھی دیا گیا ہے۔ برج قادریہ کا دور (۱۶۰) فیٹ عرض (۶) فیٹ - بلندی (۵۵)  
فیٹ ہے۔ ابتداً برج قادریہ درادبع عشق شہر جمادی الاول ختم اللہ عز وجل فی  
العصر ہایوں الا عظم خاقان العظیم مالک زقاب الامم سنی خلیل اللہ سلطان ابراہیم عادل شاہ طاب  
و جعل الجنة مشواہ واقفاہ در سنۃ الف سبع عشرین فی الہمد صاحب القرانی کشور دستانی جو اہل  
بادشاہ ابو المظفر سلطان محمد عادل شاہ لا زال ناصر الحاد اللہ و حافظ البلاد اللہ و بانی مقبول عباد  
مختص در گاہ منان عبد الوہاب ابن ریحان نقی اللہ مرقدہ و عفر ذنوبہ

دابقہ سید حسین بن فضل اللہ سنہ ۱۰۲۹ھ

قلعہ کی تفصیل کا بڑا کٹری

کتبہ ۱۰۲۹ھ

سیلابی دروازے سے چند گز کے فاصلے پر جنوبی تفصیل میں ایک

بہت بڑا مستطیل پتھر نصب ہے جو اکٹالیس فیٹ پانچ انچ

لمبا اور تین فیٹ چوڑا ہے جس پر پڑائی کٹری میں جو عبارت کندہ ہے اس کا پورا ترجمہ ہم نے ذیل میں دیا ہے  
اور تفصیل کے پتھر دوں کا فوٹو بھی دیا ہے جس میں اوپر سے پانچواں اور نیچے سے چوتھا پتھر بھی ہے۔  
اور حیا ایسے شخص کو جو جامع ہر تمام نیک خصلتوں کا۔ معدن ہر سچائی کے جو اہرات  
کا۔ ممتاز شوکت اور فیاضی میں غضب ناک بہادران قدیم میں۔ تند خور دانگی میں  
خاوند شہر کا تیار جس کی دلیری تسلیم کی گئی ہے۔ لڑائی میں والی عمدہ شہر کا پاسرو کا۔ خلاص  
و متبرک ہم جلیس بہادر دیوی کا۔ کروں کا آفتاب ہنس لو خاندان کا غضب ناک  
میدان جنگ میں۔ نہایت جوان مرد و معزز گرامی سر دار دونوں فوجوں میں دلیر و  
میں ایک دلیر۔ ناقابل فتح مثل گندہ بہر نڈا کے افضل سردار اپنے دشمنوں پر جس  
فتح کیا تیروں کو۔ واسنے پیر میں شکست یافتہ افسروں کے لقا ویر بنے ہوئے ٹوٹے  
پھنٹا ہے۔ وہ تمام عالم میں ایک بے نظیر جوان مرد ہے۔ وہ پھنٹا ہے ایک خوبصورت

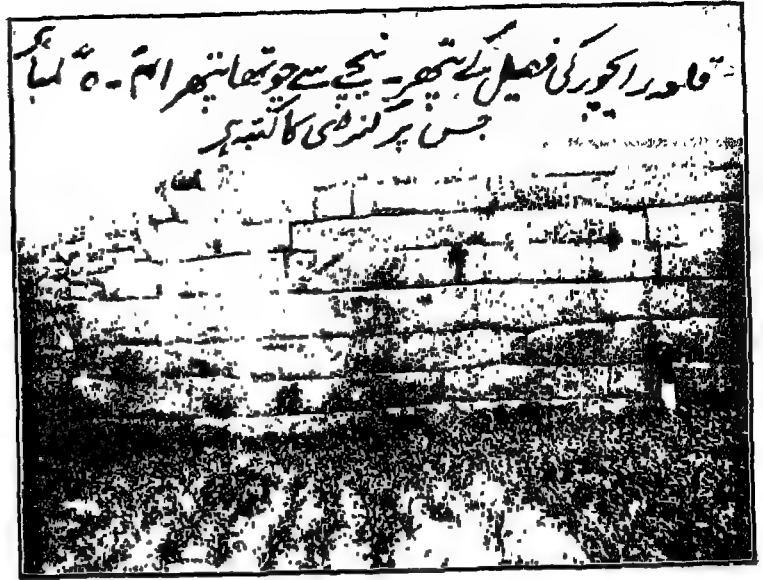
10

لَا تَأْكُلْ مِمَّا  
أَنْتَ نَوَىٰ رَأَىٰ

السبع فاعلم ان الله عز وجل  
 لا يهدي القوم الظالمين  
 عظماء الامم على ارضهم  
 منون لا اله الا الله  
 وتعالى عن كل ذي خلق  
 محال ان يذل الله احد  
 ابوه لظلمه على الاكل  
 من سكران البهائم  
 فحذر من البهائم









چمک دار تاج - وہ ہمیشہ جلال میں رہتا ہے۔ اُس کی اہلی گاڑی ہانکنے والا وہ ہے جو اپنی کلغی مانند چاند کے رکھتا ہے۔ وہ تعلیم دیتا ہے خراب اور معذور گھوڑوں کو۔ وہ اوتار ہے ایسے بہادروں کا جو نہیں ہٹتے ہیں میدان جنگ سے۔ ایسا باد جس نے سر کاٹے بہادروں کے جس نے کاٹا سر کا سنی نایک پدے پلے کا۔ بہاد جس نے کاٹا سر کیسی نایک کندر کا۔ وہ بے نظیر ہے اپنے قبر لا زوال در جلال میں۔ وہ دور بین ہے جنگ میں رام کے مانند۔ وہ شب کے وقت لے گیا ہے خزانہ سیرابی راگ نایک زمیندار شہر گیون ٹاڈا کا جو واقع ہے جانب ملک نیروالا کہ در کے۔ وہ مشہور ہے اپنی فطرتی تیزی و ذکاوت میں۔ وہ کوٹایم ماوی کی گردن کی گھٹیاں تقسیم کرتا ہے۔ وہ پنہا ہے زردار کوٹ اور مانگتا ہے گھوڑوں کو ریشمی کوڑوں سے۔ وہ نیک افعال اور رام کے سیدھے ہاتھ کی چٹری ہے۔ اُس کی شہتہ ایسی ہے جیسے کہ پرہما کے انڈے کا چھلکا۔ بھرا ہوا ہے جواہرات کے صندوق کے مانند۔ وہ نازاں ہے اپنی قوت پر۔ وہ پرستش کرتا ہے پاک و چمک دار قدم سومات دیوتا کی۔ وہ فتح کرتا ہے دشمن کی فوج کو۔ وہ واقف ہے تمامی دم اور معاملات پوٹیکل سے مثلاً دوستی وغیرہ کے۔ جس زمانے میں مشہور نامی گوڈنگیار پٹی بہ مقام بوزنیا پورہ اپنی سلطنت میں امن و امان کے ساتھ حکمرانی کرتا تھا اُسی زمانے میں راجہ وٹھل ناتھ نے جو زمینت دیا گیا ہے ستودہ صفات اور خوبیوں سے اور پرورش کرتا ہے متبرک چمک دار قدم سری ناراین دیوتا کی اور فتح کرتا ہے غنیم کے فوج کو اپنی سلطنت خضرہ خاص اور غنیم سے بچانے اور اپنی رعایا کو محفوظ رکھنے کی غرض سے۔ ادھونی نمشکار دکھلا ہوا قلعوں کو فتح کر کے راکٹور (راپچور) کی طرف عنانِ عمریت پھیری اور جب امن و امان سے حکمرانی کرنے لگا تب اپنی رعایا کی حفاظت کے واسطے ماگھ سنہ دسویں یوم یکشنبہ آخر شاہ ۱۶۱۶ء جیلہ نام سچر مطابق ۶۹۴ھ چٹانی قلعہ تعمیر کیا مبارک - مبارک - مبارک

اسی پتھر کے پھلوں کسی قدر چھوٹا اور ایک پتھر ہے اُس پر ایک تصویر کندہ ہے جس سے

معلوم ہوتا ہے کہ اتنے بڑے پتھر کو کس طرح لائے۔ ایک چوپہیہ گاڑی بنا گئی ہے اُس میں بھینسے بٹتے ہوئے چلنے رہے ہیں اور گاڑی پر پتھر آڑا دھرا ہوا ہے اور اس پتھر پر تین شخص بیٹھے ہوئے ہیں ایک ایک دونوں سروں پر ایک بیچ میں جو بھینسوں کو ہٹا رہے ہیں اور آڑیوں کو سمیت دلا رہے ہیں۔

اس کتبے کی رو سے صاف ظاہر ہے کہ اس قلعے کی تعمیر کو چھ سو سال سے زائد کا عرصہ ہوا۔ مگر افسوس ہے کہ اس قلعہ کی حالت امتداد زمانے سے دن بدن بدتر اور عمارات قریب الاندھام ہو گئی ہیں اس قلعہ کی شکل قریب قریب مربع کے ہے۔ گوشہ ہائے جنوبی و مشرقی مدور ہیں۔ قلعہ کے اندرونی دیواری حصار کے اندر آبادی ہے اور باقی آبادی قصبہ راجپور کی اور بازارات وغیرہ قلعہ کے مشرقی جانب زیادہ ہے اب بیرون شہر سٹیشن کی طرف سڑک کی دونوں جانب متعدد دنگلے جناب راجہ راجو لٹا پر شاہ صاحب (ناظم سٹیٹ نواب سالار جنگ بہادر ثالث دام اقبالہم مدار المہام سرکار عالی جو پہلے اس ضلع کے اول اعلیٰ قدر تھے) کی حسن سعی سے بن کر راجپور کی سہیت گدائی ایک خوش نما اور پر رونق شہر کی ہو گئی ہے۔

**مکانات قدیم** آثار قدیم یا جاہلانہ کہ قلعہ کا درمیانی حصہ زمانہ سابق میں نہایت آباد اور پر رونق تھا جس میں شاہی مکانات اور بڑا قضا خانہ باغ باو لیاں سلاخ خانے۔ کتب خانے حمام وغیرہ تھے۔ اندرون آبادی ایک وسیع باغ کی جگہ جیل کے محاذی اب بھی موجود ہے مگر سیاط میدان ہے۔ شمسو میاں صاحب مرحوم متحکم کو قوالی نے اپنا مکان اُس کے ایک حصہ میں بنالیا ہے جس میں اب آبکاری کی گڑنگ ای باقی بچاں خود ویران پڑا ہے صرف ایک باو لی قدیم زمانے کی رہ گئی ہے حمام خانہ بھی اُسی جگہ پر تھا اب اُس کا پتہ نہیں ہے۔

**باروت گاہ** جس مکان میں اب جیل ہے وہ پختہ اور بلند اور لداؤ کی وسیع عمارت ہے یہ مقام راجگان بیجا نگر کا دربار ہال تھا جہاں راجگان اور سلاطین دربار کرتے تھے اور امراے نامدار حاضر باش رہتے تھے یا اب چور ڈاکو۔ قاتل۔ تراقوں کا مسکن ہے۔

بہیں تفاوت رہ از کجاست تا کجاست  
عمل کشنری میں یہ باروت کا گڑھا بنایا گیا تھا۔ چنانچہ ۱۲۹۶ء میں توپوں کے کچھ ٹوٹے پھوٹے ٹکڑے جو نکلے تھے نیلام کیے گئے۔

## بالا حصار

اس قلعہ میں جو پہاڑی ہے وہ (۲۰۹) فٹ بلند ہے اور بالا حصار کے نام سے مشہور ہے۔ اس پہاڑ پر ایک بڑا وسیع مکان والاں در والاں نہایت مستحکم اور بلند کرسی کا ہے جس کی تین کمائیں ہیں طرز عمارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عاشور خانہ تھا۔ اس سے ملے ہوئی ایک کمان کی چھوٹی ٹیسی مسجد بھی ہے۔ بالا حصار پر جہاں پہلے دیول تھا وہاں اب صرف ایک پتھر کے بیل کا سر ٹوٹا ہوا ہے۔ اور وہیں ایک چھوٹا سا مربع مندر ہے اگرچہ اس کے دو ستونوں پر کتبات ذیل مسلمانوں کے وقت کے ہیں مگر طرز عمارت اور ستونوں کی ساخت کہہ رہی ہے کہ مندر کا بچا کچا حصہ ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں رانچور کی اکثر مسجدیں مندر توڑ کر بنائی گئی ہیں اور جتنے ستون ہیں جوں کے توں مندر کے لگا دیے ہیں۔ کتبہ اول یا گیس ستون پر ہے اور کتبہ دوم داسنے ستون پر ہے۔

(۱)۔ درپائے شجر دکوہ پنج ملی  
نواب حسین خاں بہادر  
روزے بمقام سیر بے مثل  
کاں شد روزے ازیں مشرف  
اتمام شد ایں مکان مطبوع  
ایں بنگلہ طاس گشت موجود  
راہ گم خویش خویش تن برد  
بنیاد بکند روسی ببنمود  
کش فیض وجود او بیف زرد  
از فضل جلال رب معبود

۹۵ھ ہجری

(۲)۔ ستون کی دونوں طرف ایک ہی عبارت کندہ ہے۔

تعمیر بنگلہ در محل محمد حسین خاں بہادر گھٹالہ ستارچ ہفتہ ہم رجب ۱۱۵۹ھ مرتب شد  
نواب محمد حسین خاں بہادر گھٹالہ امراے عظام میں سے تھے۔ آپ کا مزار سید معروف شاہ قادری (جو آپ کے مرشد تھے) کے پائیں رانچور میں ہے۔ آپ کا دیوان خانہ اب تک موجود ہے۔ قادر باولی جو آپ آیا باولی کے نام سے مشہور ہو آپ ہی کی بنائی ہوئی ہے۔ آپ کے فرزند محمد برہان علی خاں سبقت یار جنگ تھے جن کا مزار حیدر آباد میں ہے۔ آپ کے دو پوتے محمد گیسو دراز خاں سبقت یار جنگ بہادر گھٹالہ اور محمد اعظم علی خاں کامیاب جنگ بہادر گھٹالہ صاحب جاگیرت و منصب حیدر آباد میں موجود ہیں۔

## مزار پنج بیبیاں

پہیں پنج بیبیوں کا مزار ہے جن کی پانچ قبریں پختہ ہیں۔ یہ پانچوں بیبیاں خاندان سادات سے تھیں۔ بیاں کیا جاتا ہے کہ جو درخت نیم کا قبور پر جو بالکل چھوٹی اور صرف ایک ایک

نظ کی بنی ہوئی ہیں سایہ کئے ہوئے ہیں اس کا پتہ بہ مقابلہ دوسرے نیم کے درختوں کے بیٹھا ہے  
ان کا عرس ۱۶ رجب کو ہوتا ہے۔

**بالا حصار کی توپ** بالا حصار پر ایک توپ ہے جس کا ڈنبا لٹوٹ گیا ہے ۲۰ فیٹ - ۴ انچ لمبی  
اس کی ساخت اس طرز کی ہے کہ فولادی پٹیاں جھاڑا پر سے فولادی پیچ کس دئے ہیں۔ اس توپ  
کے نیچے جو پھر کے کی کل لگی ہوئی ہے جسے انگریزی میں *ساحہ* کہتے ہیں وہ  
باوجود امتداد زمانہ کے اب بھی درست حالت میں ہے اور جدھر چاہو اتنی بڑی بھاری توپ کو آسانی  
سے پھراکتے ہیں۔ اس کا نوٹو تفصیل قلعہ رانچور کے لمبے کنٹری کتبہ والے پتھر کے نیچے دیا گیا ہے  
شیخ نمایاں صاحب کی درگاہ اسی پھاڑ پر تھوڑا نیچے آکر مغرب کی جانب ایک مسجد  
شکستہ کے صحن میں ایک چبوترے پر آپ کا مزار ہے۔ آپ شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے بھائی  
ہیں۔ مسجد کا کوئی خاص نام نہیں ہے اور چھت گر کر بالکل ویران ہے۔

**چشمہ آب** اس درگاہ کے پائیں میں ایک چشمہ بیٹھے پانی کا ہے۔ جو ہمیشہ بھرا رہتا ہے کبھی  
سکھتا نہیں۔

**کالی مسجد** اس چشمے کے نیچے ایک تین کمانوں کی مسجد اسی نام سے مشہور ہے۔ ستون  
اس کے سنگ سیاہ کے ہیں جو کسی دیول کے معلوم ہوتے ہیں اور بے انتہا شگفت اور خوب صورت  
اور نقش ہیں۔

**خاص یاولی ۹۰ھ** بالا حصار کی پھاڑی کے پائیں میں اس نام کی ایک بہت بڑی  
عمیق خوب صورت یاولی ہے جس میں تالاب بیرون فصیل کا پانی آتا ہے۔ اس یاولی کے وسط میں  
ایک خوش نما مریچ چبوترہ بنا ہوا ہے (جس پر پونچھنے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں) جو اپنی زبان  
حال سے کھرا ہے کہ وہ کسی زمانے میں پر فضا سیرگاہ تھی۔ اس یاولی کے اوپر دار ایک کمان میں جو  
اندھیری یاولی کے نام سے مشہور ہے اور جس میں ایک بڑی مہری ہے اس جگہ ایک پتھر کی سل جس کا  
طول ۶ فیٹ - ۵ انچ اور عرض دو فیٹ چار انچ ہے۔ اس پر کتبہ ذیل بخط ثلث کندہ ہے۔ اول تو  
دہاں اندھیرا ہے دوسرے بانی کی زود سے نیچے کی سطروں کے حروف مٹ گئے ہیں بہت مشکل  
سے اس پتھر کو صاف کرایا اور اس میں رنگ بھرا کر کئی دن کی محنت شاقہ کے بعد اوپر کی دو سطروں

پوری پڑھ لی گئیں نیچے کے حصے کے چیدہ چیدہ الفاظ پڑھے جاتے ہیں مگر پوری عبارت پڑھی نہیں جاتی۔

فِي خِلَافَةِ السَّلَاطَةِ الْأَكْرَمِ الْأَعْظَمِ أُمَمَاتِ الْمَلَكَةِ وَالسُّلْطَانَةِ وَالذُّبَابِ وَاللَّيْلِ أَبُو الْمَخَارِئِ فَحَقُّهُ  
شَاهِدُهُ خَلَّدَ اللَّهُ تَعَالَى دَوْلَتَهُ فِي عَهْدِ الْخَانِ الْأَعْظَمِ الْأَكْرَمِ عَادِلُ خَانَ خَلَّدَ اللَّهُ دَوْلَتَهُ  
يَتَأَيَّدُ هَذَا لَنَا أَبَا حَاجِي بَاقِي فِي شَهْرِ رَجَبِ الْوَلِ سَنَةِ سَبْعِ سَعْدَةِ ٥

کرد خاں صدر دیں xxx	در زمان ملک الملک سوائے عادل خاں
نور حضرت راز و نیاز... حاجی راجو نامی	چوں بصدرق اور گریٹا داز طیں پنجپیں
عمل احمد بن محمد باوجود کہ شد کمال	نہ صد و ہفتہ xxxxx
بین کرد و اگر قدرت ازار بعین	از برائے آخرت کرد کارے این چیں
بست سدرے کل بنوشد و کنید شایر	xxxxxx

### آثار شریف

اندروں قلعہ زیر دامن کوہ بالا سے حصار جانب شمال ایک حجرہ اور قدیم دالان شاہی عمارت ہی اس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موئے مبارک ہی جس کی زیارت دوازہم شریف کو ہوتی ہے۔ آثار شریف میں حضرت امامین علیہما السلام اور حضرت بندہ نواز گیسو دراز کی قلمی تصاویر بھی ہیں لیکن خلاف شرع ہونے سے ایک عرصہ سے ان کی زیارت موقوف کر دی گئی ہے۔

حیدر علی علم آثار شریف کے پاس عاشور خانہ کی بچتہ قدیم عمارت ہے جس میں عادل شاہیوں کے وقت کے علم موجود ہیں۔

عاشور خانہ بارہ امام [بہار ابیگ کی مسجد کے پاس ہے۔ پہلی عمارت منہدم ہو جانے سے جدید عمارت بذریعہ چندہ بنائی گئی ہے اس میں ایک بہت بڑا علم ہے جو نہایت خوب صورت اور سونے کے ملمع کا ہے جس پر درود شریف کا طغرا اور بارہ امام کے نام نامی جالی میں کئے ہوئے ہیں۔

بی بی کا آثار بیرون قلعہ پرانی کچہری کے قریب ایک خام مکان اس نام سے مشہور ہے جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تبرکات تھے اب کچھ بھی نہیں ہے۔



قسمہ راچور میں جا بجا کہتے ہیں جن کو میں نے حمینوں پھر کر دیکھا ہے اور مولوی فقیر احمد صاحب کی مدد سے ان کو یہ شکل پڑا ہے اور بعض بعض پتھر فریب گئے کہ ضلع ہو جائیں مثلاً وہ کتبہ جو فتح برج پر تھا۔ برج تو بالکل ٹوٹ پھوٹ گیا پتھر لوگ نکال لے گئے میرا گزرا اتفاقاً اس برج پر ہوا دیکھا تو یہ پتھر اوندھا پڑا ہوا تھا سیدھا کرایا اور اُسے پڑا اور ضلع کی کچھری میں لا کر رکھ دیا ورنہ یہ بھی وڈروں (پتھر پھڑوں) کی نذر ہو جاتا۔ اسی طرح سکندر مسجد میں ایک نہایت خوش خط کتبہ تھا جو ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔ خدا جانے کس سنگ دل نے اس بے نظیر پتھر کو پاش پاش کر دیا اس کی کتابت منونہ ہے خطاطی کا جس کے دیکھنے سے دل کو سرور اور آنکھوں میں نور آتا ہے۔ ان ٹکڑوں کے ساتھ میرے دل کے ٹکڑے ہو گئے۔ ان ٹکڑوں کو میں نے ملا کر دیکھا تو ایک ٹکڑا اکٹھا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ اسی قسم کے پتھر کا ایک ٹکڑا ایک مینار کی مسجد کی مہری میں لگا ہوا ہے جسے خدا بھلا کرے حافظ محمد حسن مرحوم پیش امام کا کہ انھوں نے نکال کر اُسے ایک طرف رکھوا دیا۔ اُس ٹکڑے کو میں نے منگو الیا اور اپنے بچھڑے ہوئے جسم سے اس عضو کا پیوند کر دیا مگر پھر بھی ایک چپ جو میرے نزدیک سونے کی جیپ سے زیادہ قابل قدر ہے مفقود ہے۔ خدا جانے کہاں گم ہو گئی اسی طرح بٹہ باؤلی کے برج کی سیڑھیوں پر ایک پتھر پڑا تھا۔ وہ سیڑھیاں توڑ توڑ کر لے گئے قریب تھا کہ اس در شاہوار کو بھی وہ ہتھوڑے کے ضرب سے شہید کرتے تھے اس پتھر کو بھی اپنی چھاتی پر رکھا۔ اسی طرح کئی مسجدوں میں کتبوں کے پتھر رکھے ہوئے تھے بعض جگہ غیر متعلق پتھر کہیں سے لا کر دیواروں میں نصب کر دئے ہیں جیسے کہ طاہر خانی مسجد متصل نورنگ دروازہ میں ایک کتبہ طاہر خانی برج کا جو نکلے برج کے نام سے مشہور ہے لا کر دیوار میں لگا دیا ہے۔ بس غنیمت ہے کہ محفوظ تو ہے۔ باقی جو پتھر کس پر سی کی حالت میں پڑے تھے اور اندیشہ تھا کہ نا قدر دانوں کے ہاتھ سے ضائع ہو جائیں گے ان سب کو خاکسار نے یہ امداد محمد حسین صاحب داروغہ بمقامی منگا کر ٹون ہال کے برآمدے میں ایک قرینے سے سجا دیا ہے۔ راچور میں بار بار چاروں طرف پھرنے کے بعد مجھ کو (۵۱) کتبہ دستیاب ہوئے سنتا ہوں کہ دو کتبے نواب یار جنگ بہادر مرحوم صوبہ دار گلبرگہ لے گئے ہیں جو محبوب گلشن میں ہیں والعلہ عند اللہ۔

کتبہ بریاؤلی متصل قدیمی عید گاہ متصل اسٹیشن راچور ۱۲۵۱ھ یہ عید گاہ ریلوے اسٹیشن کے

حدود میں آگئی ہو۔ عمارت کچھ باقی نہیں ہو۔ صرف ایک باؤلی ہو اس کی شمالی دیوار پر یہ کتبہ  
 بہ خط فارسی کندہ ہو۔ یہ باؤلی عید گاہ کے متعلق تھی جس کو کرچیکار صاحب نے بنوایا تھا  
 کرچی علاقہ بیجا پور میں ایک موضع ہو وہاں سے یہ لوگ رانچور میں آئے تھے چنانچہ موضع رام پور  
 میں اب تک اس خاندان میں زمین انعام جاری ہو

صاحبین صاحب کرچیکار بے ریا      ساخت چاہے در زمین و آبیہ  
 سال تاریخ از حساب ابجدی      گفت ہاتھ "چشمہ رحمت جاریہ"  
 ۱۲۱۵ھ

**باؤلی محبوب گلشن** یہ کتبہ اس باؤلی کا نہیں ہو بلکہ کسی دوسرے مقام سے لا کر موٹ  
 کے پتھروں کی دہلیز میں لگایا گیا تھا جسے نواب فرامرز جنگ بہادر نے نکلا کر وہیں سید باکر کے  
 گڑھ دیا ہو۔

حَمْدٌ عَزَّ وَجَلَّ أَفْضَلُ سَلَامَاتٍ  
 مُحَمَّدٌ شَاهِدٌ بَيْنَ هُمَا يُؤْنِ شَاهِدٌ  
 يَسْأَلُكَ دَرْ خَانِ اعْظَمَ  
 مَلِكُ خَانِ خَافِظَ  
 بِرَجَسْتِ وَتَانُوسَ مَائَتَ  
 ۱۸۱۵ھ

**کتبات مکی دروازہ ۱۸۱۵ھ** یہ دروازہ اسٹیشن ریلوے سے قلعہ میں جانے کا پہلا دروازہ  
 ہو چو خندق میں واقع ہو اس کے واسطے پائیں دو کمائیں اور بھی ہیں۔ یہ دروازہ صرف خندق میں  
 پانی وغیرہ کے لئے آئے اور نیز اندرون قلعہ دوسرے مقامات میں جانے کو بنایا گیا تھا۔ قلعے سے  
 باہر نکلنے کا صرف ایک کاٹی دروازہ ہو باقی تمام دروازے خندق میں آکر ختم ہوتے ہیں۔ زمانہ

حال میں خندق پر پھل پاٹ کر مٹرک ڈال دی گئی ہے۔ بھرتی کی وجہ سے یہ دروازہ بہت پست ہو گیا ہے۔ اس مقام پر کتبائت ذیل ہیں۔

(۱) کتبہ جنوبی راستہ پر خندق میں اندر وار کو لگا ہوا ہے۔  
 قمری سلطان محمد شاہ بکلاکھ خان اعظم ملو کا حافظ شریستہ اربع و سبعین و ثمان مائتہ  
 ۸۴۴ھ

لا اله الا الله محمد رسول الله

در عهد سلطان محمد شاه بنا کرده خان اعظم ملو خان حافظ نشر سنه اربع و سبعين و ثمان مائه

(۳)۔ اسی مقام پر بجانب مغرب کمان بقیصہ ہو۔  
 لا اِلهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

عمر محمد شاه بن عماد بن سلطان علاء الدین بابر کذا اعظم ملوک حاکما شرایع وسبعین ثمانمائة

نندہ باولی کا برج ۹۱۱ھ

پانی نہیں ہر بارش کا پانی اس گڑھے میں جمع ہو جاتا ہے جس میں دھوبی کپڑے دھو لیتے ہیں۔ اس بادلی کے متصل ایک برج ہے جو اسی یاؤلی کے نام سے مشہور ہے اس پر شمال رو یہ یہ کتبہ دیوار کے اندر لگا ہوا ہے۔

سُطَّحَ الْإِجْمَاعُ الْإِسْلَامِيُّ أَنَّ الْمَلِكَ  
مَعَظَمَ خِزَانَةِ بَنِي إِسْرَافِيلَ  
فِي غُرَّةِ شَعْبَانَ الْعَظِيمِ ٩١١ هـ

ٹوڈی بندہ باؤلی ۹۹۰ء بندہ باؤلی کے متصل فصیل پر ایک ٹوڈی ہی شمال و جنوب رخ بنی ہوئی ہے جس کو ٹوڈی کہتے ہیں۔ درمیان میں لداؤ کی چھت ہے جس کی دونوں جانب کمائیں ہیں غالباً پرے والوں کی نشست گاہ ہے۔ جس مکان کی یہ ٹوڈی ہی وہ اب معدوم ہے۔

جانب شمال یہ کتبہ دروازے کی پیشانی پر بخط نسخ ہے:  
 کَرَّمَ زَمَانٍ عَلٰی عَادِلٍ شَاہِ  
 یَا فِت کَرَّمَ عَمُّہُ شَاہِ اِبْرَہِیْمِ  
 کَرَّمَ دِیُو سَفَّ عَلٰی قَنْدِیلِہِ دَاسِ  
 اَنْدَرِ اِیْجَا مَشَقَّتِ یَسَّیَارِ  
 فِی سَلَحِ شَہْرِ رَمَضَانَ الْمُبَارَکِ تِسْعَ عَشْرَہِ تِسْعِیْنِ  
 ۹۹۰ء

اس تختی کے ناصیہ پر دو چھوٹی چھوٹی محرابیں جن کی دونوں جانب دو گلاب کے پھول ہیں اور تختی کے داہنی اور بائیں جانب ایک ایک کنول کا پھول اور ایک ایک شترہ ہے ہر شترہ کے نیچے ایک مور ہے جو سانپ لنگل رہا ہے۔

دوسری جانب دروازے کی دہلیز پر کتبہ ذیل بخط نسخ دو سطروں میں کندہ ہے۔ یہ کتبہ پتھر کی دو کڑیوں پر لٹکا ہوا ہے جس کی دونوں جانب گھوڑے کی نہایت خوب صورت گرون اور دوسری طرف شترے بنے ہوئے ہیں۔

شَاہِ عَا لَمِ پَنَّاہِ اِبْرَہِیْمِ  
 دَوْلَتِ اوہمیشہ افزون بَاہِ  
 مَسْنَدِ اوہمیشہ قَاہِ یَاہِ  
 کَرَدَہِ اَنْدَرِ زَمَانِ اوہ بِنِیَاہِ  
 کو نشستہ بجائے عادلشَاہِ  
 بر سرِ پر سپہرِ حُشْمَتِ وِجَاہِ  
 بَطْفِیلِ عَلٰی وَلَطْمِ اِلَہِ  
 اِنِ عَمَارَتِ کہ کس نَدَاں دِیَاہِ

ہست خندق تا کوہ بلند  
 دوستانش یہ فتح فیروز دی  
 ہر کہ کردہ بناو این خندق  
 ز آبِ حیات او زندہ  
 دشمنانش ہمیشہ بادِ تباہ  
 دارد امید با بحضرت حق

بود یوسف علی قنبریل دار  
سال این تاریخ اگر خواہی  
اندر آں وقت باعث این کار  
یافت در نصاب و نود اتمام  
سنہ ۹۹۹ھ

کتبہ بر بالائے دروازہ بر کوٹہ ۹۹۵ھ  
بنڈہ باولی کی دوی سے آگے بڑھ کر ایک  
برج پر بنڈہ باولی کے شمال رخ پر کوٹہ کے دروازے پر نصب ہو کر کوٹہ اس کو کہتے ہیں جو جگہ  
خندق اور قلعہ کی تفصیل کے درمیان ہو اور دوی چھوٹے مکان کو یہاں راستہ بہت قلعہ تھا  
لوگوں کو پتہ چڑھنے میں بڑی وقت تھی لہذا سیڑھیاں بنوا کر ایک خوش نما دروازہ بنوا دیا جس کے  
اندر مکان ہو گا اور اس جگہ برج ہو گا اس پر یہ کتبہ لگا دیا ہے۔

بد ویشاہ ابراہیم عادل کہ شد از عدل و عالم گشتا  
کہ در فتن شد نکل خوجیان بکند از او برجائش در خلعت  
چو دوی نام این کرد از توکل مرتب ساختن از فضل نردان  
غلام شاہ دینی یوسف علیخان چو کا در قلعہ از وی یافت دو  
تیاغین نظام آمد بر وخوان  
سنہ ۹۹۱ھ

دروازے پر سیدھی جانب ایک عقاب (گر پتھر) ذوالوجہین بنا ہوا ہے اور بائیں طرف دوسرا  
عقاب اسی طرح دو موٹا ہے جس کی ایک چوٹی میں ایک ہاتھی اور دوسری میں دوسرا اور ایک  
پنجے میں تیسرا ہاتھی ہے۔ اس عقاب کی بائیں جانب ایک شجر احیات ہے جس پر عقاب کا گھونسلہ ہے  
جس میں ایک بچہ ماں باپ کی طرح کا ذوالوجہین ہے جس کے کھانے کے لئے ایک آرد ہا ایک روٹی  
جس طرح مشہور ہے کہ سیرغ ہاتھی کا چوگا کرتا ہے وہی نقشہ یہاں بنایا ہے۔

کتبہ برج ملو خاں  
یہ کتبہ بنڈہ باولی کے نزدیک پر کوٹہ کے راستے میں تفصیل پر پڑا ہوا تھا  
قریب تھا کہ سیرھیوں کے پتھروں کی طرح یہ بھی تلف ہو جاتا۔ جن دنوں ہم کٹیوں کی تلاش میں  
سرگرواں تھے حسن اتفاق سے اس پتھر پر نظر پڑی اور میں نے اس کو لاکڑوں ہال میں رکھوا دیا جس  
طرح معظم خاں نے برج بنوا کر کتبہ نصب کرا دیا ہے اسی طرح ملو خاں نے کوئی برج بنوایا ہو گا جس کا

اب پتہ نہیں۔ وہ کتبہ یہ ہے۔

## اَلْمَلِكِ الْوَاتِقِ الْمُنَانِ سوی ملو خان بن عادل خان سوی

کتبہ انبار خانہ **۱۶۸۵ھ** یہ مکان پہلے غلے کا کوٹھا تھا۔ نواب فرامرز جنگ بہادر  
تعلقہ دار وقت نے اس کو ٹون ہال بنادیا۔ اس کو ٹھکی پشانی پر یہ کتبہ ہے مگر افسوس کہ شکار  
غیر موزوں ہیں :-

نر سمن ہمت توفیق عالی کردگار	سپتہ شد از اعتقاد پالہ سلطانی بخار
عجب بنیاد سنگین محکم استوار	بسی سالہا و قرنہا علم پائیدار
در زمان شاہ ابراہیم عادل شاہ سلطان	بناشد در کار کرد ملک سریمان
بکرم فی لتایخ و توالید سر بیان	از ہجرتہ بودیکہ ارشد شازدہ سلاست - قان

**۱۶۸۱ھ** خسرو برج کا کتبہ خوبی مسجد میں رکھا ہوا تھا جس کو اس مسجد سے  
کوئی تعلق نہ تھا لہذا ٹون ہال میں رکھوا دیا گیا ہے اس کا فوٹو بدینہ ناظرین ہے۔ خسرو برج اندرون  
آبادی بہت بڑا برج ہے جو نہایت عمدگی سے بنایا گیا ہے۔ اور جس کے پتھر اس خوبی سے وصل کئے  
گئے ہیں کہ ذرا جھری نہیں ہے اس برج کا دور (۱۶۷۰) فٹ - عرض ۹۰ - فیٹ - ارتفاع (۵۰) فیٹ ہے



بادشاہی برج سالنامہ یہ پتھر ہر اگی کنوئیں کے متصل برج کاہر وہاں۔

خدا جانے کس نے اٹھا کر گول بجائی کی مسجد میں رکھ دیا۔ اب ٹٹوں ہال میں محفوظ ہے۔

آفتاب اور حشمت سایہ لطف الہ

والی والا جناب داؤد دوراں پشاہ

مستیز از لعلہ راے منیر شہر و ماہ

نصرت خاں راچنیں بدادہ

یا از گردش فلک ہرگز چنیں تزاوہ

نے بسیم کس ہرگز چنیں رسیدہ

گودر ایام حوالہ ملک ریحاں چنیں لستہ

جو ہر برج کرامت خستہ برج کمال

شہسوار عرصہ ابراہیم عادل شام

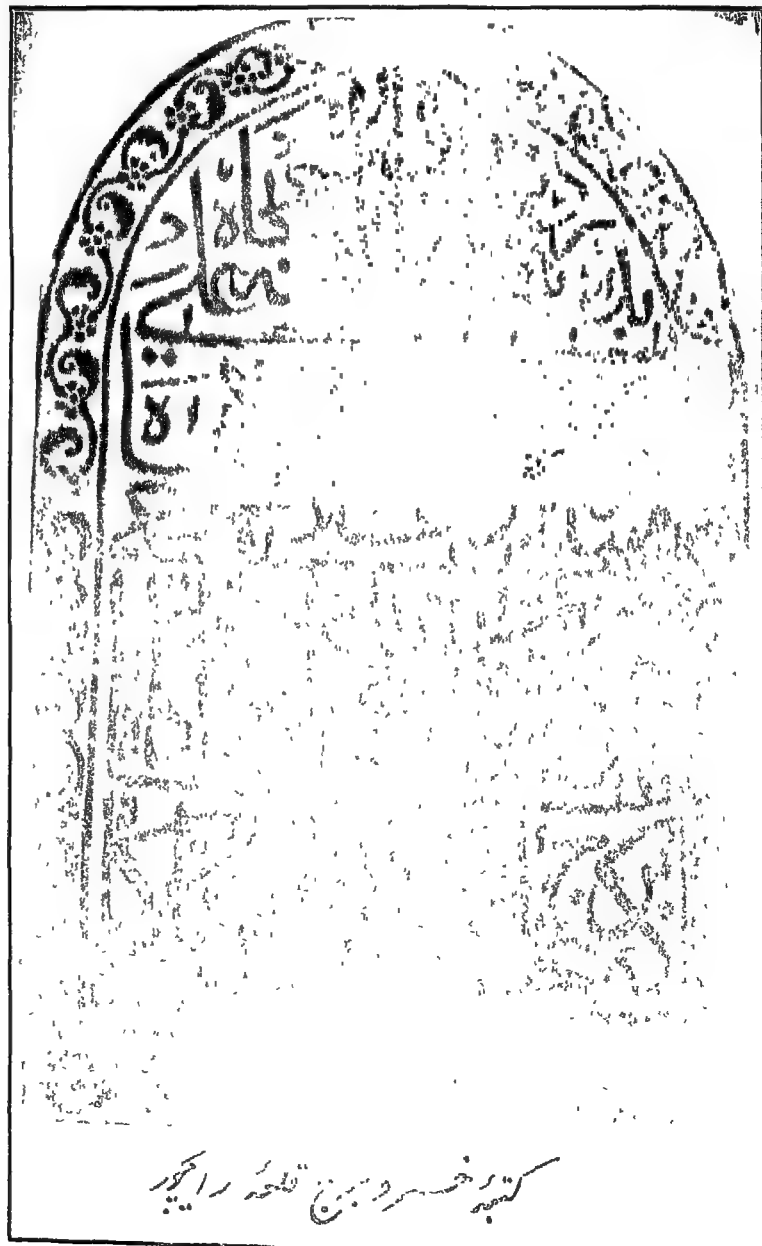
مستفیض از نفوہ گلزار فضائش جان د

در دور شاہ عادل شہنشاہ

کین برج پاہ شاہی مثل ندارد در جہاں

کسی مانند ایں برج ہرگز ندیدہ

گر کسی تعریف ایں برج تو خواہد







کلیں برج است یا برج است یا قوت ملک یا قوت دلاو ملک ریحاں میں درخت  
 گر کسی تیارچہ این برج بتو پرسد گو ہائف از غیب چناں داوہ فردہ  
 خرد تار بخش از ان چناں گفتہ وصل البرج فی السعاده  
**نیا بت برج ۱۰۱۷** یہ کتبہ راچچور کے قلعہ کے برج کا ہے جو آب محبوب گلشن  
 گلبرگہ میں رکھا ہوا ہے۔

نیا بت برج گشت ز توفیق احد بادادے شفیعہ یا محمد  
 در عہد ابراہیم عادل شاہ معظم کہ ابتداے این برج گشت پایہ علم  
 ز عون بہت ملک ریحاں صاحب بنا کرد بر جے ملک یا قوت نائب  
 منازل یافت بر جے زین سعادت کہ رو آورد الی القبلہ ہدایت  
 کہ تار بخش یکسر از ہجده ہجرت رسیدہ برج جوزا برج عتہ  
 ۱۰۱۸

**شکر یا ولی ۱۰۱۹** یہ یا ولی جس کا یہ کتبہ ہو ٹٹون ہال کے قریب کالی مسجد کے

مستقل ہے۔ گوگل بھائی کی مسجد میں رکھا ہوا تھا اب ٹٹون ہال میں ہے۔  
 سرچشمہ اب زندگانی اینجا است خوش با کہ عیش و کام اینجا است خواہی کہ جو عمر جاودانی یا بی  
 دریا کہ عمر جاودانی اینجا است بوسنک چنین نوشت نقاش دنیا نکلہ وفا تو خوش باش  
 نوشتہ نامہ بوسنک خاں کہ تا فرہ اچہ خواہد بولہا اگر دوزی عزیزی این بخواند  
 بیاچہ رسد فریاد مارا تیا کنند این مقام یکو خلیہ خام نور الان کہ کیریدہ نعت للہ  
 ۱۰۱۹

**علی برج ۱۰۲۰** یہ کتبہ بھی علی برج سے جدا ہو کر مسجدی متذکرہ بالا میں رکھا ہوا تھا  
 اب ٹٹون ہال میں محفوظ ہے۔ چون کہ یہ کتبہ نہایت خوش خطا ہے لہذا اس کا فوٹو ہدیہ  
 ناظرین ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نصر اللہ و محمد و آلہ و صحبہ و سلم  
 بدو رشادہ ابراہیم علیہ السلام

بنائی ہو کر ان قدر عاقل غلام شد خواص خان بدششماہ تمامش کرد ان دانی اسکاہ  
چو آنجان بدعت سردیر غالب نهادن بج نام علی ابن ابی طالب مشقت کی بسیار آند میرین کاس  
نصروی اعتقاد آن مرد ہشیار اگر خواہی کہ تاریخش بخوانی زہر الف بگداشت است نادانی

کتبہ درگاہ متصل صدر پٹہ خانہ ۹۱۲ء یہ پتھر ایک درگاہ کا ہے جو متصل صدر پٹہ  
(ڈاک) خانہ سرکار عالی کے تھی درگاہ کے پاس ایک مسجد اور باؤلی بھی تھی۔ اب نہ وہ درگاہ  
ہو نہ مسجد نہ باؤلی فقط ایک قبر ان بزرگ کی باقی رہ گئی ہے جن کا نام بھی اب کوئی نہیں جانتا  
درگاہ کی بربادی کے بعد یہ پتھر مسجد تیرازہ بیگ میں رکھا گیا تھا جو اب ٹٹون ہال میں  
رکھو ادیا گیا ہے:-

انما بیئتہ دکالین متصلہ الیہ بشرطان یصرف مشغلہا فی العمارۃ و  
السراج والمکاء ۱۰ اربع الاخر ۹۱۲ء

ایک مینار کی مسجد ۹۱۹ء بیرون قلعہ متصل ڈاکٹر خانہ لب سڑک یہ شاہی  
مسجد ہے جو ایک مینار کی مسجد کے نام سے مشہور ہے جو سلطان محمود بہمنی کے عہد میں ۹۱۹ء  
میں ملک غنیر کی بنائی ہوئی ہے۔ اس مسجد کا ایک ہی گادوم مینار ہے جو اسی گز بلند اور دس گز  
میں ہے۔ اس کے اندر چکر دار میٹھیاں ہیں اور جابجا روشن دان بھی ہیں جس سے مطلق اندھیرا  
نہیں ہے اور آسانی سے چڑھا جاتا ہے اور جاکر در در تک نظر آتا ہے ایک پر لطف منظر پیش نظر  
ہوتا ہے اس مینار پر راس التابرشاد صاحب سابق تعلقہ ار کے عہد میں چاروں طرف چار  
قندیلیں لگادی گئی ہیں۔ چون کہ بہت بلندی پر یہ روشنی ہے دس سیل تک نظر آتی ہے اور  
مثل تاروں کے چمکتی ہے۔ اس مسجد کے ستونوں کی ساخت سے خیال کیا جاتا ہے کہ دیول  
توڑ کر بنائی گئی ہے مسجد پانچ محرابوں کی ہے اور تین دالان ہیں مسجد تمام سلوں سے بچی ہوئی ہے  
لکڑی کا نام نہیں ہے۔ طول ۱۴ فٹ (۶) (۷) عرض (۱۳) فٹ مسجد کے دروازہ داخلی  
کی دہلیز پر یہ کتبہ خط ثلث ہے:-

چنین عمارۃ خوب و لطیف شد و بنی  
کیر بن خجستہ مکان این چنین عمارت کرد

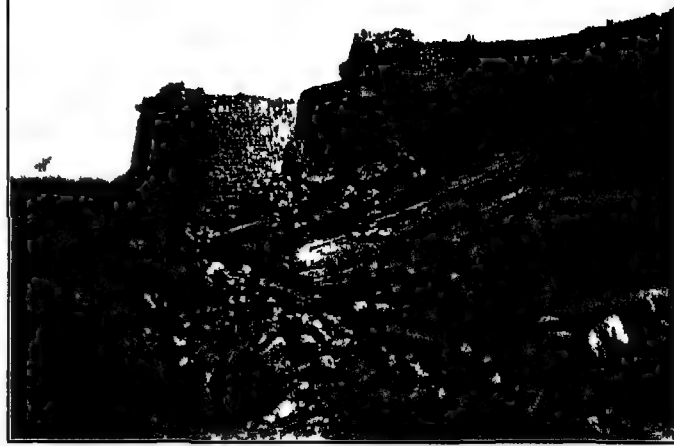
بہرہ سلطنت شاہ شہنشاہی محمود  
بک دولت ملک الملک عادل نائے

قلعہ راجپور





قلعه رایجور



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ	بَدْرُ شَاهِ ابْنِ هَمْدَانَ
بَنِي سَيْدِجَ لَدُنْ أَبِي عَلِيٍّ	عَلَى الْخَوَاصِّ بَشَرًا	مَشْرِكَ لَدُنْ أَبِي كَا
جَوَازِجَ بَدْرُ سَرْفَرِ	نَهَانِ بَدْرُ عَلِيٍّ لَدُنْ	مَشْرِكَ بَنِي سَيْدِجَ
زِيَادِ بَدْرُ سَرْفَرِ	لَدُنْ خَوَاصِّ بَشَرًا	مَشْرِكَ بَدْرُ سَرْفَرِ

کتبه برج علی ابن ابی طالب قلعه رایجور

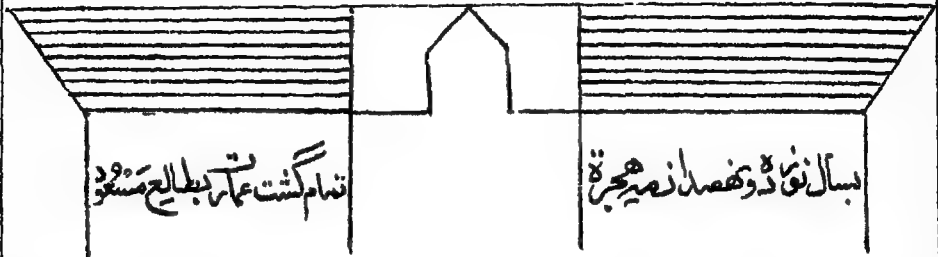
رایجور

قلعه





یہاں تھا کہ ایک صاحب سخا و کرم  
کہ اسم عنبر خلیش مثال عنبر دود  
ہر آنکسی کہ بد نیایا میسجد کرد  
غرض کہ خلد برینش جزای خواہد بود



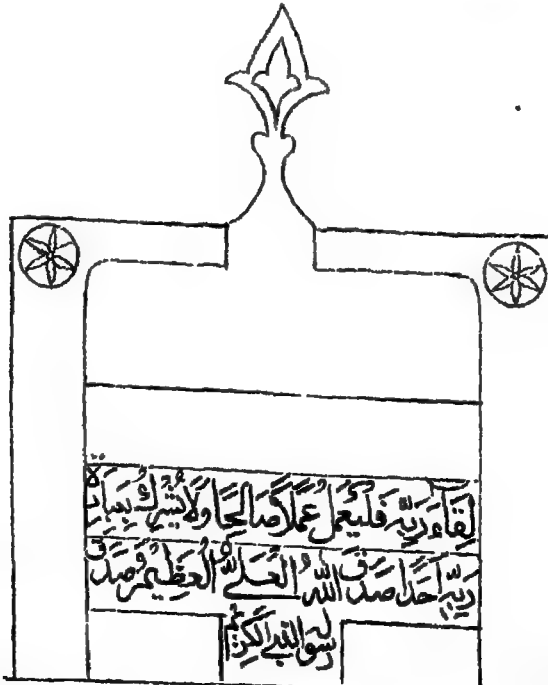
(۲) یہ پتھر بکا باولی کے مسقل برج پر پڑا ہوا تھا اور کسی عمارت میں توڑ پھوڑ کر لگانے کو لیا جا رہا تھا خدا بھلا کرے مولوی فقیر احمد صاحب کا انھوں نے اُسے داخل ہوتے وقت بائیں ہاتھ کی دیوار میں نصب کر دیا اور اس طرح اسے ٹھکانے لگا دیا۔

قال النبي عليه السلام الصدقة تطفى غضب الرب كما تطفى النساء النار۔

(۳) یہ کتبہ بیچ کے در کی چوٹ پر ہے۔

وَأَنَّ لِلسَّاجِدِ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا

(۴) منبر سے ملا ہی ہوا دہنی جانب سامنے وار کو سنگ سیاہ پر پنجابری یہ آیت کلام مجید کی کتبہ ہے۔





آخر کی ڈھائی سطریں باقی ہیں اوپر کا حصہ بالکل چھیل ڈالا گیا ہے۔ عمل کشنری میں اس مسجد میں دو خانہ تھا۔ ڈی فریزر ڈاکٹر نے اوپر کی سطور کو حک کر دیا خدا جانے نیچے کی سطریں کیسے بچ رہیں۔ (۵) منبر کے سامنے وسط مسجد میں سقف پر چاروں طرف پتھر کی کڑیوں پر سورہ انافتنات اسات معید آتک اس بسم اللہ بخط ثالث ابھرے ہوئے خط میں منقوش ہے۔ جو مغرب کی طرف سے شروع ہوئی ہے اور چاروں سمت پھر کر ختم ہوئی ہے۔ اس مسجد کا فوٹو مہتر محل اور آڈو مسجد کے ساتھ دیا گیا ہے۔

**جامع مسجد اندرون قلعہ شہید** مجلس کے محاذی واقع ہے اور علی عادل شاہ کے زمانے کی بنی ہوئی ہے۔ یہ بہت بڑی اور وسیع مسجد ہے۔ اس کی سقف اور ستون چوبی تھے۔ اندازہ سو برس کا کا ہوا بالکل گر گئی تھی۔ تین سو سال کے اول گلاب سنگ صوبہ دار جہا پجور کے عمل دار تھے انھوں نے حسن عقیدت سے ذاتی صرفہ سے از سر نو معرفت شیخ احمد صاحب مرحوم محصول دار جو فقیر احمد صاحب کے والد تھے بنوادی۔ یہ مسجد پہلے طول میں (۱۲۷) فیٹ تھی مسجد کا حصہ وسطی ۲۶x۴۵ فیٹ از سر نو پتھر کے پٹاؤ کا بنایا گیا اور ستون کڑیاں بھی پتھر کی لگائی گئیں۔ شمالی حصہ ۴۷x۳۱ اور جنوبی حصہ ۴۵x۳۲ فیٹ ویسا ہی خالی پڑا ہے۔ چبوترہ کا عرض ۲۹ فیٹ ہے۔ اس مسجد میں حسب ذیل کتیبات ہیں۔ (۱) منبر کے سید ہے ہاتھ کی طرف جس کا فوٹو قابل ملاحظہ ہے۔











(۲) منبر کے بائیں ہاتھ کی طرف دو کتبے ہیں ایک اوپر لکھا ہے: دوسرا طاق میں ہے۔

کتبه اندرون طاق جنبی جامع مسجد مجازی مجلس

مِلَف عَبْدُ الْحَمْدُ ابْنُ رَمِيحَان  
سَلَمَتْ جَمْعُ تَابِدُ بَاسِدُ لِيْشَان  
نَزَلْنَا هَاهُنَا ثُمَّ ارْتَحَلْنَا  
يُظَنُّ الْمَرْءُ فِي الدُّنْيَا خُلُودُ

بَدَقِ سَنَاءُ اِيْرَ اَهِمَّ عَادِلُ  
كَيْهَ بَلَّغُ بُوْدَسَالِ تَاكِخِ اَنْ  
كَذَ الدُّنْيَا نَزُولُ اَرْضِ خَالِ  
خُلُودُ الْمَرْءِ فِي الدُّنْيَا حَالِ

۱۲۷۷ھ میں اس مسجد کی سرکار سے بھی مرمت ہوئی ہے۔ یہ مسجد دیول توڑ کر بنائی گئی ہے اور بت کو اوندھا کر کے فرش مسجد میں گاڑ دیا ہے۔ منبر سیاہ پتھر کا ایسا چمکا اور مصفا بنا یا گیا ہے کہ نظر پھسلتی ہے اور جس کی صداعی لاجواب ہو مسجد کے صحن میں میاں شیخ سالار کا مزار ہے جو حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے بھانجے ہوتے ہیں۔

**مسجد نورنگ دروازہ** یہ مسجد بیرون قلعہ نورنگ دروازے کے مقبل واقع ہے۔ پٹاؤ کی چھوٹی سی بچتہ اور خوش نما مسجد ہے۔ جس کے تین درہیں طول سو سات گز عرض (۵) گز ہے مسجد دیران ہو گئی تھی اس مسجد کے سامنے ہی ہنومان کا پتھر ہے۔ ہندوؤں کو خیال ہے کہ مسلمان پوجا پاٹ میں حائل ہوں گے سرینواس راؤ وکیل نے راتوں رات لین کی جمعیت کے لوگوں سے مسجد کو شہید کر دیا۔ سرکار سے وکیل مذکور کو آٹھ سو روپیہ جرمانہ ہوا اور وہ رقم مسلمانوں کو دے دی گئی جس سے اس سر نو مسجد کی تعمیر کی گئی اور ایک یاؤلی بھی جو قدیم سے دیران تھی درست کر دی گئی اس مسجد کا کوئی کتبہ نہیں ہے البتہ یائیں ہاتھ پر طاہر خانی برج کا کتبہ ذیل لاکر نصب کر دیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَمْرًا مِّنَ اللّٰهِ وَكَتَبَ وَفَرَّغَ وَكُتِبَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ

فِي عَهْدِ السُّلْطَانِ الْاَعْظَمِ خَلِّ اللّٰهُ فِي الْاَرْضِیْنَ

ابو المظفر علی عادہ لشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ

بناکرہ طہا خان فی سنہ سبعین اھل و تسع ہائے ۹۷۹ھ

**فتح بیج** یہ عظیم الشان برج نورنگ دروازے کی مسجد کے عقب میں شمال کی طرف ہے عمارت کچھ زمانے کے ہاتھ سے تباہ ہوئی ہے یہی سی حکام کی بے دردی سے بلا غل و غش لوگ پتھر اکھاڑ اکھاڑ کر لے گئے اس پتھر کو بھی جہاں لگا تھا اُکھیر کر اگلے جانے والے تھے کہ اس سے بہتر سل کس مل سکتی ہے کہ مجھے خبر ملی۔ اس پتھر کی زبان حال سے صدائے داد فریاد اور ناقہ ردائی زمانہ کی شکایت سن کر پتھر کا کلیجا بھی پانی ہو جاتا۔ خدا کا شکر ہے کہ ڈرون کے بے رحمانہ ہتھوڑوں کی زد سے محفوظ رہا اور خاکسار سر یا خطا کار کے نامہ اعمال میں بینکی چڑھنے کی تھی۔ ذلک فضل اللہ یؤتی من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم محمد حسین صاحب داروغہ صفائی نے میرے ایما سے اس نایاب کتبہ کو (جو بحفاظت نہایت خوش خط لکھا گیا ہے۔ اور جس کا عرض طولی



۵-۹-۲۰۱۰ء) ہاتھوں ہاتھ اٹھوایا اور لاکر ضلع کی کچہری کے محاذی رکھوا دیا جہاں پر  
کہ اس کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر رہی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ناظرین اس کے فوائد کو دیکھ کر  
خوش ہو جائیں گے۔

وَاللّٰہُ  
اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ  
بَنی ہٰذَا الْمَقَامِ الرَّفِیْعِ الْمُسَمَّی بِبَرْجِ الْعَنْتَجِ فِی  
عَہْدِ خِلَافَةِ السُّلْطَانِ الْاَعْظَمِ شَمْسِ الدِّیْنِ شَاہِ مُحَمَّدٍ الْجَمَعِیْنِ  
وَنَازِلِ الْخَانِ الْاَكْبَرِ مَعْلَسِ الرَّفِیْعِ عَادِلِ خَیْرِ الْعَادِلِ الْخَانِ الْخَازِی  
وَمُحَمَّدِ الْمَلِکِ الْکَرِیْمِ سَلَامًا لِّکُلِّ اَمَانٍ فِی سَنَةِ ثَمَنَ مِائَتِیْنِ وَثَمَنَ مِائَتِیْنِ  
۹۱۶ھ

کتبہ یوسف الحسین الیزدی

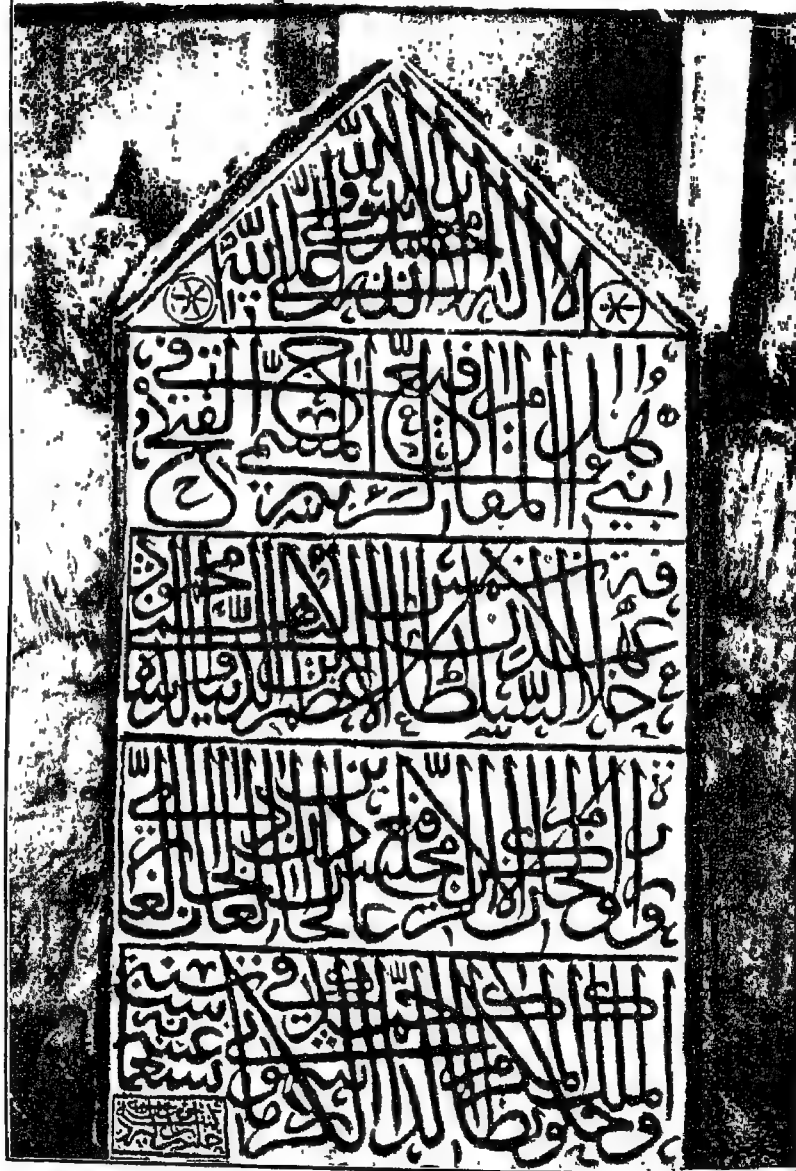
تیم شاہ کی مسجد ۱۱۶۲ھ  
یہ مسجد کالی دروازے کے متصل ہو چکی ہے واپسی جانب رواق میں  
چلتے ہوئے پتھر پر نعل کا کتبہ ہے مسجد شکستہ ہو گئی تھی مودو میاں نامی ایک صاحب نے اس کی ترمیم و مرمت فرمائی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ  
وَ اَنَّ الْمُسَاحِدَةَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا  
چراغ و مسجد و محراب و منبر  
ابن بیت اللہ باہتمام تیم شاہ فقیر پینڈہ شاہ جمال قلندر ربیع شیعہ عبد الواحد  
قلعہ دار احداث یافت تحریر ہفتم جمادی الاول ۱۲۲۲ھ ہجری۔





کتاب فتح برج راجور





ہزارہ بیگ کی مسجد اندرون قلعہ متصل عاشور خانہ بارہ امام واقع ہے۔ یہ مسجد خام ہو لکڑی کی چھت ہے۔ تین در کی ہے۔ طول ۲۲ فیٹ عرض ۱۲ فیٹ ہے۔ اس مسجد کے صدر دروازہ پر یہ کتبہ ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ

قد وفق بنا هذا المسجد في زمان السلطان محمود شاه  
أوان عادل خان ۲۰ رمضان الباقى عبد الضعيف  
نحيف ملتجى خالق الكل خواجه سبيل

درگاہ میر حسین صاحب یہ درگاہ مجبس کے شمال رخ پر واقع ہے۔ درگاہ کے اندر

ایک شکستہ مسجد اور قبرستان ہے حضرت شاہ میر حسن و حضرت شاہ میر حسین قدس سرہما آپ ہر دو حضرات گھوڑے پر سوار تھے چنانچہ آپ کے گھوڑوں کے سموں کا نشان اب تک پتھر پر کوٹ تالار کے محلہ میں جو وسیع چٹائیں ہیں وہاں موجود ہیں اور ایک تفرت اب تک جاری ہے کہ اگر کسی کے رکان میں سانپ نکل آئے تو آپ کے فرار کی مٹی لاکر مکان میں ڈال دیا تو سانپ بھاگ جاتا ہے۔ آپ کا سالانہ عرس ۱۲ ربیع الثانی کو ہوا کرتا ہے۔ درگاہ کی پیشانی پر یہ کتبہ ہے لیکن بلحاظ عبارت اس کتبہ کو اس درگاہ سے کوئی تعلق نہیں یہ کسی انبار خانے کا ہے جو اکھیر کر بیاں لگا دیا گیا ہے۔

اللہ کے آقا

زفیض ذوالجلال شد انبار خانہ  
کہ فی السماء دوزقہ بیمانہ  
در عہد شہنشاہ ابراہیم عادل  
منور شد مقام سرازق کامل  
کہ بلغ بود سال الف و اثنی ثلاثین  
بناکردند عبدالحمد در ان حین

## دفتری مسجد ۹۰۴ھ

یہ مسجد سکندری دروازے کے متصل پیر پٹولہ صاحب کے مزار کے پاس لب مرک واقع ہے اس کے متصل ایک باؤلی بھی ہے جس کی ترمیم حال میں خاکسار کے زمانے میں کی گئی ہے مسجد کے صدر دروازہ پر چینی کا کام تھا جو آب جگر گیا ہے ذرا ذرا سے نشانات باقی ہیں۔ اس مسجد کا طول (۴۳) فیٹ عرض (۲۴) فیٹ ہے پانچ درہیں پہلے چار دروں کے واسطے عبارت ذیل ثبت کنندہ ہے۔

پانچواں واسطہ خالی ہے۔ یہ تمام عبارت چوٹے سے لپ گئی تھی کسی طرح پڑھی نہیں جاتی تھی کئی دن کی لگاتار کوشش کے بعد یہ مشکل اُس جے ہوئے چوٹے کو بھگوا کر نکلا یا جب یہ عبارت پڑھی گئی۔ مسٹر شاو کشا آبکاری کنٹرکٹر نے جن کے گڑنگ کے پاس یہ مسجد ہے ان کیتوں کو صاف کروا دیا۔ میں اُن کا مشکور ہوں۔ یہ مسجد مستحکم سلوں کے پٹاؤ کی ہے۔ لیکن اسی مقام کے ارد گرد تھوڑے سے فصل سے (۶) مسجدیں ہیں۔ مسجدیں زیادہ اور مصلیٰ کم اس وجہ سے آباد نہیں۔ یہ مسجد پہلے دفتر کے لوگوں کے لئے مخصوص ہوگی اب وہ دفتر ہی کا و خورد ہو گیا۔ مسجد میں کون نماز پڑھے۔ اس مسجد کے باہر ایک سیاہ پتھر نصف دائرہ کی شکل کا گڑا ہوا ہے جس پر ہندی کتبہ کندہ ہے باوجود کوشش کے بھی نہ پڑھا گیا مجھ کو تنگی اور کسری پڑھنی نہیں آتی اور جن کو پڑھنی آتی ہے اُن کے دل میں درود نہیں شوق نہیں وہ میرے اس طرز عمل کو غلط پر محمول کرتے ہیں اور از دیدہ دور ازل دور پر عمل ہیں اور میں کتا ہوں کہ جو باتیں ضبط تحریر میں آجائیں وہی بسا غنیمت میں ہر شخص یہ خیال خبطے دارو۔

(کتبہ دفتری مسجد)

الحمد لله رب العالمين الصلوة على سيدنا محمد وآله اجمعين اما بعد وقف كرمه و تصديق بنود  
ظل الله المصنات الله وملك المعاشر المتق كل على الله الرحمن ملك حاجي بن سليمان قري ماني  
انفقد ر حل المورث نا صحا و ز مين در گور بر عمال بعلماء را يچكي بر حفاظ و امام و مؤذن  
مسجد مسطور فيه هشت چا و ز مين براي حافظان و امام و مؤذن و يکچا و ز مين برا  
متولي باشد و او صا وقف نمود چهل دکان مؤمن و مسجد ده واقع در را يچو در جنب  
مسجد مذکور از تعبير و روغن چراغ و فرش و سائر مصلح الوقف صحيح شرعي و شرط گيرد

واقف کرامت بر انکس کہ مطلع شود و برین وقفیت تغیر و تبدیل نمایند کہما قال اللہ تعالیٰ  
و تعالیٰ فی محکم کتاب منافع الخیر و معتد آئیم گزیده

مورخا الیج و شعبانہ

سکندر سی دروازہ ۸۶۷

یہ کتبہ نہایت خوش خط دروازے کی پیشانی پر بخط  
ثلث ایک ہی سطر میں منبت کندہ ہے۔ اس دروازے کی دونوں جانب تین تین دروں کی  
لداؤشت گاہ بنی ہوئی ہے۔ اب سڑک کی بھرتی کی وجہ سے دروازہ قدرے پست ہو گیا ہے۔

در زمان خضر سلطان سکندر قادری	شدھیا کا دین دھلیں یا صنعت گری
چون تا مل کرد از تاج آن گفتہ خرد	گو در فرسخ و زاین تاج ختمش بگری
باقی این کار آقا خضر غلام شاہ را	کن بلطف خویش یاد آید از شہر ناچری

اس دروازے کے اندر پیر پٹولہ صاحب کا فرار ہے۔

سکندر سی دروازہ ۸۶۷

یہ کتبہ شاہ برج ۸۶۷  
سی مسجد ہے جس کے تین در ہیں۔ اس میں کوئی کتبہ نہیں ہے۔ شاہ برج کا ایک کتبہ یہاں  
لا کر کسی نے رکھ دیا ہے۔ یہ کتبہ بخط عربی نہایت واضح اور ایسا خوش خط کندہ ہے کہ جس کے دیکھے  
سے نظریں تراوٹ آجاتی ہیں لیکن افسوس صد افسوس کہ کسی ظالم نے اس کے چار ٹکڑے کر دیے  
چار ٹکڑے کر دیے کہ نہیں ہو سکتا۔ ٹیخ کو دوں خال کو دوں چشم کو دوں زلف کو دوں  
بیچ کا ٹکڑا غدار ہے۔ جو سیدہ یا بندہ معلوم ہوا کہ ایک مینار کی مسجد میں ایک ٹکڑا پڑا ہوا ہے  
وہ منگا کر روح کو قالب سے ملا دیا۔ بچھڑے ہوئے پاروں کو کیجا کیا برس ہم ایک چھوٹی سی چپ  
نڈا رہی جس کا پتہ نہیں خدا جانے کہاں ہوگی۔ سیاق عبارت کے لحاظ سے خط کشیدہ  
الفاظ بڑا کرا کر دیا۔ شاہ برج محاذی اول کچہری کے ہے۔ اس برج پر ایک توپ تھی جس کے  
عمل کشنری سلاخ میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے۔ تین ٹکڑے ہیں جو چار چار ہاتھ کے لیے  
ہیں ایک پر کوٹ پر۔ ایک برج کے نیچے اور ایک سڑک کے بازو پڑا ہوا ہے۔ یہ کتبہ اب  
ٹٹون ہال میں رکھوا دیا گیا ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ الْاَمَانَ وَكَانَ اَوَّلُ مَا قَدَّمَ مِنْ رَحْمَتِنَا

دُرُہا زانِ دَوْلَتِ شَاہِ جَمَّانِ

اُنکے گوی سبقت از عالمِ ربیع

گرم بیا دینایِ شَاہِ بُرج

حَضْرَتِ اخلاص خانِ اربعینِ جو

خواستم تاریخِ سالش عملِ گفت

بعد فتحِ کافرانِ یک سالِ بود

**برج تعلیم ۹۵۳ھ** خاص باؤلی کے پاس تعلیم کے برج پر یہ کتبہ ہے۔  
 معارفِ قضا کہ ہر گز در حسنِ عمل  
 بانیِ بنائِ نیلگوں برجِ محل  
 تاریخِ بنائش ہمیشہ آئندہ است  
 برجِ فلکِ دولت و اقبالِ ازل

بدورِ خسر و عادل کہ ز درِ خضم ازویشد  
 سبغی احمد حاجی کو نابادی مرتب شد  
**خندقی دروازہ ۹۵۴ھ** قلعہ کے مشرقی جانب خاص باؤلی کے آگے تعلیم کے  
 برج کے پاس ایک دروازے پر یہ کتبہ ہے اس دروازے میں جانے کے لئے ایک پٹاؤ  
 کی ڈیوڑھی بنی ہوئی ہے جس کے دونوں جانب کمانیں ہیں جن میں پرے والے رہتے تھے۔  
 یہ ڈیوڑھی اب مخدوش حالت میں ہے۔

کشودہ بادشاہی ہمیشہ اس درگاہ  
 بحقِ اشرفانِ لا الہ الا اللہ  
 اس عمارتِ بعدِ عادل شاہ  
 شد مہیا بنجر و نیلگوں  
 تاریخِ اس بنا گویند  
 فتح شد بابِ مدعا گوی  
**کتبہ بسن کوٹہ برج ۹۶۲ھ** کاٹی دروازے جنوب روئے گلی میں ایک برج  
 واقع ہے اس پر یہ کتبہ ہے۔

این برج در عمل نواب عبداللہ خان بہادر  
منظر جنگ باہتمام شیخ عبدالواحد  
از سر نو تعمیر یافت ۱۶۴۷ھ ہجری نبوی

**برج رفیع ۹۵ھ** تجسرو برج کے پاس فرام روڈ پر ایک برج ہی اس پر یہ کتبہ ہے۔  
بستم دریں حصار زو فقیق کردگار  
چون سر زدن مطلع او طلعت ہلال  
در روزگار عادل دوراں تمام شد  
چون نسبت رفیع ز قد رش بدین نیست  
بڑے حجے کہ کوتہ است از او دست اہل غدار  
باشد ز روے مرتبہ چون بر سپہ بدر  
آں عادے کہ ساختہ جابر سر حیدر  
تاریخ اوست "برج رفیع بلند کرد"

۹۵ھ

**کالی دروازہ ۹۵ھ** اس دروازے کو خاردار پٹ تھے جو عمل کشنری میں جلایا  
دے گئے اب خالی دروازہ ہے جس کے دونوں جانب جوانوں کی نشست گاہ کے مکان  
تین تین در کے بنے ہوئے ہیں اس دروازے کی داہنی جانب نو محرابوں کا لداؤ تو جس  
کے اوپر عمارت تھی جو منہدم ہو کر صرف ایک کمرہ باقی رہ گیا ہے وہ بھی لداؤ کا ہے۔ اس دروازے  
کے متعلقہ مکانات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بہ نسبت دوسرے دروازوں کے  
جمعیت زیادہ رہتی تھی۔ (۱) اس دروازے کی پیشانی پر بخدا عزلی یہ عبارت کندہ ہے۔  
نَصْرُ مَنِ اللّٰهُ وَكَفَّ قُرَيْشٌ وَكَثُرَ الْمُؤْمِنِينَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۹۵ھ  
اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَى وَعَلَى آلِهِ الطَّيِّبِينَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَالْعَبَادِ وَالْبَاقِرِ وَالصَّادِقِ وَالْإِصْحَاقِ وَالنَّسِيِّ وَالنَّسْرِيِّ وَالْمُهَاجِرِ وَالْمَقْدِسِيِّ وَالْمَدِينِيِّ وَالْمَكِّيِّ وَالْمَدَنِيِّ وَالْمَدَنِيِّ وَالْمَدَنِيِّ  
اس دروازے کے چبوترے پر میر باے صاحب کا فرار ہے۔ رفیعاً حسین و تسعاً آشتی



(۳) دروازے کی ایک جانب دالان کے دو سڑطاق میں یہ کتبہ ہے۔



(۴) کاٹی دروازہ سے گزرنے کے بعد ٹک پر ایک دروازہ ہے وہ بھی کاٹی دروازہ کا جزو ہے اس پر کتبہ ہے

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ  
كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ مُحَمَّدٌ بْنُ هَمَّانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَلِيفَةُ الْمَوْلُوحِ

## (بخط کوفی)

این درمیش در همه عالم کشاده با	شمن بزر خاله مدین در قناد آباد
یار مالین در عالی بحال خیر	اقبال عز و دولت و شادی ملاصرتا

**پتھر کا ہاتھی** بیرون کاٹی دروازہ متصل میں کچری ایک ہاتھی ایک ہی پتھر کا تراشا ہوا سر بازار کھڑا ہوا، جس پر نقش چھول بڑی ہوئی ہے جس کے دونوں جانب دو چھوٹے چھوٹے ہاتھی کے بچے بھی ہیں۔ یہ سنگ تراشی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اسی قسم کے دو ہاتھی ملیا یاد میں بھی ہیں اور وہ بہ اعتبار کاری گری اس سے بہتر ہیں۔ اس مقام پر دو چھوٹے چھوٹے برج تھے اور ہاتھی کے پیچھے سے ایک فصیل تھی جو کاٹی دروازے سے جا کر لگتی تھی۔ راستہ کشادہ کرنے کو یہ سب سمار کر دیا گیا۔ صرف ایک مینا جس کو ”توڑے“ کا مینا کہتے ہیں جو تین قدم بلندی پر تھی جس میں ایک زینچ بڑی ہوئی ہے۔ پلیٹ پر پہلا ہاتھی رانچو کا ہے اور دوسرا اور تیسرا ملیا یاد کا۔ یہ دونوں ایک ہی قد و قامت کے ہیں لیکن بیچ کے ہاتھی کی پلیٹ ذرا بڑی ہے۔

**مسجد بی بی حلیمہ** کاٹے تالاب چھاؤنی فقیر پانکے برس کے محاذی پر

کے ماستر بی بی حلیمہ کی بنوائی ہوئی چھوٹی سی لداؤ کی مسجد ہے جو صرف ایک کمان کی ہے

طول و عرض ۲۳ x ۱۷ فٹ ہے۔ اس میں دو کتبے سنگ سیاہ کے ہیں ایک کمان پر ہے۔

قوله تعالى يا بني ادم خذوا زينتكم عندكم

بعون الہی بنا گشتہ مسجد

ذی بی حلیمہ مناء لہما

زکاس پنج فسخ بناء شدہ

ذہجہ ہزار سی دی بدہ

نر بی بی حلیمہ شد این یادگار

نگہدار ایمانش پروردگار











دوسرا مہر کے پاس دہنی جانب طاق میں لگا ہوا ہے :-



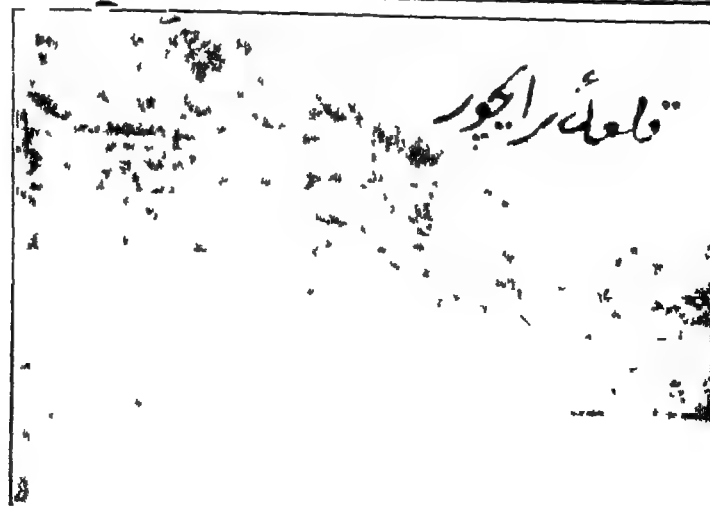
سید سواراں ۱۲۷۶ھ محلہ گھٹال داڑی میں آیا باولی کے پاس یہ مسجد تین در

کی لداؤ کی ہر - ۲۱ x ۱۴ فیٹ طول و عرض ہے -  
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 کہت خانہ شکست از فضل اللہ  
 بناروید مسجد شاہ عبد اللہ  
 جو در وقت شجاع الملک مرحوم  
 عمل توابع ذوالفقار الدولہ  
 مبارک دل جمادی بستی و مفتسم  
 یک الف و یکصد و نو دستہ

لغایت یازدہم مہ ربیع الثانی  
کہ آن شاہ خادمہ بہت حاجی تھی  
باہتمام غلام محمد شد مرتب  
اندر کی دیوار پر دوسرا کتبہ ہو۔  
ختمانیہ زیادہ انچہ گشتہ  
کنڈتیا این برست دومہ  
برآنہ آباد دایم فضل اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم	
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ	
چراغ و مسجد محمد اب و منبر	ابوبکر و عمر عثمان و حمید
فاطمہ حسن حسین العباد والباقر الصادق کاظم الرضا	
استقی النقی العسکری المہدی	

**جامع مسجد بیرون قلعہ ۱۳۱۵ھ** وسط آبادی میں ایک عالی شان اور وسیع جامع مسجد شاہی واقع ہے۔ اس مسجد کی تعمیر بھی بزمان ابراہیم عادل شاہ ۱۳۱۵ھ میں ہوئی ہے اس مسجد میں بڑی بڑی گیارہ کمائیں ہیں اور عمدہ سنگ بستہ گچ کاری کی عمارت ہے اس مسجد کا طول و عرض ۳۲ x ۱۱۵ فیٹ ہے۔ صحن نہایت وسیع ہے۔ ایک باؤلی اور ایک چھوٹا سا حوض بھی ہے۔ سرکار سے ۱۳۱۵ھ میں درست ہوئی ہے اور معاش بھی جاری ہے مسجد کے تحت میں (۲۸) دکانیں ہیں جن کا کرایہ ۱۵ ماہانہ اسی مسجد میں صرف ہوتا ہے۔ پیشانی مسجد پر سنگ سیاہ پر یہ کتبہ ہے۔ اس کتبہ کے دونوں جانب قلعہ و برب الناس کا نہایت خوش ناطقہ کنول کے پھول کی شکل کا کندہ ہے جس کا فوٹو بھینسہ ہریہ ناظرین ہے۔ اس فوٹو کے اوپر اور نیچے قلعہ راجپور کے دو مختلف فوٹو ہیں



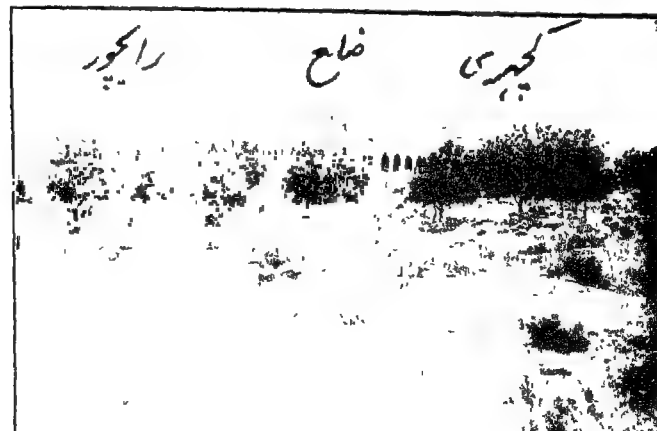
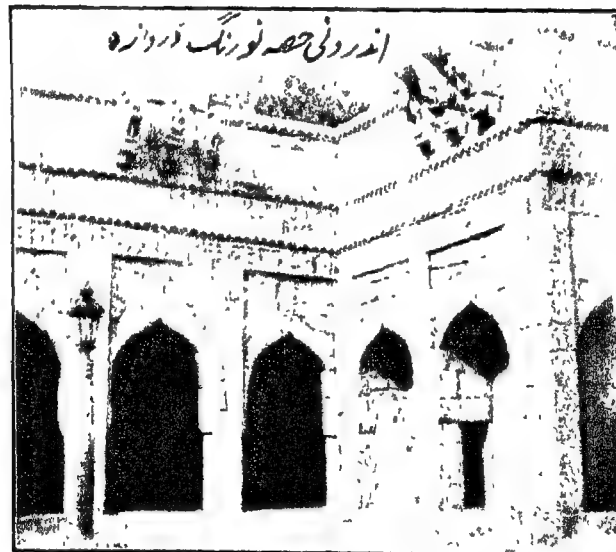
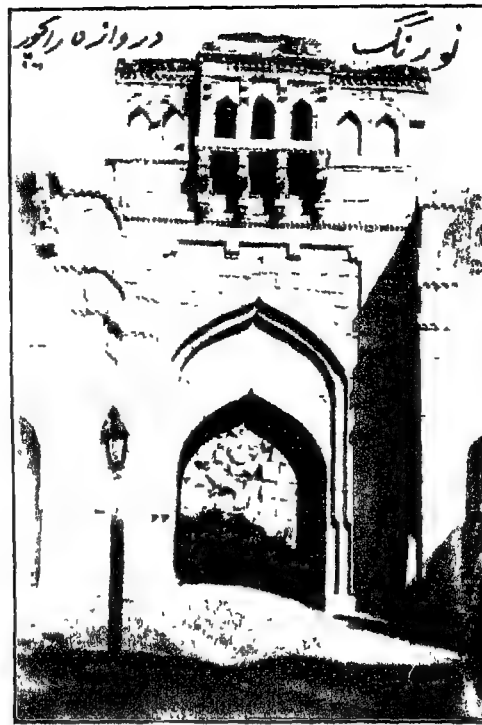


<p>بنا شد مسجد بر دین احمد شدہ بانی اور عبد الحمید          بدور شاہ ابراہیم عادل رواں شد کارا ولی حیدر علی          از ہجرت کھنڈاوسی و پشت است کہ شد مسجد مرتب وقت اسعد          بوقت بلوالنصر سلطان محمود زہر مومنان ثواب بے عد</p>	
---	--

اندرون مسجد درمیانی کمان پر دونوں جانب یافتہ الابواب کا طغرا ہے۔

**چوک کی مسجد** اس مسجد میں تین کمانیں ہیں۔ طول و عرض ۲۸ x ۲۳ فٹ ہے۔ مسجد میں نہایت خوب صورت اور چمک دار دو ستون سنگ سیاہ کے ہیں جو کسی مندر کے لاکرائن کی تصویریں مثلاً کہتے کھڑے پڑیا خٹان اور بایں پڑیا منان کندہ ہے۔ منبر کے بازو محراب میں ایک سنگ سیاہ کا کتبہ حسب ذیل ہے۔









مسجد کے شمالی دروازے پر جولین سڑک اور دہلیز کے اوپر یہ کتبہ ہے:-

مشورتمید از فضل اعلیٰ  
اگر چه بد فعال و پر گناهی



بھاء الدین کی مسجد ۹۱۶ھ | چوک کی مسجد سے سو قدم آگے لب سڑک یہہ خام  
مسجد ہو جس کی چھت چوٹی ہے۔ اس کے صحن میں یہہ کتبہ رکھا ہوا ہے قیاس غالب ہے کہ یہہ  
کتبہ اس مسجد کا نہیں ہے کیوں کہ یہہ مسجد اول توپچی دوسرے چھوٹی غالباً چوک کی مسجد کا  
ہو گا اب ٹٹوں ہال میں رکھوا دیا گیا ہے۔

هو ان يقول يا ايها الله -  
 قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ الْمُسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا أَقْرَعَ هَذَا الْمَسْجِدَ الشَّرِيفَ فِي  
 عَهْدِ خَلِيفَةِ السُّلْطَانِ الْأَعْظَمِ الْمُسَوِّقِ عَلِيٍّ عَلَى الْغَنِيِّ شَاهِدِي بِنِ شَاهِدِي الْبَحْمَنِيِّ خَلَّدَ اللَّهُ مَلِكُهُ وَسُلْطَانُهُ  
 الْحَاجُّ الْمَلِكُ الْأَكْبَرُ مَجْلِسُ الرَّفِيعِ عَادِلُ الْحَاكِمِ الْغَاكِرِ أَيْدِي اللَّهِ وَلَهُ الْأَمْرُ وَحُكْمُهُ الْمَلِكُ الْمَكْرُمُ شَيْخُ

نظام الدين احمد بن شيبه برهان الدين الكرواني ابد الله برهان ومن فاضلنا الامير ومضان حسين بن شيبه  
المتوفى سنة ثمان مائة الحزن المصطفو وحيد الاخر تسمى بالي الفخر حسين بن سيد الزكي

**محبوب گنج** اس گنج کی بنیاد مولوی حاجی حافظ سید احمد حسن صاحب دہلوی علاقہ دار وقت نے ڈالی تھی اور راجہ رائے للتا پرشاد صاحب کے عہد میں تکمیل ہوا۔ خوشنما گنج ہے جس کے وسط میں دو منزلیہ تھانہ پولیس کا بنایا گیا ہے اور دائرے کی شکل پر اطراف میں دکانیں ہیں۔

**لوزنگ دروازہ** لوزنگ دروازہ اور اُس کے متعلق مکانات بیرونی قلعہ کی شمال رو یہ تفصیل سے دکھا ہوا ہے اس میں کئی دروازے ہیں۔ لوزنگ دروازے اور اُس کے اندرونی حصہ کے دو فوٹو ملاحظہ طلب ہیں تیسرا فوٹو اُس پلیٹ پر ضلع کی کچری کا ہے۔

(۱) پہلا داخلی دروازہ جو شمال کی طرف ہے اس کی چھت پختہ سنگین سلوں کی ہے اس کے آڑو بازو چھوٹی چھوٹی پختہ کمائیں ہیں جو جوانوں کی نشست گاہ تھی۔ اس دروازہ سے گرتے ہی دس قدم کے فاصلہ پر دوسرا دروازہ ہے اور یہ ایک مغرب کی جانب فصیل کی دیوار سے بنایا گیا ہے جو پرکھٹاؤ خندق میں جانے کے لئے بنایا گیا ہے۔ دوسرا مشرقی جانب کو۔ جو نورنگ مکان میں داخل ہونے کا ہے۔ یہ دروازہ لعینہ گنبد کی شکل کا ہے اور چھت بھی گنبد کی وضع کی بہت بلند اور خوش نما ہے۔ مکان نورنگ، چاروں طرف لداؤ مکان دارمکانات ہیں۔ کمائوں کی پیشانی پر دھرا داسہ لگایا گیا ہے۔ پہلے واسے پر بھول پتیاں نقش و نگار نہایت نفاست سے بنایا گیا ہے اور دوسرے واسے پر مجلس رقص و سرود و بہنہ تصویریں کھدی ہوئی ہیں اور کمائوں کے نیچے جو زمین کا پتھر ہے اس پر چھلیوں کی تصویر ہے۔

اس احاطہ کے اندر دوسرا دروازہ ہے ایک مشرق کی طرف جو پرکھٹاؤ میں جانے کا ہے دوسرا دروازہ شمال کی جانب ہے یہ دروازہ نہایت خوب صورت اور عالی شان لداؤ کا ہے اور خندق میں جانے کا راستہ ہے جس کی دونوں جانب وسیع لداؤ کی کمائیں ہیں جن میں دو دو ستون ہیں یہ دروازہ زمانہ عمل کشتری میں جلا دیا گیا تھا جس کی وجہ سے پیشانی کا پتھر چٹ گیا ہے اور محذوش حالت ہونے سے دیوار چن کر بند کر دیا گیا ہے۔ نورنگ دروازے سے باہر نکلتے وقت دو اور دروازے پٹاؤ کے ملتے ہیں جن میں سے ایک پرکھٹاؤ پر جاتا ہے اور دوسرا خندق میں۔ آخر الذکر دروازہ بھی عمل کشتری میں جلا دیا گیا تھا جس کی ساری چھت جا بجا سے کھنڈ گئی ہے۔ نواب لیاقت جنگ بہادر اول قلعہ دار نے چھت کی حالت محذوش دیکھ کر اتر وادی اور پتھر نیلام کر دیے۔ اب اس دروازے کے بالائی حصہ کی کوئی عمارت باقی نہیں ہے۔ اسے لٹا پرشاد صاحب اول قلعہ دار نے خندق پر پل بندھوا کر سڑک نکال دی ہے۔ قلعہ کے تمام دروازوں میں کیا بنا عظمیت اور کیا بلحاظ صناعتی کے باوجود اس ہبہ تباہی ویرابادی نورنگ دروازہ اب بھی قابل دید ہے۔

سات کچہری پہلے ضلع کی کچہری قلعہ کے اندر ایک مینار کی مسجد اور ڈاک خانے کے درمیان اس مکان میں تھی جہاں اب برہنچ اسکول ہے۔ اسے لٹا پرشاد صاحب قلعہ دار

نے لال پہاڑی کے مرقع ٹیکڑے پر شہر راہچور کے مغرب میں اور قلعہ کے شمال میں ایک عالی شان عمارت کچہری کی بنوانا شروع کی جس کی تکمیل نواب لیاقت جنگ بہادر قلعہ دار ضلع کے عہد میں مکمل ہوئی۔ اس عمارت میں مختلف کچہریاں یکجا ہیں مولوی زین العابدین صاحب بلگرامی قلعہ دار کے زمانے میں تین کمرے اور اضافہ کئے گئے اور میرے وقت میں عدالت دیوانی کی اجلاس اور کچہری کی عمارت بجانب مشرق جدید طیارہ کی گئی اور ابھی سلسلہ عمارات کا جاری بھی ہے۔ یہ کچہری ایسے اچھے موقع پر بنائی گئی کہ چاروں طرف سے کوسوں سے نظر آتی ہے۔ اس میں ٹینک کنڈکٹر کچلی سے محفوظ رکھنے کا تار بھی نواب فرامرز جنگ بہادر کے عہد میں لگایا گیا ہے اور میرے خیال میں عمل کشنری کی بنی ہوئی دو کچہریوں سے جو لنکس گور اور عثمان آباد میں بڑے وسیع اسکیل پر بنی ہوئی ہیں ضلع راہچور کی کچہری کسی طرح کم نہیں ہے بلکہ بلحاظ خوش نمائی ان سے بدرجہ ہا بڑھی ہوئی ہے تفصیل کچہری - صدر پٹہ خانہ - ویرینچ - امین کچہری - مڈل سکول زمانہ سکول - ڈاکٹر خانہ یہ سب مکانات اندروں آبادی ہیں۔ متمم صاحب آب پاشی کی جدید کچہری ضلع کی کچہری کے پاس ہی بنی ہے۔

**سٹاف بنگلہ** کچہری کے سامنے راے للتا پر شاہ صاحب نے معزز مہمان سرکاری اور عہدہ داروں کے واسطے بنوایا تھا مگر اب وہ کرایہ پر دے دیا گیا ہے۔

**محبوب چمن** ۱۹۲۹ء میں نواب یار جنگ بہادر صوبہ دار نے عمل کشنری کے باغ کو از سر نو رونق دی اور ریل کی سڑک کے متوازی بہت وسعت دے کر اکیس بیگہ زمین میں باغ بنوایا اور محبوب چمن نام رکھا۔ وسط باغ میں ایک نہایت خوش نما بنگلہ بنوایا جو نہایت دل کش اور ٹھنڈے مقام پر واقع ہے جہاں قریب میں باؤلی عمل کشنری کی ہے اور نہایت خوش نما چمن لگا ہوا ہے۔ ریل کی سڑک بالکل اس بنگلے سے ملی ہوئی ہے۔ اس بنگلہ کا نام محبوب منزل ہے۔ خاص خاص عہدہ دار اور مہمان سرکاری اس بنگلے میں فروکش ہوتے ہیں جو ہر طرح فرش فرنیچر سے آراستہ ہے۔

**کلب** یہ بھی راے للتا پر شاہ صاحب کی بنائی ہوئی دو منزلہ عمارت لب سڑک ہے جو بیادگار سالگرہ مبارک حضرت غفر آں مکاں بتائی گئی تھی اور جس کا بڑا مال سرچھی ملوٹا

رزٹرنٹ کی تشریف آوری کی یادگاریں بعد نواب لیاقت جنگ بہادر بنوایا گیا۔ یہ کلب درحقیقت محبوب چمن کے احاطہ میں واقع ہے۔ نواب فرامرز جنگ بہادر نے ایک وسیع محل بنوا کر کلب کی رونق اضعا فاضا عہد بڑا دی۔ اس کلب میں ہر قسم کی سیر و تفریح کا سامان موجود ہے۔ مختصر سی لبریری ہے۔ بلیئر ڈیٹیل ہے۔ ٹینس اور سیٹمنٹن کورٹ ہیں۔ کٹن لیسٹ کا سامان ہے مختلف اُردو اور انگریزی کے اخبار بھی آتے ہیں۔ ہر قسم کے جلسے اور تقاریب یہیں ہوتے ہیں۔ تمام سامان دعوت برتن اور کرکری (چھری کاٹنے وغیرہ) موجود ہے۔ متعدد بلبر اور بوائے ملازم ہیں۔ شام کو اکثر عمدہ داران کامیاں جمع ہوتا ہے۔ نواب لیاقت جنگ بہادر کے زمانے میں کلب کی بڑی رونق تھی اُن کو خاص مذاق تھا۔

ہر کسے راہر کارے ساختہ میلش اندر طبع او انداختہ

اب وہ بات نہیں مگر کچھ غنیمت ہے کہ چلا جاتا ہے۔

**اسٹیشن کی مسجد** جب رائے لٹا پر شاہ صاحب نے بیرون شہر اسٹیشن کی سڑک کی دونوں جانب خوش نما بنگلہ جات بنوائے تو اُس کے ساتھ ہی ایک مسجد کا پایہ بھی ڈالا جو نا تمام رہ گئی ہے۔ بعد میں برہان الدین منشی سمتان گدوال نے حسب وصیت والد خود اُن کے زمرہ سے اس کا اکثر حصہ بنوا دیا تھا جو باقی رہ گیا تھا وہ شیخ احمد صاحب انسپکٹر ریلوے نے اپنے ذاتی صرفہ سے بنوایا۔ اس مسجد کا طول و عرض ۵۰ فٹ - ۱۰ x ۵۰ - ۵۰ فٹ ہے اور پیشانی پر **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَبْلِ الْفَتْحِ** لکھا ہوا ہے۔

**عیسائی مشن** یہاں دو مشن ہاؤس ہیں ایک متصل ریلوے اسٹیشن رومن کیتھولک کا ہے جہاں ایک پختہ گرجا اور کانونٹ (خاتقاہ) ہے جس میں لڑکیاں اور کم عمر لڑکے یورپین طرز پر تعلیم پاتے ہیں۔ دوسرا امریکن میٹھوڈسٹ کا ہے اس کے متعلق بھی ایک لاوارث لڑکوں کا مدر ہے۔

**دیگر عمارات کلب سڑک** راجہ گدوال کا بنگلہ اور باغ۔ پولیس اسٹیشن۔ کچری این کروڑگری۔ مسافر بنگلہ وغیرہ عمارات ہیں۔

**ریلوے اسٹیشن** آخری عمارت ہے۔ یہ اسٹیشن بہت بڑا ہے۔ جی۔ آئی۔ پی ریلوے کے

ٹرمینس ہو اور مرناس سدرن مرہٹر ریلوے یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ اسٹیشن پر وسیع  
وینٹنگ روم اور رفرشمنٹ روم موجود ہیں۔ اسٹیشن کے سامنے ہی مسافر بنگلہ اور بازار ہے۔  
اسٹیشن کے باہر دھرم سائے موجود ہیں اور مسلمانوں کا مسافر خانہ بھی ہے۔

**دیول ونکٹ ماروتی** ایک مشہور اور بہت بڑا دیول ہے جس کو ہنومان کا دیول بھی کہتے  
ہیں۔ قصبہ راجپور کے مشرق محلہ گاجکار پیٹ میں ہے جس کی عمارت قدیم پختہ اور سنگ بست  
ہے۔ اس کی جاتر ابھی سالانہ ہوتی ہے اور اتھ کشی ہوتی ہے اور ہزار ہا ہنود جمع ہوتے ہیں۔ اسی کے  
قریب ایک اور دیول گڈرا اس سے چھوٹا قدیم زمانے کا ہے جسے ننکوٹ ہنومان کہتے ہیں۔  
**رام سرائے** ونکٹ ماروتی کی جاتریوں کے آرام کے لئے چندہ اور لوکل فنڈ سے

یہ عمارت بنائی گئی تھی جو اب کس پرہی کی حالت میں ہے۔

**باغ دار اجاہ** راجپور کی آبادی کے مشرقی جانب نواب ذوالفقار الدولہ دار اجاہ (فرزند  
نواب بسالت جنگل) نے جن کو میر نظام علی خاں مغفرت مکان کے خویش تھے) نے اپنی عہد  
حکومت میں یہ باغ بنوایا تھا جس کے اب صرف کچھ درخت اور آثار باقی رہ گئے ہیں  
اور دو باؤلیاں سنگ بست ہیں اور کچھ چھوٹے چھوٹے مکانات ہیں۔ آپ کا مزار اسی میں  
ہو آپ کے انتقال کے (۳۲) سال بعد گلاب سنگھ جمہدار نے جو راجپور کے عامل تھے  
مزار پر چوکنڈھی بنوا کر یہ کتبہ دروازے پر نصب کرا دیا ہے۔

بنودروغہ زردنغوب دار اجاہ ۱۲۰۸ھ	نکر و عالمی اسی دو سال تعمیر شد
گلاب سنگ جمہدار صاحب ہمت	بنامہ دزدل وہ بحسن تدبیر شد

**مسجد کٹ کالوہ** یہ مسجد بہت چھوٹی سی ایک کمان کی کٹ کالوہ میں واقع ہے۔  
طول عرض ۱۲×۲۰ فٹ اس پر یہ کتبہ ہے خدا جانتے رضابی بی کون تھیں غالباً انھوں نے یہ  
مسجد اپنے مکان کے متصل بنوائی ہوگی۔ العلم عندہ العزیز

## مکانِ رضائی بی

۱۱۲ھ

**سڑکیں** سڑکیں یہاں کی سب مورم کی ہیں لیکن بلحاظ کثرت ٹریفک جب تک مثل کی نہ ہوں آئے دن کا گھڑاگ ہو۔ سڑکوں کے دورویہ قنادیل کی روشنی ہوتی ہو۔ علمہ صفائی و آبپاشی دنگدداشت سڑک دافرموجود ہو۔ سڑکوں پر چھڑکاؤ ہوتا ہو راتوں کو روشنی ہوتی ہو اسٹیشن سے لبتی کے باہر باہر جو سڑک خاص باولی پر سے شہر میں گئی ہو وہ فرام روڈ سے موسوم ہو کہ فرام جی یہ صاحب الخا طرب بہ نواب فرارز جنگ بہادر اول تعلقہ دار کے عہد میں بنی تھی۔ ایک سڑک ڈاکٹا کے بازو سے سیدھی ضلع کی کچری کو حال میں نکالی گئی ہو جو بلگرام روڈ کہلاتی ہو کہ مولوی سید زین العابدین صاحب بلگرامی (فرزند مولوی سید حسین صاحب بلگرامی نواب عماد الملک بہادر) تعلقہ دار کے وقت میں بنی تھی۔

**کارخانجات** رانچور میں کئی کاٹن اور جنگ پریس ہیں جن میں سے یہ مشہور ہیں۔ برین پریس۔ سبھا پتی پریس۔ حکیم راج راٹھی پریس۔ فتح چند گرد باری لال پریس۔ جھاؤنی فقیر پریس۔ دائیس کمپنی کا پریس۔ رانی برادرز پریس۔ والکارٹ برادرز انجنیسی۔ کارخانہ دباغت چرم۔ روشن کمپنی جو مصنوعات رانچور کی دو چیمپنیز زیادہ مشہور ہیں ایک سلیدر ہیں جو نہایت سبک نازک اور نرم ہوتی ہیں ایسی کہ جیب میں تکر کے رکھ لو۔ یہ لال سنہری اور روپیلی چمڑے کی بنتی ہیں۔ دو سکر مٹی کی صراحیاں۔ پیالے اور چلیں۔ جن پر سنہری کام نہایت نفاست سے کیا جاتا ہو۔

**آب نوشی کی قلت** رانچور ضلع کا ضلع ہمیشہ امساک باراں کا شکار رہتا ہو اگرچہ رانچور کی دونوں جانب بڑے دریا کرشنا اور تنک بھدر را قریب میں ہی ہیں اور اسی وجہ سے دو آبیہ کہلاتا ہو مگر وہی مثل ہو کہ کوئیں کے پاس پیاسا۔ لبتی کی باولیاں تالاب موسم گرما میں سب خشک ہو جاتی ہیں۔ ایک آدہ باولی میں کچ پانی رہ جاتا ہو تو وہ اتنے بڑے شہر کے لئے کیا کفایت کر سکتا ہو۔ عرصہ سے

دریاے کرشنا سے پانی لانے کی یکم زیر غور ہی خدا وہ دن جلد لائے کر تشہ وہاں اہالیان  
رایچور سیراب ہوں۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (اور ہم نے تو پانی سے ہی ساری خلق  
خدا کو زندہ رکھا ہے۔)

چھاؤنی رایچور۔ رایچور کنٹونمنٹ۔ رایچور سے (۵) میل کے فاصلے پر کنٹنٹ فوج انگریز  
کی چھاؤنی بہ مقام موضع یر فرس تھی۔ یہ چھاؤنی سن ۱۹۴۷ء میں ننگسور سے اٹھ کر یہاں آئی تھی۔  
سن ۱۹۴۷ء میں ملک امانی براڈ سرکار انگریزی کے تحویل کر دینے سے یہ چھاؤنی ٹوٹ گئی۔ متعلقہ  
بنگلے خالی پڑے ہیں اب رایچور ضلع کا سوپرٹنڈنٹ پولیس یہاں رہتا ہے اور سرکار عالی کے  
رژر پولیس کا ہیڈ کوارٹر ہے۔

## بزرگان دین

ملک دکن جس میں رایچور شامل ہے سارا کفرستان تھا۔ حضرت ازیزی زرخش قدس سرہ  
کے ساتھ اکثر اولیاء اللہ اس ملک میں تشریف لائے اور وہیں سے جو طرف بزرگان دین پھیل  
گئے۔ حضرت صلونی سرمست (جن کا مزار سگر تعلقہ شورا پور میں ہے) اور حضرت شیخ سالار صاحب  
امام الاولیاء اور حضرت شیخ یونس صاحب بخش اولیاء اور حضرت شیخ احمد علم بردار وغیرہ اولیاء  
کرام رایچور میں تشریف لائے اور صلاحت کفر کو روشنی ایمان سے منور کر دیا۔ ان میں سے بہت سے  
بزرگان دین نے جام شہادت نوش فرمایا اور قلعہ کے اطراف جا بجا دروازوں اور فضیلوں کے  
پاس آسودہ ہیں۔

پنج بیبیاں پنج بیبیوں کا مختصر ذکر ادبر آچکا ہے۔ ان کو مرتبہ طہیر حاصل تھا۔ راجہ ہوڑا  
کے زمانے میں سب سے پہلے رایچور کا قلعہ ارک کے پہاڑ پر جہاں ایک دیول تھا اور جہاں اب  
بیل کا سر ٹوٹا ہوا ہے رہتے تھیں۔ چندابی۔ گونگی بی۔ زچہ بی تین بیبیاں اور ان کے بھائی چندہ جینی  
اور استاد شیخ روانی اس طرح پانچ تھیں۔ ان کے مزار اسی پہاڑ پر ہیں اور چندہ جینی صفا  
کی گھوڑی کا مزار بھی وہیں ہے۔ مزار کے پاس جو درخت نیم کا ہے اس پر منت مراد والی عورتیں



دھجیاں اپنے کپڑوں کی بچاڑ بچاڑ کر باندھتی ہیں۔ مشہور ہے کہ پہلے اس درخت میں سے شکر جھڑتی تھی اب صرف آدھے درخت کا پتہ میٹھا ہونا کہا جاتا ہے۔

**شاہ ابوطہ حسین** آپ قدیم بزرگ صاحب کشف و کرامات مشہور ہیں۔ آپ سے ایک بڑے گوسائیں سے مقابلہ ہوا جو آخر کار آپ کے ہاتھ پر تائب ہو کر آپ ہی کے پائیں میں دفن ہوئے۔ واڑی سے راجپور آتے ہوئے پائیں ہاتھ کو سب سے پہلے سرحد راجپور میں ریلوے لائن سے بالکل ملا ہوا آپ ہی کا گنبد ہے جہاں اور بہت سے لوگ بھی دفن ہیں۔

**حضرت مخدوم شیخ سالار صاحب** آپ شاہ نصیر الدین چراغ دہلی کے بھانجے ہیں آپ امام الاولیاء کے نام سے مشہور ہیں آپ جامع مسجد قلعہ میں متصل دیوار شرقی آسودہ ہیں کہا جاتا ہے کہ پہلے یہ دیوار تھا اب وہاں رہنے سے راجگان ہنود نے چھوڑ دیا۔ عرس ۲۱ رجب کو ہوتا ہے۔

**حضرت شیخ نبیاں صاحب** حضرت شیخ سالار صاحب کے بھائی ہیں۔ آپ کا مزار قلعہ کے جانب مغرب پنج بیبیوں کے پہاڑ کے دامن میں صحن مسجد کی ٹانگی کے پاس ہے۔ وہیں ایک گوی بھی ہے جس میں آپ چلہ کشی کرتے تھے۔ عرس ۲۱ رجب کو ہوتا ہے۔

**حضرت شیخ پونس و سید احمد صاحبان** بخشی اولیاء کے نام سے مشہور ہیں۔ قدیم زمانے میں یہاں تشریف لائے تھے۔ اندرون قلعہ آثار تشریف کے صحن میں مدفون ہیں اور یہیں حضرت سید احمد صاحب ایک اور بزرگ بھی آسودہ ہیں۔

**حضرت شیخ علی صاحب شہید** آپ بھی قدما سے ہیں۔ کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے سر پہ قبیلہ جانب مغرب اندرون احاطہ باغ پائین دیوار مسجد جانب شمال مدفون ہیں۔ نواب داراجاہ کے وقت میں کسی مولوی صاحب نے سر پہ قبیلہ مزار پر اعتراض کیا اور قطب روئے بنواد یاد دہانی کے ہی دن خود بخود قبیلہ رو ہو گیا۔

**حضرت شاہ کل پوٹ صاحب** پنج بیبیوں کے پہاڑ کے پاس عام تالاب کے کنارے جنوب پنج ایک چھوٹے سے پہاڑ میں مدفون ہیں۔

**حضرت پیر بابے صاحب** آپ بھی قدیم بزرگ ہیں آپ کا مزار کالی دوازے میں

مقبرے میں ہے۔ ۶ شعبان کو عرس ہوتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ جس کسی کو سول کا در دو تین مرتبہ آپ کے مزار کے گرد پھرنے سے جانا رہتا ہے۔

**حضرت پیر علاء الدین صاحب** آپ بھی قدامے ہیں اور کاٹی دروازہ کی شرقتی دیوار سے ملا ہوا آپ کا مزار ہے۔ مزار کے پاس پیلو کا درخت ہے جس سے پہلے شکر چڑھتی تھی عمل انگریزی سے موقوف ہے۔ ۱۶ رجب کو عرس ہوتا ہے۔

**حضرت شاہ میر حسن دیر حسین صاحبان** اور ذکر آجکا ہے۔

**حضرت شیخ احمد صاحب علم بردار** آپ کا مزار قلعہ کے جانب شمال لال پہاڑی کے شاہ کریم اللہ صاحب ۔ ۔ ۔ پاس مقبرہ کریم اللہ صاحب کے پاس ہے۔ چوتھیا بنجار جسے آتا ہو گردہ چار یاروں تک مزار شریف پر جا کر طواف کرے تو بنجار جانا رہتا ہے۔ تاریخ عرس ۱۱ شعبان۔ یہیں شاہ کریم اللہ صاحب کا مزار بھی گنج شہیداں میں ہے ۱۶ رمضان شریف کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

**حضرت پیر بیٹولا صاحب** حضرت سید شاہ ابدال حسینی صاحب عرف پیر بیٹولہ آپ کا مزار اندرون قلعہ دروازے کے پاس چھوٹے سے گنبد میں ہے۔ اب جہاں آپ کا مزار ہے وہاں ہنومان کا دیول تھا آپ نے بت کو پھینک کر بیاں قیام کیا چنانچہ وہ بت اب تک عام تالاب میں پڑا ہے۔ تاریخ عرس ۲۱ رجب۔ آپ کے ہمراہیاں نعمت اللہ شاہ اور سیراکشن کے مزار بھی آپ کے پائوں میں چوتھے پر ہیں۔

**حسن شاہ حسن صاحب غوری محذور** آپ کا مزار اندرون قلعہ جانب مغرب متصل فضیل ہے۔ اگر کسی گھوڑے کو کرکری اٹھے تین بار مزار کے گرد دوڑانے سے جاتی رہتی ہے۔

**حضرت سید پیر قابل و حضرت معصوم پیر** آپ بسا بزرگ تھے۔ ذکر ارہ فرماتے تھے صاحبان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس میں سرتن سے جدا ہو جاتا ہے ایسی حالت

میں آپ کو کسی نے دیکھ لیا ویسے ہی جاں بحق ہوئے اور اسی طرح تن اور جسم جدا جدا قلعہ کے باہر لشکر بازار میں ڈھونڈی کی سجا کے پیچھے ایک محاط مقبرہ میں مدفون ہیں۔ تاریخ

عرس ۲۴ شعبان حضرت معصوم پیر صاحب بھی اسی مقبرہ کے احاطہ میں بجانب مشرق آسودہ ہیں حالات آپ کے کچھ معلوم نہیں۔

حضرت شاہ سیلانی صاحب غیرہ [قلعہ سے بجانب مغرب سیلانی دروازے کے محاذی مسجد کے پاس آپ کا فرار ایک گنبد میں ہے۔ اررجب کو عرس ہوتا ہے۔ حالات معلوم نہیں۔ یہیں شاہ ہنگڑ صاحب اور شاہ کھنڈر دونوں سر پر قبیلہ ایک ہی جگہ سیلانی دروازے کی فصیل کے پاس مغرب کی جانب دفن ہیں۔

حضرت سید شاہ شمس عالم صاحب حسینی ۸۹۲ھ [راپور کے بزرگان دین میں آپ کا نام مثل آفتاب کے روشن ہے آپ بڑے بزرگ اور صاحب کشف و کرامت

ہیں حضرت کی درگاہ بیرون آبادی راپور بجانب مشرق یر عرس کی سڑک پر پائیں ہاتھ کو واقع ہے۔ آپ کا عرس شریف بڑی دھوم دھام رونق و احتشام سے ہر سال ۵ اصفہ کو ہوا کرتا ہے۔ اس عرس کے لئے ایک دن کی مقامی تعطیل بھی سرکار کی منظور ہے۔ جناب راز لٹا پر شاہ صاحب سابق اول تعلقہ دار ضلع ہذا حال ناظم سٹنٹ نواب سالار جنگ بہادر نے راپور کے واسطے وہ کیا ہوا ہے یا جنگ بہادر (اکرام السخاں صاحب حرم کا کوری) نے گلگیر کے لئے۔ نواب بزرگ جنگ بہاؤ نے نظام آباد کے لئے۔ نواب فرامر جنگ بہادر نے ورنگل کے لئے یعنی جنگل میں جنگل کر دیا۔

اُجڑی ہوئی بستی کو گلزار بنادیا۔ راز صاحب از بس حضرت شمس عالم صاحب کے معتقد تھے آپ نے درگاہ شریف کی شان دار کمان اور نوبت خانہ کے علاوہ درگاہ کے محاذی عالم سرے بھی بنوا دی جو ایک بہت بڑا وسیع پیو لین ہے جس میں عرس کا جلسہ ہوتا ہے۔ درگاہ کے عود و گل کے لئے لکھنؤ اراضی انعام محاصلی ۵ سالانہ ہوا ہے نواب سر قارا الامراء جنت مکان نے سجادہ صاحب درگاہ کے نام صلیحہ ماہانہ مقرر کر دیا ہے۔ ۱۳۱ھ میں حضرت نواب میر محبوب علی خاں بہادر عرفان مکان اور ۱۳۲ھ میں سر آساں جاہ بہادر اور ۱۳۳ھ میں سر قارا الامراء بہادر اور پھر ہمارا راجہ سرگشن شاہ و بیہا بیہا رونق افروز ہوئے اور حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت شمس عالم صاحب سید شاہ جلال الدین عرف چندہ حسینی صاحب قدس سرہ کے فرزند رشید اور حضرت بندہ نواز گیسو داز کے خالہ زاد بھائی ہیں جن کا فرار مبارک قصبہ گوگی تعلقہ شاہ پور ضلع گلگیر شریف میں ہے۔

آپ کو بیعت و خلافت اپنے والد بزرگوار سے تھی آپ نے اٹھارہ سال کی عمر میں ۱۸۹۲ء میں نقل مکان فرمایا جس کی تاریخ ”بے شک شمس عالم بودا گوہر“ اور بروایت آپ کا وصال ۱۸۹۸ء میں ہوا جس کا مادہ تاریخ ”شمس عالم از دو عالم بردہ گوہر“ آپ کی درگاہ پر کسی قسم کا کتبہ نہیں ہے۔

آپ ہمیشہ عالم استغراق میں رہا کرتے تھے۔ یوں تو آپ کے مکاشفات اور کرامات بہت ہیں مگر مختصر اہم چند حالات لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ نقل ہے کہ جب آپ اپنے والد بزرگوار کے پاس گوگی میں تھے تو آپ نے اپنے والد کے وضو کے لئے پانی رکھا اتفاقاً گڑے نے چوبیخ ڈال دی۔ حضرت کے والد نے فرمایا کہ گڑے نے پانی پی لیا ہو بدل دو۔ آپ نے عرض کی کہ آپ کے وضو کا پانی اور کو آپنی لے اور زندہ رہو! آپ کی زبان سے یہ فقرہ نکلتے ہی گڑے زمین پر گرا اور گرتے ہی مر گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر آپ کے والد ماجد نے فرمایا کہ اب تم کو اجازت ہے کسی اور مقام پر جا کر رہو۔ نقل ہے کہ آپ کو رخصت کرتے وقت آپ کے والد نے آپ کو دو ٹاٹ کے پھل دئے اور کہا کہ یہ لے جاؤ اور جہاں رات کو ٹھیروان کو دیکھ لینا اگر ان میں کو پھلین بھوٹیں تو سمجھ لینا کہ وہی تمہارا مقبرہ ورنہ آگے بڑھنا۔ آپ گوگی سے چل کر منزل بہ منزل ٹھیرتے ہوئے جب راجپور تشریف لائے تو دیکھا کہ یکایک پھلوں میں کو پھلین نکل آئیں اور یہیں مقام کیا اور ان پھلوں کو بوبو دیا چنانچہ بڑے بڑے درخت ہو گئے تھے جو تیس بیستیس سال کا عرصہ ہوا کہ بجلی گرنے سے جل گئے مگر نشان اُن کے اب تک باقی ہیں۔ نقل ہے کہ آپ عالم استغراق میں ایک نیم کے درخت کے تلے تشریف فرما تھے کہ وہاں سے حاکم وقت کی بیوی کا گزر ہوا دیکھا تو آپ نہایت شکیں اور حیرین تھے مگر آگے کے دودانت بہت بڑے تھے۔ عورت کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ یہ شخص ہے تو خوب صورت مگر دودانت باہر نکلے ہوئے کیسے بڑے لگتے ہیں وہ ابھی مکان تک نہ پونجی تھی کہ اُس کے سب دانت گر پڑے۔ عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ فلاں مقام پر ایک فقیر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے حقارت سے دل میں اُن بزرگوار کے دانتوں کو نام دھرا جس کی وجہ سے میرے سارے دانت گر گئے اور مٹا حضرت کے پاس حاضر ہو کر زار و ناکہ کرنے لگی اور نہایت منیت و سماجت سے خواہاںِ عفو تقصیر ہوئی آپ نے فرمایا اچھا وہ

گرے ہوئے دانت اپنے منہ میں ڈال لے ڈالتے ہی جیسے کہ ویسے ہو گئے۔ یہہ جو رومرو دونوں حضرت کے از حد شیفہ ہو گئے اور انھوں ہی نے آپ کی درگاہ اور ایک نہایت خوش نما مسجد و خانقاہ بنوائی ہے اور ایک باؤلی بھی کھدوا دی۔ درگاہ شریف کے احاطہ کے باہر اور بہت سی قبریں ہیں اور مسجد سے ملا ہوا ایک پتھر کی سلوں کا وسیع دھرم سالہ ہے جو ہندوئی وضع کا ہے۔

**حضرت سید جلال صاحب ڈونگری** حضرت سید جلال صاحب کوہ نشین کا چلہ راجپور کی لیتی کے باہر مشرق و شمال کے گوشہ میں جو بڑا پہاڑ ہے اُس پر ہی مسجد کے صحن میں چوتھے برآپ کا مزار ہے اور مکان کے اندر آپ کے اُستاد حضرت شاہ حسین کی قبر ہے۔ یاد گیر سے مغرب پنج پھم اندی کے اُس بار تعلقہ شاہ پور میں موضع گلسم میں حضرت جلال الدین صاحب ڈونگری (ڈونگر بمعنی پہاڑ و بیابان) برادر زادہ حضرت شمس عالم کا مزار ہے۔ سید جلال الدین صاحب اپنے چچا شمس عالم صاحب کی زیارت کو راجپور تشریف لائے تھے تو اس پہاڑ پر چلہ کشی فرماتے تھے اس سبب سے یہ جلال صاحب کا پہاڑ مشہور ہو گیا۔ آپ کے اُستاد کا انتقال ہونے سے وہیں دفن ہوئے اور حضرت کے تشریف لے جانے کے بعد آپ کے معتقدین نے آپ کا چلہ پہاڑ پر بنادیا۔ آپ کا عرس ۲۴ ذی قعدہ کو ہوتا ہے۔

حضرت مکمل پوش صاحب آپ کا مزار راجپور کی لیتی کے شمال رخ آبادی سے تھوڑی دور شمس عالم صاحب کی درگاہ ہے سید جلال صاحب کے پہاڑ کے درمیان ایک دیران مسجد کے صحن میں واقع ہے۔ دہاں اور شہد اکی قبریں بھی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی قدیم بزرگ ہیں لیکن حالات کچھ معلوم نہیں۔ اسی نام کے ایک دوسرے صاحب بھی ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

وہ بزرگان دین جن کے حالات معلوم نہیں

مقام دفن  
کوہ پنج بیاباں کے پاس قلعہ کے برج سے ملا ہوا۔

نام  
حضرت شیخ روحانی

نام	مقام دفن
حضرت مکمل پوش	کوہ پنج بیبیاں کے پاس عام تالاب کے کنارے جنوب مغرب ایک چھوٹی سی پہاڑی میں۔
حضرت سید شاہ احمد حضرت ولی پیر	سیلانی دروازے کے پاس لب مرگ جانب شمال۔ لشکر بازار میں لب مرگ حضرت پیر قابل کے مقبرہ کے جنوب میں صرف قبر کا تعویذ باقی ہے۔
حضرت شیخ یربان شہید	جامع مسجد اندرون قلعہ سمت جنوب کی قبروں میں ایک آپ کی بھی ہے۔
حضرت پیر گدائی حضرت اللہ غنی حضرت شاہ بھٹی	قلعہ میں قاضی صاحب کے مکان کے پاس شمال مغرب۔ نورنگ دروازے کے قریب بیروں مسجد۔ عید گاہ کے پاس۔
<b>تذکرہ بزرگان متاخرین</b>	
سید شاہ قمیص ابن ابی الحیات قدس سرہ کے فرزند ہیں جن کا مزار ساہووار ضلع انبالہ میں ہے آپ جناب غوث الصمدانی میاں محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں آپ سب سے پہلے اپنے خادموں کو ہمراہ لئے ہوئے موضع کا ڈلور میں تشریف لائے جو راجپور سے دس میل ہے وہاں کا دیول دیران کر کے قیام فرمایا۔ آپ کا مزار بستی کے مغرب میں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ہے۔ عرس ۲۲ محرم کو ہوتا ہے۔ اسی پہاڑی پر آپ کے فرزند سید شاہ میراں قادری اور سید شاہ حضرت قادری پوتے سید شاہ علی قادری اور سید شاہ قمیص قادری بھی دیہیں آسودہ ہیں۔	
حضرت سید شاہ معروف سید شاہ علی صاحب کے فرزند ہیں آپ کا ڈلور سے راجپور تشریف لائے۔ آپ کا مقبرہ راجپور کی مشرقی جانب ایک پہاڑ پر ہے آپ کا مقبرہ نور محمد صاحب نامی ایک راجپور کے سربراہ و درہ صاحب نے ۱۶۶۵ھ میں بنوایا۔ حضرت کا وصال ۲۲ ذی الحجہ ۱۶۵۵ھ میں ہوا ہے۔ (اسد اللہ غالب) تاریخ وفات ہے۔	

حضرت کے فرزند سید شاہ قمیص قادری جن کا وصال ۱۲۸۶ھ میں ہوا اپنے والد ماجد کے پاس آسودہ ہیں۔ مادہ تاریخ رحلت (زجہ آفتاب رفت) ہے۔ اس کے بعد کا سلسلہ یہ ہے۔

حضرت سید شاہ محمد قادری فرزند سید شاہ قمیص قادری نے پندرہ سال کی عمر میں وفات پائی حضرت سید شاہ عبدالرزاق قادری فرزند دوم سید شاہ معروف قادری۔ یہ دونوں صاحب ایک بیٹے ایک بھائی بھی اس پہاڑ پر آسودہ ہیں۔ حضرت شاہ قمیص محی الدین قادری آپ کے فرزند ہیں حضرت قمیص قادری کے جن کی رحلت ۹ صفر ۱۲۳۵ھ میں ہوئی تاریخ وصال (فقہ گم شد از اعظم الفقہاء) ۵۱ اور چھ واسطوں کے بعد یہ خاندان ۴ محرم ۱۳۱۵ھ کو ختم ہوا اخیر بزرگ اس خاندان کے سید وہاب پیر قادری تھے۔

حاجی الحرمین حضرت شمس الدین سید شاہ حسین البصری القادری۔ بصرے سے پہلے آپ بیجا پور تشریف لائے اور اورنگ زیب کی فتح بیجا پور کے بعد آپ راجپور تشریف لائے اور موضع ہسور جو راجپور سے ایک میل کی جاگیر ملی۔ آپ راجپور میں ہی ایک حجرے میں رہا کرتے تھے جس کی وجہ سے محلہ حجرہ اب تک مشہور ہے۔ بعد اورنگ دروازے کے پاس محلہ کوٹ تلام میں آکر رہے یہ محلہ اہل ہنود کا تھا مگر حکم شاہی آپ کی اقامت کے لئے خالی کر دیا گیا۔ آپ کا مقبرہ اور ایک مسجد ہسور میں ہی ہے۔ ۱۵ رجب تاریخ رحلت ہو سال بنیں ملا۔ آپ کے دو فرزند سید شاہ محی الدین قادری اور حضرت سید عبدالقادر سیرلوش اور پوتے سید شاہ حافظ حسین (فرزند شاہ محی الدین قادری) شاہ حافظ حسین کے بیٹے سید حسین عرف فقر الدین سب بزرگ اسی پہاڑ پر آسودہ ہیں۔ سید حسین کے بیٹے سید خواجہ محی الدین قادری اور پوتے سید فقر الدین قادری یہ دو صاحب موضع اہل پہاڑ میں مدفون ہیں۔ سید فقر الدین کے فرزند سید شاہ محی الدین قادری اور ان کے دو صاحب زادے سید شاہ محمد قادری اور سید حسن پیر قادری راجپور میں موجود ہیں۔

حضرت شاہ محمد قادری نور دریا۔ حضرت امین الدین اعلیٰ بیجا پوری کے خلیفہ ہیں۔ ۱۱۰۷ھ قعدہ ۱۱۰۷ھ میں انتقال فرمایا راجپور میں آیا باؤلی کے پاس آپ کا مزار ہے۔ نور دریا اس وجہ سے

مشہور ہوئے کہ آپ نے ایک دن جانناز کا کونازور سے دیا یا جو ترو گیا بعد معلوم ہوا کہ آپ نے ایک  
 ڈوہٹے ہوئے جہاز کو بچایا۔ آپ کا خاندان چودہ لپٹکے بعد ختم ہوا۔

حضرت سید شاہ حسن پیر قادری صبیحۃ اللہی۔ آپ بیجاپور کے حضرت شاہ حبیبختہ المدنیؒ  
کے خاندان سے ہیں جو مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں حضرت ابراہیمؑ فرزند حضرت رسول مقبول  
صلی اللہ علیہ وسلم کے قبہ مبارک کے پائین میں دفن ہیں اور آپ وہاں ابواب رسول اللہ کے نام  
سے مشہور ہیں۔ آپ بیجاپور سے راجپور تشریف لائے اور پہلے پنج بیدیوں کے بہار کے پاس  
ایک غار میں تشریف رکھتے تھے اُس وقت ابواب بسالت جناب کا عہد تھا ابواب صاحب  
آپ کو قلعہ میں لائے اور آٹار شریف کے محلے میں اُتار اور ۲۷ سالہ عمر میں ایک مکان طیار  
اکر دیا جس کی چو کھٹ پر اِنَا تَحْتَكَ نَتْنِيْ اَمِيْنَا كَلِمَةَ الْاِلَهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ صَبْحَةُ اللهِ تَابِعِمْوْهُ اللهُ  
لکھا تھا اب وہ مکان شکست ہو جانے سے یہاں کے آثار شریف کو قدیم آثار شریف میں  
شامل کر دیا۔ آپ کا مزار آثار شریف قدیم کے جنوب میں حضرت شیخ یونس صاحب کے پائیں درون  
ہیں اور کئی واسطوں کے بعد آپ کا خاندان ختم ہوا۔

حضرت سید نور الدین حسینی - آپ حضرت سید اشرف جہانگیری سمنائی مصنف لطائف اشرفی کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے اجداد سید شاہ حافظ حسینی اور ان کے فرزند سید شاہ حمزہ حسینی کا ذکر بہنہم بزرگان دین بیجا پور آچکا ہے۔ آپ بھی وہیں سے تشریف لائے اور راجپوتوں میں جنوبی موضع یرگرہ کے راستے پر عام تالاب کے پاس مدفون ہیں۔ ان کے صاحب زادے سید بدر الدین حسینی اور نوٹے سید حمزہ حسینی عرف حسینی پیری ہیں آسودہ ہیں۔

حضرت عبداللہ شاہ صاحب - مسجد گھٹال داڑی کی پختہ مسجد جو نجی مسجد کے نام سے مشہور ہے بت خانے کو توڑ کر آپ ہی نے بنوائی ہے۔ نجی آپ کا غلام تھا۔ اس مسجد کا کام ۲۷ جمادی الاول ۹۶ھ کو شروع ہو کر بائیس مہینے میں ۱۱ ربیع الثانی ۹۸ھ کو تمام ہوا۔ آپ بڑے اہل کمال اور صاحب دعوت تھے آپ اسی مسجد کے صحن میں آسودہ ہیں۔

حضرت بغدادی صاحب - بغداد کے ایک بزرگ تھے جو بہ تقریب سیاحت راپڑ



میں وارد ہوئے آپ کے ساتھ آپ کی صاحبزادی بھی تھیں۔ آپ حضرت سید شاہ قیصر قادری کے پاس اترے اور آپ کی دختر نیک اختر کو شاہ صاحب کی اہلیہ کے سپرد فرمایا جو بڑی کاملہ اور عارفہ تھیں اور جو کچھ روپیہ پیسہ آپ کے پاس یعنی چند ہُن تھے وہ بھی دے دیئے کہ اس سے اس لڑکی کی شادی کر دینا لیکن موت نے حملتِ ندی خود دنیا سے چل بسے۔ بیٹی اکیلی رہ گئی وہ بھی باپ سے جا ملی۔ باپ بیٹی دونوں آیا باولی کے پاس بیٹھی نیند سو رہے ہیں کہ قیامت تک نہ جاگیں گے کچھ ایسے سوئے ہیں سوئے والے کہ جاگنا حشر تک قسم ہو۔

بی بی صاحبہ جو امین تھیں انہوں نے وہ پیسہ طیاری مقبرہ میں لگا دیا۔

حضرت سید مصطفیٰ قادری۔ آپ گلبرگہ شریف سے تشریف لائے آپ سبز پوش کے نام سے مشہور ہیں۔ حضرت شمس عالم صاحب کی درگاہ کے سامنے مشرق کی طرف آسودہ ہیں۔

حضرت سید کریم صاحب قادری۔ آپ مشائخین موضع سالگندہ نعلقہ سندھوڑ کے ہم جہ ہیں۔ نواب بسالت جنگ کے عہد میں راجپوت تشریف لائے۔ آپ کے اکثر لوگ معتقد تھے اور حکام وقت بھی حسن عقیدت رکھتے تھے۔ یرگرہ کے راستہ پر جواہری بن ہو وہ آپ ہی کا لگایا ہوا ہے۔ پٹھانوں اور مہدویوں سے ۲۷ رمضان (سنہ معلوم نہیں) کو تراج پر جھگڑا ہوا اُس میں قریب ساٹھ مسلمانوں کے مع آپ کے شہید ہوئے نواب داراجاہ کی طرف سے فوج نے آکر فساد کو فرو کیا اور آپ داراجاہ کے باغ میں دفن ہیں اور پٹھان عام تالاب کے پاس مدفون ہیں جو حجیرہ کہلاتا ہے۔

حضرت سکندر بادشاہ۔ فقیر صاحب المکال تھے آپ کا فرار خواجن گوڑا مستاجر آبکاری کے مکان کے پاس لبِ بڑک ہو۔

**ذکر حکام مقتدرہ و مغررین** | نواب طالب محی الدین خاں بہادر۔ آپ ۱۳۷۳ھ میں جب کہ راجپوتوں وغیرہ ملک سرکارا مضافیہ کے قبضہ میں آیا صوبہ دار تھے۔ آپ ابوطہ حسینی کے مقبرہ کے مغربی جانب ایک چبوترے پر مدفون ہیں۔

نواب ہدایت محی الدین خاں بہادر۔ آپ نواب میر نظام علی خاں بہادر کے ہم شیرہ زادے ہیں۔ آپ بھی صوبہ دار تھے۔ آپ بھی طالب محی الدین خاں کے پاس ہی مدفون ہیں۔

نواب شجاع الملک بسالت جنگ بہادر۔ فرزند بچہ مغفرت مآب نواب آصف جاہ بہادر کے

کے تحت حکومت راجپور رہا جب آپ کا انتقال ۱۱۹۶ھ میں ادھونی میں ہوا تو نواب داراجاہ حاکم وقت مقرر ہوئے۔

نواب ذوالفقار الدولہ داراجاہ بہادر - نواب بسالت جنگ بہادر کے فرزند ہیں آپ ادھونی اور راجپور کے حاکم مقرر ہوئے۔ راجپور کے مشرق میں آپ کا باغ اب تک موجود ہے۔ ۱۲۰۳ھ میں آپ نے انتقال کیا اور اسی باغ میں آسودہ ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند نواب غلام حسین خان بہادر مسلط ہوا مگر ان کی صغر سنی کے سبب بڑی بڑی ہوئے لگی۔ ۱۲۱۰ھ میں نواب میر نظام علی خاں بہادر نے راجپور اور ادھونی خود لے لیا۔

راجپور کے مشاہیر میں سے نواب محمد حسین خاں بہادر گھٹالہ کا ذکر اور پرآچکا ہے۔ نور محمد صاحب اُس زمانے کے ایک قدیم ذی وجاہت شخص ساگندہ کے متوطن تھے جنہوں نے سید شاہ معروف قادری کا مقبرہ بنوایا ہے۔ نواب داراجاہ بہادر کے باغ کے راستے پر نور محمد کا بنگلہ اب تک مشہور ہے آپ سید معروف قادری کے پائیں میں مدفون ہیں۔



## چودھواں ضمیمہ شاہ پور و سکر و گوگی

یادگیریلوے اسٹیشن سے ۳۱ میل شور پور ہے اور وہاں سے ۲۰ میل شاہ پور ہے جو ضلع کا گم  
کی ایک تحصیل ہے۔ یہاں کا قلعہ بہت مشہور ہے۔ پہلے یہ مقام راجگان کے قبضے میں تھا  
جس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اس زمانے میں اس قلعہ کا نام گنگ درگ تھا اور بعضے پانی درگ  
بھی کہتے ہیں۔ بعد سلاطین بہمنیہ کا قبضہ ہوا اور پھر علی عادل شاہ نے ۹۷۵ھ میں اس قصبہ  
کی بنائوالی اور شاہ پور نام رکھا۔ کشور خاں نے اپنے باغ میں ایک چھوٹی سی گڑھی بنائی تھی  
اُس کو توڑ کر ۹۷۵ھ میں قلعہ کی تعمیر شروع کی اور ۹۷۵ھ میں پورا کیا اور قلعہ کا نام نصرت آباد  
رکھا اور ایک پیٹ عادل پور کے نام سے بسائی جو اب پُرانی پیٹ کے نام سے مشہور ہے اور ایک  
دروازہ اندرون قلعہ اور ایک برج محمدی ۹۷۵ھ میں تیار کرایا۔ افضل خاں وزیر نے افضل  
پیٹ آباد کیا اور ایک مسجد بھی ۹۷۳ھ میں بنوائی۔ دولت خاں نے خواص پورہ ۹۷۳ھ  
میں آباد کیا۔ اس کا خطاب خواص خاں تھا اور یہ بھی بیجا پور کا وزیر تھا۔ شاہ پور اور پُرانی پیٹ  
کے درمیان ابراہیم پور آباد ہے جسے اب گنگ پیٹ کہتے ہیں۔ یہاں دو قلعے ہیں۔ ایک چھوٹا سا  
پورانا قلعہ پہاڑ پر ہے جو اس نئے قلعہ کے مغرب میں ہے اور دوسرا جدید قلعہ مشرق میں ہے۔ ان  
دونوں قلعوں کی لاگت ایک کروڑ بیسٹھ لاکھ چوراسی ہزار پانسو پچاس روپیہ چار آنے  
بیان کی جاتی ہے۔ ۱۱۱۱ھ میں اس قلعہ پر اورنگ زیب کا قبضہ ہوا اور اب سرکار عالی نظام

شاہ پور۔ سکر اور گوگی کے تاریخی حالات اور کتبات جناب مولوی محمد منہاج الدین صاحب سوم تعلقہ دا  
ڈویژن شور پور اور مولوی محمد غیر الدین صاحب تحصیل دار حال تعلقہ شاہ پور و مولوی عبدالحکیم صاحب سابق  
تحصیلدار شاہ پور جو آج میرے لائق مددگار مال ہیں کی توجہات اور مہربانی سے دستیاب ہوئے ہیں۔ بلکہ  
منہاج الدین صاحب نے تو یہاں تک رحمت گوارا کی کہ میرے لئے خود شاہ پور تشریف لے گئے اور کتبات  
انکار کر لائے۔ میں ان تینوں صاحبوں کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ۱۲ من المصنف۔

کی ملکٹ میں ہے۔ زمانہ سابق میں شورا پور کے راجہ وکٹیا نایک نے ۱۲۰۲ھ میں جنگ کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا تھا اور ۱۲۱۰ھ تک وہی قابض رہا۔ آخر سکندر جاہ بہادر بن نواب میر نظام علی خاں بہادر سے خواہاں ہو کر قلعہ حوالہ کر دیا۔ قلعہ مذکور کے پہاڑ میں بہت سے بزرگان دین کے مزار ہیں۔ سید سالار مسعود غازی۔ سید بخاری صاحب۔ پیر محمد شمس الدین صاحب وغیرہ اولیاء اللہ آسودہ ہیں۔

### کتبہ شکر دروازہ قلعہ ۱۰۷۱ھ

فتح و فتوح نصرت از بخشش محقر است	فضل خداے پاک کے راکہ بہر است
ہر سال نام شاہ جہاں شاہ داور است	کز صبح و شام خلق بے است در دعا
فیروز شاہ حاکم و پاک و مظفر است	در عہد بادشاہ جہاں دار داد گر
فردوس ثانی است کہ شمش نہ در خور است	دروازہ طاق طاق در درجہاں لطیف
اعنی انیم عبد شہنشاہ داور است	بانی این عمارت دروازہ کو تو ال
گشتہ تمام نراں کہ دریں دہر کمتر است	از ہجرت پیمبر ہفتصد و دہ بر آں

عمرش در از بخشش خدا یا چو عمر نوح  
ایں شاہ راکہ شاہجہاں بخت یاور است

### کتبہ شاہ دروازہ ۱۰۷۱ھ

کہ بہت او شاہ شاہان معظم	بفرمان شہ فیروز اعظم
رسیدش خدمت اطراف عالم	زہے فیروز مثل ظل فیروز
کہ ازوے طاق کسری گشت بہر ہم	بنا شد شاہ دروازہ زہے طاق
کہ بہت او کو تو ال شہر اعظم	مہم فتح سلطانی بنا کرد
شدہ اتمام در ماہ محرم	کہ سال ہفتصد و دہ بود تاریخ
پند ما بخواند خلق عالم	ندیم خستہ عین غیب کیں

اسی شہر معمور داری  
زما در تاکہ زاید نسل آدم  
کتبہ مسیہ بالائے کوه ۱۰۳۶ھ

دور زمان شاہ عادل سلطان محمد کامراں  
ساختہ مسیہ کہ در ماہ محرم با صفا  
از برائے آل کہ شیخ مصطفیٰ ذات شریف  
بیتہ سنگیہ شکستہ حسن لقانور شید خاں  
ہجریہ تاریخ الف و سی و ہفتم شد نشان  
با ولاد و احفاوش کہ ایں یاسد رواں

### قطعہ تعمیر دروازہ قلعہ نصرت آباد ۱۱۶۷ھ

بحمد اللہ شہر نصرت آباد  
بر آں برج نمایند از حصا رین  
دگر دروازہ نوشتہ عمارت  
بعہد دولت آں بادشاہ ہے  
ز نسل پور بہمن شاہ والا  
عمارت ساختہ خود بادل و جاں  
کہ بودہ کو تو ال از شاد بہجت  
ز ہجرت ہفتصد و چار دہ سال  
چو خوش گفتی جمال الدین معنسی  
چہ خوش حصن حصین کشور افتاد  
بروج آسمان گردنشا رین  
مبارک باد تاروز قیامت  
کند تاراج کفر و دین پناہ ہے  
شدہ فیروز نطل حق تعالی  
ملک والا مبارک خاص بیجاں  
ہمیشہ نیک نام و صاحب بہجت  
مرتب گشت از حق حمید فی الحال  
در تاراج پیر پنجبار سفتی

اس قلعہ میں (۹) توپیں ہیں جن میں دو بڑی ہیں ایک (۱۱) بالشت لمبی ہے اور دوسری نو بالشت  
اور سات چھوٹی لیکن کسی پر کوئی کندہ نہیں ہے۔  
(۱) قلعہ کے مشرق رو یہ دروازے پر یہ کتبہ ہے۔

واللہم صل علی محمد و آلہ المطہ	نصر من اللہ فتح قریب و کثیر المؤمنین فاللہ اعلم	وامام
علی علیہ السلام	اساس دیو درگ را ای مسلمان	وامام علی
و علیہ السلام	خراب افتاده بد دہلیز بیروش	وامام حسین
حسن الزما	نکر دے قرہ نامروم از اں باد	شہید کربلا
وامام حسین	زمان شاہ عادل چون درآمد	وامام زین
الداعین و	پڑا بادش گردید تاریخی	امام محمد
امام محمد	بد و میسہ تاج الدین بدایا	باقری
باقری	۹۴۵ھ	امام
امام	کل اللہ ہم و غم سبیل یو لایت یاعلی	جعفر
جعفر		الزمان

(۲) تفصیل مغربی - قلعہ کے حصہ آخری پر یہ کتبہ ہے:-

در کار کرد  
شاہ محمد رضا حوالدار  
الف سبع سبعین ۱۰۴۴ھ

(۳) محمد برج قلعہ جو کہ شمال مغرب پر ہے - اُس پر یہ کتبہ ہے:-

بتوفیق خدا در نصرت آباد  
مجدد برج را کردند بنیاد  
بدور شہ علی سلطان عادل  
آقا محمد ۳ کہ نائب بود قاضی  
ز تاریخش سبع سبعین الف بود  
مرب برج شد در وقت سعود  
۱۰۴۴ھ

(۴) یہ کتبہ اُس مسجد میں رکھا ہوا ہے جو اندرون قلعہ دامن کوہ میں ہے :-

بجہد سلطنت سلطان علی عادل شاہ ناصر الملک و مملکت

فی عمل محمد عبد اللہ شیخ ابوالحسن ابن قاضی عبدالعزیز تعمیر ساخت  
۱۰۷۸ھ

خواص پورہ پیٹ اور مسجد دولت خاں نے ۱۰۷۸ھ میں بنائی ہے جس کا خطاب خواص خاں  
تھا اور جو علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ کا وزیر تھا۔ پرگنہ کھبادیں۔ عین الملک کی جاگیر تھا  
جو ابراہیم عادل شاہ بن اسماعیل عادل شاہ کا وزیر تھا اُس نے اپنے والد کا گنبد اور باؤلی ۱۰۷۹ھ  
میں طیار کرایا۔

**قصیدہ سکر** حضرت صوفی مرست اسد الاولیا جو خواجہ نظام الدین اولیا کے خلیفہ  
ہیں قصیدہ سکر میں مشہور و معروف ہیں جو شاہ پور سے تین کوس کا فاصلہ ہے۔ آپ کا لقب گھو گھڑ  
اس وجہ سے مشہور ہے کہ آپ غیاث پور عرف گھو گھڑ (مقتل دہلی) میں پہلے رہا کرتے تھے۔ آپ کا  
مزار مبارک ایک وسیع اور کھلے چوڑے پر ہے۔ زمانہ قدیم میں اس ملک پر راجہ کمارام کیلی نگر کا  
قبضہ تھا۔ اس راجہ نے ایک سید بزرگ سے کچھ بدسلوکی کی تھی آپ نے شہنشاہ دہلی کے پاس  
شکایت کی اور حضرت صوفی صاحب سے بھی داد فریاد کی جو شہر متھرا میں نہایت صاحب کرامت  
مشہور تھے۔ حضرت اُس وقت مراقبہ و مشاہدہ میں سرشار تھے آپ نے فرمایا ”جا اسلام کی فتح ہو“  
بادشاہ بھی لشکر اسلام لے کر آیا آپ بھی ساتھ ساتھ سکر تشریف لائے اور ہمیں رہ پڑے آپ کا مزار مبارک  
زیارت گاہ عالم ہے۔ سکر سے دو میل ایک بستی دریا پور ہے وہاں راجہ کمارام نے ایک ریوڑ سانڈوں  
کا دیو کی پوجا کر چھوڑ رکھا تھا اُس میں کا ایک بڑا بیل فقیر لوگ چٹ کر گئے۔ راجہ نے سنتے ہی حضرت  
شکایت کی کہ آپ کے فقراء نے ایسا کیا میرا بیل زندہ دلوائے آپ نے سزا دے کر پیر کو ملا کر چوب دستی  
سے اشارہ کیا بیل زندہ ہو گیا۔ راجہ نے حضرت کا عروج دیکھ کر آپ پر چڑبائی کی لیکن لشکر اسلام  
کو غلبہ ہوا اور بہت سے کفار مارے گئے۔ بعد مدت دراز کے سلطانین اسلام دکن میں آئے۔

حضرت کے ساتھ چودہ سو سات پالیاں اولیا و اہلہ کی تھیں۔ آپ نے چوہدرت جہاد کے اسلام کی بنیاد مستحکم کی چنانچہ اب بھی گتے شہیداں سگر میں موجود ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت کی صاحبزادی محبوبہ عفت ترکش بی بی جو بڑی کاملہ اور کاشفہ تھیں ان کے ہاتھ سے راجہ کمارام مارا گیا۔ جس کی تاریخ درمکارام جنم رسد ہے۔ ترکش بی بی کا فرار آپ کے چوتھے سے ملا ہو اسٹیٹھیوں کے پاس زمین کے برابر ہے۔ کہتے ہیں کہ اسی محلہ میں بادشاہ دہلی کے طرف سے لکھی خاں افغان اور نعمت خاں وزیر مع فوج آپ کی مدد کو آئے تھے۔ اس واقعہ میں بہت سے مسلمان بھی شہید ہوئے۔ حضرت کی ولادت تولد احسن ہے۔ اور وصال کی تاریخ ”نجم عشق“ ہے آپ اصلی باشندہ سامرہ کے تھے اور وہاں کے بڑے امیر تھے عرصہ تک شہر تھرا میں رہے بعد دکن میں تشریف لائے۔ آپ کا نسب نامہ بروے صحیح الانساب سولہ واسطوں سے حضرت فاروق اعظم عربین الخطاب سے جاملتا ہے۔ آپ کا عرس شریف ۷ ربیع الثانی کو ہوتا ہے۔ آپ کے چار فرزند اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کے دو فرزند شیخ فرید الدین سلطان سرست و شیخ نظام الدین سرست یہ دونوں ابو دھیا چلے گئے تیسرے صاحبزادے شیخ شہاب الدین سرست نے موضع جالی ہل تعلقہ گکیر گہ میں انتقال فرمایا جو دریائے بھیمر کے کنارے ہے اور وہاں آپ کا گنبد بھی ہے۔ چوتھے فرزند منور بادشاہ میں سگر میں آسودہ ہیں آپ بھی شہید ہوئے تھے جس کی تاریخ ”تاج منور“ ہے آپ کی ایک صاحبزادی محبوبہ عفت ترکش بی بی کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ دوسری بیٹی بی بی رابعہ سید شاہ رجبی سے منسوب ہوئیں جن کا مقبرہ گلک مندرگہ (متصل راکیری) میں سربراہ ہے۔ تیسری صاحبزادی بی بی نظام خاتون حضرت شیخ مہر کا کو سے منسوب ہوئیں جن کے لطن سے دو فرزند شیخ یعقوب اور شیخ اسمعیل تھے اور پہلی صاحبزادی حضرت بی بی محمدوم جہاں حضرت چندہ حسینی شاہ صاحب سے منسوب تھیں۔ دوسری خورشید جہاں حضرت شیخ اسحق کو دی گئیں جو والدہ تھیں حضرت شیخ عبدالحق المشہور بہ شاہ میمن متوکل کی تیسری عین الحیات حضرت شیخ محمد حسینی ابدال کو دی گئیں۔

قصبہ سگر ایک قدیم مقام ہے۔ اول ویرانہ تھا اصلی آبادی اس کی ۵۲ھ میں ہوئی۔ جامع مسجد کے بنائے تاریخ ”جامع خیر ابد“ ہے۔ یہ مسجد یادگار زمانہ ہے اور پھر بھی جامع شہر گکیر گہ کے اپنا



جواب نہیں رکھتی۔ ستونوں اور دروں کی انتہا نہیں۔ ایک سے دو سے سو سے تک  
 محرابیں ہی محرابیں دکھلائی دیتی ہیں۔ یہ مسجد اسماعیل عادل شاہ کے عہد میں طیار ہوئی مگر افیس  
 ہی کہ اس کا دروازہ راجگان شہر پور اکھاڑ کر شہر پور لے گئے۔ اس مسجد کے متعلق یہ کتبہ ہے  
 در زمان عدل عادل خاں وزیر پیر خمد  
 ساخت این مسجد جامع توفیق خدا  
 تا ماند نام خیر از والی دستور خاں  
 این بنا کرد زہر طاعت فرد خمد  
 طالع وقتش طلب می کرد مہدی از حساب  
 سال تار بخش برآمد جامع خمد  
 ۱۰۹۳ھ

### کتبہ شہر پور

شہر بناے این سرور محمد شاہ کار و بار  
 شہ محمد بوالمنظر آں کہ گیسر دور جہاں  
 از عموم عدل او گشتہ جہاں خلد بریں  
 تا بود شمس منور تا بود مہ را شب تاب  
 بود از ہجرت گزشتہ ہفت صد بر ہفت سال  
 شہر پور تیغ یا در بادشاہ تاجدار  
 دست او بر سخا ہجوں نیستاد در بار  
 وز نسیم فضل او این شہر شد دار القرار  
 تا بود دوران گردش باد عرش بالدار  
 این عمارت شد مرتب از عموم کردگار  
 ۱۰۹۳ھ

### کتبہ عاشور خانہ محلہ روضہ بستی

بحمد السد ز عین عون سلام  
 ستودہ حامی شیع مجازی  
 بہار باغ بہمن شاہ مغفور  
 ز ہجرت بہفت صبد و وہ مہداں  
 شد از اول بسدھو این عمارت  
 محمد فخر دین سلک اس گہ ساخت  
 بامر بادشاہ ملک اسلام  
 شہاب الدین احمد شاہ غازی  
 خدا یا دار از چشم خراں  
 کہ این دروازہ . . . . .  
 گرفت او کو تو ال با عدالت  
 زہر تعمیر زہر تاریخ برداشت  
 الایا این حصہ از نصرت آباد

الی یوم القیام آباد آباد

### کتبہ درگاہ حضرت صوفی مسرت

در عہد بادشاہ جہاں دار تمستن  
از نسل شاہ بہمن بہمن کبار تیغ و  
بانی این عمارت کردہ چو پادشاہ  
نامت مبارکت مبارک در عہد شاہ  
بندہ فرید است دعا گوئے عمر شاہ  
از ہجرت پیامبر مفتصد نمود چہار

شاہ جہاں محمد محمود صف شکن  
از در تیغ گشتہ سپہدار انجمن  
شہر سگر چو جنت این عہد خوب فن  
کہ بود کو تو ال دریں شہر چوں یمن  
تاریخ نہایت بہر باب در سخن  
بود است این عمارت آراستہ زمن

نہایت ازین بدو

### کتبہ مسجد صوفی مسرت

مجلس مسجد مقبول درگاہ  
دَقْتُ الْقَوْلَ فِي التَّوْقِيفِ مسجد  
زراے بال چند گشتہ سنور  
موزن حی و قل الشداکبر

### کتبہ قبر راضی ابن زید

بعبد شہنشاہ ابوالمنعازی  
گل باغ بہمن آل شاہ رحمت  
دریں بوم مدفون است شیرزداں  
بگرفت عمارت کرد تازی  
گشت خوشبو شرع محمد  
کہ نامش راضی ابن زید میدان

## کتابہ باؤلی درگاہ ۱۲۷۰ھ

سبیل اللہ اس چاہِ معطفی      بنا کردہ علی ہر مصلیٰ  
برآمد سال تاریخش زمیں کی      طہارت آراہ مرد مصلیٰ

سجادہ صاحب سگر کے دروازے پر دوکتے  
اَنَا مَدِينَةُ الْحِلْمِ وَعَلَىٰ بَابِهَا

دیگر      محمد عربی آبرو سے ہر دوسرا  
شہیدہ ام کہ نظم نمود ہر چو مسج      بدین حدیث لب لعل روح پروراو

کہ من مدینۃ علم علی دراست مرا  
عجب محبتہ حدیث است من سگ دروا  
کتابہ سی سگر      اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلٰی سَیِّرٍ رَّسُوْلٍ لِلّٰهِ

قصیدہ گوگی      آگاہی شاہ پور سے چار کوس ہو۔ اور ایک قدیم بستی ہے جس کی آبادی بلی دور  
تک چلی گئی ہے اس کے دو حصے ہیں۔ پرانی گوگی میں حضرت چندا حسین کی درگاہ ہے۔ اور  
اس کے متصل یوسف عادل شاہ۔ ابراہیم عادل شاہ اور اسماعیل عادل شاہ کی چوکنڈی  
ہے جس میں باپ بیٹے پوتا مع اپنی بیویوں کے دفن ہیں۔

یوسف عادل شاہ بادشاہ ہونے کے قبل جب سرکار بیدر سے تعلق رکھتا تھا یہیں رہتا تھا  
سلطان محمد ہمنی نے اسے (۵) موضع ذیل ۱۹۵ھ میں جاگیر دے گئے۔ گوگی۔ ایور۔ ملہ۔ پراگاؤں  
سمت وڈگیرہ۔ وڈگاؤں۔ جب ۱۹۹ھ میں یوسف عادل شاہ بیجا پور کا بادشاہ ہو گیا تو گوگی  
کی سکونت چھوڑ کر بیجا پور چلا گیا وہاں ۱۹۹ھ میں قلعہ کا حصار بنوایا۔ یوسف عادل شاہ نے

میں سال دو مہینے سلطنت کر کے پچھتر سال کی عمر میں مرض سوز القنیہ (مقدمہ استسقا) سے ۱۶۹۱ء میں سبجپور میں انتقال کیا۔ نعش گوگی لائی گئی۔ اور حضرت شاہ جلال الدین چشتی عرف چندا حسینی صاحب کی درگاہ کے پاس جن سے پادشاہ کو بڑی عقیدت تھی ایک روضہ میں مدفون ہے۔ مادہ تاریخ وفات ”بلغتنا نازدہ شہنشاہ عادل“ ہے۔

اس کے بعد اس کا بیٹا اسماعیل عادل شاہ تخت نشین ہوا اور ملک تلنگانہ میں قطب شاہ سے برابر گیارہ مہینے تک لڑتا رہا۔ اس ملک کی آب و ہوا ناموافق ہونے سے تپ آنے لگی جس کی وجہ سے نہایت کم زور ہو گیا پادشاہ نے اسد خان لاری اور امیر قاسم برید ترک کو بلا کر کہا کہ یہاں کی آب و ہوا مجھے ناموافق ہے میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ یہیں رہ کر ملک تلنگانہ کے قلعوں کو فتح کرو میں گلہ گرہ جانا ہوں بعد صحت واپس آجاؤں گا۔ دوسرے دن علی الصبح بسواری پالکی چانے کا قصد کیا لیکن صبح چار شنبہ ۱۶ صفر ۱۱۵۴ھ کو تیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اسد خان لاری نے اس بات کو چھپایا اور پالکی پر پردہ ڈال کر راتوں رات قصبہ گوگی کو روانہ کیا جہاں وہ اپنے باپ کے جوار میں مدفون ہے۔ اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ ثانی جگت گرو تخت نشین ہوا اُس نے شنتلہ میں شیخ میاں متولی کی معرفت دروازہ اور روضہ حضرت شاہ محبوب قادر بی مخدوم کا بنوایا جو وقت حضرت محمد محمود بھری قدس سرہ سبجپور سے گوگی تشریف لائے تھے آپ کی وفات شب شنبہ آخری شب ہفتم ماہ ربیع الاول ۱۱۵۴ھ میں ہوئی ہے۔ پادشاہوں کے مزاروں پر گنبد نہیں ہیں صرف لداؤ کی ایک بی جو کھنڈی ہے جس کے اطراف ایک بڑا احاطہ افضل خاں وزیر نے بنوایا جس کا بڑا دروازہ افضل خاں کے نام سے مشہور ہے۔ اس احاطہ میں ایک مسجد سیاہ پتھر کی نہایت خوش نما اور بہت بلند موجود ہے جس میں تین مردانی اور دو زنانہ قبراں ہیں زنانہ قبروں کا پتہ نہیں لگتا کہ کن بیگمات کی ہیں۔

درگاہ حضرت چندا حسینی | قصبہ گوگی میں جناب حضرت سید شاہ جلال الدین الملقب بہ شاہ چندا حسینی کی درگاہ تشریف ہے جس پر ایک نہایت شاندار چھنڈی بنی ہوئی ہے۔ اس چھنڈی میں حضرت کی بیوی مخدوم جہاں صاحبہ علیہا الرحمۃ اور آپ کے صاحبزادہ حضرت سید نذر عالم حسینی آسودہ ہیں آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت سید شاہ شمس عالم صاحب کی

صاحب سے ہوئی تھی جو صفوی سرست کے نواسہ تھے۔ آپ صحیح النسب سادات سے ہیں اور  
چند واسطوں سے آپ کا سلسلہ امام زین العابدین ابن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ  
شہید کربلا سے ملتا ہے۔ آپ ملک دکن کے نہایت باکرامت اور متبرک اولیا سے ہیں آپ  
سنی المذہب تھے آپ کا سلسلہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا سے ملتا ہے۔ آپ  
کا وصال ۱۰۸۷ شعبان المعظم کو ہوا جس کی تاریخ ”ریخ چند“ ہے۔ یوسف عادل شاہ آپ کا بہت  
معتقد تھا آپ کی درگاہ شریف بصرہ زرکثیر اُسی سے بنوائی ہے۔ اور خود بھی آپ کے جواہر  
مدفن ہے درگاہ شریف کا سایہ بادشاہوں کے روضہ پر پڑتا ہے اور سلاطین کے مقابر کا سایہ درگاہ  
کے دروازے کی بیرونی جالی تک آکر رہ جاتا ہے۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی نے آپ کی درگاہ کی  
چار دیواری بنوائی اور سی شیعہ منان متولی نے ستر سالہ میں بنوائی۔ زمان سلطنت عادل  
شاہی تک آپ کے عود گل کے مصارف کے لئے چودہ مواضع حاصل ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ  
کے جاگیر تھے جو رفتہ رفتہ موقوف ہو کر اب بھی آپ کی اولاد پر کچھ معاش بحال ہے۔ آپ کے  
ایک صاحبزادے سید شاہ نور عالم آپ ہی کے مقبرہ میں اپنی والدہ محترمہ کی بائیں جانب  
مدفون ہیں اور دوسرے فرزند ارجمند سید احمد شاہ شمس العالم جن کا انتقال ۵ صفر ۱۰۹۲ھ  
کو ہوا راجپور میں لب مرثک حیدر آباد مدفون ہیں جن کی درگاہ زیارت گاہ و مرجع عالم ہے سالانہ  
عرس بھی ہوتا ہے۔ تیسرے اور چوتھے فرزند سید شاہ عبدالرحیم و سید شاہ معنی حسینی بیدریں آسود  
ہیں۔ آپ کے پوتے سید شاہ جلال الدین الملقب بہ شاہ مخدوم حسینی ابن سید شاہ نور عالم  
اندرون روضہ شریف اپنے دادا کے پائین میں مدفون ہیں۔

درگاہ شریف پر کتبات ذیل ہیں۔

(۱) پائین مقبرہ مبارک حجرہ جانب جنوب پر گچ میں کندہ ہے ۵  
حجرۃ دنیا بلفظ سبحن زان مشہد تصوف تابداں معنی حبیب المہد گرد متکلف

(۲) بر دروازہ شمال رویہ درگاہ شریف ہے ۵  
ہیں ولی چند حسینی باکمال ہو ”ریخ چند“ میں تاریخ وصال ۱۰۸۷ھ

(۳) کتبہ سنگی بردروازہ مغرب رویہ درگاہ شریف :-

الہی عاقبت محمود گرداں      بلائے ناگساں راود گرداں  
کہ بے شک بیابی تو رحمت خدا      نقوہ من قدرت قسطل الہ  
بامراتی جو راضی شوی      کہ بے شک وشہ بخت رومی  
بدور شاہ ابراہیم عادل شاہ ابن شاہ علی عادل شاہ -

روضہ کے دروازہ پر

(۴) عمت دراز باد چنداں کہ بے نہایت      دولت ہمیشہ باشد دشمن زیر پایت  
بناگردند شیخ منان متولی در سال      الحجہ ۱۰۰۵  
۱۰۰۵ھ

ہر کسے ناکردہ است این کرد تمام      بجز نیک نامی من اند مدام

(۵) کتبہ سنگی بردروازہ خاص بارغ - چولہ سڑک واقع ہے :-

گشت بانی این عمارت را سبب      تا بود در دہر باقی این نشان  
میر تاج الدین سخیل حم      بانی این قصر زیب باشد بیاں  
از خرد تا یخ پر سیدم بگفت      این عمارت باد باقی جاوداں

درگاہ حضرت شیخ محمد شمس الدین      نئی گوگی میں حضرت شیخ محمد شمس الدین باقر اللہ  
بحری عرف شاہ منجن ۱۰۸۹ھ      قادری مجذوب ابن شیخ عبدالمحمد ابن شیخ اسحق

ابن شیخ عبدالخالق ہیں۔ آپ شاہ منجن متوکل کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ حضرت  
محمد محمود بحری قدس سرہ کے مرشد تھے۔ آپ کی تعریف میں محمد محمود صاحب نے یہ  
غزل کہی ہے :-

فغاں کاں محمد اسرار وحدت      توازن در مہر باتاے وحدت  
محمد باقر آں بحر معانی      کہ روشن بود از اماں وحدت  
دہ دیک رفتہ بود از ماہ شوال      لبثتہ آں شہ والائے وحدت

ترکترت دست دادہ از سر شوق  
حساب سالش از مصداق آخر  
بقلب وحدت و چوں جاے وحدت  
بگیر از شمع محض باے وحدت  
وے روزت در پردہ دار دشمار  
محمد باقر آں دریاے وحدت

۱۰۸۹ھ

آپ کے پیر و مرشد سید شاہ عبدالستار عشاق قادری چکبیری ہیں۔  
نقل ہے کہ بعد فتح بیجا پور کے عالمگیر بادشاہ گوگی تشریف لائے تھے۔ آپ کی ولایت اور کرامات  
کے ساتھ ساتھ کچھ امور خلاف شرع کی شکایت بھی سنی۔ اپنے وزیر کو تفحص حالات کے لئے بھیجا اور  
بعد خود بھی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے حجرہ میں بلالیا اور اپنے قریب بٹھلا کر ایک پیالہ بھنگ کا  
منگوا یا۔ بادشاہ چونکا ہوا۔ جھک کر دیکھا تو بالکل دودھ تھا۔ حضرت کے پاس ایک گدڑی رکھی ہوئی  
تھی جو خود بخود متحرک تھی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ یہ گدڑی کیوں اچھل رہی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ  
مجھے کچھ دنوں سے لرزہ آتا ہے۔ آج تجھ سے باتیں کرنے کے لئے میں نے یہ لرزہ گدڑی کے حوالہ  
کر دیا ہے توڑی دیر میں ایک جھسے سے فرامیر اور راگ کی آواز آئی بادشاہ نے پوچھا کہ کون تو  
گارہا ہے آپ نے کہا کہ حجرے میں جا کر خود دیکھ لو۔ بادشاہ نے جھانک کر دیکھا تو وہاں کوئی بھی نہ تھا  
خود بخود دم دنگ وغیرہ رہی تھی۔ بادشاہ حضرت کی کرامات سے معظوظ ہوا اور جاگیر دینا چاہا مگر  
آپ نے قبول نہ کی۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ مدراس تشریف لے گئے تھے ایک پادری سے مذہبی بحث چھڑ گئی۔  
آپ نے فرمایا کہ چلو دریا کے کنارے بیٹھ کر بحث مباحثہ ہوگا۔ آپ نے اپنے خلیفہ شاہ فضل اللہ  
کو فرمایا کہ نماز کا وقت ہوا جانا نماز پچھا دو۔ پادری کیا دیکھتا ہے کہ جانا نماز وسط دریا پر پڑھ رہی ہو اور  
آپ بے تکلف نماز پڑھ رہے تھے۔ پادری اس کرامت سے دنگ ہو گیا اور فوراً مسلمان ہو گیا  
اُس دن سے آپ کا لقب بحری پڑ گیا۔

روایت ہے کہ حضرت کا وطن مالوٹ وھنا سری علاقہ مدراس میں تھا آپ کا خاندان قضا  
کا تھا۔ آپ جب گوگی تشریف لائے جو ان تھے آپ اپنے مرشد سے ملے آپ نے بسم اللہ کہہ کر گئی  
مگر آپ باوجود کوشش کے بھی لکھ نہ سکے۔ ایک دن آپ ایک کوئیں پر گئے دیکھا کہ پتھر پر سٹی

کے رگڑے سے نشان پڑ گئے ہیں آپ نے سوچا اللہ اکبر پتھر جیسی چیز گھس گئی کیا وجہ ہے کہ میں  
محنت کروں اور کامیاب نہ ہوں اُس دن سے حصول علم کا شوق ہوا اور چند دنوں میں صاحب  
تصنیف ہو گئے چنانچہ برائی ہندی زبان میں آپ کی ایک کتاب ”من گن“ مشہور ہوئی جس کے چند  
اشعار یہ ہیں ۵

من کو ٹھہری چھوڑا ہوا	دالان میں اُس دن سے کی دھایا
جب برس چار گزر گئے تب	آسا منے مجھے بٹھائے مکتب
بسم اللہ مجھے کہی کوہاں	میں بول اٹھا رحیم رحمن

قطعہ تاریخ وفات یہ ہے ۵

بحری بکمال و حق آگاہ	شیخ محمود عارف بالمد
بود و عمر بادشاہ دین	ختم شاہاں سکندر عادل شاہ
دستگاہش بعلم حق بچناں	کہ تو اس یافت علم و دانش راہ
سیر اور در فضا عالم قدس	نیز اور در ہوا عشق اللہ
گوش کر دم ندا سے رحلت او	داخل مجلس رسول اللہ

۱۱۳۰ھ

عس شریف اور خواں کو ہوتا ہے۔ مزار آپ کا اپنے مرشد کی بایں جانب ہے۔  
شاہ مجنوں قادری مجرود مجذوب تھے۔ بیجا پور سے گوگی جدید میں تشریف لائے۔ آپ  
کی وفات کی تاریخ حضرت محمد محمود بکری نے یہ کہی ہے۔ ۵

آں سکے عشق شاہ مجنوں	سر دفتر بید لان مجنوں
سر حلقہ عارفان آفاق	عاشق صفتاں ربیع مسکوں
القصہ چو شاہے کس بنودہ	بالائے زمین وزیر گر دوں
درخواست کہ تار و دازیں خاک	بر عالم جاں زند ز شبنوں
از دور مہ ربیع الاول	یک ہفتہ دو دیدہ بود بید و
فرخ شب شبنہ آخر شب	بادل گشتہ صبح مقصروں



شد گوہر شہہ بکلم ایزد      مستغرق بحر ذات بے چوں  
از بہر حساب سال وصالش      بودند خادما نش محسنوں  
بحری بطریق پاک بر خواند      مصرع خوش و لطیف و موزوں  
از مطلع این غزل ہمیں گفت      آں سکہ رعشق شاہ مخمبوں

سنہ ۱۰۶۱ھ

آپ کی درگاہ گوگی حیدر میں شمالی راستہ پر مسجد کے روبرو ہے۔ ایک اور بزرگ ملا مجروح و مجذوب تھے آپ کا مزار بھی یہیں ہے اور مساجد حجہ ماں نصیبہ بی حنا عید گاہ کے روبرو مدفون ہیں۔

قلعہ واکن گیرہ کا کتبہ [تعلقہ شورابور میں قلعہ کے دروازے پر یہ کتبہ ہے:-  
بکلم شہنشاہ دیں پناہ محمد علی الدین اورنگ زیب بادشاہ عالمگیر غازی خلد اللہ ملکہ باہتمام عاقبت  
محمود حافظ مسعود غرہ رجب المرجب سنہ چہل و نہ جلوس والا مطابق یک ہزار و  
ایک صد و ہفدہ ہجری تعمیر یافت۔

۱۵۔ بیڑوں نے اس قلعہ پر اورنگ زیب کے مقابل کیا۔ واکن گیرے میں دو جہاز گانے قلعے الگ الگ پہاڑیوں پر جن میں صرف بائسوفٹ کا فصل ہے۔ چھوٹا قلعہ زمانہ کا بنا ہوا ہے جس کو نشی ایرتا نے بنایا اب اس قلعہ کا صرف نشان ہی نشان رہ گیا ہے دوسرا قلعہ موجود ہے مگر وہ بھی از بس خستہ حالت میں ہے جس پہاڑ پر یہ قلعہ ہے وہ (۲۵۰) فیٹ بلند ہے اور اس کی شکل اس وضع کی ہے  یعنی خماسی الاضلاع۔ اس قلعہ کے دو دروازے ہیں مشرقی دروازہ ۸-۱۰ x ۱۱ اور مغربی ۸ x ۱۴ آری اور آخر الذکر دروازے پر ہی یہ کتبہ ہے۔ تفصیل ساڑھے چار فیٹ عرض ہے جو بڑے بڑے گنڈوں سے بنا کر چنے سے درز بندی کر دی گئی ہے۔ قلعہ کے سات برج ہیں جو سب گرے پڑے ہیں۔ ایک چٹان پر گوبالا سوامی (کرشنا) کی صورت کھدی ہوئی ہے۔ اور انسی چٹان کے اوپر ایک چھوٹی سی سیچ بھی ہے یہ بھی تباہ ہے جس پر کتبہ بھی کوئی نکالے گیا۔ قلعہ میں تھوڑا دلیاں ہیں جن میں بارہ مہینے پانی رہتا ہے۔ قلعہ کا رقبہ سات ایک تیرہ گز ہے۔ قلعہ میں کوئی عمارت باقی نہیں رہی لیکن پہاڑ کے دامن میں بجانب مغرب ایک محراب مقام پر کوٹہ ہے جس میں پچیس مکانات مرہٹوں کے ہیں جو کوٹ کاروں (قلعہ کے محافظوں) کی نسل سے ہیں اور بلحاظ ان حضرات کی جہان کے

موضع بونہال کا کتبہ کرنل میڈرٹیلر کشر شور پور نے (جن کی مشہور تصانیف سینٹاؤ تارا اور امیر علی ٹھٹک کی سوانح عمری ہیں) تعلقہ شور پور کے موضع بونہال میں ایک تالاب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۴ - آباد اجداد نے قلعہ کے متعلق کی تھیں اب بھی پچاس ایکڑ انعام چلا جاتا ہے۔ شور پور حیدر آباد سے جنوب و مغرب پر دریاے کشا اور بھیم کے درمیانی ڈٹا میں واقع ہے۔ یادگیریلوے اسٹیشن سے (۳۱) میل پر اب اس کی مردم شماری (۱۵۷۷) ہے۔ بیڈر راجاؤں کی سلطنت کے زمانے میں پانچ لاکھ کی آبادی تھی۔ بیڈر لوگ اصلی ستوطن میسور اور جنوبی ملک مرہٹو اڑی کے ہیں ان کا پہلا راجہ گادانا یک تھا۔ پہلے یہ لوگ ٹھیرے تھے آگے چل کر سلطنت کرنے لگے۔ یہ لوگ بڑے جری اور قول و قرار کے پکے ہیں۔ اس قوم کے لوگ قوی الجشہ اور سیر و شکار کے عادی ہیں۔ قدیم زمانے میں ان کے گروہ کے گروہ بادشاہان سبب پور کو لگنڈہ کی افواج میں بھرتی تھے اور مرہٹوں نے جو اورنگ زیب کا ناک میں دم کر رکھا تھا اس میں بڑا حصہ بیڈروں ہی کا تھا۔ قصبہ شور پور میں جو شولا پور علاقہ انگریزی سے رفع التباس کے لئے بیڈر شور پور کہلاتا ہے سات محلے راجاؤں کی رانیوں کے نام سے مشہور ہیں۔ رنگما پیٹ - تمنا پیٹ - لکشنا پیٹ - ستیا پیٹ - نرسنگا پیٹ - رگما پیٹ - یگنٹا پور - اب شور پور مستقر تحصیل اور ڈویژن ہے جو ضلع بکرا گہ میں شامل ہے۔ شور پور کے تفصیلی حالات کے لئے نواب فرامرز جگہ بہادر کی انگریزی کتاب شور پور قدیم راج بیڈر راج مطبوعہ ۱۹۰۷ء دیکھنی چاہیے۔

۱۱۔ فروری ۱۹۴۵ء کو جنرل فریزر ریڈنٹ شور پور تشریف لائے کرنل میڈرٹیلر نے بونہال کا سرچ جھیل جو خشکستہ حالت میں تھی بتلائی اور معتد بہ رقم کی منظوری لے کر اس کو از سر نو درست کرایا جس سے کئی موضع سیراب ہوتے ہیں۔

۱۲۔ مارچ ۱۸۵۱ء میں کرنل میڈرٹیلر نے بونہال کے قریب موضع چکینور میں ایک نئے تالاب کی برآورد مرتب کی جس کا گتہ (۱۸۷۲) گز طول اور عمق اوسط (۲۶) فٹ و انتہائی (۵۰) فٹ اور رقبہ یکم تالاب کا سوا چھ مربع میل تھا جس سے دس ہزار بیگہ راضی میں شالی زراعت کا شت ہو سکتی تھی۔ لیکن یہ کام پورا نہ ہو سکا۔ راجہ ونکٹا پانیا نے ۱۸۵۷ء میں بغادت کی اور بعد مقابلہ انگریزوں نے راجہ کو قید کر لیا اور شور پور پھر بڑے معاہدہ ۱۸۶۱ء میں سرکار نظام کو مسترد کیا گیا۔ راجگان بیڈر کا راج سب سے پہلے کلپنا نیاک کے عہد میں ۱۸۵۷ء شروع ہوا اور ایام غریب و نکٹا پانیا کی بغادت کی وجہ سے غلبہ کر لیا گیا۔ یہ خاندان قریب قریب ساکنین

اور بنگلہ بنوایا تھا تالاب پر یہ کتبہ ہے۔

تالاب بونہال کہ جائیست خوش سری زبید بزر بنگلہ پراز آب و افسری  
چوں سابق این دہانہ سد خورد داشت ز آب شد سدا این دہانہ بمبب ڈوزہ ٹیلری

تقبیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۵۔ صدیوں تک چلا آخرا ۱۸۶۶ء میں سرکار عالی کے تفویض ہو۱۔ آخری راجہ  
وکلشپانایک کے نو بیویاں تھیں جن میں کی رانی بھنگارا سوم اور رانی رنگا ششم زندہ رہیں رانی بھنگارا تانے سال  
۱۹۱۴ء میں وفات پائی اور رانی رنگا ابھی تقبیہ حیات ہیں۔ سرکار نظام نے نوں رانیوں کے لئے  
معقول پینشن مقرر کی۔ ان کے علاوہ راجہ کے خاندان کے کشتیانایک۔ وکلشپانایک اور پٹنایک تھے  
وہ بھی مر گئے۔ کشتیانایک لاولد فوت ہوا۔ وکلشپانایک کا فرزند کشتیانایک اور پٹنایک کا بیٹا مادپانایک  
اب تک زندہ ہیں۔ اول الذکر کو سگر اور روضہ جو شہر پور سے دس بارہ میل ہے۔ دس ہزار روپیہ حاصل  
سالانہ کی جاگیر ہے۔ ثانی الذکر مادپانایک اور اس کی بہن جنتا کو جو پٹنایک کی بیٹی ہے سو سو روپیہ ماہانہ نفی  
تخواری ملتی ہے۔ ۱۲



## پندرہواں ضمیمہ

## عالم پور

یہ مقام لب دریاے تنگ بھدر واقع ہے جو راجپور سے براہ راست ساٹھ میل اور بذریعہ ریل کرنول سٹیشن سے (۱۹ میل ہے۔ دریاے تنگ بھدر کے ایک کنارے پرنعل کر نول علاقہ سرکار عظمت مدرا ہے اور دوسرے کنارے پر تعلقہ عالم پور ضلع راجپور۔ اس تعلقہ کی تین طرف مشرق۔ جنوب اور شمال میں دریاے کرشنا اور تنگ بھدر ہیں۔ قدیم زمانے میں اس تعلقہ کا نام شاہ علی نگر یا شاہ علی پور تھا۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شاہ علی صاحب پہلوان قدس سرہ جو حضرت بندہ نواز گیسو دراز کے اقربا اور حضرت صفوی سرمد کے مصاحب تھے مع اپنے ہمراہیوں کے پہلے راجپور تشریف لائے اور وہاں سے عالم پور آئے دیکھا تو یہ مقام کفرستان تھا اور راجگان ہنود کی حکومت تھی مسلمانوں کا نام و نشان تک نہ تھا بلکہ مشوریوں ہی کہ اگر کھولا ٹھسکا کوئی مسلمان آن نکلتا تھا تو اس کو فوراً پکڑ کر دیو پر چڑھا دیتے تھے۔ حضرت نے پہلے بت پرستوں کو اسلام کی دعوت دی اور اچھے سے جہاد شروع کیا اور اس لہجے کو اپنے نام سے موسوم فرمایا جو رفتہ رفتہ علی پور رہ گیا اور آگے چل کر عالم پور مشہور ہوا بعد ازاں راجپور بن گیا۔ ۱۳۰۷ھ قیس مولوی نظام الدین حسن صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ بی۔ جج ہائی کورٹ نے قدیم کاغذات میں اس کا نام عالم پور دیکھ کر بہ تحریک گورنمنٹ محل نام الپور کو خارج کر کے پھر عالم پور نام رکھوایا۔ الغرض حضرت مع اپنے ہمراہیوں کے شہید ہوئے۔ آپ جب شہید ہوئے تو آپ کا تن بے سر برابر کفار سے لٹتا ہوا پاؤ کو س کے فاصلے پر رہا مشور سوامی کی بڑی دیول میں زینیں پر آ رہا اور وہیں آپ دفن کئے گئے۔ تن مبارک جن جن دیولوں پر سے گزرا وہ سب نیست و نابود ہو گئے سوائے اس دیول کے جہاں آپ خود آسودہ ہیں۔ آپ کا عرس شریف ۲۰ ذیقعدہ کو ہوتا ہے اور عند دل دیول جگہ چڑھاتے ہیں جہاں آپ کا سر مبارک ہے وہاں اور جہاں آپ کا جسد پاک ہے وہاں بھی

سالانہ کشتی بھی لٹائی جاتی ہے۔

اہل ہندو اس بستی کے متعلق یہ روایت کرتے ہیں کہ اسکا ندر پوران مصنفہ وید و یاس مہارشی  
میں لکھا ہے کہ چھ ہزار سال پیش یہ مقام بالکل جنگل ویرانہ تھا۔ رسا سدرشی نے یہاں متعدد  
معابد طیار کر کے اور ہمالیہ نام رکھا۔ ہمالیہ کے معنی سونے کے ہیں یعنی سونے کا گاؤں۔  
سو برس بعد وید راجہ نے رسا سدرشی پر غلبہ پایا۔ رسا سدرشی نے غائب ہو گیا۔ راجہ  
وید نے اس قصبہ کا نام الکا پور رکھا۔ الکا کے معنی زیبا ہیں۔ رفتہ رفتہ کثرت  
استعمال سے الکا لفظ سا قفا ہو کر ابورہ گیا۔ یہ علاقہ بہت مختصر صرف (۴۵) مواضع کا  
ہے مشرق میں علاقہ نندری کشکور ضلع کرنول انگریزی۔ مغرب میں ہستنان گدوال شمال  
میں ہستنان ونپرتی و جٹیپول اور جنوب میں پھر نالاج کرنول واقع ہیں اس علاقہ میں دو بڑی ندیاں  
ہندوؤں کے عقائد میں ہیں کہ وید و یاس ابتدا سے آفرینش آدم میں پیدا ہوئے اور کچھ پیشین گوئی  
انہوں نے کی دنیا میں پوری ہوئے لگی۔ ۱۲

۵۲۔ ضلع راجپور میں کئی مشہور سمتان ہیں جن کا ذکر ہم علی سبیل الاختصار کرتے ہیں۔  
سمتان گدوال۔ گدوال کا اصلی نام کیشو سوامی کا دیول بستی میں ہونے سے کیشو نگر تھا لیکن آج  
چل کر مستقر کے اعتبار سے گدوال نام پڑ گیا۔ اس سمتان کا رقبہ (۸۶۴) مربع میل ہے۔ یہ ایک بہت  
قدیم سمتان ہے جس میں (۲۱۵) مواضع ہیں۔ قصبہ گدوال کی مردم شماری (۱۰۱۹۶) ہے۔ یہاں ایک قدیم  
قلعہ راجہ سوم نادر کا بنایا ہوا ہے جو سکے ۱۶۱۷ میں بننا شروع ہوا اور سکے ۱۶۲۴ میں اس کی تعمیر ختم ہوئی  
اسی میں کیشو سوامی کا دیول ہے اور اسی کے پاس رام سوامی کا مندر بھی ہے۔ یہ دونوں مندر بھی قدیم ہیں۔  
ریاست سرکار عالی نظام میں یہ اسٹیٹ درجہ اول کا ہے۔ ۱۸۶۶ء میں جو دربار بہ تقریب تشریف آوری  
پرنس آف ویلز (ایڈورڈ ہفتم) بہ مقام ممبئی ہوا تھا اس میں نواب سالار جنگ مختار الملک بہادر اول  
راجہ رام بھوپال بہادر کو اپنے ساتھ لے گئے تھے اسی طرح ۱۸۷۳ء میں بہ تقریب دربار مسند نشینی اعلیٰ حضرت  
غفران مکان بعد لا روبرہ راجہ صاحب کی کرسی اول تھی۔ زمانہ قدیم سے ملک و و آہ راجہ صاحب  
کا تھا بلکہ نگر عرف کرنول بھی آپ ہی کے مقبوضات میں شامل تھا۔ ۱۸۷۳ء تک اس سمتان کا سکھ  
جداگانہ تھا جیسا کہ اب تک گدوالی سکھ لکھیں کہیں نظر پڑ جاتا ہے۔ اور نگ زیب نے جب ملک دکن اور

تنگ بھدرا اور کشاہیں۔ تنگ بھدرا سستان گد وال کی حد سے ہوتا ہوا موضع کو روڈی پاڑ  
منی پاڑ۔ کل گوٹلہ۔ ملوڑ سے گزرتا ہوا اس تعلقہ کی جنوبی سرحد سے خارج ہو کر کچھ علاقہ انگریزی  
کے مواضع سجیکال۔ تانڈر پاڑ۔ کرنول گوندی پرلا۔ پول توڑ۔ دوڑی پاڑ۔ دیومڑگی پر سے  
گزر کر موضع سنگوار تعلقہ نڈا کی سرحد میں کرشنا سے جا ملتا ہے۔ دریا سے کرشنا موضع ساسنور علاقہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۸۔ باناٹھاٹ پر فوج کشی کی توجہ گد وال نے نڈا نہ پیش کر کے اطاعت قبول کی  
لیکن کچھ حصہ ملک کاشل کرنول و امتیاز گڑھ ادھونی دام چیتہ وغیرہ علیحدہ ہو گیا۔ خمد آصف جہاںی سے راجہ جٹا  
ایک لاکھ دس ہزار روپیہ تحریر دیوانی اور پانچ ہزار روپیہ تحریر پیشکاری دور ایک ہزار روپیہ رسوم دیباٹیہ گری جملہ  
ایک لاکھ سو لٹا ہزار روپیہ سکے گد والی پیشکش گزرائے رہے جس وقت ملک روآہہ سرکار انگریزی سے مسترد ہوا  
تب سے صیغہ فیصدی بطون طرہا کر سالانہ دو اقساما پیش کش خزانہ عامہ سرکار عالی میں داخل ہو رہی۔ والی  
سمستان کو اپنے حدود میں فوجداری دیوانی کے اختیارات حاصل ہیں۔ راجہ رام بھوپال نے ۱۸۳۱ء میں لاہور  
انتقال کیا۔ آپنے اپنی حیات میں اپنے بھتیجے راجہ جٹا حال سیتا رام بھوپال بلونت بیلور کو متبئی کیا۔ اُن کی مصغر مٹی کے  
رانے تک سستان زیر نگرانی مسٹر ڈنلاپ ڈایر کر جنرل مال کورٹ آف وارڈز میں رہا۔ جو جب فرمان خداوندی  
۱۱ صفر ۱۲۳۱ھ میں واکرشت ہوا۔ اس خاندان میں کئی پشت سے اولاد بھلی نہ ہونے سے تہنیت کا سلسلہ  
اجاری تھا اب سال گزشتہ راجہ صاحب کے ایک صاحب زادی پیدا ہوئی ہے جس کی ولادت کی تقریب میں  
مولوی غوث محی الدین صاحب ناظم مستان نے ایک نہایت عمدہ قصیدہ کہا جس کے چند شعر یہ ہیں۔

ایں ہمہ جوش نشاط است کہ در وقت سید	در نایاب عطا کرد ترا رب غفور
چہ مبارک قدم است اب کہ پس از چندین	دختر نیک ز صلب تو در آمد لظہور
چہ خوشا وقت نکو بودہ فرخندہ شبے	کہ شد از جلوہ او جلاہ مجتہد یز نور
اک کہ احسان تو معرفت چہ نذل حاتم	دے کہ آواز سخنیت زد کن تائیسور
کرم و لطف ز آئینہ قلب مسافت	انچنانست نمایاں کرد از جام بلور
بادیرا جبکہ مایاد مبارک یارب	دختر ماہوشے مہر بنیر چوں حور

سمستان گد وال میں یہ ماہ لاکھ سری کیشو سوامی کی جائز پڑی دھوم دھام سے ہوتی ہے جس میں دو روز  
کے ہزار ہا آدمی جمع ہوتے ہیں۔

سمستان گدوال سے ہوتا ہوا تعلقہ خراکی سرحد مغربی موضع ہلی پاڑ جاگیر میں داخل ہو کر مواضع چنڈور۔ ماراٹنگال۔ پراگٹور۔ کوڑیلی کی حدود پر سے گزرتا ہوا جانب شمال سرحد موضع کوڑیلی میں دریائے تنگ بھدرہ سے مل گیا ہے۔ جہاں یہ دونوں دریا ملتے ہیں اس مقام کو ”سنگم تریان“

### بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۹

سمستان امرچنہ - یہ بھی قدیم سمستان ہے اس کا مستقر تاکور میں ہے جو امرچنہ سے چار میل ہے۔ یہ مقام راجپور سے پندرہ کوس ہے اس میں ساتھ مواضع ہیں اور محاصل پونے دو لاکھ ہے۔ رقبہ (۱۹۰) میل مربع ہے۔ والی سمستان سوامی راجہ سری رام بھوپال راؤ بلونت بہادر ہیں۔

سمستان ہائے آناگندی - سمستان آناگندی بڑی بھاری سلطنت بیجا نگر کی کچی گچی یادگار ہے۔ اس ہلی حیدر راجہ جو لکیرہ - سمستان کی مختصر تاریخ یہ ہے تیراج پسر رام راج نے بیجا پور تباہ ہونے کے بعد علی عادل شاہ کے پاس پناہ لی تھی۔ اُس نے معوضہ کیا کہ دکنادی لام راج کا جانشین بن گیا اور وہ رفتہ رفتہ قوت حاصل کرتا جاتا ہے اور ریاست کے تمام امراء و رؤسا اُسی کے ساتھ ہیں اور میں تنہا رہ گیا ہوں لہذا میری اتنا سہ ہے کہ بادشاہ جہاں پناہ مجھے ملازم رکھ کر قلعہ آناگندی عنایت فرمائیں۔ بادشاہ اُسے اپنا بیٹا کہہ چکا تھا اُسے موقع باریابی دے کر تسلی دی اور اُسی روز چرواناٹھ سلطنت جو لوازمہ راجگان بیجا نگر ہے دے کر حکومت آناگندی پر روانہ فرمایا۔ آناگندی بیجا نگر سے بھی پہلے کا یہ شہر ہے۔ عادل شاہ نے بعد خرابی بیجا نگر اس قصبہ کو دوبارہ آباد کیا۔ چند دنوں میں وہاں اچھی آبادی ہو گئی۔ بھٹکے بھٹکے لوگ کثرت سے آکر جمع ہو گئے۔ اسی سلسلہ و خاندان کے راجہ میاں اب تاک قائم ہیں۔ انگریزی علاقہ میں تین گاؤں ان کو جاگیر تھے وہ توحال میں ضبط ہو گئے اب ۱۸۶۲ء سے پانسو روپیہ ماہانہ پنشن ملتی ہے اور سرکار عالی نظام سے البتہ (۲۱) مواضع تخمیناً چالیس ہزار روپیہ سالانہ محاصل کے اب تاک جاگیر ہیں۔

نواب ممتاز الملک بہادر سرسالا جنگ اول مرحوم نے دس ہزار روپیہ سالانہ پیشکش لگادی ہے۔ راجہ حال کانام سری منت سری رگاد پور لکھنوی بیجا پتی راج ہے اور یہی بیجا نگر کے راجہ کے خاندان کی عظمت و ثروت کی یادگار ہیں دونوں سرکار دن میں ان کا بہت اعزاز و اکرام ہوتا ہے۔

دو چھوٹے چھوٹے سمستان اور ہیں ایک ہلی حیدر کا جو سمستان کنک گیری کے نام سے بھی مشہور ہے جس میں (۱۳۱) مواضع ہیں جس کا محاصل تخمیناً پندرہ ہزار ہے رانی کا نام گورتا ہے۔ جو لکیرہ کے سمستان میں (۳۰) مواضع تخمیناً

کہتے ہیں۔ یہ جاے نہایت متبرک ہے اور دور دراز سے لوگ آکر اُشان کرتے ہیں۔ آگے چل کر دونوں ندیاں مل کر جسے پڑا پرو کہتے ہیں خلیج بنگالہ میں جا کر مل گئی ہیں۔ دریا کے کشا کار تہ اہل ہنؤ کے نزدیک دریا کے گود اور سی کے بعد ہی۔ یہ دریا ہما بلیشور صوبہ بمبئی کے پہاڑوں سے نکل کر سرکار نظام کی حدود میں بمقام ایچ پیٹ داخل ہو کر لنگسور۔ راجپور۔ محبوب نگر۔ نلگنڈہ۔ ورنکل اضلاع میں بہتا ہوا جانب جنوب و مشرق چا گیا ہے دریا کی تہ میں بہاؤ کے بعد پھیلی بندر کے نیچے خلیج بنگالہ میں گرتا ہے۔ اس دریا کا اوسط پاٹ نصف میل ہے۔ کرشنا کی ایک بڑی شاخ تنگ بھدرہ ہے۔ جو دو چھوٹی ندیوں تنگا اور بھدرہ کے ملنے سے بنی ہے۔ تنگ بھدرہ اصاطہ میور سے بہتا ہوا سب سے پہلے موضع مدلا پور علاقہ پانچگاہ ڈویرن لنگسور میں داخل ہوتا ہے وہاں سے لنگسور اور راجپور کی جنوبی حد سے گزرتا ہوا مشرق و شمال کی طرف بڑھتا ہوا ضلع راجپور کے مشرقی تعلقہ کے موضع کوڑ دیلی میں کشنا سے مل جاتا ہے۔ ان دونوں ندیوں کے شکم میں اکثر ٹیلے اور چٹانیں ہیں اور جابجا پایاب ہو جاتی ہیں۔ سنا جاتا ہے کہ تعلقہ عالم پور میں دو تین ہزار سال کے پیشتر بالکل بت پرستی مٹی جن کی تصدیق ان متعدد دیولوں سے ہوتی ہے جو آب قصبہ عالم پور میں موجود ہیں۔ جدھر دیکھو دور دور جنگلوں میں سیکڑوں بت نظر آتے ہیں۔ کما جاتا ہے کہ زمانہ سلف میں راجہ رام چندر نے اس مقام کو اپنا بن باس اختیار کیا تھا۔ یہ مقام دو متبرک ندیوں کے درمیان ہونے سے پوئے چتر یعنی ہندوؤں کا بڑا مقدس تیرتھ ہے۔ رشیوں نے یہاں نو دیول تعمیر کئے۔ کمار برہما۔ ویر برہما۔ اکشا برہما۔ یدم برہما۔ گرہ برہما۔ بال برہما۔ مارکت برہما۔ اشو برہما۔ موگا برہما۔ یہ رشی یہاں رہ کر ہمیشہ پوجا پاٹ کرتے تھے۔ ان میں سے رسا سند بہت دولت مند تھا جس پر ولیسہ راجہ نے چڑھائی کی اور خود قابض ہو گیا۔ ابتداً یہ تعلقہ سرکار نظام کے مقبوضات میں تھا۔ ۱۲۴۱ھ میں نواب شاہ یار الملک بہادر کو جاگیر ملا جو حیدر آباد کے ایک بڑے امیر تھے اب ان کی اولاد نواب عبد العلی شاہ شیر الملک اور ان کے برادر خور و نواب شمشیر الملک بہادر موجود ہیں۔ یہ جاگیر ۱۲۶۵ھ میں ضبط بقصبہ حاشیہ صفحہ ۳۸۰ جماعی بیس بائیس ہزار کے ہیں۔ راجہ وگاٹ بھدرا پال بہنپنی والی تھے جولاہہ خور ہونے سے ان کی دونوں بیویاں رانی نیلما نکلاں اور رانی اوما بانی خور موجود اور قابض سمستان ہیں ۱۲



ہونی پھر ۱۲۶۵ء میں نواب ردلق علی خاں فرزند شاہ یار الملک کے نام بحال ہوئی۔ من بعد ۱۲۷۰ء میں شریک خالصہ ہو گئی۔ اس کے بعد ۱۲۶۲ء سے ۱۲۷۲ء تک انگریزی عمل داری رہی اور ۱۲۷۲ء میں مسترد ہو کر اب بفضلہ گورنمنٹ نظام کا علاقہ ہے۔

**درگاہ جسد مبارک** یہ درگاہ حضرت شاہ علی بادشاہ صاحب کی مشہور چھینٹوں نے شاد علی بادشاہ - کفرستان عالم پور کو دارالاسام بنایا۔ درگاہ مذکور دیول توڑ کر محلہ قلعہ میں بنائی گئی ہے۔ عمارت مختصر سنگ بست ہے اور ایک حجرہ کے اندر حضرت کی قبر شریف ہے۔ آپ کا عرس ۱۴ روز قیعدہ کو ہوتا ہے ہزار با مخلوق جمع ہوتی ہے چار دن مجمع رہتا ہے اور ایام کشتی پلاؤ کی لٹائی جاتی ہے اگرچہ کوئی صحیح تاریخ آپ کے زمانے کی نہیں ملتی مگر عام طور پر آپ کا زمانہ ساڑھے سات سال کا کہا جاتا ہے اور نعش بے سر کی دفن ہے۔ درگاہ کے سامنے ایک نقار خانہ بھی ہے۔

**قدیم مسجد متصل درگاہ** اندرون قلعہ درگاہ شریف سے ملی ہوئی یہ مسجد ہے۔ یہ مسجد حضرت شاہ علی صاحب ہی کے زمانے میں دیول توڑ کر بنائی گئی ہے اور اسی میں آپ نماز پڑھا کرتے تھے مسجد پختہ ہے اندازاً سو آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ مسجد آباد اور معاش جاری ہے۔ مگر کوئی کتبہ نہیں جس سے سال تعمیر کا پتہ مل سکے۔

**قبر نبی بی سلطان دختر** احاطہ درگاہ شریف میں ایک قبر پر یہ کتبہ ہے۔  
**قادر علی خاں** دختر قادر علی خاں آہ آہ چہ بود خود پاکیزہ طہیت پارسا

چوں قضاے اور آمد و در لعل  
سوئے جنت رفت زین فانی سرا  
گفت ہائے سال تار بخش عظیم  
عاقبت معمور سلطان النساء

جاں بحق شد چو بی بی سلطان  
بہر تاریخ او کساد ممال  
آہ از روی زہد دہم تہ آں  
و ادھلی جنتی برآمد سال

**مدفن سر مبارک** عالم پور کے محلہ باہر پیٹ میں آپ کا سر مبارک مدفون ہے۔ درگاہ  
**شاہ علی بادشاہ** کی عمارت پختہ سنگ بست ہے اس درگاہ کے دروازے پر تاریخ طیار

۱۲۶۲ء

لے کٹی پر یہ اشعار بخط عربی کندہ ہیں ۵۰ شمار شاہ علی بادشاہ دیں چشتی ۲ وقت مشکل کیس کند پستی۔

دروازہ حسب ذیل کندہ ہر جاوید کشتی وغیرہ کے لئے سرکار سے معاش مقرر ہوا اور عرس جسد مبارک اور سر مبارک دونوں کا ایک ہی تاریخ ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	اللہ - محمد - علی
لا الہ الا اللہ محمد	فاطمہ - حسن - حسین
الوسول اللہ	پادشاہ علی حسن
در ترو بہیں کہ بود شام و سحر	بہ سعی عبد البنی نمود ایں در
گفت تاریخ آں بیرون عربی	احد الف بیستین دست عشر
	۱۲۲۶ھ

یا علی - فاطمہ - محمد

**مسجد درگاہ ۱۲۲۳ھ** | باہر بیٹ میں درگاہ شریف سے ملی ہوئی ہے یہی مسجد اہل طہ درجہ کی ہے۔ جس میں قریب ڈیڑھ سو مصلیوں کے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ عمارت پختہ و سنگین ہے اس کی پیشانی پر برج کتبہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کو ۱۲۲۳ھ میں عبد العظیم خان صاحب سندوزی نے بنوایا ہے۔

در محل اجتاب شاہ علی	قدس اللہ سرہ المسعود
خان عبد العظیم سندوزی	بنامی کہ بود سبجود
کرد مسجد بناید کہ پاک	باب حنات خویش را بکشد
ہاتف غیب گفت تاریخش	بے باخانہ نجات نمود
	۱۲۳۰ھ

**جامع مسجد اندرون قلعہ ۱۲۲۹ھ** | اندرون قلعہ محلہ قلعہ میں یہ پختہ جامع مسجد بنی ہوئی ہے۔ اس پر یہ کتبہ ہے:-

حب حکام میر عالیشان	زبدہ دودمان آل عبا
مرحہ خلق شاہ یارا الملک	عمدہ خاندان محمد علی
خان باعز و شان علی احمد	کرد مسجد بناید بق و عفا

بقیہ نوٹ صفحہ (۳۸۲) سال تاریخ آمدہ لکھنؤ ۱۲۲۹ھ ۱۲۳۰ھ کتری حجام بناد ایں کشتی ۱۲۔

خوابت اعظم چو سال تاریخش

رخخانہ عافیت اختر و گفتا

۱۲۲۹ھ

ادہ تاریخ باب مقدس اعظم

دیگر مادہ تاریخ - محمد الحجۃ السعدی الکبیر بیت اسد

۱۲۲۹ھ

۱۲۲۹ھ

**جامع مسجد باہر پیٹ** باہر پیٹ سنہری منڈی میں قدیم زمانے کی پختہ بنی ہوئی ہے جس کی تاریخ کا پتہ نہیں چلتا۔ متوسط درجہ کی مسجد ہے جس میں دو سو نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ مسجد آباد ہے۔

**لال بنگلہ** دریا سے تنگ بھدرے کنارے لگا ہوا ہے۔ جب دریا پور جاتا ہے تو بنگلے کی طرف کیوں لگ جاتا ہے۔ بنگلہ کی چھت پر شب ماہ میں مٹی میں تو عجیب لطف نظر آتا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک نگاہ جاتی ہے چاندی کا تختہ بچھا ہوا ہے۔ دن کے وقت دور دور کا نظارہ ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ فی الحقیقت دل بہلائے کا عمدہ مقام ہے۔ عمارت ایسی پختہ ہے کہ گو کہ دریا کی موج اس کی دیواروں سے ٹکراتی ہو مگر ذرا جنبش نہیں کھائی تھمٹا سوا سو برس کے اول نواب شاہ یار الملک نے جب ان کی عالم پور جاگے تھے یہ بنگلہ بنوایا ہے۔ پہلے اس میں تحصیلدار صاحبان رہا کرتے تھے جب سے آصف علی خاں تحصیلدار مرحوم کے زمانے میں کوئی دو سال ہوئے بجلی گری اور پیالہ تحصیلدار مولوی رفیع الدین اور آصف علی خاں مرے لگو وہ اپنی موت سے ہی مرے بجلی کرنے سے مرے نہ اس بنگلہ کا کوئی اثر تھا بنگلہ بدنام ہو گیا اس میں اب ڈاکٹر صاحب مع اپنے بال بچوں کے رہتے ہیں۔ مسافر بنگلہ کے طور پر اس کو کام میں لانے کا بھی خیال ہے اور میری رائے میں اس سے بہتر تفریح گاہ ہو نہیں سکتی۔

**دیول دیول** یہ مشہور دیول موقوفہ علیہ قصیدہ عالم پور دریا سے تنگ بھدرے کنارے قلعہ کے اندر ہے۔ اس کی تعمیر کی کوئی تاریخ صحیح نہیں معلوم ہوتی مگر ہندوؤں کے چران کی رو سے پانچ ہزار برس کا زمانہ بیان کیا جاتا ہے۔ دیول مذکور کی عمارت پختہ سنگ بست ہے اور پیران مذکور سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تعمیر کرنے والا اس دیول کا مسمی (رہا سدا) نامی کوئی رشی ہے جس کی تفصیلی حقیقت یہ ہے کہ رشی مذکور کا باپ مالک دکن سے مقام کا سی یعنی بنارس

تمنا سے اولاد میں گیا اور وہاں پر چند روز کے بعد فوت ہو گیا۔ عورت بیوہ ویشویشیر دیوتا  
 موقوفہ کا سعی کی پرستش میں مشغول ہوئی جس کے صلہ میں اسکی عبادت مقبول ہو کر خود  
 ویشویشیر اس بیوہ سے ہم کلام ہوا اور یہ کہا کہ بوجہ فوت ہو جانے تیرے شوہر کے تجھے فرزند  
 نہیں ہو سکتا لیکن اُس کے کہنے کے بعد آثارِ حمل کے نمایاں ہوئے اور مدتِ معبودہ کے  
 بعد لڑکا تولد ہوا۔ جب چار پانچ سال کی عمر کا ہوا تو بچوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا لوگ  
 اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور طعن و تشنیع کرتے تھے کہ یہ ”رٹڈ پو تر“ ہی یعنی  
 باپ کے مرنے کے بعد بیوہ سے پیدا ہوا ہی۔ غرض کہ لڑکا بعد پونہ پنے سن شعور کے ان باتوں  
 کو سن کر بہت آزرده ہوا اور اپنی ماں سے پوچھنے لگا یہ کیا معاملہ ہے جو لوگ مجھے چھیڑتے  
 ہیں سچ بتا کہ میرا باپ کون تھا ماں نے کہا کہ تیرا باپ کون ہے اس کی حقیقت ویشویشیر دیوتے  
 دریافت کر۔ اس لڑکے نے جواب دیا کہ ویشویشیر ایک پتھر کا دیو ہے وہ مجھے سوال کا جواب  
 کیوں کر دے گا۔ پھر بھی اُس کی ماں نے یہ اصرار کیا کہ ضرور وہ جواب دے گا۔ بہر حال اُس نے  
 ویشویشیر دیو سے پوچھا دیو نے یہ جواب دیا کہ ماں تو تیری جو موجود ہے اور میں تیرا باپ ہوں اس  
 لڑکے نے کہا کہ مجھے تمام لوگ رٹڈ پو تر کہتے ہیں اس الزام سے میں کیوں کر بچوں۔ دیو نے  
 کہا کہ ملک و کن میں ایک مقام ہے لا پور (عالم پور کا قدیم نام ہے) جو دریاے تنگ بھدر پار  
 واقع ہے اور دیو وہاں موجود ہے وہاں جا کر دیو مذکور کا دیول تعمیر کر اُس نے جواب دیا کہ میرے  
 پاس اس قدر روپیہ کہاں جو میں دیول بنا سکوں۔ ویشویشیر نے ہدایت کی کہ تو وہاں  
 جا کر پانچ دیول کی پرستش کر اور وہ پانچوں دیو تجھے پانچ رس عطا کریں گے ان دیول کے  
 نام یہ ہیں۔ بال برھیشور۔ پاروتی۔ ترس گپتی۔ کمال بہروں۔ جگول انہ چنانچہ ان پانچ دیو  
 کی پرستش کے بعد اس کو رس عطا ہوا اور یہ ہدایت ہوئی کہ اس رس کو ایک شیشہ میں رکھ  
 لے اور مزدوروں کو تعمیر دیول کے واسطے مامور کر شام کے وقت اُس رس کو تنگ بھدر پار کی  
 ریتی پر رکھ کر یہ استدعا کرنا کہ جس نے جس قدر محنت کی ہے اُس کی مزدوری اسی قدر مل جائے  
 تیرے اس عمل سے تیرا نام رسا سدھ کلا وسے گا اور رٹڈ پو تر کا الزام دفع ہو جائے گا۔ اس طرح  
 دیول مذکور کی بنا ہوئی اور اسی طرح متعدد مقامات پر (۶۰) دیول نامبروہ نے مقام سچ نکال

علاقہ انگریزی سے موضع کوڑوہلی تعلقہ نہاتک تعمیر کراے۔ ان مقامات کی ابتدا و انتہا میں درمیان فاصلہ (۸) کروہ کاہو۔ مگر ان دیولوں میں سے امتداد زمانہ کی وجہ سے اکثر دیولوں کا پتہ و نشان نہیں باقی رہا۔ بال برھیشور کے اندر (۹) دیول ہیں اور ہر ایک کا دیول علیحدہ علیحدہ ہے جن کی عمارت بالکل سنگ بست ہے اور تمام تر عمارت حسب نمونہ دیول ہائے کاسی و بنارس طیار کی گئی ہے اور اب تک موجود ہیں اس دیول کی دیواروں پر بے شمار تصاویر نہایت عمدہ صنعت سے منقوش ہیں جن سے بانیان کی اعلیٰ درجہ کی کاریگری معلوم دیتی ہے۔

**دیول باپ ناشی** ایک دیول موسومہ باپ ناشی قصبہ عالم پور سے ایک میل کے فاصلہ پر سر زمین موضع سنگوار تعلقہ نہا میں دریائے تنگ بھدر کے کنارے واقع ہے۔ جو اسی شخص یعنی (رس سدھ) کا تعمیر کرایا ہوا ہے۔ یہ مقام اہل ہنود کے نزدیک بہت متبرک ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس دیول کے پاس تنگ بھدر اندی شمال رو بہ بتی ہے۔ اور از روئے پُران یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک برہمن مدراس علاقہ سے اپنے باپ کی ہڈیاں دریائے بھاگیرتی مقام کاسی ڈالنے کے لئے جاتا تھا جب اس مقام پر پہنچا تو حسب معمول ان ہڈیوں پر بانی چھڑکا ان میں خوشبو پیدا ہوئی متعجب ہوا کہ یہ پھولوں کی خوشبو کیسی دیکھا تو بچائے ان ہڈیوں کے ان میں پھول موجود تھے اُس وقت جب کہ یہ کرامت واقع ہوئی باپ ناشی نام سے یہ مقام مشہور ہوا ہے بال برھیشور کی جاترا ماہ سہاون میں ہر سال ہوتی ہے اس قدر داخلہ تعمیر دیول ہائے مذکور الصدر کا ملتا ہے سواے اس کے کوئی داخلہ نہیں ہے۔ البتہ دیول مذکور میں جا بجا پتھروں پر پُرانی سنسکرت کے کتبات ہیں جو بدو خاص اہتمام کے پڑھے نہیں جاسکتے۔ ان دیولوں کو سرکار عالی سے معاش خدمت مقرر ہے اور بوجہات متذکرہ بالا عالم پور کا مقام اقوام ہنود کے نزدیک وکن کا کاسی کہلاتا ہے۔

**دیول کوڑوہلی** دیول موقوفہ موضع کوڑوہلی تعلقہ نہا موسومہ سنگیشور۔ یہ دیول دریائے تنگ بھدر اور کرشنا کے سنگ پر بنچتہ اور سنگ بست عمارت ہے یہاں ہر سال سیوار تری کے دن جاترا ہوا کرتی ہے اور ہزار ہا اہل ہنود مقامات دور دراز سے آتے ہیں یہ دیول بھی اُسی (رسا سو) کا بنایا ہوا ہے جس نے برھیشور اور باپ ناشی کا دیول قصبہ عالم پور و سنگوار میں تعمیر کرایا تھا اور یہ سب دیول ایک ہی زمانے کے بنے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ عالم پور کے چپے چپے پر دیول بنے

ہوئے ہیں مگر ہم نے مختصر اُڑے بڑے مشہور دیولوں کا حال لکھنے پر اکتفا کیا۔ ان دیولوں کے پوجاریوں کو اپنی معاش کے علاوہ جاتریوں سے بڑی آمدنی ہوتی ہے مگر سب خود غرض ہیں کسی ایک کے پاس تاریخی حالات نہیں نہ ان کو دل چاہی ہے نہ انھوں نے کسی کتبہ کو نقل کیا۔ ممکن تھا کہ میں ان کے چرے اُتر داتا اور ان کو مسٹر شاستری اسٹنٹ سوپرٹنڈنٹ صیغہ آر کیا لاجی مدراس گورنمنٹ کے پاس بھیج کر ترجمہ کرتا جس طرح کہ کنگا گیری کے دیول کے سیاست اور بیون ٹی کے تاجنے کے پتروں کو میں نے پڑھوایا لیکن ایک طول عمل تھا جس کے لئے بہت وقت درکار تھا اور ممکن تھا کہ مسٹر شاستری جنھوں نے اپنی مہربانی سے اتنی محنت گوارا کی کہ وہ پہلو تہی کرتے کہ ان کو اپنے کام سے اتنی فرصت کہاں جو ہمارا کام کریں۔ اب کہ سرکار ہذا میں ایک نیا صیغہ آر کیا لوجی کا قایم ہوا ہے رفتہ رفتہ وہ اس کام کو کریں گے اور ضلع راجپور میں عالم پورا اور گیور دونوں مقام ایسے ہیں جہاں کہ بیسیوں سیاست موجود ہیں اور جن کے پڑھنے کو ایک مدت چاہیے۔ عالم پور میں کوئی قلعہ اب باقی نہیں رہا مگر ہاں گری پڑی دیواروں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں قلعہ رہا ضرور ہوگا۔ اب یہاں مستقر تحصیل اور پولیس کا اسٹیشن ہاوس اور سرکاری دواخانہ اور مردانہ زنانہ مدرسہ ہے۔



# سوکھوال ضمیمہ

## فرامین و اسناد شاہی

نقہ

ل

فرمان بہ سلطان علی عادل شاہ کلاں بادشاہ پنجاب  
فرمان ہمایوں شرف صدر دریافت بجانب خان اعظم حیدر خان نائب غیبت و ملک فتح محمد  
و کارکنان حال و استقبال معاملہ پنجاب آں کہ درین ملائمت بن شیخ محمد بن شیخ غیاث قزلباشی سلیارگشاہ  
سیادت و نقابت پناہ نجابت و ہدایت انتباہ شاہ محمد حسینی ابن سید السادات سید زین العابدین  
حسینی البخاری سون ملی سمت مولو معاملہ مذکور و قمر کلکرنی بدرگاہ عالم پناہ التماس کرد کہ بوقت  
آمدنی سلطان محمد تغلق و خواجہ سیاه زمین دیران اقتادہ بود جتہ آبادی موضع مذکور موازی چارودہ  
چارو زمین سلطانی شمار کردہ بہ موجب پتر و خور و خط خواجہ سیاه حق و الغام و دیگر ابواب تعلقہ  
موضع مذکور بہ تفصیل ذیل بنام آباد امیر شاہ محمد حسینی دہندہ میراث کرسی در کرسی مرحمت  
فرمودہ اند اول برگ و تشریف دہمہ ابواب پان و ناگر نشان الغام زمین نیم چارو و دوازده ٹانک  
میٹھی و کھونکنی در چار و پنج کیل در کشت یک پستہ باخوشہ موازنہ و کیل بہا قبا در چار و پرتاب  
چون و دیگر ابواب تعلقہ و بہ نسبت چنانچہ پروگاز و دو ہون سالیانہ عوض را بطہ پایہ وارد و سوہ  
چٹکی تھل بھرتی و حاصل روانی را ہداری شایع عام بنکایو از سنگ مونکری موضع جمن ہال سمت  
حوالی معاملہ مذکور و از آب سیل موضع ہو کھنلی و پجاوہ کلال و کنتی سنگ تاحد کنارہ دون سمت  
مذکور کہ در مابین ہر دو موضع واقع است و تلام و ہند کہ و گرام دیوتی و ہننت دیو و کار تاک  
و سپری و جری و ہولی و کوری و کوکل و کارونی و شغل ایراماس و جوڑہ پاپوش و دکان بقال  
و شیلی و تھولی و جاپ و جولائی و دھنگراں و لبعہ بزرگان بندہ مقرر بہت بشرط آں کہ  
چار چار زمین سرکار کشت نمودہ چارم حصہ الغام در سرکار دادہ حق و الغام و دیگر ابواب

دیرہ نسبت و دوازده بلوٹہ گیر و چون بزرگان قدوی و جمیع رکاب حضور پرنور پودہ اند بخت  
لاؤنی و وصول مبلغ کنند فی سد پان ملیان را یا قوم پنجم را یا زوے چا ساخته پیل بغلی مقرر  
کردیدیں تفصیل حق و الغام وغیرہ ابواب مذکور با و لا و احقاد و میراث کردہ و ہائیدہ اند چنانچہ  
بعد بندہ برگ و تشریف و ہمہ ابواب پان و الغام تین نیم چار و نہ ٹانک میٹھی و کھونگنی در چار و نہ  
کیل در کشت یک پشتہ یا خوشہ و کیل بہا و قبا در چار و نہ چول و خارج این در جمیع ابواب و یہ  
نسبت نصف حصہ بر سر پانچم پیل بغلی را مقرر کردہ دادہ اند بشرط آن کہ چار چار در زمین  
سرکار کشت کردہ چارم حصہ الغام در سرکار دادہ دوازده آنہ بلوٹہ گیر و بعداد غرس کلکری  
برگ و تشریف و ہمہ ابواب پان و الغام نیم چار و نہ ٹانک میٹھی و کھونگنی در چار و نہ  
کیل بہا و قبا در چار و نہ چول در کشت یک پشتہ یا خوشہ و کیل بشرط یک چار و نہ زمین سرکار  
کشت کار ساخته چارم حصہ الغام در سرکار دادہ در دیگر ابواب مسطور بہ موجب حصہ پیل کلاں  
باشند و بعدا و سونا قوم تیلی چچوری رعیت موروثی موضع مذکور برگ و تشریف و ہمہ ابواب  
پان و الغام زمین ربع چار و نہ بشرط آن کہ چار چار در زمین سرکار زراعت نمودہ رعیان دیرہ مذکور را  
آباد دادہ پٹی و ہیگارا و راجات و حق دوازده بلوٹہ تہ کن در آن پولہ و پشتہ یا خوشہ و پندول  
سرک و سال سور و مولہ تراس موافق محصول رعیت گرفته در سال دوازده جون برابر در سرکار دہ  
بنابر التماس آہنا بخاطر مبارک اعلیٰ آہور دہ بہ موجب پتر و خورد و خط فرمان عاطفت فرمان عاطفت  
بنام پٹیلان و سری کاران موضع مذکور و محنت شدہ بنوے کہ میراث مذکور تا غایت سنہ ۹۸۵  
و ثمانین تسعہ رواں شدہ آمدہ است بہاں دستور در سنہ ثلاث ثمانین تسعہ رواں شدہ  
ہر کہ از مسلمانان مانع آید بہ غضب خدا گرفتار باشد و از شفاعت حضرت رسالت پناہ بے  
نصیب باشد و ہر کہ از ہند و رواں غفل نماید در دہرم و کاسی خود گا و کشتہ خوردہ باشد تعلیق  
نوشہ گرفتہ اصل فرمان باز دہند و ہر حکم فرمان اشرف روند تکریری فی التاریخ نہم ماہ ذیقعدہ ۹۸۵  
نوٹ - یہ فرمان علی عادل شاہ اول بن ابراہیم عادل شاہ بن عادل شاہ کے زمانے کا ہے۔  
۱۰۔ اعلیٰ حضور اشرف اقدس عالم اول علی  
۱۱۔ چنانکہ مہر سے ظاہر ہے لیکن تاریخ فرمان کے لحاظ سے اجرائی اس کی ابراہیم عادل شاہ  
ثانی کے وقت میں ہوئی کیوں کہ ۱۲۲ھ صفر ۹۸۵ء کو علی عادل شاہ اول کا انتقال ہو چکا  
تھا اور یہ فرمان ۹ ذیقعدہ ۹۸۵ء کا ہے۔ ۱۲



بسم اللہ الرحمن الرحیم  
الملك پلہ

نقہ  
فرمان ہو مالون شرف عدد و ریافت بہ جانب عزت و رفعت دستگاہ عمدۃ الاعیان زبدۃ الآثار  
خان عالی شان سعادت نشان رفیع القدر و امکان نعمت خاں حوالدار و کارکنان حال و  
استقبال دار السلطنتہ معاملہ پور محمد پور انکہ از شہر سنہ ستہ خمین و الف از راہ مراحم بادشاہ  
و فرط عواطف خسروانہ یک چادر زمین سلطانی در سواد موضع شکلی معاملہ مذکور بابت رد و ناراین  
در وجہ انعام جہت روشنائی و صفت بوریائی و آب سبیل و وظیفہ پیش نماز و فرارش مسجد کہ در خانہ  
شریعت پناہ فضیلت دستگاہ حقایق انبیا قاضی القضاات قاضی شریف سید صیف اللہ  
مجلس حاکم الشریع معاملہ مذکور واقع است عاظنت فرمودہ دہانیدہ شدہ است می باید کہ  
یکچا در زمین سلطانی مذکور داخل محصول و نقدیات و جمیع لوازمات و بیٹ و بیگار و فرمائش  
وزر نیلنگی و پاپوش میرالی و پولیس پٹیل و جنگی و سی سکہ سمیوں و کار عمارت و بعضی ثبت مبارک  
مترکہ معدن الاسن منج السور و تحصیل و غلہ نوکنہ و فرمائش کڑابی و علف و چرم و اہمک  
و پاچک و انکشت و وجہ یکماہ دو سیوہ و زکوات تلموہ و تھل بھرت و نیکا لو و ہسار و دستک  
و شکوتی و البامارک و بی علق و کیل بھرج و کوتا چھوہ والی و اوسلی و کھونکنی و کیلانہ و شب خانہ  
و پیرانہ و فقرانہ و پاملانہ و مسکور تی و بال و رکی و ہندر درکی و روغن و تیل و بہت حوالدار  
مجموعہ دار و ستر سمت و لوازمہ سر و سیائی و دیس کلکرنی و نار کوئندہ و صدر بہت و عیدین و  
موتی مردمان از ہر دو حصہ بوقت کیل و برج حصہ بعد از کیل و تو فرو کسر و ادت ماباری و  
چالہ کاری و بادری کاری و لوازمہ پٹیل و کلکرنی و دوازده بلو تیاں و بیس بندی و بال ہبارہ  
و صادر و اد موتی بہمت و غیر محصول و بیداکری و صادمک و شرینی و بھتہ بیکاری و بعض  
کتاب و کل وجوہات و سایر قانونات اسمی در سمی نقدی و جنسی آنچه در دفاتر علی ثبت  
است و پیشتر احداث خواہد شد تمام و بنالہ قاضی شریف مشارالہیہ نمایند و چا ورنہ مذکور خارج  
کھانہ و مقاصد و قصہ و دیہ شاستہ بعد ایشاں و باد و احفا و ایشاں جاری سازند

عذر فرمان نکرده سال بسال به بهین فرمان رواں دارند تعلیق نوشته گرفته اصل فرمان باز در دست  
تخیر فی التایخ چهاردهم شهر ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ

بروانگی حضور خورشید ظهور اشرف اقدس بهایوں اعلیٰ

الملک اللہ

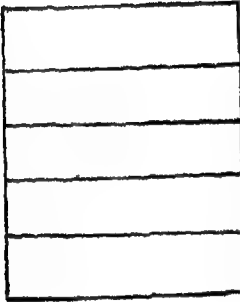


نقہ

فرمان بہایوں شرف صدور یافت بجانب عاملان و استقبال و ناگزیران و دیسایان برگئے ریور  
نکرده آن کہ از شہور ستم شہان خمین والہ - درینولا فضیلت آب عبدالنبی بن شیخ مخدوم  
قاضی برگئے مذکور بدرگاہ معلی التماس نمود - از اسناد سابق عمدہ قضات و خطابت برگئے  
مذکور انعام اراضی شش کروڑ زمین و یومیہ چار آنہ و معمول عیدین وغیرہ و سال آیا و بھگوٹہ  
جاری دارند و نظر عنایت فرمودہ قضات بنام فرزند غلام حسین مرحمت فرمایند بنا بران التماس  
او بنجا طسارک اعلیٰ آورده غلام حسین بن عبدالنبی را عمدہ قضات و خطابت برگئے مذکور انعام  
شش کروڑ زمین وغیرہ حقوق بہ مطابق فرود سابق بہ موجب تفصیل ذیل مرحمت فرمودہ دہانید  
شدہ است و در سواد برگئے مذکور زمین چار کروڑ و یکڑ بہ موضع سولاپور و ایک کروڑ بہ موضع ملکاپور  
و ایک کروڑ بہ معمول عیدین دہ روپیہ یومیہ چار آنہ و تیل چراغ مسیہ روزینہ پاویکے و ہلکے وغیرہ  
می باید کہ مشاغل را قاضی و خطیب آنجا مستقل دانستہ آنچہ قصد و معاملہ شرعیہ بودہ باشد  
با و رجوع کردہ انعام زمین مذکور و یومیہ معمول عیدین و ہلکے و تیل و کل باب کل وجوہات  
و بنالہ نمایند و بعضی صلاہ اورا سے نموده باشند و میراث قضات بحسب قاعدہ از و رواں دائر  
بہ بیچ وجہ مزاحم معارض نشوند و میراث بعد مشاغل را لایہ پاد لاد و با حفا و جاری دارند عذر فرمان مجبور  
ہر سالہ نکرده سال بسال بہین فرمان رواں سازند تعلیق نوشته فرمان باز در دست تاد انشد

در حکم فرماں اشرف روند تحریر فی تاریخ غرہ ذی حجہ ۱۰۶۸ھ  
بر دانگی حضور خورشید ظہور اشرف اقدس بہایوں اعلیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم



پیشا فرمان عالم گیری  
۱۰۶۸ھ - ۱۶۵۹ء  
اگر مسلمان

می باشد برادر دین باشدے محفوظ می ماند  
و از بلاے بے وطنی دشمنان بے سعید  
محفوظ می ماند اما حیثیت که مسلمان نشد



زبدۃ الاماثل والاقران لایق الغایت والاحسان

پیژنایک بغایت بادشاہانہ مفتخر و مہابہی بودہ بداند کہ دریں ولا از پیشگاه خلافت و  
جہان بینی از راه فضل و کرم تقصیرات آں زبدۃ الاماثل والاقران عفو شدہ و سر و سبکی نصیب شدہ

۱۵ - یہ فرمان ۱۶۵۹ء سال اول جلوس اورنگ زیب کا پیژنایک راجہ شورا پور ضلع گلبرگہ کے نام کا ہے  
اس پر ایک چھوٹی مہر جو بالکل مٹی ہوئی ہے اور دوسری ریلج ہے جس میں طغرائے عربی ہے۔ لیکن دوسرے  
یہ فرمان چھتیسویں سال جلوس کے چکنا نایک دوسرے راجہ شورا پور کے نام میں جن کی عبارت ہم ذیل  
میں نقل کرتے ہیں ان پر کی قینوں میں ہم نے خوردین کی مدد سے بدقت تمام پڑھ لی ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخط نستعلیق

نشان عالی متعالی  
پادشاہ  
بھگوان شاہ  
محمد اعظم شاہ

فرمان ابوالمظفر  
محمد الدین اورنگ زیب عالمگیر  
پادشاہ غاس کے



نشان عالی



۱۲۵

اس پر ایک پیر

دو فرمان چھتیسویں سال جو

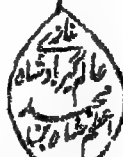
میں نقل کرتے ہیں ان پر کی تینوں میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

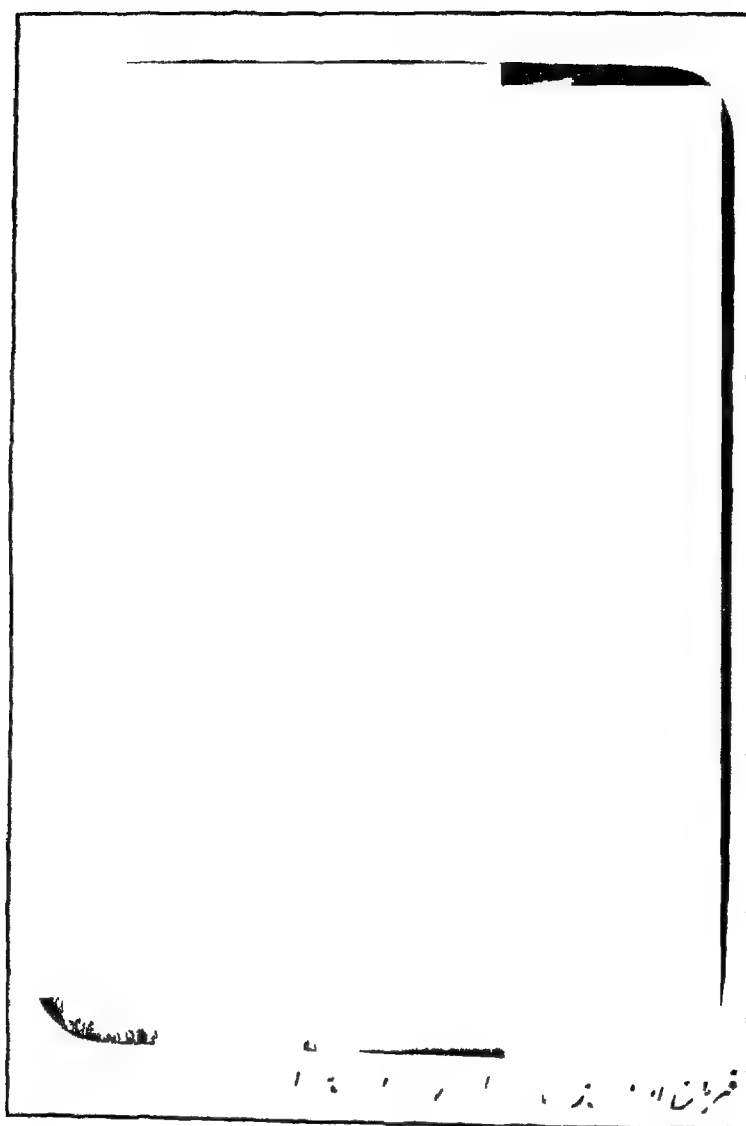
بخط تعلیق

بخط سحر

لقسمان ابوالمظفر
محی الدین اورنگ زیب عالمگیر
بسم اللہ الرحمن الرحیم



الحمد





وغیرہ میں سب سے زیادہ آئے سابق مطالب فرماں والا حضرت بآں زبدۃ الافران بحال حکم شدہ  
 یقینہ حاشہ صفحہ ۲۹۲- یہ فرمان گڈو پڈ نایک کے نام کا ہے۔ گڈی کے معنی ڈاڑھی کے ہیں یعنی  
 ڈاڑھی والا نایک۔ یہ اپنے باپ گڈو ویا م نایک کی جگہ ۱۶۵۶ء میں مقرر ہوا اور گیرہ میں حکم ران تھا۔ آبادی  
 جائیداد کی تقسیم اس میں اور اس کے بھائی گڈی لنگ نایک میں ہو گئی۔ گڈو پڈ نایک بڑا جری آدمی تھا  
 اُس نے قلعہ داکن گیرہ کو بیونت راؤ سے اور دیوا پور ناگنا تھ راؤ سے چھین لیا۔ بیونت راؤ کے پاس  
 دو سو اور ناگنا تھ راؤ کے پاس تین سو گھوڑے تھے ان کے قبضہ میں قلعہ جات داکن گیرہ۔ شاہ پور اور  
 سگر تھے۔ ان کے پاس بارہ سو کی فوج تھی لیکن پڈ نایک نے صرف نو سو کی فوج سے سخت معرکہ  
 کے بعد ان دونوں کو ہلاک کیا اور سارے قلعے چھین لئے اور جب یہ خبر اورنگ زیب کو ملی تو  
 بادشاہ نے راجہ رام بخش کو بہرہ کر دی چار ہزار افواج، اس کے مقابلے کو بھیجا۔ شاہی لشکر موضع اگنی میں اترا  
 اور تین مہینے کی جنگ کے بعد راجہ رام بخش ناکام واپس گیا۔ جب بادشاہ بیجا پور نے مغلوں کی شکست  
 کا حال سنا اور معلوم کیا کہ گڈو پڈ نایک ان کے ہاتھ بھی نہ لگا تو بیجا پور کے بادشاہ نے گڈو نایک سے  
 یہ بظاہر صلح کر لی اور دیر دہ اُس کے قتل کی تدابیر کرنے لگا۔ اس لئے بادشاہ نے ایک عام اعلان دیا  
 کہ جو کوئی ایک ست ہاتھی کو پکڑ کر باندھ دے گا اُسے جاگیر نو لاکھ سالانہ کی رحمت ہوگی۔ یہ خبر اُڑتی  
 اُڑتی گیرہ کو پہنچی اور گڈو پڈ نایک تو دیر بند رہ سو بہراہیوں کے ساتھ بیجا پور جا پہنچا دیکھ تو ہاں اڑتا نہیں  
 رجواڑے اور بہادر لوگ پہلے سے موجود تھے بادشاہ نے بیٹا رکھ دیا لیکن کسی نے اُس کے اٹھانے  
 کی جرأت نہ کی۔ پڈ نایک آگے بڑھا اور بیٹا اٹھالیا۔ بادشاہ بھی دل میں خوش ہوا کہ اس بہانے سے بھی تو یہ  
 مرے گا۔ ایک دن مقرر کیا گیا۔ سارے شہر میں منادی کر دی گئی کہ فلاں وقت ہاتھی چھوڑا جائے گا سب  
 لوگ اپنے اپنے گھر بند کر لیں اور مکان کی چھتوں پر سے تماشہ دیکھیں۔ پڈ نایک طیار ہو کر وقت  
 مقرر پر آن پہنچا۔ سہرے پر ایک چرمی ٹوپی تھی اور ٹانگوں میں جانگلیہ (چدھی) بغل سے کرتک پٹک  
 لپیٹ لیا تھا اور بائیں ہاتھ پر کل لپیٹا ہوا تھا۔ اُسی میں ایک خنجر اور دوسرے ہاتھ میں سونٹا تھا۔ اس  
 طرح دنگل میں اترا۔ ست ہاتھی جو بند ہا ہوا تھا چھوڑ دیا گیا۔ ہاتھی نے چھوٹے ہی مکانوں دکاٹوں  
 کو ڈھانا اور درختوں کو توڑنا شروع کیا۔ پڈ نایک ہاتھی کے سامنے آیا اور ہاتھی اُس پر چھٹا لیکن  
 پڈ نایک صاعقہ برق کی طرح چشم زدن میں ہاتھی کی بیٹھ پر تھا اور چڑھتے ہی زبردست سونے



باید کہ امیدوار عنایات پادشاہانہ ہوئے پام نایک پس خود را بہ طمانیت خاطر بر کاب ظفر انشا  
بفرستد کہ بنوازشات پادشاہانہ و عطاے منصب سر بلندی یا بد چارم شہر رمضان المبارک  
سنہ احد جلوس والا قلمی گشت -

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۳ - مشک پر بیاضیسا مارنے لگا کہ ہاتھی بوکھلا گیا - پڑنا یک اسی طرح ہاتھی  
کو کان پکڑ کر بادشاہ کے سامنے لے گیا اور دم کی طرف سے دوبارہ اوپر چوہہ کر بیٹھ گیا - پڑنا یک نے بادشاہ کو  
سلام کیا اور عرض کی کہ کیا مجھے آنکس دیا جائے گا یا میں ہی سوئے سے اس کو لے جا کر تھان پر  
باندھ دوں - بادشاہ نے آنکس دلوادیا اور پڑنا یک ہاتھی کو لے جا کر تھان پر باندھ کر دوبارہ بادشاہ  
کے حضور میں حاضر ہوا اور سلام کیا جس پر بادشاہ نے برسر دربار ایک سند اور ایک گرزونی ڈھائی من کا حمت  
فرمایا جس پر مناسب عبارت کندہ تھی اور ساتھ ہی اس کے یہ خطاب بھی سرفراز ہوا "گج گند ابھیر نڈا  
گڈ و پڑنا یک بلونت بحری بہادر" اور دس لعلہ سب ذیل جاگیر دی - اندولہ - نیلگر - سروال - رتاپور  
دو گیرہ - ملی - کھیاویں - ہنسلی - کرکلی - مدرکی - نایک نے واکن گیرہ میں ایک دربار ہال بنایا جس میں  
بنایا اور سترہ برس حکومت کر کے مر گیا -

زمان میں پام نایک کا بھی ذکر آیا ہے - گڈ و پڑنا یک لا اور فوت ہوا اس نے اپنے بھتیجے پام نایک کو بنی  
لیا جو لنگ نایک راجہ کر گڈ کا بیٹا تھا - پام نایک سکے ۱۶۲۸ میں حکم راں ہوا اور واکن گیرہ میں رہنے لگا - اس  
کے پاس بلوہ سو سوار اور بارہ ہزار سپہ سالاروں کا لشکر تھا - اس کی حکومت واکن گیرہ - سنگر  
شاہ پور - آٹاپور - ملی بھیڑ پڑتھی - اس نے دو تالاب جالی بنی میں بنوائے نیز پور تھال کا بڑا تالاب جو عادل  
شاہیوں کا بنایا ہوا تھا مگر موت طلب ہو گیا تھا اس کی ترمیم اور توسیع کی - ان کے علاوہ بادامی تالاب  
بھی بنوایا - چکن ملی میں ایک برج بنایا اور واکن گیرہ میں ایک اور قلعہ بنا کر چار توپیں چڑھادیں اور دو تالاب  
اور تین باولیاں بھی کھدوائیں - یہ شخص بادشاہ بیجا پور کا باج گزار تھا - اور وقتاً فوقتاً اپنی فوج بادشاہ کی خدمت  
میں لے جایا کرتا تھا - اس نے عادل شاہیوں کی طرف ہو کر کئی لڑائیاں لڑیں اور سب میں سر پر ہوا -  
بیش سال کی حکمرانی کے بعد اس نے ۱۱۰۹ھ میں انتقال کیا - ۱۲ -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الملک



فرمان ہمیں شرف صد دریافت بجانب عربت و شجاعت دستگاہ مزید کار آگاہ عمدہ  
ذرا سے عظام زبیدہ امرائے کرام ننگ دریاے مری و مردانگی گوہر کان فیروز سندی و فرزانگی  
فارس مضمار شجاعت مبارز میدان شہامت شالیستہ فراوان عافیت و تحسین سزاوار ہزاروں  
مرحمت و آفرین خان عالیشان اقبال نشان فرزند رشید سپہ سالار دوران کر عرض کند سپہر علی  
فضل فضلا و فضل افضل از ہر ملکی بجائے تسبیح آواز آید کہ افضل افضل خلاصہ نیکو باہان ملک کیم  
و کشورستان افضل خاں محمد شاہی سرحوالدار و سپاہ و نقابت دستگاہ شجاعت و شہادت  
۵۔ مہر غری وقت سے پڑھی گئی اس میں یا علی مدو کے بعد یہ شعر کندہ ہے

میر شاہی زور تقی برہر و ماہ خیر و عادل علی عید از محمد بادشاہ

یہ فرمان علی عادل شاہ ثانی کے زمانے کا ہے (۱۰۶۰ھ تا ۱۰۸۰ھ) جو قاضی صاحب مغل کے نام ہے۔ صاحب سند  
قاضی محمد ابوالحسن تھے جن کے بعد کا سلسلہ یہ ہے۔ قاضی محمد امین الدین قاضی محمد ابوالحسن قاضی محمد امین الدین و قاضی محمد

سیدہ اودھو الدار و کارکنان سال و استقلال متعلقہ ہر گل آنکہ از شہور سندھ شمان زمین والہ  
درینہ لا شریعت پناہ قاضی ابوالحسن بن قاضی خلیل حاکم الشریعہ معاملہ مذکور برنگاہ معالی التماس نمود  
کہ در وجہ قضاے خود بر وجہ زکوٰۃ معاملہ مذکور بر محل چہ پچہ سادہ سی و پریسی ماہنہ مال و تسک و پسک  
بموجب فرماں ایستاج و ہوکوتہ سال آباد سہ صد ہون روایت اما چیزے نمیرسد مطلق غیریت  
دارد از نیم لغایت سرگردان و پریشاں عالم نظر عنایت فرمودہ سہ صد ہون تنخواہ قضا کہ روایت  
از پنجیلہ دوست ہون مقرر داشتہ باقی یکصد ہون را بر وجہ زرا ابواب دیوانے دہی سکے ہیون دکار  
عمارت و بعض بیت مبارکہ متبرکہ معدن الان پنج السور ہفتاد و پنج ہون وغیرہ محصول و سدا کری  
و ساونک و شرنے و باقیات بابا بست و پنج ہون مرحمت نمودہ فرمان اشرف عاطفت شود  
بنابر ایں بخاطر مبارک اعلیٰ آوردہ تنخواہ قاضی مشارالہ بدل قضا بر وجہ زکوٰۃ سہ صد ہون کہ روایت  
ازیں جملہ دوست ہون وجود باباے زکوٰۃ مذکور مقرر نمودہ باقی یکصد ہون خود گذاشت کردہ میاں  
آں بر وجہ زرا ابواب دیوانی و ہر دو پٹی ہفتاد و پنج ہون وغیرہ محصول و سدا کری و ساونک و  
شرنے و باقیات بابا بست و پنج ہون جملہ یکصد ہون دہانیدہ شدہ است می باید کہ حساب السطور  
مقرر دانستہ مبلغ مذکور بلا مقصور تمام و کمال موڈی سازند هیچ باقی و غیر ادا ماندن نہ دھند و عذر  
فرمان ہر سالہ نمکند ویر قاضی مشارالہ محتاد عیدین و ہاے قبالت و چار ہون بردادنی پتی  
روایت اما تمامی ادا نمی کنند چہ معنی دارد باید کہ لبست و چار ہون بردادنی پتی تمام و کمال موڈی  
سازند و برسانند و پنج چادر زمین و کدہ شالی چار کروا تر اسہ چادر در سواد سہ موضع سمت کرگڑی آنرا  
در موضع بودیہ مال یکجا و در موضع کسر باد می یکجا و در موضع تروری یک چادر و در قصبہ کرکڑی معاملہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۵ - قاضی محمد امین الدین جنہوں نے مجھے سند دکھائی - آخر کی تین ہری پوری طرح  
پڑھی نہیں جاتیں ۱۲۰

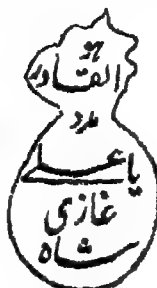
۱۵ چہرہ سادہ سی و پریسی - ماہنہ مال - ٹیک - پکی (بھسکی - غلہ کی دکانوں پر مٹھی مٹھی آنج لے لینا) سید اگری  
سادک - شرنے وغیرہ یہ سب مختلف قسم کے معمرات تھے اب سواے بھسکی کے کوئی ان کا نام بھی نہیں جانتا -  
۱۶ - بھگوٹہ یا دھواٹ بمعنی محل درآمد ۱۷ - سال آباد - سالیانہ ۱۸ - بضم اول و کسر واو دیاے معروف بہ معنی دو صد  
از غیاث ۱۹ - چار بیگہ کا ایک چادر ہوتا ہے ۲۰ گدہ - دھنڑی - زراعت شالیزار ۲۱ - بودیہ مال - کسر باد می -

گرڑی میتینوں موضع تعلقہ تنگہ ضلع جیسا پور میں ہیں اور موضع کرکڑی (کرکڑی) سنگسور سے دو میل ہے - ۱۲۰

مذکورہ دو چار زمین و کدہ شالی چہا کر و تن کلاب بالانعام بالا بالادی و احفادی بزرگان قاضی  
مومی الیہ رواں است بدان موجب بقاضی مشار الیہ ہو کو تہ پیشو و مقاصدایان و پٹیلان  
دیہاے مذکور از روئے حرکت زمین انعام مذکور کرد کرد و ان نمیدهند و رہ باب یہ رعایاے زمین  
انعام مذکور تشویش و آزار میرسانند چہ حد اندازہ آتنا است اکنون پنج چار و کدہ شالی  
مذکور بالانعام قاضی مومی الیہ مقرر دانستہ مقاصدایان و پٹیلان دیہاے مذکور را تاکید بواجبی  
نمودہ زمین مذکور از رعایاے کرد کرد انیدہ چنان نمایند کہ حق العائد اران بلا قصور و لا فتور عاید  
کرد و یہ رعایاے چادرات مذکور پنج و جہین الوجوہ مزاحم و معارض شدن نہ دھند و اگر مقاصدایان  
و پٹیلان دیہاے مذکور بہ رعایاے چادرات انعام قاضی مشار الیہ باز تشویش و آزار دینند  
داخل کنند چنان تا دیب سازند کہ بحال خود بودہ باشند پنج چار و کدہ مذکور داخل محصول و نقدیا  
و جمیع لوازمات و بیت بیکار و فرمایش و زراب و اب دیوانی و ہر دہیتی و بعض باہا و کلاب و  
کلوچہات و سایر قانونات اسمی و رسمی و قلمی و قدیمی و نقدی و جنسی و کلوچہ دی و پنچہ کہ در دفاتر  
اعلیٰ ثبت است و بیشتر احداث خواہ شدہ تمام و بنالہ نمایند دادہ نفر کماندار تسانہ معاملہ مذکور  
حوالہ محکمہ شرع شریف بموجب فرمان سابق روانست ہر کہ از امر شرع محمدی سختی او زواہل  
نماید اورا تنبیہ بواجبی سازند و در امور شرع محمدی مطیع و منقاد باشند و مسلمانان متوطنان قصبہ  
و مضافات را تاکید کنند کہ نجس اوقات یراے نماز و مساجد حاضر شدہ بدعاے  
دوام دولت ابد پیوند اشتغال باشند و عقدانہ اہل اسلام از قصبہ و مضافات بقاضی مومی الیہ  
بموجب ہو کو تہ سالانہ بدہانند و بے اذن قاضی عقدانہ نکنند اگر کسی بکنند تنبیہ بواجبی نمایند و  
غذہ فرمان ہر سالہ نمودہ سال بسال بر ہمیں متمشی دارند و بعدا و یا ولاد و احفاد و وجاری سازند  
و معتاد کو سفندہ بعید انھی و میوہ بعید شب برات بموجب سالانہ بقاضی مومی الیہ میدادہ  
باشند تعلیق نوشتہ گرفتہ اصل آن باز دھند تا دانتند و بر حکم فرمان اشرف روند۔

تحریر فی ۱۲ ماہ محرم ۱۰۶۹ھ

بانتظام سیادت و نقابت دستگاہ مزاجدان کار آگاہ سید نور الدین شہیل محاکک پروانگی حنفیہ  
بر نور اشرف اقدس ہمایوں اعلیٰ۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ پادشاہ

دوسرا فرمان عالم گیری  
۱۱۰۴  
۶۱۶۹۴



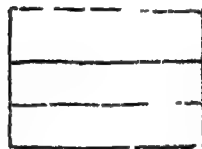
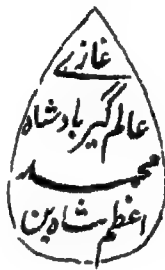
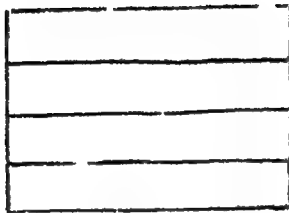
زبدۃ الامثال والاقران والاکفای والاعیان  
چکنا نایک بتوجبات مستطہر و سبای بودہ بداند

کہ بموجب نوشتہ شجاعت و تہور و سنگاہ شمشیر خان معروض دولت و اقبال عالی شاہیہ کردید کہ از  
یاوری بخت و مسعودی طالع مال کار را ملاحظہ نمودہ ارادہ تحصیل سعادت ملازمت کہ سرمایہ دولت  
جاودانیست نصب بعین خاطر دادہ و نظر بقصیرت پی در پی کہ بکثرات در میان آوردہ نشان  
قول عفو چرا کہ منو اہل ہند از راہ فضل و کرم رقم صفحہ و بخشش بر جریدہ معاصی او کشیدیم و بعد  
در یافت سعادت ملازمت در باب انعام ہشت موضع چیتا پور بجنور پور مقیم رہی  
نوشتہ التماس آن خواہیم نمود باید بجا طر جمع بلا توقف بملازمت بندگان عالی بشتا بد کہ انشاء اللہ  
تعالی بدرجہ کمال خود رسیدہ در میان اقران مایہ افتخار خواہد انداخت ہر ہم شہریع الاولی  
سے ہر شش از جلوس والا قلمی شد۔

تمیز فرمان عالم گیری  
۱۰۴۰  
۱۶۹۴

الهد  
پادشاه

بسم الله الرحمن الرحيم



زبدۃ الامثال والاقران عمدة الکفا، والاعیان چکنا نایک بتوجہات  
مستظهر و مباہی بودہ بداند عرفداشت آنزبدۃ الاقران متضمن ارادہ  
آمدن حضور و التماس یقین چچی کانت و چنتہ چینا و نکا سوردار سال نشان عنایت عنوان  
رسیدہ بہ نزد و بمطالعہ عالی گشتہ موئی الیہم را بر ذوق التماس او پیش آن خلاصہ الامثال فرستادیم  
و از راه فضل و کرم نشان مرحمت فراداد محلی بہ چنتہ تخاص مرحمت شدہ و تفاصیل منصب و  
زمینداری و غیرہ کہ پیشگاہ خلافت و جہاننداری جناب دولت عالی متعالی درجہ اجابت و پذیرائی  
یافتہ و در ضمن آن ثبت گشتہ باید کہ خاطر خود را من کل الوجوہ مطمئن داشتہ ہر ادنام ہر دہ با  
روانہ بہ رفیعہ منیعہ شود کہ بعد از رسیدن حضور لبطاء فرمان والا نشان و اسناد دیگر سر بلند  
خواہد گردید و جمیع ملتہا تش کہ مقبول در گاہ آسمان جاہ گردیدہ بادراک آن سرفرازی را بدو ج افلاک  
خواہد رسانید تا رخ غرہ ذی قعدہ سنہ سی و شش از جلوس شہنت مالوس زینت تحریر یافتہ



## عہد عثمانی مقدمات چکنا نایک کہ بحواب باصواب رسیدہ

التمنا التما التما  
آنکہ منصب پنجر اوی ذات پنجر اوی  
آنکہ در ملازمت پنجر اوی پیر نقہ  
داغ و قیچی و خوراک دو اب  
و جاگیر در نصرت آباد سر از ان شود خدمت خلعت و اسب دزین و پدک معاف شود منظور شد  
اول معاف گردد منظور شد رحمت شود منظور شد

التمنا التما التما  
آنکہ زمینداری سرکار نصرت آباد رحمت  
در باب دستور نزاری ۱۱۰۰۰۰ و غیرہ  
کے در باب زمینداری غیر ذکر گدہ و غیر ذکر گدہ  
شود و درین باب حکم مقدس معلی ہشت مواضع معمولہ پر گنہ چیتا پور نمودہ  
نمودہ بود حکم شد کہ بدستور پام نایک  
صداور شدہ کہ بدستور پام نایک حکم صادر شد کہ بدستور پام نایک  
زمینداری مواضع مذکور نیز بدستور نایک  
منظور در آنکہ یات در جاگیر رحمت خواہد شد

التمنا التما التما  
کہ در بارہ زمینداری الملا درینولا از سرکار  
نمودہ بود کہ بعد ملازمت فدوی گماشتا  
آنکہ بعد ملازمت فدوی اتواہ قاہرہ  
نصرت آباد بر آمدہ داخل سرکار چیتا پور گدہ در محال زمینداری ذیل شوند و ہر کار  
بتبنیہ پید یا توجہ شوند و عرض التما  
نمودہ بود حکم والا صداور شد کہ بدستور پام نایک  
از نظیر نگردد و دو کیل او راہ نیاید  
لنقائے پید یا جہا شد پیش فدوی آید  
بعض اجابت رسیدہ  
شریک کار بادشاہی شود تصدیق و معاف

گردد انما کہ رجوع نشوند مقصدان  
مذکور را بندہ تنبیہ خواہد کرد امیدوار  
گماشتا باندہ درین باب التماس بدو رجوع پذیرائی  
اقتران یافت

التمنا التما التما  
نمودہ کہ در باب زمینداری سرکار بکرا  
نمودہ کہ بعد ملازمت فدوی دوم انجام یافت  
بجز نور نوشتہ شود منظور شد  
سوار پیاوہ کہ رفیق پید یا بودہ با فدوی  
برادر زادہ پاسد یو نایک لیمع رسید توجہ  
مبذول شود منظور شد

خواهند بود اسپان و خنجران و گداوان  
بعض اقوان بادشاهی که بدزدی رفته  
بود نزد آن جماعه خواهد بود هر چند لشکریان  
مال خود ایشان را پس وادان آن حکم  
نشد و کسی فراغ نکرده درین باب تک  
رحمت شود منظور شد.

التما التما التما  
نموده که برای پانصد سوار و دویست پانصد  
از قرار بست و پنجم و پیه در ماهه سوار  
و هفت و پیه در ماهه پیاده تا ایام  
تنخواه جاگیر بعد از اسپان ملاحظه شود  
پیا در ماهه سوار کرنا ملکیاں بلا قید چهره  
باسم نویسی چیز رحمت شود اثر شد  
که ده هزار روپیه بصدقه مساعده  
برای سواران بدو دفعه رحمت  
خواهد شد و بعد تنخواه جاگیر در سال  
اول وضع خواهد گشت و پیاده هادر  
سرکار والا ایضا بطه کرنا ملکیاں نوکر  
خواهند گردید.

التما  
در باب فرمان عالیشان و پروانه  
مرحمت الملک و دیوان صوبه بیجاپور  
مستقله الغام دیات و زمین دستور  
ترسینداری بر چند ده که تفصیلش



در ذیل مندرج است التماس نموده بدرجہ  
اجابت رسیدہ دریں باب بحضرت پور  
نوشته خواهد شد۔

پیرگنہ نصرت آباد عت ... پیرگنہ الملا سردیسوکی  
پیرگنہ حویلی کت دورہ پیرگنہ تالی کوٹ  
سردیسوکی سردیسوکی و ناگزوگی  
پیرگنہ فیروز گڑہ عت ... پیرگنہ چلتا پور سردیسوکی  
سردیسوکی متعلقہ العام مواضع ... پور و ...  
و غیرہ ہشت دیہ علاقہ پیرگنہ مذکور  
فیروز آباد عت ... در ملک تلنگانہ ....  
سردیسوکی و ..... در تنخواہ  
حصہ ذات

التماس  
فیصل درجناب عالی بدرجہ اجابت  
مقرر گشت دریں باب نیز بحضرت  
پور نوشتہ خواهد شد۔



سجیلا پور  
پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الملک اللہ

مر



محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
سلطان محمد الدین سید عبدالقادر جیلانی

فرمان ہمیں شرف صدر دریافت بجانب عربت در نعت دستگاہ میراں محمد خلیل حوالہ دار و کارکنان  
حال و استقبال معاملہ مکمل آنکہ از شہور سنہ ثلاث سنین والف چوں در خانقاہ خلایق  
آرامگاہ قادری بہمن چمن شرافت و سیادت شمع آنجمن نقابت و ہدایت مہیلا الفار محمد اسرار  
عارش پیشہ وحدت در دریا حقیقت شمع شبستان فیض و ہر گل گلبن ہدایت و تقی بدریما  
ارشاد ثمرہ شجرہ خیر العباد و ننگ بحر اشواق الہی محل تفضل کائنات نامناہی دستگیر خدایق  
بحر المعانی و الحقائق مرکزہ دائرہ سعادت و نیک اختر مظهر انوار ہدایت و فیض گستری شاہ دیجاہ  
شاہ حضرت نمیرہ قادری مجلس مولود سعادت اندو حضرت سعادت الانبیاسید الاصفیا  
گذرانندہ اسرار غیب رسانندہ اخبار لاریب شمع معراج نبوت و امامت محرم خلوتیاں قرب و  
کرامت نو باوہ چمن صدق و صفا و عرس قطب الاقطاب فردا احباب غوث الثقلین  
قطب الحق فقیہ مختار الفریقین محبوب ربانی معشوق سبحانی مقبول و وجہانی سلطان الحق و الہی  
قدس سرہ میشود لہذا از راہ مرحوم پادشاہانہ فرط عواطف حسروانہ سمت آنی ہر سورہ دیہاے  
معاملہ ندبور در وجہ الغام ابدی و اکرام سردی شاہ مشار الیہ موکل باب رحمت فرمودہ و ہاں سیرہ  
شدہ است بیاید کہ سمت دیہاے مذکور داخل محمول تقدیات و جمیع لوازمات و بیت  
بیگاہ و فرمایش و زر البواب دیوانی و پی سکہ ہمالیوں و کار عمارت و بعضی بیت مبارکہ متبرکہ  
معدن الامن منبع السور و زبٹیلگی دہیٹیاے و ذوالیہ و یسائی و دیس کل کرنی و ما و گندہ و پٹیل  
کل کرنی و دوازده بیوتیاں کل باب کل وجوہات و سائر قانونات اسمی و رسمی قلمی و قدمی نقدی و حبسی  
کلی و جزوی انچہ در دفتر اعلیٰ اثبوت است و پیشتر احداث شود تمامی و نہالہ نمایند بعد مشار الیہ

پاولادو احفاد مشار الیہ جاری سازند عذر فرمان ہر سالہ مجدد نہ نموده سال بسال یہ ہمیں فرمان رواں دارند تعلیق نوشتہ گرفتہ اصل فرمان باز دہند تا داند تحریر فی التاریخ لستم ماہ رجب ۱۳۱۵ھ

نوٹ - یہ سند عطا جاگیر آناہسور کی ہے۔ یہ جاگیر مع موافق تندی ہال - بسو ندونہ - مرگھٹال - چتر نال بطور مدد معاش جاری ہے۔ آناہسور میں آناہ مبارک موسے مبارک اور دوبارہ الم دیم نوشتہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بخل کوئی ہیں۔ جاگیرات کا محاصل اٹھارہ ہزار سالانہ ہے علاوہ اس کے کثیرہ قلعہ اتھنی ضلع بیجاپور میں ایک ہزار نقدی اور ایک ہزار کی محالی معاش علاقہ انگریزی میں جاری و بحال ہے نیز تلنگہ ضلع بیدریں بھی تھینا ایک ہزار کی معاش ہے۔ شاہ نواز شاہ قادری اور ان کے بیٹے شاہ عبداللطیف دونوں تلنگہ ضلع بیدریں سے بیجاپور تشریف لائے۔ ان کے صاحبزادہ شاہ حضرت نبیرہ قادری جن کے نام یہ فرمان ہے آناہسور آئے تھے مگر بیجاپور میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہیں آپ کے فرزند سید شاہ سیف اللہ قادری آناہسور میں رہے مگر لغش تلنگہ سے جا کر دفن ہوئی۔ اس کے بعد کا سلسلہ حیدر شہید قادری - سید محمد قادری - سید احمد قادری - شاہ حضرت قادری ہے۔ حیدر شہید صاحب بھی تلنگہ ہی میں مدفون ہیں باقی تین صاحبوں کے مزار آناہسور میں ہیں شاہ - شاہ حضرت قادری کے دو فرزند سید محمد تاج الدین قادری اور سید شاہ حسین قادری - اول الذکر کے فرزند نصیر الدین قادری سجادہ ہیں اور ثانی الذکر کو فرزند سید احمد قادری حصہ دار نصف جاگیر زندہ ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ یوم جمعہ کو راقم بھی آناہسور میں زیارت تبرکات کی عرض سے گیا تھا اسی دن بعد عصر یہ سند سجادہ صاحب نے مجھے دکھلائی جن کو پہلے شکوہ فالج کا ہو چکا تھا۔ آٹھ بجے شب کے زیارت تبرکات کی ہوئی۔ سجادہ صاحب کی حالت بالکل اچھی تھی حسب معمول میرے ساتھ کھانا کھایا باتیں کرتے رہے قریب بارہ بجے کے اندر زنان خانے میں گئے دس منٹ نہ گزرے تھے کہ عورتوں کے رونے کی آواز آئی جو طرف سے لوگ دوڑ پڑے معلوم ہوا کہ سجادہ صاحب استغیثہ کو گئے تھے وہیں گر پڑے اور روح پرواز ہو گئی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ عمر شریف (۵۴) سال تھی۔ ایسی اچانک موت سے کہ جس کا سان و گمان بھی نہ تھا دل ہل گیا۔ غالباً فالج قلب پر گرا اور گرتے ہی روح پرواز کر گئی۔ ۱۲ من المصنف۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الملک اللہ

فرمان در علی

فرمان ہمیں شرف صدور یافت بجانب دیسایان و ناکراں پر گنہ گور گونہ دکنو اور مشہور  
میدر اوٹوٹ آنکہ از مشہور سمنہ سبجین و الف چون لنگ نایک دیسائی قریات لکھو سمیت  
بیچال و سر دیسائی پر گنہ مذکور برائے مصاحبت بدرگاہ والا آمدہ بود اور یکہ تازہ میدان سرگند  
پر دلان منتخب دو لٹو امان زندہ رزم آریان موافق خزان و باج شیخ مناج زخمی کرد او سمیت  
شدہ کنوں از راہ مراحم بادشاہانہ و فرط عواطف خسروانہ پر گنہ مذکور در وجہ انعام ابدی  
و اکرام سرمدی جڑی سومپانایک فرزند لنگ نایک شہزہ دیسائی سمیت بیچال و قریات  
لکھو و سر دیسائی پر گنہ مذکور رحمت فرمودہ دہانیدہ شدہ است ید باید کہ پر گنہ مذکور داخل  
محصول و نقدیات و جمیع لوازمات و بیت و بیکار و فرمایش و زر الیاب دیوانی دی سکے ہیون  
و کار عمارت و بعضی ثبت متبرکہ معدن الاسن منبع السور و کلیات و کلو جو بات و نہالہ نمایند  
در فیض و تصرف موی الیہ باز گذارند و عذر فرمان ہر سالہ نہ کنند و نقلش نوشتہ گرفتہ اصل فرمان  
باز دہند تا دانشد بر حکم فرمان اشرف روند تحریر فی التایخ ۱۶ ماہ ربیع الاول ۱۰۸۶ھ  
پرواگی حضور خورشید ظہور اشرف اقدس ہمیں علی

نوٹ - سکندر عادل آخری بادشاہ خاندان عادل شاہی کا سنہ ۱۰۸۶ھ میں تخت پر بیٹھا ہیہ سہ سہ سہ سہ  
منسلح راجپور کی اسی کے زمانے کی ہے۔ سہستان میں (۳۳) موضع محلی ساٹھ ہزار کے ہیں۔ سرکار میں سات  
ہزار پچاس روپیہ سالانہ پیش کش ادا کرتے ہیں۔ رائی گورما شہزہ بہادر والیہ سہستان تھیں جن کا انتقال  
۱۳۱۲ھ میں ہوا اب ان کا متبی (ط) کا جو نو اسہ بھی ہے جڑی سومپانایک شہزہ بہادر نابالغ ہونے سے فی الحال  
علاقہ زیر نگرانی کورٹ آف وارڈز ہے۔ ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الملک العبد



نقہ

ل

فرمان بہایوں شرف صدر در یافت بجا نسیب ملان حال واسبقیال و ناگزیران و دیسیان و  
ویس کلکتران پر گئے سند ہوزاک کہ از شہور سہ ثمانین و الف درینولا شریعت و شیخت پناہ قاضی  
شیخ محمد باقرین قاضی شیخ ملک قاضی پر گئے مذکور بدگاہ علی واضح نمود کہ خود را خدمت قضا علی پر گئے  
مسطور قدیم الایام از وقت آبا و اجداد مقرر است و بختہ خدمت قضا است وجہ معاش چہار  
چا و زرین ازاں جملہ یک و نیم چا و در سواد قصبہ پر گئے مذکور و نیم چا و در سواد موضع کنار می و نیم چا و  
در سواد موضع سد پور و نیم چا و در سواد موضع گو مری و ربع چا و در سواد موضع بوتل و نی و ربع چا و در  
سواد موضع ہرٹ نور و ربع چا و در سواد موضع ماسر و ربع چا و در سواد موضع کلنگن ہٹی و مبلغ یک صد ہون نقد یا  
سالیانہ ازاں جملہ مبلغ سی و ہفت نیم ہون در قصبہ پر گئے مذکور و مبلغ شصت و دو نیم ہون در  
دیہات پر گئے مسطور ازاں جملہ مبلغ ہشت و سہ ہون بدست علم نور و ہشت و دو نیم ہون در  
سمت جوبلی و دہ ہون در سمت کونٹلی و ہفت ہون در سمت دھڑا سکور بطریق العام ابدی و اگر ام سرمدی مقرر است  
بدین موجب خود را زمین و نقدیات جاری و روانست اما حکم اشرف منصب قضا را لازم است  
نظر عنایت فرمودہ فرمان مرحمت فرمایند تا تنقید احکام شرع ستین و دین بمیں نمودہ بدعا  
دوام خلافت ابد پیوند اشتغال وارد بنا بران التماس شریعت پناہ بہ خاطر مبارک آورده خدمت  
قضا پر گئے مذکور مع سمتا شریعت و شیخت پناہ شیخ محمد باقرین قاضی شیخ ملک را بدستور  
سابق مقرر نموده وجہ معاش چہار چا و زرین و مبلغ یک صد ہون نقدیات بہ موجب تفصیل مسطور

از سواد و قصبه و دیات برگرفته مذکور مطابق سابق و مانده شده است می باید که زمین و نقد  
مذکور را داخل محصول و نقدیات و جمیع لوازمات و فرمایش در تنه و لیائی و دیس کلکری و زر  
البواب دیوانی و بعضی کلباب و کل وجوہات و سایر قانونات اسمی و رسمی و قلمی و قدیمی  
و آنچه در دفاتر اعلیٰ ثبت یافته است و بیشتر احداث خواهد شد و بنابر شریعت پناه نمایند  
و امور شریعت غریبه اش ساخته ممد و معاون قاضی مشاگر الیه همه البواب بوده باشند  
و چهار پیاده خوانده حواله محکمہ شرع شریعت نمایند و هر سال عذر فرمان مجدد نگردان سال بزرگ  
فرمان مع اولاد احفاد و جاری دارند تعلیق نوشته گرفته اصل فرمان باز و بنده تادانند بر حکم  
فرمان اشرف روز - تحریر فی التایخ دهم رمضان سنه ۹۸۷

پندنگلی حضور خواستید و داشت تقدیر خاتون اعلیٰ



## بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیادت و نقابت مرتبت نجابت و شرافت منزلت نقادہ و دودمان ارشاد و ہدایت خلافت  
خاندان ارشاد و افاضت نیر جہان تاب برج رسالت اختر نور بخش اوج ولایت المختص بجزا  
الباطنی و الظاہری شاہ حضرت قادری البقیض ایزدی بھرور باشند بعد ہذا مخفی نہ اند کہ سابقاً حقیقت  
رسیدن مغل بموضع کرباسنگی و شیکوٹہ نگارش فرمودہ بمسارعت تمامہ فرزند و لشکر و احشام خاں  
عایشان رفیع القدر بلند مکان مسعود خاں را بکھنور الہ آباد لے آئے تھے۔ لکھنؤ میں آئے تو  
از مسکن تملک عدول نکرند و احوال اینجا ایست کہ لشکر مغل در پے تخریب پر گئے جگہ می و  
تیرول وغیرہ ملک معمور شدہ و خان رفیع الشان شتر زہ خاں را کہ حکم فرمودہ بودیم معرۃ الیہ  
راست بدار الخلافہ امروز کہ تاریخ ششم است بجزد اطلاع اخبار حادثات رسیدند و مغل  
در پی مشار الیہ می رسید یقین تصور نموده در حالتی کہ حقیقت مرقومہ بمطالعہ در آید مع فرزند  
و لشکر و احشام خاں معرۃ الیہ راہ دار السلطنت پیش گرفتہ پیانید و الہ  
رسیدن بآن سیادت پناہ ممکن و میسر نخواہد شد مشہور است کہ کار  
امروز بفر و امفگن ہاں زخمی ہوں شود روز دیگر نوبت کاری و اگر است  
الحال بجز جنگ و جدال و قتل و قتال صورتی دیگر مقصود نیست زیادہ آں سیادت پناہ دانا اند

یا الہین محی  
مرد و

نوٹ۔ سید اہل زمان مجھ کو سید احمد صاحب نبیرہ قادری جاگیر دار آٹا ہوسر سے ملاہی جو منکات خوش خط سہری لکھی  
کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔ اس پر کوئی تاریخ نہیں ہے مہر دستی میں صرف مدد یا محمدی الدین کندہ ہے جو فرمان کے داہنے حاشیہ پر ثبت ہے  
اور کسی وزیر کی معلوم ہوتی ہے مگر لیکن واقعات اٹا خزانہ سلطنت علی عادل شاہ ثانی (۱۰۶۷ تا ۱۰۸۳ھ) یا اواخر سلطنت  
سکندر عادل شاہ کا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں سید الیاس الخاں طبیب بہ شتر زہ خاں اور مسعود خاں دونوں موجود تھے اور  
شتر زہ خاں کے نام اور نگ زیب کا فرمان لکھنؤ کا اسی کتاب میں نقل کیا گیا ہے جس سے اندازہ اس فرمان کے سنہ  
کتابت کا لگایا جاسکتا ہے۔ قدیم زمانے میں ایسے فرامین طباق اور کربند لکھتے آتے تھے اور کربند پر ایک طرف القاب  
اور دوسری طرف تاریخ تحریر اور درمیان میں نام مکتوب الیہ اور پشت پر ہر ہر حق میہ طلقہ مر اسلت کا میرے دیکھتے ہیں  
نواب مختار الملک بہادر سیرالاجنگ اولی کی مدار المہامی تک جاری تھا۔ اب انگریزی تہذیب نے ان سب فیوڈ سے آزاد







بسم الله الرحمن الرحيم

سیاست قنایت و قنایت نجابت و ثبات نهشت تا... در دامن پرست... بهایت خدایه ای

شاید

نیز جانیاب بر ریاست... و نهشت این ولایت... المصلح بر المصلح... لفظی

بهره و بر باشند... به نهشتی تا که... تا قنایت رسیدن... مصلحت

کوه و بمبازات تا نهشت و نهشت... و استقامت... مصلحت

آوردن... کاشته شده... و نهشت... مصلحت

تخریب... و نهشت... و نهشت... مصلحت

و نهشت... و نهشت... و نهشت... مصلحت

و نهشت... و نهشت... و نهشت... مصلحت

و نهشت... و نهشت... و نهشت... مصلحت

و نهشت... و نهشت... و نهشت... مصلحت

و نهشت... و نهشت... و نهشت... مصلحت

و نهشت... و نهشت... و نهشت... مصلحت

و نهشت... و نهشت... و نهشت... مصلحت

و نهشت... و نهشت... و نهشت... مصلحت

و نهشت... و نهشت... و نهشت... مصلحت

و نهشت... و نهشت... و نهشت... مصلحت

و نهشت... و نهشت... و نهشت... مصلحت

و نهشت... و نهشت... و نهشت... مصلحت

و نهشت... و نهشت... و نهشت... مصلحت

و نهشت... و نهشت... و نهشت... مصلحت



## بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیادت و نقابت مرتبت نجابت و شرافت منزلت نقاۃ دودمان ارشاد و ہدایت خلا  
خاندان ارشاد و افاضت نیر جہانتاب برج رسالت اختر نور بخش اوج ولایت المختص لعل طیف  
الباطنی و انطاہری شاہ حضرت قادری بقیض ایزدی بھرہ و رہا شد بعد ہذا محضی نماید کہ حقیقت  
فرور کرد ایندین نوکری عبدالمجہد بیرون حسار مدکل و کرائی خاطر خان عالیشان رفیع القدر  
و المکان مسعود خان بسبب تاکید و امداد سند نور و نوشتہ معز الیہ کہ بنام  
آسیادت مرتبت رسیدہ بحسن ارسال ارشتہ و مقدمات دیگر مفصل و  
مشروح نوشتہ بودند ہنگی روشن شد اگر بہ پالیکاران وغیرہ تاکید بی اطلاع  
آں سیادت پناہ کردن بخاطر مبارک داشتیم برائے چہ بآن سیادت مرتبت نگارش میفرمودیم  
تا حال ہیج یکے حکم نشدہ . . . . . خاطر خدا شناس جمیعہ ارندہ بمعز الیہ چنانچہ دانند  
و تو اتند نوشتہ فرستادہ دلاسا و استمالت کردہ فرزند معز الیہ را با سواران و احشام حضور  
لا مع النور بیارند و بوقت رد و بدل مشافتہ در بارہ سند نور بآن سیادت پناہ انچہ فرمودہ ایم  
و مکرر بعد از روانہ شدن چنانچہ نگارش یافتہ معلوم لائے حقیقت شناس خواہد بود و معز الیہ  
بحکم اشرف در امر مصدر قیام و اقدام . . . . . فدویت و حلال نمکی و خیر طلبی بحر حل  
ستبعد است و بر فدویت و نکو بندگی معز الیہ متیقن تمام است کہ چون حکم فرمایم سندور . . .  
باشد زیادہ ازین نثار حکم والا خواہند کرد و ما کہ بر سر مہربانی بیایم صدر سند نور را عطا و جہت توایم کرد  
اما معز الیہ را ضرر و لازم است کہ بر نیوقت حوادث و آشوب اطہار فدویت کردہ در دفع  
و رفع حادثات سلطنت سعی نمایند و در پی امور مہمل لشکر و احشام را مشغول نگارند و اطمینان  
تصور فرمودہ بودیم کہ آں سیادت پناہ تا حال فکر آوردن معز الیہ . . . مات را مینویسند  
عجب از نوشتہ جات و اقوال معز الیہ آمدہ کہ منور در تردد و تفکر و انکلی فرزند اند و جبہ ماہ  
در نگاہ و تسلیف نمودہ باز شقوق تازہ در میان می آرند بر عالمیاں ظاہر است کہ انچہ  
آں سیادت پناہ دلاسا و استمالت و مہربانی نواب ہمین با ظہار کنند زیادہ از ان ازنا

یا الدین محی  
۴۰۹

با انجام رسانیدن می توانند و هر گونه خیالات و اندیشه ها که مکنون خاطر عقیدت ما از معزالیه شده  
 آنرا بزالالت انقضا و توجهات عالیات مصفا ساخته و عیار آلودگی را بمر بایتهای گوناگون  
 و مراحم روز افزون رفت و ب داده سر کرم جاده اطاعت و فریاد برداری دارند و انواع تقصیرات  
 و تجاوزات که درباره معزالیه مرکوز خاطر اشرف اقدس است بعد از آوردن فرزند معزالیه  
 لشکر و احتشام بمنصبه و نور خواهد رسید و زیاده بجز مشوق قلمی نشد.



## ستروان ضمیمہ

### قندہار

حیدرآباد سے شمال و غرب (۱۷۰) میل اور ناندڑی مستقر ضلع سے (۲۰) میل ہی یہ مقام سطح سمندر سے ۲۱۴۳ فیٹ بلندی خانہ شماری ۱۵۹۴ اور مردم شماری ۷۰۹۷۰۹ قندہار راجہ کھنڈ کا آباد کیا ہوا ہے چوہاندوراجہ کی اولاد تھا۔ اُس نے اس سببی کا نام کٹھار رکھا تھا منڈاگری (ناندڑی) راجہ نندو نے آباد کیا اور اپنا دارالسلطنت قرار دیا جو چلو کیا خاندان سے تھا۔ اس کی وفات کے بعد اُس کے دو بیٹوں میں سے ایک نے قندہار دارالسلطنت مقرر کیا اور دوسرے نے ہنمکنڈہ (درنگل) قندہار کے راجہ کا نام سوما دیوراج تھا جو چوتھی صدی عیسوی دکن میں حکمران تھا۔ قندہار بعد میں ہنمکنڈہ کے راجہ مادھو دھما کے تحت میں رہا پھر اُس کی بیٹی مسماہہ پرم سین اور سلسلہ بہ سلسلہ راجہ گنڈو دھما راج حکم راں ہوا۔ اور ۱۸۳۷ء میں بیروکا دیو تخت نشین ہوا وہ کم سن ہوئے سے اُس کی بھوپتی کھنڈی دیبی کاروبار چلاتی رہی۔ بیروکا دیو کی شادی دیو گیر کے راجہ کی بیٹی سے ہوئی ان کا فرزند راجہ بھوانی کا مالا ڈو تخت نشین ہوا۔ پھر اُس کا بیٹا کیشا پوتراج راجہ ہوا جس کے نام سے کاکسا خاندان چلا اسی نے ۱۸۷۷ء میں درنگل آباد کیا یہ راجہ اپنے بیٹے سری رور دیو کے ہاتھ سے قتل کیا گیا۔ سری رور دیو نے ۱۸۹۵ء سے ۱۹۱۱ء تک سلطنت کی۔ ہنمکنڈہ کی قدیم ہزارکھم کی دیول کی پرانی تحریر ۱۱۷۲ء کی اس کے زمانے کی ہے۔ پاکھال کا مشہور تالاب اُسی کا بنایا ہوا ہے۔ کاکسا سری رور دیو کے بعد اس کا بڑا لڑکا جانشین ہوا مگر اُس کو اُس کے چچا مہادیو نے مار ڈالا اور اس کے چھوٹے بھائی گپنتی کو تخت پر بٹھا کر تین سال تک خود نیا پٹہ کام کرتا رہا۔ تیسرے سال مہادیو راجہ دیو گیر کے مقابلے میں مارا گیا اور گپنتی دیو راج مقتدہ ہوا۔ اُسی نے قندہار کے تالاب کی توسیع اور مرمت کی اور نہر نیچہ بنائی اور مہادیو کا ایک مستحکم دیول بنایا۔ اُس کی حکومت ۱۱۷۹ء سے ۱۲۲۷ء تک رہی۔ درنگل کی

سنگین دیوار بھی اسی کے عہد میں بنی ہو۔ گپتی کے کوئی اولاد نرہ نہ تھی اس کے بعد رانی  
رودرما دیوی حکمران تھی جس کا مقابلہ دیوگیر کے راجہ کندارا سے ہوا لیکن آخر کار راجہ دیوگیر کا  
قبضہ قندہار پر ہو گیا اور اس بستی کا نام کنھار سے کندارا ہو گیا اور پھر مسلمانوں کے عہد میں قندہار  
سے بدل گیا۔ اس راجہ کی حکومت ۱۲۴۸ء سے ۱۲۶۶ء تک رہی اس کے بعد پھر قندہار  
پر رودرما دیوی کا قبضہ ہو گیا جس نے ۴۰ سال تک سلطنت کی اور اپنے شوہر سے بہتر  
حکومت کی۔ ورننگل کے قلعے کی بچت دیوار اسی کے عہد میں ختم ہوئی۔ اس کے بعد پرتاب رودرما  
تحت نشین ہوا جو بہت کم سن ہونے کی وجہ سے اس کی نانی راجہ گپتی دیو کی بیٹی بارہ سال  
تک حکومت کرتی رہی۔ جب راجہ پرتاب رودرما بہت سالک فتح کیا۔ ہن جو آسمان  
سے برسنے کی روایت مشہور ہے یہ واقعہ اسی کی سلطنت میں ہوا تھا۔ اس راجہ نے راجہ دیوگری  
کو بھی مغلوب کر کے قلعہ ورننگل میں قید کر دیا اور کل ملک دکن میں اس کی حکومت جاری تھی۔  
۱۲۷۷ء میں مسلمانوں نے اجیر کے راجہ کو قتل کیا۔ مسلمانوں کا ستارہ چاک رہا تھا۔ راجہ دیوگیر  
کے بھائی نے پرتاب رودرما کی شکایت سلطان شہاب الدین غوری سے کی وہاں سے ملک  
عیسیٰ خاں چڑھ کر آیا مگر شکست پائی دوبارہ بھلول خاں لشکر لے کر آیا اور قبضہ راجہ پر پڑی  
بجاری لڑائی ہوئی جس میں راجہ اور اس کے بہت سے عہدہ داروں کو گرفتار کر کے دھسلی  
لے گیا۔

سلطان سے اطاعت اور خراج دہی کے اقرار پر رانی ملی۔ پرتاب رودرما دکن میں واپس  
آیا اور چند سال کے بعد مر گیا اور اس کا بیٹا ویربھدر حاکم ہوا جو بڑا پست سمیت تھا سلطنت  
کو سنبھال نہ سکا۔ پرتاب رودرما کے زمانے میں خراج نہ دینے سے ۱۲۷۷ء میں سلطان  
علاء الدین خلجی بادشاہ دہلی نے بنگالہ کی راہ سے ورننگل پر چڑھائی کی مگر پسپا ہوا پھر دوبارہ ۱۲۷۸ء  
میں ملک کافر کی سرکردگی سے لشکر بھیجا جو دیوگیر کے راستے سے ورننگل پہنچا۔ راجہ نے بہت  
نقصان اٹھایا اور بیس ہاتھی اور سات سو گھوڑے دے کر صلح کر لی۔ جب دہلی کی سلطنت  
خارجیوں سے نکل کر خاندان تغلق میں آئی تو غیاث الدین تغلق نے ۱۲۷۹ء میں ملک  
فخر الدین کو فوج کثیر کے ساتھ ورننگل روانہ کیا لیکن شاسن دہلی پھر دوبارہ ملک فخر الدین

چڑھائی کی اور قلعہ پر نکل فتح کر لیا اور سلطان پور نام رکھا۔ سلطان محمد تغلق نے قندھار کی حکومت پر شہاب سلطان انخاطب بہ نصرت خاص کو مقرر کیا جس کا صدر مقام سیدر تھا۔ اس کے بعد قتلغ کے سپرد ہوا۔ پہلے قندھار کا قلعہ مٹی اور اینٹ کا تھا سلطان محمد تغلق شاہ کے عہد میں پختہ طیار ہوا۔ قلعہ کے مچلی دروازے کی بائیں جانب محراب میں سب سے پہلا اور قدیم کتبہ ملک سیف الدولہ کی عہد حکومت کا ہے جس پر ۷۸۵ھ کنہ ہجری اور ۱۳۸۳ء کے قریب تک ملک دکن سلطان محمد تغلق کے زیر حکومت رہا۔ قلعہ کی پختہ اور سنگین عمارتیں (جن میں قلعہ کے اندرون حصہ مچلی دروازے کے بازو چھوٹی کمان میں ملک سیف الدولہ کے ایک کتبہ میں ۸۴۲ھ کنہ ہجری آتالاب کا سنگ بست پشتہ اور عید گاہ سب ملک سیف الدولہ کے عہد حکومت میں حاجی مصطفیٰ اصفی الدین کے اہتمام سے طیار ہوئی ہیں بعد سلاطین بہمنیہ کا قبضہ قندھار پر ہوا پھر بریدوں کا اور ۹۵۵ھ میں برہان نظام شاہ کا قبضہ ہونا بھی نوٹا دروازہ کے بعد مچلی دروازے قلعہ کے بازو جو کتبہ ہے اُس کی پہلی سطر کلید لا اِلهَ اِلاَّ اللہ مُحَمَّدٌ الرَّسُولُ اللہ ہے اور اس کے بعد لا اِلهَ اِلاَّ اللہ مُحَمَّدٌ وَلِيُّ اللہ اور وَصَّی اللہ بھی پڑھا جاتا ہے اور پھر سطر بخط طغراہیں جو پڑھی نہیں گئیں آخر میں برہان نظام شاہ کا نام ہے۔ پشتہ میں ابراہیم عادل شاہ کا قبضہ رہا ہے جیسا کہ اس کتبہ سے جو سید پر علی عبارت کے بعد فارسی میں درج ہے واضح ہوتا ہے۔

انظار کمالیت یافت مسیہ رفیع محمدی صلعم  
شہد ۱۲۸۰ھ

شہد بنا بروقت ابراہیم عادل شاہ مسیہ رفیع کہ از عوفش رسیدہ تا مباہ  
از برائے خواندن قرآن نماز و ذکر حق کرد فرمایش باو عبدالعزیز نیک نواہ  
بعد یہ قلعہ عادل شاہ نے ملک عنبر جیشی بیجاپوری کے سپرد کر دیا اُس نے مرقعی نظام شاہ  
کو قلعہ اوس میں قید کر رکھا تھا اور اس وجہ سے قندھار کا تعلق دولت آباد سے ہو گیا  
ملک عنبر نے قلعہ قندھار کی مرمت کرائی۔ عادل شاہی عمل داری میں جو عمارات اور برج  
تیار ہو رہے تھے اُن کی تکمیل کرادی اور مسیہ جو زیر تعمیر تھی وہ بھی مکمل ہوئی جیسا کہ بیچ کی محراب



کے بیرونی حصہ کی بلندی پر دونوں جانب کے کتبوں سے واضح ہوتا ہے۔ اسی نے "ملک ضبط" بہت بڑی توپ کو درست کر کے آبادی شہر کے جانب بڑے برج پر چڑھا دیا جب سے یہ توپ بڑی غنبری کہلاتی ہے۔ ملک غنبر کی دو لڑکیاں حکیمہ بانو اور شہر بانو مدتوں یہیں رہیں اور یہیں انتقال کیا دونوں کی قبریں موجود ہیں اور ان کی آل اولاد بھی اب تک موجود ہے اور موضع ویلوپ تعلقہ نانڈیرتا حال بطور جاگیر بحال ہے۔ بڑا عاشور خانہ جس میں حسینی علم استاد ہوتے ہیں ملک غنبر کا بنوایا ہوا ہے۔ اسی نے ۱۲۲۰ھ میں قاضی محلہ کی مسجد بنوائی مگر کوئی کتبہ نہیں ہے لیکن ایک قدیم بیاض میں یہ بیت لکھی ہوئی ہے۔

بہار و بست و دودہ و دہرہ پٹنہ  
لجہ والی دیں حضرت ملک غنبر  
کپتان برگس نے لکھا ہے کہ ملک غنبر نے انتظام بہت عمدہ کیا تھا اور زمین کی پیمائش کر کے بٹائی کا طریقہ جاری کیا کہ نصف حصہ بیدر اور لیا جاتا تھا۔ ملک غنبر نے (۸۰) سال کی عمر میں ۱۲۴۰ھ میں انتقال کیا۔ گنبد خلد آباد میں حضرت یوسف راجو قتال قدس سرہ کے گنبد کے قریب ہے۔

**ساس بہو کی باؤلی** جتنے قلعہ دار قندہار میں ہوئے سب کے قبور نہایت عمدہ سیاہ پتھر کی مانس پور کے قریب ساس بہو کے باؤلی کے پاس ہیں۔ (مانس پور کا نام پنجال نگر بھی ہے بھٹ پور کی بستی ہے قندہار سے ایک میل مشرق کی طرف) اس باؤلی کی وجہ تسمیہ یہ کہ کسی جاتی ہے کہ ساس کی بنوائی ہوئی باؤلی کا پانی ملے اور بہو کی باؤلی کا شیریں یہ باؤلیاں بہت قدیم ہیں مرزا امان بیگ قلعہ دار کے زمانے میں اس کی مرمت ہوئی اور انہوں نے یہاں ایک عمدہ باغ بنوایا۔  
**باغ رشک کشمیر** مرزا حمید الدین خاں قلعہ دار انجنا طب بہ خاں زاد خاں نے حسب الحکام بادشاہ اورنگ زیب قندہار میں ایک نہایت خوش نما باغ بنوایا تھا جس کا سیاہ پتھر کا یہ کتبہ ہے۔

کہ باشد خاک را ہش عین اکسیر  
بنا فرمود باغ از ادج تصویر  
بگرد سہرہ گرد نو تختیر

حمید الدین محمد خواجہ دہر  
بحکم شاہ عالم گیر غازی  
زہے باغے کہ از نظر ارہ او

پڑنا رنج اواز پسیر دانش  
بے فرائی چو پنج اندر حسابش

پرسیدم بگفت از حسن تقویر  
شود تاریخ سانش رشک کشمیر

۱۰۹۵ھ

اب نہ وہ باغ باقی ہر نہ مکان بلکہ پتہ تک نہیں کہ یہ باغ کہاں تھا چوں کہ یہ کتبہ ایک بہت خوش نما پتھر پر تھا کسی قلعہ دار نے ہرنج ابراہیمی پر نصب کر دیا ہے۔

رومی خاں قلعہ دار کا مقبرہ قلعہ کے متصل ہے جو غالباً نظام شاہی یا عادل شاہی قلعہ دار تھے خاں روزیاں ایک قلعہ دار تھے جن کا مزار اُن ہی کا بنایا ہوا ہے۔

شاہ فرید کی مسجد ایک نہایت خوشنما مسجد ہے۔ جو لب تالاب ہے۔ اس مسجد میں کوئی بزرگ شاہ فرید نامی عرصہ دراز تک رہے ہیں اس وجہ سے اُن ہی کے نام سے مشہور ہو گئی۔

غازی پورہ اورنگ زیب کے عہد میں نواب عمدۃ الملک غازی الدین خاں ساد فیروز جنگ غرہ رویہ دروازہ کے باہر یہ محلہ آباد کیا اب یہاں سوائے آثار پاپہ دیوار کے کچھ بھی نہیں ہے۔ صحنہ محلہ کا نام باقی ہے۔

مینا کی مسجد یہ ایک متمول عورت سدھی عبداللہ کی منکوحہ تھی (جو ملک عنبر کی بیٹی شہر بانو کے داماد تھے) اس نے غازی پورہ میں ایک مسجد بنوای ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ ایک مشہور طوائف تھی۔

گوڈر کا مٹھ غازی پورے میں سلیمان ٹیکٹری کے جانب یہ مٹھ ہے گوڈر کا اصلی نام غریب پوری مننت تھا اُس نے مکان طیار کر کے یہاں سکونت اختیار کی یہ مٹھ اب تک آباد ہے اور سرکار سے معاش جاری ہے اس مٹھ میں شروع سے اب تک اکیس مننت ہو چکے ہیں۔

گولی پورہ غازی پورہ کے آگے تالاب کے کنارے کنارے گومیوں کی آبادی تھی اب یہاں زراعت ہوتی ہے مکانات کے نشانات زمانے کے ہاتھوں سے مٹ گئے۔

کریم شاہ کی مسجد اس مسجد کو کالی مسجد بھی کہتے ہیں گولی گوڑے کے آگے تالاب کے اوپر بلند مقام پر بنی ہوئی ہے اب بالکل بوسیدہ حال میں ہے یہ مسجد اور تکیہ خواجہ شاہ حسین

صاحب خلیفہ خواجہ سید شاہ پیر بابا حسینی صاحب سجادہ درگاہ حضرت خواجہ امین الدین شیر خاں قدس سرہ بیجا پوری کی بنوائی ہوئی ہے آپ بیجا پور سے بطور سیاحت یہاں تشریف لائے تھے۔

**اورنگ پورہ** اورنگ زیب کے زمانہ میں اورنگ خاں قلعہ دار نے جو بیدر کے صوبہ داہلی تھے تالاب کے شمالی جانب جو آبادی حجاموں کے محلے کے نام سے مشہور تھی اس کو بسا کر اورنگ پورہ نام رکھ دیا اور یہیں ایک مسجد بھی بنوادی جو اورنگ پورہ کی مسجد کے نام سے مشہور ہے مگر کوئی کتبہ نہیں ہے۔

**چونڈا سری دیوی** اس نام کا مندر یہاں تھا ایک بڑے پتھر دیوی کی منقش مورت اور منومان کی مورت بھی موجود ہے۔

**میناڑ اورناگ جھری ندی** اس تعلقہ میں دو ندیاں ہیں۔ اول الذکر دھرا پوری تعلقہ راجورہ کے پہاڑوں سے نکلی ہے اور قندہار پر سے گزرتی ہوئی ضلع نظام آباد میں ماجرا ندی سے مل گئی ہے۔ ناگ جھری قندہار کی رمنہ کے پہاڑوں سے نکلتی ہے جہاں سے پانی کا جھرا نکلا ہے۔ وہاں سانپ کے منہ کی طرح کا پتھر لگا دیا ہے اس لئے اس ندی کا نام ناگ جھری پڑ گیا ہے۔ یہ ندی مانس پور سے ہوتی ہوئی میناڑ میں جا ملی ہے۔ طول اس ندی کا صرف (۴) میل ہے۔ برید شاہی عمل داری میں اس ندی کو روک کر ایک بہت بڑا اور مستحکم تالاب طیار کیا گیا تھا لیکن بعد میں سینڈ ٹوٹ گیا تھا راجہ لعل کبیری سنگھ نے دہانے کی مرمت کرائی۔ ندی زوردار تھی پھر ٹوٹ گیا جب سے اب تک شکستہ ہی ہے۔ اس تالاب کے پاس پہاڑ کے دامن میں برید آباد اور لعل کبیری سنگھ کا آباد کیا ہوا لعل نگر اور تالاب موجود ہے۔

**کونند کا تالاب اور دوانگل کی باؤلی** یہ بہت بڑا تالاب ہے اس سے دو نہریں بھی بہتی ہیں جس سے زراعت ہوتی ہے۔ جو نہر آبادی سے ملی ہوئی ہے اس کا حضرت حاجی سید سرور مخدوم کے روضے کے روبرو پٹاؤ کروایا گیا ہے۔ یہاں ابتدائی سیڑھیوں پر ایک دوانگل کا سو راخ رکھ دیا ہے بچے کوڑی کوتاگا باندہ کر اندر ڈالتے ہیں جو بھیک جاتی ہے۔ اس نہر کا نام یہاں سے مخدوم کا لوہ مشہور ہے۔ اس نہر کا پانی بہاؤ پور کے کو بھی جاتا ہے۔

پین چکی۔ اور نگ پورہ کے جانب نہر کا پانی نانڈی پڑی دروازہ اور لال نگری آبادی سے مل کر انش پور تک جاتا ہے جس سے زراعت ہوتی ہے اس نہر کے دہانے کو کاسولی کا نام کہتے ہیں اس میں شہر کی پین چکی ہے۔  
 ہاتھی تالہ یہ تالہ قنڈار کے جنوبی غوبی پہاڑوں سے بہ کر اس کا پانی تالاب میں جاتا ہے اس کی دلیل میں کسی زمانے میں ایک ہاتھی پھنس گیا تھا اس وجہ سے یہ نام پڑ گیا۔  
 لال نگر کا تالاب ایک چھوٹا سا تالاب ہے جو آب شکستہ ہے۔  
 کنول تالاب اس تالاب کے تحت زراعت ہوتی ہے۔



## اکھارواں ضمیمہ کرنول

راپچور سے براہ دور ناچام جنگشن ڈیڑھ سو میل در اس سدرن مرہٹہ چھوٹی پٹری کی لین کا اسٹیشن ہے  
یہ بھی ایک تاریخی مقام ہے یہاں بھی قدیم قلعہ تھا جو ٹوٹ پھوٹ کر اب چند برج رہ گئے ہیں۔ دریا  
تنگ بھدراشہر سے ملا ہوا ہے اسے عبور کر کے عالم پور کو جاتے ہیں کرنول سے عالم پور مستقر تحصیل  
(۹) میل کا فاصلہ ہے۔ یہاں کی سہ رواتی مسجد پر یہ کتبہ ہے۔

چو در زمان غلام رسول خاں ثواب بنائے مسجد مظہر شہ بہ لبسم اللہ  
بگفت ہاتھ غیبی بنائے تعمیرش زہست مسجد اطیب نمونہ بیت اللہ

### کتبہ برج جامع مسجد

اللہ کافی	اللہ کافی
یا کافی المہمات	یا کافی المہمات
کلید توحید	کلید توحید
اللہ کافی	اللہ کافی
چار مرتبہ	یا کافی المہمات
ابوبکر و عثمان و حمید	چراغ و مسجد و محراب و منبر
اللہ کافی	اللہ کافی

مسجد کے مقابل کے دروازے پر

یا مفتح الابواب	یا مفتح الابواب
اسی مسجد میں ایک قبر کے سر پر ہے	اسی مسجد میں ایک قبر کے سر پر ہے
اللہ عفو یا رحیم	اللہ عفو یا رحیم
اَنْزِلْهُ بِجَنَاتِ الْفِرْدَوْسِ مَقَامِ	اَنْزِلْهُ بِجَنَاتِ الْفِرْدَوْسِ مَقَامِ
جَنَّاتِ الْجَنَّةِ مَشْأَ الْاَحْضَرَةِ	جَنَّاتِ الْجَنَّةِ مَشْأَ الْاَحْضَرَةِ

الْفَيْ بَيَايٍ مِنَ الْغَيْبِ بَغْتَةً      تَارِيحُكُمْ عَامًا وَيَدْخُلُ جَنَّةً  
منزل عادل پر سیدم سرور      گفت دایم جنت آمد سرور و ش

کتبات گنبد حضرت عبدالوہاب  
صاحب شہادت  
وَكُلُّ لَرَقٍ اغْفِرْ ذَرْبَهُمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ  
اللَّهُ كَافِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي بِحُرْمَةِ مُحَمَّدٍ

گنبد کے دروازے پر  
حامی دین نجبہ الوزرا      رخت چوں بست ازین خرابہ سرا  
۱۰۲۸ھ      ۱۰۲۸ھ

بود خادمی فقرا  
سال تاریخ جستم از گردوں      گفت کہ بود خادمی فقرا

اندر کی رواق پر  
از عطار خواستم تاریخ آل عنبر سرشت  
ہدیہ سلطان شاہ کرم ہشت  
۱۰۵۳ھ

گفت نظم ہدیہ سلطان شاہ کرم ہشت  
ایک دو دروازے پر  
تاریخ بنائے دروازہ غم زدا  
۱۰۵۳ھ

لال مسجد      کلہ توحید دوبار - یا مفتح الالواب دوبار  
کرم مسجد بنا خمد  
آن کہ سید حسین شیخ اجل  
آں چنان خوش بنا و بنیادش  
رسال تاریخ از خمد و جستم  
ما آخر اسْمُهُ وَمَا اعْكَلا  
شد بتائیک دیوسناں سعی  
بر نمودار جنت المادئی  
گفت خوش مسجدے ذکی و علی

اندر رون پنج رواق بائے مسجد ہر رواق میں ایک شجر  
 درایام سابق بنا گشتہ بود ہمیں خانہ پاک رب الودود  
 کہ از جہد موفور سید حسین ز املاک خود کردہ جاے سجود  
 ز سن یا زودہ صد و پنجہاہ و یک کہ تا این زمان کمنہ سنجی نمود  
 شکستہ زیبا ز بستہ لداؤ نظر کردہ ہر کس براے ستود  
 سنش گفت یا خضر ہاتف چناں ز تعمیر مسجدیہ رونق فرود  
 سقۃ اللہ

بیرون رواق با  
 قطعہ تاریخ از جانب ساعی کا خضر خاں خانو زئی جمعہ دار۔



## اُنیسواں ضمیمہ کنگ گیری

سری کنکا چل بتی دیوستان  
کنک گیری کے تاریخی حالات :-  
اور چند داخلہ یعنی سکندر پران (ایک پران کا نام ہے) شکا مہامتی کے (۱۰۸) باب میں سوت  
پر اینک نے سونیک وغیرہ رشی اپنے چیلوں کو نصیحت کی ہے کہ کنکا چل بتی کے (۱۰۸) نام -  
سری سوامی کے قدیم دیول - جینتی - لکھاوتی نامی دوندیوں کے بیچوں پنج رہ کریاں سنگم ہوا ہے اور  
آگے چل کر دریائے تنگ بھدر را میں مل گئے ہیں۔

کجاگ شروع ہونے کے چند روز بعد سے جس طرح قدیم سے سری کنکا چل بتی کی از روے  
شاشتر و کھانسان مہارشیان شوک منی و دیکھانسان سے پوجا ہوتا تھا اُسی طرح اب بھی  
پوجا ہوتا ہے۔

بنائے خاندان بہت دنوں کے بعد پانڈو مہاراج کے خاندان میں وجہ راے  
نرپتی راج سمستان مہاراج ہستنادتی (دہلی) کے تحت پرہیجہ کر ایک چھتہ ادھی یعنی  
بیجا نگر - شاہنشاہ کے لقب سے حکمراں تھا اس کے زمانے میں محمدی (اہل  
اسلام) لوگوں نے ترکستان سے آکر لڑائی شروع کی۔ متحدہ دیوانی (دیوانوں کے بعد نرپتی و ناکتہ  
کے راجاؤں کا خطاب ہے) کو شکست ہوئی۔ تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مسلمانوں نے  
۱۵ - کنک گیری لنگاوتی ضلع راجپور سے (۱۲ میل) سگور گنگاوتی کے ترک پر واقع ہے اور راجپور سے  
۱۶ میل ہے۔ ۱۲ - تنگ بھدر را کے مقدس حالات ۱۵ - کنک گیری کے دونوں کے نام ہیں۔  
۱۷ - موضع ڈانا پور تعلقہ گنگاوتی میں تنگ بھدر را سے مل گئے ہیں۔



ہستنا و تی پر قبضہ کر کے اپنے جھنڈے چڑھا کر دلی کا نام رکھا اور سنوہاسن (تخت) کو کرکستان لے گئے۔ اس کے بعد زرتی بک بک مہاراج اُس ملک یعنی دہلی کو چھوڑ کر کشکندہ (ہمپس) جس کا دوسرا نام ویجا نگر میں آکر رہنے لگے۔ یہاں راج پٹشی (یعنی بڑی ریاضت کرنے والا) مادھو تیرتھ عرف وڈیا رانیا کے پاس آکر اپنا سارا قصہ بیان کیا۔ ان کے عنایات حاصل کر کے مدھیہ راج (ملک کرناٹک) کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ جو نگر عرف ہمپس کھنڈر کو آباد کر کے رہنے لگا۔ پرہیا اسی نایک مہارودی پُرش (بہت بڑا مقبول بارگاہ) قوم گلڑ چرواہا جس کی پیدائش برگدیش (مشرقی ملک) تھا۔ کئی گائیں اور بکریوں کے دیوان کے پاس تھے۔ اڑچلما کے دیول کے پاس رہتا تھا بک بک مہاراج کے نہایت ہی مدد و معاون تھا بہت سی مصیبتیں جھیل کر زرتی کے راج کو قائم کر دیا۔ لہذا اب بھی سستان ہلی حیدر والوں کو زرتی پر تشاپن آچار یہ کا خطاب ہے جس کے معنی ہیں کہ زرتی راج کو قائم کرنے والا آچاری۔

نالوں کی طغیانی سے دیول کا  
جو مٹی میں دبا ہوا تھا نکل آنا۔

سالی داہن کے ۱۳۵۸ء تاں نام پچھریں سری من راج  
دھی راج دیر پتاپ سری پرور دیو مہاراج تھا معلوم ہوا

ہو کہ سری کنکا چل پتی سوامی کا قدیم دیول ندی کے درمیان درختوں سے چھپ گیا تھا  
اور قدیم منڈپ پر (یعنی مٹی کے ڈھیر) میں دب گیا تھا۔ اور گائیں چرتے وقت کام دھین نامی  
ایک گائے روزانہ آکر اس بھٹ میں دودھ دیتی تھی۔ اس کی کسی کو کانوں کان خبر نہ تھی۔ راج  
نے گوپال (جو واسے کا نام ہے) کو مارا۔ دو سو دن چرواہا گائے کی تاک میں رہا۔ گائے  
بھٹ میں دودھ دیتے ہوئے دیکھ کر راجہ کو اطلاع دی۔ راجہ چند آدمیوں کے ساتھ بھٹ  
کھدوانے کے لئے لے کر آیا اور کدالی سے کھدوا رہا تھا۔ کہ وہ لوگ خون کی تڑک کر کے مر گئے۔ راجہ  
بے ہوش ہو گیا اور یہ خواب دیکھا کہ زرتی میں (جو بالاجی کے نام سے مشہور ہے) اور ہندوؤں کی  
مقدس تیرتھ گاہ ہے) دھپڑوں (چماروں) کو درشن نہیں ہوتا میں اُن کے لئے اوتار ہوں۔  
(کیوں کہ کنگ گیری کے دیول کی چاترا میں تین دن تک بیچ قوم کے لوگ آسکتے ہیں)  
اُس روز صبح ہونے کے پیشتر نالوں میں طغیانی ہو کر بہہ گیا اور منڈپ نکل آیا۔ یہ خبر راجہ  
آنا گندی کو ہوئی وہ نہایت عقیدت مندی سے سوامی کے درشن کو آیا اور قدیم منڈپ

دوسرے دروازے تک جدید تعمیر کرایا اور دیو کی پوجا وغیرہ برابر ہونے کے لئے ۱۲۵۸ھ  
 سمجھ میں (۱۲) مواضع عطا کئے۔ جس کا داخلہ سیلاسیا سن (پتھر کے کتبے) میں موجود ہے۔

دیول کی خدمت کے لئے پرسپا اڑسی  
 نایک مستان کنک گیری کو عطا  
 جاگیرات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سجھتا تھا اور کنک گیری والوں کی معاش میں اضافہ کیا۔ اپنی ریاست میں ان کی راجہ  
 بھی قائم کر دی اور یہ دیول جو دوسرے دروازے تک تھا اس دیول کو جو (۱۲) گاؤں چار  
 لاکھ درہا (ہن کے معاش قدیم طلائی سکے تھا) کے محاصل کا راج تھا وہ پرسپا اڑسی نایک کے  
 تفویض کے ۱۲۰۰ پلو نام سمجھ میں کئے گئے۔ زمینوں (راجہ آنا گندی) میں سیدھے  
 جانبے نشست کی عہد اور خطابات حاصل کر کے سری سوامی کی پوجا پاٹ نہایت عمدگی سے کرتے ہیں  
 کہ سری سوامی کے ادائی خدمت کے لئے دو جاگیریں یعنی تین ہال۔ ملا پور پوجا دیولوں کے  
 مورث اعلیٰ سری کوٹڑا چاری سوامی اور ان کے چار گوتڑ (فرقوں) میں دیا گیا۔ جس کی  
 سند موجود ہے۔

نواب اڑسی نایک کی پیدائش  
 اور ان کے زمانے کی عمارات ۔

وقت صرف گول مضغہ نکلا اس پر رانی کے پاس رہنے والی عورتوں کو شبہ ہوا اور راجہ کو  
 خبر کر دی۔ راجہ نے حکم دیا کہ اس جنین کو سری سوامی کے پاس ڈال دے حسبہ تعمیل کی گئی۔ معلوم  
 ہوتا ہے کہ یہ کچھی دیوی کا دودھ پی کر (۱۲) سال تک پرورش پاتا رہا۔ اس کے بعد اڑسی نایک کے  
 سالیو اس کے ۱۲۳۲ الشور نام سمجھ میں قصبہ کنک گیری کو آباد کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ قصبہ  
 کوٹڑا کر ایک ہی گاؤں آباد کر کے اس کا نام کنک گیری رکھا۔ گاؤں کے اطراف فہل ابار کر کے  
 سری سوامی کے مدھیہ رنگ (بیج صحن) دیول کے چوہرٹ کمپونڈ اور کچھ پتھر بنیادوں کے  
 زمانے میں ہوا۔ صدر دروازے کے باہر باؤلی کے پاس ایک چھوٹا سا دیول ہے۔ یہ دیول  
 اڑسی نایک کی مورث کا لے پتھر پر موجود ہے۔ اس کے علاوہ اس کے زمانے میں کئی دیول ہیں۔

نونی بھوکا پڑیس کا دیول۔ بمبئی گڈ میں نرسنوں سوامی کا دیول۔ وٹل (ہیٹریس رہنے کے مکان) تالاب بنواے۔ جہاں جہاں اس نے دیول تعمیر کئے ہیں وہاں راجہ کی پتھر کی مورتیں موجود ہیں نواب اڑسی نایک نے (۴۷) سال تک سلطنت کی۔

کلہڑی اڑسی نایک کے زمانہ نواب اڑسی نایک کی وفات کے بعد اُس کے فرزند کلہڑی اڑسی کی مذہبی عمارات ۔ ۔ ۔

وکاری سمجھ میں اس دیول کے اندر دلی دہرونی صحن اور گوبلی بنی قصبہ اور دیوار کے چوڑے کپڑے وغیرہ میں بچ کرائی۔ اس کی تصویر گج کی وسط صحن میں موجود تھی (اب نہیں ہے) دیول کے پوجا پاٹ عہدگی سے ہوتی رہی۔ اس نے دور بھیس بنوا کر جاتریاں بہت ترقی کی جس کے لئے ہر سال تخمیناً (۶۵) ہزار روپیہ خراجات کا تعین کر کے نہایت عہدگی سے اپنی ریاست اور سری سوامی کا اچھا و کرتا رہا۔

کنکلیا اڑسی نایک کے زمانے کی تعمیر اس کی عورت پچھان گتی کے خلوت گاہ میں سری سوامی کا راجہ کے لباس میں داخل ہونا ۔ ۔ ۔

میں کے تمام دیول اور (۲) حوض و ٹونڈی تیور پٹا کے دیول وغیرہ اور اس گاؤں کے اوپر دار و تالاب تعمیر کراے۔ اُس زمانے میں بھاٹوں کو دیول کی تعریف اسی راجہ یہ سکھلائی تھی ”اے دیول کے پیدا کرنے والے کنک گیری نرسنوں تو زیم ہو۔ تیرے توٹل تیرے (جھوٹے تیرے) سچے اعتقاد سے روزانہ کرنے والے کو کشت (سفید داغ) اور بھگنیر وغیرہ امراض خبیثہ اور نکالیف و افلاس کو دور کرنے والا ہو“ ایسے بہت دعائیہ فقرے جسکو بھگننگی کہتے ہیں بنائے تھے۔ اس کی بڑی زور و جھجھکی ناکتہ بڑی پار ساقھی۔ ایک دن سری سوامی راجہ کے لباس میں رانیواس (یعنی زمانے محل میں جا رہی تھی) کے خلوت گاہ میں داخل ہوا۔ اتفاقاً راجہ اُس وقت اپنی رانی کے پاس گیا تو رانی نے کہا کہ تم ابھی آئے تھے پھر کیوں کر آئے۔ اس پر راجہ خاموش رہا۔ دو سکر روز ناک لگا کر خلوت گاہ میں سری سوامی کو جا پکڑا۔ تو سوامی نے اپنی اصلی علامات سنکھ اور چکر بتلا دئے۔ اُس روز سے

اُس راجہ نے اپنی عورت کی خلوت گاہ میں جانا چھوڑ دیا اور مثل ماں کے سمجھ کر پوجا کرنے لگا۔  
**ونکٹپانا نایک کے زمانہ کی عمارات** کنکیا کے مرنے کے بعد اُس کے بھائی ونکٹپانا نایک نے  
 اور مہٹری اڑسی نایک کے عطیات **سالیواہن** کے ۱۵۰۵ء وروہی نام سمجھ میں اپنا نام ہمیشہ  
 قائم رکھنے کے لئے تختینا ایک لاکھ روپیہ کے صرفہ سے ایک بہت بڑی باؤلی طیار کرانی جس کا نام  
 "ونکٹپانا" باؤلی ہو اور جو اب تک درست حالت میں موجود ہے۔ ہندو لوگ اس کو ونکٹ پتی کی  
 باؤلی راجہ کے نام پر سے کہتے ہیں۔ کنکیا اڑسی نایک کے فرزند مہٹری اڑسی نایک نے  
 سالیواہن کے ۱۵۴۰ء اکثری سمجھ میں (۳۲) لاکھ کی ریاست پر حکومت کی۔ سری سوامی کے  
 روزانہ پوجا پاٹ اور جاڑا میں بہت ہی ترقی دی۔ داخلہ سے ظاہر ہو کہ اُس وقت اس دیول  
 کے اخراجات تختینا ایک لاکھ روپیہ تھے اُس نے (۳۰) پالیکاروں کو اہلیات دیں اور کئی  
 لوگوں کو جاگیروں اور دیس گتیاں اور ناٹگوڑ گتیاں اور متعدد العامات عطا کئے اور علاوہ اس  
 کے اپنے بزرگوں کے دئے ہوئے عطیات بحال و برقرار رکھے۔ اس کا نصب کیا ہوا ایک  
 پتھر کا کتبہ سالیواہن کے ۵۹۶ء پتھر کا دیول کے اندر موجود ہے جس میں دشنوسر و تم کر کے لکھا ہوا  
 ہے۔ دیول کے باہر باؤلی کے پاس کالے پتھر کی سورتیں ہیں۔ بیچ میں نواب اڑسی نایک کی سورت  
 ہے۔ دائیں جانب چٹا چٹا زوجہ سمجھی ناگتی مال بائیں جانب کنکیا پسر مہٹری نایک پوتا۔  
 نواب اڑسی نایک جس کو عرف میں اڑچپانا نایک کہتے ہیں اُس کی تصویر بیچ میں سیاہ پتھر کی  
 ہے سر پر بگھڑی دی ہوئی ہے ہاتھ جوڑے ہوئے درباری لباس میں کھڑا ہے۔ بہت ہی فیٹ ہے لیکن  
 بلند اور دو فیٹ ۹ انچ چوڑا ہے اس کے باہر ہی ایک پتھر پر راجہ اڑچپانا نایک کی سواری کی  
 تصویر اتبتلائی گئی ہیں۔ اڑچپانا نایک کی عورت "چٹا چٹا" سری سوامی کی بڑی مقصد  
 تھی جس نے اپنا نام قائم رہنے کے غرض سے دیول کے اندر کے ۵۹۶ء سمجھ میں پتھر کا فرش  
 ۱۵۰۵ء زمانہ قدیم میں فوج کے سرکردہ کو کہتے تھے ۱۵۰۵ء جن مواضع کی آمدنی میں دولٹ سرکار لے اور ٹلٹ قابض  
 کو معاف کرے ۱۵۱۲ء یہ ایک قسم کا دکن ہے جس وقت تک راجہ جو سیریات و اہلیات وغیرہ ان لوگوں کے لئے  
 زمانہ حال میں سرکار سے جاری رکھی گئی ہیں۔ ۱۵۱۲ء ایک قسم کی وطن داری ہے جس میں حقوق انسانی  
 حاصل رہتے ہیں ۱۵۱۵ء اڑچپانا نایک کے نام کے کئی فرامین عادل شاہی ضمیمہ آخر میں درج ہیں ۱۲۔

بنوایا اور فرش زمین میں گر ڈیول کے شمال جانب ایک پتھر کا کتبہ اُسی فرش میں لگا ہوا ہے جو بڑا نہیں جاتا۔ نیز ایک تالاب قصبہ کنک گیری کے شمالی جانب تعمیر کیا جس کو چنا دیوی تالاب کہتے ہیں جو اب بھی موجود ہے۔ دوسری رانی اچھانے بغرض بقائے نام خود کنک گیری کے مغربی جانب موضع کیتھڑو کے راستہ میں ایک باؤلی بنائی جو اب بھی موجود ہے جس کو اچھانکی باؤلی کہتے ہیں۔

مہتری اڑچپا نایک کے انتقال کے بعد کنکیا اڑسی نایک ثانی عین عالم شباب میں سکے ۱۶۳۰ء کو پتھر میں لکھی ہوئی پٹیچا۔ مذہب کا بڑا پابند تھا اور اپنے

کنکیا اڑسی نایک ثانی راجہ  
سمستان کنک گیری کی کارہا  
خیر - - -

بزرگوں کے عطیات اور سری سوامی کے پوجا پاٹ و جاترا وغیرہ کے اخراجات حسب معمول بحال و جاری رکھا۔ اس کی ریاست (۳۲) لاکھ کی تھی۔ از روئے داخلہ ظاہر ہے کہ اس دیول کے اخراجات تخمیناً ایک لاکھ روپے تک تھے۔ اپنا نام قائم رہنے کی غرض سے ایک باؤلی موضع بھکا پور کے راستہ میں تعمیر کی جس کو اب کنکیا کی باؤلی کہتے ہیں جو اب بھی موجود ہے۔ اس نے (۴۷) سال سلطنت کی۔

کنکیا اڑسی نایک ثانی کے انتقال کے بعد اُس کا  
فرزند ہری رنگ نایک سوامی کا بڑا معتقد اور بڑا  
منصف مزاج تھا اُس نے معاش ماے قدیم بحال رکھیں اس کے عہد میں ہری سوامی کے پوجا  
و جاترا وغیرہ کے اخراجات تخمیناً ایک لاکھ روپے تھے۔

ہری رنگ نایک فرزند کنکیا ثانی  
کے زمانہ حکومت کی تعمیرات

چٹانند کی کتاب بال لیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مہا تپشی (ولی صفت) چٹانند اودھوت ہماراج اس زمانے میں یہاں موجود تھے۔ انھوں نے راجہ سے خواہش ظاہر کی کہ میری سعادھی (قبر) یہیں بنائی جائے اور میرے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گاؤں کے چوطرف بلی (صدقہ) ڈال دیں تو تیری ریاست تالباے شمس و قمر رہے گی ورنہ تیری تیسری پشت کے بعد تباہ ہو جائے گی۔ راجہ ڈر گیا کہ سنیاسی کا قتل بڑا پاپ ہے ریاست برباد ہو جائے تو مضاقتہ نہیں لیکن یہ کام مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ اس سنیاسی کے رہنے کے لیے راجہ نے اپنی ڈیوڑھی کے پاس ایک مشرپ اور

ایک باؤلی بنائی اور اسی میں سادھی بھی بنادی۔ راجہ نے اُس منڈپ کے چوطرف ایک باغیچہ بنایا تھا جو آبِ دیران ہو۔

کنکیا اڑسی نایک ثالث پرباوشاہ کنکیا ثانی کے مرنے کے بعد اُس کے فرزند کنکیا بیجاپور کا چڑھائی کرنا۔

تذیک جاری رکھیں اور سری سوامی کی پوجا وغیرہ میں سالانہ (۶۰) ہزار روپیہ خرچ کرتا تھا۔ اس زمانے میں بیجاپور کے بادشاہ نے چڑھائی کی۔ رات کے وقت لڑائی ہوئی۔ سری سوامی نے خود گھوڑے پر سوار ہو کر تمام لشکر کو بھگا دیا۔ بادشاہ بہت متعجب ہوا اور سمجھا کہ یہ کوئی دردی پرش (مقبول) لگ گیا ہے۔ داخلہ سے ظاہر ہے کہ بادشاہ نے اس کو اپنی ریاست میں باج گزار راجہ کے نام سے موسوم کیا۔

راجہ کنکیا ثالث کو بیجاپور کے راجہ نے ارکاٹ پر چڑھائی کرنے کا حکم دینے پر جنگ کی طیاری کی کا پیاس سے مرجانا۔

ایک لاکھ سپہ سالار تھے۔ چنانچہ اس میں صرف تین ہزار گولہ تھے۔ میدان جنگ میں گئے اور لڑائی شروع ہوئی اور کامیابی کے آثار نظر آنے لگے۔ سوامی کا ارشاد راجہ کی نسبت یہ تھا کہ دیول کے سامنے جو باؤلی ہے اُس باؤلی کا پانی جس روز نہیں پئے گا اُسی روز مرجائے گا۔ یہ بات یہاں کے لوگوں کی سازش سے راجہ ارکاٹ کو معلوم ہوئی وہ بڑا متفنی تھا پانی لانے کا ذریعہ بند کر دیا۔ راجہ کو لڑائی میں پانی کی پیاس زیادہ لگی۔ پانی نہ آنے سے ایک تالاب میں گردن برابر پانی میں کھڑا ہوا تاکہ پیاس بجھے لیکن پیاس نہ بچھ سکی آخر کار راجہ نے تالاب کا پانی پی لیا اور فوراً مر گیا راجہ کے مرنے کے بعد لوگ ویسی ہی واپس چلے آئے۔

راجہ ہری نایک کا سکے ۱۶۹۸ کنکیا اڑسی نایک ثالث کے مرنے کے بعد ۱۶۹۸ میں جانشین ہونا اور راجہ سمجھ میں جانشین ہونا اور راجہ چندر لال وزیر حیدر آباد سے مقابلہ

۱۷۰۱ء ایک نومبر ۱۲۰۱ھ زبان کنڑی کا لفظ ہے بمعنی کلاں اور چک بالکسر بمعنی خورد۔

بھی سری سوامی کے پوجا اور جاترا حسب دستور جاری رکھا۔ کارہائے خیر کرتا رہا مگر کم سن بچوں کو دیکھتے ہی پکڑ لیتا تھا اور مار ڈالتا تھا۔ رانی واس کے لوگوں کو جہیہ سے ہلاک کرتا تھا۔ اس زمانے میں انگریز لوگ اس ملک میں تازہ وارد ہوئے۔ تاریخ ہند میں لکھا ہے کہ انگریزوں نے اپنی حکمت عملی سے باجی راؤ کو گرفتار کر کے ملک ہمارا شہرہ پر قبضہ کر لیا۔ انگریزوں نے ندی کے اُس پار کا تمام ملک اپنے قبضہ میں کر لیا اور ندی کے اُس پار کا ملک مغربی والوں کے قبضہ میں رہا۔ مغربی راج میر عالم بہادر اور چند ولال دو وزیر سلطنت کا روباہر چلاتے تھے۔ راجہ چند ولال ترقی کی تیر کے واسطے پیدل راستے سے پہنچتے دیکھتے ہوئے کنک گیری آئے۔ کنک گیری کے راجہ نے سمجھا کہ کوئی غنیمت چڑھ آیا ہے لڑائی کے لئے طیار ہو گیا تو راجہ چند ولال نے اپنے ہمراہیوں کے بھاگ کر راجہ آناگندی کے پاس پناہ گزیں ہوئے۔ راجہ کنک گیری نے اُن کا تعاقب کیا لیکن راجہ آناگندی کے ایمانے اُن کو قتل اپنے باپ کے خیال کر کے واپس پلٹا۔

راجہ چند ولال اور راجہ ہرے نایک کا مقابلہ اور راجہ ہرے نایک کا ضرب توپ سے ہلاک ہوتا ۔ ۔ ۔

رقم (پیش کش) وصول کرنے کے لئے تھوڑی فوج بھیجی اس وقت ہرے نایک بمی گڑھ کے پہاڑ میں رہتا تھا۔ فوج نے آکر گھیر لیا۔ سمستان کنک گیری کی فوج نے رات کے وقت تمام گھوڑوں کے کان اور میں کاٹ ڈالیں صبح ہوتے ہوئے چند ولال کا لشکر پست بہشت ہو کر واپس چلا گیا۔ بعدہ راجہ چند ولال نے سلطان میاں کو سپہ سالار مقرر کر کے بھیجا۔ اُس وقت بھی راجہ بمی گڑھ میں رہتا تھا۔ فوج نے آکر گاؤں کو گھیر لیا۔ راجہ نے یہ سن کر لشکر کو طیاری کا حکم دیا۔ راجہ غسل کر کے سوامی کے درشن کے لئے دیول میں گیا۔ روزانہ جو دروازہ کے قفل خود بخود کھل جاتے تھے اُس دن نہیں کھلے۔ جس سے راجہ آزرده خاطر ہوا وہ سمجھا کہ میرے مالک (یعنی کنکا چلیپتی) کا عتاب ہے۔ اب زندہ رہنا ٹھیک نہیں۔ چند ولال کی فوج سے مقابلہ کیا جس میں راجہ کا لشکر مہڑواڑی۔ دکن میں مہڑواڑی۔ تلنگانہ اور کرناٹک ملک کی تین تقسیمیں ہیں۔ سلطنت سبب پور کا آجڑا ہوا شہر اب بھی کے کھنڈر کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۲۔

تمام لشکر تباہ ہو گیا۔ حیدر آباد والوں کا حکم صرف راجہ کو گرفتار کرنے کا تھا مار ڈالنے کا نہ تھا۔ یہ راجہ وردی پُرش ہونے سے تلوار اور بندوق کی گولی سے ہلاک نہ ہو سکا۔ آخر کار لڑائی میں چند دلال کو فتح ہوئی۔ راجہ تو ٹیڈی توڑ پیا دیول کو جا کر سوامی کی درشن لیا بعد اُس نے دل میں سوچا کہ اب صفحہ دنیا میں رہنا ٹھیک نہیں اپنی داسہنی ران میں جو مچھ بستر (تھونید) تھا جمبیہ سے چیر کر نکالا۔ جو کھلتے ہی غائب ہو گیا اُسی وقت شکر نے آکر راجہ کو بھر لیا۔ راجہ خود بخود توپ کے ستارے کھڑا ہو گیا اور توپ خود اڑا دی۔ توپ کی آواز ہوتے ہی جسم کے تمام اعضا دیول ہی پیٹ کے اوپر وار ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑے لوگوں نے تمام ٹکڑے اکٹھے کر کے جلا دیے اور وہاں ایک چبوترہ اور ایک دیول بنایا گیا جو آب ہرے نایک کی چبوترے کے نام سے مشہور ہے۔

ٹیلیو سلطان اور راجہ ہرن ملی کا راجہ ٹیلیو سلطان پونا جانے کی غرض سے بھیجی اور کنک گیری کی ڈیوڑھی کو ٹیڈی اور جلا نا اور دیول کا تاج لے جانا۔ کے لوگ اُس وقت مہالکشی کی پوجا کے لئے بڑے کروڑوں سے سچھی دیوی کے پہاڑ پر گئے ہوئے تھے۔ ٹیلیو سلطان اپنے لشکر سمیت راجہ کے ڈیوڑھی میں گھس گیا اور لوٹ لیا اور سارے دیوستان کو بھی لوٹ لیا۔ بڑے رکھ کو آگ لگا دی جو پھیلنے پھیلنے دربار تک پہنچی اور برابر تین مہینے تک جلتی رہی اور اسی کے ساتھ اسناد و وثائق بھی جل گئے۔ ٹیلیو سلطان کے ساتھ ہرن ملی کا راجہ بھی آیا تھا سستان کے خزانہ میں سری سومی کے سونے کا تاج تھا جس میں ہیرے و الماس لگے ہوئے تھے وہ لے گیا۔ انگریزوں کی ادنیٰ حکومت میں ہرن ملی سستان برباد ہو گیا۔ اُس وقت والی سستان ہرن ملی نے یہاں سے جو تاج لے گیا تھا ضلع دھارواڑ کے موضع دیوڑھی پر لگی میں ایک صراف برہمن سومی رامٹا نایک کے پاس رہن رکھا۔ اس کے پیشتر کسی کو خبر نہ تھی کہ تاج کس کے پاس ہے۔

رامٹا نایک کا سوامی کے درشن کے لئے آنا اور تاج کے دینے سے انکار کرنا اور بیٹھی اُلٹ کر زخمی ہونا۔ کنک گیری میں بھٹیر اور سری سوامی کے درشن پھل (تبرک) لے کر چلا گیا۔ لیکن کسی کو خبر نہ کی

لے کنک گیری کی مشرقی جانب یہ دیول ہے ۱۲۔



کہ اُس کے پاس تاج تھا۔ گاؤں کے باہر ماہنیا کے مٹھ کے پاس جانا ہی تھا کہ بندھی اُٹھ گئی۔ رامنا کے ہاتھ میں سخت چوٹ آئی۔ وہ واپس آکر سری سوامی کے پاس ایک روز رہا۔ برہمنوں کو کھانا کھلایا۔ سری مان ونگٹ سوامی اور ونگٹا چاری کے سامنے رامنا نایک نے کہا کہ (۴۰) ہزار روپیہ میں تاج رہن ہو۔ اصل رقم میں نصف اور پورا سو دھوڑو دوں گا۔ پوجاریوں نے کہا کہ ہم رقم دینے کے قابل نہیں ہیں مناسب یہ ہے کہ اپنا نام تاج پر گھرا کر دیول کے نام دے دو لیکن رامنا اس بات پر راضی نہ ہوا اور (۱۶) سال کے بعد مرجی گیا۔

راجہ رنگنا تھپا ہلی حیدر کے (۱۶) مواضعات راجہ ہرے نایک کے مرنے کے بعد اُس پر چڑھائی کرنا۔۔۔۔۔ کے (۳) فرزند تھے۔ رنگنا نایک

رنگنا تھپا نایک عرف گڑو دھری ہنہیا نایک۔ ان تینوں میں سے پہلا لڑکا رنگنا نایک شورا پور کو شادی کی غرض سے گیا ہوا تھا اتفاقاً کسی مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ دوسرا فرزند رنگنا تھپا نایک اُس نے سمستان ہلی حیدر جو سرکار میں ضبط تھا لینے کی کوشش کی مگر ناکامیاب رہنے سے ہلی حیدر کے (۱۶) مواضعات پر چڑھائی کی۔ یہ خبر سرکار نظام اور سرکار عظمت دار ملک پونچی آخر کار برٹش گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ (۱۶) مواضعات سرکاری عمل دخل اور دریافت انعام سے مستغنی ہیں جس کے متعلق ریڈیٹ بہادر کے میمورانڈم سمستان میں موجود ہے۔ رنگنا تھپا ان (۱۶) مواضعات کو اپنے قبضہ میں لے کر سمستان کی حکومت چلانے لگا کچھ عرصے کے بعد تیسرا فرزند ہنہیا نایک نے رنگنا تھپا سے کہا کہ مجھے بسر اوقات کے لئے علیحدہ معاش مقرر کر دیجیں پاپس کی گزراوقات کے لئے ایک موضع گوڑھن ہال دے دیا گیا۔ اُس وقت سے سری سوامی دیول کی تمام معاش ضبط ہو کر صرف (۳) ہزار روپیہ کے اخراجات بحال رکھے گئے۔

۱۶۲۰ء میں بالین صاحب کا سری سوامی کے پوجا کے لئے تین ہال ملا اور معافی جاگیر کا پوجاریوں کے نام بحال کرنا۔۔۔۔۔ عرب معاملت دار اور اسد علی خاں۔ نواب جان۔

علی بی میاں - سلطان میاں - واول میاں - محمد صاحب میاں - بھکومتیاں کے زمانہ تک  
سمستان کے (۱۶) مواضع تھے اور دیول کے لئے سالانہ (۳) ہزار روپیہ حسب معمول بحال  
وجاری رہا۔

بالمین صاحب بہادر نے ۱۶۶۲ء عمل کشتری میں سمستان کے (۱۶) مواضع بحال رکھ کر صرف  
دیول کے لئے (۳) ہزار کی معاش بغرض دریافت ضبط کی۔ علاوہ اس کے سری سوامی کی پوجا  
کے لیے قدیم سے دو مواضع پتن پال - ملا پور معافی جاگیر تھیں دریافت کے لئے وہ بھی ضبط  
کیں (۴) سال تک مسلسل کارروائی چل کر ادائی خدمت کی معاش سری من و نکٹ سوامی اور  
سری من و نگل و نکٹا چاریہ دونوں کے نام حسب احکام ریڈنٹ بہادر بحال ہوئی۔ امانی رقم بھی ملی۔ سرکار  
انگریزی میں پوجاریوں نے اس دیول کے (۳) ہزار کی معاش کی رقم ملنے کے لئے درخواست دی  
اُس پر یہ تجویز ہوئی کہ یہ ملک سرکار نظام کے تفویض ہو چکا ہو لہذا نظام سرکار میں کارروائی کی جا  
معاش ضبط رہنے سے سری سوامی کے روزمرہ پوجا سمستان کی طرف سے رنگنا تھپا نایک  
چلاتا رہا اس طرح اس کی اور دنکٹ لچما کی شوہر کی مدد سے چند روز تک چاترا ہوتا رہا۔

رنگپا نایک کا سمستان پر قابض ہونا  
اور مرنے وقت بڑی زوجہ و نکٹا سے  
وصیت کرنا۔  
رنگنا تھپا کے مرنے کے بعد اس کے (۳) بیٹے تھے  
رنگپا نایک - کنکپا نایک - بکنکپا نایک اور دوسری زوجہ کے  
بطن سے جمل نایک - رنگنا تھپا نایک نے (۱۶)

مواضع پر قبضہ کر کے سمستان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ سری سوامی کی روزمرہ پوجا و برسال  
چاترا چلاتا تھا۔ کنکپا نایک فرزند دوم نے رنگپا نایک سے کہا کہ میرے سیراوقات کے لئے علیحدہ  
معاش دی جائے تو ان کے کہنے کے بموجب رنگپا نایک نے موضع سوم ساگر دے دی۔

رنگپا نایک کے دو فرزند تھے (۱) اڑچپا نایک (۲) رنگنا تھپا نایک - یہ اپنی اپنی معاش میں  
گزاراوقات کرتے تھے۔ جمل نایک کو موضع گنت مڑ کی معاش دے دی گئی۔ جمل نایک کا بیٹا رنگنا تھپا  
نایک اب بھی اُس معاش پر قابض ہے۔ رنگپا نایک کے کوئی اولاد ذکر نہ تھی صرف (۳) لڑکیاں تھیں  
بچھا - ہریا - وندما اُس نے مرنے وقت اپنی بڑی زوجہ و نکٹا اور بقیہ تین زوجہ گان کو بلا کر وصیت  
کی کہ مجھے کوئی فرزند نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ آگے چل کر وقتیں پیدا ہو جائیں۔ اپنے بھائی کے فرزند مسمی

اگر چہ پانابک کو رسم دت ہوم کی ادائیگی کے بعد متبہ کیا۔ رنگنا تھا پانابک گیری میں حرا۔  
 دیول کے معاش کے متعلق رنگنا تھا کے انتقال کے بعد ان کی بڑی زوجہ و نکٹھا  
 کارروائیاں - - - - - سمتاں پر قابض ہوئی۔ سری سوامی کی پوجا و جاترا و  
 روزمرہ کا کام حسب معمول چلاتی رہی مگر بالمین صاحب کے زمانہ میں جو دو موضع دیول کی پوجا کے  
 لئے جاگیر دئے گئے بالمین صاحب کا زمانہ گزرنے کے دو سال بعد ضبط کر لئے۔ پتہ ہال معافی  
 جاگیر تھا زمانہ میر مومن علی صاحب اول تعلقہ دار دریا فت النعام ہو کر بحال ہوا۔ بعد چند روز کے  
 مکرر دریافت النعامی میں جاگیر کی سند طلب کی گئی بمقام کارنگی بہ حکم دوم قطعہ داری سند داخل کی  
 گئی جو صدر میں چلی گئی اور اب تک واپس نہیں ہوئی لیکن تا دریافت مکمل موضع جاگیر ضبط ہو کر سالانہ  
 مال نقد مقرر ہوئے۔ راجہ علی حیدر اور گرد کے درمیان کچھ جھگڑا ہونے سے گرد اپنے ذاتی صرفہ سے  
 دیول میں خرچ کرتا تھا اسے بھی رانی نے بند کر دیا۔ اس اثنا میں گرد کی عورت و نکٹھ لچھمانے اپنی بیٹی  
 کی شادی ترسنوں چاری سے کر دی جس کے لپٹن سے کنکنا نامی لڑکی پیدا ہوئی۔ اس لڑکی  
 کی شادی مکلا پوریان گری راگھو چاری سے ہوئی اس کے لپٹن سے ایک لڑکا مسمی شاما چاری  
 پیدا ہوا و نکٹھ لچھمانے اپنے نواسہ شاما چاری کو گرد کے گدڑی پر بٹھانے کا ارادہ کیا۔ راگھو چاری  
 کا بھائی و نکٹھا چاری سمتان علی حیدر کے خاندان میں متبہ کیا تھا۔ سمتان واسے راگھو  
 چاری کے فرزند شاما چاری کو گرو بنا چکے تھے۔ و نکٹھ لچھمانی وفات کے وقت گاؤں والوں نے  
 و نکٹھا چاری کو راضی کر لیا اور کا ملا پور بھیج دیا۔ پھر چند روز بعد راج باب کا جھگڑا شروع ہوا۔  
 آخر کار راجہ نے پوجا چاری کے نام سری سوامی کے لئے سالانہ (دامہ) نقد جب تک نسل  
 باقی رہے اس وقت تک ادائیگی کا اقرار کیا اس شرط سے کہ اور کوئی مطالبہ نہ کیا جائے۔ جس کو  
 سمتان واسے اور کنکنا گیری کی رعایا اور پوجاریوں سب نے تسلیم کیا اور اس مطابق  
 و نکٹھا چاری سے بھی ایک اقرار نامہ لکھو لیا جس پر سنہ ۱۸۷۲ تک عمل رہا۔  
 ادھر پہلے سے دیول کی معاش کے متعلق سرکار میں کارروائی جاری تھی لیکن کوئی داد نہ  
 لگتی تھی۔ قصہ کنکنا گیری ولسری ہال کے پٹواری بھیم راؤ اور راگھو پٹا صراف اور گاؤں کے  
 لوگ دیول کی کارروائی کرنے کے لئے حیدر آباد گئے اور اس کارروائی کے لئے چند بھی ہوا

پوجاریوں و سمنان والوں نے راگھپا صراف کو خنثار نامہ دیا۔ انھوں نے زاما چاری صاحب  
 وکیل کے ذریعہ سے ایک درخواست اور دیول کے نقشہ جناب مولوی مشتاق حسین وقار الملک  
 بہادر و محترم مالگزار کی خدمت میں گزرائی صاحب ممدوح نے نواب مدار الملہام بہادر کی خدمت  
 میں گزارش پیش کی کہ معاش بحال ہونی مناسب ہو۔ نواب مدار الملہام بہادر نے حکم دیا کہ چون کہ  
 یہ دیول بہت بڑا ہے متعدد لوگوں نے اس دیول کی معاش کے متعلق کارروائی کی ہے سری سوامی  
 کی پوجا وغیرہ اور نواب ملنے کے لئے (سماء) سکہ حالی کی سالانہ معاش جاری فرمادی اس طرح  
 سالانہ چھ سو روپیہ نقدی سالانہ معاش جاری ہے۔ دیول کے اخراجات کی فہرست مرتب  
 ہوئی۔ راگھپا صراف کی کارروائی پر دیول کی نگرانی پنچوں کی کمیٹی کے تفویض رہی جس کی مجلس  
 رانی ونگٹھا ہوئیں۔ راج گرو ونگٹھا چاری اپنے معاہدہ کے بموجب سالانہ تک (دماہ) سالانہ  
 دیول کو دیتا رہا۔ سالانہ سے دو ستر اوپ (چراغ) لگانے کے اخراجات سالانہ  
 خرچ کرتے آئے بموجب معاہدہ رقم کی ادائی نہ ہونے سے سالانہ (دماہ) بقایا کے حساب سے  
 سالانہ تک (السماء) بقایا ہے۔ سالانہ سے دو ستر اوپ (چراغ) لگانا بھی موقوف ہو گیا۔  
 سالم رقم وصول طلب ہے۔ اس درمیان میں رانی ونگٹھا نے جاترا میں ڈبہ آملی کا رقم دینے کا  
 جھگڑا نکالا۔ راگھپا صراف اور گرو دونوں نے ڈبہ روک دیا۔ رانی صاحبہ نے اپنی عزت کا ضیاع  
 کر کے اپنی بقایا کی رقم ادائی کا اقرار کر کے قصبہ کنک گیری میں ہیکری می ایر پاسا ہو کو دیا۔  
 اس کی رقم (دماہ) رانی صاحبہ کے ذمہ باقی نکلی۔ جس کی نسبت کارروائی چلی۔  
 سراب جی صاحب دوم تعلقہ دار نے حوالہ دار سے (دماہ) روپیہ وصول کی باقی رقم کی  
 نسبت کارروائی جاری رہی اس سے پہلے اندرونی طور پر کارروائی چل کر رانی صاحبہ  
 میر مجلس سے خارج ہوئی تھیں سوم تعلقہ دار صاحب کو میر مجلس دی گئی تھی اس کی کارروائی  
 چل رہی تھی کہ رانی ونگٹھا کا انتقال ہوا۔ ان کے فرزند متبی اڑچپا نایاب سمنان کے مالک  
 ہو گئے۔ جب دستور قدیم تمام کام جاری رکھا۔ ان کے زمانہ میں کنک گیری کی  
 خواہش کی کہ سمنان والوں کی عزت قائم رکھنی ضروری ہے۔ اس کے متعلق کارروائی  
 سمنان والوں نے بھی زور لگایا دریافت کے لئے مولوی میر شجاعت علی صاحبہ اس تعلقہ دار

ضلع لن گور محققہ کے نام حکم آیا۔ تعلقہ دار نے موافقت دریافت کے بعد حسب منظوری سرکار سری  
سنت راجہ اڑچپا نایک بہادر سمستان ہلی حیدر کو کنک گیری کی دیول کی میر مجبسی دی۔ راجہ  
صاحب نے سری سوامی کے دیول کے لئے سرکار سے جو رقم ملتی تھی دیول کے روزانہ پوجا۔ (۵۰)  
روز کی اچھاؤ عینے کی اچھاؤ۔ نہایت عمدگی سے چلائی۔ سری سوامی کے جاترہ کے جملہ  
اخراجات اپنی ذاتی صرفہ سے تخمیناً چار پانسو روپیہ کھلا رنگ سالانہ کرتے رہے۔ وٹہ کی آمدنی  
ہنسنٹ اچھاؤ سے ۷ کر بڑی (۸) شام تک نگرانی کر کے جس کی آمدنی دوست تک ہوتی ہے خود  
لے لیتے ہیں۔ سوامی کے لئے رتھ کی طیاری انیس کے زمانہ میں ہوئی راجہ اڑچپا نایک  
ماہ اسفند ۱۳۱۷ء میں انتقال کیا۔

اُن کے انتقال کے بعد ایک صفر سن فرزند رنگپا ناتھ تھا وہ بھی مر جانے سے راجہ صاحب  
کی زوجہ رانی گورٹا صاحبہ سمستان ہلی حیدر پر متصرف ہیں۔ اور وہی دیول کے جملہ انتظام  
اور سمستان کی کل نگرانی کرتی ہیں۔

۵۔ یہ نیا چولی رتھ بارہ ہزار روپیہ کی لاگت سے بنا ہے جس پر بہت عمدہ صنایع نقش و نگار کی گئی ہے اور کئی برس میں بنا ہے۔





(سیاسیسن) یعنی پتھر کا کتبہ کے (۳۵۸-۱۳۶۴)

(۱) مبارک ہو۔ سری کنک گیری دیو کو ہمارا منسکار۔ لکشمی نرسنہ کی برکت سے جو سب بزرگوں کا سردار ہے اور جو دنیا کا پرورش کرنے والا اور ہماری مددوں کا دینے والا ہے تم سالکان کنکا چل یعنی کنک گیری کا ہمیشہ محافظ و نگہبان رہے۔

(۲) کلہوڑی رنگنا تھ (جو کنک گیری کے ایک دیو کا نام ہے) تینوں عالم کا مالک و مختار ہے (دنیا اور آخرت کے علاوہ ہنود کے نزدیک عالم جنات بھی تیسری دنیا ہے) اور اُس کے

۱۵ چاند۔ سنگھ۔ نام (دیہن جو پیشانی پر ٹیکہ لگاتے ہیں۔ چکر۔ سورج۔

۱۵ پتھر کے اُس کتبے کو کہتے ہیں جس کے ذریعے سے کوئی گرانٹ (عطیہ) دیا جائے۔ ایسے سیاس بالعموم مندروں کے صحن میں نصب کئے جاتے ہیں جن میں مہلی کے خاندانی اوصاف اور شرط عطا وغیرہ کندہ کئے جاتے ہیں۔ تاثر سیاس وہ ہے جو تانبے کے پتھروں پر کندہ ہو جیسا کہ تیسرا کتبہ بیون ہال کے گرانٹ کا ہے۔ ان تانبے کی تختیوں کے سرے پر سورج کر کے اُن میں ایک انگشتی تعلقہ ڈال دیا جاتا ہے جس پر مہلی کی مہر کندہ ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم کو تاثر سیاس کی بارہ تختیاں (۱۰×۴) انچہ حسن اتفاق سے دستیاب ہو گئیں۔ کنک گیری کے دیول میں تین سیاس برابر لگے ہیں۔ پہلا سیاس کے ۳۵۸ کنک گیری کے راجہ صاحب کا ہے جو ۶ - ۱۲ - ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۵ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۱ - ۵۲ - ۵۳ - ۵۴ - ۵۵ - ۵۶ - ۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۰ - ۱۰۱ - ۱۰۲ - ۱۰۳ - ۱۰۴ - ۱۰۵ - ۱۰۶ - ۱۰۷ - ۱۰۸ - ۱۰۹ - ۱۱۰ - ۱۱۱ - ۱۱۲ - ۱۱۳ - ۱۱۴ - ۱۱۵ - ۱۱۶ - ۱۱۷ - ۱۱۸ - ۱۱۹ - ۱۲۰ - ۱۲۱ - ۱۲۲ - ۱۲۳ - ۱۲۴ - ۱۲۵ - ۱۲۶ - ۱۲۷ - ۱۲۸ - ۱۲۹ - ۱۳۰ - ۱۳۱ - ۱۳۲ - ۱۳۳ - ۱۳۴ - ۱۳۵ - ۱۳۶ - ۱۳۷ - ۱۳۸ - ۱۳۹ - ۱۴۰ - ۱۴۱ - ۱۴۲ - ۱۴۳ - ۱۴۴ - ۱۴۵ - ۱۴۶ - ۱۴۷ - ۱۴۸ - ۱۴۹ - ۱۵۰ - ۱۵۱ - ۱۵۲ - ۱۵۳ - ۱۵۴ - ۱۵۵ - ۱۵۶ - ۱۵۷ - ۱۵۸ - ۱۵۹ - ۱۶۰ - ۱۶۱ - ۱۶۲ - ۱۶۳ - ۱۶۴ - ۱۶۵ - ۱۶۶ - ۱۶۷ - ۱۶۸ - ۱۶۹ - ۱۷۰ - ۱۷۱ - ۱۷۲ - ۱۷۳ - ۱۷۴ - ۱۷۵ - ۱۷۶ - ۱۷۷ - ۱۷۸ - ۱۷۹ - ۱۸۰ - ۱۸۱ - ۱۸۲ - ۱۸۳ - ۱۸۴ - ۱۸۵ - ۱۸۶ - ۱۸۷ - ۱۸۸ - ۱۸۹ - ۱۹۰ - ۱۹۱ - ۱۹۲ - ۱۹۳ - ۱۹۴ - ۱۹۵ - ۱۹۶ - ۱۹۷ - ۱۹۸ - ۱۹۹ - ۲۰۰ - ۲۰۱ - ۲۰۲ - ۲۰۳ - ۲۰۴ - ۲۰۵ - ۲۰۶ - ۲۰۷ - ۲۰۸ - ۲۰۹ - ۲۱۰ - ۲۱۱ - ۲۱۲ - ۲۱۳ - ۲۱۴ - ۲۱۵ - ۲۱۶ - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۱۹ - ۲۲۰ - ۲۲۱ - ۲۲۲ - ۲۲۳ - ۲۲۴ - ۲۲۵ - ۲۲۶ - ۲۲۷ - ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۲۳۰ - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۲۳۳ - ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۰ - ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۴۴ - ۲۴۵ - ۲۴۶ - ۲۴۷ - ۲۴۸ - ۲۴۹ - ۲۵۰ - ۲۵۱ - ۲۵۲ - ۲۵۳ - ۲۵۴ - ۲۵۵ - ۲۵۶ - ۲۵۷ - ۲۵۸ - ۲۵۹ - ۲۶۰ - ۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۶۳ - ۲۶۴ - ۲۶۵ - ۲۶۶ - ۲۶۷ - ۲۶۸ - ۲۶۹ - ۲۷۰ - ۲۷۱ - ۲۷۲ - ۲۷۳ - ۲۷۴ - ۲۷۵ - ۲۷۶ - ۲۷۷ - ۲۷۸ - ۲۷۹ - ۲۸۰ - ۲۸۱ - ۲۸۲ - ۲۸۳ - ۲۸۴ - ۲۸۵ - ۲۸۶ - ۲۸۷ - ۲۸۸ - ۲۸۹ - ۲۹۰ - ۲۹۱ - ۲۹۲ - ۲۹۳ - ۲۹۴ - ۲۹۵ - ۲۹۶ - ۲۹۷ - ۲۹۸ - ۲۹۹ - ۳۰۰ - ۳۰۱ - ۳۰۲ - ۳۰۳ - ۳۰۴ - ۳۰۵ - ۳۰۶ - ۳۰۷ - ۳۰۸ - ۳۰۹ - ۳۱۰ - ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۳ - ۳۱۴ - ۳۱۵ - ۳۱۶ - ۳۱۷ - ۳۱۸ - ۳۱۹ - ۳۲۰ - ۳۲۱ - ۳۲۲ - ۳۲۳ - ۳۲۴ - ۳۲۵ - ۳۲۶ - ۳۲۷ - ۳۲۸ - ۳۲۹ - ۳۳۰ - ۳۳۱ - ۳۳۲ - ۳۳۳ - ۳۳۴ - ۳۳۵ - ۳۳۶ - ۳۳۷ - ۳۳۸ - ۳۳۹ - ۳۴۰ - ۳۴۱ - ۳۴۲ - ۳۴۳ - ۳۴۴ - ۳۴۵ - ۳۴۶ - ۳۴۷ - ۳۴۸ - ۳۴۹ - ۳۵۰ - ۳۵۱ - ۳۵۲ - ۳۵۳ - ۳۵۴ - ۳۵۵ - ۳۵۶ - ۳۵۷ - ۳۵۸ - ۳۵۹ - ۳۶۰ - ۳۶۱ - ۳۶۲ - ۳۶۳ - ۳۶۴ - ۳۶۵ - ۳۶۶ - ۳۶۷ - ۳۶۸ - ۳۶۹ - ۳۷۰ - ۳۷۱ - ۳۷۲ - ۳۷۳ - ۳۷۴ - ۳۷۵ - ۳۷۶ - ۳۷۷ - ۳۷۸ - ۳۷۹ - ۳۸۰ - ۳۸۱ - ۳۸۲ - ۳۸۳ - ۳۸۴ - ۳۸۵ - ۳۸۶ - ۳۸۷ - ۳۸۸ - ۳۸۹ - ۳۹۰ - ۳۹۱ - ۳۹۲ - ۳۹۳ - ۳۹۴ - ۳۹۵ - ۳۹۶ - ۳۹۷ - ۳۹۸ - ۳۹۹ - ۴۰۰ - ۴۰۱ - ۴۰۲ - ۴۰۳ - ۴۰۴ - ۴۰۵ - ۴۰۶ - ۴۰۷ - ۴۰۸ - ۴۰۹ - ۴۱۰ - ۴۱۱ - ۴۱۲ - ۴۱۳ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۱۶ - ۴۱۷ - ۴۱۸ - ۴۱۹ - ۴۲۰ - ۴۲۱ - ۴۲۲ - ۴۲۳ - ۴۲۴ - ۴۲۵ - ۴۲۶ - ۴۲۷ - ۴۲۸ - ۴۲۹ - ۴۳۰ - ۴۳۱ - ۴۳۲ - ۴۳۳ - ۴۳۴ - ۴۳۵ - ۴۳۶ - ۴۳۷ - ۴۳۸ - ۴۳۹ - ۴۴۰ - ۴۴۱ - ۴۴۲ - ۴۴۳ - ۴۴۴ - ۴۴۵ - ۴۴۶ - ۴۴۷ - ۴۴۸ - ۴۴۹ - ۴۵۰ - ۴۵۱ - ۴۵۲ - ۴۵۳ - ۴۵۴ - ۴۵۵ - ۴۵۶ - ۴۵۷ - ۴۵۸ - ۴۵۹ - ۴۶۰ - ۴۶۱ - ۴۶۲ - ۴۶۳ - ۴۶۴ - ۴۶۵ - ۴۶۶ - ۴۶۷ - ۴۶۸ - ۴۶۹ - ۴۷۰ - ۴۷۱ - ۴۷۲ - ۴۷۳ - ۴۷۴ - ۴۷۵ - ۴۷۶ - ۴۷۷ - ۴۷۸ - ۴۷۹ - ۴۸۰ - ۴۸۱ - ۴۸۲ - ۴۸۳ - ۴۸۴ - ۴۸۵ - ۴۸۶ - ۴۸۷ - ۴۸۸ - ۴۸۹ - ۴۹۰ - ۴۹۱ - ۴۹۲ - ۴۹۳ - ۴۹۴ - ۴۹۵ - ۴۹۶ - ۴۹۷ - ۴۹۸ - ۴۹۹ - ۵۰۰ - ۵۰۱ - ۵۰۲ - ۵۰۳ - ۵۰۴ - ۵۰۵ - ۵۰۶ - ۵۰۷ - ۵۰۸ - ۵۰۹ - ۵۱۰ - ۵۱۱ - ۵۱۲ - ۵۱۳ - ۵۱۴ - ۵۱۵ - ۵۱۶ - ۵۱۷ - ۵۱۸ - ۵۱۹ - ۵۲۰ - ۵۲۱ - ۵۲۲ - ۵۲۳ - ۵۲۴ - ۵۲۵ - ۵۲۶ - ۵۲۷ - ۵۲۸ - ۵۲۹ - ۵۳۰ - ۵۳۱ - ۵۳۲ - ۵۳۳ - ۵۳۴ - ۵۳۵ - ۵۳۶ - ۵۳۷ - ۵۳۸ - ۵۳۹ - ۵۴۰ - ۵۴۱ - ۵۴۲ - ۵۴۳ - ۵۴۴ - ۵۴۵ - ۵۴۶ - ۵۴۷ - ۵۴۸ - ۵۴۹ - ۵۵۰ - ۵۵۱ - ۵۵۲ - ۵۵۳ - ۵۵۴ - ۵۵۵ - ۵۵۶ - ۵۵۷ - ۵۵۸ - ۵۵۹ - ۵۶۰ - ۵۶۱ - ۵۶۲ - ۵۶۳ - ۵۶۴ - ۵۶۵ - ۵۶۶ - ۵۶۷ - ۵۶۸ - ۵۶۹ - ۵۷۰ - ۵۷۱ - ۵۷۲ - ۵۷۳ - ۵۷۴ - ۵۷۵ - ۵۷۶ - ۵۷۷ - ۵۷۸ - ۵۷۹ - ۵۸۰ - ۵۸۱ - ۵۸۲ - ۵۸۳ - ۵۸۴ - ۵۸۵ - ۵۸۶ - ۵۸۷ - ۵۸۸ - ۵۸۹ - ۵۹۰ - ۵۹۱ - ۵۹۲ - ۵۹۳ - ۵۹۴ - ۵۹۵ - ۵۹۶ - ۵۹۷ - ۵۹۸ - ۵۹۹ - ۶۰۰ - ۶۰۱ - ۶۰۲ - ۶۰۳ - ۶۰۴ - ۶۰۵ - ۶۰۶ - ۶۰۷ - ۶۰۸ - ۶۰۹ - ۶۱۰ - ۶۱۱ - ۶۱۲ - ۶۱۳ - ۶۱۴ - ۶۱۵ - ۶۱۶ - ۶۱۷ - ۶۱۸ - ۶۱۹ - ۶۲۰ - ۶۲۱ - ۶۲۲ - ۶۲۳ - ۶۲۴ - ۶۲۵ - ۶۲۶ - ۶۲۷ - ۶۲۸ - ۶۲۹ - ۶۳۰ - ۶۳۱ - ۶۳۲ - ۶۳۳ - ۶۳۴ - ۶۳۵ - ۶۳۶ - ۶۳۷ - ۶۳۸ - ۶۳۹ - ۶۴۰ - ۶۴۱ - ۶۴۲ - ۶۴۳ - ۶۴۴ - ۶۴۵ - ۶۴۶ - ۶۴۷ - ۶۴۸ - ۶۴۹ - ۶۵۰ - ۶۵۱ - ۶۵۲ - ۶۵۳ - ۶۵۴ - ۶۵۵ - ۶۵۶ - ۶۵۷ - ۶۵۸ - ۶۵۹ - ۶۶۰ - ۶۶۱ - ۶۶۲ - ۶۶۳ - ۶۶۴ - ۶۶۵ - ۶۶۶ - ۶۶۷ - ۶۶۸ - ۶۶۹ - ۶۷۰ - ۶۷۱ - ۶۷۲ - ۶۷۳ - ۶۷۴ - ۶۷۵ - ۶۷۶ - ۶۷۷ - ۶۷۸ - ۶۷۹ - ۶۸۰ - ۶۸۱ - ۶۸۲ - ۶۸۳ - ۶۸۴ - ۶۸۵ - ۶۸۶ - ۶۸۷ - ۶۸۸ - ۶۸۹ - ۶۹۰ - ۶۹۱ - ۶۹۲ - ۶۹۳ - ۶۹۴ - ۶۹۵ - ۶۹۶ - ۶۹۷ - ۶۹۸ - ۶۹۹ - ۷۰۰ - ۷۰۱ - ۷۰۲ - ۷۰۳ - ۷۰۴ - ۷۰۵ - ۷۰۶ - ۷۰۷ - ۷۰۸ - ۷۰۹ - ۷۱۰ - ۷۱۱ - ۷۱۲ - ۷۱۳ - ۷۱۴ - ۷۱۵ - ۷۱۶ - ۷۱۷ - ۷۱۸ - ۷۱۹ - ۷۲۰ - ۷۲۱ - ۷۲۲ - ۷۲۳ - ۷۲۴ - ۷۲۵ - ۷۲۶ - ۷۲۷ - ۷۲۸ - ۷۲۹ - ۷۳۰ - ۷۳۱ - ۷۳۲ - ۷۳۳ - ۷۳۴ - ۷۳۵ - ۷۳۶ - ۷۳۷ - ۷۳۸ - ۷۳۹ - ۷۴۰ - ۷۴۱ - ۷۴۲ - ۷۴۳ - ۷۴۴ - ۷۴۵ - ۷۴۶ - ۷۴۷ - ۷۴۸ - ۷۴۹ - ۷۵۰ - ۷۵۱ - ۷۵۲ - ۷۵۳ - ۷۵۴ - ۷۵۵ - ۷۵۶ - ۷۵۷ - ۷۵۸ - ۷۵۹ - ۷۶۰ - ۷۶۱ - ۷۶۲ - ۷۶۳ - ۷۶۴ - ۷۶۵ - ۷۶۶ - ۷۶۷ - ۷۶۸ - ۷۶۹ - ۷۷۰ - ۷۷۱ - ۷۷۲ - ۷۷۳ - ۷۷۴ - ۷۷۵ - ۷۷۶ - ۷۷۷ - ۷۷۸ - ۷۷۹ - ۷۸۰ - ۷۸۱ - ۷۸۲ - ۷۸۳ - ۷۸۴ - ۷۸۵ - ۷۸۶ - ۷۸۷ - ۷۸۸ - ۷۸۹ - ۷۹۰ - ۷۹۱ - ۷۹۲ - ۷۹۳ - ۷۹۴ - ۷۹۵ - ۷۹۶ - ۷۹۷ - ۷۹۸ - ۷۹۹ - ۸۰۰ - ۸۰۱ - ۸۰۲ - ۸۰۳ - ۸۰۴ - ۸۰۵ - ۸۰۶ - ۸۰۷ - ۸۰۸ - ۸۰۹ - ۸۱۰ - ۸۱۱ - ۸۱۲ - ۸۱۳ - ۸۱۴ - ۸۱۵ - ۸۱۶ - ۸۱۷ - ۸۱۸ - ۸۱۹ - ۸۲۰ - ۸۲۱ - ۸۲۲ - ۸۲۳ - ۸۲۴ - ۸۲۵ - ۸۲۶ - ۸۲۷ - ۸۲۸ - ۸۲۹ - ۸۳۰ - ۸۳۱ - ۸۳۲ - ۸۳۳ - ۸۳۴ - ۸۳۵ - ۸۳۶ - ۸۳۷ - ۸۳۸ - ۸۳۹ - ۸۴۰ - ۸۴۱ - ۸۴۲ - ۸۴۳ - ۸۴۴ - ۸۴۵ - ۸۴۶ - ۸۴۷ - ۸۴۸ - ۸۴۹ - ۸۵۰ - ۸۵۱ - ۸۵۲ - ۸۵۳ - ۸۵۴ - ۸۵۵ - ۸۵۶ - ۸۵۷ - ۸۵۸ - ۸۵۹ - ۸۶۰ - ۸۶۱ - ۸۶۲ - ۸۶۳ - ۸۶۴ - ۸۶۵ - ۸۶۶ - ۸۶۷ - ۸۶۸ - ۸۶۹ - ۸۷۰ - ۸۷۱ - ۸۷۲ - ۸۷۳ - ۸۷۴ - ۸۷۵ - ۸۷۶ - ۸۷۷ - ۸۷۸ - ۸۷۹ - ۸۸۰ - ۸۸۱ - ۸۸۲ - ۸۸۳ - ۸۸۴ - ۸۸۵ - ۸۸۶ - ۸۸۷ - ۸۸۸ - ۸۸۹ - ۸۹۰ - ۸۹۱ - ۸۹۲ - ۸۹۳ - ۸۹۴ - ۸۹۵ - ۸۹۶ - ۸۹۷ - ۸۹۸ - ۸۹۹ - ۹۰۰ - ۹۰۱ - ۹۰۲ - ۹۰۳ - ۹۰۴ - ۹۰۵ - ۹۰۶ - ۹۰۷ - ۹۰۸ - ۹۰۹ - ۹۱۰ - ۹۱۱ - ۹۱۲ - ۹۱۳ - ۹۱۴ - ۹۱۵ - ۹۱۶ - ۹۱۷ - ۹۱۸ - ۹۱۹ - ۹۲۰ - ۹۲۱ - ۹۲۲ - ۹۲۳ - ۹۲۴ - ۹۲۵ - ۹۲۶ - ۹۲۷ - ۹۲۸ - ۹۲۹ - ۹۳۰ - ۹۳۱ - ۹۳۲ - ۹۳۳ - ۹۳۴ - ۹۳۵ - ۹۳۶ - ۹۳۷ - ۹۳۸ - ۹۳۹ - ۹۴۰ - ۹۴۱ - ۹۴۲ - ۹۴۳ - ۹۴۴ - ۹۴۵ - ۹۴۶ - ۹۴۷ - ۹۴۸ - ۹۴۹ - ۹۵۰ - ۹۵۱ - ۹۵۲ - ۹۵۳ - ۹۵۴ - ۹۵۵ - ۹۵۶ - ۹۵۷ - ۹۵۸ - ۹۵۹ - ۹۶۰ - ۹۶۱ - ۹۶۲ - ۹۶۳ - ۹۶۴ - ۹۶۵ - ۹۶۶ - ۹۶۷ - ۹۶۸ - ۹۶۹ - ۹۷۰ - ۹۷۱ - ۹۷۲ - ۹۷۳ - ۹۷۴ - ۹۷۵ - ۹۷۶ - ۹۷۷ - ۹۷۸ - ۹۷۹ - ۹۸۰ - ۹۸۱ - ۹۸۲ - ۹۸۳ - ۹۸۴ - ۹۸۵ - ۹۸۶ - ۹۸۷ - ۹۸۸ - ۹۸۹ - ۹۹۰ - ۹۹۱ - ۹۹۲ - ۹۹۳ - ۹۹۴ - ۹۹۵ - ۹۹۶ - ۹۹۷ - ۹۹۸ - ۹۹۹ - ۱۰۰۰ - ۱۰۰۱ - ۱۰۰۲ - ۱۰۰۳ - ۱۰۰۴ - ۱۰۰۵ - ۱۰۰۶ - ۱۰۰۷ - ۱۰۰۸ - ۱۰۰۹ - ۱۰۱۰ - ۱۰۱۱ - ۱۰۱۲ - ۱۰۱۳ - ۱۰۱۴ - ۱۰۱۵ - ۱۰۱۶ - ۱۰۱۷ - ۱۰۱۸ - ۱۰۱۹ - ۱۰۲۰ - ۱۰۲۱ - ۱۰۲۲ - ۱۰۲۳ - ۱۰۲۴ - ۱۰۲۵ - ۱۰۲۶ - ۱۰۲۷ - ۱۰۲۸ - ۱۰۲۹ - ۱۰۳۰ - ۱۰۳۱ - ۱۰۳۲ - ۱۰۳۳ - ۱۰۳۴ - ۱۰۳۵ - ۱۰۳۶ - ۱۰۳۷ - ۱۰۳۸ - ۱۰۳۹ - ۱۰۴۰ - ۱۰۴۱ - ۱۰۴۲ - ۱۰۴۳ - ۱۰۴۴ - ۱۰۴۵ - ۱۰۴۶ - ۱۰۴۷ - ۱۰۴۸ - ۱۰۴۹ - ۱۰۵۰ - ۱۰۵۱ - ۱۰۵۲ - ۱۰۵۳ - ۱۰۵۴ - ۱۰۵۵ - ۱۰۵۶ - ۱۰۵۷ - ۱۰۵۸ - ۱۰۵۹ - ۱۰۶۰ - ۱۰۶۱ - ۱۰۶۲ - ۱۰۶۳ - ۱۰۶۴ - ۱۰۶۵ - ۱۰۶۶ - ۱۰۶۷ - ۱۰۶۸ - ۱۰۶۹ - ۱۰۷۰ - ۱۰۷۱ - ۱۰۷۲ - ۱۰۷۳ - ۱۰۷۴ - ۱۰۷۵ - ۱۰۷۶ - ۱۰۷۷ - ۱۰۷۸ - ۱۰۷۹ - ۱۰۸۰ - ۱۰۸۱ - ۱۰۸۲ - ۱۰۸۳ - ۱۰۸۴ - ۱۰۸۵ - ۱۰۸۶ - ۱۰۸۷ - ۱۰۸۸ - ۱۰۸۹ - ۱۰۹۰ - ۱۰۹۱ - ۱۰۹۲ - ۱۰۹۳ - ۱۰۹۴ - ۱۰۹۵ - ۱۰۹۶ - ۱۰۹۷ - ۱۰۹۸ - ۱۰۹۹ - ۱۱۰۰ - ۱۱۰۱ - ۱۱۰۲ - ۱۱۰۳ - ۱۱۰۴ - ۱۱۰۵ - ۱۱۰۶ - ۱۱۰۷ - ۱۱۰۸ - ۱۱۰۹ - ۱۱۱۰ - ۱۱۱۱ - ۱۱۱۲ - ۱۱۱۳ - ۱۱۱۴ - ۱۱۱۵ - ۱۱۱۶ - ۱۱۱۷ - ۱۱۱۸ - ۱۱۱۹ - ۱۱۲۰ - ۱۱۲۱ - ۱۱۲۲ - ۱۱۲۳ - ۱۱۲۴ - ۱۱۲۵ - ۱۱۲۶ - ۱۱۲۷ - ۱۱۲۸ - ۱۱۲۹ - ۱۱۳۰ - ۱۱۳۱ - ۱۱۳۲ - ۱۱۳۳ - ۱۱۳۴ - ۱۱۳۵ - ۱۱۳۶ - ۱۱۳۷ - ۱۱۳۸ - ۱۱۳۹ - ۱۱۴۰ - ۱۱۴۱ - ۱۱۴۲ - ۱۱۴۳ - ۱۱۴۴ - ۱۱۴۵ - ۱۱۴۶ - ۱۱۴۷ - ۱۱۴۸ - ۱۱۴۹ - ۱۱۵۰ - ۱۱۵۱ - ۱۱۵۲ - ۱۱۵۳ - ۱۱۵۴ - ۱۱۵۵ - ۱۱۵۶ - ۱۱۵۷ - ۱۱۵۸ - ۱۱۵۹ - ۱۱۶۰ - ۱۱۶۱ - ۱۱۶۲ - ۱۱۶۳ - ۱۱۶۴ - ۱۱۶۵ - ۱۱۶۶ - ۱۱۶۷ - ۱۱۶۸ - ۱۱۶۹ - ۱۱۷۰ - ۱۱۷۱ - ۱۱۷۲ - ۱۱۷۳ - ۱۱۷۴ - ۱۱۷۵ - ۱۱۷۶ - ۱۱۷۷ - ۱۱۷۸ - ۱۱۷۹ - ۱۱۸۰ - ۱۱۸۱ - ۱۱۸۲ - ۱۱۸۳ - ۱۱۸۴ - ۱۱۸۵ - ۱۱۸۶ - ۱۱۸۷ - ۱۱۸۸ - ۱۱۸۹ - ۱۱۹۰ - ۱۱۹۱ - ۱۱۹۲ - ۱۱۹۳ - ۱۱۹۴ - ۱۱۹۵ - ۱۱۹۶ - ۱۱۹۷ - ۱۱۹۸ - ۱۱۹۹ - ۱۲۰۰ - ۱۲۰۱ - ۱۲۰۲ - ۱۲۰۳ - ۱۲۰۴ - ۱۲۰۵ - ۱۲۰۶ - ۱۲۰۷ - ۱۲۰۸ - ۱۲۰۹ - ۱۲۱۰ - ۱۲۱۱ - ۱۲۱۲ - ۱۲۱۳ - ۱۲۱۴ - ۱۲۱۵ - ۱۲۱۶ - ۱۲۱۷ - ۱۲۱۸ - ۱۲۱۹ - ۱۲۲۰ - ۱۲۲۱ - ۱۲۲۲ - ۱۲۲۳ - ۱۲۲۴ - ۱۲۲۵ - ۱۲۲۶ - ۱۲۲۷ - ۱۲۲۸ - ۱۲۲۹ - ۱۲۳۰ - ۱۲۳۱ - ۱۲۳۲ - ۱۲۳۳ - ۱۲۳۴ - ۱۲۳۵ - ۱۲۳۶ - ۱۲۳۷ - ۱۲۳۸ - ۱۲۳۹ - ۱۲۴۰ - ۱۲۴۱ - ۱۲۴۲ - ۱۲۴۳ - ۱۲۴۴ - ۱۲۴۵ - ۱۲۴۶ - ۱۲۴۷ - ۱۲۴۸ - ۱۲۴۹ - ۱۲۵۰ - ۱۲۵۱ - ۱۲۵۲ - ۱۲۵۳ - ۱۲۵۴ - ۱۲۵۵ - ۱۲۵۶ - ۱۲۵۷ - ۱۲۵۸ - ۱۲۵۹ - ۱۲۶۰ - ۱۲۶۱ - ۱۲۶۲ - ۱۲۶۳ - ۱۲۶۴ - ۱۲۶۵ - ۱۲۶۶ - ۱۲۶۷ - ۱۲۶۸ - ۱۲۶۹ - ۱۲۷۰ - ۱۲۷۱ - ۱۲۷۲ - ۱۲۷۳ - ۱۲۷۴ - ۱۲۷۵ - ۱۲۷۶ - ۱۲۷۷ - ۱۲۷۸ - ۱۲۷۹ - ۱۲۸۰ - ۱۲۸۱ - ۱۲۸۲ - ۱۲۸۳ - ۱۲۸۴ - ۱۲۸۵ - ۱۲۸۶ - ۱۲۸۷ - ۱۲۸۸ - ۱۲۸۹ - ۱۲۹۰ - ۱۲۹۱ - ۱۲۹۲ - ۱۲۹۳ - ۱۲۹۴ - ۱۲۹۵ - ۱۲۹۶ - ۱۲۹۷ - ۱۲۹۸ - ۱۲۹۹ - ۱۳۰۰ - ۱۳۰۱ - ۱۳۰۲ - ۱۳۰۳ - ۱۳۰۴ - ۱۳۰۵ - ۱۳۰۶ - ۱۳۰۷ - ۱۳۰۸ - ۱۳۰۹ - ۱۳۱۰ - ۱۳۱۱ - ۱۳۱۲ - ۱۳۱۳ - ۱۳۱۴ - ۱۳۱۵ - ۱۳۱۶ - ۱۳۱۷ - ۱۳۱۸ - ۱۳۱۹ - ۱۳۲۰ - ۱۳۲۱ - ۱۳۲۲ - ۱۳۲۳ - ۱۳۲۴ - ۱۳۲۵ - ۱۳۲۶ - ۱۳۲۷ - ۱۳۲۸ - ۱۳۲۹ - ۱۳۳۰ - ۱۳۳۱ - ۱۳۳۲ - ۱۳۳۳ - ۱۳۳۴ - ۱۳۳۵ - ۱۳۳۶ - ۱۳۳۷ - ۱۳۳۸ - ۱۳۳۹ - ۱۳۴۰ - ۱۳۴۱ - ۱۳۴۲ - ۱۳۴۳ - ۱۳۴۴ - ۱۳۴۵ - ۱۳۴۶ - ۱۳۴۷ - ۱۳۴۸ - ۱۳۴۹ - ۱۳۵۰ - ۱۳۵۱ - ۱۳۵۲ - ۱۳۵۳ - ۱۳۵۴ - ۱۳۵۵ - ۱۳۵۶ - ۱۳۵۷ - ۱۳۵۸ - ۱۳۵۹ - ۱۳۶۰ - ۱۳۶۱ - ۱۳۶۲ - ۱۳۶۳ - ۱۳۶۴ - ۱۳۶۵ - ۱۳۶۶ - ۱۳۶۷ - ۱۳۶۸ - ۱۳۶۹ - ۱۳۷۰ - ۱۳۷۱ - ۱۳۷۲ - ۱۳۷۳ - ۱۳۷۴ - ۱۳۷۵ - ۱۳۷۶ - ۱۳۷۷ - ۱۳۷۸ - ۱۳۷۹ - ۱۳۸۰ - ۱۳۸۱ - ۱۳۸۲ - ۱۳۸۳ - ۱۳۸۴ - ۱۳۸۵ - ۱۳۸۶ -

اقوام مبارک مثل کنول کے پھول کے سرخ ہیں برتھا اور اندر کی ناصبیہ فرسائی کی وجہ سے ان کے تاجوں میں جو لعل جڑے ہوئے ہیں ان کی سرخی نے دیوندر کے پاؤں کو سرخ کر دیا ہو وہ تھارا حافظہ مددگار رہے۔

سالیواہن کے ۱۳۵۱ھ بمطابق ۱۸۳۶-۱۸۳۷ء نام سمجھ کار تک سده ۱۲ (۱۲) من چین اور فتح و ترقی کا سال ہو۔ اس مبارک موقع پر جب کہ ذی جاہ مہاراجہ دھیراج پریشور سری ویر پرتاب سری پرودھ دیورای مہاراج جب کہ وہ دنیا پر سلطنت کرتا تھا سری کنک گیری ناٹھ دیوکے امرت پڑی (کنک گیری کے دیوکے جو کھانا چڑایا جاتا ہے وہ امرت پڑی کہلاتا ہے) کا چڑھاوا اور المنکار (آراستگی) اور پوجا کے لئے کنک گیری پیٹ گھاؤں نذر کر دیا۔

سالیواہن کے ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۸۸۸-۸۹ء کیلک نام سمجھ سر اون بد (۸) کی نیک ساحت میں بزمان سلطنت سری من مہاراجہ دھیراج پریشور سری ویر پرتاب الملقب بہ دھرنی درہا مشہور سالہ ترنگ دیورای مہاراج۔ کنک گیری ناٹھ دیوکے امرت پڑی کے لئے نذر پیش کئے۔ (۱) موضع

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۵۔ احتیاط سے اتار کر بھیجے اور تانبے کی اصل تختیاں صاف کر کے بھیج دیں مسٹر شاستری نے مجھ کو لکھا کہ تانبے کی تختیوں کے پڑھنے میں بہت اشکال ہوا انھوں نے پھر مصالحہ لگا کر ان کو اچھی طرح صاف کرایا اور ایک خاص طریقے سے مزید روشنی ڈال کر یعنی کتابت کو منجلی کر کے پڑھا اور میرے پاس انگریزی ترجمے سیاستوں اور تختیوں کے بھیج دیئے میں ان کی اس مہربانی کا نہ دل سے شکر گزار ہوں۔ پہلے تو قدیم زبان کنٹری کا جو سنسکرت سے مخلوط تھی انگریزی ترجمہ کیا گیا پھر اردو۔ لیکن اہل ہندو کے بے شمار دیوتاؤں اور ان کے مذہبی رسوم کے واسطے زبان اردو میں گنجائش نہ تھی لہذا یہ مرحلہ چھوٹ گیا۔ مسٹر اردو راوسا مہرانی بی۔ اے سے مجھ سے واقعات ہو گئی۔ میں تو وہ ہندو مگر فارسی کی عمدہ استعداد رکھتے ہیں اور کنٹری ان کی مادری زبان ہے اور سنسکرت بھی جانتے ہیں انھوں نے اور ان کے ساتھ ان کے بھائی فرنگس راو صاحب نے نہایت کاوش اور ترقیق سے اصل عبارت کنٹری ترجمہ انگریزی کا دوبارہ میلان کر کے مجھ کو بھیج دیا اور میں نے نابہ مقدور ان کا ترجمہ جیسا کچھ کیا ہو ناظرین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ ۱۲

گو ویر ہال جو اس کنک گیری کے گوشہ شمال و مغرب میں واقع ہے اس نالہ کے جو اس گاؤں سے متعلق ہے (۱) موضع کھیٹارے گاؤں جو گو ویر ہال کے شمال میں واقع ہے۔

سالیواہن کے ۱۷۳۲ء - ۱۵۱۳ء انگلیس نام سمجھ اشارہ سد (۱۲) نیک ساعت میں سری من ہمارا راجا دھیراج راج پریشور سری دیر پرتاپ سری کشن دیو راج ہمارا کے زمان سلطنت میں کنک گیری ناٹھ دیو کے امرت پڑی کے لئے نذر کیا۔ کنک گیری گاؤں کے پیٹ کے مقامی محصول اور تلاری کا حق اور جٹاپور گاؤں کے مجمع (یعنی بازار اور جاترا) کا محصول سرحد بیرونی میں ارگل کلس گاؤں (۱) ٹوٹی کی سرحد میں بھیر پور گاؤں (۱)

سالیواہن کے ۱۷۵۵ء - ۱۵۳۳ء جو نام سمجھ ماگھ سد (۴) نیک ساعت میں سری من ہمارا راجا دھیراج پریشور دیر پرتاپ اچت راج ہمارا کے زمان سلطنت میں سری کنکا پیل پتی دیو کو امرت پڑی نیوید پوجا پاٹ دیسا رادھنی (چراغ پتی) انکار۔ رتھ و جاترہ پنج پروختی (سال میں پانچ بڑی بڑی عیدوں پر) معمولی وغیر معمول رسوم حسب معمول بلاناغہ چلنے کے لئے کنک گیری کی سرحد میں دیسا سو اچت راج پلا پور گاؤں (۱) سنگن ہال گاؤں (۱) رام پور ہم نے ان عطیات اور مواہب کو (پانی اور سونے کے ساتھ) تین مرتبہ اعادہ کیا اور ہمارے ترکلوں کے ذریعہ سے پاک کیا اور ان مواضع کو بلا کسی قسم کے محصول کے معافی دی

۱۷۔ اب اس نام کا کوئی موضع نہیں ہے۔ البتہ گو ویر ہال کنک گیری کے شمال میں ایک کوس کے فاصلے پر واقع ہے غالباً اسی موضع کا نام اس زمانے میں گو ویر ہال ہو گا۔

۱۸۔ اب اس نام کا ہری کھٹ یعنی بڑا کھٹ ہے۔ اب اس نام کے کوئی موضع نہیں ہے۔  
۱۹۔ موضع ٹولی تعلقہ گنگاوتی کے پاس واقع ہے۔ ۲۰۔ موضع ٹولی کے پاس جانب مغرب یہ موضع واقع ہے جو تعلقہ گنگاوتی میں ہے۔ کنک گیری کے مشرق میں (۲) کوس کے فاصلے پر ہے۔  
۲۱۔ تعلقہ کشتلی میں تادگیرہ کے متصل گنگاوتی تعلقہ کے سرحد پر واقع ہے۔

۲۲۔ اہل ہندو جب کوئی چیز خیرات کرتے ہیں تو تینتا بڑ گاؤں پر پھوٹا سا پانی ڈال دیتے اور سونے کی کوئی چھوٹی موٹی چیز بھی دان پُرن کرتے ہیں ۲۳۔ یعنی انواع سہ گانہ مع کایا (دھن) واجا (تولی) ہنس (خسپال) ۱۲۔



اور قبض و تصرف کے آٹھوں حقوق عطا کئے مثل معدنیات خزان مخفی۔ چشمہ ہائے آب  
سنگ جو اس وقت موجود ہیں یا آئندہ نکلیں حقیقی یا ممکن الحصول (منافع) اور تمام پیداوار  
جوان مواضع کے حدود اربعہ میں ہو سری کنک گیری ناٹھ دیو کو نذر کر دیا ہو۔ اس عطائے معافی  
کے دہرم شاسن کے مضمون کو جو کوئی محو کرے گا تو اپنے ماں اور باپ کو بنارس میں قتل کرتے  
کے گناہ کا پاپ بے گنا۔ سری۔ سری۔ سری۔ (مبارک۔ مبارک۔ مبارک)





## دسلاسیاسن یعنی پتھر کا کتبہ سکے ۱۵۹۶ء

مبارک ہو۔ (یہ) فرمان نرسنوا کا ہے جو سادان گیری (کنک گیری) کا باشند و شوکت حکم راں ہے جو پانچ صورت کے شہزہ کے تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ اسن چین ۱۵۹۶ فتح و ترقی کے شالیو اسن شکے کے سال "اند" ہفتہ کے دن چیت سدی کم کو اور متبرک کنکا چل لکشی نرسنوا سوامی کو جو کہ تمام عالم اور کروڑوں چھوٹے چھوٹے عالموں کا متبرک مالک ہے جس کی توصیف صرف وید اور پانی شاد (ویدانت) سے ظاہر ہوئی ہے اور جس کے وصف کا مخبر ان کو بھی حاصل ہے حاضر ناظر جان کر محترم سر دانایکوں میں سب سے بڑا نایک اور نایکوں کا ستراج کنک گیری کا لکشی ناگتی امڑی اڑسی نایک نے اپنے گھر کے دیو کنکا چل سری لکشی نرسنوا سوامی کی انقار و توجہ کی بدولت اپنے خدار سید لوگوں سے اتیہاس (تاریخ) اور پران کو بار بار سن سن کر ہر فرقہ ہائے برہمنان (سمارتھ) و شنو۔ سری و شنو کے بڑے بڑے تارک لدنیا کے مذہبی عقائد کی چھان بین کر کے جوں لب لباب نکالا ہے وہ یہ ہے۔

آغاز کلام یہ ہے کہ تمام باتوں کی جڑ۔ مخلوقات سے جدا۔ سری من ناراین سوامی جو لکشی کا خاوند مشہور ہے اس نے تین گن (یعنی ستو کا حسنت) رجو (حالت متوسط بینی کی اور بدی ملی ہوئی) تا (سنیات) اپنے دست قدرت میں اس غرض سے لئے کہ مخلوقات آدم کو پیدا کرے جلاے اور مارے۔ (ناراین سوامی) رجو گن اختیار کر کے برمھا کی شکل میں ظاہر ہوا جو دنیا کا باپ تھا۔ جو گن فنا کے واسطے اختیار کر کے مہیشور کی شکل میں ظاہر ہوا جو جگت گرد ہے۔ ستو گن دنیا کی ثبات کے واسطے اختیار کر کے سری ہما و شنو (جو ناراین کا دوسرا نام ہے) کی شکل میں ظاہر ہوا جو لکشی کا شوہر ہوا اور تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ ان تمام امور سے یہ نتیجہ نکلا کہ سری ناراین سوامی ہی سبب اعظم تخلیق۔ ثبات اور فنا کے عالم کا ہے۔ ان اقوال کی سند حسب ذیل بیان کی جاسکتی ہے۔

”برمھا مورتی پُشت پتا مھا“ (یہ عبارت وید کی ہے جس کے معنی برمھا کی مورت سب کا باپ ہے۔) برمھیاور کا جگت گرو ہونا ہم نے اس قول سے تسلیم کیا ہے۔

”دیوان مجھے سدا سوات“ (یعنی عقل اگر چاہتے ہو تو سدا سیدو سے چاہو) اور متفق علیہ قول ”تارک برمھ واچے“ یعنی رام منتر کو کاشی میں پٹھ کر (اُن لوگوں کو جو ہجرت کر کے جاتے اور وہاں مرتے ہیں) وعظ کر رہا ہے۔ ناراین ہی جگت کا سوامی ہے یہ امر ذیل کے اقوال سے مسلم ہے۔

”سوکشم اچھے جنار دنا“ (ناراین کا دوسرا نام جنار دن ہے) اگر نجات چاہتے ہو تو جنار دن سے چاہو۔

”نہ دی دیم کیشوات پر م“ کیشو (بھی ناراین کا نام ہے) سے بڑا کوئی دیو نہیں ہے۔  
”ناستی نارانیات پر م“ ناراین سے بڑا کوئی نہیں ہے۔

ان تمام اقوال سے سمجھیں ناراین ہی عالم کا سوامی ہونے کا ہم نے قول فصیل کر لیا ہے۔ جو شخص سچے دل سے ان تینوں مورتوں (جگت پترو۔ عالم کا باپ۔ جگت گرو عالم کا گرو جگت سوامی۔ عالم کا مالک) کی پرستش کرے گا اُس کا انجام نیک ہوگا۔

اچھے لوگوں کو جو ان اقوال پر چلتے ہیں۔ خدا۔ رشی۔ گرو اور والدین کی عقیدت نصیب ہوگی وہ لوگ جو اس راہ سے بھٹک جاتے ہیں وہ (سیدھے) دوزخ کو جائیں گے اور ہمیشہ (ہمیشہ) کی تارکی میں رہیں گے اور وہ خدا۔ رشی۔ گرو اور والدین کی بندگی اور اطاعت سے محروم رہیں گے۔ ایسے لوگوں سے کسی قسم کا کفارہ قبول نہ ہوگا۔

آخر کے تین سلوک سنسکرت کے سیاسیوں پر غلط کندہ کئے گئے ہیں جو پوری طرح پڑھے نہیں جاتے لیکن پہلے سلوک کا مطلب صرف اس قدر نکلتا ہے کہ اُڑج بھوپال (یعنی اُڑج پانا یا کئے بھی ان اقوال کو علماء و فضلاء کی مدد سے اندر سال کے چیت سدیلم شومینی منسٹر ہفتہ کے دن تسلیم کر لیا ہے۔

## دعائے جاگیر ہال کے متعلق تانبے کی بارہ تختیوں کے مضمون کا اقتباس

(۱) شروع کی (۸۸) سطروں میں (۴۲) سنسکرت کے شلوک ہیں جن کی مطابقت برٹش موزیم کننگٹن لندن میں سدا سیورایا کے عہد کی چوتھیاں ہیں ان سے ہوتی ہے اور ان تختیوں کا مضمون کتاب ابلی گریٹیکا انڈیکا جلد چہارم کے صفحات ۱۲ تا ۱۵ پر چھپ چکا ہے۔

(۲) شلوک نمبر ۲ تا ۵ میں اس عطیہ کی تاریخ درج ہے کے کا شمار ملفوظی قاعدے پر بطریق معکوس کیا گیا ہے یعنی گن ۳ (خاصیت تین ہیں - حنات - درمیانی حالت - سنیات) گھوڑے (۴) (ہندوؤں کے معتقدات میں ہے کہ سورج کی رتھیں سات گھوڑے جتے رہتے ہیں) وید (۴) (وید چار ہیں) اور رقم (۱) (چاند ایک ہی ہے) ان سب اعداد کو بہ ترتیب معکوس لکھا جائے تو کے ۱۲۷۳ (مطابق سال عیسوی ۱۵۵۱-۱۵۵۲) سال موسومہ درودھی کرت بامہ آشادہ سد ۱۲ (جس کو برہم دوا دشی یعنی پہلی دوا دشی بھی کہتے ہیں) پیر کے روز وٹھلیشور دیو (جس کا مشہور مندر دریاے تنگ بھدرہ کے کنارے واقع ہے) حاضر ناظر جان کر مختلف فرق و سنن کے ان برہمنوں کو جو بلجانات ان کے علم و فضل کے مشہور خلائق تھے اور جو بالخصوص ویدوں کے عالم تھے سرسبز و شاداب و خوش گوار موضع بیون پٹی بطور جاگیر دیا گیا۔ یہ موضع سلطنت ہستناوتی (بجائگہ کا دوسرا نام ملک دکن کے ہندوؤں کے ساتھ سال کی ایک ششٹی ہوتی ہے ہر سال کا نام جدا ہوتا ہے جو پرمجوا سے شروع ہو کر کشتی نامی سال پر ختم ہوتی ہے۔ درودھی کرت - نل - اند - یہ تینوں سمجھ ہی ساتھ سال میں سے ہیں - ۱۲

۱۵ حال کے نقشے میں یہ موضع اس طرح واقع ہے :-

○ جالی پٹی حال جالی مال

○ روڑ کسندہ

تعلقہ سندھنور

تعلقہ سندھنور

○ گڈر تعلقہ گنگاوتی

○ پٹا پور  
تعلقہ گنگاوتی

○ جس طرح شمال ہند میں ہستناوتی دہلی کا نام ہے ویسے ہی جنوبی ہند میں ہستناوتی بجائگہ کا نام ہے - ۱۲

نام (صوبہ روڑکنڈہ پرگنہ کلوڑی میں سوسن ہٹی کے متصل گڈور کے مشرق - جالی ہٹی کے جنوب کاڑنگی کے شمال اور موضع کارنگی و جالی ہٹی کے حدود کے مغرب میں واقع ہے جو (یعنی موضع بیون ہٹی) رام سدر کے نام سے مشہور ہے مع فرعہ پٹا پور جو اُس کے مضافات میں سے ہے۔  
(۳) بعد کے تین شلوکوں میں معطلی بہم کے حقوق و قبضے کی توضیح بہ صراحت درختاں تالاب کنٹے - باولیاں - باغات و جنگلات وغیرہ کی گئی ہے۔

(۴) ۵۴ - ۶۳ کے شلوکوں میں دو سرے شاہی خاندان (موسوم بہ راجگان کرناٹک سیچانگری) کا ذکر ہے اس خاندان کا بھلا راجہ آڑوئی لکھا تھا جس کی شادی بال تہیدیکا سے ہوئی تھی اور جس کے بیٹے کا نام رام راج تھا جس نے لکھمبیکا سے شادی کی ان کا بیٹا رنگ راج (جس کو سوسوا رام راج لکھا گیا ہے) اور رنگ راج کا بیٹا مشہور رام راج تھا جس کو مسلمان مورخین تے ہیہم راج لکھا ہے (راجہ سداسید پرانے نام راجہ تھا ورنہ درحقیقت اُس کے زمانے میں تمام کاروبار سلطنت کا رام راج ہی کرتا تھا اور وہی راجہ سمجھا جاتا تھا) رام راج کو خطابات ذیل حاصل تھے۔  
”چندر بنسی خاندان کے تاج کا سب سے نمایاں جوہر“ انتہا درگنڈا (پڑے بہادروں کا مرد)  
”حسن فروشن کا معشوق“ شامان پنخ خطابی کا سردار - اور دھرتی دہر (دنیا کا بڑا بھادر)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۱ - ۵ بیون ہٹی حال بیون ہٹی  
۵ سوسن ہٹی حال سوسن ہٹی  
تعلقہ گنگاوتی تعلقہ گنگاوتی

۵ کارنگی  
تعلقہ گنگاوتی

معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں جن موضع کے آخر میں ہٹی تھا اب ہال ہو گیا جسے بیون ہٹی اور سوسن ہٹی اب بیون ہٹی اور سوسن ہال کہلاتے ہیں۔ کلوڑی سدرن مرہٹہ ریلوے کے بیجا پور باگلکوٹ سیکشن کے کلگری اسٹیشن سے (۵) میل کے فاصلے پر تعلقہ آبادامی ضلع بیجا پور ہے۔ اس موضع میں رنگناٹھ کا دیول ہے۔ روڈ کنڈہ سندھو مستقر تحصیل سے چار کوس اور کارنگی چھ کوس ہے اور یہ دونوں بڑے مقامات ہیں بیون ہال کا نام شاید پہلے رام سدر رہا ہو۔ بعض بعض موضع کے دو دو نام بھی ہوتے ہیں لیکن اب رام سدر کا نام کوئی نہیں جانتا۔ ۱۲۔  
۱۵ درہا کے لغوی معنی جنگلی سور کے ہیں جسے انگریزی میں بور کہتے ہیں اور جو بڑا خطرناک جانور ہے اور جس کی

(۵) شلوک ۶ تا ۱۷۔ شجاع ودلیہ سردار عین الملک پسر امیر الامرا عین الملک نے راجہ رام راج سے دست بستہ عرض کی اور رام راج نے سدا سیوراجہ کے حضور میں معروضہ عین الملک کا گوش گزار کر دیا۔ سدا سیوراجہ نے بہ مراحم خسروانہ عین الملک کے معروضہ کو شرف قبولیت بخشا اور تمام برہمنوں کو پروردگار بہ موجودگی ممبران خاندان شاہی و اکابر دین و علم اور فضلاء موضع مذکور بخشی جاگیر عطا فرمائی۔ موضع کی تقسیم (۱۲۵) حصوں میں ہوئی جن میں سے ایک حصہ شیو کو اور دوسرا وشنو دیوتاؤں کے نام نذر دیا گیا۔

(۶) ان حصہ داروں کا نام ۷۲ سے ۱۴۶ تک کے شلوکوں میں درج ہیں لیکن کتبہ میں صرف یکچتر اشخاص کے ہی نام ہیں جن کو (۱۲۳) حصے ملے اور دو دیوتاؤں کے اس طرح (۱۲۵) حصے ہوئے دس حصوں کی تفصیل ان پتروں میں نہیں ہے۔

(۷) شلوک نمبر ۱۴ میں بزبان کنڑی صرف موضع عطا شدہ کے حدود اراضی بتلائے گئے ہیں۔

(۸) آگے چل کر ۵۸ سطروں کی عبارت نثر میں پھر معافی جاگیر بیون ہٹی معروف بہ رام سدا مع قریہ پناپور کے حدود اربعہ کا تفصیلی ذکر ہے۔ سنگ ہائے حدود پر عموماً وامن۔ سنگ وشیو کی صورتیں بنی ہوئی ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۲۔ دلیری ایسی ہے کہ شیر کو بھی وہ آگنا ٹائیں مار ڈالتا ہے چنانچہ حال میں جب ہمارے بادشاہ جارج پنجم کا سکہ چلا تو اس پر بھی سواری تصویر بنی ہوئی تھی مسلمانوں کے شور و شغب کرنے پر وہ سکہ آپس سے لیا گیا اور بجائے اس کے ہاتھی بنا دیا گیا مسلمانوں میں بھی شرزہ خاں۔ شیرانگن خاں خطاب ہوتے تھے اور اب بھی ہستان کرگنہ کا راجہ شرزہ بہادر اور سربانی کی رانی راجی شیر زن کے خطاب سے طعنے ہیں ۱۵۷۶ عین الملک ابراہیم عادل شاہ کے عہد میں ایک بڑا مقتدر رکن سلطنت تھا جس کا مقبرہ عیناپور میں بیجاپور کے قریب موجود ہے۔ یہ امیر ۱۵۷۶ء کی جنگ میں کام آیا۔ یہ کتبہ ۱۵۷۶ء کا ہے اور جس عین الملک کا ذکر اس کتبہ میں ہوا یقیناً یہی عین الملک تھا جس کا ذکر نہری کوئٹہ کی گٹھ لٹو بیجاپور کے صفحہ (۹۵) پر ہے اور ممکن ہے کہ اس کے باپ کا خطاب بھی عین الملک ہی رہا ہو جیسے اب بھی بادشاہوں کا طریقہ ہے مثلاً عالی جناب نواب سلا جنگ بہادر دام اقبالہم مدالہام ریاست حیدر آباد دکن کہ سلا جنگ ناٹ ہیں

(۹) اس کتبہ کے آخری حصے میں چند شلوک ہیں جن میں سبھا پتی کا تب سند شاہی اور ورنہ چاری کندہ کرنے والے کے نام درج ہیں۔ اور معمولی کلمات دعائیہ و بددعا یعنی جو اس حکم کی تعمیل کرے گا وہ فلاح پائے گا اور جو اس کے خلاف کرے گا اس پر لعنت اور وہ تہرالی کا مستوجب ہوگا منقوش ہیں۔ بارہویں تختی کے سب سے آخر میں راجہ کے دستخط ”سری ویردپاکشن“ ہیں جو بیجا نگر کے راجاؤں کے گھر کا دیو تھا۔ اس طرح دستخط کرنے کا رواج قدیم سے ہر چنانچہ ٹیپو سلطان بھی فرمانوں میں ”بنی مالک“ دستخط کرتا تھا اور ہمارے اعلیٰ حضرت غفرال مکان نواب میر محبوب علی خاں بہادر لوز الشہر قدیم ”یا محبوب“ دستخط فرماتے تھے



## بیسواں ضمیمہ

### گیوڑ

موضع گیوڑ راجپور سے جانب مغرب (۱۵) میل کے فاصلے سے ہے جو تعلقہ دیو درگ ضلع راجپور میں شامل ہے۔ اس موضع کی مردم شماری ۳۳۳۶ نفوس اور خانہ شماری ۵۹۰۲ ہے۔ یہ جگہ اب تو ایک معمولی گاؤں کی حیثیت رکھتی ہے مگر گسی زمانے میں شہر ہو گا۔ یہاں کثرت سے دیول ہیں جن میں تین دیول مشہور ہیں۔ (۱) بسونت دیو (۲) مہادیو (۳) ونکیشن۔ یہ دیول نہایت خوش نما ہیں جس سے اُس زمانے کے حکم رانوں کی حسن عقیدت ظاہر ہوتی ہے۔ ایک بہت بڑا دیول شمشہو دیوتاؤں کے نام سے مشہور ہے جس کو ہمارے بنایا ہے جو ایک نامی گرامی شخص تھا اور ان دیوتاؤں سے غایت درجہ حسن عقیدت رکھتا تھا۔ اس دیول کی تعمیر میں یہ صنعت رکھی گئی ہے کہ اس کی ساخت میں چوڑے کا نام نہیں ہے پتھر پر پتھر وصل کر دئے گئے ہیں جو آج تک جوں کے توں موجود ہیں اور اپنے استحکام کی نظیر نہیں رکھتے۔ ہمارے تعلقہ کی نسبت اہل ہندو کا اعتقاد ہے کہ جنات اُس کے تابع فرمان تھے اور بڑے بڑے دیول ایک رات میں بنوا دیتا تھا جس کی فوق العادت کا یہ بھی نمونہ ہے کہ اتنے بڑے پتھروں کو بلا چوڑے کے جمادیا ہے اور پھر مضبوط کے مضبوط اور گلکاری اور نقاشی جدا۔ ایک دوسرے دیول ہے جو ایک دیوار پر بنایا گیا ہے زبان سنسکرت ناگری حروف میں ایک کتبہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارت بدیشہور راجہ خلیف پانڈرا جا کے زمانے کی تعمیر کی ہوئی ہے۔ اس موضع میں پہاڑ پر ایک بڑا برج بھی ڈاکو اور چوروں کی خبر گیری کے لئے بنایا گیا ہے۔ اہل ہندو کا اعتقاد ہے کہ یہ گاؤں زمانہ قدیم میں راجہ بیردھان کا پایہ تخت تھا جس نے بے خبری کی حالت میں اپنے باپ ارجن سے جو قوم پنڈت اس سے تھا اور اُس کو شکست دے کر قتل کیا۔ بیردھان کو خبر نہ تھی کہ جس راجہ کو مارا ہے وہ کون تھا۔ بعد فتح کے تزک و احتشام سے



گبور میں داخل ہوا اور اپنی ماں سے سارا جنگ کا حال بیان کیا جس سے وہ تاڑ گئی کہ اس نے غلطی سے اپنے باپ کو مار ڈالا کیوں کہ وہ شادی کے تھوڑے دنوں بعد ہی کسی تیرہ کو چلا گیا تھا اور پھر واپس نہ آیا۔ جب بیروہان کو یہ افسوس ناک واقعہ معلوم ہوا تو وہ بے حد پشیمان ہوا کہ باپ کو مار ڈالنا کیسا بڑا باری باپ ہی اور اپنی ماں کو منہ نہ دکھا سکتا تھا بہت کچھ تپشیا کرنے لگا۔ خداوند تعالیٰ نے اُس کی دعا قبول کی اور اپنی قدرت سے ارجن کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ اُس زمانے سے جو راجہ اس خاندان میں پیدا ہوئے وہ کنڑ اس کھلاتے تھے اور انھوں نے عہد کر لیا تھا کہ میدان جنگ میں کبھی منہ نہ موڑیں گے یا مرے گئے یا ماریں گے خواہ کسی سے مقابلہ ہو اور گواپنا باپ ہی خصم کیوں نہ ہو۔ پیردہان اپنے زمانے کا بڑا راجہ تھا اُس نے کئی دیول بنوائے جن میں سے بعض زمین دوز ہو گئے اور بہت سے بچ رہے جو اب بھی اچھی حالت میں ہیں۔ غرض یہ دیولستان بھی قابل دید ہے۔

**ونکیٹیش کا دیول** جو سات باؤلی کے پاس ہے۔ یہ باؤلی بہت بڑی ہے جس کے اندر غالباً سات باؤلیاں ہوں گی اب توفنا دھڑی ہے۔ اس دیول میں سیاہ پتھر پر ایک مطول کتبہ سنسکرت میں بخط بالیودھ ہے۔ اس کی عبارت بہت باریک خط میں ہے اس وجہ سے صاف پڑھی نہیں جاتی لیکن مطلب یہ ہے۔ پہلے مہادیو کی تعریف و توصیف ہے کچھ حصہ نظم اور کچھ نثر کا ہے۔ ونکیٹیش دیول بھی تعریف ہے۔ اس کتبے کا مرتب کرنے والا ایک شخص رام بھٹ نامی ہے جس کا نسل نامہ بھی درج ہے جس نے اپنا گوتہ ”بھاردواج“ بتلایا ہے۔ چوبیس لنگ کی تعریف کی گئی ہے۔ اس کتبے میں شکے یا سمجھ کچھ درج نہیں ہے۔ پتھر اس دیول کے تمام تصویروں سے منقش ہیں۔ دیوتاؤں اور مانتھوں کی صورتیں جا بجا بنی ہوئی ہیں۔ یہ دیول زمین کے اندر کھود کر بنا یا گیا ہے اور پوجا پاٹ برابر ہوتا ہے۔

**برہم چکریشور لنگ کا دیول** رانتا پٹواری کے مکان کے پاس ایک کتبہ ہے۔ اس میں اول شلوک ہیں۔ ایشور۔ وشنو۔ سرسوتی کی تعریف ہے اس کے بعد راجہ کی تعریف ہے۔ حروف اچھی طرح نظر نہیں آتے اور جا بجا سے محو ہو گئے ہیں۔ اُس وقت کون راجہ تھا نام وغیرہ کا پتہ نہیں چلتا۔ اس کے بعد برہم چکریشور کی تعریف ہے ایک جگہ سری مکھ نام سمجھ دیا کہ سد پرتی پدا اور اس کے بعد اخیر میں بھاؤ نام سمجھ بھا لگن بدی (۱) رور چار ششہ لکھا ہوا ہے۔ لیکن صاف مطلب نہیں

لکھنا نہ کوئی ماہر پڑھنے والا ہو مگر اتنا معلوم ہوتا ہے کہ سری مکھ نام سچھ میں برہم جکیشور سنگ کا دیول طیار کیا گیا ہے اور کتبہ بھاؤ نام سچھ میں لکھا گیا ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے یہ کتبہ مٹی میں دبا ہوا تھا جس کو نکلوا کر پڑھنے کی کوشش کی گئی۔ اس کتبہ کی دوسری جانب جو عبارت کھدی ہوئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بارہری گہوڑ میں نہ ہرانتک دیول کے جانب شمال سری پتی کیشو سوامی کا دیول واقع ہے اس دیول کی پوجا پنسکار۔ عود۔ چراغ۔ نوید۔ دوانا جاری رہنے کی غرض سے پوجا جاری کو میل اور جاموش کے فی بوجھے پر چار سیر اور گدھے کے بوجھ پر دوسیر غلہ تاقیام چاند سورج دینے کے لئے پتر پر سند دی گئی ہے جو پوجا جاری کو پرورش کے لئے جاری رہے گا کوئی شخص مسدود نہ کرے۔

**مہانتیشور کا دیول** گہوڑ کے جنگل میں مہانتیشور کے دیول کے سامنے ایک پتھر پر کتبہ ہے جو برابر پڑھا نہیں جاتا صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا سادہ جس کی تعریف درج ہے اور تاریخ وفات تارن نام سچھ ولساکہ بدی (۱) روز یکشنبہ لکھا ہوا ہے شکے درج نہیں ہے اس کی آخر کی دو سطریں مٹ گئی ہیں اور بالکل پڑھی نہیں جاتیں۔

**بھوکی ناتھ کا دیول** ایک بہت بڑا کتبہ دقیق سنسکرت میں ہے۔ نہ پڑھا جاتا ہے نہ مطلب سمجھ میں آتا ہے نہ شکے درج ہے۔ اس کتبہ میں بھارت کے شلوک کا کچھ اقتباس درج ہے اور پھر راجہ اور دیول کی تعریف ہے۔

**مہنومان دیول** یہ کتبہ مہنومان دیول کے چوتھریکے پاس نصب ہے جو بازار میں واقع ہے۔ قصبہ گہوڑ کے معزز لوگوں نے یہ قول نامہ بیگاریوں کو لکھ دیا ہے کہ لوگ بیگاریوں کو ان کا غلہ جیسے بلوتہ کہتے ہیں جو بیگاریوں کا حق امتداد ہے دیا کریں گے اس کے خلاف کوئی نہ کرے۔ اس میں بھی شکے اور سمجھ نہیں ہے۔ یہ کتبہ بہت پُرانا ہے اس وجہ سے پڑھا نہیں جاتا۔ یہ کتبہ سٹیڑھیوں میں دب گیا تھا نکلوا کر دیکھا گیا لیکن افسوس ہے کہ اس زمانے کی زبان جاننے والا اب کوئی موجود نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ کوئی پڑھ نہیں سکتا۔ عربی فارسی کے کتبے تو خیر کچھ نہ کچھ نکل بھی آتے ہیں مگر سنسکرت کے کتبے یہاں کے لوگ نہیں پڑھ سکتے اور ایک کتبہ اسی مقام پر موجود ہے جو مانگ (چار) لوگوں کے بلوتے کا قول نامہ ہے اسی دیول میں دیولہ جانب غرب پر ایک اور کتبہ ہے جو ایک

مورت پر لکھا ہوا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے :-

”مادلو کا اطاعت گزار لنگ کی بدولت شہر حاصل کرتا ہے“

تیسرا کتبہ باؤلی کے پاس پرانی کتابت کا ہے جو غیر مفہوم ہے۔

**میل شکر دیول** اس دیول کے صدر دروازے پر دو قد آدم دیوتاؤں کی تصویریں تھیں

کھدی ہوئی ہیں دیول آباد ہے پوجا پاٹ ہوتا ہے۔ کتبہ کا خلاصہ یہ ہے کہ سو بھانا نام سچے بھانگن بھولا شکر وار کے روز دیو قائم کیا گیا اور شکر کی تعریف درج ہے باقی عبارت پڑھی نہیں جاتی۔ اس دیول کے سامنے جو باؤلی ہے وہ شکر باؤلی کے نام سے مشہور ہے اب یہ بھی گریٹر خراب ہو گئی۔

**لسوتا دیول** سات باؤلی کے پاس بسونا دیول کے پاس ایک کتبہ ہے جس میں لکھا ہے کہ

ملا دیو پد (۱۱) و بھو نام سچے چتر ماس اور شنیاور کو دیول کی بنا ڈالی گئی اس میں ملا دیو راجہ کی بہت تعریف کچھ نظم میں اور کچھ نثر میں ہے۔ بہت کچھ مٹ گیا ہے۔ مسلسل پڑھائیں جاتا۔

**جبب لنگیا دیول** اس کتبہ میں مادلو کی تعریف ہے زیادہ پڑھائیں جاتا اکثر حرف

مٹ گئے ہیں۔

**بسیاکی دیول** یہاں کا کتبہ مطلق پڑھائیں جاتا۔

**کتبہ چاڑی** اس کی تین چار سطریں مٹ گئی ہیں اور جو باقی ہیں وہ بھی پڑھی نہیں جاتی

**ہنٹیاکی دیول** اس کتبہ میں راجہ ملا دیو کی تعریف ہے۔ جس میں کچھ نظم بھی ہے رکنا کشی نام

سچے بھادر پد پرتی پد شکر وار درج ہے۔

**ہامیر سنگری** کتبہ بالکل پڑھائیں جاتا۔

**کرور باؤلی** کا کتبہ پورا پڑھائیں جاتا صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ملا دیو پد (۱۱) و بھو نام

سچے سرادون سدھ ستمی روز منگوار۔

**اندانی منٹھ و کاڑیا گری** یہاں دو کتبے تھے جن کو ذاب یا جنگ بہادر صوبہ دار نے

گلہر کہ منگوار لئے جو محبوب گلشن میں رکھے ہوئے ہیں۔

**پھول باؤلی** آبادی کے جنوب میں اس نام کی باؤلی ہے جس کا پانی نہایت شیریں

ہے اور ساری بستی پیتی ہے۔ میں دور در گبور میں رہا۔ بہت کوشش کی کہ کتبے پڑھے جائیں

لیکن ناکامی دہی اول تو سیکڑوں برس پہلے کے کتبے پھر مٹے مٹائے اور قدیم سنسکرت کی عبارت  
 جو فی زمانہ نامزدہ زبان ہو۔ کوئی پڑھنے والا نہیں۔ ممکن ہے کہ صلیغہ اہل گرافی کے ماہرین فن پڑھ  
 سکیں لیکن شکل یہ ہے کہ یہ پتھر مدراس جا نہیں سکتے اور نہ وہ لوگ یہاں آ سکتے ہیں۔ اگر  
 نوٹو اتار کر بھیجا جائے تو اول وقت دور سے یہ کہ نوٹو میں بھی پوری عبارت اُترنا  
 اس وجہ سے مشکل ہے کہ جا بجا سے الفاظ محو ہو گئے ہیں لہذا مجبوراً ان کو اسی حالت پر  
 چھوڑ دیا گیا۔ گہوڑ کی ساری سر زمین دیولوں سے لپی پڑی ہے۔ جو ابھی تک موجود تھے اُن کا بیان  
 میں نے لکھ دیا۔ کچھ زمین میں دب گئے ہیں کچھ ٹوٹ پھوٹ گئے صرف اُن کے کھم اور پتھر  
 بکھرے پڑے ہیں اور جا بجا اُن کے ڈھیر مٹی اور پتھر کے ٹکے ہوئے ہیں۔



## اکیسواں ضمیمہ

### گلبرگہ شریف

ہیں شہر گلبرگہ شد تخت گاہ عمارت برآورد بر اوج ماہ  
بنام حسن شہر شد چون تمام نماند زراں احسن آباد نام

جی سی پی ریلوے کا اسٹیشن ہے۔ راجپور سے (۹۰) میل اور حیدرآباد سے (۱۳۳) میل کا فاصلہ ہے۔ محکمہ صوبہ داری (مکشنری) کا مستقر ہے۔ آبادی پینتیس ہزار ہے۔ یہ ایک قدیم اور تاریخی شہر ہے جو تقریباً اسی سال تک سلاطین بہمنیہ کا دارالسلطنت رہا ہے۔ اُن کے فلک شکوہ شاہی ایوان سب ایسے منہدم اور سمار ہو گئے کہ جن کا نام و نشان تک باقی نہیں۔ گلبرگہ پہلے ہندو راجوں کا راج دہانی (دارالخلافہ) تھا۔ اس کی آبادی کی بنا راجہ ”کلی چند“ نے ڈالی اور ”کل جڑکی“ نام رکھا۔ کنڑی میں ”بر“ کے معنی جگہ کے ہیں یعنی سرزمین راجہ کلی چند جو رفتہ رفتہ گلبرگہ ہو گیا ہندو اب بھی کل برگی کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ کل کنڑی میں پتھر کو کہتے ہیں یعنی پتھر ملی زمین چوں کہ اس آبادی کے اطراف بہار اور زمیں پتھر ملی ہے اس وجہ سے یہ بیان کچھ غلط نہیں معلوم ہوتا۔ تیسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ تاج داران ایران ہمیشہ فرما دیا ہند سے خراج لیا کرتے تھے اور ایرانی سپہ سالار ہمیشہ اُن کی مدد کو آیا کرتے تھے اور اکثر گروان ایران دکن پر حملہ آور ہوئے چنانچہ داراب کے زمانے میں اس کے پہلوان دکن پر بھی آئے جن کا سردار بلاقس نامی تھا۔ ان لوگوں نے ملک کرناٹک کو سر امر خا زار اور ویران دیکھا صرف ایک گلبرگہ کی آبادی اس خارستان میں پھول کا پتہ نظر آئی تو ان لوگوں نے اس خطہ کا نام گلبرگہ رکھا جو کثرت استعمال سے گلبرگہ ہو گیا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ راجہ کلی چند نے گلبرگہ اور مرج چند سے مرج اور جو چند نے بیجا نگر کو بسا کر دارالسلطنت مقرر کیا۔ ۱۷۸۵ء میں سلطان علاء الدین حسن گانگوی بہمنی نے یہاں کے راسے بھیرن کو قتل کر کے اس کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا اور بجا سے گلبرگہ کے

## حسن آباد نام رکھا ۵

بنام حسن خسروی شد تمام  
بر آوردنگ شاهی بر آمد لگاہ  
بشمیر فرماں روالی گرفت  
جہاں رازو شد عمارت پدید  
ہماں شہر گلبرگہ شد تخت گاہ  
بنام حسن شہر چوں شد تمام  
دکن زیر فرمان او گشت رام  
بر آورد بر سر کیانی کلاہ  
بداد و دہش پادشاہی گرفت  
بہر مملکت نام نیکش رسید  
عمارت بر آورد بر اوج مساہ  
ہنادند ز اس حسن آباد نام  
قلعہ کی جو ریاں جیبا نگر نے بنایا تھا اور ایک مسجد کی جو شکستہ ہو رہی تھی اسی پادشاہ نے فریم  
و تعمیر کی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں عمارتیں پہلے سے موجود تھیں۔ چنانچہ سلطان علاؤ الدین  
کے زمانے کا ایک کتبہ ملا ہے جو ترمیم مسجد کے متعلق ہے اور جس سے تحفۃ السلاطین کی اس  
روایت کی تصدیق ہوتی ہے کہ سلطان علاؤ الدین کا نام بہمن شاہ تھا اور وہ ایرانی نژاد تھا اور  
کل شاہان بہمنی اسی کی طرف منسوب تھے چنانچہ کتبہ مذکور میں علاؤ الدین بہمن شاہ کندہ ہے جب  
اسکندر رومی نے فوج پادشاہ ہند کو قتل کر ڈالا تو یہ خبر پا کر راجہ بیدرنے سکندر رومی کے لئے تھانہ  
بھیجے اور اسکندر راس کی اس حسن عقیدت سے راضی ہو کر تسخیر دکن کے ارادے سے باز رہا۔  
اس سے ثابت ہوا کہ شہر گلبرگہ اسکندر رومی کے حملہ ہند سے قبل آباد ہو چکا تھا اس لئے اب  
اس کی عمر قریب ڈھائی ہزار سال کے ہو گئی کیوں کہ اسکندر رومی (۳۳۲) سال قبل ولادت  
میں کے پیدا ہوا تھا اور اس نے لاجپالہ جوانی میں ہند پرورش کی ہوگی۔ شاہان بہمنیہ کے تسلط  
سے پہلے محمد شاہ تغلق کے زمانے میں گلبرگہ کا حاکم حصار کہلاتا تھا۔ علاؤ الدین کا بسایا ہوا شہر  
حسن آباد اب مٹ مٹا کر فنا ہو گیا مگر اس کا ایک دروازہ ایک باولی اور چند مسجدیں۔ غید گاہ  
اور چند گنبد اور بہت سی پختہ اور سنگین قبریں اور مکانوں کے کھنڈر موجود ہیں حسن آباد کی قدیم  
رونق اور آبادی ہم کو آنسوؤں کی ندی بہانے کو اب بھی نظر آتی ہے۔ قدیم شہر حسن آباد کے دو محلے  
بہمنی پورہ اور شاہ بازار اب بھی موجود ہیں۔ مخدوم پورہ اور موسیٰ پورہ بھی مسلمانوں کے محلے  
ہیں۔ روضہ شیعہ اور روضہ بزرگ کی آبادی پرانی ہی ہے۔ گلبرگہ کی آبادی نے بہت ترقی کی ہے۔ آبادی

کا سلسلہ مخدوم پورہ اور موسن پورہ سے بڑھ کر مشرق کی طرف روضہ بزرگ سے اور مغرب میں قلعہ اور شاہ بازار سے قریب قریب جا ملا ہوا ریلوے اسٹیشن تک جو قلعہ سے جنوب میں تین دو میل کے ہی آبادی ہی آبادی نظر آتی ہے۔ اسٹیشن کا بازار برابر آباد ہوتا چلا جاتا ہے۔ محلہ کیمینی پورہ اور اسٹیشن اور مخدوم پورے کے درمیان بازار آصف گنج۔ گلزار حوض۔ اکرام سراے سنٹرل جیل (جس میں بہت بڑا کارخانہ صنعت و حرفت کا ہے اور جہاں عمدہ ڈیرے مثل کانپور اور جبل پور کے بن کر تمام مالک محروسہ سرکار عالی کے عمدہ داروں کو سپلائی کئے جاتے ہیں) محلہ جگت۔ غازی پورہ۔ کچہری اولیٰ تعلقہ اری۔ محبوب تالاب۔ محبوب گلشن۔ گورنمنٹ ہاؤس (جس میں صدویہ دار رہتے ہیں) بندوبست کا بنگلہ جو اب ایوان شاہی کے نام سے موسوم ہے کہیں حضرت پیر و مرشد بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی جب کبھی گلبرگہ رونق افروز ہوتے ہیں۔ اسی بنگلہ میں جو اعلیٰ درجہ کا فرش کیا ہوا ہے تشریف فرما ہوتے ہیں۔ ریلوے اسٹیشن سے ایوان شاہی تک ریلوے سیڈنگ بھی ڈالی گئی ہے جس سے حفصوری اسپنل ایوان شاہی کے اندر تک چلی جاتی ہے جہاں ایک وسیع پلیٹ فارم بنا ہوا ہے اور محلات مبارک گوشہ پردے سے ٹرین سے اتر جاتی ہیں۔ شارع عام یعنی اسٹیشن روڈ کے دونوں جانب متعدد خوش نما بنگلے بنے ہوئے ہیں جن میں اکثر عمدہ دار رہتے ہیں۔ ہائی اسکول۔ کچہری تحفیل۔ پوسٹ آفس۔ قاسم طالب سیٹھ کا گودام کچہری صدر عدالت وغیرہ سب عمارتیں لبِ طرک ہیں۔ ویران گلبرگہ کی آبادی کو از سر نو زندہ کرنے کا سہرا نواب یار جنگ بہادر اکرام السخاں صاحب صدویہ دار کے سر جو جن کے نام نامی سے اکرام سراے موسوم ہے آپ نے آصف گنج میں چوڑا کارنایت خوش نما بازار بنوایا جس کے بیچ میں گلزار حوض نہایت ہی موزوں ہے۔ حسن آباد کے قدیم مکانات جو ویران پڑے تھے اور جا بجا ناگ پھنی کی حکومت تھی ان سب کو صاف کروایا اور ان ہی مکانات کے پتھروں سے یہ جدید بازار اور عمارتیں بنیں۔ گلبرگہ میں موسوں کی آبادی بہت زیادہ ہے جو زیادہ تر دین دار اور پابند صوم و صلوات ہیں۔ کیمینی پورے میں زیادہ تر برہمن رہتے ہیں اور شاہ بازار میں ہر قوم کے لوگ رہتے ہیں۔ روضہ بزرگ میں بڑی آبادی فقرا کی ہے اور روضہ شیخ میں قدیم لوگ بستے ہیں۔ گلبرگہ کے کیلے (سورن موڑ) سرکار مصالحہ اگر بتیاں مشہور ہیں شہر کے

باہر فریب (۳) میل کے فاصلہ پر موضع ہیرا پور میں محبوب شاہی لکڑیٹرا بننے کی گھرنی ہر جس کی بلند چیمنی کبیر گہ سے شولا پور جاتے ہوئے ریلوے لین کے برابر واسنے ہاتھ پر نظر آتی ہے۔

## تاریخی حالات سلاطین بہمنیہ

**علاء الدین حسن گانگوی** خاندان بہمنیہ کا بانی اور مسلمانوں کی سلطنت کا سب سے پہلے گلبرگہ میں قائم کرنے والا علاء الدین تھا اس کے ابتدائی حالات مختلف طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔ اغلب روایت یہ ہے کہ شاہزادہ محمد تغلق کا مقرب ایک منجم گانگو بہمن تھا جس کا نوکر حسن تھا۔ نہایت تنگ دست ہونے سے ایک دن اُس نے اپنے آقا سے اپنی فلاکت کی شکایت کی۔ برہمن نے اُس کی حالت پر ترس کھا کر دو بیل۔ دو فرور اور کچھ زمین حوالی دہلی میں اُس کو بغرض زراعت دے دی کہ اس کے ذریعے وہ اپنا پیٹ پال سکے۔ بل جوتے جوتے اتفاقاً بیل زمین میں ٹپک گیا فرور نے حسن کو خبر کی حسن نے آکر کھودنا شروع کیا دیکھا تو بیل کا پھل ایک زنجیر میں الٹا ہوا تھا حسن نے بغور دیکھا تو زنجیر ایک برتن کے گلے میں لپٹی ہوئی تھی برتن کو نکالا تو وہ اشتر فیوں سے بھرا ہوا تھا۔ حسن نے اُس برتن کو ایک چادر میں پیٹ لیا اور رات کے وقت برہمن کے پاس لے جا کر حقیقت حال بیان کی۔ برہمن نے اس غریب آدمی کی دیانت اور امانت پر آفریں کہی اور اس کا تذکرہ شاہزادہ سے کیا شاہزادے نے اپنے باپ غیاث الدین سے ڈھرایا۔ بادشاہ بھی حسن کی دیانت داری سے مسرور ہوا اور امیران صدرہ میں داخل کر لیا۔ پھر ایک دن برہمن نے حسن کا ناچہ دیکھ کر کہا کہ تو آگے چل کر بادشاہ ہو گا۔ تم وعدہ کرو کہ اگر تم بادشاہ ہو جاؤ تو میرے نام کو اپنے نام کا جزو بنانا تاکہ میری یادگار رہے اور اسی وجہ سے علاء الدین نے گانگوی کا لقب لیا۔ نقل ہے کہ ایک دن حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ العزیز کی دعوت میں شاہزادہ محمد تغلق آیا تھا۔ جب دسترخوان بڑھ گیا اور شاہزادہ چلا گیا تو حسن وہاں پہنچا حضرت نے عالم کشف میں احوال دریافت فرما لیا اور ارشاد فرمایا ”سلطانے رفت و سلطانے آمد“ ابھی حسن کی اطلاع بھی حضرت کی خدمت میں نہیں کی گئی تھی کہ آپ نے خادم کو فرمایا کہ ایک شخص جس کے چہرے سے آثار شرافت و



نجات غاہ پر ہیں دروازے کے باہر کھڑا ہوا سے بلالاؤ۔ خادم نے باہر جا کر دیکھا تو صرف ایک شخص سادہ لباس میں کھڑا تھا خادم نے سمجھا کہ یہ کوئی اور شخص ہوگا اگر عرض کیا کہ جیسا حضرت نے ارشاد فرمایا ایسا کوئی آدمی باہر نہیں ہو۔ شیخ نے ارشاد فرمایا اچھی طرح دیکھو ضرور ہوگا خادم نے عرض کی کہ ایک مجبول سا شخص بیٹھا ہوا ہے سواے اُس کے اور کوئی نہیں ہے حضرت نے فرمایا کہ اُسے ہی بلالاؤ وہ کوئی بظاہر حقیر ہو مگر یہ معنی پادشاہ اُس کے حاضر ہونے کے بعد شیخ نے بہت التفات فرمایا اور متفہم حال رہے۔ دسترخواں تو اٹھ گیا تھا حضرت نے افطار کے واسطے ایک نان حجرے کے طائفے میں رکھی تھی اُس کو اپنی انگلی کی پور پر رکھ کر حسن کو دی اور یہ فرمایا کہ یہ چتر شاہی ہے جو مدت دراز اور محنت دیر پا کے بعد تجھ کو دکن میں نصیب ہوگا۔ جب ہی سے حسن کو دکن جانے کی تلملی لگ گئی تھی اور جب محمد تغلق دکن میں گیا تو حسن نے قلمق خاں حاکم دولت آباد کی رفاقت اختیار کی اور دکن اسی میں رہ پڑا اور امیران صدرہ سے گراخلاص ہو گیا۔ جب محمد تغلق نے امراے صدرہ کو گجرات میں بلایا اور انھوں نے جانے میں تاخیر کی طرہ برآں کہ باغیان گجرات کو پناہ دی تو پادشاہ نے ان سب کے قتل کا حکم دیا۔ جب یہ کیفیت امیران صدرہ کو معلوم ہوئی تو انھوں نے باہمی مشورہ کیا کہ پادشاہ ہم سے بدظن ہو جائے گا ہم گئے کہ قتل کر دے گا اس لئے وہ جان بچا کر دولت آباد بھاگ گئے۔ یہاں کی رعایا میں پادشاہ کے ظلم سے تڑا تڑا جھجی ہوئی تھی یہ لوگ رعایا کی ہم زبان ہو گئے اور ایسا فتنہ عظیم برپا کیا کہ جس کا اندھنیہ پادشاہ سے ناممکن ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک دکن جو برسوں میں فتح ہوا تھا تین مہینے میں محمد تغلق کے قبضے میں نکل گیا اور امیران صدرہ نے اپنے ہی میں سے اسمعیل خج کو پادشاہ مقرر کر لیا جس نے اپنا لقب ناصر الدین رکھا اور حسن کو خطاب ظفر خانی کے ساتھ راعے باغ۔ مکریمی مرج اور کلہر جاگیر ملی۔ گلبرگہ کا حاکم بھیجین راعے محمد تغلق کا ہوا خواہ تھا اُس کو قتل کر کے حسن سلطان ہوا۔ اس پر سے ناصر الدین اور محمد تغلق میں جنگ ہوئی جس میں ناصر الدین کو شکست ہونے سے وہ دولت آباد چلا گیا اور حسن بارہ ہزار سوار لے کر قلعہ گلبرگہ میں پونہچا اور عساکر سلطانی کو مغلوب کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ شاہنشاہ دہلی نے عہد الملک کو

حسن کے مقابلے پر بھیجا اور ان دونوں میں قطعہ بید کے قریب ایک بہت بھاری لڑائی ہوئی۔ تلنگانہ کے راجہ نے حسن کو مدد دی۔ عماد الملک اس جنگ میں کام آیا۔ اور سارا لشکر تشریف لے گیا۔ اس فتح کے بعد حسن دولت آباد گیا۔ سلطان تغلق کی طرف سے جو امر اردولت آباد کا محاصرہ کئے پڑے ہوئے تھے حسن کے خوف سے دہلی اور گجرات بھاگ گئے اور حسن فرغت سے دولت آباد میں داخل ہوا۔ لوگوں کو زیادہ تر حسن کی طرف رجوع پاکر ناصر الدین نے خود بھی تخت سے دست کشی کی اور اس طرح ششہ میں حسن تخت نشین ہوا۔ تاج شاہی زریب سر کیا اور چتر سیاہ جو خلفائے عباسیہ کا پانا تھا تینا و تیر کا لوانہ شاہی میں داخل کیا۔ چتر سیاہ کی وجہ سے لوگ حسن کو شیعہ خیال کرتے ہیں حسن نے گلبرگہ اپنا دار السلطنت مقرر کیا اور حسن آباد نام رکھا اور گانگوی برہمن کو دفتر حساب پر مامور کیا اور سلاطین دکن میں بھی طریقہ رہا کہ پادشاہان دکن کی دفتر داری اور ولایات کی محوری برہمنوں ہی کو ملتی رہی۔ حسن نے تدبیر اور شمشیر کے زور سے کل ملک دکن جو پادشاہ محمد تغلق کے عہد میں امار کے تصرف میں تھا فتح کر لیا بعد ازاں ایک مہم کرناٹک کی طرف بھیجی اس میں بھی کامیابی ہوئی۔ اہل گجرات نے پادشاہ کی سختیوں کی تاب نہ لا کر حسن کو بلوایا وہ خود تو نہیں گیا مگر اپنے بیٹے شہزادہ محمد کو بھیج دیا اور خود بہرہولت عقب سے روانہ ہوا جب یہ شاہزادہ نو ساری پونچا تو اس خطہ میں شکار کثرت سے دیکھ کر اپنے باپ کو بھی بلوایا یہاں آنے کے چند روز بعد حسن ہیفہ میں مبتلا ہوا اور اسی سلسلہ مختلف عوارض میں چھ مہینے تک مبتلا رہ کر ۱۵ ربيع الاول ۷۵۹ھ گیارہ سال۔ دو ماہ۔ سات روز سلطنت کرنے کے بعد ۶۷۱ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

چون حسن رحلت ازین عالم نمود  
و صل شد با حق لفضل ذوالمفنن  
شاہ جنت سال ترحیلش بگو  
ہم مقرب محسن عالم حسن

۷۵۹ھ

۷۵۹ھ

حسن کے انتقال کے وقت اس سلطنت میں ملک مرہٹواری۔ تلنگانہ اور کرناٹک کے بھی کچھ حصے شامل تھے جن پر ہندو راجہ حکم راں تھے۔ مشرق میں راجہ تلنگانہ اور جنوب میں راجہ بیجانگر کرناٹک پر مسلط تھے اور یہ دونوں بڑے زبردست مقابل تھے۔ بہمن نامہ دکن

وسراج التاریخ میں سلطان حسن کو بہمن داراے ایران کی نسل میں بتا دیا ہے اور یہی وجہ تسمیہ بہمنی ہونے کی بیان کی ہے۔ تاریخ فرشتہ میں اس کو ایک برہمن کا نوکر لکھا ہے۔ اور حضرت شیخ الاسلام شیخ نظام الدین اولیاء کی پیشین گوئی کے مطابق اس کا دکن میں آکر بادشاہ ہونا ظاہر کیا ہے مگر تذکرۃ الملوک و سیر محمودی میں لکھا ہے کہ حسن خاندانی شخص تھا۔ وہ بہ حالت تباہ اپنے والدہ و ہمیشہ کے ہمراہ موضع کوڑچی میں آکر حضرت مخدوم شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہ کا مرید ہوا اور ان کی خادمی کرتا تھا آپ کی دعا سے اس کو دکن کی پادشاہت ملی اور گانگوی اسی موضع کوڑچی کا پٹواری اور جوٹشی تھا جس نے اپنی جوٹشی کے ذریعہ سے دریا کر کے کہ حسن کو ایک دن پادشاہت ضرور ملے گی اُس کے نام کے ساتھ اپنا نام شریک کرنے اور اپنے بعد اپنی نسل کو ملک کا دفتر محاسبہ تفویض کرنے کی حسن سے درخواست کی تھی۔ جس کو حسن نے پذیر کیا اور بعد اسی طرح عمل کیا۔

**سلطان محمد شاہ بہمنی** سلطان علاء الدین حسن گانگوی کے انتقال کے بعد اُس کا

بیٹا سلطان محمد بہمنی <sup>۱۳۷۷ھ</sup> میں تخت نشین ہوا۔ اس نے ممالک محروسہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ گلبرگہ۔ دولت آباد۔ تلنگانہ۔ بڑار اور ہر حصہ پر ایک طرف دار مقرر کیا۔ اس کے عہد میں طلبائی سکے چلا جس کے ایک ٹرخ پر کلہ طیبہ اور چاروں صحابہ کرام کے ہمارے مبارک اور دوسری جانب پادشاہ کا نام اور سنہ جلوس مسکوک تھا۔ یہ اپنے باپ کے فقری تخت پر جلوس کرتا تھا مگر ایک آبنوسی طلا کا تخت شاہ دہلی کے لئے بنایا ہوا تین گز لمبا اور ایک گز چوڑا تھا وہ راءے تلنگ نے محمد شاہ کو دے دیا تھا جو بعد میں ”تخت فیروزہ“ کے نام سے دکن میں مشہور ہوا اور تقریباً سو برس تک خاندان بہمنیہ میں رہا اور فقری تخت سلطان فیروز شاہ کے عہد میں مدینہ منورہ بھیج کر وہاں توڑ کر سادات میں تقسیم کیا گیا۔

ملکہ جہاں (والدہ سلطان محمد شاہ) نے جب حج بیت اللہ کا قصد کیا تو پادشاہ نے چاہا کہ جتنا خزانہ باپ کے وقت کا ہے سب بغرض ایصال ثواب اپنے باپ کے اپنی ماں کے ساتھ بھیج دیے لیکن امرار نے مخالفت کی کہ اس طرح خزانہ خالی کر دینا کیا معنی۔ لیکن پادشاہ نے نہ مانا اور دل میں کہا کہ خدا کی راہ میں دینے کی نیت کر کے پھر اُس سے انحراف کرنا نہایت ناپسندیدہ ہے

امرا کو یہ معقول جواب دیا کہ واہب العطایا نے میرے باپ کو بننے والے محلے دولت شاہی پردہ غیب سے عطایا کی اُس کے سامنے کون سی بڑی بات ہو اگر وہ چاہے گا تو میرا خزانہ پُر کر دے گا آخر کار اپنی ماں کو کل خزانہ دے کر بھیجا اور اداے فریفتہ حج سے اپنی ماں کی مع انخیر واپسی پر ایک بڑا بھاری جشن کیا۔

**وزنگل پر پہلی لڑائی** جن لوگوں کی خلافت مرضی یہ ام ہو اتھا انھوں نے رایان حیدر آباد تلنگانہ سے سازش کی۔ چنانچہ رائے بیجا نگر نے محمد شاہ سے درخواست کی کہ قلعہ جات راجپور و مدگل اور دیگر علاقہ جات روڈ کشانک ہمیشہ سے ہمارے قبضے میں رہے ہیں ہم کو واپس دے جائیں اور اسی طرح راجہ تلنگ نے کملہ بھیجا کہ میرے بیٹے و نایک دیو (جسے ناگ دیو بھی کہتے تھے) نے آپ کے والد کو قلعہ کو لاس عارضی طور پر دیا تھا وہ واپس کر دیجئے محمد شاہ نے بڑی دانائی کی کہ ڈیڑھ سال تک کچھ جواب بہت و نسبت کا نہیں دیا اور ایلیچوں کو بڑی خاطر مدارات سے حاضر دربار رکھا اور اس اثنا میں سب مخالفین کو بہ تدریج علیحدہ کر کے اپنے بھروسہ کے لوگوں کو مامور کیا اور جب ہر طرح سے اطمینان ہو گیا تو ایک دن سردار ایلیچوں سے فرمایا کہ رایوں نے ہماری پیشکش نہیں دی ہے فوراً داخل کر دیں۔ جب یہ پیمانہ رایوں کے پاس پہنچا تو راسے تلنگ نے اپنے پڑے سپہ سالار ناگ دیو اور ناگ رام کو ایک جمعیت کثیر کے ساتھ وزنگل سے کو لاس بھیج دیا اور اُس کی مدد کو رائے بیجا نگر نے بھی بیس سو اور اور پیدل بھیجے۔ پادشاہ کی طرف سے بہادر خاں ولد اسماعیل مخ مقابلے کو بھیجا گیا طرفین میں جنگ عظیم برپا ہوئی جس میں مسلمانوں کی فتح ہوئی اور بہادر خاں نے وزنگل تک ان کا تعاقب کیا اور رائے وزنگل سے بہت سے تحائف لے کر گریز کر کے واپس ہوا۔

**وزنگل پر دوبارہ چڑھائی اور ناگ دیو کا مارا جانا** ۱۶۳۷ء میں سلطان محمد شاہ کو خبر ملی کہ اُس کے لئے جو گھوڑے سوداگر لارہ تھے باوجود اس علم و اطلاع کے ناگ دیو نے چھین لئے۔ پادشاہ غضب ناگ ہو کر ایک ہزار سوار لے کر خود وزنگل پہنچا۔ جوں کہ اچانک پہنچا تھا فوراً قلعہ پر قابض ہو گیا۔ ناگ دیو کو کان کان خبر نہ ہوئی وہ باغ میں رنگ رہا۔ اس علاقہ وزنگل کے شہر دکن میں چڑھائی کرنا لکھا ہوا ہے اور برطانوی آثار میں اس شہر کا نام فلامین لکھا ہے جسے مسٹر رائس

منار ہاتھ بجا لیتا بے خبری گرفتار ہو گیا پادشاہ نے شہر پر قبضہ کر کے باشندگان شہر کو بڑی بے رحمی سے تہ تیغ کیا اور گڑھی کے سامنے لکڑیوں کا بڑا انبار لگا کر جلوا دیا اور اُس جلتی ہوئی میں ناگ دیو کو پھینک دیا جو جل کر بھسم ہو گیا بعد کچھ پندرہ روز تک جشن فیروزی منایا گیا مگر گدوا پس ہوا جب راجگان تلنگ کو خبر ہوئی تو اُنھوں نے پادشاہ کا تعاقب کیا بہت کچھ کشت و خون ہوا۔ مسلمانوں کے لشکر کی بہت تباہی ہوئی صرف پندرہ سو آدمیوں کے ساتھ پادشاہ گلبرگہ واپس پونچھا اور اسی معرکہ میں پادشاہ کے بازو پر ایک سخت زخم گولی کا لگا کر فوج گسیا۔

اور نکل پر بارہ چڑھائی

۶۷۴ھ میں رائے تلنگ نے متواتر شکستوں اور  
بیٹے کے مارے جانے سے ملک فیروز باربک بادشاہ دہلی کو لکھا کہ اگر آپ حکام مالوہ و  
گجرات کو دکن پر چڑھائی کا حکم دیں تو نہ صرف میں آپ کا ساتھ دوں گا بلکہ رائے بیجا نگر  
کو بھی اپنے ساتھ لوں گا۔ یہ خبر محمد شاہ کو ملی۔ فیروز شاہ کو اپنے جھگڑوؤں سے فرصت نہ تھی  
اُس نے بات کو ٹال دیا مگر محمد شاہ یہ خبر سن کر آگ بگولا ہو گیا اور لشکر جمع کر کے دو حصے  
کئے کچھ لشکر و نکل کی طرف بھیجا اور کچھ گوکنڈہ کو۔ اس زمانے میں رائے بیجا نگر چکا تھا  
اور اُس کا بھتیجا کشن دیو رائے جانشین ہوا تھا۔ رائے تلنگ کو رائے بیجا نگر سے کچھ مدد نہ ملی  
اکیلا کیا مقابلہ کر سکتا تھا شکست پائی اور یہ مشکل معتمد بہ خزانہ اور ایک بیش قیمت اور اص  
بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵۷ - لکھا کہ کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں لکا کے لشکر کے سردار  
کا نام نرطی گنٹھ مینا تھا سپر نرطی گنٹھ مینا تھا۔ کتبوں میں ۵۶۵ھ ۵۶۷ھ ۵۶۸ھ ۵۶۹ھ ۵۷۰ھ درج ہیں ۱۲  
۵۷۱ھ - ملک فیروز باربک سلطان غیاث الدین تغلق کا بھتیجا تھا۔ سلطان محمد تغلق نے اُسے  
اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اپنی رحلت کے وقت یہ شعر پڑھا

تو سبز باشی به شاہنشہی  
کہ من کردہ ام سبز بالیں تھی

اس نے نوے برس بلکہ کچھ زیادہ ہی عمر پا کر ۱۳ رمضان ۷۹۹ھ میں قریب قریب چالیس سال سلطنت کر کے انتقال کیا۔ یہ بادشاہ بڑا فاضل و عادل و کریم و حلیم و رعایا و سپاہ پرور تھا۔ ”وفات فیروز“ تاریخ وفات ہو جس سے ۷۹۹ھ نکلتے ہیں ۱۲۔

تخت جس کی قیمت کا اندازہ چالیس لاکھ روپیہ ہوتا ہے نذر کرنے کے علاوہ گو لکڑیہ مع مضافات کے بادشاہ کو بطور تادان جنگ دے کر صلح کر لی آخر کار قلعہ و قنگل ۱۴۲۴ء میں فتح ہو گیا اور پوری طرح سلطنت بہمنیہ میں شامل کر لیا گیا اور اس طرح مسلمانوں کا قبضہ دریائے کرشنا کے کنارے کنارے سب مقامات پر سوائے ایک محفوظ حصے کے جو مشرقی کنارے کے قریب تھا ہو گیا۔

بجائنگر کی سب سے پہلی بڑی بھاری لڑائی ۱۳۶۶ء -  
 اوائل ۱۳۶۶ء میں سلطان محمد شاہ بہمنی اور بیجا نگر کے فرماں رواؤں میں پہلی باقاعدہ لڑائی شروع ہوئی۔ بات کو کچھ ایسی نہ تھی کھانے کے بعد ہنسی مذاق میں لڑائی ٹھن گئی اور ہنسی میں پھنسی ہو گئی جس کا انجام ایسا قتل عام ہوا کہ حسب بیان فرشتہ صرقت ہندوؤں کی طرف کے پانچ لاکھ آدمی مارے گئے۔ اس لڑائی کا چشم دید حال ملا دادو بیدری نے جس کے پاس سلطان محمد شاہ کی مہر رہا کرتی تھی حسب ذیل بیان کیا ہے۔

”ایک روز شام کو جب محمد شاہ بادشاہ محفل عیش و نشاط میں مسرور تھا چند قوالوں نے بادشاہ اور جلسہ رقص و سرود کی تعریف میں دو شعر امیر خسرو کے گائے۔ بادشاہ ان اشعار کو سن کر بے انتہا خوش ہوا اور ملک سیف الدین غوری وزیر کو حکم دیا کہ ان گویوں کے لئے جن کی تعداد تین سو تھی راجہ بیجا نگر کے نام ایک برات انعام دینے کے لئے لکھدی جاے بہ تعمیل حکم بادشاہ وزیر مذکور نے اسی وقت حکم تو لکھدیا لیکن اس خیال سے کہ بادشاہ اپنی حالت میں نہ تھاروانہ نہیں کیا۔ لیکن بادشاہ اس بات کو ناگزیر کیا اور دو سہرے ہی دن وزیر سے پوچھا کہ ”تم نے فرمان روانہ کر دیا ہے؟“ وزیر نے عرض کیا کہ ”ابھی نہیں“ بادشاہ کو اس عدول حکمی پر غصہ آیا اور فرمایا کہ ”کیا تو خیال کرتا ہے کہ کوئی مہمل اور لغو حکم مابعد ولت کی زبان سے نکل سکتا ہے؟ ہم نے نشے کی حالت میں حکم نہیں دیا بلکہ جو کچھ ہم نے کہا ہے سچ بوجھ کر ہی کہا ہے۔“ یہ سنتے ہی وزیر نے فوراً برات پر شاہی مہر ثبت کر دی اور ایک معتبر قاصد کے ہاتھ اُسی وقت بیجا نگر بھیج دی۔ راجہ بیجا نگر کو اپنی حکومت کا نشہ ایسا چڑھا ہوا تھا کہ اپنے آپ کو خود مختار سمجھتا تھا بادشاہ کی اُس کے سامنے کیا حقیقت تھی جو قاصد فرمان لے کر لوپنچا تھا اس کی بڑی ہتھک۔

اور فصاحت کی اُسے گدھے پر سوار کر کے تمام شہر بیجانگریں پھرایا اور تشہیر کی۔ اس کے بعد قاصد کو نہایت ذلیل کر کے نکلوا دیا اُس کے ساتھ ہی راہ بیجانگریں نے افواج اور لشکر جمع کرنے کا حکم دیا اور مملکت بہمنیہ پر چڑھائی کے ارادے سے نکلا اور تیس ہزار سوار اور تین ہزار پدھتھی اور نو لاکھ پیدل لے کر قلعہ اودھونی کے قریب پونہچ گیا اور وہاں ٹھہر کر سلطنت بہمنیہ کے ملک میں لوٹ مار کرنے کے لئے اپنی فوج کو بھیلادیا۔ اگرچہ یہ موسم بارش کا تھا تاہم راہے بیجانگریں مدگل تک جو راہ پھردو آہیں ایک بڑا شہر تھا پونہچ گیا۔ راہ پھردو آہ وہ ملک ہی کہ دریاے کرشنا اور تنک بھدرا کے درمیان واقع ہو اور اس علاقے کی بابت ہندو اور مسلمانوں میں اب سے لے کر آئندہ دو سو برس تک برابر جنگ رہی ہے۔ راجہ نے مدگل پر چڑھائی کی اور بے انتہا سعی و کوشش کی کہ جس کا بیان قوت بشری سے خارج ہو۔ قلعہ مدگل میں آٹھ سو جوان جنگی محافظ تھے وہ ہر طور سے مقابلہ کرتے رہے۔ داروغہ قلعہ ملک نائب سیف الدین غوری کا ایک عزیز تھا وہ بڑا سخت گیر تھا جس کی وجہ سے فوج میں اختلاف پڑ گیا تھا اس آئیں کی پھوٹ کی وجہ سے حار سین قلعہ میں دو دلی ہو گئی اور قلعہ فتح ہو گیا۔ افواج راجہ بیجانگریں نے نامی باشندگان شہر زن و مرد حتیٰ کہ بچوں تک کو قتل کر ڈالا۔ صرف ایک مسلمان کسی کو نے میں چھپ گیا تھا رات کو وہ لباس بدل کر راجہ کے پیادوں کے ساتھ قلعے کے باہر نکل آیا اور اُس نے گلہ گرہ پونہچ کر اس کشت و خوں کی خبر کی۔ ”محمد شاہ بادشاہ نے جب یہ خبر سنی تو آگ بگولا ہو گیا اور حکم دیا کہ جو شخص یہ خبر لایا ہے اُسے بھی فوراً تیغ کیا جائے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں ایسی منحوس اور بزدل صورت دیکھ نہیں سکتا جو تمام بہادروں کو مرتے کھٹے دیکھ کر خود جان بچا کر نکل بھاگا۔ اسی دن بہا جمادی الاولیٰ ۷۶۷ھ ۱۳۶۶ء بادشاہ نے قسم کھائی کہ جب تک میں آٹھ سو مسلمانوں کے بدلے ایک لاکھ ہندوؤں کو قتل نہ کروں گا تب تک نکلوا کر نیام نہ کروں گا نہ کشت و خوں سے ہاتھ دھوؤں گا اور لڑائی پر نکل کھڑا ہوا۔ جب رو کرشنا پر پونہچا تو اُس نے اپنے خالق کی جس نے اُسے رتبہ شاہی پر پونہچایا تھا مغلظہ قسم کھائی کہ جب تک میں دریا کو عبور کر کے خداوند کریم کی مدد سے لشکر کفار کو نیست و نابود نہ کروں اور جب تک مسلمانان مدگل کے خون کا بدلہ قاتلوں سے لے کر اپنا دل ٹھنڈا نہ کروں مجھے

آب وغیرہ اور نیند حرام ہے۔ اسی وقت بادشاہ نے اپنے بیٹے مجاہد شاہ کو اپنا جانشین اور ملک سیف الدین کو نائب السلطنت مقرر کیا۔ بادشاہ نے صرف بیس ہاتھی خاصہ کے رکھ لئے باقی مجاہد شاہ کو دے دئے اور وصیت کر کے اُسے فوراً گلگر روانہ کر دیا۔ اور ادھر خود فوج ہزار منتخب اور جزا سوار ساتھ لیکر فوراً کرشنا کے پار اتر آیا۔ یہ دیکھ کر اسے بیجا نگر کے ہوش باختہ ہو گئے اور ایسا گھبراہٹ اُس نے اپنا تمام خزانہ اور مال و اسباب اور ہاتھیوں کو بیجا نگر روانہ کر دیا اور دل میں ٹھان لی کہ کل صبح تک یا تو لڑائی شروع ہو جائے گی یا میں بھاگ نکلوں گا۔ جیسا موقع و وقت ہو گا کروں گا۔ رات بھر طوفان رہا اور سخت بارش تھی رستے میں ہاتھی اور دوسرے مویشی بار بار دراری کے کیچڑ میں پھنس گئے اور رات بھر میں مشکل سے چار میل چل سکے۔ محمد شاہ کو غنیم کے آنے کی خبر تک گئی کہ راتوں رات چلا آ رہا ہے اسی وقت بادشاہ لشکر کو دیا ہی چھوڑ چھاڑ گھوڑے پر سوار ہو کر فخر سی فوج لے چل کھڑا ہوا اور صبح نہیں ہونے پائی تھی کہ اسے بیجا نگر کے لشکر میں جا دھمکا۔ اس کے پونہتے ہی ایسی اودھم مچی کہ ہندوؤں کی ساری فوج اپنا کل سامان و اسباب چھوڑ چھاڑ قلعہ ادھونی کی طرف بھاگ۔ تاہم جو لوگ بچ رہے تھے اُن کا قتل عام کیا گیا اور ستر ہزار زن و مرد اور بچے مارے گئے۔ تحفۃ الصالحین میں لکھا ہے کہ دوسرا ہاتھی اور تین ہزار توہیں دینا دلیق سات سو عربی گھوڑے اور ایک عدد سنگاسن (بالکی) مرصع مال غنیمت داخل سرکار ہوا۔ باقی لوٹ امرار اور لشکریوں کو ملی محمد شاہ نے ساری گرمیاں اور کچھ دن موسم برسات کے مدگل ہی میں بسر کئے اور جب خاں محمد خاں فوج کی مدد دار السلطنت سے لے کر پونہ چلا گیا تو بادشاہ قلعہ ادھونی کی طرف روانہ ہوا۔ اسے بیجا نگر اپنے علاقہ میں دریاے تنگ بھدرا پار ہو کر قلعہ ادھونی کے باہر مقیم تھا اور قلعے کی سیالاری اپنے بھائی کے کو دے کر اپنے علاقے میں واپس آ کر خود یہاں ٹھیکر کر بہت بڑی فوج جمع کر لی اور بیجا نگر سے ہاتھی اور تمام سامان و لوازم شاہی منگوائے۔ بادشاہ نے حمید خاں کی صلاح سے نشین قلعہ کا ارادہ چندے ملتوی کیا اور اپنے تمام قلعوں اور ممالک محروسہ میں فراہم بھیج کر توہیں اور سبند و قین منگوائیں اور ایک کارخانہ آتش بازی کا جس کا رواج اس سے پیشتر دکن میں جاری نہ تھا طیار کر کے مقرب خاں سیستانی کو جو امرائے معتمد



سے تھا تفویض کیا اور تمام رویوں اور فرنگیوں کو جو ملازم بادشاہی تھے اُس کی ماتحتی میں دے دیا اور اس طرح ایک عظیم الشان توپ خانہ طیار کیا گیا۔ بادشاہ تھوڑے عرصے میں دریائے تنگ بھدرا کے پار ہو کر سلطنت بیجا نگر میں داخل ہو گیا یہ پہلا موقع تھا کہ ریاست بیجا نگر پر ایک مسلمان بادشاہ نے بالذات چڑھائی کی تھی۔ فرشتہ کا یہ قول اس وجہ سے صحیح ہے کہ بادشاہ دہلی نے جب آنا گندی پر حملہ کیا تو وہ دریائے تنگ بھدرا کے اسی پار تھا۔ تاریخ فرشتہ میں راجہ بیجا نگر کا نام کشن رائے لکھا ہے لیکن اس کا اصلی نام لکھا تھا چونکہ تاریخ فرشتہ ان واقعات کے دو سو برس کے بعد لکھی گئی ہے اکثر جگہ ہندو راجاؤں کے ناموں میں مغالطہ ہو گیا ہے۔ محمد شاہ نے یہاں سے ادھونی کی راہ لی جو دریائے تنگ بھدرا سے تھینا پچیس میل کے فاصلے پر واقع ہے اور قصبہ سرگپہ کے قریب کسی مقام سے دریا پار ہوا۔ کیوں کہ اس مقام پر دریائی سطح پہاڑی ہے اور ہر موسم میں بانی کم رہتا ہے۔ راجہ بیجا نگر اپنی فوج لے کر ستے میں حائل ہوا اور یہ مقام یا کل کوتال ایک وسیع میدان میں جنگ شروع ہوئی۔ مورخ فرشتہ نے اس جنگ کا حال یوں لکھا ہے کہ رائے کشن رائے (لکھا) کو جب یہ خبر پہنچی کہ محمد شاہ دریا کے پار اتر آیا ہے تو اُس نے اپنے دربار کے تمام امرا کو جمع کر کے صلاح و مشورہ کیا کہ لشکر اسلام کو روکنے کی سب سے بہتر تدبیر کیا ہے۔ سب نے اتفاق ہو کر یہ صلاح دی کہ بھوج مل جو رائے بیجا نگر کا رشتہ دار تھا اس جنگ کا سپہ سالار مقرر کیا جائے۔ بھوج مل اس غیر معمولی عزت و افتخار سے پھول گیا اور بڑے گلہڑ سے عوض کی کہ ہمارا ج کا کیا حکم ہوتا ہے آیا یا شاہ کو زندہ قید کر کے حاضر کروں یا اُس کا سر کاٹ کر نیزے پر لگا کر لاؤں؟ اہ کشن دیو رائے نے جواب دیا کہ ”زندہ دشمن تو ہر حال میں خطرناک ہے بہتر تو یہ ہے کہ جب تم اُس کو پکڑ لو اسی وقت مار ڈالو“ یہ سنتے ہی بھوج مل چالیس ہزار سوار اور پانچ لاکھ پیدل لے کر محمد شاہ کے مقابلے کو چلا۔ بھوج مل نے بہمنوں کو تاکید کر دی تھی کہ وہ روزانہ لشکر میں مسلمانوں کے مظالم کا بیان کریں جو وہ ہندو کے ساتھ آئے دن کرتے رہتے ہیں تاکہ اُن کے دلوں میں جوش مذہبی موج زن ہو۔ اتنا اشارہ پانا تھا کہ بہمنوں نے اس قسم کے غلط

شروع کئے کہ ”دیکھو بھائیو یہ مسلمان ہماری مقدس گونا گوں بے رحمی اور سفاکی سے بچ کر تے اور اُس کا گوشت کھاتے ہیں۔ ہمارے مذہبی متبرک عبادت خاتوں کو جب موقع ملتا ہے جو بنیاد سے ڈھا دیتے ہیں۔ ہمارے متبرک دیوتاؤں کو توڑ پھوڑ کر نیست و نابود کرتے اور طرح طرح کی بے ادبی کرتے ہیں اور اُن کی تذلیل کا کوئی دقیقہ اٹھانیں رکھتے۔ غرض مسلمان ہمارے جانی دشمن ہیں اُن کا مار ڈالنا ہمارے واسطے دنیا اور دین دونوں کی ہی سودی اور نجات ابدی کا باعث ہے جہاں تک ممکن ہو ان کا تخم باقی نہ چھوڑیں“ ایسے وعظوں سے لاجمالہ ہندوؤں کے دلوں میں تازہ جوش پیدا ہو گیا اور مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ محمد شاہ کو جب خبر ملی کہ غنیم کی فوج پندرہ کوس کے فاصلے پر آن پونجی ہو تو اُس نے اپنے سپہ سالار خان محمد کو افواج جمع کر کے کا حکم دیا جن کی تعداد پندرہ ہزار سوار اور پچاس ہزار پیدل تھی۔ دس ہزار سوار اور تیس ہزار پیدل اور توپ خانے لے کر خان محمد آگے بڑھا۔ ۱۴ مئی ۱۷۶۷ء کو یوم پنجشنبہ مطابق ۲۳ جولائی ۱۱۳۶ھ کو اسلام اور ہندو کے لشکر کا مقابلہ ہوا۔ صبح سویرے سے دن ڈھلے تک دونوں فوجیں آپس میں گتھی رہیں گویا سمندر کی دو بڑی جہیں آپس میں ٹکرائی تھیں اور جانبین کے بے شمار آدمی مارے گئے۔ موسیٰ خاں اور علی خاں جو سینہ اور میسرہ کی کمان پر تھے دونوں ضرب بندوق سے شہید ہوئے اور اُن کی فوجیں منتشر ہو گئیں اور قریب تھا کہ شاہی لشکر میں اس صدمے سے بھاگ پڑ جائے کہ عین ایسے وقت پر بادشاہ خود تین ہزار تازہ دم سوار لے کر میدان جنگ میں پہنچ گیا۔ بادشاہ کو دیکھ کر خان محمد کی ہمت بندھی اور منتشر شدہ فوج میں جان آگئی پھر سب نے سمٹ کر حملہ کیا۔ مقرب خاں توپ خانہ لے کر بڑی بہادری سے آگے بڑھا اور دشمنوں کے سوار اور پیدلوں میں ایک تہلکہ ڈال دیا۔ خان محمد نے اپنے ہاں کے چیدہ بہادر ورن کو اُس کی مدد کے لئے دیا۔ یہاں لشکر نے ایسی سرعت سے دھاوا کیا کہ ہندوؤں کی فوج کو اتنی جہالت نہ ملی کہ وہ اپنی توپوں سے کام لے سکتے بلکہ دست بدست تلوار خنجروں سے لڑائی ہونے لگی۔

چکاچاک خنجر ز میدان کیں بہنم فلک شد ز روئے زمیں  
اس معرکے میں خان محمد خاں کا ہاتھی جس کا نام شیر شکار تھا بگڑ گیا اور حمات کے حکم میں نہ بڑا

بلکہ ایک دم دشمنوں کے لشکر کے قلب میں گھس گیا۔ بھوج مل کے ہاتھیوں نے اس کو روکا اور مہاروت مارا گیا۔ خان محمد خاں نے جب یہ دیکھا کہ ہاتھی بدل گیا ہے تو وہ پانچ ہزار سوار لے کر دشمنوں پر چاڑھا۔ طرفہ ماجری یہ ہو کہ ”شیر شکار“ ہاتھی فیل بان کے مارے جانے سے خالی رہ گیا لیکن جوں ہی اُس نے خان محمد خاں کو دیکھا دشمن کی فوج کی طرف سید ہا ہولیا اور دشمنوں کی صفوں کو برہم کر دیا۔ غرض ہندوؤں کے لشکر میں ایک بل جل پڑ گئی۔ بھوج مل کو ایک کاری زخم لگا اور وہ بھاگا اُس کے ساتھ ہی ساری فوج میں بھاگ پڑ گئی اور جب ہندوؤں کی فوج نے دیکھا کہ اُن کا سردار بھاگ گیا اور قلب لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے تو باقی ماندہ فوج شتر بتر ہو گئی۔ ابھی مسلمانوں کی تلواریں نیام نہیں کی گئی تھیں اور قتل عام ہو ہی رہا تھا کہ چتر شاہی نظر آیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ہاں کفار کے قتل میں ڈھیل نہ ہو۔ پھر کیا دیکھنا تھا ایسا کشت و خون ہوا کہ الامان الامان حاملہ عورتیں اور دودھ پیتے بچے بھی تلوار سے بچ سکے۔

محمد شاہ میدان جنگ میں ایک مہفتہ مقیم رہا اور اس فتح کی خبر دار السلطنت کو روانہ کی۔ بادشاہ کا غصہ بھی فرو نہ ہوا تھا جو اُس نے قسم کھائی تھی اُس کے پورا کرنے کے لئے پھر وہ کشن راے کی فوج کی طرف بڑھا۔ کشن راے بادشاہ کے حملے کی خبر سن کر باوجودے کہ اب بھی اُس کے پاس بہت سا لشکر تھا گھبرا کر بھاگا اور پہاڑوں اور جنگلوں میں جا چھپا لیکن بادشاہ نے اُس کا پیچھا نہ چھوڑا اور جہاں جہاں وہ گیا بادشاہ اُس کے پیچھے پیچھے تھا۔ اسی طرح برابر تین مہینے تک آگے آگے راجہ اور پیچھے پیچھے بادشاہ رہا اور جس مقام پر سے گزرا وہیں قتل عام کرتا چلا گیا۔ بالآخر راجہ کو دہانا ہوا شہر بیجا نگر کے قریب تک پہنچ گیا، بادشاہ ایک مہینے تک شہر بیجا نگر کا محاصرہ کئے پڑا مگر کوئی باقاعدہ جنگ نہیں ہوئی البتہ شب میں ہندوؤں کے گروہ کے گروہ لشکر میں آکر چھیڑ چھاڑ کرنے لگے اور دیتے دیتے اور چھوٹی موٹی جھڑپ ہو جاتی تھی۔ اس وقت بادشاہ ایک چال چلا کہ بستر بیماری پر پڑ گیا اور اطراف و اکناف میں بادشاہ کی بیماری کی شہرت ہو گئی لیکن اصلی حال سے سوائے خان محمد اور مقرب خاں کے کوئی واقف نہ تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ پسی کا دے دیا۔ راے بیجا نگر نے جب یہ خبر سنی تو بہت خوش ہوا اور سمجھا کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور شکست کھا کر بھاگے۔ راجہ تھوڑی فوج

لے کر بادشاہ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ ہر مقام پر روز چھوٹی موٹی جھڑپ ہو جاتی تھی۔ ہندو کہتے تھے کہ بادشاہ تو نیم مردہ ہی ہمارے برہمنوں کی دعا قبول ہو گئی ہم تم میں سے ایک مسلمان کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے کہ تم اپنے وطن کو واپس جاسکو۔ کوئچ کے وقت بادشاہ سنگاسن میں سوار ہو کر اوپر سے ایک چادر اوڑھ لیتا تھا۔ لشکر کے لوگ بہت پریشان تھے کہ خدا جانے بادشاہ زندہ بھی رہا نہیں مگر خان محمد اور مقرب خان تشفی اور دلاسا دیتے دلاتے منزل بہ منزل کوئچ مقام کرتے ہوئے آخر دریاے تنگ بھدر کے پار ہو کر ایک کھلے میدان میں بادشاہ کا لشکر اتر دیا وہاں سے قریب تین چار کوس ہٹ کر راجہ بیجا نگر نے بھی اپنے ڈیرے ڈال دئے راجہ بیجا نگر نے یہ سمجھا کہ یہ لوگ بھاگ بھاگ واپس چلے جا رہے ہیں مگر بادشاہ کی چال دوسری ہی تھی غنیمت کو اس دھوکے سے بھینچ بلایا راجہ بیجا نگر دھوکے میں آن کر بلا طیارہ جنگ آن پہنچا۔ منتر خوب چل گیا بادشاہ نے دیکھا کہ اب اچھا موقع ہے ایک دن اپنے لشکر کے اطمینان خاطر کے لئے بوقت عصر اور بارعام کیا تھوڑی دیر کے لئے برآمد ہوا اور ضعف کا عذر کر کے دربار برخواست کر دیا۔ شب میں سب امرا کو خلوت میں طلب کیا اور حکم دیا کہ سپاہ کو مسلح اور مستعد جنگ کر میں اور فلاں مقام پرے جا کر اکٹھا کریں اور میرے آنے کے منتظر رہیں ادھر لشکر میں طیاریاں ہونے لگیں ادھر بادشاہ لباس جنگ زیب تن کر کے برابر نصف شب کو سوار ہو کر اسی جگہ پہنچا جہاں کہ لشکر منتظر قدمینت از دم کھڑا تھا۔ لشکر کو جا بجا مناسب مقامات پر تقسیم کر کے ایسے وقت یکجا شب خون مارا کہ ہندوؤں کے لشکر میں اس بات کا دہم و گمان بھی نہ تھا۔ ہندو خواب خرگوش میں تھے وہ اس خیال میں مگن تھے کہ اب مسلمانوں میں دم ہی کیا رہا ہے۔ رائے سیمبلی نگر دارکان دولت بالکل بے خبر تھے لہو و لعب اور شراب کے نشے میں چور۔ رقص و سرود کی محفل کے مزے لے رہے تھے اُن کو اُس وقت تک کانوں کان خبر نہ ہوئی جب تک مسلمان سر برہنیں چڑھ آئے اور پکڑ دھکڑا اور قتل عام کا بازار گرم نہ ہوا اور لشکر میں داویلا اور شور و غل بپا نہ ہوا۔

محمد شاہ کا قتل عام رائے بیجا نگر تو اپنی جان بچا نگر بھاگا لیکن اُس کی فوج کے دس ہزار آدمی مارے گئے۔ تب بھی بادشاہ کی آتش غضب فرو نہیں ہوئی اور بیجا نگر کے

اطراف میں چالیس کوس تک تمام بستیوں میں قتل عام کیا گیا۔ معتبرین و عمائدین شہر بیجا نگر نے کشن راے کی شوریدہ سری پر ملامت اور سزائے نشت کی اور کہا کہ تیری حکومت رانی تو ہمارے لئے بڑی منحوس ہوئی مال و ناموس دونوں برباد ہوئے اور دس ہزار برہمن قتل ہو گئے رعایا کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ کشن راے نے کہا کہ میں نے کوئی کام تم لوگوں کے بغیر صلاح و مشورہ نہیں کیا ہاں مقدر سے ناچار ہوں یہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

خدا کے ہاتھ ہی فتح و ظفر وے اور میر مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا اب آئندہ جو تم سب کی صلاح ہو میں حاضر ہوں۔ امرائے کہا کہ جس طرح تمہارے باپ نے مسلمانوں کی جنگ سے دست کشی کر کے علاء الدین سے صلح کر لی تھی تم کو بھی چاہیے کہ ان سے مصالحت کرو۔ کشن راے نے اس بات کو قبول کیا اور اسی وقت محمد شاہ کے پاس اپنی روانہ کئے اور اپنے کئے پر بہت ندامت و پشیمانی کا اظہار کر کے خواہاں عفو و تقصیر ہو اگر بادشاہ نے صاف انکار کر دیا۔ بادشاہ کی خدمت میں جواہر اُس وقت حاضر تھے ان میں سے ایک شخص کو بادشاہ کے مزاج میں بہت درخور تھا اُس نے عرض کی کہ حضرت نے قسم کھائی تھی کہ آٹھ سو مسلمانوں کے بدلے ایک لاکھ ہندوؤں کو قتل کروں گا وہ تو یہ اقبال خداوندی پوری ہو چکی جہاں پناہ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ روئے زمین پر کسی ہندو کا ختم باقی نہ چھوڑوں گا۔ بادشاہ ہنسا اور کہا کہ ہاں تمہارا کہنا سچ ہے ایک لاکھ کیا کئی لاکھ ہندوؤں کا قتل ہو چکا لیکن میں اپنی اسی بات پر اڑا ہوا ہوں جب تک راے بیجا نگر ہمارے حکم کے مطابق قوالوں کو رقم نہ دے دے گا میں کبھی اُس کی خطا سے درگزر نہ کروں گا نہ اُس کی رعایا کے قتل سے ہاتھ کھینچوں گا۔ اس بات پر بیجا نگر کے بیٹے جواہرے کی طرف سے پورے مشتار و مجاز تھے بخوبی رضا مند ہو گئے اور اسی وقت قوالوں کا روپیہ ادا کر دیا۔ تب محمد شاہ نے کہا میں نہیں چاہتا کہ میری زبان سے کوئی ایسا لغو و حشو حکم نکلے کہ جس کی تعمیل نہ ہو سکے اور آگے چل کر میری بیٹی ہو اور نہسی اڑے اس محمد شاہ کیمر قول پورا ہوا اور میرے حکم کی تعمیل ہوئی اس میں شک نہیں کہ سخن پروری کی ایسی مثال بادشاہان سابق و لاحق میں دیکھی کیا جیستی بھی نہیں گئی اور ناظرین پر مخفی نہ ہو گا کہ بادشاہ اپنے قول کا کیسا دھنی تھا۔ جان جاے مگر آن بان نہ جاے۔ ذرا سی بات کا بتنگر بن گیا اور کچھ کا

## کچھ ہو گیا

امثال اس غائب وزیر غریب تر بسیار کرد دولت اس شاہ دادگر  
ایلیچیوں نے بادشاہ کی خوش وقت باکر، عرض کی کہ جہاں پناہ نے ہم غلاموں پر بڑی سرفرازی  
فرمائی اور عزت و آبرو رکھ لی اگر جان بخشی ہو اور حکم عالی ہو تو دو کلیہ اخلاص عرض کریں۔ بادشاہ  
نے کہا اچھا کہو۔ ایلیچیوں نے عرض کی کہ کسی مذہب و ملت میں روانہ نہیں ہو کہ گناہ گار کے عوض  
کسی بے گناہ کو قتل کیا جائے خصوصاً عورتوں اور بچوں کو اس میں شک نہیں ہو کہ کشن رائے  
نے مسلمانانِ تلخہ مدگل سے بے جا سلوک کیا جو جیسا کرے دیسا بھرے گا لیکن اس میں ان  
غریبوں کا کیا قصور ہے؟ بادشاہ نے فرمایا حکم قضا و قدریوں ہی تھا اس میں میرا کچھ اختیار نہ تھا۔  
ایلیچیوں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بادشاہ ملک دکن بنایا ہے اور آپ کے قرب و جوار  
میں ملک کرناٹک واقع ہے ہم بھی آپ ہی کے زیر سایہ ہیں ہمارا آپ کا چولی دامن کا ساتھ ہے  
خدا نے چاہا تو جہاں پناہ اور حضرت کی اولاد و احفاد سالہا سال مدت دراز تک حکم رواں رہیں  
اور ہم بھی آپ کے دامن دولت سے وابستہ ہیں ایک کو دوسرے سے سابقہ پڑتا ہی رہتا ہے  
اب کچھ ایسی صورت ہو کہ طرفین میں امن چین ہو جائے خیر اندیشی و صلاح حال یہی ہو کہ اب  
تو کشت و خون موقوف ہو جائے۔ محمد شاہ اس واجبی گفتگو سے بہت متاثر ہوا اور کہا کہ میں نے  
خدا سے عہد کر لیا ہے کہ آئندہ کبھی فتح کے بعد کسی کو قتل نہ کروں گا اور میرے جانشین  
بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اسی طریقے پر چلیں گے اور اس کے بعد چند سال تک البتہ ایسا ہو گا  
کہ لڑائی کے بعد جو زندہ گرفتار ہوئے وہ قتل نہیں کئے گئے اور بے سبب قتل عام رعایا اور  
ضعفہ کا موقوف رہا مگر پھر دوسرے بادشاہوں نے ہمیں آتش در کا سہ قتل عام شروع کر دیا  
اس کے بعد بادشاہ کیکرگہ واپس چلا آیا اور اس جنگ عظیم الشان کا یوں خاتمہ ہوا اور پھر چند  
سال تک ان دونوں میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ فرشتہ نے لکھا کہ محمد شاہ کے عہد میں پانچ لاکھ  
ہندو مارے گئے اور ملک کرناٹک ایسا تباہ اور ایسا برباد ہوا کہ مدتوں تک سنبھل نہ سکا  
اور نہ اُس کی آبادی پہنچی۔

جب بیجا پور سے بادشاہ کے مرنے کی افواہ اُڑ گئی تو جا بجا فتنہ و فساد اٹھ کھڑا ہوا بہر حال

ما تذرانی جس کو سلطان علاؤ الدین نے بیٹا بنایا تھا کو نبھ دیا مرہٹہ سردار کے اُبھارنے سے دولت آباد پر قابض ہو کر خود سر ہو گیا اور بادشاہ سے لڑنے کو طیار ہوا۔ بادشاہ اس کی سزا دہی کے لئے پٹن پونچا تو بغیر جنگ کے کو نبھ دیا اور بہرام خاں دونوں قلعہ بند ہو گئے اور رات کو لباس بدل کر حضرت شیخ زین الدین کے پاس گئے آپ ان کو بال بچوں سمیت گجرات چلے جانے کی راے دی لیکن بادشاہ نے خبر پاتے ہی اُن کا تعاقب کیا مگر وہ دور نکل گئے تھے۔ بادشاہ دولت آباد واپس آیا۔ اس اثنا میں دکن کے کل مشائخین نے بادشاہ سے بیعت کی مگر شیخ زین الدین قدس سرہ نے پوجہ شراب خواری سمیت سے صاف انکار کیا۔ بادشاہ کا عتاب ہوا اور آپ کو شہر بدر کیا گیا لیکن آگے چل کر بادشاہ اپنی اس ناشالیستہ حرکت پر بہت نادم ہو کر معذرت خواہ ہوا اور ایک تحریر بھیجی جس میں یہ مصرعہ لکھا تھا ع  
”من زان توام تو زان من باش“

شیخ نے لکھا اگر تو سلطان محمد شاہ غازی شریعت محمدی کا تابع رہے اور شراب خانے پر خاست کر دے اور خود کو نوشی ترک کرے اور آبائی طریقے پر چلے تو یہ فقیر تیرا دلی دوست ہے۔ بادشاہ اس نصیحت آمیز تحریر سے مسرور ہوا اور اُسی دن سے اپنے نام کے ساتھ غازی کا لفظ مستزاد کیا اور جب دولت آباد سے گزرے تو شریعت کی ترویج میں بڑی کوشش کی۔ شراب کی دکانیں تمام ملک میں بند کر دیں۔ ۹ رومی قعدہ ۱۰۶۶ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۶۵۷ء کو (۱۶) سال (۹) ماہ (۵) دن سلطنت کر کے دنیا سے رخصت ہوا۔

چوں محمد شہ زمین و زمان      جست زین داردوں بجبت راہ  
شاہ ملت بگو بسالش تیز      اہل دیں مرد دیں محمد شاہ

۱۰۶۶ھ

۱۰۶۶ھ

یہ بادشاہ عقیل و شجاع اور اولوالعزم تھا۔ رعایا اور سپاہ کے ساتھ بہت ہی خلق و مروّت سے پیش آتا تھا مگر جہاں یہ سب کچھ تھا دشمنوں اور موزیلوں کے لئے سخت گیر بھی تھا۔ اس کا عام حکم تھا کہ ٹھاک اور ڈاکوؤں کا سر کاٹ کر گڑبگڑ بھیج دیا جائے کہتے ہیں کہ سات مہینے میں آٹھ ہزار سر کاٹے گئے۔ اس کے زمانے میں خزانہ ایسا معمور تھا کہ دوسرے بادشاہوں کے پاس اس

آدھی دولت بھی نہ تھی۔

**مجاہد شاہ بھنبی** اپنے باپ کے انتقال کے بعد مجاہد شاہ تخت پر بیٹھا۔ یہ ملک

سیف الدین غوری کا نواسہ تھا اور اُنیس سال کی عمر تھی۔ چند روز بعد مجاہد شاہ نے  
بیکارارے راجہ جیپانگر کو لکھا کہ ملک دو آہ ایک عرصہ سے فیما بین ہمارے اور تمہارے معرض

ملف یہ بادشاہ قوی ہو چکا۔ تنہا اور بڑا ہوا در تھا۔ اس کو شاہ بلوند بھنبی بھی کہتے ہیں۔ زبان ترکی خوب  
جانتا تھا۔ اُس کو صحبت ہمیشہ ترکی اور فارسی زبان دانوں کی رہی شمشیر و نیزہ و خنجر و تیرو کمان کا بے انتہا  
شوق تھا۔ بھنبی نامے میں لکھا ہے ۵

نہ گوارہ چوں پائے پیروں نہاد      یہ تیرو کمان دست و بازو کشاد  
بے تند و گردن کش و پیل زور      کہ نشنید گفتن کسے وقت شور  
چناں بر سر کنگرہ نے دود      کہ انگشت حیرت فلک می گزید

مجاہد شاہ نے سچنے میں باپ کا خزانہ توڑ کر چند بدرے روپیہ اشرفیوں کے لئے جا کر اپنے ہم عمر  
دوستوں کو بانٹ دئے تھے خزانچی کو جب خبر ہوئی تو اُس نے سلطان محمد شاہ سے عرض کی۔ بادشاہ  
اس جسارت اور بیباکی سے بہت برا شفقہ ہوا اور مبارک تمنوں دار خاصے کو بھیج کر شاہزادے کو بلوایا  
شاہزادے نے دیکھا تو بادشاہ غصے میں بھرا بیٹھا تھا شاہزادے نے سوائے اعتراف قصور کے  
چارہ کار نہ دیکھا۔ بادشاہ نے اُسے خوب جابک مارے اور تو تھڑے ڈال دئے۔ مجاہد شاہ نے  
اپنی ماں سے تمنوں دار کی شکایت کی اور کہا کہ اگر وہ مجھ سے کہہ دیتا تو میں آپ سے سفارش کرتا اور  
غصہ فرو ہونے کے بعد بادشاہ کے حضور میں جاتا ماں نے کہا اُس بیچارے کا کیا قصور ہے۔ بادشاہ  
نے جو تم کو تنبیہ کی وہ بالکل درست اور واجب تھی۔ مجاہد شاہ اُس وقت تو چپ ہو گیا بات  
گئی گوری ہوئی۔ مبارک سے بھی یہ ظاہر صاف ہو گیا بلکہ اُس سے میل جول بڑھ گیا۔ ایک ہفتے  
کے بعد اُن جان ہو کر ایک جلسے میں مبارک سے پوچھا کہ میں سنتا ہوں کہ تم بڑے پہلوان ہو اور  
کشتی خوب اڑتے ہو اور بڑے بڑے پہلوانوں کو تم نے پیچھا اڑ دیا ہے۔ بھلا ہماری تمہاری کشتی ہر جگہ نے  
مبارک کو خبر نہ تھی کہ شاہزادے کے دل میں کینہ ہی دل میں سمجھا کہ میرا اس کا کیا جوڑ ہے یہ جو وہ برس کا  
لڑکا اور میں تیس سال کا جوان پچھا عرض کشتی بدلی۔ شاہزادے نے اُٹھا کر ایسا پٹنی کہ اُس بیچارے

کی گردن ہی ٹوٹ گئی اور تھوڑی دیر میں رخصت ہو گیا۔ ۱۲



بحث میں رہی لہذا دریا سے تنگ بھدر کو تم اپنی حد مقرر کر دو اور دریا سے کشاکش کے شر قاف اور غر با جس قدر ملک ہی ہم کو چھوڑ دو۔ راجہ نے اٹھا مطالبہ کیا کہ راجپور اور مدگل ہمیشہ سے ہمارے مقبوضات میں رہا ہے لہذا آپ اس طرف کے کل ملک سے دست بردار ہو جائیں اور رود کشاکش کو حد فاصل قرار دیں۔ مجاہد شاہ یہ جواب پا کر نہایت خستہ ہوا اور اپنے نانا ملک سیف الدین غوری کو دارالسلطنت میں چھوڑ کر خود جنگ کے لئے آمادہ ہو گیا۔ گلبرگہ میں جب لشکر دولت آباد۔ بیدر اور برار کا جمع ہو گیا تو پانسو ہاتھی کو ہیک اور وا فرزانہ لے کر بیجا نگر کی طرف چل پکڑا ہوا راستہ میں معلوم ہوا کہ رائے بیجا نگر یہ مقام گنگاوتی لب دریا سے تنگ بھدر را مقیم ہو اُدھر کا رخ کیا اور صدر خاں سیستانی کو قلعہ ادھونی کے محاصرے کے لئے بھیج دیا۔ راجہ نے پہلے تو مقابلہ کی تیاریاں کیں لیکن بعد خدا جانے کیا خیال پیدا ہوا کہ اُس کا جی چھوٹ گیا اور سٹور کے جنگلوں میں جا کر چھپ گیا۔ پادشاہ چھ مہینے تک اس کے پیچھے لگا پھرا مگر کبھی وہ رخ پر نہ آیا۔ جنگل کی ردی آپ وہو اسے راجہ کے ہمراہی سب بیمار ہو گئے ناچار راجہ چور راستہ سے چھپتا چھپتا بیجا نگر پونج گیا۔ پادشاہ بھی اُس کی پیٹھ پر پونچا اور آتے ہی سری سرنگ دیول کو جو ہنود کا بڑا ستہر کا مقام تھا لوٹ لیا۔ تمام ہنود بدیل گئے اور راجہ کو مقابلہ کرنا پڑا اور ایک سخت لڑائی ہوئی ۱۳۷۷ء

۱۳۷۷ء گنگاوتی دریا سے تنگ بھدر سے (۵) میل کے فاصلے پر ایک بڑا قصبہ مستقر تحصیل ہو گیا۔

۱۳۷۸ء۔ بنگالی بہت چھوٹ جانے کے متعلق تاریخ فرشتہ میں ذیل کا واقعہ لکھا ہے۔

مجاہد شاہ لشکر کے ساتھ کوچ مقام کرنا ہوا چلا آ رہا تھا اُس کو ایک آدم خوار شیر کی خبر ملی جس نے اطراف و اکناف میں ہل چل ڈال دی تھی۔ مجاہد شاہ صرف سات پیادے ساتھ لے کر پونچا اور تاک کر ایک تیرا پسا مارا کہ جو ٹھیک اُس کے دل میں جا کر گر گیا۔ یہ خبر سن کر ہندوؤں نے بدشگونیاں سمجھی اور ڈر گئے ادھونی اور بیجا نگر کے درمیان اس زمانے میں شیر تو نہیں ہیں البتہ بوریجے کثرت سے ہیں لیکن ممکن ہے کہ اُس زمانے میں جنگل بھی ہو اور شیر بھی ہوں۔ سیول صاحب نے فرشتہ کی اس روایت کو ساقط الاعتبار قرار دیا ہے کہ اتنی سہی بات بنگالی بہت ہمتی کے لئے کافی نہ تھی لیکن ہمارے خیال میں یہ بات کچھ بعید از قیاس نہیں ہے۔ اگر لوگ شگون لینے کے خوگر ہوتے ہیں خصوصاً اہل ہنود جو فال شگون اور مہورت کو بہت مانتے ہیں اور ایک دوسری بات اگر ہو جائے تو اُس کا بہت بڑا خیال کرتے ہیں۔ ۱۳۷۸

میں ہوئی جس میں ہندو مغلوب ہو گئے۔ اس فتح کے بعد ابھی سدھرے نہ تھے کہ راسے  
 بیجا نگر کا بھائی مہا نایک آٹھ ہزار سوار اور چھ لاکھ پیدل لے کر پونچ گیا اور دوبارہ لڑائی شروع  
 ہو گئی اور طرفین کے بے شمار آدمی مارے گئے مقرب خان سیستانی اسی میں کام آیا مجاہد شاہ  
 کو اس قدر جوش تھا کہ وہ ہندوؤں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتا تھا بادشاہ کا چچا داؤد خاں جو دہنہ سوار  
 پر مامور تھا اس جنگ کی خبر پا کر سات ہزار سوار لے کر یلغار آن پونچا اور خوب لڑا لیکن بادشاہ  
 اس بات سے ناراض ہوا کہ درے کو خالی کیسے چھوڑ کر آ گیا اور بہت سخت سست کہا چنانچہ  
 ایسلی ہی ہوا کہ ہندوؤں نے درے کو خالی پا کر قبضہ کر لیا۔ مجاہد شاہ نے اُسی دن چالیس ہزار  
 سوار اور پیدل ہندوؤں کے قتل کئے تھے اور مسلمانوں کے بھی بے شمار آدمی مارے گئے تھے مگر  
 پھر بھی فوراً درے پر پونچا۔ بادشاہ کے آنے کی خبر سنتے ہی ہندو بھاگ گئے۔ مجاہد شاہ کو تجربہ  
 ہو گیا کہ بیجا نگر کا فتح کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے بھر ادھونی کا محاصرہ کئے دو مہینے تک بڑا رہا۔  
 امید تھی کہ گریبوں کی تاب نہ لا کر قلعہ سر ہو جائے گا مگر بارش ہو جانے سے امید سرد پڑ گئی اور  
 لشکر میں بیماری پھوٹ پڑی ناچار بادشاہ کو واپس آنا پڑا اور منزل بہ منزل کوچ مقام کرتا ہوا  
 کشاکش کے کنارے مقیم تھا کہ شب میں داؤد خاں نے اُسی خصوصیت سے جو بادشاہ کی سخت  
 کلامی سے اُس کے دل میں پیدا ہو گئی تھی ۱۷ ذی الحجہ ۱۰۷۹ھ مطابق ۱۶ اپریل ۱۶۵۸ء کو قتل کیا۔

۱۵۔ سیول صاحب نے لکھا ہے کہ دہنہ سوار غالباً ایک جھیل یا تالاب ہے جو بیجا نگر کے مشرقی میدان کے پہاڑوں  
 کے آخر میں اُس بلند پہاڑ کے متصل واقع ہے کہ جو گورنمنٹ کی پیمائش اراضی بذریعہ مثلث کے نقشے میں  
 دمان سندرم کے نام سے بتایا گیا ہے جو غالباً دھرماسندرم ہوگا۔ اس پہاڑ پر ایک ستون پیمائش کا بنا ہوا  
 ہے۔ یہ پہاڑ پانسو فیٹ بلند ہے اور حدود موضع کنوی تاپور میں واقع ہے۔ یہ مقام شہر بیجا نگر سے جو فوج  
 نکلے اُس کو رستے میں پڑتا ہے اور اُس کے دامن میں سے چکر کاٹ کر جانا پڑتا ہے پہاڑ کی آڑ پر دو گراں رستے  
 کو روک دیا جائے تو پھر غنیمت کو نکلنے کا کوئی رستہ باقی نہیں رہتا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے  
 اس رستے کو اپنے قبضے میں رکھنا کتنا ضروری تھا۔ فرشتہ نے اس مقام کو ایک بہت بڑی گھاٹی

مجاہد شاہ آل والی تخت و تاج  
ز سرور تبارخ اوشد ندا  
چو از دار دنیا بہ جنت رسید  
کہ اہل العطا پاوشاہ شہید

۷۷۹ھ

بادشاہ لاؤلد شہید ہوا اور داؤد شاہ تخت نشین ہوا۔

داؤد شاہ بھمنی بن سلطان  
علاء الدین حسن گانگوی -  
مجاہد شاہ کے مارے جانے سے ملک میں فتنہ و فساد  
برپا ہو گیا۔ بعض چاہتے تھے کہ سلطان علاء الدین حسن  
گانگوی کا چھوٹا بیٹا محمود بادشاہ ہو بعض داؤد شاہ کے طرف دار تھے۔ آخر کار امرار واراکین  
دولت کو داؤد شاہ ہی کو تخت پر بیٹھایا مگر کچھ دن کے واسطے۔ مجاہد شاہ کی بہن روح پرور  
آغا اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ لینا چاہتی تھی اُس کے ایما سے باکہ نامی جوان کے ذریعہ سے  
یکم محرم الحرام ۷۸۰ھ کو جامع مسجد میں عین سجدہ میں قتل کر دیا۔ مدت سلطنت صرف  
ایک مہینے پانچ دن تھی۔

سلطان محمود بھمنی بن سلطان  
علاء الدین حسن گانگوی -  
علاء الدین کا چھوٹا بیٹا محمود بادشاہ اول داؤد شاہ کا جانشین  
ہوا۔ روح پرور آغانے پہلے ہی سے داؤد شاہ کے  
بڑے بیٹے محمد سبک کو جس کی عمر ۸ سال کی تھی مکحول کر دیا تھا بدیں وجہ سب کی رضا مندی سے  
محمود شاہ تخت نشین ہوا حتیٰ کہ راے بیجا نگر نے بھی اپنا محاصرہ قلعہ راجپور پر سے اٹھا لیا اور  
جو خراج محمد شاہ کے زمانے میں دیا کرتا تھا اُس کے دیسے کا اتر اکر کیا۔ یہ بادشاہ نہایت  
سلیم الطبع خوش خلق۔ عادل اور پابند شرع شریف تھا۔ یہی ایک بادشاہ تھا جس نے  
ایک بیوی کے سوا دوسری نہ کی۔ خواجہ حافظ کو شیراز سے اسی نے بلوایا تھا وہ آنے کو آمادہ  
بھی ہوئے لیکن جب کشتی پر سوار ہوئے تو بادشاہ نے اٹھی کشتی ڈوگکانے لگی وہیں اتر  
پڑے اور نہ آئے اور ایک غزل جس کا پہلا شعر یہ ہے لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں بھیجی۔  
تاریخ فرشتہ میں اس بادشاہ کا نام محمود لکھا ہے لیکن ڈاکٹر منگلن جو سکہ شناسی کے ماہر ہیں لکھتے  
ہیں کہ سکوں پر اس بادشاہ کا نام محمد تھا نہ کہ محمود اور برہان آثار میں بھی لکھا ہے اور میرنگا نے بھی لکھا  
ہے لیکن ہم نے تاریخ فرشتہ پر ہی عمل کیا ہے ۱۲۔

دے باغ لبسہ رویں جہاں یکسر نئی ارزد  
 بہ محو لب و شش دلق مالکزیں بہترینی ارزد  
 پادشاہ غول سن کر بہت محظوظ ہوا اور ایک ہزار اشہ فی خواجہ کو بھیج دی۔ اگرچہ اس نے  
 ۱۹ سال نوچینے بیس دن سلطنت کی مگر ایسا صلح کل تھا کہ اس میں چین سے گزری کسی سے لڑائی  
 بھڑائی کی نوبت نہ آئی اور ۲۲ رجب ۹۹۷ھ مطابق ۲۰ اپریل ۱۳۹۷ء کو بہ عارضہ تب محرقہ دنیا  
 سے رخصت ہوا۔

چور اقل جنت یافت شاہی  
 رقم شاہ خاص حق تاریخ سانش  
 جناب شاد حق آگاہ محمود  
 درگرم علی شاہ محمود  
 ۹۹۷ھ ۹۹۷ھ

**سلطان غیاث الدین بہمنی** سلطان محمود کے بعد اس کا بیٹا غیاث الدین تخت نشین  
 ہوا یہ نوجوان تھا۔ اس کا ایک ترکی غلام تغلیچین نام چاہتا تھا کہ خود کو منصب و کالت لے جب  
 بادشاہ نے غلام کو خلق اللہ پرچہ میں سید بھی ہوئے ہیں حاکم بنانا پسند نہیں کیا۔ اور اس کی  
 درخواست نامنظور کی تو اس نے ایک دن بادشاہ کو عیاری سے دعوت میں بلا کر اور تنہائی  
 میں لیجا کر اس کی آنکھیں نکال دیں اور اس کے چوبیس مہربوں کو قتل کر کے اس کے چھوٹے بھائی  
 شمس الدین کو بادشاہ بنایا اور اس اندھے بادشاہ کو قلعہ ساغر (سگر) میں بھیج دیا۔ غیاث الدین  
 نے صرف ایک ماہ میں روز سلطنت کی تھی کہ ۱۷ رمضان ۹۹۷ھ مطابق ۱۴ جون ۱۳۹۷ء  
 میں یہ واقعہ ہوا۔

**سلطان شمس الدین بہمنی** سلطان غیاث الدین کے مقید ہونے کے بعد اس کا چھوٹا  
 بھائی شمس الدین تخت شاہی پر براجم۔ تغلیچین مذکور کو ملک نائب کا خطاب اور امیر جمگی کا  
 منصب دیا۔ سب امراء نے اس کی اطاعت قبول کی۔ فیروز خاں اور احمد خاں یہ دونوں بھی  
 بھائی سلطان داود شاہ قنول کے بیٹے تھے۔ باپ کے قتل کے وقت وہ سفیر سن تھے ان کے  
 چچا سلطان محمود بہمنی نے ان کی تربیت کی اور اپنی دو بیٹیاں انھیں بیاہ دیں اور مرتے وقت  
 انھیں وصیت کی تھی کہ غیاث الدین جس کو اس نے اپنا ولی عہد کیا تھا اس کی اطاعت کریں  
 جب تغلیچین نے سلطان غیاث الدین کو نابینا کیا تو یہ دونوں بھائی اس کا بدلہ لینے کے درپے

ہوئے۔ جب ان کا یہ ارادہ تغلیچین نے بھانپ لیا تو بادشاہ کی والدہ سے جو تغلیچین کی بے حد مشکور اور مداح تھی سازش کر کے ان دونوں بھائیوں کے قتل پر بادشاہ کو آمادہ کرایا۔ فیروز خاں اور احمد خاں اطلاع پا کر ساغر (سگر) کی طرف بھاگ گئے۔ وہاں کا حکم راں جس کا نام سدو تھا ان کی مدد کو مستعد ہو گیا۔ یہ دونوں بھائی لشکر کے ساتھ عازم گلبرگہ ہوئے۔ بادشاہ کو تغلیچین نے اکسار ان کا مقابلہ کرایا۔ دونوں بھائیوں کو شکست ہوئی۔ آخر انھوں نے اپنے کئے پر پشیمان ہو کر بادشاہ کی والدہ کی وساطت سے امان چاہی اور گلبرگہ میں رہنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے ان کی تقصیر معاف کر دی۔ یہ دونوں بھائی گلبرگہ میں آ گئے ایک روز کسی حکمت عملی سے فیروز خاں نے محل کے اندر گھس کر سلطان شمس الدین و تغلیچین کو پایہ زنجیر کیا اور باہر آ کر با اتفاق ارکان دولت فیروز خاں تخت فیروزہ پر جلوہ افروز ہوا۔ سلطان شمس الدین کی آنکھیں نکلو کر اس کو قلعہ بید میں بھیج دیا اور تغلیچین کو سلطان خیاث الدین کے حوالہ کیا۔ جس نے کہتے ہیں کہ گودہ نابینا تھا مگر خود اپنے خنجر سے اُسے ہلاک کیا۔ سلطان فیروز سے اجازت لے کر شمس الدین مکہ معظمہ چلا گیا۔ اور مدینہ منورہ میں ۸۱۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ جب تک وہ زندہ رہا سلطان فیروز اس کے اخراجات کے لئے تحائف اور زرقہ بھیجا کرتا تھا سلطان شمس الدین نے کل ستاون روز سلطنت کی۔

رفت شمس الدین چو باعہ نہ دو قار	مثل خور براون چرخ چار میں
سال وصلش نیسہ روشن بخواں	نیز شمس الدین انیس اہل دیں

۸۱۶ھ

۸۱۶ھ

### فیروز شاہ ہمنی

سلطان فیروز نہایت شرع پرست اور کریم النفس تھا۔ صوم و صلوات کا پابند اور روزانہ قرآن شریف کا پابند و بارہ نقل کر کے وجہ معاش پیدا کرتا تھا۔ عدل و انصاف میں بھی اس نے نام پایا۔ اگرچہ کہ وہ رقص و سرود کا دلدادہ اور شراب خوار و عیاش بھی تھا مگر ابن افعال سے وہ خود نادم رہتا تھا۔ حسین عورتوں کی اُسے بہت چاہ تھی ایک شہر فیروز آباد اپنے نام پر دریائے ہیماکے کنارے آباد کیا اور جس میں محلات و عمارات شاہی تعمیر کر کے ہر ایک حرم کو ایک ایک محل عطا کیا۔ حرم سرے سلطانی میں عربی۔ ترکی۔ روسی۔ گرجی۔

افغانی - راجپوتن - گجراتی - بنگالی - تنگن - مرہٹی - کرناٹکی بیشتر اقوام اور اکثر مقامات کی پری پیکر عورتیں موجود تھیں یہ بادشاہ ہر ایک کی زبان سے واقف تھا۔ ہر روز ایک محل میں رہتا اور وہاں کی خواص سے اسی کی زبان میں بات چیت کرتا۔ وہ بڑا عالم و فاضل بھی تھا۔ ارباب علم و اہل ہنر کو دور دراز ممالک سے طلب کر کے اپنے ملک میں انہیں بساتا اور توقع سے زیادہ ان کی قدر اور ان سے سلوک کرتا تھا۔ جب فیروز شاہ نے خطبہ دیا اپنے نام سے جاری کیا تو اپنے بھائی احمد خاں کو خاٹنا ناں کا خطاب دیا اور امیر الملامت مقرر کیا۔

سن ۸۰۰ھ میں رائے بیجا نگر و دیورائے مدگل و راجپور کے قلعے مسلمانوں سے چھین لینے کے قصد سے بلاد ہمنیہ کی طرف روانہ ہوا اور دوسری طرف دیورائے کے اشارے سے نرسنگ رائے نے ملک برابر پرورش کر کے اس کو ویران کر دیا۔ جب بادشاہ کو یہ خبر پہنچی تو اس نے دولت آباد اور برابر کا تمام لشکر نرسنگ رائے کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور آپ دیورائے سے مقابلہ کرنے کے لئے سن ۸۰۰ھ میں کونج گیا۔ دیورائے دریائے کرشنا کے اس طرف خیمہ زن تھا۔ دریائے کرشنا طغیانی پر ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو عبور و مرور دشوار ہوا۔ بادشاہ کو کوئی تدبیر مناسب نہیں سوجھی۔ قاضی سراج نے جو نامور امیر تھے کہاکہ حضور بالغفل ٹھہریا میں خود کسی تدبیر سے آج رات دریائے کرشنا پار جا کر کسی صورت سے دیورائے یا اس کے بیٹے کو خیمے میں گھس کر ہلاک کرتا ہوں جب دشمن کے لشکر میں شور و غل مچے تو فوراً افواج شاہی (دریائے کرشنا کے پار ہو جائیگا) عبور کر کے بندوں کا قلع قمع کر دیں۔ چنانچہ قاضی سراج نے ایسا ہی کیا کہ چند جبری سپاہی ساتھ لے کر فقیروں کے بھلیس میں دریائے کرشنا پار ہوا اور دیورائے کے لشکر کے ایک شراب خانہ میں پونج کر وہاں ایک کبھی سے لگا وٹ کر لی۔ جب وہ وہاں سے جانے لگی تو قاضی جی نے اپنی بے خردی ظاہر کی اور اس سے پوچھا کہ تو کہاں چلی؟ میں تجھ میں کیسے کل پاؤں گا؟ اس نے کہا کہ آج رات کنوڑے بڑا جشن کیا ہے اور میرے فجرے کا حکم دیا ہے وہاں مجھے جانا ہے۔ قاضی نے اس کی مفارقت سے بتابی ظاہر کی کہ اس کے ہمراہ چلنے پر اصرار کیا بچوں کے شراب خانہ میں پونج کر قاضی اور اس کے ساتھی

کچھ گائے بچائے بھی تھے۔ کسبی نے دیکھا تھا کہ قاضی کو ناچنا اچھا آتا ہے اس لئے وہ قاضی کو ساتھ لے چلنے پر راضی ہوئی جب قاضی اس طوائف کے ہمراہ زمانہ لباس میں داخل مجلس ہوا تو ایک نقال عورت کے ساتھ دونوں ہاتھ میں کٹاریں لے کر بازی کرتا ہوا اور مثل مسخرے کے سب کو ہنساتا ہوا راج کنور کے قریب پونچھا اور پوچھتے ہی ان کٹاریوں سے اس کو ڈھیر کر دیا۔ اس کے بائیں چہرہ ساتھی جو باہر کھڑے تھے وہ بھی گھس پڑے۔ ہندو شراب کے نشہ میں چور تھے اس لئے ان کو بھی زخمی کرتے ہوئے خیمہ بھاڑ کر باہر نکل آئے۔ لشکر میں پنج پکار مچی۔ مسلمانوں نے جب یہ سنا تو فوراً دریا کے پار آ کر کشت و خون کا بازار گرم کیا۔ دیوراے اپنے بیٹے کے مارے جانے اور لشکر کے متفرق ہونے سے نہایت پریشان ہوا اور اپنے بیٹے کا لاشہ لے کر نکل بھاگا۔ لشکر اسلام نے ہندوؤں کا تعاقب کیا۔ کشتوں کے پشے لگ گئے۔ دیوراے قلعہ بند ہو گیا۔ بادشاہ نے جنوبی حصہ اس کے ملک کا تاراج کرنے کے لئے فوج بھیج دی جو بڑی کامیابی کے بعد واپس ہوئی۔ اس محاربہ میں دو ہزار سے زیادہ لوگ کیاں برہمنوں کی اسیر سلطان ہو چکی تھیں۔ برہمنوں نے اتفاق کر کے دیوراے سے عرض کی کہ جس قدر نقد و جنس کی ضرورت ہو اس کے دینے میں دریغ اور تامل نہ کیا جائے اور مسلمانوں سے صلح کر لی جائے۔ چنانچہ دیوراے نے زرفدیہ دس لاکھ ہن خزانہ عامہ سلطانی میں داخل کیا جب کہیں وہ لوگ کیاں چھوٹیں اس کے بعد بادشاہ گلبرگ واپس آیا پھر بکارے کی گوشالی کے قصد سے ۸۰۲ھ میں روانہ ہوا۔ ایک قیامت خیز جنگ ہوئی جس میں پہلے تو مسلمانوں کا لشکر پریشان ہوا مگر بعد میں کامل فتح حاصل ہوئی بکارے نے بالآخر صلح کی درخواست کی اور امان چاہی۔ سلطان نے اس کی بیٹی سے عقد کیا اور تحائف لے کر گلبرگ واپس ہوا۔

سنہ ۸۰۲ھ میں سنا گیا کہ امیر تیمور کا ارادہ ہے کہ دہلی کا تخت اپنی اولاد میں سے کسی کو دے کر چلا جائے۔ فیروز شاہ نے یہ خبر سن کر نذر و تحائف اپنے ایلچیوں کے ہاتھ امیر تیمور کی خدمت میں بھیجے۔ امیر بہت خوش ہوا اور ایک فرمان لکھ بھیجا کہ ہم نے دکن و گجرات و مالوہ کا ملک قلم و مہینہ میں شامل کر دیا۔ یہ کیفیت سن کر اور فیروز شاہ کی چالاکی سے اندیشہ کر کے والیان گجرات و مالوہ و خاندیس ظاہر میں تو فیروز شاہ کے دوست بن گئے مگر درپردہ دیوراے راجہ و بجا نگر کو ہمارا کر کے

اس کو جنگ کرنے کی ترغیب دی اور خود اس کو مرد دینے کا وعدہ کیا۔ اس پر سے اسے ویجا نگر نے فیروز شاہ کے احکام کی تعمیل میں ڈھیل ڈالی چنانچہ شہ میں تین چار سال کا خراج بھی چڑھ گیا تھا۔ فیروز شاہ موقع کا منتظر تھا۔ اس کو ایک موقع اس طرح ہاتھ آیا کہ مدغل میں ایک مفلس سار کے گھر ایک لڑکی مسماہ پر بھال نہایت حسین تھی۔ اور اس کو کسی برہمن نے عمدہ تعلیم دی تھی۔ یہ برہمن ویجا نگر کا رہنے والا تھا۔ جب یہ ویجا نگر پہنچا تو اسے ویجا نگر سے اس کے حسن واداک کی ایسی تعریف کی کہ دیورا نے ایک برہمن اس کے لانے کے لئے مدغل بھیجا۔ لڑکی نے وہاں پانے سے انکار کیا۔ اس پر سے دیورا نے ۸۰۹ھ میں اپنی فوج کا ایک دستہ اس کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا۔ پر بھال یہ خبر سن کر فوج کے داخل ہونے سے ایک روز پہلے ہی بھاگ گئی فوج کے ہاتھ نہ آئی دیورا نے اس فوج سے سلطان فیروز کے علاقہ جات پر دست درازی شروع کی۔ مگر اس علاقہ کے ضابطہ نے ان کی قرار واقعی گوشمالی کی تاہم جب یہ خبر فیروز شاہ کو معلوم ہوئی تو فوج ظفر موج کے ساتھ ۸۰۹ھ میں ویجا نگر پر حملہ کیا مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان کل آٹھ لڑائیاں ہوئیں جن میں فیروز ہی کو فتح و فیروزی رہی اور ویجا نگر کے ممالک محروسہ کا بہت سا حصہ تباہ کر دیا۔ دیورا نے گونجرات وغیرہ سے مرد پلو چھپنے کی امید تھی مگر اس کی درخواست کے بعد بھی نہ پونجی تو ناچار صلح پر جھکا۔ صلح بڑی سخت شرائط پر ٹھہری۔ یعنی چوں کہ علاؤ زرد جو اہر ہاتھی وغیرہ کے دیورا نے اپنی بیٹی سلطان کو بیاہ کر کے آج تک رایان کرنا ملنے کبھی اپنی لڑکی مسلمانوں کو نہیں بیاہی تھی ان کو یہ شرط نہایت شاق گزری مگر بامجبوری بیاہ دیا اور جہیز میں حسب شرائط قلعہ بنکا پور بھی دے دیا۔ لیکن اس قدر قربت قریبہ ہونے کے بعد بھی ان دونوں میں صفائی نہیں ہوئی وہی خوں خرابے ہوتے رہے بالآخر فیروز شاہ اس مہم سے فایز ہو کر مدغل آیا اور پر بھال کو اس کے ماں باپ کے ساتھ طلب کیا۔ لڑکی کو جملہ خوبیوں سے آراستہ دیکھ کر خود چوں کہ کثیر الادب و مسن تھا اس لئے پر بھال کی جوانی کی قدر کر کے اس کی شادی اپنے نوجوان فرزند حسن خاں سے کرادی۔ اور پر بھال کے والدین کو بہت سا روپیہ و جاگیر وغیرہ عطا کر کے فیروز آباد کو روانہ ہوا۔

فیروز آباد پونجی کے بعد ۸۱۸ھ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ دہلی کی جانب سے ایک



عالی مقام حضرت سید محمد گیسو دراز نام (قدس سرہ) اس کے حدود ملک میں وارد ہوئے ہیں بڑے اشتیاق سے اُن حضرت کو طلب کر کے بکرا گہ میں سکونت گزریں کیا۔ ایک عرصہ تک حضرت سے حسن عقیدت اور جوش ارادت رکھتا رہا مگر آپ نے حسن کی دلی عمدگی کے واسطے وعانہ کرنے سے حضرت رح اور فیروز شاہ میں رنجش ہو گئی لیکن بادشاہ کے بھائی احمد خاں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گوشہ خاطر میں جگہ پائی۔ ۱۱۹۱ھ میں جو جنگ فیروز شاہ بادشاہ بکرا گہ اور راجہ بیجا نگر سے ہوئی تھی وہ راجہ دیوراے دوم ہی تھا۔ قلعہ درنگل و پانگل کے حملوں میں بادشاہ کی ناکامیابی کی وجہ سے بیجا نگر کی افواج کو جرات ہو گئی اور اُن کے سوار پیدل اور ہاتھی بادشاہ پر بڑھے۔

فیروز شاہ نے اگرچہ راجہ کی فوج کو بہ مقابلہ اپنے لشکر کے کم پایا تاہم ارادہ جنگ کا چھوڑ دیا۔ تاریخ فرشتہ میں اس لڑائی کا حال حسب تفصیل ذیل لکھا ہے مگر کہیں یہ نہیں بتلایا کہ یہ لڑائی کس مقام پر ہوئی۔

دیوراے دوم اور فیروز شاہ کی لڑائی ۸۲۲ھ ۱۴۱۹ء -

میر فضل اللہ جو اس لشکر کا کمانڈنگ تھا اُس نے بڑی جواں مردی اور بہادری سے ہنود پر حملہ کیا اور قلب لشکر کو تاراج کر کے پھر سیمینہ پر جا بڑا اور قریب تھا کہ فتح ہو جائے لیکن سوء اتفاق سے خود ان ہی کی طرف کے ایک کنٹری سردار نے جو میر فضل اللہ کا قدیم نک خواہ تھا مگر درپردہ راجہ سے مل گیا تھا غادی۔ دیوراے نے اُسے بڑا دھوکہ دیا کہ وہ اسے کرادھر سے لوٹ لیا تھا اُس نے میر فضل اللہ کے سر پر ایک ایسی کاری تلوار ماری کہ فوراً ہی ملک عدم کو راہی ہوا میر فضل اللہ کا مارا جانا تھا کہ لڑائی کی حالت بدل گئی اور اس کے علاوہ اور بہت سے اہل کار بھی مارے گئے۔ آخر کار بیجاے فتح کے مسلمانوں کو شکست ہوئی اور نہایت مشکل اور بڑی حکمت عملی سے بادشاہ جان بچا کر بھاگا۔ پھر تو ہندوؤں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور میدان جنگ میں مسلمان مقتولین کے سروں کا ایک جھو ترہ بنایا۔ ہندوؤں نے اسی پر اتفانہیں کی بلکہ مسلمانوں کے لشکر کا تعاقب خود اُن کے ملک میں کرتے ہوئے چلے گئے اور جہاں پونچھے برابر خونریزی کرتے اور بستیوں کو آگ لگاتے گئے اور بہت سے

مقامات پر قبضہ کر لیا بہت سی مسجدوں اور تبرک مقامات کو مسمار کر دیا۔ مسلمانوں کو بڑی بے رحمی سے قتل کیا جس سے یہ معلوم دیتا تھا کہ بدلوں کی دینی ہوئی آتش دشمنی اب نکالی جا رہی ہے۔ سلطان فیروز شاہ نے بحالت مجبوری بادشاہ گجرات سے امداد چاہی لیکن وہ بے چارہ نینا تخت پر بیٹھا تھا کچھ مدد نہ کر سکا۔ آخر کب تک مسلمانوں کی باری بھی آئی اور کئی معرکوں کے بعد بادشاہ کے بھائی خان خانان نے خدا خذاکر کے ہنود کو اپنے ملک سے بدر کر دیا لیکن اس شکست کا صدمہ ضعیف العہد بادشاہ کے دل پر ایسا ہوا کہ اس کا دل ٹوٹ گیا اور بہت بار دی۔ اسی رنج و ملال سے بادشاہ زیادہ بیمار رہنے لگا اس نے سلطنت کا کل کاروبار ہشیار علین الملک اور بیدار نظام الملک دو مختار غلاموں کے سپرد کر دیا اور خود امور مملکت میں دل چسپی لینی چھوڑ دی۔ رخصتہ رخصتہ یہ دونوں غلام توت پکڑ گئے لیکن ان لوگوں نے بھانپ لیا کہ خان خانان بہت کچھ دخیل کار ہو تا جاتا ہے اور آگے چل کر ضرور سلطنت کو دبا بیٹھے گا۔ فیروز شاہ نے تلکندہ کا محاصرہ کیا مگر اس کی فوج میں ہیشہ بھونٹے سے ہندوؤں کی بن آئی۔ دیوراہے نے اطراف سے بہت سی فوج جمع کر کے دھاوا کیا۔ بادشاہ نے اس کو اندھا کر دینے کا ارادہ کیا۔ احمد خاں مع اپنے بیٹے کے بموجب ارشاد حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے فرار ہوا اور فوج جمع کر کے بادشاہ کا شکر سے جو اس کے لتاقتب میں تھا مقابلہ کر کے شکست دی۔ بادشاہ خود بھی لڑنے کے لئے آیا مگر سپاہیوں کو آخر کار تیار اور قلعہ بند ہو گیا۔ اس اثناء میں چوں کہ فیروز شاہ نے اپنے امراء دولت دست راست اشخاص کو احمد شاہ سے درپردہ گرویدہ و موافق دیکھا تو اس نے سوچا کہ سپاہ و رعیت اور امراء و وزراء کی موافقت کے بغیر بادشاہی میں کیا اطف ہے پس سلطان فیروز نے اپنے ولی عہد بیٹے حسن خاں کو طلب کر کے اور قلعہ کا دروازہ کھول دینے کا حکم فرما کر احمد خاں کو اپنے لمبر کے قریب بلایا احمد خاں کے بھائی کو ستر مرگ پر دیکھتے ہی قدموں پر گر پڑا۔ زار و قطار روتا جاتا تھا اور یہ دو بیتیں پڑھتا جاتا تھا۔

فلک را بہانہ منم در میان

ازیں سر نوشتہ ز سود و زیاں

کنز ہر چہ خواہم بہا بہ ہر

ازینش ستا ند با نش و ہد

فیروز شاہ بھالی کو دیکھ کر خوش ہوا اور کہا کہ در اکھڑ شد کہ میں نے اپنی زندگی میں تمہیں بادشاہ دیکھ لیا اور فی الواقع بہ لحاظ قابلیت اور استحقاق تم ہی اس کے شایاں ہو۔ لیکن شفقت پدری سے مجبور تھا کہ حسن کو ولی عہد مقرر کیا۔ اب تمہیں خدا کے سپرد کیا اور حسن کو تمہارے حوالے کیا۔ اٹھو جاؤ اور امیر سلطنت کو انجام دو۔ میں اور چند دن کا حمان ہوں میرے حال سے غافل نہ ہونا۔

پس شیت ایزدی اور حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کی متواتر بشارت صادقہ کے موافق محمد خان خاناناں ۵ شوال ۸۲۵ھ میں تخت فیروزہ پر بیٹھا۔ اور سلطان احمد شاہ بہمنی سے ملقب ہوا۔ دس روز کے بعد ۱۵ راہ مذکور مطابق ۲۴ ستمبر ۱۷۲۲ء کو دو شنبہ کے دن سلطان فیروز شاہ اس سلاطین خانہ ماہ و طین سے راہی فریوس برس ہوا۔ اور گنبد کلاں گنبد سلاطین بہمنیہ میں دفن ہوا مدت سلطنت (۲۵) سال (۷) مہینے (۱۵) دن تھی ۵

نہ فیروز ماند و نہ فیروزیش	اہل کرد در خاک بہ روزیش
خنک در سج خفت با بخت خود	نہ آماجگمہ بردی تخت خود
ہمینست نقش و طراز جہاں	یقین ست کل من علیہا قآن

رفت چوں فیروز شاہ اندر بہشت  
گفت "جنت آشیانی" کن رسم

دل بال وصل آں عالی وفا  
بار دیگر بادشاہ اتقیا

۸۲۵ھ

دیگر

چو در زیداد عرش والا مقام  
نرا شد ز دل سال تاریخ او

زروے زمیں شاہ فیروز مند  
کہ محبوب دیں شاہ فیروز مند

۸۲۵ھ

فرشتہ نے حسن خاں کی نسبت لکھا ہے کہ وہ منحنی اور آوارہ منش شخص تھا۔ گو وہ دارش تخت و تاج تھا۔ لیکن احمد خاں خان خاناں نے اپنی ہمت اور قابلیت سے اس کو کاروبار

سلطنت سے بالکل بیدخل کر رکھا تھا۔ ولی عہد چپ چاپ فیروز آباد میں بالکل اسی طرح اور آرام طلبی میں رہا کرتا تھا جب اُس کے چچا احمد شاہ اول نے تخت پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تب اُس نے حسن خاں کے ساتھ اتنا سلوک البتہ کیا کہ فیروز آباد میں اُس کو رہنے کی اجازت دی اور بہت سی جاگیریں دے دیں اور یہ بھی اجازت دی کہ اپنے محل سے آٹھ میل کے اندر ہی اندر جہاں چاہے سیر و شکار کرے اور کسی قسم کی پابندی وقت وغیرہ کی نہ تھی حسن نے اس کو بھی غنیمت سمجھا اور عیاشی میں فرے اڑاتا رہا سلطنت کی اُسے کچھ پروا نہ تھی وہ اپنے اسی حال میں مگن تھا جب تک حسن خاں کا چچا زندہ رہا اس کی آرام و آسائش میں بسر ہوتی رہی اور چچا بھتیجے میں کبھی سوز و غم نہیں ہوئی اُس کے بعد تو پھر اس بیچارے کی آنکھیں نکلو ڈالی گئیں اور محل فیروز آباد میں قید کر دیا گیا یہ واقعہ ۱۱۳۳ھ کے بعد ہونا پایا جاتا ہے۔

**سلطان احمد شاہ ولی البہمنی** سلطان احمد نے تخت پر بیٹھ کر خلف حسن بھری کو وکیل سلطنت مقرر کیا اور ملک التجار کا خطاب دیا۔ حسن خاں کو فیروز آباد میں رکھا۔ وہ بڑا عیاش چالاک تھا۔ اُس نے وہیں رہ کر ایام زندگی عیش و عشرت میں گزار دیے۔ احمد شاہ نے تخت پر بیٹھنے کے بعد ۱۱۳۳ھ میں دیورائے سے مسلمانوں کے کشت و خون کا بدلہ لینے کے لئے ایک بھاری لشکر فراہم کر کے کرناٹک کی طرف روانہ ہوا اور ملک و بجانگر میں گھس پڑا اور نہایت بے رحمی سے قتل و خونریزی شروع کر دی یہاں تک کہ جب بیس ہزار سپہ قتل ہو جائے تو تین روز مقام کر کے جشن کرتا اور وہاں سے آگے کو روانہ ہوتا۔ ایک دن بہت کم سواروں کے ساتھ شکار کو نکلا تھا۔ ہندوؤں نے جو موقع تک رہے تھے اُس کا بھیجا کیا اور چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے۔ اس کے بہت سے ساتھی کام آئے مگر اس اٹنا میں اس کو کک آبلو بنجی اور وہ بال بال بچا۔ پھر تو احمد شاہ نے و بجانگر کی تسخیر کا مصمم ارادہ کیا۔ محصورین بلبلا اٹھے دیورائے کو بھی مصالحت سوچی کہ اُس نے فوراً چند سالہ خراج ہاتھیوں پر لاد کر بھیج دیا اور بہت ہی عجز و انکسار کے ساتھ صلح کی درخواست کی۔ دونوں میں صلح ہو گئی اور احمد شاہ گلبرگہ واپس آیا۔ واپسی کے بعد ۱۱۳۶ھ میں تلنگانہ پر تڑکتازی۔ رائے ورنگل نے بڑی فوج سے اس کا مقابلہ کیا۔ آخر مارا گیا۔ سلطان نے ورنگل میں داخل ہو کر خزانہ و وفائن پر قبضہ کر لیا۔ اور

جب ہر طرح سے ملک تلنگ پور پور اور مسلمانوں کے تصرف و اقتدار میں آ گیا اس وقت احمد شاہ گلابیہ واپس ہوا۔

احمد شاہ کے عہد سلطنت تک تاجداران ہمنیہ کا پایہ تخت بلکہ ان کی رہائش گاہ بھی شہر حسن آباد گلابیہ رہا۔ کتاب تذکرۃ الملوک میں لکھا ہے کہ ایک روز احمد شاہ بتقریب شکار سواد بیدر میں داخل ہوا۔ یہاں کی ہوا اسے اچھی معلوم ہوئی اور پر فضا مقام ہونے سے بہت خوش ہوا شکار کے لئے کتے کو خرگوش پر چھوڑا۔ خرگوش گھبرا کر کتے پر چھپتا اور لے ڈالا۔ بادشاہ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ اس سرزمین کی آب و ہوا میں شجاعت و شہامت کا اثر معلوم ہوتا ہے کہ خرگوش کتے پر غالب آیا اس مقام کو ضرور پائے تخت بنانا چاہیے۔ یہاں جو لوگ پیدا ہوں گے وہ ضرور شجاع و باہمت ہوں گے۔ پس نیک ساعت دیکھ کر شہر کی بنا ڈالی اور اس کو آباد کر کے احمد آباد بیدر نام رکھا (جو اب حمڈ آباد بیدر کہلاتا ہے) اور ایک قلعہ تعمیر کرایا اور اپنی بقیہ عمر عیش و آرام سے وہیں گزاری۔ اس لئے کل بارہ سال ۹ ماہ جو بیس یوم سلطنت کی اور ۸۳۵ھ میں اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف روانہ ہوا۔ احمد شاہ کو لوگوں نے ولی مان لیا تھا کیوں کہ ایک سال جبکہ سلطان محمد ویجا نگر سے فارغ ہو کر گلابیہ واپس ہوا تھا بہت بڑا قحط پڑا۔ لوگوں کی درخواست پر بادشاہ استسقاء کی نماز کو کیا تو بڑی شدت سے سینہ برس لوگوں نے اس کی کرامت تصور کی۔ احمد شاہ نے ۲۸ رجب ۸۳۸ھ مطابق ۷ فروری ۱۳۳۵ء کو اتوار کے دن انتقال کیا۔ مدت سلطنت بارہ برس دو مہینے ہی اور متصل بیدر موضع اشٹور میں ایک نہایت شان دار اور بلند مقبرے میں مدفون ہے جہاں چو در بزم احمد شاہ اب تک مامور ہیں اور سالانہ عرس شریف ہوتا ہے۔

چو در بزم احمد شاہ دار دوں	شہ احمد آں پادشاہ ولی
وصالش یکے خواجہ اکبر است	دوبارہ شہر ملت احمدی

۸۳۸ھ

۸۳۸ھ

اس گنبد پر تمام چینی کا میناری کام اندر اور باہر ہی اور اندر بہت سے آیات کلام الہی منقوش ہیں جو امتداد زمانہ سے جھڑ کر خراب ہو گئے۔

سلطان علاء الدین ثانی  
بن سلطان احمد شاہ بہمنی

احمد شاہ کے بعد سلطان علاء الدین ثانی بہمنی احمد آباد میر  
کے تخت پر متمکن ہوا۔ راے ویجا نگر نے پانچ سال سے  
خراج ادا نہیں کیا تھا اس لئے سلطان نے اپنے بھائی شہزاد محمد کو فوج کے ہمراہ وصولی کے  
لئے بھیجا۔ محمد خاں نے راے ویجا نگر سے خراج وصول کیا مگر بعض مشیروں کے اغوا سے خود  
آدھے ملک کو اپنے تصرف میں لانا چاہا اور فوج فراہم کر کے بادشاہ سے جنگ کرنے پر آمادہ  
ہوا۔ سلطان علاء الدین نے خود اس کا مقابلہ کر کے اس کو شکست دی اور پھر اس کا قصور  
معاف کر کے اپنے پاس بلا لیا اور راجپورو مدگل اس کو دے دئے۔ اسی طور پر چندے اور  
خانہ جنگیاں رہیں۔ اسی میں دیوراے نے اپنی فوج کو کافی تقویت و ترقی دی اور اس دفعہ  
بیشتر مسلمان فوج میں بھرتی کئے۔ جب سب طرح کا اطمینان اسے حاصل ہوا تو ۸۴۷ھ  
میں دیوارہمنیہ کی تسخیر کے لئے دریاے تنگ بھدر را عبور کر کے قلعہ مدگل سر کرنے کے بعد اطراف کا  
بہت سا ملک نیست و نابود کر دیا۔ سلطان اپنا لشکر کے مقابلے کے لئے آیا۔ مدگل کے  
قریب پیلا پتین لڑائیاں ۸۴۷ھ میں ہوئیں اول ہندوؤں کو بعد میں مسلمانوں کو کامیابی رہی۔  
بالآخر اس طرح صلح ہو گئی کہ سلطان آئندہ کرناٹک پر فوج کشی نہ کرے اور دیوراے خراج  
برابر ادا کرتا رہے۔

۸۵۵ھ میں ملک کوکن کی تسخیر کے لئے علاء الدین نے حسن بصری کو فوج دے کر روانہ کیا  
اس نے بہت سے راجاؤں کو زیر کیا مگر ایک راجہ حسن بصری کے قریب دے کر اس کے چند  
ہمراہوں کے ساتھ اس کو جنگل میں لے گیا اور ان سب کا کام تمام کیا۔

سلطان علاء الدین کے عہد سلطنت میں مشیر الملک سپہ سالار افواج ویسی کی جعل سازی  
سے ڈوبائی ہزار پر ویسی سپاہ سلطانی جن میں بارہ سو سادات اور اکثر شیعہ تھے بغاوت کی تہمت  
لگا کر قتل کئے گئے۔ مگر جب بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ مشیر الملک کا یہ محض تعصب و اہتمام تھا  
تو اس نے مشیر الملک اور اس کے تمام سازشیوں کو جو اس خون ناحق کے شریک اور موجب  
تھے ایک ایک کو قرار واقعی سزائیں دیں اور ان کی جیسی کہ چاہئے ویسی ہی ذلت  
و خواری کی۔

دکن میں پانچ جداگانہ سلطنتوں کی بنیاد  
سلطنت گجرات اندرونی بغاوتوں اور بیرونی فسطیوں میں ایسی پھنسی ہوئی تھی اور اندرونی جھگڑے اور لڑائیاں ملک دکن میں ایسی پھیلی ہوئی تھیں اور ملک کے حصے بخر ہو گئے تھے کہ اُس کو بیرونی جنگ کی مہلت نہ ملی خاندان بہمنی تباہ ہو کر بچاے ایک سلطنت کے بھوٹ پھٹا کر مسلمانوں کی پانچ سلطنتیں ہو گئیں ۸۵۶ھ میں بادشاہ کی پستلی زخمی ہو گئی اور (۲۳) سال (۹) ماہ ۲۰ روز داد جہان پانی دے کر ۸۶۲ھ میں مطابق ۱۳ فروری ۱۴۵۸ء اسی زخم کے اسباب سے اس خراب آبا پر رنج و محن کو چھوڑ کر گور گریں ہوا

چوں علاء الدین پیشہ والا ہم عالی مکان  
قدرا علی یافت از دنیا بملک جاوداں  
سال تارخیش علاء الدین خداداں گفتہ ام  
ہم علاء الدین والا منزلت اہل جہاں  
۸۶۲ھ ۸۶۲ھ

اس کے عہد میں ایک بڑا شفا خانہ بہ مقام سید تعمیر کرایا گیا تھا جس میں ہندو مسلمانوں کو برابر دوا ملتی تھی۔ جوا اور شراب خروشی اُس کے زمانہ میں بالکل ممنوع و محدود تھی۔  
سلطنت ہمایوں شاہ ظالم ولد سلطان علاء الدین ثانی بہمنی۔  
اس نے اراکین سلطنت نے علاء الدین کی وفات کو مخفی رکھ کر اس کے چھوٹے بیٹے حسن شاہ کو تخت نشین کیا اور ہمایوں شاہ کا گھر لوٹنے اور اُس کو مار ڈالنے کی فکر کی۔ ہمایوں شاہ نے اس سے آگاہ ہو کر فوراً اپنے بھائی کو قید کیا۔ اور ان امرار کو قتل کر کے آپ اٹھارہ سال کی عمر میں ۸۶۲ھ میں تخت نشین ہوا۔ یہ بادشاہ بڑا بد مزاج اور خوں ریز تھا چنانچہ شاہ ظالم کے نام سے مشہور ہے۔

جلال خاں طرفدار نلگندہ کا بیٹا سکندر خاں جو ایام شانہ زادگی میں سلطان حال کا مصاحب تھا سپہ سالاری تلنگ کے نہ ملنے سے دلگیر ہو کر باپ کے پاس چلا گیا اور باپ سے مل کر علم بغاوت بلند کیا۔ بادشاہ نے اس پر فوج کشی کی مگر نقصان اٹھایا۔ اتنے میں بادشاہ کو کمک پہنچی۔ سکندر خاں مارا گیا۔ اور جلال خاں قید کر دیا گیا۔ بادشاہ نے اس جھگڑے سے

فارغ ہو کر قلعہ دیورکنڈہ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور روانہ ہوا راستہ میں سنا کہ شہزادہ حسن خاں نے قید سے رہا ہو کر قصبہ بیڑ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی وہ اپنے دارالخلافہ کو لوٹا اور آتے ہی ایک ہزار آدمیوں کو جن کی تفویض شہر کی حفاظت سپرد تھی قتل کر ڈالا۔ کہ کیوں نہیں نے شہزادہ کو قید خانے سے بھاگ جانے دیا اور کوٹوال شہر کو قفس آہنی میں بند کر کے ہر روز ایک ایک عضو اُس کا کٹواتا اور اُس کو کھلاتا تھا۔ اس طرح پردہ اسی قفس میں فوت ہوا بھائی کی گرفتاری کے لئے بھی اُس نے بہت سی فوج بھیجی مگر شہزادہ حسن خاں کو فتح نصیب ہوئی۔ اس سے ہمایوں شاہ اور بھی حینچلایا مگر ایک دستہ فوج کا اس کی طرف روانہ کیا۔ اس دفعہ حسن خاں نے شکست پائی۔ اور وہ چند سواروں کے ساتھ خستہ و خوار حوالی بیجا نگر میں پونچا۔ یہاں کے تھانہ دار خواجہ عظیم خاں نے اس کو مدد فریبے گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ ہمایوں شاہ نے غضب ڈھایا۔ حسن خاں کی شیر سے تگہ لوٹی کرادی۔ اور پھر شہزادہ کے سات سو متعلقین کو انواع منظام اور پوری سفاکی سے ایک ایک کر کے مروا ڈالا کسی کو بھانسی دی گئی۔ کسی کی گردن اڑادی گئی۔ کوئی کھولتے پانی میں اُبلتا۔ کوئی جلتے تیل میں جھونکا گیا۔ کسی کو مست ہاتھی سے کچلوا یا۔ کوئی شیر کی خوراک بنا۔ اور بادشاہ خود برآمد سے دیکھا کیا۔

محاصرہ قلعہ دیورکنڈہ  
بعد ہمایوں شاہ  
نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور بادشاہ کے لشکر کو شکست فاش ہوئی۔ اس کے علاوہ اور کوئی معرکہ اس کے عہد میں سلطنت بیجا نگر سے نہیں ہوا۔

سلطان ہمایوں بہت بدگمان واقع ہوا تھا۔ اس لئے وہ اس قدر جبر و تعدی بھی کرتا تھا۔ ارکان دولت جب اس کے حضور میں جاتے تو زن و فرزند کو ضروری وصیت کر کے اُن سے رخصت ہو کر جاتے تھے کسی کو دایہ کی امید نہیں رہتی تھی۔ آخر کار ایک رات شراب کے نشہ میں سویا ہوا تھا۔ ایک جشن نے اُس کے سر پر لٹھا مار کر اُس کے ظلم و ستم سے خلائق کو نجات دلوائی۔ بعض تواریخ میں لکھا ہے کہ وہ بیمار ہو کر ۲۸ رزی قعدہ ۱۶۱۵ء



مطابق ۵ ستمبر ۱۳۲۱ء کو فوت ہوا۔ ہمایوں نے کل تین سال چھ ماہ چھ روز سلطنت کی نظیری شاعر نے جس کو ہمایوں نے قید کیا تھا ذیل کے اشعار اُس کی تاریخ وفات میں کہے ہیں۔

ہمایوں شاہ مرد دروست عالم	تعالی اللہ زہے مرگ ہمایوں
”جہاں پر ذوق شد“ تاریخ مرگش	ہم از ”ذوق جہاں“ آرید پیروں
۱۳۲۱ھ	۱۳۲۲ھ

اؤ ظالم از آہ دل شب خیز ترس	وز نفس بدشوم شر انگیز ترس
مژگان دم آلودہ مظلومیں ہیں	وز خنجر آبدارخوں ریز ترس
دوسرے شعرا نے تاریخ وفات یہ کہی ہے	
ہمایوں ستم کار و اہل ستم	چوناگہ جواں مرگ رفت از جہاں
وفاتش ہمایوں بد مذہب است	دوبارہ ہمایوں کج خلق داں
۱۳۲۵ھ	۱۳۲۵ھ

چوں کہ ہمایوں شہ اہل ستم	آں کہ بکس داد تظلم نہ داد
گشت جواں مرگ دلم سال او	گفت بلا اہل ستم نا مراد
	۱۳۲۵ھ

نظام شاہ ہمنی بن ہمایوں شاہ ہمایوں شاہ کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا جوصرت (۸) سال کی عمر کا تھا ۱۳۲۵ھ میں تخت نشین ہوا یہ بہت نیک فراج اور رعایا پر مہربان تھا۔ بادشاہ کے صغریٰ کے زمانے میں کاروبار سلطنت اُس کی نہایت عقل مند ماں ”مخرومہ جہاں“ خواجہ جہاں ترک اور محمد گوان کرتے تھے ان لوگوں نے حسن انتظام سے ہمایوں کے ناگفتہ بہ مظالم کی حتی الامکان تلافی کی نظام شاہ کی والدہ نے اس کی شادی اپنے قرابت داروں کی لڑکی سے کھڑائی تھی بادشاہ کی بیویوں کو ”ملکہ جہاں“ کا خطاب

لٹا تھا۔ شہر میں بڑی بھاری طیاری شادی کے جشن کی ہوئی۔ لیکن عجیب اتفاق ہوا کہ عین شادی کے دن جب بادشاہ اپنی دلہن کو وداع کر کے اپنے محل میں آدھی رات کے وقت لایا اُسی دن ۱۳ اردی قعدہ ۸۷۴ کو دو سال ایک مہینے سلطنت کرنے کے بعد دفعۃً انتقال کیا۔

لکھنا ایک فرورخت از باد سخت	گلے ناشگفت از کپانی خرت
اجل خاک بروے فرورخت	خط حسن بر گل ناینگیخت
سال وصالش بہ صد آہ و فغا	رفت چو سلطان نظام از زیریں
نیز جواں رفت جواں از جہاں	گلشن زینت زدلم شد رقم

۸۶۸ھ

۸۶۸ھ

اس بادشاہ کی کم عمری کی وجہ سے چاروں طرف بلوے شروع ہو گئے۔ سب سے پہلے رائے مملکت اُڑیسہ نے لشکر کشی کی اور مسلمانوں سے سلطنت چھین لینی چاہی۔ والدہ نظام شاہ و خواجہ جہاں ترک و ملک التاج کا دان نے فوج فراہم و مرتب کر کے رائے مذکور کو شکست دی اور بہت سی رقم رائے اُڑیسہ نے بادشاہ کو دے کر صلح کر لی۔ نظام شاہ مظفر و منصور احمد آباد و بیدر آیا۔ دفعۃً سلطان محمود کے دیار دکن میں یلغار آنے کی خبر گوش زد ہوئی امرائے دکن نظام شاہ کو ساتھ لے کر اس کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے سلطان محمود گجراتی بھی بادشاہ کی مدد کے لئے اپنی فوج لے کر حاضر ہوا۔ جب یہ خبر سلطان محمود خلجی کو ملی تو وہ گوندہ اندھ کی راہ سے فرار ہو گیا۔ نظام شاہ نے محمود شاہ گجراتی کا شکریہ ادا کیا اور بیدر کو مراجعت کی۔

سلطان شمس الدین محمد شاہ  
ثانی لشکری بن ہمالیوں شاہ

نظام شاہ کے مرنے کے بعد اس کا بھائی محمد شاہ نو سال کی عمر میں ۱۳ اردی قعدہ ۸۷۴ مطابق ۳۰ جولائی ۱۴۶۳ء کو صاحب تاج و باج ہوا۔ بڑا ہونا رکھا۔ اُس نے اپنے عہد حکومت میں لائق لوگوں کو عالی مراتب دئے۔ سلطان ہمالیوں شاہ اور نظام شاہ کے عہد میں جو فتنہ و فساد برپا تھے اُس نے اپنے حسن تدبیر سے اُن کو دور کیا۔ خواجہ جہاں نے جو خزانہ میں تغلب و

نصرت کیا تھا۔ قتل کیا گیا۔ ۱۷۷۸ء میں محمود گادان کو کوکن کے قلعوں کی تسخیر کے لئے روانہ کیا  
 یہاں کے رائے بڑے مفسد و سرکش تھے۔ مسلمانوں سے سخت عناد رکھتے تھے جب  
 محمود گادان کے آنے کی خبر سنی تو مسلمانوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور راستوں کی سخت ناکہ بندی  
 کر دی۔ محمود گادان نے بڑی حکمت عملی سے مورچوں اور ناکوں پر اپنا قبضہ کر لیا۔ اور ملک میں  
 گھس کر تین سال تک یکے بعد دیگرے قلعے سر کرتا اور اپنا اعلیٰ بٹھاتا چلا گیا۔ آخر بڑی فتح و نصرت  
 کے ساتھ احمد آباد واپس آیا۔ محمد شاہ اس کے ان کارہائے نمایاں سے بے حد خوش ہوا۔ اعظم  
 ہالیوں خواجہ جہاں کا خطاب دیا۔ ۱۷۷۸ء میں رائے اور یام گیا۔ اس کا چچا زاد بھائی  
 ہمیر تخت نشین ہوا مگر رائے اور یام کے پالک سنگھ رائے نے اس کو تخت سے اتار دیا۔ ہمیر  
 نے سلطان محمد شاہ کی خدمت میں مدد ہی کی درخواست کی۔ اور سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ  
 کیا۔ بادشاہ نے ملک حسن بھری کو نظام الملک کا خطاب دے کر ہمیر کی مدد کے لئے مع  
 فوج روانہ کی۔ نظام الملک نے ہمیر کے ساتھ مل کر سنگھ رائے کو شکست دی۔ ہمیر کو اور یام  
 کا تخت و تاج دلا دیا اور قلعہ دیرا گھیر بھی فتح کر لیا۔ بعدہ محمد شاہ خود قلعہ پر کتینہ کی تسخیر کے  
 لئے روانہ ہوا۔ جنگ عظیم کے بعد رائے پر کتینہ نے محمد شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر امان  
 چاہی۔ اس کے قصور سے اگر گزر کر کے بادشاہ نے اس کا قلعہ اسی کو بھیج دیا۔ اور اپنے ملک  
 کو واپس ہو کر بیجا پور میں مقام کیا۔ برسات کا موسم ہمیں بسر کرنا چاہتا تھا مگر اتفاق سے  
 بارش اس برس بہت کم ہوئی ذرا لچ آبنوشی تمام خشک ہو گئے۔ ناچار بیدر چلا آیا۔ دوسرے  
 سال بھی اساک بارش رہا۔ قحط کی وجہ سے اس ملک کا بہت بڑا حصہ آجڑ گیا۔ اس موقع کو  
 غنیمت جان کر رائے اور یام تلنگ کے رؤسا کی مدد سے مملکت بھمنیہ پر حملہ آور ہوا۔ مگر بادشاہ  
 نے اس کو شکست فاش دی۔ دیول ڈھائے اور مساجد تعمیر کرائیں اور چند برہمنوں کو اپنے  
 ہاتھ سے تلوار کے گھاٹ اتارا اور غازی کا مذہبی خطاب اختیار کیا۔ خاندان بھمنیہ میں ہی  
 بادشاہ پہلا تھا جس نے برہمنوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اس جرم کے بعد اس نے فرنگ  
 کے ملک کی تسخیر کی یہ ملک تلنگ و کرناٹک کے درمیان واقع تھا۔ ان فتوحات کے  
 سبب اس سلطان کے زمانہ میں سلطنت بھمنیہ کا رقبہ اس قدر وسیع ہو گیا کہ اس نے

جگہ چار قسموں کے اپنے قلمرو کی آٹھ قسمیں قرار دیں۔ (۱) دولت آباد (۲) جنیر (۳) بیجا پور  
 (۴) حسن آباد گلبرگہ (۵) مالور (۶) کاویل (۷) ورنگل (۸) راجبندری۔ اور ہر ایک قسمت  
 یعنی (صوبہ) پر ایک ایک طرف دار (یعنی صوبہ دار یا چیف کمشنر مقرر کیا۔ انتظام مملکت بھی  
 بہ آئین ہمیں رکھا تھا۔ بہت سے قوانین میں ترمیمات بھی کیں۔ اخیر زمانہ سلطنت میں لوگوں  
 کے فریب میں آکر اعظم ہمایلوں نے خواجہ جہاں کو قتل کرادیا جس کی وجہ سے بعد میں وہ  
 نہایت متاسف و مغموم رہتا تھا۔ خواجہ جہاں کا مارا جانا کیا تھا گویا خاندان بہمنیہ برزوال  
 آتا تھا۔ سدورائے حاکم دیچانگرنے پھر لشکر کشی کی۔ یوسف عادل خاں مقابلے کے لئے بھیجا گیا۔  
 ادھر بادشاہ کا انتقال بوجہ کثرت شراب خواری غرہ صفر ۱۰۸۷ھ مطابق ۲۱ مارچ ۱۶۷۶ء  
 میں ہو گیا۔

شہنشاہ جہاں شاہ محمد  
 دکن چوں شد خراب از رفتن او  
 کہ در بحر فنا نگہ فرو شد  
 خرابی دکن تا یرخ او شد  
 ۸۸۷ھ

پر تو افکن گشت در خلد بریں  
 گشت روشن سال تا رنجش ز دل  
 چوں محمد شاہ شاہ اہل وجاہ  
 شمس یزدانی محمد بادشاہ  
 ۸۸۷ھ

گلبرگہ کا حال ایک روسی سیاح  
 کی زبانی ۔ ۔ ۔ ۔  
 ”اقوام ہندو تمام ننگے اور برہمنہ پارہتے ہیں ان کے  
 ایک ہاتھ میں ڈھال اور دوسرے میں تلوار  
 رہتی ہر بعض ملازمین تیر و کمان سے مسلح رہتے ہیں۔ جنگ میں اکثر ہاتھیوں سے کام لیا جاتا ہے  
 ہاتھیوں کی سونتروں اور دانستوں میں بڑی بڑی درانتیاں باندھ دیتے ہیں اور ہاتھیوں پر  
 خوش نما بڑی بڑی فولادی ڈھالیں لگاتے ہیں۔ ہاتھیوں پر انباری ہوتی ہے جس میں بارہ مسلح  
 آدمی بند و قیں اور تیرے کر بیٹھتے ہیں۔ ملک میں آبادی کثرت سے ہے لیکن عام دیہاتی لوگ

بہت تباہ حال ہیں اُن کے برخلاف اُمراء بہت مال دار اور عیش و آرام میں بسر کرتے ہیں جو چاندی کی پالکیوں میں نکلے ہیں اُن کے آگے بیس گھوڑے سنہری ساز و سامان سے سجے سجائے رہتے ہیں اور پیچھے تین سو سوار اور پانسو پیدل سینگ تو از دس مشعلچی اور دس گوبے ہوتے ہیں۔ بادشاہ کے جلوس میں ہزار گھوڑے طلائی ساز و سامان سے آراستہ سواروں پر لوگ مشعلیں لے کر بیٹھتے ہیں۔ تین سو بجنتری اور تین سو ناچنے والے رہتے ہیں۔ بادشاہ طلائی زین پر سوار ہوتا ہے اُس کے لباس پر جواہرات ٹکے رہتے ہیں اور تاج میں ایک بڑا ہیرا لگا رہتا ہے وہ سنہری زرہ جس میں جواہرات چڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ زیب تن کرتا ہے اور تین تلواریں جن کے قبضے سنہری ہوتے ہیں لگاتا ہے۔ بادشاہ کا بھائی طلائی پالکی میں (جس کے اوپر خیل کا شامیانہ جس میں جواہرات ٹکے ہوئے رہتے ہیں لگا رہتا ہے) نکلتا ہے۔ سلطان محمود بھی سونے کی پالکی میں برآمد ہوتا ہے اُس پر بھی ریشمی سنہری شامیانہ رہتا ہے جس کو چار گھوڑے سنہری ساز کے کھینچتے ہیں۔ بادشاہ کے اطراف میں جم غفیر آدمیوں کا رہتا ہے اور آگے گانے والوں اور ناچنے والوں کی تعداد کثیر جمع رہتی ہے۔ ملک التجار نے دو قصبوں کو فتح کر لیا جن کے جہاز سمندر میں چلا کرتے تھے اور سات شہزادوں کو بھی مع خزانہ گرفتار کر لیا۔ ان شہزادوں کا محاصرہ دو لاکھ فوج سو باہتی تین سو اونٹوں سے دو برس تک کیا گیا۔ مرزا ملک مہج خاں اور فرحت خاں نے بھی تین شہر فتح کئے اور بے انتہا دولت و جواہرات لوٹ کر ملک التجار کے پاس بہ مقام بیدر تخت نشینی کے روز لائے۔ بادشاہ کا بھائی جب جنگ میں جاتا تھا تو اُس کے ساتھ اُس کی والدہ اور ہمیشہ سنہری پالکیوں میں اور دو ہزار عورتیں گھوڑوں پر سوار رہتی تھیں۔ اس کے علاوہ جلوس میں تین سو سوار جن کے ساز و سامان طلائی ہوتے تھے رہتے تھے ملک التجار بیدر سے پچاس ہزار فوج لے کر نکلا اور پچاس ہزار فوج بادشاہ نے بھیجی۔ یہ فوج نے کردہ بیجا نگر کو روانہ ہوا۔ راجہ بیجا نگر کے پاس تین سو باہتی ایک لاکھ فوج اور پچاس ہزار سوار تھے۔

روسی مسافر نے سلطان محمد شاہ کے حملہ فوج کی تعداد نو لاکھ پیدل ایک لاکھ

ان شہزادوں سے غالباً ایک ہزار گواہتا جس کو ۱۷۶۹ء میں فتح کیا ۱۲۔

نئے ہزار سوار پانچو پچتر ہاتھی لکھے ہیں۔ بادشاہ گلگیر ملک التجار پر لشکر لے کر روانہ ہوا لیکن اس لڑائی میں کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی ہزاروں آدمی اور مال و اسباب کا نقصان ہوا جب کہیں صرف ایک قلعہ بلگاؤں کا فتح ہوا۔

**محمد شاہ ثانی بہمنی بن محمود شاہ** محمد شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا محمود شاہ ثانی ۸۸۲ھ میں بارہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا خاندان بہمنیہ کا یہ چھٹا بادشاہ تھا اس نے نظام الملک بحری کو صدر اعظم مقرر کیا۔ یوسف عادل شاہ حاضر دربار ہوا مگر جب اس نے یہ سن پایا کہ اس کے قتل کے سلمان ہو رہے ہیں تو وہ بیجاپور چلا گیا۔ محمود شاہ جب معملنگانہ پر گیا تو نظام الملک اس کا وزیر وہاں کام آیا۔ اس کا بیٹا ملک احمد جتیر قالیض ہو گیا۔ عماد الملک نے ہزار میں سرکشی کی۔ قطب الملک حاکم تلنگانہ نے گوکنڈہ میں اپنے کو مطلق العنان کیا۔ بیجاپور اور برار کی افواج سے سلطانی عساکر کے ساتھ متعدد محاربے ہوئے غرض اس کی تمام مدت سلطنت میں جھگڑے ہی جھگڑے ہوتے رہے اور سلطنت کا زوال ہو گیا تمام امراء باغی ہو گئے اور ہر شخص نے سرکشی شروع کی اپنی اپنی جگہ سب خود مختار بن گئے سلطنت کے کیل پرزے ڈھیلے ہو گئے اور ہر جگہ طوائف الملوکی ہو گئی۔ آخر ۹۲۴ھ تک مطابقت ۲۰ دسمبر ۱۵۱۷ء کو کثرت شراب خواری اور عیاشی کی وجہ سے سلطان محمود نے رحلت کی۔

چوں شہ محمود سلطان جہاں      از جہان بے بقار حلت نمود  
سال تاریخش دلم با حال او      گفت کج ناعاقبت اندیش بود

۹۲۴ھ

اس کی سلطنت کا زمانہ ۷۳ سال اور ۲۰ روز رہا۔ یہ بادشاہ قاسم برید کے بیٹے ملک برید طراز قسمت بیدر کی بات بہت سنتا تھا۔ شعر و سخن کا بھی مذاق رکھتا تھا چنانچہ ۷۵ در بحر غم قتادہ ام و امواج بے عدد      تا چند دست و پا بزم خم یا علی مدد  
اس کا یہ شعر جس قدر بلیغ اور بانکا ہو اُسی قدر اس کے اندوہ و یاس کی بعینہ تصویر اور دلگداز و سرشتیہ رقت و تازیانہ عبرت ہو۔

**احمد شاہ ثانی بن محمود شاہ** ملک برید نے محمود شاہ کے بیٹے احمد شاہ کو ۹۲۲ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھایا۔ یہ بادشاہ شراب بہت پیتا تھا۔ ملک برید نے اس کے شراب پینے کا عہدہ سامان فراہم کر دیا تھا اور کسی کو بادشاہ کے پاس پھٹکنے نہیں دیتا تھا۔ جس قدر اخراجات کہ وہ دیتا تھا بادشاہ کے لئے مکتفی نہ تھے لہذا بادشاہ نے آخر تاج بھمنیہ کے جو چار لاکھ پن کا تھا لکڑے ٹکڑے کر کے بیچ کھایا یا العظیمة للہ الواحد القہار ع عجب نادان میں جن کو یہ عجیب تاج سلطانی فلک بال ہما کوئل میں سوچے ہو گس رانی احمد شاہ اسی افلاس و بے بسی میں در سال ایک ماہ سلطنت کے دن کاٹ کر سموم یا بے قضاوی الی ۹۲۴ھ ہجری میں اپنی حسرت بکام و بال جان زندگی سے درگزر را۔

چوں شہ تخت و تاج احمد شاہ  
ہست برگشہ سال تاریخش  
در عدم گشت ناگساں معدوم  
ہمدگر گرفت بندہ سموم  
۹۲۴ھ

**علاء الدین ثالث**  
**بن سلطان احمد ثانی** سلطان احمد شاہ دوم کے چل بسنے کے بعد امیر برید نے اس کے بیٹے علاء الدین سوم کو ۹۲۴ھ میں تخت نشین کیا۔ یہ بادشاہ شراب نہیں پیتا تھا اور اس کی خرابی کو سمجھتا تھا کہ ع چھٹی نہیں ہو منہ سے یہ کافر لگی ہوئی اور ملک برید کی کارستانیوں سے بھی انجان نہ تھا۔ آخر ملک برید کے مروا ڈالنے کا قصد کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو سال تین ماہ سلطنت کرنے کے بعد معزول و مقید ہوا اور اسی قید میں ۹۲۹ھ میں ملک برید نے قتل کروا ڈالا۔

بشمیر قضا و تیغ تقدیر  
نہد اشہ ہر سال قتل آں شاہ  
چو شد سبیل علاء الدین مقتول  
ز سرور شاہ والا جاہ مقتول  
۹۲۹ھ

شاہ دکن چورفت زونیا بدار باقی  
یعنی کہ گشت قتل زدست نمک حرامے

با حال زار و صورت حیراں ستم رسیدہ  
گفتم لبال قتاش سلطان ستم رسیدہ

۹۲۹ھ

اس کے بعد امیر برید نے شاہ ولی اللہ کو بادشاہ کیا مگر اس کو وظیفہ خوار اور نظر بند کر رکھا تھا۔ بالآخر بادشاہ کو ۹۳۲ھ میں قتل کر کے اس کی منکووحہ کو امیر برید اپنے تصرف میں لایا۔

**شاہ کلیم اللہ بہمنی** ۹۳۲ھ میں کلیم اللہ بہمنی اس خاندان کا اخیر بادشاہ ہوا۔ یہ بے چارہ صرف نام کا بادشاہ تھا۔ سب طرفدار (یعنی صوبہ دار) خود مختار ہو چکے تھے۔ دوہی سال اس نے سلطنت کی اور ۹۳۴ھ مطابق ۱۵۲۷ء میں اجل طبعی یا زہر خورانی سے احمد نگر میں انتقال کیا جہاں سے تالوت بیدریں لا کر دفن کیا گیا۔ بہت وفیت و مہربانی ضمیمہ دول غیش دار کہ نیتی ست سرانجام ہر کمال کہ بہت ازیں ربا طود و درچوں ضرورت است خیل رواق طاق معیشت چہ سر بلند و چہ پست اس کے بعد پھر کوئی خاندان بہمنیہ میں برائے نام بھی بادشاہ نہیں ہوا اور خاندان بہمنیہ کا خاتمہ ہوا اور دکن میں سلطنت بہمنیہ کے حصہ بخرے ہو کر اس کی یہ پانچ شاخیں بمزید پانچ سلطنتوں کے جدا گانہ قائم ہو گئیں۔

**سلطنت بہمنیہ کی شاخیں** (۱) عادل شاہی۔ یوسف عادل خاں نے ۸۹۵ھ میں قائم کی۔ اس کا دار السلطنت بیجا پور تھا اور سلاطین بیجا پور کا لقب عادل شاہیہ تھا۔

(۲) نظام شاہی۔ نظام الملک کے بیٹے ملک احمد نے احمد نگر میں اس سلطنت کی بنیاد لی۔ یہ خاندان نظام شاہی کہلاتا ہے۔

(۳) قطب شاہیہ۔ ۹۹۵ھ میں قطب الملک اس مملکت کا بانی ہوا۔ اس کا مستقر حکومت گولکنڈہ تھا اور اس کے سب بادشاہوں کے نام کے بعد قطب شاہ کا لفظ ہوا کرتا تھا۔



(۴) عمار شاہی۔ جس کو عمار الملک کے بیٹے فتح اللہ خان نے ۱۹۴۷ء میں ملک برابر پر قابض و خود مختار ہو کر ایجاد کیا۔ یہاں کے بادشاہوں کا لقب عمار شاہیہ تھا۔ یہ سلطنت بعد چند ے احمد نگر میں شامل ہو گئی۔

(۵) امیر برید کا خاندان برید میں سلطنت کرتا تھا۔ اور وہاں کے سب بادشاہ برید شاہیہ کہلاتے تھے۔



## شجرہ سلطنت بہمنیہ

نام بادشاہ	تاریخ و سنہ جلوس	تاریخ وفات	عمر	برس سلطنت	مدفن
۱	۲	۳	۴	۵	۶
علاء الدین حسن گنگوئی بہمنی	۷۴۲ ربيع الاول ۷۴۲ھ	یکم ربيع الاول ۷۵۹ھ	۶۸ برس	۱۱ سال ۷ دن	گلبرگہ
محمد شاہ اول -	۷۴۲ ربيع الاول ۷۴۲ھ	۹ رذی قعدہ ۷۵۹ھ	۴۸ برس	۱۷ سال	"
مجاہد شاہ -	۷۴۲ رذی قعدہ ۷۴۲ھ	۱۷ رذی قعدہ ۷۵۹ھ مقتول	۲۲ برس	۳ سال	"
داؤد شاہ -	۷۴۲ رذی قعدہ ۷۴۲ھ	۲۲ محرم ۷۵۸ھ مقتول	۵۲ برس	۱۷ دن	"
محمود شاہ اول -	۷۴۲ محرم ۷۴۲ھ	یکم رجب ۷۹۹ھ	۵۰ برس	۱۹ سال ۷ ماہ	"
غیاث الدین -	۷۴۲ رجب ۷۴۲ھ	۷ رمضان ۷۹۹ھ	۱۸ برس	۵ ماہ ۳ دن	"
شمس الدین -	۷۴۲ رمضان ۷۴۲ھ	ربع الاول ۷۵۸ھ	.	.	.
فیروز شاہ -	۷۴۲ صفر ۷۴۲ھ	۵ شوال ۸۲۵ھ	۲۶ برس	چند روز	مدینہ منورہ
احمد شاہ اول -	۸۲۵ شوال ۸۲۵ھ	۸ رجب ۸۳۸ھ	۵۵ برس	۱۲ سال ۵ چنڈہ	"
علاء الدین ثانی -	۸۳۸ رجب ۸۳۸ھ	۵۸۶۲ھ	۶۳ سال	۱۲ سال چند روز	بیدر
مہلول شاہ	۸۶۲ھ	۵ شوال ۸۶۵ھ	۶۴ سال	۲۴ سال	"
نظام شاہ	۸۶۵ھ	۸۶۷ھ	۹ سال	۲ سال	"
محمد شاہ ثانی شاگرد صدر جہاں	۸۶۷ھ	یکم صفر ۸۸۷ھ	۲۹ سال	۲ سال	"

نام بادشاہ	تاریخ و منہ جلوس	تاریخ وفات	عمر	سلطنت مدت	مدفن
شہسزئی افضل العلماء	۸۸۴ھ	۹۲۲ھ	.	۳۷ سال	بیدر
محمود شاہ ثانی	۸۸۴ھ	۹۲۲ھ	.	۳۷ سال	بیدر
احمد شاہ ثانی	۹۲۲ھ	۹۲۴ھ	.	۲ سال	"
علاء الدین ثالث	۹۲۴ھ	۹۲۶ھ	.	۲ سال	"
امیر برید کے ہاتھ سے	۹۲۶ھ	۹۲۹ھ	.	۳ سال	"
ولی اللہ	۹۲۹ھ	۹۳۲ھ	.	۳ سال	"
کلیم اللہ	۹۳۲ھ	۹۳۷ھ	.	۵ سال	"
بیدر بھیجی گئی	۹۳۷ھ	۹۳۷ھ	.	۲ سال	"

**قلعہ گلگیر** | بلحاظ واقعات تاریخی اور عظمت و شان گلگیر کا قلعہ سنگین تمام عمارات شہر میں نہایت باوقفت اور متاز بنا دیا گیا ہے۔ قلعہ کی تعمیر بروئے واقعات تاریخی سنیہ سچی سے چار سو سال پیش کی پائی جاتی ہے۔ جس کو اب سواد و ہزار برس ہونے آئے اس قلعہ کو سب سے پہلے قدیم ہندو فرما کر نالک راجہ کلی چند نے اپنے نام پر بنایا تھا۔ اس کی تعمیر کے چند سال بعد اسکندر رومی نے ہند پر تاخت کی تھی لیکن یقین ایسا ہوتا ہے کہ قلعہ موجودہ کی عمارت کا بہت بڑا حصہ سلاطین بھنیہ اور عادل شاہیہ کا بنایا ہوا ہے اور راجہ کلی چند کا بنایا ہوا حصہ محض ایک معمولی گڑھی کی حیثیت سے زیادہ نہ تھا۔ موجودہ قلعہ سلطان علاء الدین حسن گانگوی کا بنایا ہوا ہے۔ تاریخ بہمن نامہ اور تحفہ السلاطین میں بھی یہی لکھا ہوا ہے۔ حسن گانگوی اور شاہنشاہ محمد تغلق کا باہمی مقابلہ ہونا اور اُس میں حسن کا سر بہونا۔ بدون کسی بڑے بھاری قلعہ کی آڑ کے ناممکن تھا۔ راجہ کلی چند اور اس جانشین راجہ بھیرن کی بنائی ہوئی معمولی گڑھی سے یہ عظیم الشان محکم کیوں کر سر ہو سکتی تھی پس

لاحقاً حسن نے پادشاہ ہونے پر سب پہلا کام ایک مستحکم قلعہ کا بنانا کیا ہوگا تاکہ سلاطین ہم عصر خاندان  
تعلق کی مدافعت کر سکے۔ اس لئے اس نتیجہ پر ہم پوچھتے ہیں کہ قلعہ کی موجودہ عمارت برج  
خندق اور فصیل وغیرہ سب حسن نے ۱۶۸۸ء میں بنائے ہیں۔ ۱۶۳۷ء میں خاندان یمنیہ  
کا خاتمہ ہوا اور مملکت یمنیہ کے پانچ ٹکڑے بیدر، برار، بیجا پور، گولگندہ، احمد نگر ہو گئے  
اور قلعہ بکرگہ سلاطین عادل شاہیہ کے قبضے میں آیا اور علی عادل شاہ و ابراہیم عادل شاہ  
کے عہد میں اس قلعہ کے مستحکم بروج بنا کر ان پر توپیں چڑھا دی گئیں جیسا کہ مختلف کتبوں  
سے ظاہر ہے۔ اس قلعہ کے پندرہ برج فلک شکوہ اب تک موجود ہیں۔ قلعہ کی شکل نہ مدور ہے  
نہ مربع نہ مستطیل بلکہ قریب قریب بیضوی کے مشابہ ہے۔ شمالی دیوار شرقاً غرباً بالکل سیدھی ہے  
اور جنوبی گولائی لئے ہوئے گھومتی چلی گئی ہے اور مغربی دیوار بھی اسی کے مماثل ہے البتہ شرقی  
فصیل پھر سیدھی ہے۔ فصیل کے گرد اگر دیکھا جائے تو عریض اور پچیس گز عمیق خندق ہے۔ فصیل کا  
دور قریب قریب ایک میل کے بھی۔ مشرق روئے اور غرب روئے دو دروازے ہیں۔ مشرقی دروازہ  
ایک ہی ہے اور شکستہ حالت میں ہے مگر مغربی دروازے کے اندر تین چکر دار کمانیں ہیں ایک  
پھانک کے موجود ہیں اور اسی کی دونوں جانب چند مرتفع برج ہیں جن پر توپیں چسپاں  
ہوتی ہیں۔

دولت برج کن منڈل۔ بالا حصار  
اور فتح برج ۔ ۔ ۔  
بالا حصار اور فتح برج تین نام ہیں۔ اس کا طول شرقاً غرباً (۸۰) گز اور عرض شمالاً جنوباً (۱۰۰) گز  
اور بلندی بھی اسی قدر ہے۔ برج کے چاروں گوشوں پر مدور حلقے بنا کر اس کی مضبوطی اور خوب صورتی  
کے حسن کو دو بالا کر دیا ہے۔ یہ برج اس قلعہ میں سب سے بڑا برج ہے جس پر تین توپیں چسپاں ہوئی  
ہیں جن میں سے ایک چار گزی ہے اور اس پر چار منی عادل شاہی کھدا ہوا ہے۔ اس برج کو  
سلطان ابراہیم عادل شاہ کے عہد میں محمد حیدر نے تعمیر کرایا ہے۔ کتبہ ذیل بخط نسخ بالا حصار  
کی ایک دیوار پر بلندی پر لگا ہوا ہے۔ اس میں سنہ دہائی نہیں ہے۔  
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی دَسُّوْلِہِ وَاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ

لے دو توپیں چودہ چودہ فیٹ لمبی اور سوا ڈیڑھ قطر اور تیسری جس پر چار منی عادل شاہی کھدا ہے

ورعہد سلطنت بادشاہ عالیجاہ عالم پناہ مہر سپہ سرفرازی تلح الدین والدین  
ابوالمظفر ابراہیم عادل شاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و اخاض علی العالمین  
بَرَکَہ و احسان کَہ سَہدہ درگاہ محمد حبیب دریں برج دولت تمام نمود

**ہنمنت برج** یہ برج غنی دروازے کے شمال میں ہے گاے پہاڑ پر واقع ہے اور ہنمنت برج  
کے نام سے مشہور ہے۔ کتبہ پنجٹانچ سنگ سیاہ پر کندہ ہے اور ایک دیوار میں نصب ہے۔ اس  
کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت یہ برج طیار ہوا اسی زمانے میں دو کبر برج  
بھی بنے اور فصیل قلعہ کو از سر نو مستحکم کیا اور گلہ گر جب سلطان علاء الدین حسن کے زیر نگین  
آیا تو اس کا نام حسن آباد رکھا گیا اور احسن آباد بھی اکثر شاہی اسناد و کتبات وغیرہ میں پایا  
جاتا ہے۔

بام محمد شہ سجود و بر	کر و یافت ملک و کن زیب و فر
سخن سنج نور اللہ شہ خلیل ملک	کہست اور اولاد خیر البشر
وگر احسن آباد را داد زیب	بتعمیر برج و دیوار و در
چوں تعمیر شد گشت تاریخ و سال	شده حصن گلہ گر محکم و دگر
	۱۰۶۶ھ م ۱۶۵۶ء

اس برج پر ایک نہایت خوش نماییج رسی توپ ہے جو نواب نظام علی خاں کی ہی جو ان کے دیوان  
و وزیر رکن الدولہ میر موسیٰ خاں احتشام جنگ کی بنائی ہوئی ہے۔ اس توپ پر یہ کندہ ہے :-  
”رفیق سادات برحق نواب رکن الدولہ بہادر ظفر الدولہ بہادر سلطنت ۱۱۸۴ھ (۱۷۷۰ء) یہ توپ  
منقش ہے علاوہ گل کاری کے دو مچھلیاں بھی بنی ہوئی ہیں۔ طول (۷) فٹ۔ قطر سوا چار انچ ہے۔  
**گھر یاچی برج** دروازہ غری کے جانب شمال واقع ہے۔ کتبہ ذیل سنگ سیاہ پر پنجٹانچ کندہ ہے  
جس کے حروف جا بجا سے مٹ گئے ہیں اس لئے بہ مشکل پڑھا گیا ہے۔ یہ کتبہ برج کی ایک دیوار  
میں بلبت مقام پر لگا ہوا ہے۔ ع کشادہ باد بدولت ہمیشہ ایں درگاہ۔

یقتیہ حاشیہ صفحہ ۴۹۷۔ طول میں سو طائفٹ اور قطر نو انچ ہے۔ ۱۲

بہ انقصہ نظر کر دے پیر و ستگیر اولاد حسین و حسن پشت و پناہ اہل دکن بندہ نواز مخدوم دین دینا  
سید محمد حسینی کیسہ دراز فی عہد السلطان ابوالمنظر سلطان محمد عادل شاہ غازی خلد الملکہ  
ابداً و بانہ کتبیں غلامان درگاہ علی رضا بن محمد آقا سنہ ثمان و خمیں و الف و یحییٰ آشتہ  
اِنَّ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ

سنہ ۱۶۲۵ھ

**پتلی برج** یہ برج فصیل غریبی کی دیوار کے مقابل ہے۔

کتابہ ذیل برج کی ایک دیوار میں اندر کی طرف لگا ہوا ہے جس کی پشت پر خندق واقع ہے اور  
عبارت ذیل بخط نسخ سنگ سیاہ پر نہایت خوش خط اور واضح کندہ ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ  
الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ بعد سلطنت شہنشاہ  
جہاں پناہ ظل المہر سپہر فرازی ابوالمنظر شاہ علی عادل شاہ غازی خلد الملکہ و سلطانہ  
وفاقی عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ بِرُکَّہ و احسان کتبیں بندگان درگاہ عربت خاں اس برج دولت  
عمارت نمود ۹۶۵ ہجری مطابق ۱۵۵۷ھ عیسوی

**نورس برج** یہ برج دروازہ غریبہ کے اندر جنوبی رخ پر واقع ہے۔ اس پر پاک بارہ  
گری توپ ہے جس کا طول اٹھارہ ہاتھ ہے۔ اس برج پر چار کتبے سنگ سرخ پر کندہ کر کے  
برابر برابر لگائے گئے ہیں۔

(۱) این برج توپ و دوازہ گری در عہد ابوالمنظر ابراہیم عادل شاہ خلد الملکہ بادا عمارت  
کرد۔ بندہ ملک ملک حسدل سنہ ۳۳۷ھ (مطابق ۱۶۲۵ھ)

(۲) یَا بَدُّ فِیْ حُ (۳) یَا بَدُّ فِیْ حُ (۴) هُوَ الْجَلِیْلُ برج نورس

**قیل برج و سکندر برج** یہ برج قیل برج اور سکندر برج دونوں ناموں سے  
مشہور ہے۔ قلعہ کے غریبی دروازے کے جنوب میں ایک بہت بڑا اور فلک شکوہ برج ہے۔  
اس کے نیچے دو حجرے ہیں۔ جن پر ایک توپ چڑھی ہوئی ہے۔ جس کے دونوں بازوؤں پر دو گنگرے  
بھی ہیں اور عبارت ذیل بخط نستعلیق سنگ سیاہ پر نہایت خوش خط اور واضح کندہ ہے اور  
اس کی پیشانی پر دونوں گوشوں میں یا حافظ بخط نسخ اور بوستان سعدی کا ایک شعر بھی  
سطح کتبہ میں بجائے نذر کے نظری لکھا ہے ۱۲۔

کنڈہ ہی جس کا ہر ایک مصرع حسب ذیل کتابہ کے دونوں عرضی جانب میں کنڈہ ہی اور  
تختانی سطر خط ثالث گنجان لکھی ہوئی ہو اور بہت رقت سے بڑھی جاتی ہے۔ یہ برج سب سے آخری زمانہ  
سکندر عادل شاہ خاتم خاندان عادل شاہیہ کے دور حکومت میں ۸۲۷ھ میں بنایا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی  
نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ  
طَہٖ وَسَلَّمَ

در اوایل جلوس سلطان سکندر عادل شاہ قادری الغازی  
بن علی عادل شاہ حکم احمد زمان خواص خاں وزیر حکومت  
در سنہ ثلاث سبعین الف بندہ کمترین در گاہ سیدی  
سنبل ملک عنبر صوبہ دار و حوالہ دار عمارت اس برج فلک  
شکوہ کہ مسمی سکندر برجست نمود ۸۲۷ھ ہجری

از بنیاد برج داخل کنگرہ و نشست گاہ توپ و دولانی و دیگر ہستندہ کردہ شد  
علامہ مذکورہ بالا برجوں کے اور تو برج ایسے ہیں جن پر توپیں چڑھی ہوئی ہیں لیکن ان برجوں پر  
کوئی کتبے نہیں ہیں۔ کل برج اس قلعے کے پندرہ ہیں جن پر کل چھبیس توپیں اب  
موجود ہیں۔

کتبہ و برجی دروازہ کتابہ ذیل بہ خط نسخ قلعہ گلبرگہ کے مغربی دروازہ پر جس کو برجی  
دروازہ کہتے ہیں لگا ہوا ہے اور نہایت بلندی پر واقع ہونے سے بدقت تمام پڑھا گیا۔  
علامہ اس کے دروازے پر جو گولے برسائے گئے ہیں ان کی زد سے یہ کتبہ بھی خراب  
ہو گیا ہے۔

کتبہ کے اطراف حاشیہ میں چند اشعار مرقوم ہیں لیکن بالکل مسط گئے ہیں صرف ایک  
ہی شعر بدقت پڑھا گیا۔ کتبہ میں بنیادی سنہ کا کہیں پتہ نہیں ملتا اور نہ یہ معلوم ہو سکتا  
ہے کہ کس نے اس دروازے کو بنایا یا ان قیاس کیا جاسکتا ہے کہ زمانہ سلطنت بہمنیہ بعد  
ترسیم قلعہ یہ کتابہ بطور یادگار کے لگایا گیا ہے۔

عجب قلعہ دیدم کہ مثلش نبود  
چنین کہ در افلاخ عالم بہ بست

لَخَصَّتْ بِدَالِكِ وَالْمَلَكُوتِ وَاعْتَصَمَتْ بِذِ الْحَرْقَةِ وَالْعُظْمَةِ وَالْمُيَبَةِ  
وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبَرِيَّاتِ وَالْجَبَرُوتِ كَخَلَفَ فِي حِزْنِ اللَّهِ وَفِي حِفْظِ اللَّهِ وَفِي  
أَمَانِ اللَّهِ مِنْ شَرِّ الْفِتَنِ أَجْمَعِينَ بِحَقِّ كَهَيْعَتِ الْحَقِّ حَمْدُكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ  
إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

ترجمہ

یہ قلعہ محفوظ و مستحکم بنایا گیا ہے۔ بفضل اُس پروردگار عالم کے جو مالک و ملک و ملکوت  
صاحب عزت و عظمت ہے جو قہار و قدیر ہے۔ اور بزرگی و برتری والا ہے۔ خداے تعالیٰ کی پناہ  
و حفاظت اور امان میں بجا رہے سارے فتنہ و فساد کی بُرائیوں سے بے یطیصل (مقطعات  
قرآنی کھینچ کر اور جمع کر کے) اور نہیں ہے قوت (بدی سے بچنے کی) اور قدرت  
(نیکی کرنے کی) بغیر تائید خدا کے بزرگ و برتر کے۔

کتابت متصل بالاحصار ذیل کے دو کتبے قلعہ میں بالا حصار کے قریب پولیس کے  
اتھارنے کی دیوار میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ کتبے سنگ سیاہ پر خط ثلث میں بہت باریک اور گنجان  
کندہ ہیں اور جابجا مسٹ جانے سے اچھی طرح بڑھے نہیں جانے۔ دو کتبے میں  
یاسنہ لکھا ہی نہیں گیا یا مسٹ گیا۔

(۱) بنا نمود این عمارت در عهد شاه علی عادل شاه سلطان بموجب امر خدمتگاری کرد۔  
العبد ضابط خاں ۹۸۱ھ سحری (۱۵۷۳ء)

(۲) بنیاد این عمارت برنج در عهد شاه علی عادل شاه سلطان بموجب امر  
خدمتگاری کرد۔ باباجی انخاطب ضابط خاں نائب غیبت شہر حسنا باد۔

۱۵۷۳ھ ابوالمظفر علی عادل شاه بن ابراہیم عادل شاه ۹۶۵ھ ۱۵۵۷ء میں تخت نشین ہوا اور اپنے باپ  
کا سنی مذہب چھوڑ کر شیعہ ہو گیا اور دادا کے طریقے کے موافق خطبہ اثنا عشری پڑھوایا اور ۹۶۵ھ ۱۵۵۷ء میں ایک نیا  
خواجہ سرا کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس کا مقبرہ بیجا پور میں علی روضہ کے نام سے مشہور ہے۔

۱۵۷۳ھ مملکت کے ہر ایک طرف دار کے خطاب جدا گانہ ہوتے تھے۔ دولت آباد کا طرف دار۔ مسند عالی۔



## ہاڑ باؤلی وغیرہ مکانات

فصیل قلعہ کے اندر سلاح دروازے (جو قلعہ کے مشرق میں ہے) اور ایک برج کے درمیان ایک بہت بڑی باؤلی ہے جو ہاڑ باؤلی کے نام سے مشہور ہے۔ اس باؤلی کے ساتھ دو برج اور ایک نشیمن سلطان علی عادل شاہ کا بھی ہے۔ جس کو ۸۸۶ھ میں باباجی نایب غیبت شہر احسن آباد نے تعمیر کرایا ہے۔

کتبہ ذیل باؤلی کی ایک کمان کی بائیں جانب دیوار میں لگا ہوا ہے جس کے حروف بالکل مٹ گئے ہیں اور مسلسل پڑھے نہیں جاتے۔ جو کچھ پڑھا جاسکا وہ یہ ہے۔

بعد سلطنت عالی جاہ عالم بنو محمد سید فراری ابوالمنظر علی عادل شاہ  
غازی خلد اللہ مملکتہ و سلطنتہ و افاض علی العالمین برکۃ و احسانہ۔

بنکارہ چاہ داخل ۰۰۰ و دو قطعہ برج و یک نشنگاہ بدیں خندق  
نزدیک ۰۰۰ درکار کرد باباجی ضابطخان نایب غیبت شہر احسن آباد  
خان اعظم حمید خاں بہمنی سنہ ست و ثمانین و ثمانیہ جمادی الاول ۸۸۶ھ  
(۱۴۸۳ء)

کتبہ ذیل اسی مکان کے متعلق ہے جو اس اُفتادہ باؤلی کے کنارہ بنا ہوا ہے اور ہاڑ باؤلی کے کتبہ کے محاذی ذرا بلند مقام پر ایک دیوار میں لگا ہوا ہے اور بیچ کی کمان میں لگا ہوا ہے جس میں سے اس باؤلی میں داخل ہوتے ہیں اور جو خندق روئے کمان کے بالکل مقابل ہے اور اسی کمان کے قفل ایک چھوٹا سا قطعہ باؤلی کے کنارے بنا ہوا ہے جو بالکل گرا پڑا ہے۔

کتبہ ذیل سبھا نسخ سنگ سیاہ پر کندہ ہے مگر سنہ مٹ گیا ہے۔ غالباً یہ بھی ہاڑ باؤلی کے ساتھ ۸۸۶ھ میں طیار ہوا ہوگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۱۔ برار کا مجلس عالی حسن آباد گلبرگہ اور بیجا پور کے طرف دار کو جو منصب وکالت رکھتا ملک نائب کا خطاب عطا ہوا تھا۔ ۱۲

”بعد سلطنت شاہ عالیجاہ عالم پناہ مہر سپہ سرفرازی ابوالمظفر علی عادل شاہ  
غازی خَلَدَ اللہُ مُلْکُکُمْ وَ سُلْطَانُکُمْ بندہ درگاہ حاجی عماد خاں ایں عمارت  
نمودہ سنہ“

اس برآمدے کے محاذی دو کمانیں اور بھی ہیں جو بالکل چوڑے اور پتھر سے اٹ گئی ہیں  
اندر جانے کا راستہ بند ہو گیا ہے۔ عجب نہیں کہ ان کمانوں کے اندر کچھ مکانات ہوں یا خندق  
ہیں اتر جانے کا چور راستہ ہو۔

ہاشم باؤلی و خواجہ باؤلی

پاس کتبہ ذیل ہے۔ یہ باؤلی سید ہاشم دستگیر بیجاپوری کی بنائی ہوئی ہے۔

چشمہ ہاشم باؤلی از فضل رحاں

سنینش تامل چوں کردم بدل

بگفتا بلطف عذیر است عیاں

اسی محلے میں خواجہ باؤلی بھی ہے جس کی سیڑھیوں کے مقابل کمان کی سیدھی طرف یہ کتبہ ہے۔

”بناے چاہ مسی خواجہ باؤلی از محمد صاحب ولد فضیلت آب عالم صاحبی عوم

متوطن صنوبہ دارالظفر بیجاپور در شہر ذی الحجۃ ۱۰۳۳ھ ہجری مقدسہ حسن انصرام یافت

عاقبت بخیر باد“

میر محمد شفیع کی باؤلی

فرمان تالاب کے پیٹے میں میر محمد شفیع کی بنائی ہوئی ایک باؤلی

تھی جواب مل گئی یہ کتبہ تالاب کی گل برآری کے وقت برآمد ہوا۔

”در عصر بادشاہ عالمگیر غازی بندہ میر محمد شفیع ولد خواجہ میر تبارخ بست، ہفتم

شہر شہجان سنہ سی و ہشت مطابق سنہ یکہزار و یکصد و پنچ ہجری فی سبیل اللہ

تیار نمود“

(۱۶۹۲ء)

## گلبرگہ کی مساجد

مسجد ودیر توئی کعبہ و بیت خانہ یکے است ہر کجا گوش نہاد ہمہ غوغائے تو بود  
**قلعہ کی مسجد کلاں** اس عمارت کی نسبت مسلمانوں کا خیال ہے کہ شاہان بہمنیہ کے  
 زمانہ کی بنی ہوئی ہے جو شہر قلعہ واقع اندرس (اسپین) کی مشہور مسجد کے نمونے پر بنائی گئی ہے مگر دراصل  
 یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ مقام راجگان گلبرگہ کا دربار ہال تھا اور زیادہ تر قرین قیاس یہ ہے کہ یہ  
 جینیوں کا ایک بہت بڑا دیول تھا جس کا کچھ حصہ بطور تہ خانہ زیر زمین بھی تھا۔ بالائی عمارت  
 کو مسلمانوں نے توڑ کر سب بنائی چنانچہ چند سال پیش تر اب عماد جنگ بہادر مرحوم صوبہ دار نے  
 جب اس مسجد کی مسالہ میں بہ صرف چوتیس ہزار روپیہ از سر نو تعمیر کرائی تو بعض بعض جگہ  
 جہاں پلاستر گر گیا تھا اس کے اندر دیواروں پر دیوتاؤں کی تصویریں موجود تھیں جو ایک دلیل  
 ہیں اس امر کی ہے کہ دیول توڑ کر علاء الدین نے مسجد بنوائی۔ اس مسجد کا بہت بلند برج غرب  
 رو دیہ کما جاتا ہے کہ چینی دیول کا ہو لیکن اس برج کی ساخت صاف بتلا رہی ہے کہ مسلمانوں کا  
 بنایا ہوا ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ دیول کے پتھر اس میں لگائے گئے ہوں کیوں کہ کچھ پتھر ایسے ہیں کہ جن پر  
 تصویریں ہیں۔ اس مسجد کا بڑا برج جس کے نیچے محراب و منبر ہے (۵۰) فیٹ بلند ہے۔ اس برج  
 کے محاذی اور دونوں جانب دابنے اور بایں مسجد کا اندرونی حصہ ہے جس پر ایک سو گیارہ  
 چھوٹے چھوٹے گنبد اور نہایت خوب صورت محرابیں ہیں۔ یہ ساری مسجد لداؤ کی ہر لکڑی کا  
 ہے۔ بعض لوگ عمارت کی طرز سے یہ رائے رکھتے ہیں کہ یہ مقام مسجد نہ تھا بلکہ مسلمانوں کا دربار ہال تھا  
 کیوں کہ اس کو شملہ نہیں ہے جو مسجد کے لئے ہونا ضروری ہے۔ علاوہ اس کے اس مسجد کے شمالی اور جنوبی دروازے  
 ایسے مقام پر بنے ہوئے ہیں کہ نمازیوں کو صفیں چیر کر آنا پڑتا ہے۔ اتنی بڑی مسجد کے متعلق کوئی حوض بھی  
 نہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مسجد کا نہ کوئی خطیب ہے۔ نہ پیش امام نہ مؤذن نہ کسی کے پاس ان  
 خدمات کی سہ ہے ورنہ چھوٹی مسجدوں کے اہل خدمت مامور ہیں۔ ان تمام وجوہ سے یہی رائے  
 قائم ہوتی ہے کہ ہندوؤں کے قدیم مندروں کو توڑ کر دربار ہال بنایا گیا جو آگے چل کر مسجد کے کام  
 میں لایا گیا۔ ۱۲

نام نہیں ہو۔ تمام عمارت اقلیدسی اصول پر بنائی گئی ہو مسقف حصہ کا طول شترقا غرباً (۲۲۵) فیٹ اور عرض شمالاً جنوباً (۱۶۸) فیٹ ہے۔ اس مسجد میں شمال اور جنوب رخ دو دروازے ہیں۔ مشرق کی طرف کوئی دروازہ نہیں ہے بلکہ صحن کے پائیں میں ایک چھوٹی سی خوشنگان کے اندر پتھر بنایت خوش نما قبور ہیں جن میں سے ایک فرار پر ایک خوش نما سی چوڑی بنی ہوئی ہے۔ اس مسجد کی وسعت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس میں چھ ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس مسجد کے اوپر جانے کا زینہ بھی ہے جس پر چڑھنے کے بعد مسجد کے بے شمار گنبدوں اور برجیوں کو دیکھ کر عقل دنگ ہو جاتی ہے اور دروازہ دروازہ کا خوش نما منظر پیش نظر رہتا ہے۔ اس مسجد میں جمعہ اور عیدین کی نماز ہوتی ہے اور مسجد نہایت عمدہ حالت میں ہے۔ نواب عمار جنگ بہادر سی کی بدولت مسجد کی اس عمدگی سے ترمیم ہوئی کہ مسجد دکن بن گئی۔ مولوی محمد علی صاحب مددگار صوبہ دار حال زائد معتمد مالگزار نے کما حسنات سمجھ کر ایسی لگاتار نگرانی کی کہ جو کام لاکھوں روپیوں میں ہوتا وہ کوڑیوں میں کروایا اور اس عمدگی سے اس کام کو انجام دیا کہ نواب صاحب مرحوم کے لئے دعائے خیر نکلتی ہے اور مولوی محمد علی صاحب کی نسبت یہ کہنا پڑتا ہے کہ گلہ گر کی مسجد نہیں بنوائی حنیت میں اپنا مکان بنوایا۔ جو کتبہ ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں وہ مسجد کے شمالی دروازہ کے پاس ایک سنگ سیاہ پر یہ خط ثالث کندہ شدہ رکھا ہے مگر یہ کتبہ غالباً اس مسجد کا ہے جو اس قلعہ کے دروازہ کے جنوبی پہلو میں بنی ہوئی ہے جس کو محمد شاہ نے بنوایا تھا۔ علی عادل شاہ نے اٹھا کر بھینکوا دیا اور اسے نام کا کتبہ دروازہ مسجد پر نصب کرا دیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ تَعَالَى إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مِنْ  
أَمَنِ اللَّهِ وَيَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ الْآيَةَ -  
وَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْكَ السَّلَامُ مِنْ بَنِي مَسْجِدِ اللَّهِ بَنِي اللَّهِ كَذَبْتَنِي فِي الْجَنَّةِ  
فَبِمَوْجِبِ سِيَاقِ هَذِهِ الْآيَةِ الْفَرُغْتَانِي وَالْحَدِيثِ النَّبَوِيِّ أَخْرَجَ عِبَادَ  
اللَّهِ إِلَى رَحْمَةٍ وَمَنْفَعَةٍ وَإِلَهُامِهِ الطَّيِّبِ وَتَوْفِيقِهِ الشَّرِيفِ  
رَوَيْعُ بْنُ شَمْرٍ مَضَوَّرَ الْفَرُغْتَانِي فِي عَهْدِ السُّلْطَانِ الْعَظَمَاءِ الْفَرُّ مَانَ الْمُكْرَمِ أَبِي الْمُظَفَّرِ

حَمْدُ شَاهِ السُّلْطَانِ ابْنِ السُّلْطَانِ مَشِيدِ اللَّهِ أَسْرَكَانَ دَوْلَتِهِ دَاعِيَا مَنَّهُ  
الْجَنَّةِ عَنِ السُّمَّةِ وَالرَّيَا دَا جِيَا مَنَّهُ الْفُؤَادَ بِالرَّحْمَةِ وَالرِّضَا فِي الرَّابِعِ مِنْ  
شَهْرِ الْكَوَلِ سَنَةِ ثَمَانٍ وَثَمَانِينَ وَسَبْعِينَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ -

ترجمہ - بنام خداوند بخشنده مهربان فرمایا خداے بزرگ و بزرگوار کہ وہی لوگ مسجد میں بنایا کرتے ہیں جو اسد پر اور روز قیامت پر ایمان لاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں (آخر آیت تک) اور فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ جس نے خالصاً اللہ کو ہی مسجد بنائی تو خداے تعالیٰ اُس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دے گا۔ پس حسبِ فحوائِ آیت قرآنی و حدیث نبوی نکال لے گیا خدا کے بندوں کو اُس کی رحمت اور مغفرت کی طرف اپنے الہام لطیف اور توفیق شریف سے رفیع بن شمر بن منصور ساکن قزوین بزمانہ سلطان معظم و بادشاہ مکرم ابوالمظفر محمد شاہ ابن السلطان مضبوط کرے اسد تعالیٰ ارکان اُس کی دولت کے وہ بادشاہ دکھاوے اور نمائش سے پرہیز کرتا تھا۔ خدا سے اُس کی مراد حصول درجہ قبول اور مہربانی اور رضا مندی تھی۔ بتاریخ چوتھی ماہ محرم ۱۰۶۹ھ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

**عزت خاں کی مسجد** یہ مسجد کے مغربی دروازے کے اندر جنوبی رخ پر بنی ہوئی ہے

جو نہایت خوب صورت پنج درمی اور شان دار ہے۔ وسط صحن میں ایک حوض ہے مسجد کی جنوبی دیوار کے نیچے ایک بڑی باولی نہایت پختہ بنی ہوئی ہے۔ اس باولی کے مشرق میں کسی بزرگ لشکر صاحب کا فرار ہے اور اس کے مشرق ایک بہت بڑا عاشر خانہ عادل شاہیوں کے زمانے کا بنا ہوا ہے۔ مسجد کے صحن کے سامنے ایک چھوٹا گورستان ہے جس کی اکثر قبور سنگین اور کچ کی ہیں۔ غالباً یہ قبریں امراء عادل شاہی کی ہیں۔ یہ وہی مسجد ہے جو سلطان محمد شاہ ہمنی کی بنوائی ہوئی ہے اور پچھلا کتبہ اسی پر نصب تھا جسے علی عادل شاہ نے نکلوا کر اپنے

۵۔ یہ سلطان محمد شاہ ہمنی سلطان علاء الدین حسن شاہ گانگوی ہمنی کا بیٹا ہے جو ۱۰۵۹ھ مطابق ۱۲۵۸ء میں بچاے باپ کے تحت نشی ہوا اور ۱۰۷۱ھ میں ۵۵ دن حکمرانی کرنے کے بعد ۲۱ مارچ ۱۰۷۱ھ میں رحلت فرمائی۔ یہ بادشاہ قزوین اور شجاع تھا۔ غفر اللہ لہ۔ ۱۲

نام کا کتبہ ذیل لکھا دیا جو یہ خط نسخ نہایت خوش خط اور واضح لکھا ہوا ہے :-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 بِأَمْرِ الْإِسْلَامِ فِي عَهْدِ السُّلْطَانِ  
 عَلِيِّ عَادِلٍ شَاخِدًا لِلَّهِ مَلِكُهُ وَبِأَمْرِهِ  
 عَزَّ وَجَلَّ خَانِ تَقَبَّلَ اللَّهُ وَعْدَهُ

یہ مسجد بزمانہ سلطان علی عادل شاہ بنائی گئی ہمیشہ باقی رکھے اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو اس کا بنانے والا عزت خاں ہر خدا اس کو قبول فرمائے۔ پکارو علی (علیہ السلام) کو جن سے عجائبات کا ظہور ہوتا ہے۔ ہر مصیبت میں مدد کرنا ہی اُن کا کام ہے ہر ایک رنج و غم آپ کی ولایت کی برکت سے اُٹا فائز دفع دفع ہو جائے گا یا علی یا علی یا علی۔

جس طرح عادل شاہیوں نے سلطان محمد شاہ بہمنی کا کتبہ اکھاڑ کر اپنے نام کا کتبہ اس مسجد میں لگا دیا کم و بیش ہی حالت عادل شاہیوں کے دو کتبے کتبوں کی بھی ہو کہ جن عمارات پر سلاطین بہمنیہ کے کتبے لگے ہوئے تھے اُن سب کو نکلوا کر اپنے کتبے لگا دئے کیوں کہ یہ ممکن نہیں کہ پہلے کی کوئی عمارتیں نہ ہوں اور تمام قدیمی برج اور عمارتیں عادل شاہیوں ہی کی بنوائی ہوئی ہوں اس لئے کہ چھوں اور فضیل کی ساخت صاف بتلا رہی ہے کہ جس زمانے میں وہ بنے عادل شاہیوں کا پتہ بھی نہ تھا۔

ترنائی مسجد ایک بہت چھوٹی مگر قدیم مسجد شمالی ہند کی چھوٹے چھوٹے تین برجوں کی بنی ہوئی ہے جو ترنائی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ یا تو کسی مغربی کی بنائی ہوئی ہوگی یا بیگمات اس میں نماز پڑھتی ہوں گی۔ اس کی عمارت پر سخی کی جھلک اب بھی نظر آتی ہے پہلے شاید رنگین ہوگی۔

ملک سیف الدین غوری کی مسجد  
متصل فرمان تالاب ۱۵۷۷ھ

قلعہ کے غری دروازے کے آگے تین بیچ دار  
دروازے ہیں۔ سب سے آخری دروازہ قلعہ

سے باہر جانے کے لئے برب خندق شمال رویہ ہی اسی دروازے کے غری پہلو کے مقابل  
ایک مسجد فرمان تالاب کے مشرقی کٹ پر نہایت خستہ حالت میں ہے۔ اس مسجد میں باغ حجر ہیں  
سنگین ستونوں پر استادہ ہیں اور تین دالان یکے بعد دیگرے ہیں۔ طول و عرض ۳۶ × ۲۴ فٹ اور  
چھت کی بلندی (۹) فٹ ہے۔ شہر گلبرگہ کی ساری مسجدوں سے یہی پہلے بنی ہے۔ ۱۵۷۷ھ میں  
سلطان علاؤ الدین کے عہد میں ملک سیف الدین غوری نے بنوائی تھی۔ اس مسجد کا کتبہ  
بھی افسوس ہو کہ اپنی جگہ پر نہ رہ سکا۔ مسجد سے سو گز کے فاصلے پر کسی مزار کے سر پہنے سر پہنتے  
چلنے چار ٹکڑے ہو گیا ہے۔ طول ۱۲ گز عرض نصف گز۔ سے کچھ زیادہ ہے۔ کتبہ بخط نسخ نہایت  
جلی قلم سے واضح طور پر کندہ ہے مگر پارہ پارہ ہونے سے بہ مشکل پڑھا جاتا ہے۔ اس کی حالت تباہ  
دیکھ کر دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے جاتے ہیں کاش ایسے پتھر مٹا کر بھی اپنے اپنے  
مقامات پر ہوتے تو غنیمت سمجھتے اور ان سے کچھ پتہ چلتا مگر نہیں پراگندگی ان کی قسمت میں  
لکھی تھی خاک میں ان کو ملنا تھا نوشتہ تقدیر کیسے مٹا دیا  
ہوتا ہے وہی خدا جو چاہے

معتبر تواریخ سے یہ ثابت ہے کہ اس سلطان نے اپنے زمانہ میں گلبرگہ کے قلعہ و مسجد کی ٹھوس  
ہو رہی تھی از سر نو تعمیر کرائی اور یہ وہی سلطان علاؤ الدین حسن گانگوئی بہمنی ہے جس نے  
سلطنت بہمنیہ کی بنیاد ڈالی اور یہی اس خاندان کا مورث اعلیٰ ہے۔

تحفۃ السلاطین کے مؤلف نے حسن کو ایرانی النسل قرار دیا ہے اور اس کا نام سلطان  
بہمن شاہ بتلایا ہے اور شاہان بہمنیہ کے یہی وجہ تسمیہ بیان کی ہے۔ غرض کہ ۱۵۷۸ھ مطابق  
۱۵۷۷ء میں تاج شاہی اس کے سر پر رکھا گیا اور ۵ رجب الاول ۱۵۷۹ھ مطابق ۱۰ فروری  
۱۵۷۸ء کو ۲ سال کی عمر میں ۱۱ سال دو ماہ سات روز سلطنت کر کے رحلت کی۔

ابن مسجد مبارک اللہ تعالیٰ و تبارک بعد بانی مہمانی خیرات و قبلہ اقبال سعادت خدا نگار  
سلاطین علاؤ الدین و الدین ابو المظفر بہمن شاہ عمر اللہ دولہ بناہ امید دار حضرت کبریا

سیف دولہ شہزادہ یاد رکھو۔ سنہ ۱۱۵۷ھ میں وسیعاً عمارت کروا کر۔ ابد الہ آباد آباد کیا۔  
بحق عام بیت معمور و کعبہ مشہور۔

اس کتبہ نے محمد قاسم فرشتہ کے قول کو غلط اور ملاؤ و بیدری کے قول کو صحیح ثابت کر دیا کہ  
حقیقت میں سلطان حسن گانگوی کا نام ہمیں خاں تھا اور وہ ایرانی النسل اولاد بہرام گور اور ہمیں نژاد  
تھا اور وہ ہرگز حسب روایت فرشتہ مفلوک الحال پٹھان نہ تھا بلکہ وہ جلیل القدر امرا سے سلطانین  
تعلق سے تھا جس کا نام مظهر خاں علمائی سلطان علاء الدین خلجی جیسے نامور بادشاہ کا سپہ سالار اور  
بخشی الممالک تھا۔

**عید گاہ قریح** احسن آباد کی اُجڑی ہوئی بستی کے شمال میں یہ عید گاہ خراب و خستہ  
حالت میں پڑی ہوئی ہے مگر شان عمارت ہانکے پکارے کہ یہی ہے کہ کبھی یہ مقام بھی مورد حسنات  
وبرکات تھا۔

**جامع مسجد شاہ بازار** اس مسجد پر کوئی کتبہ نہیں ہے غالباً جنوبی دروازے پر کوئی کتبہ ہوگا  
جو دست برد زمانہ سے مٹ گیا۔ صحن مسجد کا طول شمالاً جنوباً (۱۵۰) فٹ اور عرض شرقاً غرباً (۶۰)  
فٹ ہے۔ اس مسجد کی پندرہ محرابیں نہایت خوب صورت اور مضبوط ہیں اور ان کے پیچھے بھی اسی  
طرح سلسلہ کمانوں کا یہ سلسلہ اسی طرح منبر تک گیا ہے جو چھ کمانوں پر ختم ہوا ہے۔ مسجد کی عمارت  
نہایت بارونق اور شان دار ہے۔ احاطے کی دیوار بہت بلند اور سنگین ہے اور نہایت خوش نما وسیع صحن  
دور تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ مشرق میں ایک دروازہ ایک برج کے نیچے بنا کر ایک بہت بڑا پھانک  
لگایا گیا ہے۔ خطیب و پیش امام و موزن عہد بہمنیہ سے مقرر ہیں جن کی قبریں بھی مسجد کے سامنے  
دائے چپوترے پر کئی بنی ہوئی ہیں۔ ایک دروازہ اس مسجد کا سمت جنوب میں بھی ہے مگر وہ شکستہ  
ہے۔ مسجد کی باؤلی بھی یہیں ہے۔ یہ مسجد ایسی معلوم ہوتی ہے کہ آج کی بنی ہوئی ہے لیکن اس کا بانی  
سلطان علاء الدین حسن گانگوی تھا۔ مسجد کی تعمیر کو ساڑھے پانسو برس سے زیادہ کا زمانہ ہوا۔ اس  
مسجد کے ہوتے ہوئے پھر اندرون قلعہ کسی اور مسجد کے بنانے کی ضرورت نہ تھی یہ بھی دلیل ہے کہ  
قلعہ کی اندرونی کلاں مسجد مسجد نہ تھی بلکہ دربار ہال تھا۔ اس مسجد میں ممبر کی پشت پر یہ خط نسخ سنگ  
سیاہ پر نہایت جلی خط میں ”اللہ اکبر“ کندہ ہے۔



**مسیحی** مسیحی شاہ بازار کے پاس ہی ایک خانہ کی مسجد ویران پڑی ہے اس کے شمالی چوڑے پردوں میں ہیں ایک صدر الشریف سمرقندی کی اور دوسری مولانا سید احمد غزنوی مفتی ممالک ہند کی ہے۔ یہ ہر دو جید علماء سلاطین علماء الدین کے دربار کے رکن اعظم تھے اور دونوں صدارت اور مفتی گری پر مامور تھے۔

**مسیحی نجاشی صاحب بیجا پوری** سر راہ روضہ بزرگ و مومن پورہ یہ مسجد ہے۔ اس کے احاطے میں ایک مقبرہ ہے جس میں بہت سی بکی قبریں دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ مسجد کی درمیانی محراب کی دونوں طرف یہ دو کتبے بخط ثنائیت خوش خط لگے ہوئے ہیں۔ مگر دوسرا کتبہ کسی دوسرے مقام کا معلوم دیتا ہے جو تعمیر مسجد سے (۲۶۲) برس پہلے کا ہے اور ایک فٹ مربع ہے۔

(۱) ”بنائے مسجد و مقبرہ براہ عند اللہ محمد صاحب ولد فضیلت آبا عالم صاحب مرحوم شہنشاہ دارالظفر بیجا پور در شہر فی حجۃ ۱۲۰۲ ہجری مقدسہ حسن انصرام یافت۔ عاقبت بخیر باد“

(۲) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِ الْکَوْنِیْنِ مُحَمَّدٍ نِ الْمُصْطَفٰی وَصَلِّ عَلٰی اِمَامِ عَلِیٍّ نِ الْمُتَّقِیِّ وَصَلِّ عَلٰی اِمَامِ حَسَنِ الرِّضَا وَصَلِّ عَلٰی اِمَامِ حُسَيْنِ الشَّهِیدِ بَکَرٍ بَکَاوُ وَصَلِّ عَلٰی اِمَامِ عَلِیٍّ نِ الْعَبَّادِیْنِ وَصَلِّ عَلٰی اِمَامِ مُحَمَّدٍ نِ الْبَاقِرِ وَصَلِّ عَلٰی اِمَامِ جَعْفَرٍ نِ الْمُطَاقِ وَصَلِّ عَلٰی اِمَامِ مُوسٰی کَظَمٍ وَصَلِّ عَلٰی اِمَامِ عَلِیٍّ نِ مُوسٰی الرِّضَا وَصَلِّ عَلٰی اِمَامِ مُحَمَّدٍ نِ الْمُتَّقِ وَصَلِّ عَلٰی اِمَامِ عَلِیٍّ نِ الْمُتَّقِ وَصَلِّ عَلٰی اِمَامِ حَسَنِ الْعَسْکَرِیِّ وَصَلِّ عَلٰی اِمَامِ مُحَمَّدٍ نِ الْمُطَاقِ صَاحِبِ الزَّمَانِ صَلَواتُ اللّٰهِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنِ -

سنہ ۹۸۰ھ سنہ ۱۵۷۳ھ

(۳) کتبہ ذیل بخط نسخ ثنائیت خوش خط سنگ سیاہ پر کندہ ہے۔ طول و عرض ۳ x ۱ فٹ ہے۔ یہ کتبہ ایک قرار کے سر ہائے رکھا ہوا ہے۔ یہ قبر محسن مسجد مذکور کے کنارے حوض کے مقابل سیدھی جانب ہے اور نچتہ بنی ہوئی ہے۔

ہو الغفور

”مولوی محمد عبداللہ صدارت خاں ابن قاضی الملک مدراسی از مکہ معظمہ وریں جاہ سیدہ

بتاریخ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۸ھ ہجری برحمت حق پیوستند۔

**مسجد کلاں مومن پورہ** یہ مسجد بھی قدیم ہے۔ اس کے دروازہ پر کتبہ تو ہے مگر چوڑے  
کی کمی تہ چڑھی ہوئی ہیں صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بخط ثالث عربی کتبہ ہے لیکن پڑھائیں جاتا۔  
غالباً نواب فرامرز جنگ بہادر کو خبر نہ ہوئی ہوگی ورنہ اس کا صاف کر دینا کچھ بڑی بات نہ تھی  
میں نے راجپور کے متعدد کتبے صاف کر دیئے۔ اغلب ہے کہ یہ مسجد بھی سلاطین بہمنیہ کے  
عہد کی ہو اور نہایت خوش وضع اور خوب صورت اور آباد ہے۔



## شہر گلبرگہ کے گنبد

جہاں اب دن دہارے رات کا چھایا ہو سنایا  
یہ سیدیاں جس میں دواک پیر سوکھے دیکھتے ہو تم  
نہ وہ حالت رہی باقی نہ اس حالت کو دیکھو گے  
وہ اندھے ہیں جو سب سے پوچھتے ہیں آگے کیا ہو گا  
وہاں اک شور و غل تھا ایک سیلہ تھا تاشہ تھا  
یہی کچھ دن ہوئے اک باغ جنت کا نمونہ تھا  
مگر اتنا کہ گویا خواب سا اک ہم نے دیکھا تھا  
مبصر دیکھتے ہیں آج کیا ہوا اور کل کیا تھا  
قلعہ اور اس کی متعلقہ عمارات کے بعد سب سے زیادہ قابل دید اور مہتمم باشان عمارات ان  
گنبدوں کی ہیں جو سلاطین بہمنیہ اور علماء و فضلاء دربار بہمنیہ کے ہیں جن کے ذکر علی سبیل اختصار  
ذیل میں کئے جاتے ہیں۔

**سہفت گنبد** یہ گنبد بلحاظ رفعت و عظمت دکن کی منتخب عمارات میں ہیں۔ ایک  
ہی سلسلہ میں سات گنبد شہر گلبرگہ کے مشرق میں قلعہ سے ایک میل کے فاصلے پر ایک بہت  
وسیع اور مرتفع چبوترے پر سر بفلک کھڑے ہیں۔ یہ گنبد حضرت خواجہ بندہ نواز کے تالاب کے  
مغربی کٹے پر ہیں۔ کچھ دنوں پیشتر اس چبوترے کو توڑ کر بیچ میں سے ایک چوڑا راستہ شرقاً اور غرباً  
نکال دیا ہے جس سے اس چبوترے کے دو کمرے ہو گئے ہیں۔ اب دو چوڑاں گنبد شمالی چبوترے  
پر ہیں اور پانچ جنوبی پر۔ جنوبی چبوترے کا طول شرقاً غرباً (۶۰۰) فٹ اور عرض شمالاً جنوباً (۱۲۷)  
فٹ ہے۔ چبوترہ تالاب کی طرف (۲۵) اور غرب میں (۵) فٹ بلند ہے۔

**گنبد نمبر ۱** جنوبی چبوترے کے غرب میں بستی سے ملا ہوا ہے۔ درج چار دیواری پر بنا  
ہوا ہے۔ اس کی ہر طرف کی دیوار کا طول (۶۰) فٹ ہے اور دور (۲۲۰) فٹ ہے۔ چبوترے سے  
کلں تک (۶۰) فٹ کی بلندی ہے۔ اس گنبد میں پانچ قبریں ہیں جو سب کی سب خراب و خستہ  
پڑی ہیں۔ گنبد میں تین طرف دروازے ہیں صرف مغرب کی طرف دروازہ نہیں ہے۔ کتبہ کوئی  
نہیں ہے البتہ چھت میں بہت بلندی پر کچھ سورتیں کلام الہی کے بے شمار نقش و نگار ہیں لکھی ہوئی ہیں  
جہاں نگاہ کام نہیں کرتی قحط کے زمانے میں سارے تختہ زندہ ان گنبدوں میں تھے ان کے کھانے

کہانے پکانے کے جو یس سے دیواریں کالی ہو گئی ہیں اور نقش و نگار سب غارت ہو گئے۔ ۱۳۱۷ھ میں اعلیٰ حضرت غفرلہ مکان کی رونق افزیزی کے وقت آپک پاشی کی گئی تھی جس کی وجہ سے یہ گنبد اپنا نورانی چہرہ دور سے لوگوں کو دکھلا کر آنکھوں کو روشنی بخشتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب مجاہد شاہ کو داؤد خاں نے بیجا نگر سے جگر آتے ہوئے قتل کر ڈالا تو اس کی لاش کو قدیم ہڑواڑ میں نہ لے جا کر اسی مقام پر دفن کر دیا۔ مجاہد شاہ کی بہن روح پرور آغا نے بعد میں یہ عالی شان گنبد اپنے بھائی کی قبر پر بنوایا اور خود بھی مع اپنی بھانج کے اسی میں آسودہ ہیں۔

گئے ہیں پنج و خم اے داغ بعد مرگ ساتھ اپنے اگر نکلے تو یہ اپنے رفیق ان عدم نکلے گنبد نمبر ۲ عرض طول اور بلندی میں بالکل گنبد نمبر ۱ کے برابر ہے اور پہلے گنبد کے مشرق میں ہے۔ دروازے بھی تین طرف ہیں مغرب کی طرف ندارد۔ اندر بیچوں بیچ میں اب صرف ایک قبر باقی ہے۔ جو محمد سحر بن داؤد شاہ کی ہے جس کو تیرہ سال کی عمر میں کھول کر قتل کر دیا گیا تھا۔

فروغ چشم اغوت اب انجمن میں نہیں نشان اہل وفا نام کو وطن میں نہیں اڑا کے بادخزاں لے گئی کہاں یہاں کہ گل لڑ گیا کوئی کانسٹ بھی اب چین میں نہیں گنبد نمبر ۳ نمبر ۲ کی مشرقی سمت سے ملا ہوا ہے اور عرض و طول وہی ہے جو ہم اوپر لکھ آئے۔ گویا ایک ہی کینڈے کے بنے ہوئے ہیں۔ گنبد نمبر ۲ کا مشرقی دروازہ اس گنبد سے ملا ہوا ہے۔

چار قبریں موجود ہیں۔ ایک سٹ رہی ہے۔ اس کے چار دروازے ہیں جن میں سے مغربی دروازہ گنبد نمبر ۲ سے ملتی ہے۔ اس میں داؤد شاہ بن حسن گانگوی مع اپنی بیویوں کے میٹھی نیند سو رہا ہے۔ قصر عالی شان بنواؤ مگر اے مستحمو گوشہ تار یک مرقد کو نہ بھولو اک ذرا

گنبد نمبر ۴ و ۵ دونوں جوڑواں ہیں اور اسی چوترے پر گنبد نمبر ۳ سے (۱۴۲۳) فیٹ کے فاصل سے مشرق کی طرف واقع ہیں۔ ان دونوں گنبدوں کی آن بان کا اور کوئی گنبد نہیں ہے۔ یہ دونوں گنبد بہترین نمونہ انسانی حرفت اور صنعت کا ہیں۔ ان کا عرض و طول کچھتر چھتر فیٹ ہے اور بلندی بھی اسی قدر ہے۔ ان گنبدوں کی بیرونی دیواروں پر پانچ پانچ عظیم الشان خوب صورت محرابیں بنی ہوئی ہیں جن میں سے شمالی اور جنوبی رخ پر بیچ کی محرابوں میں دروازے ہیں۔ دروازوں پر ایک گز عرض سائباں تھا جو گر گیا۔ ان پانچوں محرابوں کے اوپر چوہرے اور پانچ محرابیں

رکھی گئی ہیں جن سے رفعت اور بلندی دو بالا ہو گئی ہے۔ ان بالائی محرابوں پر نہایت خوب صورت ایک گز بلند جنگلا بنایا گیا ہے اور چھوٹی چھوٹی برجیاں نکالی گئی ہیں۔ گنبد نمبر ۴ میں اب صرف ایک قبر باقی ہے لیکن قریبہ دال ہے کہ اور قبس میں ہی تھیں جو لوگوں کے ہاتھ سے نیست و نابود ہو گئیں گنبد نمبر ۵ میں تو ایک قبر بھی نہ چھوڑی صفایا کر دیا۔ ہمارے افسوس کہ ان گنبدوں میں وہ لوگ مدفون ہیں جن کے سروں پر پتھر شاہی سایہ فگن تھا اور جن کے زیر نگین ملک و کن تھا۔ آج ان کی قبروں کا نشان تک بھی باقی نہیں اور بالیقین نہیں کہہ سکتے کہ یہاں کون آسودہ ہیں قیاس چاہتا ہے کہ کہ فیروز شاہ بہمنی کے خاندان کے لوگ ہوں گے۔

حاجت نہیں ہے گور غریباں کو سایہ کی بہتر ہے آسمان سے بھی شامیا نہ کیا گنبد نمبر ۴ سادہ ہے جس کی سادگی پر لاکھ بناؤ قربان۔ گنبد نمبر ۵ البتہ نقش و نگار سے مرصع ہے۔ اس کے اندر چاروں طرف تین تین محرابیں نہایت نفیس بنی ہوئی ہیں اور ایسی ایسی جالیاں پتھروں میں کاٹی ہیں کہ پتھر کو موم کر دیا ہے۔ ان محرابوں کے اوپر پھر ایک فنٹ چوڑی پیل پتھر میں کھود دی گئی ہے جو گنبد کے چاروں طرف دو لگی ہے۔ اس پیل میں قرآن پاک کی سورتیں مثل آیتہ الکرسی۔ چاروں قل۔ سورہ اخلاص۔ فاتحہ وغیرہ منقوش ہیں اور اسی طرح اوپر تک سلسلہ چلا گیا ہے۔ غرض اس گنبد کی عمارت ان تمام بے نظیر اسلامی عمارتوں میں کی ایک ہے جو اسلام کی جبروت اور اس کے بانیوں کی عظمت اور سطوت کا دایمی ثبوت ہے۔ اس گنبد کو خاص طور پر آراستہ کرنے سے ظن غالب ہے کہ فیروز شاہ بہمنی اسی گنبد میں مدفون ہو گا جس کی سلطنت سنہ ۸۲۵ھ سے ۸۲۷ھ تک تھی۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ فیروز شاہ کے بے شمار محل تھے چنانچہ اس بادشاہ نے حسب ایما کے میر فضل اللہ انجو تلمیذ حضرت ملا سعد الدین تفتازانی ایک شب میں آٹھ سو عورتوں سے متعہ کیا تھا۔ حسن گانگوی کی اولاد میں سوائے فیروز شاہ کے اور کوئی مسئلہ متعہ کا قائل نہ تھا۔ ان دونوں گنبدوں میں زمانہ دراز تک ضلع اور صوبہ داری کی کچھیاں تھیں۔ نواب یار جنگ بہادر ہی ایسے باحمیت مسلمان تھے کہ انھوں نے جداگانہ کچھیاں بنا کر ان مقامات متبرک کو اس بے حرستی سے نجات دلائی۔ جزاۃ اللہ تعالیٰ حسن البحرہ۔

گنبد نمبر ۶

شمالی چبوترے پر ہے سات فیٹ مرلج ہے۔ تین دروازے ہیں۔ سات فیٹ بلند ہے اندر تین قبریں ہیں وہ بھی خستہ۔ باوجودیکہ لاکھوں روپیہ کی طیاری کی عمارت ہے مگر زمانے کی حالت

دیکھئے کہ آج باوجود کوشش کے بھی ہم پتہ نہ لگا سکے کہ کس کا گنبد ہے۔

گلشنِ جنت کو مرغِ جاں روانہ ہو گیا اُوگیا بلبل تو ویراں آشیانہ ہو گیا

**گنبد نمبر ۱** گنبد نمبر ۱ کے مغرب میں صرف اٹھارہ فیٹ کے فصل سے واقع ہے۔ عرض ۳ طول مثل گنبد نمبر ۲ کے ہے۔ اندر صرف ایک قبر ہے۔ گنبد نمبر ۲ درمیان سلطان غیاث الدین (مکحول) بن محمود شاہ بہمنی اور اُس کے متعلقین کی قبریں ہیں۔ اس گنبد کا طول و عرض ۱۶۳ x ۸۱ فیٹ ہے۔

ان سات گنبدوں کے علاوہ اور دو گنبد بھی ہیں جن میں سے ایک گنبد نمبر (۵) کے جنوبی دروازے کے محاذی ہے۔ یہ (۲۸) فیٹ مربع اور (۲۸) فیٹ اونچا ہے۔ اس کے بھی تین دروازے ہیں مگر قریب ندارد۔ دوسرا گنبد جنوبی چبوترے کے نیچے تالاب کے کنارے گنبد نمبر ۵ کے مشرقی جانب پچاس فٹ کے فاصلے سے ہے۔ ۲۸ فٹ مربع اور تین دروازے ہیں اور دو قبریں جن پر ایک کاشتکار صاحب مسلط ہیں۔

بغیر سبزہ پوشہ کے مزار مرا کہ پردہ پوش غریباں ہمیں گیاہ لبس

**چور گنبد** ایرانی عید گاہ کے شمال و مغرب کے کونے پر ایک ٹیکڑی پر یہ عالی شان گنبد بنا ہوا ہے جس کے گرد اگر سنگین فرش دور تک پھلا ہوا ہے جس کے چاروں طرف ایک مربع چار دیواری ہوئے کی علامت ہے۔ یہ گنبد دور سے نظر آتا ہے اور قابل دید عمارت ہے۔ وجہ تسمیہ یہ کہی جاتی ہے کہ بستی سے دور جنگل سیلابان میں واقع ہے اس میں چور پناہ گزیں تھے دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کی بالائی سیڑھیوں پر لڑھیل کھپ ہے۔ اور مختلف چور راستے ہونے سے انسان راستہ بھول جاتا ہے اس کے علاوہ کہا جاتا ہے کہ قلعہ سے اس گنبد تک چور راستہ ہے چنانچہ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ جب فیروز خاں اور احمد خاں دونوں بھائی لیکا ایک قلعہ کے اندر گھس آئے تو شمس الدین بادشاہ اسی چور راستے سے بھاگنے کے لئے تہ خانے میں گھسنا چاہتا تھا کہ اسے پکڑ کر مکحول کر دیا۔ اس گنبد میں کوئی قبر نہیں ہے۔ نواب فرامرز جنگ بہادر اول قلعہ دار نے اس کو تفرج گاہ بنانا چاہا تھا مگر کھودنے میں کچھ قبریں نکلیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ دفن تھے لہذا اس ارادے سے باز رہی۔ اُس زمانے میں بڑے بڑے تاجر گنبد بنا کر طیارہ کھتے تھے جب کوئی امیر مرنے لگا تو

بنے بنائے گنبد کو خرید لیا جاتا تھا۔ بعض گنبد چوبیسوں سے خالی رہ گئے اس کی وجہ یہی ہو کہ وہ کام نہ آئے۔

**سیدی عنبر کا گنبد** دروازہ پائیں روضہ بزرگ کے قریب سیدی عنبر کا بنایا

ہوا ایک خوش نما گنبد ہے۔ یہ وہی سیدی عنبر ہے جو دولت نظام شاہیہ احمد نگر کا رکن اعظم ہو گیا ہے۔ اس نے سلطنت نظام شاہیہ سپاہ مغل کے آسیب سے محفوظ رکھا اور یہ حبشی نژاد قطب شاہی اور عادل شاہی کے اکثر مقبوضات پر قابض تھا اور ملک صندل خواجہ سراجا کا ہم عصر بھی تھا۔ اس سے اور نظام شاہ سے کئی لڑائیاں ہوئیں مگر شاہیہ میں عادل شاہ کے کہنے سے فی مابین صفائی ہو گئی۔ غرض کہ مرتضیٰ نظام شاہ کے زمانے میں بھی عنبر حبشی سارے امیر سلطنت کو انجام دیتا تھا۔ اس گنبد میں سیدی عنبر کی قبر نہیں ہے۔ گنبد کے دروازے کی پیشانی پر کتبہ ذیل سنگ سیاہ پر یہ خط نسخ نہایت جلی حروف میں کندہ ہے۔ پتھر کا طول ۴۲ ۱/۲ اور عرض دو فیٹ ہے۔ ع چہ خوش دید گنبد بن کر عنبر۔

۵۰۰

اس پتھر کا حاشیہ نہایت خوش نمایاں لبوٹوں سے آراستہ ہوا درپنچ میں مصرعہ بالا لکھا ہوا ہے حقیقت میں گلہ گرہ بھی کوئی کتبہ اس سے بہتر نہیں ہے۔

نہی نشو و نما سبزہ ہو گو رخسار پر ہوا ہے چرخ رنگاری چو آگے تھی سواب بھی ہو زمانہ مقبرہ روضہ خور داد اور کائے گنبد کے عقب میں ایک وسیع مقبرہ ہے جس میں

سوسو سوزناتی قبریں ہیں جن میں سے ایک قبر کی سیدھی جانب مشرق رویہ دیوار پر یہ کتبہ ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ الحکم کلہ وفات مرحومہ مغفورہ بتاریخ غرہ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ

اولاد ندیم بارگاہ جناب خواجہ عبدالصمد انصاری نورالمد مرقد ہاے برقرار ماغریباں لڑچراغے لڑ گئے فی پر پروانہ سوز و فداے بلبلے

۱۵۔ گنبد اور قبر سیدی عنبر کی خلد آباد میں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گلہ گرہ میں بھی احتیاطاً اپنے نام کا ایک گنبد بنوایا تھا مگر مٹی خلد آباد کی تھی وہیں پیوند خاک ہوا۔

دو چہینہ آدمی راکش زور زور یکے آب ودانہ دوم خاک گور

کتبہ چو کھنڈی حضرت  
جہاں گیر صاحب دہلی  
۸۱۳ھ

سنگ سیاہ پر بخط ثلث نہایت خوش خط اور واضح ہو۔  
اب جامع مسجد قلعہ کے محاذی حضرت جہاں گیر صاحب  
قادری کی درگاہ کی چو کھنڈی کے باہر زمیں پر رکھا ہوا ہے۔

کُلُّ مَنَ عَلِمَ مَا فَنَ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ  
وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔ هَذَا أَقْبَرُ مَبَارَكُ الْمَخْفُورِ الْمَرْهُومِ حَاجِي  
كُحْمُو دِينَ حَاجِي حَسِينِ لَا هِيَجَانِي سَنَةِ اربع عشر وثمان مائة  
۸۱۳ھ (مطابق سال ۱۴۱۷ع)

ملک سیف الدین غوری کا مزار فرمان تالاب کے پاس ملک سیف الدین غوری کی  
مسجد کے پیچھے اسماعیل مخ اور اُس کی بیوی کی دو قبریں سنگ سیاہ کی بالکل خستہ حالت میں ہیں  
جن کی حیرت ناگ حالت دیکھ کر وہ زمانہ یاد آتا ہے کہ جب اسماعیل نے تاج شاہی پہنا تھا اور تمام  
ملک دکن گجرات اور خاندیس کے امراء اس کی طرف سے محمد تغلق جیسے زبردست شہنشاہ  
سے لڑے تھے۔ آہ افسوس کہ آج اُس کی نہایت خوب صورت اور نچتہ قبر جو حادثہ زمانہ سے  
پامال ہو۔

اسماعیل مخ کا مزار اسماعیل مخ کی قبر سے مغرب کی طرف فرمان تالاب کا بھنڈا رہا اور  
اسی تالاب کے مغربی جانب ایک بلند چوڑے پر سلاطین علاء الدین حسن گانگوی بہمنی  
کا مزار ہے جس پر ایک نہایت خوش نما گنبد بنا ہوا ہے جو مریخ ہے اور عرض و طول ۷۵ فٹ  
اور کس تک بلندی بھی اسی قدر ہے۔ اس کے تین دروازے ہیں صرف مغرب کی طرف دروازہ  
نہیں ہے۔ گنبد کی چھت میں چینی کا کام ہے جس میں بہت بڑی نقاشی اور صنعت دکھائی گئی  
ہو انواع و اقسام کے پیل بوٹے اور گل کاری دیکھ کر جی خوش ہو جاتا ہے۔ قبة کے اندر سب سے  
بلند مقام پر سلطان کا نام لکھا ہوا ہے۔ اس گنبد میں تین قبریں ہیں۔ پادشاہ کی قبر سنگ سیاہ کی  
نہایت ہی خوش وضع اور خوب صورت بنائی گئی ہے جو فرش زمین سے چار فٹ بلند ہے۔ اس کے

۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰



ہیلو میں اس کی پیاری بی بی ملکہ جہاں آسودہ ہو۔ تیسری قبر جو بالکل شکستہ ہی نہیں کہ کس کی  
ہی قیاس چاہتا ہو کہ کسی عزیز قریب کی ہوگی۔ حسن کا مقبرہ اُس کے بیٹے محمد شاہ ہمینی نے  
بنوایا اور دو سو حافظ تلاوت کلام مجید کیا کرتے تھے آج کوئی فاتحہ پڑھنے والا بھی نہیں ہے  
فاتحہ مرقد ویراں پہ بھی پڑھتے جانا اُن سے کہہ دو جو ہیں اس در سے گزر جائے

سلطان علاء الدین حسن

گانگوی ہمینی کا گنبد

حسن کے گنبد کے مشرقی دروازے کے محاذی ایک چبوترے  
پر صدر اعظم ملک نایب سیف الدین غوری کی پختہ قبر ہے مگر اب مرمت طلب ہے۔ اس چبوترے  
پر اور بھی کچھ قبریں ہیں جن کے نام آج کون بتلا سکتا ہے۔

سلطان محمد شاہ ہمینی کا گنبد

حسن کے گنبد کے مغرب میں کوئی سو گز کے فاصلہ سے اُسی  
وضع کا ایک دوسرا عالی شان گنبد حسن کے بیٹے سلطان محمد شاہ ہمینی کا ہے۔ گنبد مربع ہے جس کا  
عرض و طول اور بلندی چالیس فیٹ ہے جو ایک خوش نما چبوترے پر بنا ہوا ہے۔ تین طرف دروازے  
ہیں مغرب کی طرف بند ہے۔ اس کی چھت میں بھی رنگ آمیزی اور کٹکاری پیل باٹوں کی بے نظیر صنعت  
ہے۔ اس میں دو قبریں تھیں۔ ظالموں نے مردوں کو بھی ستایا اور ان کے لشوئے اگھیر کر ایک کونے  
میں ڈال دئے۔ افسوس یہ اُس شہنشاہ خجماہ کی قبر ہے جس کا نام سلطان المعظم قبراں المکرم الی  
المنظر سلطان محمد شاہ ہمینی بن سلطان حسن گانگوی سکوں میں کھودا جاتا اور خطبوں میں پڑھا جاتا  
تھا آج اُس کی اور اُس کی زوجہ مکرمہ ملکہ جہاں بادشاہ پگد جو صدر اعظم ملک سیف الدین  
غوری کی دختر نیک اختر تھی کی قبریں بھی صحیح سلامت نہ رہیں مگر اب بھی کچھ نہیں گیا تمام پتھر گنبد میں  
موجود ہیں اگر حکام مقامی ذرا توجہ فرمائیں تو پھر صد ہا سال کے لئے یہ اسلامی یادگار مستحکم ہو جاتی ہے۔  
اور سیاحوں کو اپنا پر حسرت اور عبرت خیز منظر دکھلانے کے لئے قائم رہ سکتی ہے۔

رہنے والے ہیں یہ نادان کہ جانے والے خاک سجھے نہ مکالوں کے بنانے والے

اس گنبد کی مغربی دیوار کے سامنے ایک دیوار باقی ہے جس میں محرابیں ہونے سے مسجد کی معلوم دیتی  
ہے۔ اس کے صحن میں قبرستان تھا جو اب قریب قریب معدوم ہے اور ٹوٹی پھوٹی چند قبریں اب بھی  
دکھائی دیتی ہیں غالباً یہ ساری قبریں محمد شاہ کے خاندان اور امرا کی ہوں گی جو گنبد کے باہر

دفن کئے گئے۔

**ہیراپور** یہ قریہ گویا شہر گلبرگہ کا ایک محلہ ہے جو گلبرگہ سے دو میل ہوا اب اس موضع میں پانچ بانی کی "محبوب شاہی ملز" ہے جو گلبرگہ سے شولاپور جاتے ہوئے داہنے ہاتھ پر ریل کی سڑک پر سے صاف نظر آتا ہے حصار نواب باقی نہیں صرف ایک دروازہ کھڑا ہے۔ ایک چھوٹی سی ایک درسی مسجد اور باقی گھر نی کی عمارات ہیں۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی جب ۹۸۹ھ میں مع اپنی والدہ چاند سلطانہ کے حضرت بندہ نوا گیسو دراز کی زیارت کے لئے آیا تھا تو چاند بی بی نے ایک باغ اور باؤلی تعمیر کرائی تھی۔  
**باغ اور باؤلی کا کتبہ ۹۹۱ھ** کتابہ ذیل ہیراپور لعلہ گلبرگہ کی بڑی باؤلی اور اس کے ایک باغ کے متعلق ہے جو حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی خدمت میں بطور نذر پیشکش کیا گیا تھا اور سیڑھیوں کے پاس بجانب چپ ایک دیوار میں ذرا لمبائی پر لگا ہوا ہے۔ جس کا طول سوا گز اور عرض نصف گز ہے۔ اس کی عبارت بخط نسخ سنگ سیاہ پر کندہ ہے جو نہ زیادہ جلی ہو اور نہ بہت خفی۔ خط معمولی ہے اکثر الفاظ بغیر غور و فکر کے پڑھے نہیں جاسکتے فریب آں کہیں کہیں پر فرسودگی نے حک و محو کا قلم بھی پھیر دیا ہے اس کی تحتانی سطر نہایت ہی گنجان ہے اور کنگی جا بجا سے اس کو چاٹ گئی ہے۔ واضح ہو کہ یہ کتابہ سلطان ابراہیم عادل شاہ ثانی کے زمانہ کا ہے۔ چونکہ سلطان علی عادل شاہ کا کوئی بیٹا نہ تھا اس لئے اُس نے اپنے بھائی طہماسپ کے بیٹے ابراہیم عادل شاہ ثانی کو ۹۸۷ھ میں ۹۸۷ھ میں اپنا ولی عہد بنایا۔ جب یہ پادشاہ علی عادل شاہ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا ہے تو اُس وقت اُس کی عمر نو برس کچھ مہینوں سے زیادہ نہ تھی۔ چاند بی بی زوجہ علی عادل شاہ اور کامل خاں کو امور سلطنت میں کامل اقتدار حاصل تھے۔

کتبہ

حضرت نواب کامیاب گردوں اقتدار بہاولوں ارفع اقدس اعلیٰ ابراہیم عادل شاہ خلد اللہ  
 مملکت و سلطنت توجہ زیارت حضرت قطب الاقطاب شہباز سرفراز مخدوم سید محمد حسینی  
 گیسو دراز قدس سرہ فرمودہ من ثالث شہر محرم الحرام ۹۸۹ھ مع عساکرہ منظر و منہور

دریں بقعہ منزل فرمودند و حضرت علیا زماں مخدومہ جہاں والدہ مذکورہ اب فلک اقتدار و وسعت شعار و ہدایت آثار نظر فرمودند۔ چشمہ آب و بارغ با شجار اثمار بنا فرمودند فی الساریخ از شہر محرم الحرام شہور ۹۹۲ھ (۱۵۸۶ء) مین ہجرت النبویۃ علیہ السلام یارب این آثار در گاہ را  
إلی یوم القیام ہجرتہ البنی علیہ السلام نگاہ داراد بسمینہ و کرمہ امین۔

پائیں بارغ کا کتبہ ۹۹۲ھ کتابہ ذیل ہیراپور میں ایک شکستہ دیوار پر رکھا ہوا ہے اور عادل آباد کے ایک مکان واقع پائیں بارغ کے متعلق ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہی بارغ ہے جس کا ذکر کتابہ مافوق میں ہو چکا ہے اور شاید اس مقام کو پہلے عادل آباد کہتے تھے اور سلطان ابراہیم عادل شاہ ثانی نے اس کو بسایا تھا چنانچہ دونوں کتابوں کا ایک ہی نسخہ ہے۔ یہ کتابہ اگرچہ سنگ سیاہ کا ہے مگر اس وقت گردش زمانہ نے اس کا وہ رنگ و روپ باقی نہیں رکھا اس کی عبارت بخط نسخ بہت باریک اور نہایت گنجان کندہ ہے اور بدقت پڑھی جاتی ہے۔

”بنا نمودن بیت عادل آباد لیکنانہ داخل بارغ و پائین در عہد سلطان عادل شاہ غازی بموجب امر خدمت گاری نمود با باجی الخطاب ضابطخان نائب غیبت شہر احسا آباد شہور سنہ اربع و تسعین و تسعمایہ ہجریہ۔“

۹۹۲ھ (۱۵۸۶ء)

کتبہ بر قبر متصل لنگر خانہ کتابہ ذیل سنگ سیاہ پر بخط ثلث کندہ ہو کر ایک مزار کے سرہانے نصب کیا گیا ہے یہ پتھر طول میں تین فیٹ اور عرض میں دو فیٹ ہے۔ اس پتھر کے دو نوٹخ کندہ ہیں۔ باہر کی طرف ایماہ اثناعشر علیہم السلام کے اسماء مبارک مرقوم ہیں جن کو سرہانے کھڑے ہو کر پڑھ سکتے ہیں۔ انہوں نے اس پتھر پر کوئی سنہ نہیں ہوا اور نہ اس کے دیکھنے سے صاحب قبر کا کچھ پتہ چلتا ہے یہ قبر عقب لنگر خانہ روضہ بزرگ و جانب دروازہ بائیں رخ واقع ہے۔  
اللہم صل علی محمد و علی و علی بن ابی طالب و علی بن ابی طالب و علی بن ابی طالب و علی بن ابی طالب  
بکر بلا و علی بن ابی طالب و علی بن ابی طالب و علی بن ابی طالب و علی بن ابی طالب و علی بن ابی طالب  
الکافی و علی بن ابی طالب و علی بن ابی طالب و علی بن ابی طالب و علی بن ابی طالب و علی بن ابی طالب  
المہدی محمد صاحب الزمان صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

اس پتھر کے دو سر رخ پر اندر کی طرف ایک شعر بہ خط ثالث کندہ ہے جو بغیر پائیں قبر  
کھڑے ہونے کے نہیں پڑھا جاسکتا اس کے حروف کہیں کہیں سے مدٹ بھی گئے ہیں  
اس میں بھی کوئی سند یا صاحب مرقد کا کچھ پتہ نہیں ملتا ہے۔ اس مزار کے بازو ایکسا اور  
قبر پر جس کا تعوید بالکل سنگ سیاہ کا بنا ہوا ہے۔ البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی صاحب مقام  
سید صیح النسب ہیں ۵

مقصود رخ نفاقت زرد گاہ اہل بیت معلوم شد کہ قبلاً مقصود ایں درست



## تذکرہ اولیائے کرام و بزرگان عظام گلبرگہ شریف

خاصان خدا خدا نسا شد لیکن ز خدا جُدا نسا شد  
سید شاہ حسام الدین حسینی تیغ برہنہ قلعہ کی مشرقی خندق اور صدر مجلس کے درمیان  
جلت کے تالاب کے شمالی کٹے پر آپ کا مزار ہے

آپ دکن کے اولیائے متقدمین میں سے ہیں۔ آپ حضرت خوند میر حسینی دہلوی کے فرزند ہیں۔  
آپ کا نسب حضرت امام محمد تقی پنجمی ہوتا ہے۔ اپنے والد ماجد کے خلیفہ تھے اُن کی رحلت کے  
بعد آپ دکن میں تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ صرف آپ کے ہمیشہ زادے تھے جن کا مزار  
فرمان تالاب کے متصل ہے جس وقت حضرت گلبرگہ شریف لائے راجہ کشن راج کا دورہ ختم ہو کر آیا  
آنا گندی مسلط تھا۔ آپ ہمیشہ جذبے میں رہتے تھے اور دونوں کنہروں پر دو برہنہ تلواریں لٹکی رہتی  
تھیں۔ آپ بڑے کامل ولی تھے۔ آپ کا وصال ۲۷ ربیع الاول ۷۸۸ھ میں ہوا۔ مادہ تاریخ وفات  
”خلد ولی“ ۶۱۔

حضرت شیخ سعد زنجانی ۷۲۹ھ بُرائی میدان گاہ کے شمال میں ایک چبوترے پر آپ کا  
مزار ہے۔ آپ حضرت نظام الدین اولیا و بدایونی کے خلیفہ تھے اور حضرت شیخ نصیر الدین اودھی  
چراغ دہلوی کے پیر بھائی ہیں۔ اپنے مرشد کے وصال کے بعد ۷۲۵ھ میں دہلی سے روانہ ہو کر  
گجرات اور دیگر مقامات میں پھرتے ہوئے ۷۲۹ھ میں گلبرگہ شریف لائے۔ ان دونوں حضرات  
میں بہت میل ملاپ تھا۔ آپ کا وصال ۷۳۷ھ میں ہوا۔ حضرت بندہ نواز مدظلہ العالی ہر حجرات  
کو آپ کے مزار پر فاتحہ خوانی کو جایا کرتے تھے۔ حضرت کی اولاد موضع کنکن پل تعلقہ کسٹیرم میں موجود ہے  
اور یہ موضع سلاطین دکن نے بطور جاگیر دیا تھا جو اب تک بحال ہے۔

حضرت شیخ منہاج الدین بازار آصف گنج میں ہومن آباد کے دروازہ کی جانب راست  
تیمی الانصاری ۷۳۷ھ رنگین مسجد کے قریب آپ کا مزار ہے۔ آپ کے مقبرے کے

لے نظام سٹٹ ریلوے کا ڈپٹی جنکشن سے دوسرا سٹیشن ۱۲۔

قریب ایک مسجد اور شیریں پانی کی باؤلی ہے۔ آپ حضرت سید خوند میر علاء الدین جوہری دولت آبادی کے خلیفہ ہیں۔ آپ میں اور شیخ الدین گنج العلوم سے بہت خلوص و محبت تھی۔ آپ ۷۳۷ھ میں گولہ تشریف لائے جب ہندوؤں کی حکومت تھی۔ آپ کا وصال ۱۲ شوال ۷۳۷ھ میں بعد سلطان علاء الدین گانگوی میں ہوا۔ آپ کے فرار پر شیریا کرتا تھا اس سبب آپ کو حضرت شیخ مکے رواں بھی کہتے ہیں۔

۷۳۹ھ شیخ ضیاء الدین قتال شہید آپ حضرت شیخ فرید الدین سہروردی صنی شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ آپ اپنے پیچہ حضرت

سید خوند میر علاء الدین جوہری کی خدمت میں شب دروز حاضر باش رہتے تھے۔ ایک دن کسی فقیر نے آپ کو دھوکے سے گانچہ ملا دیا جس سے سرھکرائے لگا اور توڑ ہو گئی جس کی چھینٹیں حضرت پیر و مرشد کی غلیں پر پڑیں۔ جب حضرت نے جو تینوں کو توڑ میں تھرا ہوا دیکھا تو بہت خفا ہو کر کہا کہ کیوں ایسی بات کی ایسا ہی تو پیٹ میں پتھر بھر لینا تھا۔ شیخ صاحب کا کیف جاتا رہا اور اپنے مرشد کی خفگی سے پشیمان ہو کر ملک دکن کی راہ لی اور گولہ تشریف لائے۔ ملک دکن ایک کفرستان تھا راجہ بھیرن کی حکومت تھی۔ شہر کے دروازے سے ملا ہوا ایک بڑا بت خانہ تھا جس کی پوجا بڑے اہتمام سے ہوتی تھی روزانہ ایک آدمی کی گردن دیو کے سامنے بھینٹ چڑھا جاتی تھی۔ آپ اسی بت خانہ کے قریب مع اپنے ہمراہیوں کے ٹھہرے۔ آپ نے دیو کو طلب کیا اور اُس سے ضروری سامان لکڑی وغیرہ منگوایں جب اُس نے سب چیزیں لادیں تو آپ نے کھانا وغیرہ پکایا اور دیو کو چھوڑ دیا۔ بت نے راجہ کے خواب میں جا کر مسلمانوں کی شکایت کی راجہ نے فوراً فقراء کو بلوا بھیجا۔ صبح کا وقت تھا آپ نماز صبح سے فارغ ہو چکے تھے اور راجہ کی طلبی کا حال آپ پر منکشف ہو چکا تھا خود بھی مع ہمراہیوں کے تشریف لے گئے۔ راجہ نے شکایت کی کگل شب کو تم نے ہمارے دیو کو جیسا ستایا ویسی اب سزا بھگتو۔ یہ کہتے ہی اپنے ہمراہیوں کو اشارہ کیا انھوں نے پتھر لکڑی۔ تلوار۔ تفنگ سے سارے فقراء کو مار ڈالا حضرت شیخ بھی اس معرکہ میں سخت زخمی ہوئے لیکن زندہ تھے آپ نے فرمایا کہ میرا پیٹ چاک کر کے پتھر بھر دو جب جان نکلے گی (یعنی مرشد کا قول پورا ہونا چاہیے) چنانچہ کفار نے ایسا ہی کیا اور آپ

کی روح پُر فتوح واصل بحق ہوئی۔ یہ واقعہ ۱۳۹۷ھ کا ہے۔ آپ کا مزار شریف قلعہ کے اس طرف عید گاہ کے راستے میں فرمان تالاب کے متصل ہے۔ آپ کی قبر ایک چبوترے پر ہے۔ آپ کی سیدی طرف آپ کی والدہ ماجدہ اور بایں جانب آپ کے بھائی کا مزار ہے۔

حضرت شیخ سراج الدین محمد شاہ بازار کے غریب جانب قطب الانام غوث اسلام رکن الحق جندی شہیدہ والدین بندگی مخدوم حضرت شیخ سراج الدین جندی قدس سرہ کا روضہ مبارک ہے۔ آپ کا گنبد اور عالی شان دروازہ اور اس کے دونوں جانب کے دو بلند مینارے یوسف عادل شاہ کے بنوائے ہوئے ہیں۔ گنبد کے دروازے پر یہ شعر لکھا ہوا ہے

مرجع اہل اسلام صاحب نگین قتاج قطب دوران ابن محمد سراج  
کل مصرع سے تاریخ وفات ۱۰۷۷ھ لکھی ہے اور لفظ قطب سے سن شریف (۱۱۱۱) اور دوران ابن محمد سراج سے ۱۰۷۷ھ سال ولادت نکلتا ہے۔

آپ جناب سید الطایفہ خواجہ جندی بخارادی قدس سرہ کی اولاد سے ہیں جن کا نسب گرامی حضرت سلم بن عبدالمنان جد آن حضرت صلعم تک پہنچتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بی بی سطورہ بنت سلطان عبداللہ قشوری (پشاور) تھیں۔ آپ کے والد ماجد ابو المظفر محمد سراج الدین بغداد سے قشور پہنچے تو عبداللہ بادشاہ قشور کے فرزند نے آپ کے ملاقات کی اور اپنی بہن سے نکاح کر دیا۔ جن سے چار فرزند ہوئے۔ آپ کا اصلی نام شیخ محمد رکن الدین ہے لیکن آپ اپنے باپ کے ہی نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کی ولادت ۱۰۷۷ھ میں ہوئی۔ آپ بہت کم سن تھے جب باپ کا سایہ اٹھ گیا۔ آپ کو آپ کے مامو سلطان قشور نے پرورش کی۔ جب آپ سن شعور کو پہنچے تو تلاش مرشد میں شہیدہ دولت آباد تشریف لائے اور حضرت سید اسادات مدار العلوم بندگی مخدوم سید خوند میر علماء الدین جوہری سے بیعت کی اور خلافت لے کر دہلی گئے آپ کے مرشد ولی اور قطب تھے۔ حضرت قوام الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ طایفہ میں شہداء الوقت تھے۔ دکن میں آپ کے تین خلیفہ آئے تھے ان میں ایک آپ تھے آپ کا وصال یوم جمعہ ۲۸ شعبان ۱۱۷۷ھ میں ہوا اور دولت آباد میں مدفون ہیں اور ایک روایت

یہ ہے کہ آپ کا تابوت آپ کے فرزند دہلی لے گئے۔ دہلی میں سلطان غیاث الدین تغلق آپ کا بہت معتقد ہو گیا اور بہرات میں آپ کی راس پر کار بند ہوتا تھا۔ امراء و ارکان دولت کو یہ امر ناگوار ہوا اور کسی طرح آپ کو ٹالنا چاہتے تھے۔ ورنہ گل کے راجہ پرتاب زور نے شاہی فوج کو شکست دی تھی۔ اس لئے ایک دوسری مہم سپرد کی شہنشاہ اودھ الخ خاں اس کی سرکوبی کو بھیجے جا رہے تھے آپ کو بھی اس خیال سے ساتھ کر دیا کہ آپ کے قدموں کی برکت سے لشکر اسلام کی فتح ہوگی آپ تشریف لے گئے اور خدا کی شان کہ لشکر اسلام کی پوری فتح ہوئی۔ اس کامیابی کا انشا اشریاد شاہ پر ہوا وہ ڈرا کہ جب ان میں اس قدر قدرت ہو کہ راجہ ورنہ گل کو شکست دی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ میری سلطنت بھی کسی دن چھین لیں۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ تمام خلافت آپ کی گردیدہ تھی ممکن نہ تھا کہ آپ کو کھلے خزانے نکال دیتے تب وزیر نے یہ چال چلی کہ آپ سے کہا کہ آپ جب دربار میں آئیں تو منہ پر نقاب ڈال کر آیا کیوں کہ حرم شاہی مد نظر ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ جب ایسا ہو تو میں نہ آؤں گا اور آپ دولت آباد کے قصد سے نکلے۔ راستے میں آپ کے بڑے بھائی سالار عثمان نے ۱۷ رمضان ۸۲۳ھ کو لکھنؤ میں انتقال کیا اور آپ کے بھیلے بھائی شیخ احمد صلاح الدین ملک بنگالہ کو ترویج اسلام کے لئے چلے گئے اور بعد چھ سال کے ۹ رجب ۸۲۹ھ کو وہیں قضا کی اور آپ کے بھیلے بھائی شیخ تاج الدین آپ کے ہمراہ رہے۔ چند سال دولت آباد میں رہنے کے بعد آپ کو دکن جانے کی بشارت ہوئی اور آپ دریائے کنارے موضع کوڑچی میں تشریف لائے آپ چلتے چلتے بیجاپور پونچے وہاں آپ کی والدہ ماجدہ نے ۱۲ شعبان ۸۳۰ھ انتقال فرمایا اور آپ کو ابوالحسن وزیر کے مکان میں دفن کیا اور آپ لب دریائے کشنا موضع کوڑچی آئے۔ اس موضع سے دو ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک گھنٹا اہلی بن ہی وہیں حضرت عظیم گئے۔ کوڑچی برہمنوں کی بستی ہے جہاں ہندوؤں کا ایک بڑا دیول ہے یہاں اور دیگر مواضع متصلہ راجہ پور۔ چکوری اور کوتلی وغیرہ میں آپ کی کشف و کرات کی بدولت اسلام نے بے انتہا ترقی کی اور بت پرستی نیست و نابود ہو گئی۔ آپ تین گھنٹے رات رہے بیدار ہوتے تھے اور غسل فرما کر نماز تہجد ادا کرتے تھے اور بعد ورد و وظائف و ذکر و اشغال نماز صبح سے فارغ ہو کر مراقبہ و مکاشفہ میں مستغرق رہتے تھے۔ ان ہی دنوں میں سلطان



علاء الدین حسن گانگوی کی والدہ اشرف جہاں جن کو لوگ ماں صاحب کہا کرتے تھے کچھ مگر کے جھگڑاؤں سے تنگ آکر وطن چھوڑ کر موضع سرگرم میں جو کوٹچی کے پاس ہے آن ہی تھیں۔ انھوں نے چوتھر حضرت کا سنا اپنے بیٹے علاء الدین اور دونوں بیٹیوں اور بہو کو لے کر کوٹچی چلی آئیں اور سب کے سب حضرت کے مرید ہو گئے۔ حضرت کے خدام میں مولانا قاصمان اور محمد لاغری دونوں بھائی شہر قشور سے آپ کے ساتھ آئے تھے آپ ان دونوں کو بہت چاہتے تھے آپ نے ان کو خلافت بھی عطا فرمائی تھی لیکن یہ لوگ بہت خستہ حال تھے سر چھپانے کے لئے مکان تک نہ نکھا۔ ایک دن موضع کوٹچی کا پٹواری گانگو بیٹہ، مع سربراہ درگاہ موضع حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ تجوتم سے معلوم ہوا کہ اس سال بالکل بارش نہ ہو گی آپ دعا کیجئے کہ قحط کی مصیبت دفع ہو۔ آپ نے فرمایا کہ قاصمان کے رہنے کے لئے تو کوئی مکان ہی نہیں ہے اگر بارش ہو تو وہ کہاں جائیں گے۔ تم لوگ پہلے اُن کا ٹھکانا کرو اور ایک مسجد بنا دو تو بفضل خدا بارش ہو جائے گی حضرت کا اتنا ارشاد ہوتا ہی ساری بستی ٹوٹ پڑی اور گانگوچی نے مکان اور مسجد بنانا شروع کر دیا۔

تذکرۃ الملوک میں لکھا ہے کہ حضرت نے گانگوچی سے کہا کہ اجمی مسجد تو تم بنوا رہے ہو مگر بہند مسجد کا بنانا کیا جائیں کیوں نہیں تم علاء الدین کو اس کام پر لگاتے وہ بہت غریب آدمی ہو تم کو بہت مدد دے گا۔ گانگوچی نے فوراً علاء الدین کو نوکر رکھ لیا دو وقتہ روٹی اپنے گھر سے مقرر کر دی اور کچھ تنخواہ بھی ٹھیرادی۔ پہلے مکان بن گیا اور مولانا قاصمان کے اس میں جاتے ہی خاطر خواہ بارش ہو گئی قحط اٹھل گیا۔ علاء الدین مسجد کی تعمیر میں سرگرم تھا اور خود کھڑے رہ کر دروروں سے کام لیتا تھا اور جان توڑ محنت کرتا تھا۔ ایک دن ٹھیک دوپہر کو حضرت مسجد کا کام ملاحظہ فرمانے آئے۔ دوپہر کا وقت تھا مزدور سب روٹی کھانے چلے گئے تھے مگر علاء الدین بے چارے کو ڈیڑھ دو بجے کے اول ٹکڑا نہ ملتا تھا وہ وہیں ایک درخت کے تلے پڑ رہا اور بے خبر سو گیا۔ آپ نے مسجد ملاحظہ فرما کر علاء الدین کو دیکھا کہ گرد آلود ہاتھ پاؤں گارے کچھڑ میں لت پٹ پڑا سو رہا ہے فرمایا کہ ”بادشاہ دکن کیا بے خبر سو رہا ہے۔“ یہ بہتر اس کے سر پر کیسا زیب دے رہا ہے“ یہ کہہ کر آپ واپس تشریف لے گئے اور علاء الدین کو خبر بھی نہ ہوئی۔ حضرت کے جانے کے بعد ایک ناگ سانپ علاء الدین کے چہرے پر بھین سے سایہ کئے ہوئے تھا۔ اڑ کے جو کھیلے کھیلے ادھر آن نکلے یہ دیکھ کر گھبرا گئے اور چیتے چلاتے پٹواری

مساراج کے پاس گئے کہ علاء الدین کو سانپ سونگھ گیا۔ پٹواری گھبرایا ہوا آیا دیکھا تو واقعی سانپ جھوم رہا ہے اس کو دیکھ کر بل میں گھس گیا۔ ہندو سانپ کو بھی دیتا مانتے ہیں بہت متعجب ہوا۔ علاء الدین کو جگا کر اپنے گھر لے گیا اور کھانا کھلایا۔ بعد علاء الدین کا رانچہ چو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ شخص ایک دن دکن کا پادشاہ ہونے والا ہے۔ پٹواری علاء الدین کے پاس دست بستہ حاضر ہوا۔ علاء الدین گھبرایا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مجھ سے کیا قصور سرزد ہوا جو میرا قایوں کھڑا ہے۔ بہرین نے کہا کہ تو عن قریب پادشاہ ہونے والا ہے بتا کہ مجھے کیا دے گا۔ علاء الدین بے چارے کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی سمجھا کہ مجھ پر طنز کرتا ہے لیکن جب بہرین کو مصر یا یا تو کہا کہ اچھا خیر اگر ایسا ہو تو پادشاہت تم کو میں تمہارا اسی طرح تاج دار رہوں گا جیسا کہ اب ہوں۔ بہرین نے کہا کہ اچی میری ایسی تقدیر کہاں وہ تو جس کے نصیب میں لکھ گیا بس لکھ گیا۔ تب علاء الدین نے کہا کہ میں تجھے آدھی یا پادشاہت دے دوں گا۔ پنڈت نے کہا کہ میں سلطنت لے کر کیا کروں گا۔

میں کہاں اور کہاں ہوا ہے بہشت ناز کر زیدم یہ طاحت زشت  
علاء الدین نے کہا کہ اچھا جو آپ کہیں وہی مجھے منظور ہے۔ فرمائیے۔ پنڈت جی نے کہا کہ بھئی دو باتیں قبول کرو۔ اول تو یہ کہ میرا سلطان میں اپنا اور میرا نام بطور یادگار شریک رکھنا دو۔ یہ کہ شاہی دفتر میرے اور میری اولاد کے سپرد ہے۔ علاء الدین نے خوشی سے دونوں باتیں منظور کیں۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ علاء الدین ایک بہرین کے پاس لڑکھتا جو شاہزادہ محمد تعلق کے پاس ملازم تھا حضرت شیخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلات سے اسے بادشاہ ملی لیکن تذکرۃ الملوک نے دوسرے طور پر اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ نہیں معلوم کون سی بات صحیح ہے مگر اتنا یقینی ہے کہ علاء الدین کی مان اشرف جو ماں حضرت کی مرید تھیں اور آپ کے ہی درویش بڑی تھیں اور موضع کوڑچی ہی میں انتقال کیا جہاں آپ کا روضہ موجود ہے۔ نقل ہے کہ ایک دن حضرت ظہور فرما رہے تھے مسیح کے لئے اپنا عمامہ اتار کر علاء الدین کو دیا علاء الدین سمجھا کہ عجیب خطا ہوا ہے جھپٹا رہے ہو کہ حضرت کے قدم بوس ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ ”گھبراہٹ کیا ہے جلدی نہ کرو۔ وہ دن بہت قریب ہے کہ تو پادشاہ ہو جائے گا“

نقل ہو کہ علاء الدین نے ایک دن حضرت سے اپنی عسرت کا دکھ عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اچھا کہ تو نرنگنڈ کے جنگل میں جا اور فلاں درخت کے نیچے دفینہ ہو نکال لا اور اُس سے فوج جمع کر۔ علاء الدین نے جب فوج بھرتی کر لی تو حکم ہوا کہ پہلے مرنج کا قلعہ فتح کر۔ مولیٰ کے دن نئے مرنج کا راجہ درگا تینا عیش و نشاط میں سرشار تھا۔ علاء الدین بلا روک ٹوک قلعہ میں پونچ گیا اور راجہ کو قتل کر کے قلعہ فتح کر لیا اور حضرت کو اطلاع دی آپ نے جواب میں ”مبارک باد“ لکھ بھیجا۔ اسی پر سے علاء الدین نے مرنج کا نام ”مبارک آباد“ رکھ دیا۔ وہاں سے پنا لاکٹھ کا قلعہ فتح کیا جہاں کا راجہ کلچند تھا اور اسی طرح اور چند قلعے اُسی نواح کے فتح کر کے علاء الدین حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ارشاد ہوا کہ اب قلعہ گلبرگہ فتح کرو۔ اس زمانہ میں گلبرگہ پر راجہ بھیرن مسلط تھا جو سلطان محمد تغلق کا باج گزار تھا۔ گلبرگہ سے آٹھ میل ادھر موضع لٹا ونگی میں ایک بڑی دیوئی کا دیول تھا۔ راجہ بدہ کے دن اُس کے درشن کو گیا ہوا تھا علاء الدین کی تقدیر سیدھی تھی بلا غل و غش قلعہ پر قابض ہو گیا۔ راجہ بیہ خبر سن کر لیغا واپس آیا اور ایک بڑی بھاری لڑائی کے بعد مارا گیا اور اُس کا سر قلعہ کے دروازے پر لٹکا دیا گیا۔ اس طرح ۷۸ شہر میں علاء الدین تخت نشین ہوا اور گلبرگہ کا نام حسن آباد رکھا اور حسب وعدہ اپنی مہر میں ”حضرت سبحانی علاء الدین حسن گانگوی بہمنی کندہ کرایا۔ سلطان علاء الدین حسن جب تک زندہ رہا ہر سال کوڑھی جاتا تھا اور آپ کی قدم بوسی کی سعادت عظمیٰ سے بہرہ مند ہوتا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد محمد شاہ نے بھی ہی طریقہ معی رکھا۔ کوڑھی گلبرگہ سے سات منزل ہو۔ ایک دفعہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے آنے سے غریب رعایا کو تکلیف ہوتی ہو دیکھو کہ بادشاہ کا کوئی مقام مع حشم و خدم کے کچھ آسان بات نہ تھی اور پھر اُس زمانے کے بادشاہ جن کی نسبت کہا جاتا ہو کہ بادشاہان ہند بادشاہی ہی کنند بلکہ خدائی ہی کنند اگر تمہیں مجھ سے ملنے کا ایسا شوق ہو تو چلو میں ہی خود گلبرگہ چلتا ہوں میرے ایک نفس کے لئے ہزاروں بندگان خدا کو یہ تکلیف کیوں۔ بادشاہ یہ مرادہ جاں بخش سن کر جاے میں نہ سمایا اور فوراً کوڑھی سے گلبرگہ تک جتنے گاؤں راستے میں پڑتے تھے سب کی سند لکھ کر نذر گزارانی اور عرض کی کہ حضرت ملے گلبرگہ سے شولا پور کی طرف ریلوے کا دوسرا اسٹیشن ہو۔

کا کہ جس طرف سے ہو گا اُس راہ کے تصبات کو اپنے قبضے میں رکھنا سرسور ادبی سمجھتا ہوں۔  
 ”حضرت نے فرمایا کہ“ اگر میں ان تمام دیہات کو لے لوں تو میں بھی تیری طرح امیر ہو جاؤں گا پھر  
 مجھے فقیر کوں کہے گا۔ میری اولاد میں طمع دینا پیدا ہو جائے گی۔ بادشاہ نے حضرت کی مرضی نہ پا کر  
 دوبارہ وہ مواضع دینے چاہے جہاں آپ کا مقام ہونے والا تھا۔ لیکن پھر بھی حضرت نے قبول  
 نہ فرمایا بادشاہ اس سے ملول ہوا تب آپ نے کہا ”اچھا میری بات سن۔ بس یہی ایک موضع  
 کوڑچی مجھے دے دے۔“ بادشاہ بہت خوش ہوا اور سات مواضع متصلہ کو نوڑ کر کوڑچی میں ملا کر  
 نذرینیش کی اور سند میں لکھ دیا کہ ”یہ تمام ملک حضرت قطب الاقطاب بندگی مخدوم  
 رکن الدین جلدی قدس سرہ الشریف کا تھا حضرت نے سارا ملک مجھے عنایت فرمایا  
 فقط ایک موضع کچی (کوڑچی) آپ رکھ لیا ہے“ چنانچہ یہ سند اب تک موضع کوڑچی کے مخدوم زادوں  
 کے پاس موجود ہے۔

حضرت کوڑچی میں اپنے بڑے صاحب زادے شیخ المثنیٰ بن شیخ علاء الدین کو جانشین فرما کر  
 اپنے چھوٹے فرزند رشید حضرت قطب الدین کو ہمراہ لے کر شمشیر میں بگڑ کر تشریف لائے۔ موضع  
 کوڑچی میں دریا کے کنارے جہاں حضرت کی نشست گاہ تھی بستی سے کوس بھر اہل بن میں آپ کا گنبد  
 طیار کیا گیا ہے اور محمد سران کے نام سے آپ شہر میں سالانہ عرس بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ بگڑ کر  
 اُن رولق افروزی کے بعد بادشاہ نے پوچھا کہ آپ قلعہ میں رہیں گے یا باہر۔ آپ نے کہا کہ  
 ٹھیردیں خود جگہ تلاش کرتا ہوں اور خود چاکری جگہ منتخب کی جہاں اب روضہ مبارک ہے۔ یہاں  
 اُس وقت بیول بن تھا آپ نے فرمایا کہ مجھے اس مقام سے بغداد شریف کی پڑائی ہے بس میں ہیں  
 رہوں گا۔ فوراً بیول بن کٹوا دیا گیا اور حضرت کی اقامت کے لئے ایک چھوٹا سا مکان بنوا دیا  
 گیا جہاں بادشاہ ہر روز علی الصبح حاضر ہوا کرتا تھا۔ محمد شاہ اول کے انتقال کے بعد مجاہد شاہ  
 بادشاہ ہوا اور تخت پر بیٹھنے کے اول حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے ایک کھادی  
 (گاڑی) منگا کر ایک پیرہن ایک کمر بند اور ایک دستار پہنائی اور اُس کے حق میں دعاے خیر  
 کی وہاں سے مجاہد شاہ محل میں آیا اور لباس فاخر پہن کر تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اس کے بعد  
 سے یہی طریقہ عمری رہا کہ جو بادشاہ ہوتا وہ پہلے حضرت شیخ صاحب یا آپ کی اولاد موجودہ

کی خدمت میں حاضر ہو کر وہی فقیر لباس تین کپڑے کھادی کے پہن کر اپنے مقام پر جاتا اور لباس بدل کر تخت پر بیٹھتا چنانچہ اب تک یہی رواج ہے کہ جب اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قوی شوکت بندگان عالی متعالی مظاہر العالی حضور نظام گلبرگہ تشریف فرما ہوتے ہیں تو آپ کو ایک دستار اور کمر بند مرحمت ہوتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک دن مجاہد شاہ نے حضرت سے قلعہ ادھونی پر لشکر کشی کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ "بسم اللہ جان شہداء اللہ فتح ہوگی" اس کے بعد بادشاہ نے حضرت شیخ زین الدین اور شیخ برہان الدین دولت آبادی کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر اجازت چاہی۔ یہ خبر حضرت کو پہنچی آپ نے بادشاہ کو رقعہ لکھا کہ "اگر تو میری اجازت سے اس مہم پر جاتا ہو تو جا لیکن اگر تو کسی اور کے بھروسے پر جاتا ہو تو پھر میری اجازت کی ضرورت نہیں" بادشاہ کو حضرت کی یہ تحریر شاق گزری اور کہا کہ اچھا معلوم ہوا۔ میں تو بہت بڑی فوج بھیج چکا ہوں اور خود بھی جاتا ہوں بھلا دیکھوں تو کہ یہ مہم کیسے سر نہیں ہوتی۔ مجاہد شاہ کسی مہینے تک قلعہ کا محاصرہ کئے پڑا رہا۔ رسد ختم ہوئے آئی۔ گرمی کی شدت قلعہ میں پانی کی ترہ ترہ بڑھ گئی قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے مگر خدا کے فضل اور شیخ صاحب کے فیضان کا یہ اثر ہوا کہ ایسا موسلا دھار سینہ برسا کہ جل تھل ہو گیا۔ مردوں میں جان پڑ گئی۔ قلعہ والوں نے اچانک باہر نکل کر وہ ستمگرہ کو کیا کہ مجاہد شاہ کو پس پا ہونا پڑا۔ بادشاہ سمجھا کہ فقیر کی بددعا لگی غصے میں کہا کہ گلبرگہ پو پچھتے ہی پہلے شیخ کو قتل کروں گا جب قلعہ میں پاؤں دھروں گا۔ حضرت کو بھی یہ خبر پہنچی۔ آپ نے جذبہ میں فرمایا کہ وہ گلبرگہ پو پچھتے ہی نہ پائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بادشاہ ادھونی سے پلٹ کر جاتا تھا کہ شہر میں داخل ہو کہ ناگاہ گھوڑے کا پیر پٹا اور بادشاہ گھوڑے پر سے گرا اور سر پاش پاش ہو گیا۔ تذکرۃ الملوک نے مجاہد شاہ کی نسبت کہا ہے کہ جب وہ گلبرگہ پو پچھا تو اسے ایک جنبشی غلام نے شہر میں قتل کر دیا۔ چند دنوں بعد آپ نے خدام کو عمرہ چانول اور دال لانے کو فرمایا اور آپ نے کھڑی پکانی اور دو سینیایں چوٹی دار بھر کر گیارہ فلوں اور ایک اعلیٰ قسم کی تسبیح اس پر رکھ خواجہ ابوالفضل اپنے جانشین اور پوتے کو دے کر فرمایا کہ ۱۵ حضرت کے چھوٹے صاحب: اوے حضرت شیخ قطب الدین شب پشینیہ ۸ رزی قعدہ ۱۰۳۲ھ میں مقام ہراول قولہ ہوئے تھے۔ آپ نے: ۱۱ سال کی عمر میں ۱۸ ربیع الاول ۱۰۳۲ھ کو رحلت فرمائی اور حضرت

میری رحلت کے دن قریب آلو پہنچے ہیں۔ میرے بعد تقریباً بائیس سال گزرے پر میرے ایک دوست سید محمد حسینی دہلی سے تشریف لائیں گے یہ اُن کی امانت ہے۔ اُن کو دے دینا اور کہہ دینا کہ جب کوئی دوست اپنے دوست کے پاس آئے تو چار چیزیں مہیا کرنا ضرور ہے۔ اول تو کھانا کھلانا سو بیہ کھڑی حاضر ہو۔ دوم اُس کی عبادت کا انتظام کرنا چنانچہ تسبیح موجود ہو۔ تیسرے کچھ خرچ بیج کو چاہیے اُس لئے گیارہ پیسے میں سے رکھ دئے۔ چوتھے اترے کا ٹھکانا کرنا تو کہہ دینا کہ میں شہر کے مغرب میں ہوں آپ مشرق میں تشریف رکھیں یہ وصیت فرما کر ایک حجرے میں سب چیزیں رکھ کر مقفل کر دیا اور کہا کہ سید محمد حسینی سے کہہ دینا کہ بسم اللہ کر کے قفل کو ہاتھ لگاے خود بخود کھل جائیگا بہت سے لوگوں نے جن کا نام سید محمد تھا قفل کو ہاتھ لگایا مگر نہ کھلا جب وہی آئے تو کھل گیا۔ حضرت جب سے گلبرگہ تشریف لائے بہت سے اولیاء غوث قطب ابدال وغیرہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تھے اور اپنی آفاست کی اجازت چاہتے۔ بعض کو نہیں رہنے کا حکم ہوتا بعض کو دو سے مقامات پر شیخ المشلیخ شیخ علاء الدین انصاری عرف لاڈلے مشلیخ آپ سے ملنے آئے مگر دوبار ملاقات نہ ہو سکی تیسری دفعہ جمعہ کے دن شیرینی لے کر آستانہ پر حاضر ہوئے اور خادم کے ہاتھ شیرینی بھجوائی آپ نے فرمایا کہ دنیا کے فائدے کی ملاقات چاہتے ہو یا عقبی کے مراتب کی۔ دنیا چند روزہ ہی یہاں کی ملاقات کی ضرورت نہیں۔ بدہ کے دن میرے سفر آخرت کا سامان مہیا کر کے آؤ اور تم ٹھیرنا چاہتے ہو تو یہاں دس کو س قصبہ الہند پر وہاں ٹھیرو۔ آپ الہند میں رہ پڑے اور بدہ کے دن اونٹ پر سوار ہو کر ایک مشک پانی اور کفن وغیرہ سامان لے کر دس نہیں بچے تھے کہ گلبرگہ میں داخل ہو گئے۔ حضرت معمولاً دس بجے اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر اپنے حجرے سے برآمد ہوتے تھے۔ دروازہ حجرے کا بند تھا لوگ منتظر تھے کہ اب برآمد ہونے لگے مگر وقت ٹل گیا تب حضرت لاڈلے صاحب نے کہا کہ شیخ صاحب یوں فرماتے تھے۔ حجرہ کھول کر دیکھا تو وہاں کچھ نہ تھا۔ خادمان اور حضرت خواجہ ابو الفضل نے اُسی حجرے میں غسل دیا اور نماز جنازہ بھی وہیں پڑھی اور وہیں دفن کیا۔ اس وقت سلطان محمود بادشاہ تھا جو خلافت مجاہد شاہ کے شیخ صاحب کا بہت معتقد تھا اور اکثر چایا کرتا تھا۔ جب آپ کا وصال ۸۱۱ھ میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳۰۔ شیخ کے گنبد میں شرق کی طرف اپنی والدہ ماجدہ کی بائیں جانب مدفون ہیں۔ ۱۲

ہو چکا تو بروز سوم بہت کچھ خیرات بادشاہ نے کی۔ یوسف عادل شاہ نے آپ کو چودہ مواضع جاگیر دیے تھے۔ عالم گیر نے دو چھوڑ کر باقی ضبط کر لئے تیسرا موضع نواب نظام علی خاں بہادر نے دیا۔ اس طرح اب تین موضع جاگیر ہیں۔

محمد ابو الفتح گیسو دراز  
انیس نبی رحم جلیس علی  
بہ تیغ نبی گشتہ اوس سرفراز  
بسا سہرپنہاں از وشد جلی

درگاہ حضرت بندہ نواز گیسو دراز  
۸۰۴ھ تا ۸۲۵ھ -  
نگہ گیریں بہت بڑی اور متبرک اور مشہور درگاہ حضرت  
میر سید محمد محمد الحسینی عرف حضرت بندہ نواز گیسو دراز

کی ہے۔

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد  
داندہ خلافت نیست کہ او عشق باز شد  
حضرت بندہ نواز دہلی کی طرف سے ۸۰۴ھ میں اعلیٰ سلطان فیروز شاہ بہمنی تشریف لائے تھے  
آپ حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلی کے خلیفہ تھے۔ بادشاہ فیروز آباد میں تھا (جو گلگیر سے سات  
کوس کے فاصلے پر واقع ہے) اور فیروز شاہ ہی کا آباد کیا ہوا ہے یہ کسی زمانے میں بڑا شہر ہو گا اب ایک  
معمولی گاؤں کی حیثیت رکھتا ہے البتہ ایک عظیم الشان قلعہ اور ایک عالی شان مسجد موجود ہے۔  
قلعے کے اندر کے مکانات ٹوٹ پھوٹ گئے مگر حصہ دار اور مسجد باقی ہے کہ اس نے حوالی گلگیر  
میں حضرت کی تشریف آوری کی خبر سن لی۔

چراغی ز شمع نبی تافتہ  
کہ خورشید مد نور از رویافتہ

بادشاہ ہمیشہ ایسے بزرگوں کا متلاشی رہتا تھا اس بشارت سے بہت خوش ہوا اور فیروز آباد سے  
آگے لگے آیا تمام امراء و ارباب دولت کو آپ کے استقبال کے لئے بھجوایا اور بہت اعزاز و احترام سے  
شہر گلگیر میں لایا اور حضرت کی خانقاہ بہمنی پور میں چلے باؤلی کے متصل بنادی جو اب تک موجود  
ہے لیکن بعد میں ۸۱۵ھ میں بادشاہ نے اپنے بڑے بیٹے حسن خاں کی ولی عہدی کے لئے  
حضرت سے دعا چاہی آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ کی مرضی کے خلاف میں دعا نہیں کر سکتا  
اس پر بادشاہ ناراض ہو گیا اور کہلا بھیجا کہ آپ شہر کے باہر چلے جائیے کہ لوگوں کے از وحام سے

ہم کو تکلیف ہوتی ہے چنانچہ آپ شہر کے باہر چلے گئے اور جس جگہ اب درگاہ شریف ہے وہاں ٹھہر گئے  
آپ کا عرس شریف ۱۵ سے ۱۷ ذی قعدہ تک ہر سال بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے اور سرکار نظام  
کی طرف سے ایک رقم مستند بنظر ہوتی ہے اور تخمیناً پچاس ہزار آدمی اطراف و اکناف اور دور دراز  
مقامات کے جمع ہوتے ہیں۔ آپ کی ولادت دہلی میں ۱۸ رجب ۱۲۸۵ھ کو ہوئی اور وصال بروز دو شنبہ  
۱۷ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ میں ہوا اس حساب سے آپ کا سن شریف ۱۰ برس چار ماہ بارہ دن کا ہوتا  
ہے۔ آپ کی وفات "مخدوم دنیا و دیں" سے نکلتی ہے۔ اس شعر سے عمر ولادت اور وفات کی تینوں تاریخیں  
نکلتی ہیں۔

وفاتش داں کہ "تاج الماسین" ہے

تنش عادل تولد وارث جو

۱۰۵

۱۰۵

محمد رافضی جو درگاہ زہد روح در ہے راحت سراے

آپ کی رحلت فرمانے کے دو سال بعد گنبد کی طیاری احمد شاہ بہمنی نے آغاز کی جو سلطان  
علاء الدین فرزند سلطان احمد شاہ کے زمانے میں ختم ہوئی (۷۷۰) سال میں گنبد کے اندرونی حصے  
کی استرکاری ہوئی ابراہیم قطب شاہ نے بیرونی استرکاری کرائی۔ سلطان محمود عادل شاہ بیجاپور  
نے ۸۷۵ھ میں قدیم کلس نکال کر آپ کے بڑے صاحب زادے حضرت سید محمد اکبر حسینی کے  
گنبد پر چڑھا کر نیا کلس آپ کے گنبد پر لگایا۔ افضل خان سپہ سالار بیجاپور نے دروازہ پائیں کی  
بڑی کمان اور مسجد بیرون اور سر تعمیر کرائی۔ عالم گیر بادشاہ نے مسجد اندرون درگاہ۔ سماع خان  
حجرے حوض۔ تعمیر کرایا۔ اس حوض کو سید شاہ ید اللہ حسینی نے بند کر کے موجودہ حوض دس ہزار  
روپیہ کے صرفہ سے بنوایا۔ درگاہ مبارک کا بہت بڑا عالی شان اور قابل دید گنبد ہے جو محلہ  
روضہ بزرگ میں ہے۔ اس احاطہ میں اور بھی گنبد ہیں جن میں بڑا اور بہت دور سے نظر آنے  
والا گنبد حضرت موصوف کے پوتے شاہ قبولہ حسینی قدس سرہ کا ہے۔ یہ دونوں  
گنبد دس بارہ میل کے فاصلے سے نظر آتے ہیں۔ روضہ بزرگ حضرت خواجہ بندہ نواز کی  
طلائی جالی کی پیشانی پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

نقرہ این باب و جالی بطغرای طلا

شد بنیاز شہ ید اللہ حسینی بانیاز



فیض ہم تاریخ باب اس ولی السعادت  
باب جنت ہست باب درگاہ بندہ نواز

۱۲۸۲ھ

نہیں کعبہ در دکن جز در گاہ گیسو دراز  
باو شاہ ویں و دنیا تا ابد بندہ نواز  
کَالرَّسُولِ وَاللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ الْمُؤْمِنُوْنَ لَا یَمُوتُوْنَ بَلْ یَنْقَلِبُوْنَ مِنْ دَارِ الْفَنَاءِ اِلٰی دَارِ الْبَقَاءِ  
وَمِنْ جَوَارِ الشَّیْطَانِ اِلٰی جَوَارِ الرَّحْمٰنِ وَمِنْ جَوَارِ الْغُرُوْرِ اِلٰی دَارِ السُّرُوْرِ  
چاندی کے کلہر پر کندہ ہو۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ فِیْ رَوْحَاتِ الْجَنَّٰتِ  
درگاہ شریف کے دروازے پر۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ فَاَطِیْعُوْا حَسْبُکُمُ  
چو کھٹ پر نیچے جانب محمد رَسُوْلُ اللّٰهِ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَنَا بِالْحَقِّ وَیَدِیْنِ الْحَقِّ لَیْظْہَرَنَّ عَلَی  
الَّذِیْنَ کٰلَمٌ وَتَنْفٰی بِاللّٰهِ شٰہِدًا وَاَلَّذِیْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلٰی الْکُفَّارِ وَرَحْمَآءٌ بَیْنَهُمْ تَرٰہُمْ  
رَحْمَآءٌ سَجْدًا یُسَبِّحُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا۔

حضرت بندہ نواز کا سب سے بڑا گنبد ہے حضرت کے واسطے جانب آپ کے فرزند خورشید  
شاہ اصغر محمد محمد احسینی عرف شاہ لہو کی قبر ہے۔ جنہوں نے ۲۱ محرم ۱۲۸۲ھ میں انتقال کیا۔  
اور بائیں جانب حضرت شاہ صفی اللہ محمد محمد احسینی کی ہے جو فرزند کلاں سید محمد اکبر حسینی کی ہے  
یعنی آپ کے پوتے کی۔

حضرت کے گنبد کے محاذی ایک گنبد میں آپ کے بڑے صاحب زادے سید شاہ محمد اکبر  
حسینی اور ان کی بیوی مدفون ہیں۔ اسی کے پاس ایک جوڑ گنبد ہے جس میں قبر سید شاہ حسین  
محمد محمد احسینی مستان عالم کی ہے یہ بھی آپ کے پوتے فرزند کلاں کی اولاد سے ہیں۔ دوسرے  
گنبد میں آپ کے دوسرے پوتے سید شاہ اصغر محمد محمد احسینی کی قبر ہے جو سید شاہ عسکر اللہ  
حسینی کے فرزند ہیں۔ مسجد کے متصل ایک گنبد سید شاہ فیصل المدحسینی کا ہے جو آپ کے  
عزیز ہیں۔ چھوٹی درگاہ کا گنبد حضرت شاہ قبول المدحسینی کا ہے جو آپ کے پوتے سید اصغر حسینی  
کے فرزند ہیں۔ دوسرا نام آپ کا شاہ ید المدحسینی بھی ہے۔

اس درگاہ کے چاندی کے کلہر پر نَصْرٌ مِنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ مُّقَرَّرٌ یٰبُکْ ویدغریب نواز ۱۲۸۲ھ کندہ ہے۔

نیچے اس کے ۵

عجب بارگاہ مشین مطہر  
کہ تاریخ گفت شاہ راجو حسینیبلا ریب این قصر خنت مقرر  
دوازده درے است نور منور  
۱۲۸۲ھ

دروازہ پر یہ خط نسخ کندہ ہے :-

مولود شاہ میدا لدہ الحسینی  
شاہ میدا لدہ طبل بر فلک زدسوم مصرعہ تاریخ دانی  
مورخ وفات او شہنشاہ یقینی  
۸۵۲ھحضرت شاہ رکن الدین تولہ  
۸۳۰ھ

آپ بڑے صاحب جلال و کمال تھے۔ آپ کے گلبرگہ  
آنے کا صحیح زمانہ معلوم نہیں ہوتا۔ آپ کا حجاز ایک  
پھاڑی پر گلبرگہ سے بجانب مغرب ہی۔ آپ گلبرگہ سے چار میل دور پہاڑوں میں رہا کرتے تھے حضرت  
بندہ نواز نے گلبرگہ میں داخل ہونے سے پہلے آپ سے ملاقات کی اُس وقت لوگوں نے جانا  
کہ ہاں ان پہاڑوں میں بھی کوئی بزرگ رہتے ہیں۔ حضرت بندہ نواز جب آپ کے پاس تشریف  
لے گئے تو آپ رتوں سے چارزانو بٹھے ہوئے تھے اور یاد آئی میں ایسے سرشار تھے کہ آپ کی  
ٹانگیں جڑ گئی تھیں۔ حضرت بندہ نواز کو دیکھ کر مصداق دلی راوی می شناسد آپ سر و قد کھڑے ہو گئے  
آپ کی ٹانگوں کا پوست پھٹ کر خوں بہنے لگا۔ آپ نے فرمایا ”سناک کو مجذوب سے کیا کام۔  
جب سناک مجذوب کے پاس آتا ہو تو سوائے ایذا رسانی کے کوئی کام یاد آئی کا تو ہوتا نہیں“  
حضرت بندہ نواز نے دو جینیل آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے فرمایا ”تولا“ یعنی دے  
اسی وجہ سے آپ کا لقب تولا ہوا جو رفتہ رفتہ تولا مشہور ہو گیا۔ حضرت بندہ نواز فرماتے تھے  
کہ جہاں تک میرا گنبد نظر پڑے گا۔ وہاں تک دوسرا دلی نہ ہوگا یہ کیفیت آپ نے بھی سنی  
فرمایا کہ سچ کہتا ہو لیکن جہاں میں ہوں وہاں سے آپ کا گنبد نظر نہ آئے گا چنانچہ ایسا ہی ہو حضرت  
۱۵ ذیل بیسے کا نام ہے جو وزن میں سو ادو تولے ہوتا تھا۔ چاندی اور سونے کا بھی جینیل ہوتا تھا جو دو ماشہ کا

ہوتا تھا - ۱۲ -

بندہ نواز کا گنبد دس دس بارہ میل سے نظر آتا ہے مگر عجب کمال ہے کہ آپ کے مزار سے نہیں دکھائی دیتا آپ فیروز شاہ بہمنی کے زمانے میں موجود تھے آپ کا وصال ۱۴ شعبان سنہ ۸۳۵ھ میں ہوا۔

**شاہ بہار الدین لنگوٹ بندر** آپ بہت بڑے عجیب تھے۔ آپ کے پاس صرف ایک مٹی کی ہڈیاں رہتی تھیں اسی میں آپ کچھ مانگ لایا کرتے تھے اور جو کچھ ملتا اپنی ٹانگوں کا چولہا بنا کر بکالیتے۔ ایک روز حضرت بندہ نواز نماز جمعہ کے لئے شاہ بازار کی مسجد میں تشریف لے جا رہے تھے۔ شاہ صاحب کی حالت دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ کیا ہو رہا ہے آپ نے کہا کہ ہم اپنی حالت میں مگن ہیں۔ مجھے مت چھیڑنا راستہ لو۔ آپ کا گنبد کو قوال تالاب کے قریب پانچ گنبد پچیس کلس کے نام سے مشہور ہے۔

**حضرت مولانا حافظ** حضرت شیخ ضیاء الدین قتال شہید کے چیتڑے کے نیچے جانب مغرب بالکل ملا ہوا چار نہایت ہی خوش نما سنگین ستونوں پر ایک حجرہ بنا ہوا ہے کہتے ہیں کہ پہلے اس پر گنبد تھا جو گر گیا اب یہ حجرہ بھی مخدوش حالت میں ہے۔ اس میں بجانب جنوب صرف ایک دروازہ ہے۔ حجرے میں ایک قبر ہے جس کے بارہ پتھروں پر آیات قرآنی جلی قلم سے بخط ثالث منبت ہیں اور یہی آڑے ٹیڑھے پتھر اس مزار کا وجود ہے۔ آپ بڑے بزرگ تھے۔ یہ سات بھائی تھے سب دکن میں آئے۔ چار بھائی گلبرگ میں رہے ایک بھائی حضرت حافظ مغیر الدین نے اودگیر ضلع میدر میں رحلت فرمائی دو بھائی مولانا موح نے کوہیر میں وفات پائی جو اسی ضلع میں ہے۔ تیسرے بھائی کسی طرف نکل گئے۔ چوتھے صاحب خود حضرت ہی ہیں۔ گنبد بہت مستحکم ہے جس میں چار منار پیچھے کے ہیں۔ اکثر لوگ کند ذہن بچوں کو بے جا کہ آیات کلام الہی کو جو کندہ ہیں کٹاواگی ذہن کے واسطے کھی شکر لگا کر چڑاتے ہیں۔ اس کے احاطہ میں ایک باؤلی بھی ہے جسے اکھڑ باؤلی کہتے ہیں۔

**مولانا قدر** آپ مولانا رحمۃ اللہ کے بھائی ہیں۔ حضرت علامہ الدین الندی معروف بہ لاڈلے صاحب مشائخ انصاری کے آپ استاد تھے۔ گنبد آپ کا گلبرگ سے دہلی کے فاصلے پر بہ جانب شمال موضع سلطان پور کے دروازے کے باہر واقع ہے۔ عرس شریف آپ کا جمادی الاخری کے اخیر جمعہ کو ہوتا ہے۔

مولینا اختیار الدین آپ بھی مولینا حافظ رحمتہ اللہ علیہ کے بھائی ہیں۔ آپ دلی کا مل تھے محلہ شاہ بازار میں چوکھنڈی کے پیچھے قصبوں کے متصل آپ کا مزار ہے۔ ماہ جمادی الثانی میں عرس ہوتا ہے۔ خدام کے رہنے کا بلند و مستحکم مکان غالباً حضرت ہی کے زمانے کا بتا ہوا ہے۔

مولینا کمال گریاں آپ چشتیہ خاں زادے کے کہیں ہمیشہ گریہ و زاری کرتے رہتے ہیں اسی سبب سے "گریاں" کا لقب پڑ گیا۔ آپ کی چوکھنڈی سلطان پور کے متصل ہے۔ احاطہ اور درگاہ ترسیم طلب ہے۔

بی بی خوزدہ سلطانہ گلبرگہ سے دوہیل شمال کی طرف حیدر آباد کی طرف آپ کی خوش نما چوکھنڈی سایہ دار درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں بنی ہوئی ہے۔ آپ سلطان محمود بہمنی کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کو حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی سے بیعت تھی۔ امیری میں فقیری آپ کا ظرف تھا۔ بڑی عابدہ صالحہ اور صاحب کشف و کرامات تھیں۔ چند سال کا عرصہ ہوا ایک گھوڑے سوار آپ کی زیارت کو گیا۔ گھوڑا درخت سے باندھ اندر گیا۔ بجلی اور کرک اور بارش شدت سے ہونے لگی گھوڑا توڑا کر نکل گیا۔ خادم نے سوار صاحب کو خبر دی۔ آدمی خوش عقیدہ تھے کما کہ خیر جانے دو۔ میں تو سوار آیا تھا اگر بی بی صاحبہ پیدل بھیجیں گی تو خیر کیا مضائقہ ہے چلا جاؤں گا۔ جب بارش تھی سوار صاحب یا ہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سانسے سے کوئی راستہ چلنے والا خود بخود گھوڑے کو پکڑ لایا ہے۔ آپ کے شوہر کا نام حضرت شمس العشاق عرف میراں حسینی تھا۔ آپ دکن کے مشہور شایخین میں سے تھے۔ موضع سدنگہ تعلقہ بھوکری میں آپ کا ایک عالی شان گنبد بنا ہوا ہے۔ آپ کے لہجے سے ایک مرد صالح صاحب کشف و کرامات حضرت شمس الدین عرف خواجہ شمس میراں پیدا ہوئے جو حضرت زین الحق والدین شیرازی کے خلیفہ تھے۔ آپ نے بہت سے کفار سے جنگیں کی ہیں۔ آپ کا وصال روز پنجشنبہ ۱۲۱۱ھ میں ہوا اور مدفن میں آپ کا ایک عالی شان گنبد بنا ہوا ہے۔

حضرت پیر بنگڑی صاحب آپ کا نام معلوم نہیں آپ سدا سدا فقیر تھے۔ آپ بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے۔ ایک برس گلبرگہ میں پانی نہ برسنا لوگ پریشان ہو کر آپ کی خدمت میں عرض حال کے لئے گئے۔ آپ کی دعا سے موسلا دھار پانی برسا۔ آپ کا مزار بھیجیں

یہ قلعہ کی سڑک پر واقع ہے۔

**چمن شاہ صاحب** آپ کا نام سید شاہ صدر الدین تھا۔ ایک دن حضرت بندہ نواز بزرگان دین کی زیارتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے اُٹناے راہ میں آپ نے چمن شاہ کو دیکھا کہ آپ بالکل برہنہ بیٹھے ہوئے ہیں صرف ایک لنگوٹ لگا ہوا ہے۔ دو حسین اور نوجوان لڑکیاں آپ کے ہاتھ پر دبا رہی ہیں۔ حضرت بندہ نواز کے دل میں خطرہ گزرا۔ چمن شاہ فوراً تڑپ اٹھے اور سامنے جو ٹنگیٹھی رکھی ہوئی تھی جس میں آگ دہک رہی تھی آپ نے ایک کٹورا اُس پر رکھ دیا اور مسکے کا گولا ڈال دیا اور ویسے ہی حضرت بندہ نواز کے پاس بھیج دیا۔ اور اپنا سلام کمال بھیجا۔ حضرت بندہ نواز نے دیکھا تو مسکے بالکل پگھلا نہ تھا جس کے ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ کے دل بھی اسی طرح ہیں کہ اُن کی نیت ڈانوا ڈول نہیں ہوتی۔ آپ کا مزاج حضرت گنج ریاں کے مزار سے کوئی چالیس قدم فاصلے پر ٹونکے کے درخت کے پاس ہے۔ گلبرگہ شریف میں اور بہت سے اولیاء کرام ہیں لیکن اُن کے حالات مل نہ سکے لہذا اسی پر اکتفا کیا گیا۔



## یائیسواں ضمیمہ

### گوکندہ

زمانہ سلف میں گوکندہ ایک چھوٹا سا قلعہ تابع راجگان ہندو تھا۔ مگر بعد میں راجگان درنگل کا اس پر تسلط ہو گیا پھر ۱۳۶۲ء سے ۱۵۱۲ء تک سلاطین بہمنیہ گجرات کی حکومت رہی آخر میں مام حکومت سلاطین قطب شاہیہ کے ہاتھ آئی۔ ۱۳۶۲ء کے بیشتر حالات کا پتہ نہیں چلتا۔ مگر قلعہ کے آثار خبر دیتے ہیں کہ باعتبار قدامت گوکندہ قلعہ درنگل سے کم نہیں ہے۔ بعض مستند اہل کرام کا تو دعویٰ ہے کہ اس کی عمر دو ہزار سال سے بھی زیادہ ہے۔ خاندان بہمنیہ کے نشوونما کا سال عموماً ۱۳۴۷ء بتلایا جاتا ہے۔ جن کا دور حکومت (۱۴۸۱) سال یعنی ۱۵۲۵ء تک رہا۔ گجرات اور بید بہمنیوں کی دارالسلطنت رہے ہیں جو اب بھی سرکار نظام کے مشہور مقامات ہیں۔ شاہانِ دہلی سے جدال قتال کے زمانہ میں ان اقطاع کے فرماں روا جنوبی ہند کی مشہور ہندو سلطنت بجا نگر اور درنگل سے مدد حاصل کرتے تھے۔ ۱۴۳۷ء میں بعد سلطنت علاء الدین ثانی خاندان بہمنیہ معراج کمال پر پہنچا ۱۵۲۷ء میں سلطنت بہمنیہ ٹوٹ کر دکن میں پانچ خود مختار سلطنتیں قائم ہو گئیں جن کے منجمد قطب شاہی سلطنت بھی ہے جو ۱۶۸۸ء تک گوکندہ میں قائم رہی۔

**سلطان قلی قطب شاہ**  
۹۰۶ - ۹۵۰ھ  
۱۵۰۰ - ۱۵۴۳ء

سلطنت قطب شاہیہ کی بنیاد ۱۵۱۲ء میں محض نجات و اتفاق سے ایک نجیب الخاندان شخص نے ڈالی جس کا نام سلطان قلی ہے۔ یہ مرد سعد آباد علاقہ و سہدان ملک ایران میں پیدا ہوا تھا۔ بیس سال کی عمر میں دشمنوں کے خوف سے اپنے چچا امیر التمر قلی بیگ کے ساتھ عراقی گھوڑے لے کر بغرض تجارت بیدر آیا۔ اس وقت سلطان محمود شاہ بہمنی بادشاہ تھا۔ ارکان دولت کی

۵۔ بڑید شاہی بیدر۔ عادل شاہی بجا پور۔ عماد شاہی۔ براڑ۔ نظام شاہی احمد نگر۔ قطب شاہی۔ گوکندہ۔ ۱۳

وساطت سے دربار سلطانی میں باریاب ہوا۔ چند ہی دنوں میں بڑی عزت حاصل کی اور بالآخر وصول پیش کش قلعہ گو لکنڈہ کا کام اس کے تفویض ہوا۔ اس نے سنہ ۸۹۹ھ میں ایک لشکر جزار کے ساتھ قلعہ گو لکنڈہ پر درج ایک کچی گڑھی تھی) قبضہ کر کے تمامی مضافات قلعہ مذکور کو تسخیر کر لیا اور سلطنت بیدر میں شامل کر کے یہاں کا خاطر خواہ انتظام رکھا جس کے صلہ میں قطب الملک کا خطاب دربار بھنیہ سے پایا اور (۱۶) سال تک اطاعت و جہاں نشاری کا دم بھرتا رہا۔ جب کہ بادشاہ مرگیا اور اس کے صوبہ داران سچا پور و احمد نگر اور بڑا سلطنت بیدر سے منحرف ہو کر خود مختار بن گئے اور ہر ایک نے علی حدہ علی حدہ سلطنت قائم کر لی تو اس وقت سنہ ۹۰۶ھ میں سلطان قلی بھی گو لکنڈہ کا خود مختار بادشاہ بن گیا اور قلعہ گو لکنڈہ کو اپنا دار الحکومت قرار دیا سلطان قلی قطب شاہ نے اپنے جلوس کا پہلا سال اپنی قوت کے استحکام اور دائرہ حکومت کی توسیع میں صرف کیا۔ گو لکنڈہ میں کئی عمارتیں بنائیں اور قلعہ کو مضبوط و مستحکم کیا۔ اس کی حکومت کا بڑا زمانہ اطراف کے ہم سایہ راجگان کے ساتھ جنگ و جدال میں صرف ہوا اور ملنگانہ کے راجگان ہندو جن کو اس نے نیم مسخر کیا تھا بار بار بغاوت کرتے تھے جن کی سرکوبی میں بادشاہ اور اس کے عساکر کا بہت سا راقوت صرف ہوتا تھا۔ اپنی مدت سلطنت میں ہندوؤں سے لڑکے ستر قلعے اپنی قلمرو میں شامل کر لئے اور سلطنت کے حدود کو جانب مشرق تا دریائے شور و سعت دی۔ باوجود ان کے دن کی لڑائیوں کے اس سے پہلے قطب شاہی بادشاہ کی اسی سالہ عمر حکومت ملک کے لئے مبارک و مسعود ثابت ہوئی۔ ستمبر سنہ ۹۵۵ھ میں جب کہ بادشاہ جامع گو لکنڈہ میں نماز میں بسجود تھا اپنے محبوب بیٹے جمشید قلی کے اشارہ سے ایک ترکی غلام میر محمود کے ہاتھ سے نوے برس کی عمر میں شہید ہوا۔ فیاض ہند تاریخ وفات ہے۔ یہ پہلا بادشاہ ہے جس نے دکن میں مذہب امامیہ کو شائع کیا اور خطبہ اثنا عشریہ پڑھوایا۔ زمان سلطنت (۳۳) سال ۹۵۵ھ

از جہاں جہت سوے جنت راہ  
معدن جو و قطب شاہنشاہ

قطب شاہ جہاں چوا از تقدیر  
گو ابو الفضل سال و جلش نینہ

۹۵۵ھ

۹۵۵ھ

باپ کے مرنے کے بعد جمشید قلی تخت نشین ہوا

جمشید قلی قطب شاہ ۹۵۵ھ - ۹۵۶ھ  
۱۵۵۰ - ۱۵۵۱ھ

اعیان دولت و خائنین و امراء و سپاہ نے طوعاً و کرہاً اس سے بیعت کی۔ اس بادشاہ کا تمام وقت اطراف و جوانب کے بادشاہوں کے ساتھ مقابلہ و محاربہ میں صرف ہوا۔ ملک برید بادشاہ بیدر کو جو براہیم عادل شاہ بیجاپور کے پاس مقید تھا جنگ کر کے قید سے چھوڑا یا اور اس کو دوبارہ بیدر کے تخت پر بٹھلایا۔ چنانچہ اس نوازش و رحمت کے صلہ میں ملک برید نے قلعہ میدک و حسن آباد و ناراین کھٹیرہ بادشاہ کو پیش کش دیا اور بیش قیمت جواہر شاہان بھنیہ کے نذر دئے ان دنوں برہان نظام شاہ اور براہیم عادل شاہ میں نزاع واقع ہوئی برہان نظام شاہ نے جمشید قلی سے مدد طلب کی وہ فوج لے کر مدد کے لئے روانہ ہوا راہ میں بعض قلعے بھی تسخیر کئے اسی اثنا میں ابراہیم عادل شاہ اور نظام شاہ میں صلح ہو گئی۔ نظام شاہ بعد صلح بلا اطلاق سالہ میدک حیدر آباد سے (۳۰) کوس اور حیدر آباد و گوداوری دہلی ریلوے اسٹیشن مرزا پٹی سے پانچ کوس ہو۔ یہاں ایک قدیم قلعہ نہایت بلند پہاڑ پر بنا ہوا ہے جس پر سے دور دور کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ یہاں کے دو کتبے میرے پاس ہیں:-

### کتبہ میر مسیح قلعہ شاہ

در آں وقتیکہ مسجد ساخت مسعود	ز ہجرت یک الف پنجاہ و یک بود
کدامی سید یعنی عسہ خاں	کز اسلام تینش دیں ہیفنرود
ز پنج آفت بتجانہ بجایش	بنا فرمود مسجد را خود شش زود
بگفت آفریں برجاں پاکش	حدیث جرأت او ہر کہ بشنود
بگفت ایں قطعہ منظر ہر ہر	بہ تکلیف عرب خاں مدد محمود

کاتب العبد

ملا ابراہیم

جانب برج شرقی بہ خط طغرئی۔

کتبہ میر بالا حصہ

بنارہ احمد بتاریخ ماہ ربیع الاول در ایام سلطان محمد قلی قطب شاہ ہجرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام علیہ... پنج برج سند تمام شد۔ حسن آباد و ناراین کھٹیرہ دونوں مقام ضلع بیدر کے متصل اور علاقہ پیرا نگاہ کے تعلقات کا مستقر ہیں۔ ۱۲



قطب شاہ کے احمد نگر واپس ہو گیا۔ ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو قطب شاہ کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ شاہ معرکہ آزمائی میں اسد خاں قطب شاہ کے چہرہ پر تلوار مار دی جس سے ناگ اور ایک طرف کا کلہ گونڈا۔ تب تک کٹ گیا جبکی وجہ سے یقینہ العمر کھانے پینے کی تکلیف رہی اور اسی زخم نے ضرورت برطان کی اختیار کی اور ۱۵۵۷ء میں سات سال کی مختصر حکومت کے بعد انتقال کیا۔

شہید جم دولت شاہ دہر  
وصال پاک او میر بہشت است  
دگر قطب احسن میر ولایت  
۱۵۵۷ء

سبحان قلی قطب شاہ ۱۵۵۷ء ارکان دولت نے جمشید قلی قطب شاہ کے ہفت سالہ بچہ سبحان قلی کو تخت نشین کیا۔ مگر جگہ یوراؤ نایک واری نے معبد دیگر نایک واریاں اس کی مخالفت کی اور بھونگر جا کر وہاں دولت قلی کو جو سلطان قلی قطب شاہ کا چھوٹا بیٹا تھا اور باپ کے حکم سے قلعہ بھونگر میں رہا کرتا تھا تخت نشین کر دیا۔ سبحان قلی کی والدہ نے سیف خاں عین الملک کو جو جمشید قلی سے ناراض ہو کے احمد نگر چلا گیا تھا طلب کر کے دیوان اور کاروبار سلطنت کا محتار بنالیا۔ اس نے دیوان ہوتے ہی جگہ یوراؤ کو گرفتار کرنے کی تجویز کی دونوں میں لڑائی ہوئی سیف خاں نے جگہ یوراؤ کو شکست دی اور دولت قلی کو مکر قلعہ بھونگر میں مقید کیا۔ سیف خاں عین الملک چاہتا تھا کہ امرائے قدیم کو معزول کر کے اپنے اعیان کو مناصب جلیلہ پر فائز کرے۔ امرائے دہلی اس سے ناراض ہوئے۔ سبحان قلی قطب شاہ کو قید کیا اور ابراہیم قلی کو جو جمشید قلی کا بھائی تھا اور راجہ بھانگر کے یہاں اپنے بھائی کے خوف سے پناہ گزین تھا عرائض متواتر بھیج کر بھانگر سے طلب کیا۔ ابراہیم ایک لشکر چار کے ساتھ متوجہ گوکنڈہ ہوا۔ بروز دو شنبہ ۱۲ رجب ۹۵۷ء ۲۷ جولائی ۱۵۵۷ء گوکنڈہ میں ابراہیم قلی کے تلج پوشی کی

۱۵ حیدر آباد سے بھڑاڑ سکشن نظام سٹیٹ ریلوے پر یہ فاصلہ (۳۴) میل قلعہ گوکنڈہ میں ہے۔ یہاں ایک بہت بڑے پہاڑ پر ایک قلعہ بنا ہوا ہے جس میں سوائے ایک شکستہ بارہ دری کے اور کوئی عمارت باقی نہیں ہے۔ بارہ دری کا صرف ایک ہل باقی ہے باقی گر گئی ہے دیواروں پر نہایت نفیس نقش و نگار بنے ہوئے ہیں۔ ۱۲۔

رسم ادا ہوئی اور اس نے اپنے باپ کے سر پر سلطنت کو زریب وزینت بخشا۔

ابراہیم قلی قطب شاہ ۹۵۷-۹۸۸ھ  
یہ بادشاہ قلعہ گلرگہ کے محاصرہ میں حسین نظام شاہ کا شریک رہا۔ رام راج اور علی عادل شاہ جب احمد نگر پر حملہ آور ہوئے تو حسب درخواست ان کے یہ بھی چند روزان کے شرکت میں رہ کر گوکنڈہ واپس ہوا۔ ۹۷۹ھ میں قلعہ راج مندری فتح کیا۔ اس کے سوا سے اور بہت سے قلعے مفتوح ہو کر سلطنت گوکنڈہ میں شریک ہوئے۔ اس نے خان اعظم سید مصطفیٰ خاں کو پیشواۓ دولت بنایا اور علی عادل شاہ بیجا پور حسین نظام شاہ احمد نگر و عماد شاہ براڑ کے اتفاق سے تالیکوٹہ مقام پر جو دریا کے کشا کے قریب واقع ہے رام راج والی بیجا نگر سے ۱۵۶۷ء میں سخت لڑائی ہوئی۔ رزمگاہ سے بیجا نگر تک کہ دس کوس کا فاصلہ ہی تین لاکھ آدمی مع رام راج قتل کئے گئے جو قلعہ اور علاقہ جات عادل شاہی و قطب شاہی رام راج کے تصرف میں آ گئے تھے سلاطین کے حیطہ اقتدار میں آ گئے۔ یہ بادشاہ نہایت دانا مدبر اور بیدار مغز تھا۔ ولایت دکن جو چوروں اور رہزنیوں سے پھٹی اس کی اس طور سے نگہبانی کی کہ سوداگر درمال دار لوگ بے قافلہ اور رفیق کے روز و شب آتے جاتے تھے ہمیشہ امور بخودی و کلی سلطنت کی طرف بذات خود متوجہ رہتا تھا اور تمامی ممالک متفرقہ کے دریافت اخبار میں اس قدر سرگرم تھا کہ اگر کوئی شخص راستہ یا مکان میں کوئی بات کہے تو فوراً بادشاہ تک پہنچ جاتی تھی۔ سفر و حضر میں اہل فضل و کمال ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہتے۔ اور علماء و فضلاء حکماء و شعرا ہمیشہ بادشاہ ہم جلس تھے۔ قلعہ گوکنڈہ جو اہل ہنود کا خام بنا ہوا تھا اسی بادشاہ نے اس کو بچتہ بنوایا۔ موسیٰ ندی کا پیرانا پل بھی اسی بادشاہ کے عہد میں طیار ہوا جو شہر حیدر آباد کی آبادی کے چودہ سال ۱۵۰۰ء دریا سے گوداوری کے شمال کنارے پر واقع ہے اور قدیم شہر ہر گریماں کا کوئی خاص تاریخی واقعہ قابل ذکر نہیں ہے۔ بہت سے بڑے بڑے مکانات پرانے قلعے کی تفصیل پر لب دریا بنے ہوئے ہیں دریا سے گوداوری (۹۰۰) میل لمبا ہے اور وسط ہند سے گزرتا ہے۔ ضلع ناسک بمبئی پریزیڈنسی میں موضع ترمیک سے نکل کر ملک دکن اور سلطنت سرکار عالی نظام میں گزرتا ہے۔ ریل کے پل میں (۵۶) کمائیں (۶۲۰) فٹ چوڑی ہیں پورے دو میل پل کی لمبائی ہے۔ ہندوستان میں یہ دوم نمبر کا پل ہے اس سے بڑا پل سون کا ہے جو ایسٹ انڈین ریلوے کے اسٹیشن ڈہری پر واقع ہے ۱۲

پیشتر طیار ہوا۔ اس بل کی طیاری کا سبب یہ ہوا کہ شہزادہ محمد قلی سماء بھاگ ہستی طوا لہا پر عاشق تھا اور وہ موضع چچلم میں جہاں اب آبادی شہر حیدر آباد ہی رہتی تھی۔ شہزادہ حسب عادت ایک رات قلعہ گوکنڈہ سے موسیٰ ندی پر آیا اس وقت ندی طغیانی پر تھی اس کو جذبہ عشق نے بے چین کر دیا اسی حالت طغیانی میں ندی میں گھوڑا ڈالا اور پار ہو گیا۔ خفیہ نوایسوں نے حسب اس کی اطلاع بادشاہ کو دی تو بہت متفکر ہوا اور سجدہ شکر بجالا۔ حکم دیا کہ موسم بارش سے پیشتر اس ندی پر بل طیار کیا جائے۔ اس بل کا طول (۲۰۰) گز اور عرض (۱۲) گز اور ارتفاع (۱۴) گز ہو۔ کسی نے بل کی تاریخ (صراط المستقیم) لکھی اور انعام سے سرفراز ہوا کسی اور نے بل کی تکمیل کی تاریخ ذیل کے شعر میں لکھ کر پیش کی اور پانچواں شرفی صلہ پایا۔

زینت اوگر دمار و مابر اوگر دیم  
ازیں سبب شدہ تاریخ اوگر دیم

۹۸۶ھ

اس بادشاہ کے عہد میں ملک سرسبز و ترقی پذیر رہا۔ رقاہ عام کے بہت سے کام کئے گئے تالاب حسین ساگر جس کا ایک نمونہ ہے۔ سیکڑوں مساجد و مدارس طیار ہوئے اور گوکنڈہ کی پہاڑیوں پر حصار اور مورچے بنائے گئے اسی عہد میں قصبہ ابراہیم پور آباد ہوا اور تالاب ابراہیم پور جو مشہور و معروف ہو طیار ہوا۔ علم نفل صاحب بھی اسی بادشاہ کے زمانہ میں گوکنڈہ لایا گیا۔ اس علم کی نسبت

۱۵ ابراہیم قطب شاہ کے زمانہ کا ایک کتبہ قصبہ پور کے گنبد پر میری نظر پڑا وہ ذیل میں درج ہے۔ پور چرو  
حیدر آباد سے دس کوس اور رنگم پل ریلوے اسٹیشن سے (۵) میل ہو اور مستقر محکمہ صوبہ داری صوبہ گلشن آباد  
میدک ہے۔

و اما توفیق الالبالہ اللہ العالی القادر

تیار می گنبد این گردوں مثال و اساس این عمارت عالی مقدار در زمان بادشاہ عالی جہ سلطنت پناہ خلافت  
دستگاہ گردوں اجنبہ ظل المدخادم اہل بیت ہمایوں ابراہیم قطب شاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ و افاض علی القلی  
برہ و احسانہ و عدلہ توفیق اللہ تعالیٰ و استمداد روح پر فتوح حضرت سلطان الاولیاء امام العشاق و العرفاء  
قطب الارض و السمار رئیس الحججین و سید المعشوقین شاہ محمد الدین ابو محمد سید عبدالقادر الحسنی الحسینی البجیلانی  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ استعانت یافت فقیر حقیر مسمی بہ عبدالقادر النحاطب بہ امین خاں قریشی القادری مرید حضرت

مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہی صلعم کا خود مبارک جو معرکہ کر بلا میں جناب سید الشہداء  
حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر مبارک پر تھا اُس کی بینی کا ٹکڑا جو کارزار میں گر پڑا تھا دست  
بدست بامتناہ زمانہ یوسف عادل شاہ بیجا پوری کے ہاتھ لگا بادشاہ اس پر مندل لگا کر عشرہ  
محرم میں استاد کر کے آداب عزاداری ادا کرتا تھا۔ جب سلطنت بیجا پور تباہ ہو گئی تو قلعہ محمد نگر  
کو لکھنؤ کو وہ علم ابراہیم قلی قطب شاہ کے عہد میں لایا گیا۔ بادشاہ اس علم کو قلعہ میں عشرہ محرم  
میں استاد کرتا تھا۔ سن بعد اس کے فرزند سلطان محمد قلی کے زمانہ میں شہر حیدر آباد آباد ہوا تو یہ علم  
قلعہ سے شہر میں لایا گیا حسب شد آمد قدیم غرہ محرم کو یہ علم استاد ہوتا ہوا اور شب و ہم کو بڑے  
تزک و احتشام کے ساتھ نفل صاحب کی سواری اٹھتی رہا لکھنؤ چراغ اور ہزاروں مشعلیں سواری  
کے ساتھ رہتی ہیں۔ خلقت کا اس قدر ازہام ہوتا ہے کہ پناہ بخدا۔ اسی بادشاہ کے عہد میں پٹال  
اور گھن آنکھوں میں الماس کی کان برآمد ہوئیں۔ مہربخ فرشتہ سلطان ابراہیم کا حال یوں  
لکھتا ہے۔

”سلطان ابراہیم کے ابتداء عہد حکومت میں تلنگانہ مصر کی طرح دنیا کی بڑی مٹی  
بن گیا۔ ترکستان عرب اور ایران سے تجارت آتے تھے اور اُن کی اس طرح دل افزائی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴۴۔ قطب الانام شاہ محمد قادری الملتانی خلیفہ حضرت مرشد الانام شیخ ابراہیم محمد دم  
برخی الشہر شاہ محمد قادری قدس سرہما در تاریخ و شہادتہ مستحکمہ ست و سبعین من الحجۃ المصطفویۃ افضل الصلوٰۃ  
والسلام و اکمل الحیات بکمال باتمام و اختتام رسانید اسید واثق و رجاء صادق چنانست کہ حق سبحانہ تعالیٰ جل جلالہ  
دعم نوالہ و اعظم شانہ اس گنبد عالی اساس را از حوادث روزگار در حفظ و امان خود نگہ دار و بمنہ و کرم و جودہ و  
کریمہ آمین یا رب العالمین بعنایتہ اللہ تعالیٰ و مدد و استعانتہ حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ و ار جابہم در  
زمین النعام گنبد مذکور مسجد و جماعت خانہ و چار دیواری گرداگرد مسجد مذکور سنگین بستہ شد و اس عمارت  
مذکور در تاریخ و ماہ جمادی الاول ۹۸۶ھ مشہور استعانتہ و ارجح ثنائین ہجرہ مصطفویۃ علیہ اوضح السلام  
ذلک کتبہ الحقیر القصیر عبدالقادر الخاطب بہ امین خاں المشہر بہ شیخ میاں بن شیخ بڑے بن شیخ ہمالیوں  
بن قاضی جیون ابن شتی العلما و قاضی محمد انتخارا بن قطب العلما قاضی بابا قریشی القادری اولاد ہم و اجماع  
و اکہم حفظ خاں و عبد العلی و فاضل خاں و عبد الکریم و شیخ ابراہیم فقط ۱۲

ہوتی تھی کہ وہ اس ملک کے کسی چکر لگاتے تھے ممالک غیر کی بہترین نعمتیں ہر روز بادشاہ کے درسیج دسترخوان پر با فرط رکھی جاتی تھیں۔

بتاریخ یکم رجب ۹۸۹ھ م ۲ جون ۱۵۸۱ء اپنی جلوس کے بتیسویں سال (۵۱) برس کی عمر میں سلطان ابراہیم نے سفر آخرت اختیار کیا۔

چوزدنیا سوئے عقبی رخت بست  
شاہ ابراہیم شاہ اہل حباب  
سال وصل دست فیاض زماں  
نیز "زیاتاج ابراہیم شاہ"

۹۸۹ھ

۹۸۹ھ

کتبہ برگنہ سلطان ابراہیم قطب شاہ ۹۸۹ھ  
هوذا الملائكة واولوا العلم قائما بالقسط لا اله الا هو العزيز الحكيم ۸۸ھ  
بخط طغری۔ قل انتقل ساکن هذه الحاضرة العلییة العالیة وهو السلطان المغفور  
انما فان المرحوم والمرد المسو انار الله بوهانہ واسكنه مع اولیاءه جاعة  
جوار رحمة الله يوم الخميس الحادی والعشیرین من شهر ربيع الثاني سنة ثمان وثمانین  
وتسع مائة من الهجرة النبویة اخلل رضوان الملك الاله السلطان ابواهدیم قطبشاہ

لا اله الا الله محمد رسول الله وعلى ولي الله حقا حقا

کتبہ گنبد سلطان میرزا محمد ابن  
سلطان ابراہیم قطب شاہ  
بخط کوفی بسم الله الرحمن الرحيم وسورة قل  
هو الله احد۔  
بخط طغری قل الفق ارتجال المغفور المذكور ذي

المناقب العلییة والمفاخر السلطانیة میرزا محمد امیر ابن السلطان قطبشاہ ابراہیم النشا الله  
یکمل المغفرة والرضوان في يوم الاحد الخامس والعشیرین من شهر شعبان المعظم سنة ثمان  
شهداء الله لا اله الا هو والملائكة واولوا العلم قائما بالقسط لا اله الا هو العزيز الحكيم۔

۱۔ اس تاریخ اور جیسے اور سن میں اس کتبہ سے تھوڑا سا اختلاف ہو جو بادشاہ کے گنبد پر ہو لیکن جب کہچھوڑا



Handwritten text in Urdu script, appearing as a header or introductory section. The text is partially obscured by a horizontal line and some ink bleed-through from the reverse side of the page.

Handwritten text in Urdu script, continuing the narrative or list. The text is somewhat faded and includes a small, dark rectangular mark on the right side, possibly a stamp or a piece of tape.

Handwritten text in Urdu script, likely a concluding statement or a signature. The text is written in a clear, cursive style.

Handwritten text in Urdu script, appearing as a footer or a separate section. The text is sparse and includes some vertical lines, possibly indicating a list or a structured format.



- ( ۱ ) کتبہ بر مغدوہ مددرا محمد امد فراد سلطان ابراہیم قلی خطیب سہ  
 ( ۲ ) کتبہ بر قار بیرون قلعه کول کتبہ جاسب عتب رافع لرد شاہوازی اندرون رمدہ





محمد قلی قطب شاہ ۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ بادشاہ کا بیٹا عبد القادر صاحب سیف و قلم تھا بادشاہ کو اُس کی طرف سے خدشہ تھا کہ ہمیں ایسا نہ ہو کہ مجھے معزول کر کے خود بادشاہ بن بیٹھے اس لئے زہر دے کر دوا دیا اور ایک دوسرا لڑکا باپ کی زندگی ہی میں مر گیا اس لئے فرزند سوم ابوالفتح سلطان محمد قلی قطب شاہ تخت نشین ہوا۔

بادشاہ نے ارکان دولت و اعیان حضرت و علماء و فضلاء شریعت کو انواع عنایات شاہانہ و لطافت خسرانہ سے معزز و ممتاز فرمایا۔ اس کی شفقت و احسان سے جمیع رعایا و بریا مرصہ الحال و قایغ البال رہی۔ اس کے زمانہ میں عدل و انصاف کے قواعد ایسے مشہور و مستحکم ہوئے کہ ظلم و ستم کی بنیاد جڑ سے اکھڑ گئی بادشاہ نے امیر شاہ میر کو جو سر حلقہ امیران دولت تھا مع دیگر امرا و کھواینین قلعہ تلدرگ کی تسخیر کے لئے مامور کیا۔ بوقت روانگی ایسے گھوڑے دیئے کہ جن کی زین زرو نقرہ کی تھی۔ ابراہیم عادل شاہ بیجا پوری نے بکمال الحاح مکتوب اتحاد و اسلوب عدم تسخیر قلعہ کے باب میں روانہ کیا۔ تو بادشاہ نے اُس قلعہ کا محاصرہ اٹھا لیا اور دیگر ولایات کے فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ جب سلطان نے دار السلطنت محمد نگر کو لگنڈہ کو اپنی جاہ و منزلت کے موافق نہ پایا اور اُس کے حصار میں امر و سپاہ کی سکونت کے لئے کافی گنجائش نہ پائی تو اُس میدان میں جدید شہر کی بنیاد حکم دیا جہاں اب حیدر آباد واقع ہے تھوڑے زمانہ میں شہر کے علاوہ عمارات دولت خانہ شاہی و دروازہ عالی و دار الشفا و باغات پاکیزہ و جلو خانہ و نقار خانہ و مکان ہائے کار خانہ حیات و قصر ہائے اہل خدمات و جامہ خانہ و تہنول خانہ و اسلحہ خانہ و مطبخ و مسجد جامع و عاشور خانہ عالی سب تعمیر ہو گئے۔ حسب الحکم شاہی چار کمان کی کمان غریب دولت خانہ عالی کا دروازہ اور کمان شرفی نقار خانہ شاہی قرار پائی۔ زربفت کا پردہ در دولت پر ہمیشہ پڑا رہتا تھا اور دو سے محل مثل چندین محل اور گلن محل وغیرہ جاگیر داران بارگیراں سلی داران و امرا و خواہین کے لئے طیار کئے گئے۔ دس ہزار بارگیر و سلی دار جو نشست پر رہتے تھے اُن کے کھانے اور ناشتہ کا انتظام مطبخ شاہی سے ہوتا تھا۔ دوا و محل دوا و فرمائی خلایق کے لئے و دار الشفا معالجہ بیمار ان کے لئے طیار کئے گئے۔ ہر قسم کی دوا و غذا کا انتظام سہ کار سے تھا اور موسلی ندی پر ندی محل طیار کیا گیا اور آخری چار شنبہ کے جلسہ کے لئے بنی بارغ بنایا گیا اور عمارات

کوہ طور و محمدی محل و حیدری محل و حسنی و حسینی محل و جعفری و جیدر محل جس کو حیدر سند و ابھی کہتے تھے یہ سب مع باغوں کے سیر و تماشہ کے لئے بنائے گئے تھے۔ سلطان کو منظور تھا کہ بلکہ حیدر آباد کی آبادی مشہد مقدس کی طرح کی ہو۔ لہذا بجائے رودھنہ منورہ جناب امام علی ابن موسیٰ رضی علیہ الصلوٰۃ والسلام چار مینار کی عمارت جس کا ارتفاع (۶۲) گز ۱۵ اور جس پر مسجد اور حوض آب مصفا ہو۔ تین لاکھ روپیہ کے صرفہ سے بنائی گئی۔ تیار بن چار مینار و بلکہ حیدر آباد یا حافظ ہو یہ بادشاہ نہایت سخی رحم دل ہمدرد بنی نوع انسان تھا تعمیر است عامہ و خیرات بہت ہیں اپنے جیب خاص سے بے دریغ روپیہ صرف کرنا تھا جریمین شریفین و مقامات مقدسہ کے لئے لاکھوں روپیہ کا معمول مقرر تھا عشو محرم میں عزاداری میں لاکھوں روپیہ صرف کرتا تھا۔ علماء و فضلاء سادات مسافرن کی خدمت غریبوں کی شادی اور خستہ کے لئے بھی بڑے بڑے مدات مقرر تھے۔ ایکہ اثنا عشر علیہم السلام کے خرچ لنگر کے لئے ساٹھ ہزار روپین مقرر تھے اور بعد ماہ محرم کے بارہ ہزار روپین غریب و مستحقین میں تقسیم ہوتے تھے اس مکان نام زرعا شوری تھا جب ہلال ماہ محرم نظر آتا تھا بادشاہ لباس مامی بن لیتا غریبوں کے لئے کسوت سیاہ و سنبر کار سے تقسیم ہوتے۔ سنہ میں بحبت ازیا و محبت ابوالمظفر شاہ عباس صفوی دارائے ایمان کی جانب سے اعز لو سلطان ہدایاے لائقہ کے ساتھ دار و حیدر آباد ہوا منجملہ ہدایا تاج مرصع جس پر آب دار جواہر اور موتی چڑے ہوئے تھے اور کمر بند و خنجر مرصع مکمل بہ جواہر نفیسہ و چالیس اسب عربی نژاد بازمین و لگام مرصع و عباسی ہائے زر نگار مرصع اور پانسون تھان محل و اطلس فرنگ و زربفت اعلیٰ و بارہ حفت قالین کرمانی وغیرہ تھے۔ چوں کہ اسی زمانہ میں مغلوں نے دکن پر یورش کی تھی اس لئے سفیر ایران چھ سال کو لگنڈہ میں اقامت گزری رہا۔ بوقت معاودت وہ ایسے تحالیف اپنے ساتھ ہندوستان لے گیا جو شایان شان شاہ ایران تھے۔ اس بادشاہ کے دربار کا یہ طریقہ تھا کہ ہر صبح امراء و خوانین جو حیرے کے لئے حاضر ہوتے تھے تمام اسباب سفر مع خیمہ و خرگاہ اپنے ہمراہ لاتے اور جلو خانہ شاہی میں حاضر رہتے جس کسی امیر کے نام کسی سمت میں جانے کے لئے حکم شرف صدور لاتا اسی وقت اسی مقام سے جہاں وہ کھڑے ہوتے روانہ ہو جاتے۔ تہیہ سفر و طیار

سن شہریار

ہج کیا

شاہ

لغت

اللہ

یہ والہ

برادرزادہ

شانی

ما کو

نند کو

سیا د

ہ کی

ممد کو

مرد

مرد

مرد

مرد

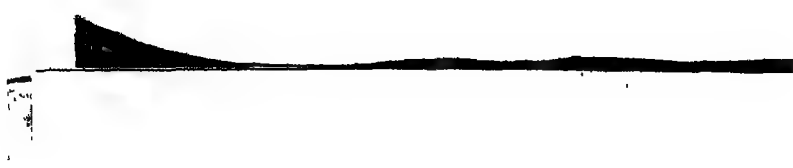
مرد

مرد

مرد

مرد

س - جہ بیوں مارین درہاہ لو با صا و ستا ہرہ قدیم راضی و خوش دل کیا۔



1 4  
2 5  
3 6

1  
2  
3

1 2  
3 4

1

سامان کی ہرگز نوبت نہ آتی تھی۔ بتاریخ ۷ اربقعدہ ۱۰۲۱ھ ۱۶ دسمبر ۱۶۱۱ء کو اس شہر یار  
درباروال نے اکتیس سال زینندہ تاج و تخت رہ کر (۱۶۹) سال کی عمر میں جہان فانی سے کوچ کیا۔

محمد رفت چوں از دار فانی      وصال آن شہ دیں سال فیاض  
ز قطب فضل و فضل عام ختم      دگر بارہ ز عالی حب فیاض

۱۰۲۱ھ

۱۰۲۱ھ

بادشاہ کے گنبد میں یہ کتبے ہیں:-

یہ خط نسخ - آیۃ الکرسی تا آخر رکوع اندرون گنبد -  
یہ خط طغری - اعلیٰ حضرت جنت مکانی عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ بن ابراہیم قطب شاہ  
انا را بعد برانما بتاریخ روز شنبہ ہفتہ ہم ماہ ذالی - (ذی) القعدہ الحرام ۱۰۲۱ھ ۱۶ دسمبر ۱۶۱۱ء  
ہجری حرمت حق واصل شد - سن ثمر نفین چهل و نہ سال و مدت سلطنتش سی و یک سال رحمہ اللہ  
لعل رحمۃ کا ملکہ ان الله و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ و آلہ  
سَلِّمُوا تَسْلِيمًا

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی دلی اللہ حقاً حقاً

۱۰۲۲ھ

﴿بجز خدا﴾

سلطان محمد قطب شاہ  
محمد قلی قطب شاہ لا ولد فوت ہوا اس سبب سے اس کا براہِ راز  
اور داماد محمد قطب شاہ جانشین ہوا۔ یہ بادشاہ ۳ ربیع الثانی  
۱۰۲۱ھ تا ۱۰۲۵ھ ۱۶۱۱ء تا ۱۶۱۵ء

سن ۱۰۲۵ھ چار شنبہ کے دن پیدا ہوا۔ اس بچے کے تولد ہوتے ہی سلطان محمد قلی نے اس کو  
اپنے سایہ عاطفت میں لے کر اپنی فرزندگی میں لیا اس کو نہایت عمدہ تعلیم دلائی اور جب رشد کو  
پونچا تو اپنی لڑائی سے شادی کر دی۔ جب سلطان محمد قلی کا مزاج منہج اعتدال سے باہر ہوا سیاہ  
ونقاہت مرتبت میر محمد موسیٰ استرآبادی کو جو پیشوا سے دولت وکیل مطلق تھا اس شہزادہ کی  
جانشینی کی تاکید کی۔ اسی مطابق میر موصوف نے سلطان کے دفن سے پہلے سلطان محمد کو  
تخت پر بٹھایا اور تمام امرا و سپاہ سے بیعت لے کر شاہ مرحوم کی تجنیز و تکفین کی طرف مصروف  
ہوئے۔ سلطان محمد نے بعد جلوس ملازمان درگاہ کو باضافہ مشاہرہ قدیم راضی و خوش دل کیا۔

جب اس کے جلوس کی خبر شاہان اطراف و جوانب کو پہنچی تو ابراہیم عادل شاہ کی طرف سے شاہ سیادت پناہ میر محمد تقی اور مرتضیٰ نظام شاہ کی جانب سے میر ابو الفتح رسم تعزیت و تہنیت ادا کرنے کی غرض سے مکاتیب محبت اسلوب و تحفہ و ہدایا لے لایقہ کے ساتھ پونچے۔ یہ پہلی الطاف و عنایات و خلعت فاخرہ و اسپ و فیل و نقود سے سرفراز ہوئے اور جو ایات اتحاد و اسود حاصل کر کے شاد کام واپس ہوئے۔ ربیع الاول سن ۱۰۸۷ھ میں میر محمد امین میر محمد کبیر کی زیارت حرمین شریفین کی اجازت دی اور دس ہزار ہن خراج راہ کے لئے مرحمت کئے۔ اسی سن میں سید کمال الدین مازندرانی کو راجہ ولایت بستر کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ سلطان مرحوم کی رحلت کی خبر جب شاہ عباس صفوی شاہ ایران کو پہنچی تو اس محبت کی بنا پر جو اس کو خاندان قطب شاہی سے تھی ایالت پناہ حسین بیگ بیجاپی کو جو مقربان بادشاہی سے تھا بجز تہنیت و تحائف بیش بہا کے ساتھ دکن بھیجا۔ اس کی اطلاع جب بادشاہ کو پہنچی تو میر زین العابدین مازندرانی کو فضل و خرد سے متصف تھا بندر دہلی کو روانہ کیا اور ہر منزل پر اسے ضیافت ادا ہوئی جب سفیر سرحد پہنچا تو عمدۃ الخوانین ابنیاء قلی خاں کو مع چند مقربین کے استقبال کے لئے روانہ کیا۔ سفیر دار السلطنت کے متصل بمقام کالا جہو ترہ بتایا۔ ۱۰ رجب سن ۱۰۸۷ھ بساط بوسی سے سرفراز ہوا اور مکتوب شاہی کو مع تلخ مرصع و کمر بند و کشمیر و خنجر مرصع اور پچاس اسپ بادیہ پیمائے مع زین و نگام مرصع و عثمان ہائے زرخش و تین سو تھان زربفت و غیرہ نذرانہ سے گزرانا اور مع اپنے اثنی رفقا کے الطاف خسروانہ سے بہرہ اندوز ہوا۔ ایک عالی شان محل ان کی اقامت کے لئے منتخب ہوا۔ دو سال چار مہینہ سقراقامت گریں رہا۔ بعدہ ایالت پناہ شیخ محمد خاتون کو جو مقربان درگاہ سلطانی سے تھے نہایت بیش قیمت تحفہ و ہدایا دے کر سفیر ایران کے ساتھ روانہ کیا۔ اور چودہ ہزار ہن خراج راہ کے لئے سفیر ایران کو وے کر براہ برہان پور جانب ایران روانہ کیا۔ شاہ ایران کا خط جو سلطان دکن کے نام آیا تھا اس کی نقل درج ذیل ہے۔

نقل مکتوب ۱۱ اعلیٰ حضرت سلطنت و معدلت پناہ شوکت و عظمت و شگاہ بہت و جلالت انتباہ محمد و سیانی الدولتہ و الاقبال مشید ارکان النصفۃ و الاجلال جالس سریر سلطنت و کامکاری شائستہ مستر و سردی و جہانداری انخصوص بعنایات المملک الافاضلہ

والایالت والشوکت والعظمت والابست والنصفۃ والاجلال سلطان محمد قطب شاہ راتیلیات  
عطوفت محبت انجام ودعوت ملاطفہ بنیان مہوب فرجام ابلاغ وارسال داشتہ ہنگی توجہ خاطر  
مہرگزین ولعلی ضمیر منیر مہوب آئیں ہمالیوں مابا نظام اسباب سلطنت و دستکامی واعتدال  
لوائے نصفت و بلند نامی آں اعلیٰ حضرت باقصی مراتب کمال درستی مدارج عہد و اجلال  
متعلق و مقرونست و مطالب و آرب و وجہانی بتوقیات آسمانی مقدر بعد از آناے راے  
صد اقت آراے می گرداند و چنینکہ خبر ملالت اثر واقعہ ہائیکہ مرحمت پناہ عم غفران دستگاہ  
آن عالیجاہ سلطنت و اقبال پناہ بدیں دیار رسید کہ از نشہ فانیہ غدار بے اعتبار جدائی  
اختیار نموده بہ آرام گاہ بقایہ پیوستند بمقتضای عفو و اشتفاق جبلی و علائقہ اتحاد و یکدلی  
کہ فیما بین مسلوک بود غبار کلفت و ملال بر آئینہ ضمیر منیر محبت تاثیر نشستہ کمال اندوہ و  
ملالت دست داده و متعاقب آں خبر محبت اثر قائم مقامی و داراے آن جالس سریر  
سروری و جہان ندرانی مباح مع اجلال رسدہ رنگ ملال از آئینہ خاطر زود وجود دنیاے فانی  
ناپائیدار محل حوادث و مسکارہ و حکم قاطع کل نفس ذائقۃ الموت بقاے نوع انسانی از مقولہ  
متنجات و راہ عدم پیمائی قرار یافتہ کافہ مخلوقات است نقوش قدسیہ انبیاء عظام و اولیاء  
کرام کہ بحرمان اسرار غیبی و مقربان در گاہ ایزدی اند بہ مدلول آیت کریمہ اذ جئنی الی ذلک ذاصیبت  
مصر ضیبت از دل و جان ایں اشارت قدسی بشارت را پذیرفتہ و داغ غم ناپائیدار حیات  
دوروزہ مستعار نموده اند آنست کہ آں بادشاہ عالی جاہ در حدوث ایں قضیہ ہائیکہ بر سہونی  
گوہر شب تاب عقل بعزۃ الوثقی صبر و شکیبائی تمسک جستہ بدیں عطیہ عظمیٰ شاگرد مسرور  
باشند بحمد اللہ و المنۃ لبعون عنایات الہی سریر بادشاہی آں خالوادہ علیہ لوجود شریف آں  
سلطنت نشان آرایش یافتہ چراغ آں سلسلہ افروختگی دار درجاے والحق است کہ  
تا عم غفران پناہ مذکور مستغرق رحمت حی لا یموت بوده باشند بقاے عمر آں سلطنت و شوکت  
دستگاہ بودہ از عمر دولت تمتع و بر خور داری یا بند چوں حسن اعتقاد ایشان بچاندان طیبین  
و ظاہرین بر عالمیاں اظہر من الشمس و مصداقت فیما بین از قریم الایام سمت ظهور دارد  
لازم نمود کہ از خالصان حریم عربت با بخت پریش حال لغزیت و مبارک باد سلطنت



دودا وہی آں اعلیٰ حضرت فرستادہ شود لہذا رفعت پناہ مقرب العلینہ عالیہ حسین بیگ قچا قی را کہ از خد تمسکاران بساط قرب و منزلت و محل اعتماد شاہانہ است روانہ حضور نمودیم و ایں نامہ دوستی آئین از روئے کمال شوق مصحوب و ارسال ساختیم۔ آنکھ لندہ و المندہ مجاری حالات اینجائے ہمین عاطفت ربانی پر حسب دل خواہ احباب بخیر و خوبی گزارانست و دریں اوقات فیما بین نواب بہاولوں ما و اعلیٰ حضرت بادشاہ ذی جاہ فرماں روا کے ممالک و روم و بساطت مصلحاں خیر اندیش مصلح واقع شدہ و ما نیز جہت ترقی احوال خلایق و عباد اللہ رضا باں دایم و از جا نہیں معاصرہ و سیماں تاکید یافتہ الیچیاں معتبر آمد و شد نمودند و از ہیچ طرف امر کے کہ مکرہ خاطر انور بودہ باشد واقع نیست و وظیفہ ایں کہ آن سلطنت و معدلت و دستگاہ بیشتر کہ شیوہ فرخندہ اتحاد و حسن موافقت و دودا مرغی و سلوک داشتہ پیوستہ ریاض اخلاص را بنیال مکاتیب صداقت عنوان و صحائف سودت نشان شاداب گردانند و جہوں داعیہ ضمیر انور ہما یوں آنست کہ ہمیشہ از احوال ایشان خبر دار باشم و الیچیاں کہ میفرسیدم دیر تر روانہ می نمایند باعث ایں میشود کہ ازیں طرف نیز دیر روانہ شوند بعد ازیں برخلاف گردشہ عمل نمودہ رفعت پناہ مشارالہ را زود تر روانہ گردانند۔ و بجہت آن مردم ما و ایشان از راہ خشکی لغزات بیک دیگر تردد تو اند کرد و پیوستہ از چگونگی حالات یک دیگر خبر دار تو انم بود جسے از عساکر مفوضہ رافقہ و تسخیر ولایت کیچ مکر آں مامور فرمودیم و بتوفیقات آسمانی باندک توجہ مفتوح گشت و من بعد تردد با سانی میسر است بعضی از حکایات عم غمراں پناہ آں عالی جاہ زبانی سعادت و عزت آثار بہ حاجی قنیر گفتہ بودند کہ بعض اشرف رسانند مشارالہ معروض داشت بعد الیوم ہر گونہ مطلبی کہ منظور و مکر خاطر انور بودہ باشد بے شائبہ تکلف و غالیہ حجاب از روئے یگانگی اعلام نمایند کہ توجہ بحصول آں موصول گرد و چون غرض تجدید مراسم الفت بود زیادہ اظہار نزہت ایام سلطنت و اقبال بماناد

روز دوشنبہ بتاریخ ۲۸ شوال ۱۲۳۳ھ بادشاہ کے مشکوئے معلی میں فرزند دلبد تولد ہوا۔ نومولود کا نام سلطان محمد عبداللہ میرزا رکھا گیا اور ۲۵ ستمبر ۱۲۳۳ھ میں ایک اور شاہزادہ تولد ہوا۔

سلطان محمد قطب شاہ نے ۱۶۲۶ء میں ارادہ کیا کہ ایک حالی شان مسجد متعل چار  
مینار تیار کی جائے۔ جب مسجد کا پایہ طیار ہو گیا تو شہر میں منادی کی گئی تھی کہ جس شخص کی نماز عمر بھر قضا  
نہ ہوئی ہو وہ آکر اس مسجد کا بنیادی پتھر رکھے مگر تمام شہر میں کوئی شخص ایسا نہ نکلا۔ دو شخصوں نے  
صرف ایک ایک وقت کی نماز قضا ہونا بیان کیا۔ یہ سن کر بادشاہ نے کہا کہ بارہ سال کی  
عمر سے اس وقت تک میری نماز تہی تک کبھی قضا نہیں ہوئی اور پتھر سر پر اٹھا کر پایہ میں رکھ  
دیا۔ اس بادشاہ کے عہد میں تقریباً بیس ہزار ہن اس مسجد کی تعمیر میں صرف ہوئے۔ سلطان  
عبداللہ قطب شاہ اور سلطان ابوالحسن تانا شاہ کے عہد میں بھی اس کی تعمیر جاری رہی شہنشاہ  
عالم گیر نے صحن اور حوض اور اطراف کی دیواریں اور دروازہ طیار کر کے اور میناروں پر طلائی  
کلس چڑھا کر مسجد کو مکمل کیا اس مسجد کا نام بیت الحقیق رکھا گیا تھا مگر عالم گیر نے ۱۶۹۸ء  
میں مکہ مسجد کے نام سے موسوم کیا۔ اس مسجد کی طیاری ۱۰۰ سالہ میں اختتام کو پہنچی۔ چنانچہ  
یہی سنہ دروازہ کلاں پر کندہ ہے۔ طول اس مسجد کا (۷۰) گز عرض (۴۳) گز اور بلندی کا  
مع کلس (۲۹) گز ہے یہ مسجد زیر نگرانی مزار فیض اللہ بیگ درگشا چودہری المتخاطب بہ بہرہ مند خا  
طیار ہوئی۔

جب بادشاہ تپ محرقہ سے بیمار ہوا اور حالت بہت سقیم ہو گئی تو اپنے فرزند عبداللہ  
مرزا کو جس کی عمر اس وقت بارہ سال کی تھی طلب کر کے کہا کہ تم میرے روبرو دو رکعت نماز  
حاجت پڑھ کے بارگاہ اقدس انہی میں میری صحت کے لئے دعا کرو کہ بخاری دعا درجہ اجابت  
کو پہنچے گی۔ شہزادہ نے مسجد میں جا کر اپنی سلطنت کے استحکام کے لئے دیر تک بکمال  
خضوع و خشوع دعا کی اور بعد ختم نماز باپ سے کہا کہ درگاہ احدیت میں نہایت عجز و زاری  
والحاج سے میں نے آپ کی صحت کے لئے دعا کی انشاء اللہ تعالیٰ صحت عاجلہ نصیب ہوگی۔  
بادشاہ نے دیر تک بیٹے کی صورت دیکھی اور فرمایا کہ امی فرزند تو نے درگاہ ایزدی میں اپنی سلطنت  
کے قیام و استحکام کے لئے دعا کی اور وہ مقرون بہ اجابت ہوئی۔ خوب ہوا۔ یہ ایک ضروری بات  
تھی ہم کو بھی اس سے دل جمعی ہوئی۔ چند ہی روز میں ۷۰ سالہ میں بیالیس سال کی عمر میں بادشاہ  
کا انتقال ہوا۔ اس بادشاہ نے بیس سال سلطنت کی۔

کتبہ سجدہ طغری وفات اعلیٰ حضرت جنت مکانی سلطان محمد قطب شاہ ابن مرزا  
محمد قطب شاہ ابن ابراہیم قطب شاہ فی تاریخ یوم الاربعاء سیزدہم ماہ جمادی الاولیٰ ۱۰۳۵ھ  
ولادت باسعادتش یہ ماہ رجب ۱۰۳۵ھ جلوس بہانوش فی ہفتدہم ماہ ذی القعدہ ۱۰۳۵ھ  
ہر سلطنتش چھار دہ سال و شش ماہ عمر عزیزش سی و چھار سال و دو ماہ اِنَّ اللہَ وَمَلَائِکَتُہُ  
یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا اَسْلَامًا۔

سلطان عبداللہ قطب شاہ ۱۰۳۵ھ تا ۱۰۸۳ھ - ۱۶۲۵ء تا ۱۶۷۲ء  
سلطان محمد قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سلطان عبداللہ قطب شاہ جس کی عمر بارہ سال کی تھی تخت نشین ہوا۔ اس بادشاہ کو تعمیر عمارت کا بہت شوق تھا۔ گوشہ محل کی عمارت اسی بادشاہ کے زمانہ میں طیار ہوئی۔ اس عمارت کی عظمت اس کے حوض سے ظاہر ہو۔ جب حوض اس قدر بڑا ہو تو اندازہ ہو سکتا ہے کہ اصل عمارت کس قدر بڑی اور وسیع ہوگی۔ صاحب تاریخ گلزار آصفیہ تحریر کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے اس عمارت کو بچشم خود دیکھا اور اس کی سیر کی ہے انہوں نے حیرت میں انجمد ہو کر حیات اور حیات خاں ہیں جن کی عمر علی الترتیب سو اور نوے برس تھی ان دونوں کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ عمارت اس قدر رفیع تھی کہ جوان زبردست قوی بازو بلند قامت اگر اپنی پوری قوت سے لیموں اور پر بھینکے تو عمارت کی سقف تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس محل میں ایک ہزار حجرے تھے۔ تماشائی اندر داخل ہوں تو باہر نکلنا محال تھا۔ لوگ راستہ بھول جاتے تھے راہ نمائی کے لئے چند لوگ مقرر تھے۔ جن کی گزراں اسی پر تھی۔ اب یہ عمارت منہدم ہو گئی ہے مگر حوض موجود ہے۔ تخت نشینی کے دو سال بعد جب کہ شاہ جہاں بادشاہ دہلی برہان پور آیا تو اس کا ایلچی عبداللہ قطب شاہ کے پاس آیا اور یہاں سے بہت سے تحائف بھیج کر بادشاہ سے اتحاد پیدا کیا۔ انھیں ایام میں خیرات خاں کی معرفت بادشاہ کے پاس بھی تحائف و مکتوب بھیجے گئے۔ خیرات خاں نہایت کامیابی کے ساتھ واپس ہوا۔ ۱۰۷۲ھ میں سخت قحط پڑا۔ سلطان نے کافی انتظام غریبوں کی پرورش کا فرمایا۔ ۱۰۷۲ھ میں اپنی ہمیشہ کو سلطان محمد عادل شاہ کے عقد میں دیا۔ یہ بادشاہ عادل سخی۔ شجاع و قدر شناس تھا۔ اہل ہنر کی بڑی قدر کرتا تھا۔ میر سعید میر جملہ نے جو منجملہ امراء شاہی کے تھے بادشاہ

سے منحرف ہو کر شاہ جہاں بادشاہ ہلی کی ملازمت اختیار کی اُس کی ترغیب سے سلطان محمد  
فرزند اکبر عالمگیر بادشاہ نے ۱۶۶۶ء میں حیدر آباد پر فوج کشی کی اور غالب آیا مگر عبداللہ  
قطب شاہ نے سنوآت ماضیہ کا پیشکش اور اپنی لڑائی دس لاکھ روپیہ کے جہیز سمیت حبالہ  
نکاح میں شہزادہ کے دے کر صلح کر لی۔ ۱۶۶۶ء میں میر جملہ کو اس کے صلہ میں شہر یار بند وستان  
نے معظم خاں کا خطاب دیا اور بعد چند روز کے خطاب خان خاں عطا ہوا۔ میر جملہ کا تالاب  
مشرق میں اٹھیں کا بنوایا ہوا ہے۔ سلطان عبداللہ قطب شاہ کی والدہ حضرت حیات بخشی بیگم  
صاحبہ کی منت پر ننگر کی رسم حیدر آباد میں جاری ہوئی۔ اس بادشاہ کا کوئی فرزند نہ تھا  
صرف تین بیٹیاں تھیں لہذا ایک داماد تانا شاہ جو سلطان کی ماں کی طرف سے قرابت  
رکھتا تھا بعد رحلت سلطان عبداللہ کے جو ۳۰ محرم ۱۰۸۳ھ میں واقع ہوئی تخت نشین ہوا  
لنگر آفل ہو کر ۱۰۹۴ھ میں عبداللہ قطب شاہ (۲۷) ذی الحجہ کو من مورت نام ہاتھی پر  
سوار تھا کہ دفعۃً وہ ہاتھی مست ہو گیا اور جنگل کی راہ لی۔ یہ حال سن کر حیات بخشی بیگم صاحبہ  
سخت پریشاں ہوئیں انھوں نے جناب باری میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا واسطہ  
دے کر منت کی کہ اگر لڑکا صحیح و سالم آجائے تو ایک لنگر (زنجیر) سونے کا ہاتھی کے لنگر کے  
ہم وزن بنوا کر حسینی علم پر چڑھاؤں گی اور وہ فقر کو تقسیم کر دوں گی۔ اتفاقاً ہاتھی گرفتار ہوا  
اور سلج ذی الحجہ میں عبداللہ قطب شاہ خیر و خوبی سے داخل محل ہوا۔ بیگم صاحبہ نے راتوں  
رات سونے کا لنگر تیار کر کر شہزادہ کی کمر سے باندھ کر بجلیوں تمام حسینی علم کو روانہ کیا۔ پس اسی  
سال سے شہر میں لنگر کی رسم جاری ہے۔

حسینی علم - ایک شخص غا علی نامی کو ایک تلوار جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ  
عنه سے منسوب تھی مدینہ منورہ میں ہاتھ آئی۔ اُس نے ایک آہنی علم بنوا کر سیف مذکور  
کو قبضہ سے الگ کر کے علم کے بیچ میں نصب کیا اور زمانہ قطب شاہیوں میں وارد حیدر آباد  
ہوا۔ بادشاہ وقت استقبال کر کے بڑی تعظیم و تکریم سے اس علم کو لایا اور اب جس مکان میں  
موجود ہے اُس میں رکھا اور اس کو علی الدوام عشرہ شریف میں وہیں استاد کرنے کا حکم دیا۔ اس  
بادشاہ کے عہد تک دکن میں خطبہ اثنا عشریہ شایان صفویہ ایران کے نام سے پڑھواتے تھے

جب سلطان عبداللہ اور شاہجہاں بادشاہ ہندوستان کے فیما بین صلح ہوئی تو خطبہ بطریق مذہب اہل سنت و جماعت بنام صاحبقران ثانی شاہجہاں بادشاہ غازی جاری ہوا۔ اس بادشاہ نے ۱۰۲۷ھ میں انتقال کیا۔

کتبہ بختا طغری تاریخ وفات بادشاہ جنت درگاہ سلطان عبداللہ قطب شاہ بن سلطان محمد قطب شاہ یوم الاحد سیم ماہ محرم ۱۰۲۸ھ ولادت سعادتش بہت و ششم شہر شوال ۱۰۲۸ھ جلوس ہمایونش یوم الاربعاء چہار دہم ماہ جمادی الاولیٰ ۱۰۲۸ھ مدت سلطنتش چھل و ہشت سال سن شریفش شصت سال۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ حقاً حقاً

کتبہ موسیٰ برج ۱۰۲۸ھ در زمان دولت بادشاہ والا جاہ سلطان عبداللہ قطب شاہ بندہ دولت خیرات خاں بنا۔ اس لکھیا دو جاہ آب و باغ نمود فی شہر رجب ۱۰۲۸ھ۔ بختا طغریق بر بالاحصار ۱۰۲۸ھ در عہد دولت پادشاہ حجاہ ملا ناک سپاہ سید عبداللہ قطب شاہ یعنی بندہ درگاہ خیرات خاں اس انبارخانہ باتمام رسید بتاریخ شہر رجب المرجب ۱۰۲۸ھ۔

کتبہ مسجد میر خانہ بختا طغری ۱۰۲۸ھ ایک ہی سطریں نہایت خوش خط اور واضح لکھا جس کا طول پندرہ فیٹ آٹھ انچ اور عرض ایک فٹ پانچ انچ ہے۔  
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَارْحَمْهُمْ اِنَّكَ اَعْلَمُ الْغُیُوبِ  
يَحْسَبُ رَاىَ اللّٰهُ قَعْسَى اَدْلِكَ اَنْ يَكُوْنُوْا اَمِيْنَ اَلْهٰدِيْنَ كَتَبَهُ مُحَمَّدُ قَعْسَى الدِّيْنِ بْنِ صَالِحِ الْبَحْرَانِ

کتبہ بلوچ نیک نام خاں وزیر سلطان ابراہیم قطب شاہ ۱۰۸۳ھ فرماں جہاں پناہ عنایت عنوان حکم آفتاب شعاع رحمت بنیان از دیوان مہمبوں (ہمایوں) خلافت

مشہور چنان مشہور صدر دریافت کہ یہ مقدمات و کلکریاں و رعایاے موضع منگلو ارم سن اعمال سمط (سمت) خیول عرف حسن آباد بالظاف شاہانہ امیدوار بودہ بیانند کہ از راہ عنایات خسروانہ شامل حال کافہ قدو یا نسبت از ابتداے شہور سنۃ الرابع و سبعین و الف حاصل موضع مذکور را وقف لنگر و روشنائی و حفاظ و خادمان مزار معفرت پناہ جنت مکان نیکنام خاں نمودہ ایم کہ تا زمان ظهور حضرت صاحب الزماں صلوات اللہ علیہ من الملک الملتان مقرر و جاری بودہ باشد باید کہ عہدہ داران و کارکنان و دیسائیہاں و مثلکریاں و مقدمات و کلکریاں سمط (سمت) فزود موضع مذکور را جنت اخراجات لنگر و روشنائی و خادمان و حفاظ مزار غفران پناہ (پناہ) موسی المیہ مقرر و معین دانستہ بلا عذر جاری دارند و دریں باب تاکید تمام و قدر غن مالاکلام شناسند و اگر کسی از مضمون فرمان قضا جریان تخلف و رز و بلعنست خدا و نفرین رسول اللہ گرفتار خواہد شد فن بد کہ بعد ما سمیعہ کاسمہ اعلیٰ علی الذین ینکد و لکھم ان اللہ سمیع عظیم تحریر دوازدهم شہر جادی الثانی ۱۰۸۲ھ وفات غفران پناہ نیکنام خاں دہم ذیحجہ ۱۰۸۳ھ کتبہ کلب علی بن محمد صادق غفرہ و ذوبہ۔

کتبہ بر قبر حیات بخش سلیم عرف ماں صاحبہ والدہ سلطان عبداللہ (بخط ظفری)

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ و علی ولی اللہ حقاً حقاً

علیا حضرت خدیجہ مرتبت مریم مکانی بلقیس زمانی صاحبہ عقیقہ رابعہ رکعہ ساجدہ صائمہ خانم۔

سلطان ابوالحسن تانا شاہ  
 (جو سید مصوف کے پیشکار تھے) ان تینوں کی مدد سے تخت پر بیٹھا۔ جب کہ وزیر نے بادشاہ کو مطلع کر کے دباؤ ڈالنا چاہا تو اسے معزول کر کے مادنا کو قلمدان وزارت دے دیا۔ ۱۰۸۳ھ میں سید واجی مرہٹے نے حیدر آباد پر حملہ کیا اور اپنے حسب و نحوہ تانا شاہ سے عہد نامہ لکھوا لیا۔ پیراپور کی فوج نے بھی یہ دیکھ کر حیدر آباد

پہرچہ پانی کی مگر بیجا پوریوں کو شکست ہوئی کہتے ہیں کہ تانا شاہ بڑا عیاش تھا۔ مادنا سخت متعصب تھا اس نے بادشاہ کو کاروبار سلطنت میں غیر متوجہ پا کر اسلام کو ضعیف کر دیا۔ شہر کے باہر بت خانے بنائے اور شرفاے اہل اسلام کی علانیہ توہین کرتا تھا جس کی وجہ سے لوگ اس سے بد دل تھے اسی وجہ سے ابراہیم بیگ سپہ سالار فوج اس بھمن کا سخت دشمن تھا اور یہی وجہ اس سلطنت کے زوال کی ہوئی۔ عالم گیر بادشاہ ہندوستان ۱۰۹۳ھ بیجا پور اور گولکنڈہ کی سلطنتوں کی تسخیر کے لئے اپنی فوج کے ساتھ ملک دکن کی طرف متوجہ ہوا اور اس کی فوج جب کہ فتح بیجا پور میں ۱۰۹۴ھ میں مصروف تھی تو اس حالت میں خان جہاں بہادر اور دیگر سرداروں کو حیدر آباد کے متعلقہ قلعوں کو فتح کرنے کے لئے بھیجا جب تانا شاہ کو خبر ہوئی کہ خان جہاں مالک پٹن میں پونچھا تو اس نے خلیل خاں حوت ابراہیم بیگ کو روانے کے لئے بھیجا ان دونوں میں سخت لڑائیاں ہوئیں جہاں کی پہاڑیوں پر لڑتے لڑتے کم ہو گئی تو بادشاہ شہزادہ معظم کو اس کی مدد کے لئے بھیجا۔ دکنیوں اور مغلوں میں کئی معرکے ہوئے بالآخر لشکر عالم گیری کی فتح رہی۔ جب زیادہ عرصہ اس لڑائی میں لگ گیا تو عالم گیر نے بیٹے پر شبہ کر کے عتاب فرمایا۔ شہزادہ نے تانا شاہ کے سپہ سالار کو لکھا کہ تو قف جنگ کے سبب میں بادشاہی عتاب میں معتوب ہوں۔ اس لئے بہتر ہو کہ اب تک جو ملک بادشاہی نصرت میں آگیا ہو اس سے آپ ہمیشہ کے لئے دست بردار ہو جائیے تو عفو و تقصیرات کے لئے بادشاہ سے عرض کیا جائے۔ تانا شاہ اس بات پر راضی ہو گیا تھا مگر امراء نے نہ مانا اور کہا کہ جو ملک ہماری سلطنت میں شامل ہو وہ ہمارے دشمن شیر اور لوگ سناں سے وابستہ ہی۔ آخر شہزادے نے دھکینوں پر حملہ کیا طریقین سے خوب بہادرانہ مقابلے ہوئے ایسے میں مادنا دیوان نے موقع پا کر تانا شاہ کو سمجھایا کہ ابراہیم شہزادے سے ملا ہوا ہے اس پر بادشاہ ابراہیم بیگ کے قتل پر آمادہ ہو گیا مگر ابراہیم کو خبر ہو گئی وہ فوراً شہزادہ معظم سے ۱۰۹۴ھ میں جا ملا۔ تانا شاہ اس خبر کے سنتے ہی اوسان باختہ ہو کر حیدر آباد سے قلعہ گولکنڈہ میں چلا گیا۔ اس وقت کی ہل چل نہ بوجھو کہ کیا تھی۔ ہزاروں اشرف اپنی بیٹیوں کا ہاتھ پکڑ کر نکل کھڑے ہوئے اور بے خانان ہو کر جدھر منہ اٹھا نکل گئے اور شہزادہ معظم کا حیدر آباد پر تسلط ہو گیا۔ پانچ چھ کروڑ روپیہ لوٹ کا ہاتھ

آیا۔ تانا شاہ نے اپنے ایلچی شہزادے کے پاس بھیجے اور اپنی عجز و نیاز کا اظہار کیا اور اپنے  
 قصورات کی معافی چاہی اس وقت شہزادہ نے غارت گروں کا انتظام کر کے کچھ فتنہ و فساد  
 فرو کیا اور تانا شاہ پر رحم کر کے یہ شرائط صلح کی باپ کے پاس منظوری کے لئے پیش کیں کہ  
 ”ایک کروڑ بیس لاکھ روپیہ علاوہ نذرانہ معمولی کے تانا شاہ ادا کرے اور مادنا اور اس کے  
 بھائی اکتا کو وزارت اور امارت کے عہدوں سے معزول کرے اور قلعہ سہرہ و ملک سہرہ بادشاہ  
 کے نذر گزارے تو بادشاہ تانا شاہ کے جرموں کو معاف کرے“ مادنا کے اختیارات کم  
 کرنے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ چند اُمراء نے ان دونوں بھائیوں کو قتل کر کے اُن کے سر  
 شہزادہ کے پاس بھیج دیئے۔ یہ صلح تو شہزادہ نے اپنی رحم دلی سے کی تھی مگر بادشاہ عالم گیر کو  
 ناگوار لگا اور جب شہزادہ کی عرضی اور مادنا اور اس کے بھائی کے سر سامنے آئے تو بادشاہ نے  
 بظاہر تو صلح منظور کر لی اور سعادت خاں کو جو خان جہاں کی دیوانی پر مامور تھا نذرانہ کے وصول  
 کرنے کے لئے متعین کر دیا مگر درپردہ شہزادہ اور خان جہاں دونوں معتبوب ہوئے بالآخر  
 شرائط صلح کی عدم تکمیل کی وجہ سے عالم گیر نے ۱۶۸۷ء میں گوکنڈہ پر پھر فوج کشی کی انہوں  
 تانا شاہ نے آٹھ مہینے تک افواج شہنشاہی کا خوب مقابلہ کیا اور قلعہ کی حفاظت کی مگر  
 امراء اور افسران فوج عالم گیر سے جا ملے تھے اس لئے بالآخر عالم گیر کو فتح نصیب ہوئی بیان  
 کیا جاتا ہے کہ اٹنا کے محاصرہ میں اتنی توپیں سر ہوتی تھیں کہ دھوئیں کی وجہ سے دن اور رات  
 میں تمیز نہیں ہو سکتی تھی۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ افواج کے گورنے کے لئے مٹی سے بھر کر  
 تھلے جو خندق میں ڈالے گئے تھے ان میں سے پہلے پچاس ہزار تھیلوں کے منہ خود بادشاہ  
 عالم گیر نے دست خاص سے سیٹے تھے۔ بعض بعض مقامات میں سرنگیں بھی اڑائی  
 گئیں لیکن ان میں سے کوئی تدبیر بھی چب دیاں کا رگرنہ ہوئی قلعہ محض سازش سے فتح ہوا۔  
 عبدالرزاق لاری مع اپنے لڑکوں کے اخیر تک دفا دار رہا اور اخیر دم تک دشمن کا  
 مقابلہ کرتا رہا۔ جب قلعہ میں افواج مغلیہ داخل ہوئیں تو ابوالحسن تانا شاہ محلات سے  
 رخصت ہو کر پالکی میں سوار ہو کر شہزادہ معظم کے رو برو گیا اور آداب بجالایا۔ شہزادہ نے  
 بہ کمال تعظیم اپنے سر تک ہاتھ لے جا کے اسلام لیا۔ سلطان ابوالحسن نے نزدیک پونچ



نزدیکی تسبیح جو ہاتھ میں تھی شہزادہ کو نذر دی اور کہا کہ ع  
برگ سبزا ست تحفہ درویش  
شہزادہ اور سلطان ابوالحسن بالکل قریب ہو کر باتیں کر رہے تھے۔ چچی نے ابوالحسن کی  
طرف دیکھ کر آواز دی کہ (بادوب و بہ تفاوت باشد) شہزادہ نے غصہ سے تسبیح کی طرف دیکھ کر  
فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ یہ سلطان ہیں۔ کچھ مکالمہ کے بعد سلطان ابوالحسن کے داروغہ  
مطبخ نے اطلاع دی کہ خاصہ طیارہ ہی بادشاہ شہزادے سے اجازت لے کر مرخص ہوا۔  
امانت خاں و دیانت خاں امرائے شاہی شاہ کے ساتھ ہوئے۔ ایک نے بادشاہ سے  
عرض کی کہ جہاں پناہ یہ پر آشوب وقت ہے آپ کو خاصہ کی طرف کیوں کر رغبت ہوئی۔ بادشاہ  
نے جواب دیا کہ چودہ برس بفرمان رب میں شہر پار رہا۔ اب ام جلیل القدر یہ ہوا ہے کہ میاں کی  
حکومت ایک خلیفہ عادل کے تحویل ہو تو عذر اور ناراضی کا کیا محل ہے۔ غم و الم کرنا داخل سفلی  
اور گناہ گاری ہے۔ بعد فراغت طعام گھوڑے پر سوار ہو کے مع شہزادہ معظم بارگاہ شہنشاہی  
میں داخل ہوا۔ عالم گیر نے بہ کمال تملطف و احترام سلطان ابوالحسن سے ملاقات کی اور  
اس کی شجاعت اور بہادری کی داد دی اس طرح ۱۰۹۸ھ میں دولت قطب شاہیہ خاندان  
تیموریہ میں ضم ہو گئی۔ اس کے بعد سلطان ابوالحسن دولت آباد بھیج دیا گیا جہاں وہ چودہ برس  
اسہال کبریٰ سے سالانہ میں دنیا سے رخصت ہوا۔

ممالک مفتوحہ مشمل تھے اکیس سرکار پرتوین سو پچپن پرگنہ پر منقسم تھے۔ ان کا محاصل ایک  
کرور پنسیٹھ لاکھ روپیہ تھا۔ قلعہ گوگندہ کی فتح کی تاریخ میر عبد الکریم نے (المخاطب بملفت خاں  
جو آگے چل کر میر خاں کے نام سے مشہور ہوا) کیا ابھی کہی ہے۔  
”فتح قلعہ گوگندہ مبارک باد“

کتابات متفرق بر قبور قلعہ گوگندہ بخط طغرائے بے نظیر۔ بر قبر بیرون قلعہ جانب  
غرب واقع بودہا داڑی اندرون رمنہ۔ اللہ۔ محمد۔ علی ولی اللہ۔  
بخط طغرئی۔ بنائے فاطمہ سلطان بنت سلطان محمد امین۔

بخط نسخ - انا لله وانا اليه راجعون حضرت سیادت پناہی مرحوم مغفور امیر حسین  
سید مصطفیٰ خاں بتاریخ یازدہم ماہ شوال ہجور رحمت حق تعالیٰ واصل شدند۔

بخط نسخ - علیا حضرت مریم مکانی خدیجہ مرتبت زہرا علی۔

بخط طغری - دانت اکرم منزل قادیہ

بخط طغری - بنود جہک اعتقنی من النار - الیل اسلمنی من کان یعضد فی  
قادی اجعل بفصلک مغفرۃ منک - انجوا الیک خسرها یا غفاد

بخط طغری - یا قاهر ابی المنایا کل جبار

بخط نسخ - وَمِنْ اِهَادِیْ وَاصْحَافِیْ وَانْصَادَ - فِیْ تَعْرِیْ مُطْلَیْنِیْ هُوَ حَسْبِیْ قَسْفِرَا  
مَنْ ذَا عَرِیْبًا وَحِیْدًا تَحْتَ اَحْجَادَ - اَمْسَلَتْ صَبْفَاکَ نَادِ مَا ذَا الْجُودِ مَنَاجِرَا

قطعہ تاریخ بنا پیل رو و موسیٰ حیدر آباد نوشتہ فیض حیدر آبادی۔

## اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

نظام الملک آصف جاہ دوراں	بعد افضل الدولہ بہادر
بود خورشید اقبالش درخشاں	آہی تابو و تاباں سہ و خور
کہ نیکی را بود ہر حال خواہاں	نکو دیوان او مختار ملک است
سفیر نیک دل ذی شوکت و شان	بود در نیل و دیو و سن بہادر
بنا شد ہر چو طاق ہفت ایواں	ز حسن راے مسطر مارٹ این پل

پانچ میل کے فاصلہ پر گوشہ محل تک گیا ہوا ہے۔ اس شاہی محل کی مغرب میں ایک پتھر کا زینہ کوٹھے پر جانے کے لئے بنا ہوا ہے اور اس کے جنوب میں دو بڑے بڑے دالان ہیں۔ ان میں سے ایک دالان کی دیوار میں ایک چھوٹا سا زینہ ہے جو قلعہ کی چوٹی پر جاتا ہے اس چوٹی پر ایک پتھر کا اونچا سا تخت ہے جس کی دس سیڑھیاں ہیں اس سے بڑھ کر اس قلعہ میں کوئی اونچی جگہ نہیں۔ قلعہ کے نیچے بہت سی قطب شاہی عمارات کے کھنڈر ہیں قلعہ کے استحکام نے اورنگ زیب کو آٹھ مہینے تک قریب آنے نہیں دیا۔ اور اگر سازش نہ ہوتی تو عالم گیر بھی اس میں داخل ہونے نہ پاتا۔

**گوکندہ کے مقابلے** گوکندہ کے گوشہ بادشاہوں کی یہ یادگاریں نہایت دل چسپ و قابل دید ہیں۔ ان کی عظمت۔ ان کا چاہ و جلال ان کی تعمیرات کی عمدگی ان کے بانیوں کی قبریں۔ ان کی مضبوط لوحیں اور کتبے اور ان کی گوکندہ کی عظیم الشان قلعہ سے نزدیک دیکھنے والوں کے دلوں پر چاہے وہ کیسے ہی سخت دل کیوں نہ ہوں اثر کئے بغیر نہیں رہتی اور شائقین آثار قدیمہ کے لئے تو وہ ایک نہایت بے بہا ذخیرہ ہیں۔ یہ مقبرے با یک دیگر قریب ہیں اور بلند چوڑوں پر واقع ہیں۔ ان کے اطراف جو باغات ہیں ان میں انواع و اقسام کے خود درخت اُگے ہوئے ہیں۔ یہ مقبرے شمال و مغرب میں قلعہ کی دیوار کے باہر واقع ہیں۔ بارش کے موسم میں یہ سنہرا زار میدان نہایت دل کش نظر آتا ہے۔ امتداد زمانہ نے قدرتی طور پر ان مقبروں کی صورت میں تبدیلی پیدا کر دی ہے اور علاوہ اس کے سنگ دل لوگوں نے بھی ان کو کچھ کم نقصان نہیں پہنچایا اگر ان کی عمارتیں بے حد مضبوط نہ ہوتیں تو وہ کب کے منہ مٹ ہو گئے ہوتے۔ یہ مقبرے سہ پر کی دھوپ میں سفید سنگ مرمر کا بنا ہوا شہر نظر آتا ہے۔ یہ مربع مقبرے ایک دو سے بہت مشابہت رکھتے ہیں اور جدا جدا مربع چوڑوں پر واقع ہیں جن کے چاروں طرف کماندار دیواریں اور دیواروں سے لگی ہوئی سیڑھیاں ہیں ان کے سطح چھت کے چاروں کونوں پر چار مینار ہیں مقبرے تمام خاکستری رنگ کے سنگ مرمر کے بنے ہوئے ہیں لیکن ان میں کمپیں کمپیں چوڑے کی استرکاری بھی ہے اور کمپیں کمپیں انواع و اقسام کی رنگین لوحیں یہ رنگ اب تک ویسے ہی ہیں جیسے ابتدا میں تھے۔ ان لوحوں پر کلام مجید کی آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔ ابتدا میں

بخط نسخ - انا لله وانا اليه راجعون حضرت سیادت پناہی مرحوم مغفور امیر حسین  
سید مصطفیٰ خاں بتاریخ یازدہم ماہ شوال ہجور رحمت حق تعالیٰ واصل شدند۔

بخط نسخ - علیا حضرت مریم مکانی خدیجہ مرتبت زہرا علی۔

بخط طغری - دانت اکرم ملزول قادریہ

بخط طغری - بنور و جہک اعتقنی من النار - الیل اسلمتی من کان یعضد فی  
قادری اجعل بقصاک مغفرۃ منک - انجو الیک خسرها یا غفار

بخط طغری - یا قاهر ابی المنا یا کل جبار

بخط نسخ - وَمِنْ اِهَادِیْ وَ اَصْحَابِیْ وَ اَنْصَارِیْ - فِی قَعْرِ مُطْلَنِیْ هُوَ حَسْبِیْ قَسْرَ اء  
مَنْ ذَا عَرِیْبًا وَ حِیْدًا تَحْتَ اَحْجَادِ - اَمْ سَلِیْتُ صَبْفَاکَ نَادِ مَاذَا الْجُودُ مَنَاجِرَا

نوشہ فیض حیدر آبادی - قطعہ تاریخ بناسی پل رود موسیٰ حیدر آباد

## اَهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

بعد افضل الدولہ بہادر	نظام الملک آصف جاہ دوراں
آئی تالو و تالاباں	بود خورشید اقبالش در خشاں
نکو دیوان او مختار ملک است	کہ نیکی را بود ہر حال خواہاں
بود کر نیل طوطو سن بہادر	سفیر نیک دل ذی شوکت و شائ
ز حسن راے مسطر مارٹاں پل	بناشد ہر چو طاق ہفت الہاں

پانچ میل کے فاصلہ پر گوشہ محل تک گیا ہوا ہے۔ اس شاہی محل کی مغرب میں ایک پتھر کا زمینہ کوٹھے پر جانے کے لئے بنا ہوا ہے اور اس کے جنوب میں دو بڑے بڑے دالان ہیں۔ ان میں سے ایک دالان کی دیوار میں ایک چھوٹا سا زمینہ ہے جو قلعہ کی چوٹی پر جاتا ہے اس چوٹی پر ایک پتھر کا اونچا سا تخت ہے جس کی دس سیڑھیاں ہیں اس سے بڑھ کر اس قلعہ میں کوئی اونچی جگہ نہیں۔ قلعہ کے نیچے بہت سی قطب شاہی عمارات کے کھنڈ ہیں قلعہ کے استحکام نے اورنگ زیب کو آٹھ مہینے تک قریب آنے نہیں دیا۔ اور اگر سازش نہ ہوتی تو عالم گیر بھی اس میں داخل ہونے نہ پاتا۔

**گوکٹنڈہ کے مقابل** گوکٹنڈہ کے گزشتہ بادشاہوں کی یہ یادگاریں نہایت دل چسپ و قابل دید ہیں۔ ان کی عظمت۔ ان کا جادو جلال ان کی تعمیرات کی عمدگی ان کے بانیوں کی قبریں۔ ان کی مضبوط لوحیں اور کتبے اور ان کی گوکٹنڈہ کی عظیم الشان قلعہ سے نزدیکی دیکھنے والوں کے دلوں پر چاہے وہ کیسے ہی سخت دل کیوں نہ ہوں اثر کے بغیر نہیں رہتی اور شائقین آثار قدیمہ کے لئے تو وہ ایک نہایت بے ہادخیرہ ہیں۔ یہ مقبرے با یک دیگر قریب ہیں اور بلند چوڑوں پر واقع ہیں۔ ان کے اطراف جو باغات ہیں ان میں انواع و اقسام کے خود درخت اگے ہوئے ہیں۔ یہ مقبرے شمال و مغرب میں قلعہ کی دیوار کے باہر واقع ہیں۔ بارش کے موسم میں یہ سبزہ زار میدان نہایت دل کش نظر آتا ہے۔ امتداد زمانہ نے قدرتی طور پر ان مقبروں کی صورت میں تبدیلی پیدا کر دی ہے اور علاوہ اس کے سنگ دل لوگوں نے بھی ان کو کچھ کم نقصان نہیں پہنچایا اگر ان کی عمارتیں بے حد مضبوط نہ ہوتیں تو وہ کب کے منہدم ہو گئے ہوتے۔ یہ مقبرے سہ پہر کی دھوپ میں سفید سنگ مرمر کا بنا ہوا شہر نظر آتا ہے۔ یہ مربع مقبرے ایک دو سے بہت مشابہت رکھتے ہیں اور جدا جدا مربع چوڑوں پر واقع ہیں جن کے چاروں طرف کماندار دیواریں اور دیواروں سے لگی ہوئی سیڑھیاں ہیں ان کے سطح چھت کے چاروں کونوں پر چار مینار ہیں مقبرے تمام خاکستری رنگ کے سنگ مرمر کے بنے ہوئے ہیں لیکن ان میں کہیں کہیں چوٹے کی استرکاری بھی ہے اور کہیں کہیں انواع و اقسام کی رنگین لوحیں یہ رنگ اب تک ویسے ہی ہیں جیسے ابتدا میں تھے۔ ان لوحوں پر کلام مجید کی آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔ ابتدا میں

ان مقبروں کی ساتھ ایک ایک مسجد بھی تھی جس کے اوقات کی آمدنی سے خدام اور غربا کی پرورش بھی ہوتی تھی۔ عالم گیر نے جب گوکنڈہ کے قلعہ کا محاصرہ کیا تو افسران مغلیہ مقبروں میں پھیلے تھے۔ گوکہ باری کی وجہ سے مقبروں کی عمارات کو نقصان پہنچا ہی علاوہ بریں بے رحم ہاتھ جتنی عمدہ چیزیں تھیں جن جن کو نکال لے گئے جس کا مواضع نہ ہو سکا۔ شمال کے جانب ساتویں بادشاہ سلطان عبدالعزیز شاہ کا مقبرہ ہے۔ جس میں ایک سیاہ پتھر کی قبر ہے اور اس قبر پر پانچ لوحیں مع آیات قرآنی کے ہیں۔ جن کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ موصوف ۲۶ شوال ۱۰۳۱ھ کو تولد ہوا۔ ۱۴ جمادی الاول ۱۰۳۲ھ کو تخت نشین اور ۴ محرم ۱۰۳۳ھ کو فوت ہوا۔ اس کے مریخ چوتروں کے ہر ایک کو نے پر ایک ایک مینا رکھ کر اور مینار کے کنگر نہایت خوش نما تراشے ہوئے ہیں مقبرہ کے شمال و مغرب بائیں میں ایک چھوٹی سی مسجد جو احاطہ کے گرد ہے اس کے دروازے کے قریب راستہ کے بائیں طرف ایک ناتمام مقبرہ ہے جس کا بالائی نصف گنبد گر گیا۔ یہ مقبرہ سلطان ابوالحسن مشہور تانا شاہ نے بنوایا تھا کہ آپ اس میں دفن ہو لیکن ۱۰۳۸ھ میں اورنگ زیب کے ہاتھ گرفتار اور دولت آباد میں قید ہو کر ۱۰۳۹ھ میں وہیں انتقال کر گیا۔ اس کی قبر دولت آباد کے قریب روضہ میں ہے۔ احاطہ کی دیوار بارہ فیٹ اونچی ہے۔ دیوار کے اندر بائیں طرف ایک گنبد دار مقبرہ ہے کوئی (۴۰) فیٹ بلند اور اس سے آگے بڑھ کے کسی قدر بائیں طرف کو قاطبہ سلطانہ کا مقبرہ ہے۔ جو سلطان محمد امین کی بیٹی تھی۔ اس مقبرہ کی داہنی طرف دوسرا ایک مقبرہ ہے جس پر کندہ ہے کہ ”محمد فرزند قطب الدین احمد ۱۰۲۱ھ“ ان تین مقبروں کو چھوڑ کے جب بڑے راستہ کو واپس آتے ہیں تو گوکنڈہ کے چھٹے بادشاہ سلطان محمد قطب شاہ کی اہلیہ اور ساتویں بادشاہ سلطان عبدالرشک ماں کا مقبرہ ملتا ہے جن کا نام حیات بخش بیگم تھا۔ آصف نگر کاتالاب موسومہ تالاب ماں صاحبہ اور حیات نگر اسی خاتون کی یادگار ہیں۔ سلطان عبدالعزیز کی قبر احاطہ کے باہر قلعہ کی جانب ہے۔ بیگم کے مقبرہ کی چھٹی سیڑھی پر جنوب کی طرف لکھا ہوا ہے کہ ”حیات بخش بیگم کا انتقال ۲۸ شب شعبان ۱۰۳۸ھ کو ہوا“ اس مقبرہ کی خوب صورت سفید عمارت ہے جس کے سامنے ایک پتھر کا حوض تقریباً ۳۰ × ۱۵ فیٹ کا ہے جس کے پچ میں ایک

قریب ہی پہلے بادشاہ سلطان قلی قطب کا مقبرہ ہو جو اس خاندان کا بانی تھا۔ یہ مقبرہ سیاہ پتھر کا ہے جس میں سات کتبے ہیں قبر کی لوح پر کوئی کتبہ نہیں۔ لیکن چوتھے کتبے میں صل علی المصطفیٰ لکھا ہوا ہے۔ اور پانچویں کتبے میں آیات قرآنی۔ ان مقبروں میں صرف یہی ایک مقبرہ ہے کہ جس کے تمام کتبے ایک ایرانی خوش نویس کے ہاتھ سے خط نسخ میں لکھے ہوئے ہیں۔

ورنہ دوسرے مقبروں کی لوحیں سوائے آیات قرآنی کے فارسی خط میں ہندوستانیوں کے ہاتھ کی ہیں۔ اس قبر کی لوح پر کندہ ہے کہ سلطان قلی شہید جو ملقب بہ قطب شاہ تھا ۷۳۳ جمادی الثانی ۹۵۵ھ کو فوت ہوا۔ فرانسیسی سیاح موسیو تھیونو جو ۱۶۹۷ء میں ساتویں بادشاہ عبداللہ قطب شاہ کے عہد سلطنت میں گو لکنڈہ آیا تھا ان کی نسبت یوں بیان کرتا ہے کہ جس بادشاہ نے گو لکنڈہ بنایا تھا وہ اور اُس کے بعد اس کی اولاد میں جو دوسرے پانچ بادشاہ تخت نشین ہوئے۔ وہ قلعہ سے کوئی دو گولی کے ٹپ پر مدفون ہیں۔ ان کے مقبروں کی زمین بہت وسیع ہے اور ان کے اطراف وسیع باغات ہیں۔ وہاں جانے کا راستہ قلعہ کے مغرب بچھا ہوا ہے جس میں سے نہ صرف بادشاہوں اور شہزادوں کی میتیں جاتی ہیں بلکہ جو کوئی قلعہ میں فوت ہوتا ہے اسی دروازے سے اُس کا جنازہ باہر لے جاتے ہیں۔ اگر ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے تو دوسرے کسی دروازے سے میت باہر نہیں جاسکتی۔ ان چھ بادشاہوں کے مقبروں میں ان کے ساتھ اقربا ران کی بیگمیں اور ان کے خواجہ سرا اور سردار بھی مدفون ہیں۔ ان مقبروں کی کرسی کے ساتھ پانچ یا چھ پتھر کی سیڑھیاں ہیں اور اطراف میں کمان دار دیواریں۔ یہ مقبرے مرجع ہیں اور چھ یا سات قدیم (چھ فیٹ کا ایک قدیم ہوتا ہے) اونچے ہیں۔ ان میں اقسام کے خوش نما نقش و نگار ہیں اور ہر ایک پر ایک ایک گنبد اور چاروں کو نوں پر چار برج ہیں۔ چوں کہ یہ مقبرے متبرک خیال کئے جاتے ہیں اس لئے بہت کم لوگوں کو اندر جانے کی اجازت ملتی ہے۔ ان میں محرم مقبرہ ہیں جو لوگوں کے داخلہ کا جبر رکھا کرتے ہیں۔ اگر میں نے یہ نہ کہا ہوتا کہ میں اجنبی نہیں ہوں تو مجھے کبھی اندر جانے کی اجازت نہ ملتی۔ ان مقبروں میں قالین کا فرش ہے قبر کے اوپر بڑے دار اطلس کا غلاف ہے اور اوپر ایک شامیانہ بھی اطلس کا ہے یہاں فانوس کی روشنی ہوتی ہے۔ ان

ان مقبروں کی ساتھ ایک ایک مسجد بھی تھی جس کے اوقاف کی آمدنی سے خدام اور غربا کی پرورش بھی ہوتی تھی۔ عالم گیر نے جب گوکنڈہ کے قلعہ کا محاصرہ کیا تو افسرانِ مغلیہ مقبروں میں ٹھہرے تھے۔ گوکہ باری کی وجہ سے مقبروں کی عمارات کو نقصان پہنچا ہی علاوہ بریں بے رحم ہاتھ جتنی عمدہ چیزیں تھیں جن جن کر نکال لے گئے جس کا معاوضہ نہ ہو سکا۔ شمال کے جانب ساتویں بادشاہ سلطان عبدالعزیز شاہ کا مقبرہ ہے۔ جس میں ایک سیاہ پتھر کی قبر ہے اور اس قبر پر پانچ لوحیں مع آیات قرآنی کے ہیں۔ جن کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ موصوف ۲۶ شوال ۱۰۳۳ھ کو تولد ۴ جمادی الاول ۱۰۳۳ھ کو تخت نشین اور ۴ محرم ۱۰۳۳ھ کو فوت ہوا۔ اس کے مریج چوتروں کے ہر ایک کو نے پر ایک ایک پینا رہا اور پینا ر کے کٹھن نہایت خوش نما تراشے ہوئے ہیں مقبرہ کے شمال و مغرب پائیں میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو احاطہ کے گرد ہے اس کے دروازے کے قریب راستہ کے بائیں طرف ایک ناتمام مقبرہ ہے جس کا بالائی نصف گنبد گر گیا۔ یہ مقبرہ سلطان ابوالحسن مشہور تانا شاہ نے بنوایا تھا کہ آپ اس میں دفن ہو لیکن ۶۸۴ھ میں اورنگ زیب کے ہاتھ گرفتار اور دولت آباد میں قید ہو کر ۱۰۸۴ھ میں وہیں انتقال کر گیا۔ اس کی قبر دولت آباد کے قریب روضہ میں ہے۔ احاطہ کی دیوار بارہ فیٹ اونچی ہے۔ دیوار کے اندر بائیں طرف ایک گنبد دار مقبرہ ہے کوئی (۴۰) فیٹ بلند اور اس سے آگے بڑھ کے کسی قدر بائیں طرف کو فاطمہ سلطانہ کا مقبرہ ہے۔ جو سلطان محمد امین کی بیٹی تھی۔ اس مقبرہ کی داہنی طرف دوسرا ایک مقبرہ ہے جس پر کندہ ہے کہ در محمد فرزند قطب الدین احمد ۱۰۲۱ھ، ان تین مقبروں کو چھوڑ کے جب بڑے راستہ کو واپس آتے ہیں تو گوکنڈہ کے چھٹے بادشاہ سلطان محمد قطب شاہ کی اہلیہ اور ساتویں بادشاہ سلطان عبداللہ کی ماں کا مقبرہ ملتا ہے جن کا نام حیات بخش بیگم تھا۔ آصف نگر کا تالاب موسومہ تالاب ماں صاحبہ اور حیات نگر اسی خاتون کی یادگار ہیں۔ سلطان عبداللہ کی قبر احاطہ کے باہر قلعہ کی جانب ہے۔ بیگم کے مقبرہ کی چوٹی سیڑھی پر جنوب کی طرف لکھا ہوا ہے کہ حیات بخش بیگم کا انتقال ۲۸ شب شعبان ۱۰۳۳ھ کو ہوا۔ اس مقبرہ کی خوب صورت سفید عمارت ہے جس کے سامنے ایک پتھر کا حوض تقریباً ۱۵x۳۰ فٹ کا ہے جس کے بیچ میں ایک



قریب ہی پہلے بادشاہ سلطان قلی قطب کا مقبرہ ہے جو اس خاندان کا بانی تھا۔ یہ مقبرہ سیاہ  
 پتھر کا ہے جس میں سات کتبے ہیں قبر کی لوح پر کوئی کتبہ نہیں۔ لیکن چوتھے کتبے میں صل علی  
 (المصطفیٰ) لکھا ہوا ہے۔ اور پانچویں کتبے میں آیات قرآنی۔ ان مقبروں میں صرف یہی ایک مقبرہ ہے  
 کہ جس کے تمام کتبے ایک ایرانی خوش نویس کے ہاتھ سے خط نسخ میں لکھے ہوئے ہیں۔  
 ورنہ دوسرے مقبروں کی لوحیں سوائے آیات قرآنی کے فارسی خط میں ہندوستانیوں  
 کے ہاتھ کی ہیں۔ اس قبر کی لوح پر کندہ ہے کہ سلطان قلی شہید جو ملقب بہ قطب شاہ تھا ۱۰۴۴ھ  
 جمادی الثانی ۱۰۴۴ھ کو فوت ہوا۔ فرانسیسی سیاح موسیو تھیونو جو ۱۶۶۴ء میں ساتویں  
 بادشاہ عبداللہ قطب شاہ کے عہد سلطنت میں گولکنڈہ آیا تھا ان کی نسبت یوں بیان  
 کرتا ہے کہ جس بادشاہ نے گولکنڈہ بنایا تھا وہ اور اُس کے بعد اس کی اولاد میں جو دوسرے  
 پانچ بادشاہ تخت نشین ہوئے۔ وہ قلعہ سے کوئی دو گولی کے ٹپ پر مدفون ہیں۔ ان کے  
 مقبروں کی زمین بہت وسیع ہے اور ان کے اطراف وسیع باغات ہیں۔ وہاں جانے کا راستہ  
 قلعہ کے مغربی پھاٹک سے ہے جس میں سے نہ صرف بادشاہوں اور شہزادوں کی میتیں جاتی ہیں  
 بلکہ جو کوئی قلعہ میں فوت ہوتا ہے اسی دروازے سے اُس کا جنازہ باہر لے جاتے ہیں۔ اگر  
 ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے تو دوسرے کسی دروازے سے میت باہر نہیں جاسکتی۔ ان  
 چھ بادشاہوں کے مقبروں میں ان کے ساتھ اقرباء ان کی بیگمیں اور ان کے خواجہ سرا اور سردار  
 بھی مدفون ہیں۔ ان مقبروں کی کرسی کے ساتھ پانچ یا چھ پتھر کی سیڑھیاں ہیں اور اطراف  
 میں کمان دار دیواریں۔ یہ مقبرے مربع ہیں اور چھ یا سات قدیم (چھ فٹ کا ایک قدیم  
 ہوتا ہے) اونچے ہیں۔ ان میں اقسام کے خوش نما نقش و نگار ہیں اور ہر ایک پر ایک ایک گنبد  
 اور چاروں کو نوں پر چار برج ہیں۔ چون کہ یہ مقبرے متبرک خیال کئے جاتے ہیں اس  
 لئے بہت کم لوگوں کو اندر جانے کی اجازت ملتی ہے۔ ان میں محرم مقبرہ ہیں جو لوگوں کے داخلہ  
 کا جبر رکھا کرتے ہیں۔ اگر میں نے یہ نہ کہا ہوتا کہ میں اجنبی نہیں ہوں تو مجھے کبھی اندر جانے  
 کی اجازت نہ ملتی۔ ان مقبروں میں قالین کا فرش ہے قبر کے اوپر بونے دار اطلس کا  
 غلاف ہے اور اوپر ایک شامیانہ بھی اطلس کا ہے یہاں فانوس کی روشنی ہوتی ہے۔ ان

بادشاہوں کے بیٹوں اور بیٹیوں کی قبریں ان کی ایک جانب میں ہیں اور دوسری جانب کتابیں الماریوں میں چنی ہوئی ہیں جن میں زیادہ تعداد قرآن و تفسیر اور دوسری اسلامی مذہبی کتابوں کی ہے۔ تمام بادشاہوں کے مقبرے یکساں ہیں لیکن فرق اتنا ہے کہ بعض اندر باہر مرجع ہیں اور بعض باہر مرجع اور اندر صلیبی شکل کے ہیں۔ بعض سادے پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔ بعض سرخ و سفید پتھر کے۔ لیکن سب صفا اور جلا میں سنگ مرمر کے سے معلوم ہوتے ہیں۔ ان مقبروں میں اخیر بادشاہ کا مقبرہ سمجھوں سے بہتر ہے اور اس کا گنبد سبز رنگ کا ہے۔ شہزادوں ان کے بھائی بندوں اور بعض قرابت داروں کے مقبرے بھی ویسے ہی ہیں جیسے خود بادشاہوں کے ہیں۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ بادشاہوں کے مقبروں کے گنبد پر ہلال ہیں اور ان کے مقبروں پر نہیں۔

خواجہ سراؤں کے افسر کے مقبرے پست اور سطح سقف کے ہیں۔ ان پر کوئی گنبد نہیں ہے لیکن سمجھوں کے اطراف باغات ہیں اور تمام مقبرے متبرک سمجھے جاتے ہیں جب کوئی مجرم ان میں داخل ہوتا ہے تو خواہ اس نے کیسا ہی سخت جرم کیوں نہ کیا ہو وہ معاف کر دیا جاتا ہے۔ یہاں ہر وقت گھڑیاں بجتی رہتی ہیں جیسے قلعہ میں۔ یہاں کے افسر تمام امور رعایت انتظام کے ساتھ کرتے ہیں۔

جب شام میں اورنگ زیب نے گوکنرہ کا محاصرہ کیا تھا۔ اور یہ مقبرے سپاہیوں کے مسکن بنائے گئے تھے تو تمام پر فضا باغات اُڑ گئے۔ کیوں کہ ان میں گھوڑے باندھے گئے تھے اور بیان کیا جاتا ہے کہ ان عظیم الشان مقبروں پر توپیں چڑھائی گئی تھیں۔ جہاں سے قلعہ پر گولہ باری کی گئی تھی۔

نوٹ - قلعہ گوکنرہ کے حالات کا ماخذ مولوی محمد محبوب صاحب انجمنیہ محلات و منہم صفائی قلعہ محمد نگر و گنبد بڑے قطب شاہی کا مختصر رسالہ۔ انگریزی گنبد جو تواب سر افسر الملک بہادر کے ایکارے چھپی ہے تاریخ رشید الدین خانی اور تاریخ مرقد کنہر اس ضمیمہ کی ترتیب میری زراش پر مولوی محمد عبدالرب صاحب تحصیل دار قلعہ رانوی ضلع راجپور نے کی ہے۔ رہے کتبہ وہ سب مولوی شرف الحق صاحب خان بہاد

## فہرست سلاطین قطب شاہیہ ۸۶۰ھ تا ۱۰۹۸ھ

ردیف	نام پادشاہ	سنہ پیدائش	سنہ جلوس	سنہ وفات	مدت سلطنت
۱	سلطان قلی قطب شاہ قطب الملک	۸۶۰ھ ۱۲۵۵ء	۹۰۶ھ ۱۵۰۰ء	۹۵۰ھ ۱۵۴۳ء	۴۴ سال
۲	جمشید قلی قطب شاہ	+	۹۵۰ھ ۱۵۴۳ء	۹۵۷ھ ۱۵۵۰ء	۷ سال
۳	سبحان قلی قطب شاہ	۹۵۰ھ ۱۵۴۳ء	۹۵۷ھ ۱۵۵۰ء	۹۵۷ھ ۱۵۵۰ء	۷ سال تخت آباد گیا
۴	ابراہیم قلی قطب شاہ	+	دوشنبہ ۱۲ رجب پنجشنبہ ۱۲ ربیع الثانی	۹۸۸ھ ۱۵۸۱ء	۳۰ سال ۹ ماہ
۵	محمد قلی قطب شاہ	x	یکم رجب ۹۸۸ھ ۱۵۸۱ء	شب شنبہ و شنبہ ۱۰۲۰ھ	۳۱ سال

بقیہ نوٹ صفحہ ۵۶۹ - (مرحوم) مہتمم چھا و نیات و معاوضہ ریلوے کے آثار سے ہوئے ہیں جن کو آثار قایمہ کا بہت شوق تھا۔ اُن کا انتقال حال میں ہوا ہے۔ میں ان کتبوں کو دیکھ چکا تھا۔ لیکن اب کہ اُن کی جائیداد اُن کی اولاد میں تقسیم ہو گئی اس کتاب کا پتہ لگنا ایک دشوار امر تھا غرض بہت تلاش کے بعد میرے عزیز بھائی جنے ڈاکٹر محمد شرف الحق پی۔ ایچ۔ ڈی۔ پروفیسر ڈاکہ کالج نے جو خان بہادر مرحوم کے خلفا ارشد ہیں ان کتبات کو میرے پاس بھیج دیا جو جا بجا نفس کتاب میں درج ہیں۔ پس گو لکندہ کی مختصر سطر کے لئے میں مولوی عبدالرب صاحب کا بہت ممنون ہوں اور کتبوں کے لئے ڈاکٹر صاحب موصوف کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ۱۲ من المصنف۔

سلسلہ	نام پادشاہ	سنہ پیدائش	سنہ جلوس	سنہ وفات	مدت سلطنت
۶	سلطان محمد قطب شاہ	۱۰۰۱ھ رجب ۱۵۹۲ء	۱۰۲۰ھ ازوی قلعہ ۱۶۱۱ء	۱۰۳۵ھ چار شنبہ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۶۲۵ء	۲۴ سال ۶ ماہ
۷	سلطان عبداللہ قطب شاہ	۱۰۲۳ھ ۱۶۱۲ء	۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵ء	۱۰۸۳ھ ۱۶۷۲ء	۴۹ سال برو کے کتبہ (۲۸ سال)
۸	سلطان ابوالحسن نانا شاہ	x	۱۰۸۳ھ ۱۶۷۲ء	۱۰۹۸ھ ۱۶۸۷ء	(۱۵ سال) چودہ سال دولت آباد میں قید رہ کر ۱۱۱۱ھ میں انتقال کیا۔

## ٹیٹسووان ضمیمہ

### مدگل

مدگل راجپور سے ازبالا ۷۷ میل ہے۔ اب اس کی حیثیت شہر کی نہیں رہی صرف قصبہ رہ گیا ہے جس کی خانہ شماری (۱۶۰۸) اور مردم شماری (۱۸۵۷) ہیں۔ سکندر آباد راجپور گڑھ ریلوے جو آب بن رسی اور اس کا یہ اسٹیشن ہوگا۔ پہلے یہاں تحصیل کچہری تھی جس کی وجہ سے کچھ رونق تھی اب وہ بھی لنگسگور چلی گئی اور یہ بستی اب معمولی قریہ کی حیثیت رکھتی ہے قلعہ یہاں کا بڑا مستحکم ہے مگر اب جایا شکستہ ہو گیا ہے۔ فصیل اور برج اب بھی درست حالت میں ہیں۔ قلعہ کی فصیل اکا دور (۱۹۷۹) فیٹ ہے فصیل ۲۴ فیٹ بلند ہے جس میں ۱۶ بڑے بڑے برج (۴۰) فیٹ بلند اور (۱۶۲) فیٹ چوڑے اور سولہ برج چھوٹے (۳۳) فیٹ بلند اور (۴۰) فیٹ عرض جملہ (۳۲) برج ہیں۔ ہر برج (۳۷) فیٹ کے فاصلے پر واقع ہے۔ قلعہ کے اطراف وسیع اور عمیق خندق ہے۔ قلعہ کے اندر بہت سی آبادی اور مکانات ہیں۔ قدیم مکانات میں درگاہ حسینی علم بارود کوٹھہ۔ مسجد۔ چاؤڑی۔ اور دھکرائی باؤلی ہے۔ قلعہ کے اندر ایک بڑا پھاڑ ہے جس کو پہلے "دوتاسن بٹا" یعنی گھنٹے کا پھاڑ کہتے تھے اس زمانے میں اس پگھٹا ہوا اور اب بالاحصار کھلتا ہے وہاں بھی ایک برج ہے جس کی بلندی سب برجوں کے برابر ہے عرض البتہ (۱۹۲) فیٹ ہے لیکن چون کہ پھاڑ پر واقع ہے سب سے بلند ہے اور دور دور کے مقامات نظر آتے ہیں اس کو گھنٹہ برج کہتے ہیں۔ محمد عادل شاہ نے اس پھاڑ پر ۱۵۳۵ء میں لگن محل بنوایا تھا جو گر بڑ گیا اب خالی دیواریں کھڑی ہیں۔ قلعہ کے صرف دو دروازے ہیں ایک کاٹی دروازہ جس کے پٹوں پر بڑی بڑی کیلیں چڑی ہوئی ہیں اور دوسرا فتح دروازہ۔ قلعہ کے باہر دو خانہ اور رومن کیتھولک لوگوں کا قدیم گرجا ہے۔ ابراہیم پور پٹ جسے اوپر پیٹ بھی کہتے ہیں اور پیرانی











ہیٹ جسے شاہ پور ہیٹ بھی کہتے ہیں اور سو مواریٹ تین ہیٹ ہیں۔ پُرانی ہیٹ اور سو مواریٹ میں دو بڑے بڑے تالاب بھی ہیں۔ قلعہ مدگل کی تعمیر مڈیا ریڈی نے کی تھی جو سرکار مدگل کا زمیندار تھا۔ یہ تعمیر پادھور اور راجہ کے چھٹے سال جلوس میں ہوئی تھی جو سکے سال ۱۰۵۲ء کے مطابق ہوتا ہے اور جسے اب آٹھ سو برس ہونے آئے۔ اس کے بعد قلعہ کی درستی اور توسیع راجگان بیجا نگر نے کی ابھی کام تمام کو نہ پونہ تھا کہ سلاطین خاندان عادل شاہیہ بیجا پور نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ انھوں نے کچھ تھوڑی بہت ترمیم و تعمیر کی تھی کہ اورنگ زیب قابض ہو گیا۔ اورنگ زیب نے اس قلعہ کے برجوں کی تعمیر اپنے متفرق امراء کے تفویض کی اور ہر برج کو اُس کے بانیوں کے نام سے موسوم کیا۔ راجگان بیجا نگر کے زمانے میں قلعہ مدگل کا زمیندار لپٹا نایک تھا جس کے پاس نو ہزار سوار دس ہزار پیدل اور پچاس ہاتھی رہتے تھے اور راجگان بیجا نگر کو ڈیڑھ لاکھ پیگودا خرچ دیتا تھا۔ ۱۱۶۹ء میں مدگل دیوگیری کے پادھور راجگان کے صوبے کا مستقر تھا۔ ان کے بعد راجگان ورنگل نے قبضہ کیا۔ چودھویں عیسوی صدی کی ابتدا میں یہ وہ زمانہ تھا جب کہ سلطان محمد تغلق کے صوبہ دار نے ملک دکن کو لوٹ کر اپنی سلطنت قائم کی تھی۔ اس زمانے میں یہ عالی شان قلعہ سلطنت بہمنیہ کا ایک سرحدی قلعہ تھا اور یہاں بہت سی فوج رہتی تھی۔ پھر عادل شاہیوں کا قبضہ رہا۔ ۱۶۶۱ء کے قریب ایک صدی تک مدگل میر کلاں خاں نواب کلیانی کی جاگیر رہا۔ بعد ازاں اُن کو ایک فرزند امتیاز الدولہ پیدا ہونے سے پرگنہ بسکی دودھ دی کھانے کے لئے جاگیر دیا گیا اور مدگل بھی جاگیر ملا۔ ۱۶۸۶ء میں اورنگ زیب نے سلطنت بیجا پور پر قبضہ کیا۔ ۱۷۱۱ء میں اورنگ زیب کا انتقال ہوا۔ من ابتدا سے ۱۷۱۱ء لغایت ۱۷۱۲ء ملک دکن بہادر شاہ۔ جہاں دار شاہ۔ فرخ سیر۔ محمد شاہ کے قبضہ میں رہا۔ محمد شاہ کی سلطنت کے زمانے میں بتاریخ ۱۳ اکتوبر ۱۷۱۳ء نظام الملک آصف جاہ صوبہ داری دکن پر واپس ہوئے۔ جب سے آج تک یہ فضل خدا سلطنت نظام عالی مقام قائم ہو بروئے تہ نامہ ۱۴ مئی ۱۸۵۳ء فیما بین آئرہیل دی انگلش ایسٹ انڈیا کمپنی اور نواب نظام الملک ۵۔ ایک پیگودا سے کا ہوتا ہے ۱۲ لاکھ مدگل سے قریب ۱۳ میل کے پورے جہاں اب اس کا کتبہ نکلا ہے

آصف جاہ بہادر ملک دو آبہ را پچور بہ ادا سے تنخواہ جمعیت کنتنجنٹ کرنل لوصاحب  
بہادر زریڈنٹ برٹش گورنمنٹ کے سپرد ہوا جس میں مدگل بھی شامل تھا۔ بروے ضمیمہ نامہ  
فی مابین ہر سببی ملکہ و کٹوریہ و ہنر مائینس نواب افضل لدولہ نظام الملک آصف جاہ  
بہادر مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۸۶۰ء بمقام کرنل ڈیوڈسن بہادر زریڈنٹ ملک دو آبہ گورنمنٹ  
نظام کو مسترد ہوا اور ادا سے تنخواہ کنتنجنٹ میں ملک برابر لے لیا گیا۔

**مسجد دین دارخاں** یہ مسجد کاٹی دروازے کے اندر ایک دو دروازے سے  
نکلنے ہی لگتی ہے۔ دین دارخاں کی بنوائی ہوئی ہے۔ اس مسجد میں چندے وہ علم رکھے گئے تھے جو  
علی عادل شاہ کی فوج کے ساتھ آئے تھے اس کے بعد جداگانہ عاشور خانہ بن کر وہاں منتقل  
کئے گئے اس مسجد کی بیرونی دیوار پر یہ کتبہ سر راہ لگا ہوا ہے جو ناموزوں ہے۔ اور یہ کچھ نئی بات نہیں ہے  
عادل شاہیوں کے زمانے کے اکثر کتبے اسی طرح ناموزوں ہیں۔

غازی آں سلطان مراتاج و نگیں پٹ  
کفار رنگوں شد قوت گرفت دیں  
بنار دایں مسجد دیں دارخاں مکتور گاہ  
در عہد ابو المنظر علی عادل شاہ  
**جامع مسجد** بیرون فتح دروازہ علی عادل شاہ کی بنوائی ہوئی ہے مگر کوئی کتبہ  
نہیں ہے۔

**چاؤری** بیرون فتح دروازہ۔ پختہ و سنگین عمارت ہے جو اب تک درست حالت میں  
ہے۔ اس میں تین سو عرب مح ایک چاؤش کے رہا کرتے تھے۔ یہ جمیت قلعہ کی حفاظت  
پر مامور تھی۔

**فتح دروازہ ۹۸۰ھ** - اس دروازے کا نام ”چھپن اگسی“ تھا۔ علی عادل شاہ چھپنے  
تک قلعہ مدگل پر اڑا مگر اندر داخل نہ ہو سکا۔ آخر کار تمنا پٹواری کے پوتے سرتیہ نے اپنے زمانے  
کو قلعہ دکھانے کی اجازت حاصل کی اور اس بہانے سے پچاس میاؤں میں دو پٹھانوں کو چھپا کر  
اس دروازے سے قلعہ میں لے آیا۔ پٹھانوں نے سات مشاہیر کو قتل کر کے قلعہ کا دروازہ  
کھول دیا۔ اور علی عادل شاہ ۱۲ ذی قعدہ ۹۸۰ھ کو اسی دروازے سے قلعہ میں داخل ہوا  
اور اس کا نام فتح دروازہ رکھا۔

**۹۸۲ھ** علی برج کا پہلے کیا نام تھا معلوم نہیں۔ علی عادل شاہ نے ۹۸۲ھ میں فتح کر کے یہ نام رکھا۔ اس پر کتبہ جوہی اُس کے اشعار بالکل ناموزوں ہیں۔ اسی برج کے پاس پہلے ”چار محل“ تھا اب سیاٹ میدان ہو اور زراعت ہوتی ہے۔ صرف ایک باؤلی باقی رہ گئی ہے جو چار محل کی باؤلی کہلاتی ہے۔

دریایا میکہ سلطان جہاں دار	سمی شیریزداں شیر کردار
باقبال و ظفر از ضرب شمشیر	گرفت او کوٹ ہنکا پور کفار
زہرت نہ صد و ہشتاد و دو بود	کمینہ کردم ایں جاتیشہ در کار

۹۸۲ھ

جواز اقبال سلطان شد مرتب الہی تا ابد پایتہ اش دار

یہ کار کرد حکیم .....

**۹۹۰ھ** فتح دروازے کے پاس جو برج ہے اُس پر توپیں تھیں قلعہ میں داخل ہوتے ہی پادشاہ نے قبضہ کر لیا اس لئے اس برج کا نام فتح برج رکھا۔ پہلا کیا نام تھا معلوم نہیں اور یہ کتبہ نصب کیا۔

”بناے برج فتح جنگ در زمان السلطان العادل الکامل السلطنۃ محمد الوہاب المنظر شاہ عالی جہ عالم پناہ علی عادل شاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و افاض علی العالمین برہ و احسانہ در کار کرد کتبہ الفقیر الحقیر دیانت خاں ناغمیت قلعہ مدگل تیار بخ عشر شہر جبلا مازہ سنہ تسعین و تسعمائتہ المصطفویہ“

۹۹۰ھ

**درگاہ حسینی علم** علی عادل شاہ کی فوج کے آگے وہ علم جو کربلا سے لائے گئے تھے بجائے نشان کے رہتے تھے۔ جب قلعہ فتح ہو گیا تو باروت کو کھٹے میں چند روز وہ علم رکھے رہے بعد وہ دین دار خاں کی مسجد میں رکھے گئے اور بالآخر درنگ دیول اور گرام دیول کو مسما کر کے یہ عاشور خانہ بنایا گیا جس کا نام ”حسینی علم کی درگاہ“ مشہور ہوا اب اس عاشور خانے کی مرمت سرکار سے ہو گئی ہے۔ ماہ محرم میں بہت دھوم دھام ہوتی ہے اور بڑا ہجوم

خلائق کا ہوتا ہی بہت سی نذر و نیاز چڑھتی ہے۔ آمد و خرچ کا حساب رکھنے کے لئے سرکار کی طرف سے ایک کمیٹی مقرر ہے۔

**آٹا شریف** شاہان بیجا پور نے علم تو مدگل میں رکھوا دیئے تھے بعدہ موے مبارک وغیرہ تبرکات بھی یہاں بھیج دئے جو اب تک محفوظ ہیں۔ جس عمارت میں یہ تبرکات رکھے گئے ہیں وہ ایک سنگیں اور پختہ عاشور خانہ ہے اور آٹا شریف کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۲۰۰ برہج الاول کو زیارت کے لئے ایک مجمع کثیر ہوتا ہے۔

**باروت کوٹھا** علی عادل شاہ ثانی کے وقت کا بنا ہوا ہے۔ ۹۸۰ھ میں جب علی عادل شاہ مدگل آیا تو موجودہ باروت کوٹھے کے عمارت میں ترمیم کر کے حسین علی جو اس کے ساتھ آئے تھے پہلے یہاں رکھے گئے تھے۔ یہ مکان لداؤ کا محراب دار نہایت مرتفع اور مستحکم ہے۔ اب اس میں سرکاری مدرسہ ہے۔

**وہکرائی** یہ ایک بہت بڑی اور وسیع اور عمیق باؤلی ہے جو تالاب معلوم دیتا ہے۔ مستقل ہے اور چاروں طرف سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ یہ باؤلی بھی قلعہ کے ساتھ ہی ہے۔ اس کا طول (۶۶۴) فٹ۔ عرض (۱۱۳) فٹ عمق (۲۴) فٹ ہے۔ کبھی خشک نہیں ہوتی لیکن ۱۹۱۴ء میں بوجہ کئی سال کی مسلسل بارش کی کشش کے ادراٹ جانے سے خشک ہو گئی۔

**کتبہ متصل برج وہکرائی** اس باؤلی کے متصل جو برج ہے اس پر یہ کتبہ ہے۔

بعد سلطنت شاہ عادل ابراہیم	کہ باد سلطنتش متصل برستاخینہ
بدور آصف صاحبقران دلاور خاں	کہ در حکومت او شد زمانہ ہرستیز
زمنل شاہ ولایت بلند مرتبہ	سمی احمد مرسل شدہ سپانگیر
بوقت سعد ہمالوں بہ طالع مسعود	کہ خور بہ برج شرف بود و مشتری ہم تیز

(یہ مصرع پتھر پر کندہ نہیں ہے) مصرع کہ مثل آں نہ بود در عراق و در تبریز

نشتہ بودم و از بہر نکر تار بخش ز غیب ہائے آواز دادا گفت کہ خیز  
**بالا حصار** اس کا نام "ناسن بٹا" یعنی گھنٹے کا پہاڑ تھا۔ کسی زمانے میں اس پر

لکھنؤ بجا یا جاتا تھا۔ علی عادل شاہ نے بعد فتح قلعہ کے اوپر چڑھ کر دیکھا تو وہاں ایک فصیل سکے ۱۵۶۵ چتر بھالو نام سمجھ کر کی بنی ہوئی موجود تھی اور ایک برج بھی ایسا بلند زیرِ طیاری تھا جس پر سے کشاندی صاف دکھائی دے (سولھامیل کا فاصلہ ہو) یہ برج بنتے بنتے اچھوڑا رہ گیا تھا۔ محمد عادل شاہ نے بالاحصار پر لگن محل بنوایا تھا جس کی اب صرف دیواریں اور کمائیں کھڑی ہیں۔ اس پر جو کتبہ تھا وہ اب خاں صاحب کے باغ میں راقم نے اٹھوا کر کلب کے بنگلہ میں رکھوا دیا ہے اس بنگلہ کو مولوی محمد منہاج الدین صاحب کا کوڑی تحصیل دار نے چندے سے بنوایا اور ایک بڑی بھاری پُرانی باؤلی کو بھی بہ صرف کثیر درست کر کے ایک نہایت نفیس باغ لکھوایا تھا جس کے بیچ میں ایک نہایت خوب صورت اور خوش نما حوض ہے۔ افسوس کہ پانی کی قلت اور عدم نگرانی سے اب باغ آجڑ گیا۔ تحصیل جب تک یہاں تھی باغ بھی تھا اب دیکھنے والا کون ہے۔ کتبہ کی شاعری قابل ملاحظہ ہے کہ کسی طرح کل درست نہیں بیٹھتی۔

اللہ - محمد - علی

در زمان پادشاہ عادل روئے زیں	خسرو آفاق سلطان محمد شاہ دیں
بنا کر محل لگن بالائے کوہ	کہ در حسن و خوبی نباشد خوباں ازو
محل منور کہ از سنگ مرمر بستہ	نمایاں ز مشرق بہ مغرب ہوا ماہ خجستہ
کوہے کہ ہچو کوہ قاف نیست	بلند و نکو تر در آفاق عیت
مرتب شد بتوفیق خداے حی معبود	نہ ہجرت یک ہزار و پنچا ہ دس بود

۱۵۶۵ھ

الہی پائیدار ایں صفین با صفا  
بسمت سید کوئین مصطفیٰؐ  
کمینہ بندہ در گاہ را گو  
کہ در مردانگی از شیر برتر است او  
مہنومان دیول "مل اگسی" دروازے کے اندر ہے۔ یہ وہی دروازہ ہے جو کالی دروازے کے نام سے مشہور ہے اور لنگسگور کے راستے پر واقع ہے۔ دیول کے عقب میں ایک دیوار پر ایک کنٹری کتبہ ہے جس کو میں نے بہت مشکل سے پڑھوایا۔ اُس کا ترجمہ یہ ہے۔

۱ خدا سلامت رکھے۔ مبارک اور عروج کرنے والے سالیواہن کے ۸۲۸۲ء میں  
 سچھ بیساکھ سد پندرھویں (لفظ کے معنی سچھ میں نہیں آتے) راجہ جمجج الاوصاف راجہ  
 راجگان سب راجوں کا شیر الیا رام کشکیند اکمار کشن راج یا دھو مہاراج مبارک قدم  
 خدا کا فرماں بردار خدا کے نافرمانوں کا سرکوبی کرنے والا۔ فوج جمع کرنے والا۔ مرویدان  
 ونگلیا نایک کا طیارہ کرایا ہوا دروازہ سلامت رہے۔

**مل انسی دروازہ** یہ پہلا دروازہ ہے جو ننگسگور کی طرف ہے۔ بڑا بھاری دروازہ ہے ہاتھی  
 مع انباری جا سکتا ہے۔ پٹ اس کے نہایت مستحکم اور اس پر تمام لوہے کے موٹے موٹے پتھر  
 بڑے ہوئے بڑی ڈبل کیلیں ابھری ہوئی لگی ہوئیں۔ زنجیریں ایسی ہوتی اور بھاری ہیں کہ کم ہوں گی۔ وجہ  
 تسمیہ یہ ہے کہ کنٹری میں مل خا۔ کو کہتے ہیں اور انسی دروازہ کلاں نوک دار کیلیں اس غرض سے  
 لگاتے تھے کہ ہاتھی ٹکر نہ مار سکے۔ اس دروازہ کے اوپر کے پٹ پر کھدا ہوا کنٹری کا جو کتبہ  
 ہوا اس کا ترجمہ یہ ہے۔

۲ خدا سلامت رکھے سالیواہن کے روروری سچھ بیساکھ سد میں ونگلیا نایک کا بنایا  
 ہوا دروازہ، اسی دروازے کے مقابل کے پٹ پر لوہے کی تختی پر کندہ کر کے کیلوں سے چڑا  
 ہوا یہ کتبہ ہے۔

دراکار درغلام رتضی شاہ یا بیگ بن شاہ سلیمان

غرض نقشہ است کر ما یا د مانتہ کہ بہستی را منی بدینم بقاے

رومن کیتھولک گرجا یہ فرقہ سینٹ زیویر کا بہت قدیم گرجا ہے جو ۱۶۵۷ء میں بنایا  
 جس کو علی عادل شاہ نے ۱۷۵۷ء میں گرانٹ دیا تھا اور اب بھی سرکار عالی نظام کی مدد کو مل فنڈ  
 سے اسے مانا گرانٹ ملتا ہے۔ یہاں رومن کیتھولک پور وین پادری رہتا ہے بہت سے چوڑھے  
 چھار عیسائی ہو گئے ہیں جن کا مدرسہ بھی ہے۔ کرنل میڈلر ٹیلر کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ہندوستان  
 میں سب سے قدیم گرجا یہی ہے۔

کالی مسجد بیروں قلعہ ابراہیم پور پیٹ میں ہے یہ مسجد نظام الدین اولیاء کے نام سے مشہور ہے  
 دروازے کے اندر رخ پر یہ کتبہ ہے۔

ساخت این مسجد از بزرگے ثواب      کہ یہ آساں دہر سوال و جواب  
شہر میں اس نظام سرخانی      کہ دہر حیدر رش ز کوثر آب

۹۹۱ھ

**باؤلی پیرانی پیٹ** اس باؤلی میں علموں کو عشرہ محرم کے دن ٹھنڈا کرتے ہیں۔ یہ  
باؤلی ونگھپا نایک نے سکے ۱۷۸۲ء مطابق ۱۱۹۸ھ میں بنائی تھی۔

**شاہ پور پیٹ** جسے پیرانی پیٹ بھی کہتے ہیں یہ پیٹ یوگھپا نے راجپوت ریاست آنا گندی  
کا ایک سردار بھٹا بنوانا شروع کیا تھا۔ کہ کسی سبب سے ملتوی ہو گیا۔ بعدہ ابراہیم علی خاں  
شاہ نے اس پیٹ کو بنوایا اور شاہ پور پیٹ نام رکھا۔ ابراہیم پور پیٹ بھی اسی بادشاہ  
کا بنوایا ہوا ہے جسے اوپر پیٹ بھی کہتے ہیں۔

اتنا بڑا قلعہ اور اس میں توپیں نہ ہوں کیا معنی۔ لوگ کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں مدگل  
تحت حکومت سرکار انگلیزی بھاڑی بڑی توپیں تو انگریزوں نے گئے کچھ حیدر آباد اور راجپوت میں  
منگالی گئیں اب بہت تلاش سے سات توپوں کا پتہ لگا ہے۔

طول	دور و پانہ	کہاں ہے
(۱) - ۹ فیٹ - ۱/۲ انچ	۳ فیٹ ۵ ۱/۲ انچ	آٹا شریف میں رکھی ہے۔
(۲) ۳ فیٹ - ۹ انچ	۴ فیٹ ۱/۲ انچ	کوٹھار ج متقل مدرسہ چار محل برج
(۳) ۱۲ فیٹ - ۹ انچ	۵ فیٹ	ناگ پھنی میں چھپ گئی ہے شکل کٹوا کر نکلائی گئی۔
(۴) ۱۲ فیٹ - ۱/۲ انچ	۴ فیٹ - ۱۰ انچ	فتح دروازہ۔

(۵) امین الدین صاحب قاضی مدگل کی زبانی معلوم ہوا کہ دھکرائی باؤلی کی خندق میں ایک  
توپ تھی جو انھوں نے اپنے بیچنے میں دیکھی تھی اب کثرت سے ناگ پھنی پھیل جانے  
سے اُس میں چھپ گئی ہے جس کا طول (۸) فیٹ اور دور (۳) فیٹ تھا۔

طول	دور و پانہ	کہاں ہے
(۶) ۴ فیٹ	۴ فیٹ - ۱/۲ انچ	بربرج گھڑ پال گھنٹہ



(۷) نینا دڈی برج پر ایک توپ تھی وہ برج پر سے خندق میں جا پڑی ہو۔ اب ناگ پھنی اس کثرت سے چھا گئی ہو کہ دکھلائی نہیں دیتی۔ دیکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ اندازہ (۸) فیٹ لمبی تھی۔  
 نمبر ۱۴ توپیں پتھر جوڑ کر بنائی گئی ہیں۔ باقی ڈھلی ہوئی ہیں۔ کسی توپ پر کوئی سمن یا عبادت کنندہ نہیں ہو۔



## چوبیسواں ضمیمہ قلعہ ملکھیر

نظام سٹیٹ ریلوے کا فلیگ اسٹیشن حیدر آباد سے (۲۲۳) میل اور واڑی جنگشن سے (۱۷۷) میل ہے اس چوکی سے قصبہ ملکھیر تعلقہ سیٹم ضلع گلبرگہ شریف تین میل ہے۔ یہ موضع نواب وزیر بیگ خاں قلعہ دار کی جاگیر ہے۔ مردم شماری (۲۳۲۹) نفر ہے۔ ملکھیر ایک قدیم بستی بود مذہب کے لوگوں کی آباد کی ہوئی ہے۔ اُس زمانے میں بہت آباد اور زرخیز خطہ تھا۔ عرصہ تخفیف تین سو برس کا ہوا کہ مظفر خاں اُڑیلے نے اسے لوٹا۔ سلاطین عادل شاہیہ کو جب خبر ملی تو مظفر خاں کو قتل کر کے خود قابض ہو گئے۔ اہل ہندو کے مکانات دامن کوہ میں تھے جس کا نام ملیا چل بہت ہے۔ مظفر خاں سے بادشاہان بجا پور کو بے شمار دولت اور خزانے ملے۔ مظفر خاں نے کہا کہ میری سچی و کوشش سے جب بے شمار ملی ہو تو میری یادگار قائم رہنی چاہیے چنانچہ اسی رقم سے سلاطین عادل شاہی نے یہ قلعہ تعمیر کر کے مظفر نگر عرف مال کھیر نام رکھا جو رفتہ رفتہ ملکھیر ہو گیا۔ اس قلعہ کی فصیل اور دروازے اب تک درست و مستحکم ہیں قلعہ کے (۵۶) برج اور تین دروازے شمال مشرق اور مغرب میں ہیں۔ آخری دروازہ بند ہے۔ سب سے بڑا برج اوپری برج کے نام سے مشہور ہے اس پر ایک کتیبہ بھی ہے جس کے حروف مسطہ لکھے اور پڑھائیں جاتا۔ اس قلعہ میں کل دس توپیں ہیں۔ چھ برجوں پر پڑھی ہوئی ہیں۔ اور چار مختلف مقامات پر ہیں۔ مغربی گوشہ میں جو برج ہے وہ دروازے سے ملا ہوا ہے اس میں ایک کمان میں ہنومان کی مورت ہے جو اُسی زمانہ کی ہے جب کہ قلعہ بنا تھا۔ بادشاہ عالم گہر نے عرصہ دو سو سال کا ہوا کہ یہ قلعہ جاگیر احوال کے مورث علی جاں شاہ بیگ خاں کو جاگیر ہوا تھا۔ جان شاہ بیگ خاں نے عالم گہر کو بڑی بھاری مدد قلعہ سیدر کی فتح کے وقت دی تھی کہ اپنی چھاتی کے زور سے دروازہ قلعہ کا کھول دیا اسی کارگزاری کے صلہ میں یہ قلعہ جاگیر ملا۔ اس قلعہ پر بارہا جنگ ہوئی ہے

پہلی مرتبہ قلعہ دار حال کے دادا سے اور سدی قاسم سے لڑائی ہوئی جس میں سدی قاسم مارا گیا دوسری مرتبہ قادریاگ سے جنگ ہوئی اس میں بھی قلعہ دار کی فتح ہوئی۔ تیسری مرتبہ بروقت انتظام ضلع بندی ضلع دار مع جمعیت کے انتظام کو آئے تھے تو یہاں کے عرب نے ان کو گولی سے مار دیا۔ شرط عطا ہے جاگیر یہ کہ آمدنی سے جمعیت احتشام رکھیں اب نہ جمعیت ہو نہ قلعہ کی وہ حالت ہو مگر جاگیر چل رہی ہے اب صرف اتنا ہوا ہے کہ ناحیات دعوی دار حال بحال رہے گی بعد ضبط ہو جائے گی۔ قلعہ کے اندر دو مسجدیں ہیں ایک صدر دروازے کے قریب اور دوسری اوپری برج کے پاس۔ ایک درگاہ سید جعفر حسین صاحب کی ہے جو حضرت بندہ نواز گیسو دراز کے ماموں یا بھانجے مشہور ہیں۔ درگاہ پر نوبت چھڑتی ہے۔ قلعہ کے اندر قدیم دیوان خانے اور مکانات ہیں جس میں جاگیر دار رہتے ہیں اوپری برج کے قریب اکٹو۔ بھے تیرھ سوامی کا مٹھ بھی ہے اور وہیں بارود خانہ ہے۔ یہاں اہل ہنود کا ایک متبرک مقام جو تیرھ سوامی ہے جن کا سجاد یہاں ہے۔ ان کا زمانہ چھ سو سال کا بیان کیا جاتا ہے کاگناندی کے کنارے سجاد ہے۔ یہ ندی لہتی سے ملی ہوئی ہے جو دربار آباد کے پہاڑوں سے نکل کر ملکھیر سے ہوتی ہوئی (۸۰) میل طوکر کے شاہ آباد ریلوے اسٹیشن کے پاس ہو گنڈھ مقام پر پھر اندی میں جا ملی ہے۔ اسٹاڈ ہڈ پنچھی کو جو تیرھ سوامی کی جائزہ اور تھ کشی بڑی دھوم سے ہوتی ہے ہزار ہا برہمن جمع ہوتے ہیں۔ یومیہ بطور معاش مقرر ہے۔

نوٹ۔ اس نوٹ کے لئے میں مسٹر راگھو نندر راؤ دیگل سیٹرم کا ممنون ہوں۔ اگرچہ ملکھیر امیر دیکھا ہوا مقام ہے مگر افسوس ہے کہ اس وقت میں نے کوئی نوٹ نہیں لیا نہ مجھے خبر تھی کہ آئندہ چل کر ضرورت پڑے گی۔ ۲۰ من المصنف۔



## پچیسواں ضمیمہ

## ملیا باد

تخمنا آٹھ سو برس کے قبل ایک شخص مسی لبوس رڈی (جس کے متعلق مزید عمالات نہیں معلوم ہوتے) ملیا آباد کے قلعہ کی تعمیر کر رہا تھا جو راجپور سے (۳) میل سمت جنوب میں واقع ہے۔ کہ اثنائے تعمیر میں وہ بعض شکار نکلا اور اپنے کتے کو خرگوش پر چھوڑا۔ تھوڑی دور جا کر خرگوش کتے پر ہیٹ پڑا اور کتے کو زخمی کیا کتا مر گیا جو یہیں کہیں راجپور کی نواح میں دفن ہے۔ لبوس رڈی نے جب دیکھا کہ اس سرزمین میں ایسی غیر معمولی جہالت ہو تو ملیا آباد میں قلعہ بناتے بناتے چھوڑ دیا اور راجپور میں قلعہ کی تعمیر شروع کی۔ ملیا آباد کا ناتمام قلعہ قدرتی پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے اور اس کا موقع ایسا عمدہ ہے کہ کسی مزید حصار بندی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس قلعہ کی دہری فصیل ہے بیرونی فصیل پہاڑوں پر سے لائی گئی ہے جو ناتمام شیدہ پتھروں کی ہے اور اندرونی فصیل گھڑے ہوئے پتھروں کی ہے اور اس میں بڑے بڑے سٹونل پتھر لگائے گئے ہیں اور اگرچہ یہ فصیل پونے پندرہ فیٹ بلند ہے تاہم اکثر جگہ پانچ پتھروں سے اور بعض جگہ چار پتھروں سے مکمل ہو گئی ہے۔ اندرونی فصیل کے دس برج ہیں اور بیرونی کے بیٹل قلعہ کے تین دروازے مغرب اور شمال اور مشرق میں ہیں۔ بیرونی فصیل کا دور (۵) میل کا ہے اور اندرونی کا ڈھائی۔ بیرونی فصیل کی بلندی پہاڑ کے ارتفاع کے لحاظ سے مختلف طور پر ۱۵ فیٹ سے لے کر چھ فیٹ تک ہے۔ دونوں فصیلوں میں شمال کی طرف سوگر کا فصل ہے اور مشرق کی طرف دو سوگر کا چوں کہ بیرونی فصیل پہاڑ پر ہے اس واسطے اندرونی فصیل سے بلند ہے اور بیرونی فصیل کے چاروں جانب چار دروازے منہ مدہ موجود ہیں۔ قلعہ کے اندر بعض بعض پتھروں پر کتڑی کتبے اب بھی نظر آتے ہیں مگر سب مٹے مٹائے ہیں اور کسی طرح پڑھے نہیں جاتے۔ قلعے میں ہل پھر گیا ہے اور زراعت ہوتی ہے اب صرف ٹوٹے پھوٹے برج موجود رہ گئے ہیں قلعہ کے اندرونی حصار کے اندر ہل چل جاتا

سے کوئی عمارت باقی نہیں رہی لیکن قریب دو تین سیگھے کے جو رقبہ ہی اس میں چھوٹے  
 چھوٹے ٹیلے اور جابجا پتھر پڑے ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مکانات تھے  
 انھیں کے یہ پتھر ہیں اس کھیت کا نام ”آنی ہارا“ مشہور ہے یعنی ہاتھی کا کھیت۔ نام پڑنے  
 کی یہ وجہ ہے کہ کھیت میں ایک پتھر کے تراشے ہوئے دو ہاتھی آگے پیچھے چھ فیٹ بلند پتھر  
 کی چٹان پر کھڑے ہیں۔ یہ ہاتھی سرخی مائل پتھر کے ہیں جن پر چھو لیں بڑی ہوتی ہیں اور دونوں  
 طرف دودھ گھنٹے معہ زنجیر کے لٹک رہے ہیں اور تین تین ہیکلیں گلے میں بڑی ہوتی ہیں۔  
 سر پر چھوٹی مرصع ڈال ہے۔ دانتوں پر دودھ کا پڑا ہوا ہے۔ سونڈ میں ٹٹلی ہوتی ہیں۔  
 سونڈوں میں ہاتھی کوئی زبور مثل زنجیر کے پکڑے ہوئے ہیں۔ چاروں پاؤں میں توڑے ہیں  
 جس کی ایک ایک کر پی علیحدہ علیحدہ گنی جاسکتی ہے۔ دونوں ہاتھیوں کی تراش خراش  
 ایک ہی وضع کی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سواری کے واسطے کسے کسے طیار ہیں۔  
 اگلا ہاتھی کھڑا ہوا ہے اور اگلا بایاں پاؤں اٹھاے ہوئے ہے۔ پچھلا ہاتھی اپنی ٹانگوں پر بیٹھ  
 رہا ہے اور داہنا اگلا پر جھکا ہوا ہے۔ ان دونوں ہاتھیوں میں صرف ساڑھے پانچ فیٹ کا فصل  
 ہے۔ اگلے ہاتھی کی دم بل کھا کر بایں پیٹھے پر بڑی ہوتی ہے۔ اور پچھلے ہاتھی کی دم داہنے پیٹھے پر  
 جس طرح ہاتھی چلنے میں دم کو ادا دھرتی دیتا ہے وہ اصلی حالت بتلائی ہے۔ دونوں ہاتھی  
 ایک ہی لین میں نہیں ہیں بلکہ اگلے ہاتھی سے پچھلا ہاتھی بایں طرف ہٹا ہوا ہے یعنی اگلے  
 ہاتھی کے پچھلے بایں پیر کے مقابل پچھلے ہاتھی کا داہنا پیر ہے۔ یہ ہاتھی ایک دیول کے متعلق  
 تھے۔ دیول تو بالکل نیست و نابود ہو گیا جس کا ایک ٹیلہ سا بن گیا ہے اور اس پر چند کھم اور  
 سلیں بڑی ہوتی ہیں اور اس کھنڈر کے سامنے ہی یہ دونوں ہاتھی ہیں۔ اب دیول کے نام  
 تک کا پتہ نہیں چلتا۔ پچھلے عہدہ داروں نے کوشش کی تھی کہ ان ہاتھیوں کو یہاں سے  
 نکال کر کسی اچھے مقام پر رکھا جائے۔ کچھ کچھ ان کو کھدوا یا بھی مگر اتنے بڑے ہاتھیوں کا منتقل  
 کرنا آسان نہ تھا ممکن ہے کہ ضائع ہو جاتے لہذا وہیں کے وہیں چھوڑ دئے۔ اسی کھیت میں  
 اس منہدم دیول سے تھوڑی دور اقدام کے فاصلے پر بڑے دیول ہے وہ بھی زمین کے  
 برابر ہو گیا صرف دو کھم کھڑے ہوئے ہیں۔ موضع کے جنوب مغرب پہاڑ پر ایک دیول ہے جس کو

رام سنگ کا دیول کہتے ہیں اور دیول کے سامنے ایک قدرتی چشمہ آب شیریں کا ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔ یہ چشمہ اندر اندر پہاڑ میں چلا گیا ہے خود بخود پانی چھڑتا ہے۔ پانی سب شفات اور شیریں ہے۔ ملیا آباد میں ایک قدیم تالاب بھی ہے۔ جس سے اب زراعت ہوتی ہے۔ آب شیریں کی کئی باؤلیاں ہیں۔ اب فصیل کے اندر مطلق آبادی نہیں ہے جب قلعہ اُجڑ گیا تو رہے سے لوگ باہر نکل کر آباد ہو گئے اب اس کی خانہ شماری (۲۰۸) اور مردم شماری (۹۷۹) نفوس ہے۔ اس قصبہ کا اصلی نام ملا باد تھا۔ ملا کنٹری میں خرگوش کہتے ہیں اور دھنگروں کا نام بھی ہوتا ہے ممکن ہے کہ کسی دھنگر نے اس کو آباد کیا ہو۔ سنگین قول نامے میں جوہ فیٹ (۵) انچہ طول اور دو فیٹ پورے دو انچہ عریض پتھر پر بچھڑی کنڈہ ہے۔ اور اب جامع مسجد ملیا آباد کے صحن میں لا کر رکھا گیا ہے۔ اس آبادی کا نام ملیا باد کنڈہ ہے۔ بعد مسلمانوں نے طبع آباد کر لیا۔ اس قولنامہ میں (۲۱) سطریں ہیں شروع کی چھ سطریں اور آخر کی ایک سطر بے شکل پڑھی گئی۔ اس کے حروف ابھرے ہوئے ہیں اور امتداد زمانے سے مٹ گئے ہیں اور اس طرح پینٹواں لکھا ہے کسی طرح باوجود کوشش کے پورا پڑا نہیں جاتا۔ سیاق عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قولنامہ مسجد کی اجراء خدمت کے متعلق ہے۔ جس میں شرط اداسہ خدمت اور اخراجات مسجد چراغ و بانی کی سبیل بتلائی ہے یہ مسجد معمولی حیثیت کی تین چشموں کی لداؤ کی ہے۔ اس کتبہ میں ۹۱۸ھ درج ہے۔ جو عبارت پڑھی گئی ہے وہ یہ ہے:-

قول نامہ۔ انتر حضر مملک الشرف ملک حنبرخان کالمُنْبِتْ فِی الْحِجْرِ فَقَارُ  
اِلٰی بَقَاءِ اللّٰهِ دَابَّکْ اَبَدْ مَرَارِعَانْ وَتَقَالَانْ وَجَمِیعْ مَحَافِہْ۔

..... و جمیع سکنتہ قصبہ ملیا باد  
۹۱۸ھ

## چھبیسواں ضمیمہ نلدرگ

تاریخ سچاپور کے پڑھنے والوں سے مخفی نہیں کہ نلدرگ کا قلعہ اور بستی سلاطین عادل شاہی کے عہد میں کیسے معرکہ کا مقام رہا ہے۔ ضرور یہ قلعہ بہت بڑا بھاری تھا اور نلدرگ ایک شہر ہو گا اس کے بعد عمل داری انگریزی میں کرنل میڈوز ٹیلر کشر کا سالہا سال مستقر رہا پھر ضلع رہا اور جب دیار اس میں ضلع کی کچھ پان اٹھ گئیں جب بھی ضلع نلدرگ کے نام سے موسوم تھا اب وہ نام بھی ضلع عثمان آباد سے تبدیل ہو گیا۔ لیکن اب تو قلعہ کس پہر سی کی حالت میں ہے اور بستی بھی ایک چھوٹا سا قریہ رہ گیا ہے جس کی آبادی چار ہزار کی ہے پہلے تحصیل تھی اب وہ بھی نہیں رہی۔ رہی سہی آبادی اس وجہ سے گھٹ رہی ہے کہ شولا پور پاس ہے جہاں بہت سے پتلی مگر ہیں اور لوگ معقول مزدوری ملنے سے کھینچے چلے جا رہے ہیں۔ اب ڈوئرن افسر اور منصفی کا مستقر ہے اور ایک سرکاری ڈاکٹر خانہ بھی ہے۔ اس مقام کی تقدیر اب ایسی پھوٹی ہے کہ تحصیل تلجا پور میں شامل کیا گیا ہے اور ضلع عثمان آباد کا ایک موضع ہے۔ شولا پور سے (۲۹ میل کے فاصلے پر واقع ہے جس میں (۱۷ میل سرحد انگریزی ہے اور باقی تیرہ میل علاقہ سرکار عالی نظام۔ اس طرح کے دسویں اور پندرھویں میل پر دو سرزمین بھرا منی اور تانڈل واری موضع میں ہیں۔ سرکار عالی کے علاقہ کے تیسرے میل پر موضع اٹکل میں اور پھر خاص نلدرگ میں علاقہ تعمیرات کا ایک ایک انسپکشن بنگلہ ہے۔ نلدرگ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ دراصل یہ قلعہ راجہ نل کا بنایا ہوا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تلاتنگی زبان میں سیاہ کہہ جاتے ہیں اور نلدرگ کے معنی قلعہ۔ چوں کہ یہ قلعہ سیاہ پتھر کا ہے لہذا نلدرگ کے نام سے موسوم ہوا جو کثرت استعمال سے نلدرگ ہو گیا۔ سلاطین عادل شاہیہ کا جب تسلط ہوا تو اس کا نام شاہ درگ رکھ دیا گیا جو ان کی سلطنت کے خاتمہ پر ختم ہو گیا اور اصلی نام نلدرگ ہی زبان زد خاص و عام رہا۔ اس قلعہ کے تین حصے ہیں۔ رام درگ یا شاہ درگ اصلی قلعہ بن منڈل

چھوٹا حصہ قلعہ کا عادل شاہیوں کا بنایا ہوا ہے اور دونوں کے درمیان ”پانی محل“ واقع ہے جس کے دونوں قلعوں کو جوڑ دیا ہے۔ قلعہ کے سات دروازے ہیں۔ ہر ایک دروازہ جو سب سے بڑا دروازہ ہے جس کے سامنے گردش کی دیوار بھی ہے جس پر اب بھی ایک درجن چھوٹی توپیں چڑھی ہوئی ہیں اور بہت سے پتھر کے گولے بھی جمع ہیں۔ اس پھاٹک کے دروازے کے پٹ نہایت مستحکم ہیں جن پر بڑی بڑی کیلیں چڑی ہوئی ہیں جیسا کہ اکثر قلعہ کے دروازوں پر ہوتی ہیں کہ ہاتھی ٹکر مار کر توڑ سکے۔ اس صدر دروازے پر اب بھی جمیعت احشام کا پرچہ ہے۔ قلعہ دار کو عسک اور نو نفر جوان ہیں جن کی تنخواہ چار سے یک پانچ روپیہ تک ہے۔ یہ لوگ اس دروازے سے لگے ہوئے بارگاہ میں رہتے ہیں۔ کافی دروازہ۔ ہزار شیرازی دروازہ۔ پانی محل دروازہ۔ رمنہ دروازہ۔ ہاتھی دروازہ۔ پن گھٹ دروازہ۔

**برج** قلعہ کے شمال میں ایک بہت بڑا برج ”پانی برج“ کے نام سے مشہور ہے قلعہ میں یہ سب سے بلند مقام ہے جہاں سے کوسوں تک کا منظر نظر آتا ہے۔ اس برج پر دو توپیں تانبے کی ہیں جو تین سو برس کی پرانی بنی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ فصیل میں ایک اور چھوٹا برج ہے جس پر ایک سیاہ دھات کی توپ ہے۔ مغربی رخ پر ایک برج ہے جس کا نام پرینڈہ برج ہے جس پر سے کہتے ہیں کہ اُس زمانے میں قلعہ پرینڈہ سے بذریعہ جھنڈیوں کے باتش کرتے تھے۔ جسے اس زمانہ میں ہلیو گریف کہتے ہیں۔ ناگن برج۔ سنگرام برج جس پر ایک برج رسی توپ بٹھکل ہاتھی کے رکھی ہوئی ہے۔ ہندہ نواز برج۔ ان راؤ برج۔ پینا برج۔ نوین برج۔ چوں کہ اس برج پر نو برجیاں ہیں لہذا اس نام سے مشہور ہے۔ چار برج اور ہیں جن کے کوئی خاص نام نہیں ہیں۔ ان برجوں پر بارہ بڑی بڑی توپیں اور (۳۲) ریکلے یعنی چھوٹی توپیں ہیں۔ ہاتھی توپ کے سوا ایک مگر توپ بھی ہے جو مگر کی شکل کی ہے اور ان دونوں توپوں ہاتھی توپ اور مگر توپ پر کندہ ہے باقی کسی توپ پر کوئی عبارت کندہ نہیں ہے۔

**مسجدیں** ہر ایک دروازہ سے تھوڑی دور آگے ایک چھوٹی سی مسجد ہے مگر اب ویران ہے۔ جامع مسجد بننا کروہ سلاطین عادل شاہیہ البتہ درست حالت میں ہے۔

بارو کوٹھ محاذی ہر ایک دروازہ۔



**ڈنجنین** یعنی تہ خانے کے ہر ایک دروازے کی داییں جانب وہ زمین دوز قید خانے قید خانے ۔ ۔ ہیں جو بالکل تاریک ہیں جن کی چھت میں صرف ایک ہی سوراخ ہے جس میں سے قیدیوں کو غذا دی جاتی تھی۔

**بارہ دری** قدیم مکان ہے۔ اسی مکان میں کرنل سپر وڈ ٹیلر رہتے تھے یہ دو منزلہ قدیم عمارت ہے۔ لیکن اب بالکل خستہ حالت میں ہے۔ کرنل سپر وڈ ٹیلر نے کئی کتابیں سیتا۔ تارا۔ وغیرہ یہاں کے حالات میں بطور قصہ لکھی ہیں جن میں اس نواح کے بہت سے حالات ہیں۔ یہ صاحب بدلوں دکن میں رہی اور لباس بھی ہندوستانی پہنتے تھے۔ ہندوستانیوں سے بالکل لگانگت برتتے تھے لوگ کہتے ہیں کہ یہ دونوں کتابیں انھوں نے اپنی بیٹی لکھی ہیں کہ ایک برہمنی عورت انھوں نے ڈال لی تھی۔ ٹیلر صاحب کا نام زبان زد خاص و عام ہے عورتیں اب تک چلیٹوں پر ان کے گیت گاتی ہیں۔

**انبار خانہ** قدیم عمارت تھی اب مرمت کر کے کچھری منصفی اس میں رکھی گئی ہے۔  
**مکانات نواب امیر نواز خاں** نواب صاحب کے دو مکانات تھے جو دونوں خستہ ہیں۔

**مچھلی تالاب** بارہ دری کے پاس ایک قدیم حوض مچھلی تالاب کے نام سے موسوم ہے جو زمانہ قدیم کا تھا۔ قلعہ میں پانی کی قلت ہونے سے ٹیلر صاحب نے اسے بنوایا تھا۔ اب یہ بھی منہدم ہے۔

**رنکین محل** اس کی کچھ ترسیم سررشتہ تعمیرات سے کی گئی ہے۔ اور منصف صا رہے ہیں۔

**جیل** نلدرگ جب مستقر کشنری تھا تو یہاں ایک بڑا جیل تھا اب وہ بھی گر پڑ گیا۔ صرف چار دیواری کھڑی ہے۔

**رن منڈل اور ہاتھی دروازہ** چھوٹے حصہ قلعہ کا نام رن منڈل ہے اس میں کوئی عمارت باقی نہیں ہے۔ نہ کوئی خاص بات قابل ذکر ہے۔ یہ صرف خزانہ رکھنے کی جگہ تھی۔ اس قلعہ کے صدر دروازے کا نام ”ہاتھی دروازہ“ ہے اس قلعہ کی طرز عمارت سے

معلوم ہوتا ہے کہ یہ اہل ہندو کا بنوایا ہوا تھا۔

**پوری ندی** قلعہ رن منڈل کے اطراف پوری ندی ہے اور اصلی قلعہ نلدرگ کے تین طرف سے نڈی گھیرے ہوئے ہے۔ چوتھی جانب ایک عمیق خندق ہے۔ فصیل قلعہ کی نہایت مستحکم اور بلند ہے۔ فصیل کو یہاں ”پیرکوٹہ“ کہتے ہیں۔

**پانی محل** پانی محل کی عمارت قابل دید ہے پوری ندی کو روک کر ایک بہت بھاری بند ڈالا ہے اور بند کے اندر کئی کمرے بنا دیے ہیں جن کے نام لکڑی محل۔ گندک محل دونوں جانب اور بیچ میں پانی محل ہے جن کے اوپر سے نڈی بہتی ہے اور دوسری طرف جا کر بلندی پر سے نیچے گرتی ہے کمرے نہایت وسیع اور بچختہ ہوا دار اور مرتفع ہیں۔ جب چادر گرتی ہے تو اندر بھینی بھینی پھوار کا آنا عجب لطف دیتا ہے۔ عمارت ایسی بچختہ ہے کہ تین سو برس سے اوپر اس کو بن کر ہوئے اور باوجود آج تک مرمت نہ ہونے کے ایک قطرہ پانی کا ٹپکنا تو کجا کہیں پانی مڑا بھی نہیں دکھائی دیتا۔ ایک نہایت یہ بھی اچھی ہے کہ نیچے بھی دو مہریاں رکھ دی ہیں جو پتال مہری کے نام سے مشہور ہیں۔ جب پانی زیادہ ہوا یہ مہریاں کھول دیں تو آٹا فائنا میں سارا پانی نیچے نیچے نکل گیا اس محل پر یہ کتبہ ہے:-

از حضرت شاہ دیں پناہ منصور	شد میر محمد عباد الدین مامور
در بستن این بہ تو فنیق آلہ	سدے شدہ چوں سد سکندر مشور
از دیدن این چشم محباں روشن	می گرد و چشم دشمنان گردور
از ہاقت کرد سوال تار نخیش گفت	کیں سد بلطف شاہ ماند معور

۱۰۲۲ھ

در محل ابوالمنصور والمظفر سلطان ابراہیم عادل شاہ ثانی پادشاہ والی بیجا پور تعمیر یافت۔

**انگنیرون کا قبرستان** قبریں بہت سلی ہیں۔ لوگ سنگ مرمر کے کتبے اکٹھا کر لے گئے۔ قبریں بھی بے مرمت ہونے سے ٹوٹ پھوٹ گئیں۔ اب سنا ہے کہ لنگسگور کے یورپین سیٹھری (قبرستان) کی طرح اس کی بھی دیکھ رکھ کی جائے گی۔

عمارات بیرون قلعہ یہ ہیں۔

**جامع مسجد** بیرون قلعہ کے لوگوں کے بے قدیم زمانے کی بنی ہوئی ہے۔

**مسجد سہیل خاں** تیرھویں میل پر واقع ہے۔ یہ مسجد سہیل خاں سپہ سالار عا دل شاہی کی بنوائی ہوئی ہے۔ اس میں ایک نفیس باؤل بھی ہے مگر اب قبرستان ہو جانے سے پانی استعمال نہیں کیا جاتا۔

**مقبرہ نواب امیر نواز خاں** ڈاک بنگلے کے قریب ہے۔ یہ مقبرہ نواب امیر نواز خاں اور ان کے خاندان کے لوگوں کا ہے۔  
**ٹیلرنگر** نلدرگ سے (۹) میل کے فاصلے پر اس نام کا موضع ہے جو اپنے آباؤ کے لئے کے نام سے موسوم ہے۔



## ستائیسواں ضمیمہ

### قلعہ وزنگل

بڑی اور نہایت قدیم بستی ہے جو حیدرآباد کے جنوب و مشرق میں بہ فاصلہ (۹۳) میل واقع ہو اور حیدرآباد کو پورے سکشن نظام اسٹیٹ ریلوے کا اسٹیشن ہے۔ یہ نہایت قدیم بستی ہے۔ پہلے زمانے میں بڑا شہر ہو گا اب تو ایک قصبے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی آبادی چھ میل لمبی چلی گئی ہے۔ بیچ میں حاجیافضل ہو گیا ہے۔ ایک طرف وزنگل اسٹیشن ہے اور دوسرے سرے پر قاضی میچ اسٹیشن درمیان میں ٹھوڑا اور مکٹھہ ہے۔

نواب فرامرز جنگ بہادر اول تعلقہ دار حال صوبہ دار نے (جو پہلے پارس نواب حیدرآباد میں ہوئے) جن کو تعمیر اکٹہ اور آراشکی شہر تو قیہ و ترقی آبادی میں ایک خدا داد دل چسپی ہوئی جہاں فشان ترغیب و تحریص سے اس اجڑی ہوئی بستی کو از سر نو آباد کیا۔ متعدد خوش نامی لگے ہوئے۔ سٹرکین نکالیں۔ بازار بسا اور اس طرح اب ایک چھوٹا سا پُر رونق شہر ہو گیا ہے۔ وزنگل بیوپار کی بڑی منڈی ہے۔ فرامرز جنگ بہادر کا ارادہ تھا کہ چھ میل کا فصل جو دونوں شیشنوں میں ہر اس لمبان میں مسلسل آبادی کر دی جائے اور اسی حساب سے انھوں نے بیگلوں کی بنیاد ڈالی لیکن ان کے تباہی کے بعد بیس جہاں کاتھاں یہ معاملہ رہ گیا اور اسی وجہ سے تین کڑے آبادی کے ہو گئے اور بیچ میں جگہ چھوٹ گئی۔ اب یہاں محکمہ صوبہ داری (کشنری) اور دیگر محکمہ جات کا ستقر ہے۔ ایوان صوبہ داری اور اس کے پاس ایک خوش نما مسجد (جو نواب معین الدولہ بشیر نواز جنگ بہادر سابق صوبہ دار نے دہلی کے مستری سے بنوائی تھی) اور سڑک چل حال کی خوش نما اور وسیع عمارت ہیں یہاں کا جیل بہت بڑا ہے جس کو مسٹر بینکین۔ سی۔ اس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ اے۔ ڈاکٹر جنرل پولیس و جیل نے صنعت و حرفت کی ترویج سے بہت رونق دی ہے۔ جیل میں ہر قسم کا سامان پارچہ۔ فرنیچر۔ دریاں۔ قالین۔ طیارہ ہوتے ہیں اور ایک بہت بڑا چھاپے خانہ بھی ہے۔ یہاں کے قالین ہمیشہ سے مشہور

ہیں اب بھی جیسا قالین یہاں بنتا ہی شاید اور کہیں نہ تھا ہو چنانچہ پیرس کی نمائش گاہ میں ٹڈل (تمغہ) بھی ملا ہے۔  
ہنمکنڈہ میں حضرت عبدالبنی شلہ صاحب کی درگاہ حال میں طیار ہوئی ہے حضرت موصوف بڑے بزرگ تھے آپ کا  
وصال چند سال قبل ہوا ہے۔ سالانہ عرس شریف بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ زمانہ قدیم میں ورنگل قدیم  
ہندو راجگان خاندان کا کاتیا کا دارالسلطنت تھا روایات اور تاریخ کی رو سے یہ شہر بہت قدیم پایا جاتا ہے۔ اور  
صد ہا سال تک جنوبی حصہ ہند میں ہندوؤں کا ایک بڑا مضبوط قلعہ و رہنما گاہ رہا جس پر سلاطین اسلام شمالی  
حصہ ہند کے بڑے بڑے معرکے متواتر رہے ہیں۔ ۱۳۳۷ء کے قریب ملک دکن میں راجگان خاندان چلو گیا  
حکمران تھے۔ ساتویں صدی کے وسط میں سیاح ہیراں غسانگ ملک ہند میں آیا تھا اس نے لکھا ہے کہ اس  
زمانے میں جنوبی حصہ ہند نوٹری بڑی سلطنتوں میں تقسیم تھا ملک تلنگانہ میں تین سلطنتیں تھیں۔ اندھرا۔ کاکاتیا۔  
گنگنہ۔ اس میں سے اول الذکر سلطنت کا پایہ تخت شہر ورنگل تھا۔ قدیم مسلمان مورخ بدایونی نے لکھا ہے کہ  
سلطان محمد بن تغلق نے قلعہ ورنگل کو ۱۳۲۱ء میں فتح کیا اس سے پہلے تلنگانہ خاندان کا کاتیا ورنگل میں  
سات سو سال تک حکمران رہ چکا تھا۔ ہندوؤں کی روایت یہ ہے کہ چلو گیا خاندان کا راجہ چونند گیری ملک دکن  
میں حکمران تھا اس نے اپنی مملکت اپنے دو بیٹوں میں تقسیم کر دی تھی جن میں ایک لڑکا قندمار (ضلع ناٹگیر)  
پر حکمران تھا اور دوسرا بادشاہ کلنگ سے لڑائی میں مارا گیا جن کے بعد اس کی بیوہ رانی بھاگ کر ہنمکنڈہ  
آئی اور اسی مقام پر اس کے ہاں ایک لڑکا (باپ کے مرنے کے بعد) پیدا ہوا اور اسی لڑکے سے خاندان  
کا کاتیا کی بنا پڑی۔ اس خاندان کے تاریخی حالات زیادہ تر اس سنسکرت کے کتبے سے معلوم ہوتے ہیں جو  
ہنمکنڈہ کے مشہور راجہ کے دیول میں موجود ہے۔ یہ کتبہ ۱۱۶۲ء کا ہے اور اس میں پہلے راجہ کا نام بھون ملا تیار  
لکھا ہے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا پروو راجہ جانشین ہوا جو طراقتور اور جنگ جو تھا اس کے بعد تیار (اول)  
تخت نشین ہوا جس نے ہنمکنڈہ کا مشہور اور عظیم الشان دیول بنوایا ہے۔ یہ بھی بڑا بہادر لڑنے مرنے والا راجہ تھا  
اور اس کے دور میں جدید فتوحات کے ذریعے سے چاروں طرف سلطنت کی توسیع ہوئی۔ اس کے بعد  
مادھو حکمران ہوا پھر اس کا بیٹا گنپتی ۱۲۶۳ء میں راجہ ہوا اسی نے شہر ورنگل کی اندرونی سنگ بستہ  
بنوائی۔ یہ لاؤد تھا اس لئے اس کے بعد اس کی بیوی رام رڈنا دیوی حکمران ہوئی اس نے قلعے کے  
اطراف میں پتھر کی فصیل بنوائی اور یہ شہر کوٹھی کی ایک دوسری فصیل سے بھی محاط کیا جس کا دور (۱۲۵۴ء)  
گز تھا جو اب نیست و نابود ہو گئی ہے تاہم جلد جا بجا کچھ کچھ نشان اب بھی باقی ہیں۔

## فہرست گنپتی راجگان و رنگل -

- (۱) ترہجون ملا
- (۲) پرولیا پرولی راجہ جس نے پٹا دیوی سے شادی کی تھی۔
- (۳) پرتاب رور اول -
- (۴) گنپتی دیو -
- (۵) رانی رورما راجہ نمبر ۴ جس نے ۱۲۵۷ء سے ۱۲۹۵ء تک (۳۸ سال سلطنت کی -
- رانی کی ایک لڑکی بھی تھی۔
- (۶) پرتاب رورمائی ۱۲۹۵ء تا ۱۳۲۳ء

کرشنا

دنیاک عرف ناگ دیو

(۱) ترہجون ملا کا کچھ حال سوائے اس کے معلوم نہیں ہے کہ ہمکنڈہ کے ایک کتبے میں اس کو پرولا راجہ کا باپ بتلایا ہے۔

(۲) عام روایت ہے کہ پرولا راجہ سے پہلے اٹھ راجہ حکم راں رہ چکے تھے لیکن شہر و رنگل اسی راجہ نے بسایا۔ پرولا راجہ بجاالت نا باغی راجہ ہوا۔ اس نے گنپتی راجہ اڑلیہ کو شکست دی۔ نجومیوں نے پہلے ہی سے کھ دیا تھا اور ویسا ہی ہوا کہ پھر اپنے بیٹے کے ہاتھ سے اتفاقہ طور پر مارا گیا۔ ہمکنڈہ کے کتبہ مذکورہ بالا میں لکھا ہے کہ پرولا راجہ نے تیلیا دیو کو ماخوذ کر لیا تھا (مستطیلٹ اس کو تیلیا سوم خاندان مغربی چلوکیان کا قرار دیتے ہیں جس کا زمانہ ۱۱۲۲ء تا ۱۱۶۲ء تھا) اسی راجہ کے عہد میں ہمکنڈہ کا محاصرہ جگدیو میسور کے ساتھارا خاندان کے راجہ نے کیا تھا جس میں ان کو پس پا ہونا پڑا۔

(۳) رور یا پرتاب رور اول ایک بڑا بڑا راجہ تھا۔ مذکورہ بالا کتبہ میں اس کی سلطنت کا زمانہ ۱۱۶۲ء ہی اس میں تیلیا سوم کی وفات اور گنپتی راجاؤں کی بعض فتوحات اور علی الخصوص ایک شخص بھیمانامی پر فتح یابی کا ذکر ہے اور شہر چڑو دیا کے شہر کے فتح کرنے کا بھی مذکور ہے جو غالباً

چولا خاندان کا راجہ یا دلیر اسے تھا جسے چولا اودایا رکھتے ہیں۔

(۴) ڈاکٹر برنل نے جو سال ملک کلنگا چولا خاندان میں چلے جانے کا یعنی ۱۲۲۸ء اپنی کتاب سوئٹھ انڈین قائلز آف انگریز صفحہ (۲۰) نوٹ (۴) میں لکھا ہے وہ غالباً گنپتی دیو کا زمانہ تھا۔ کلنگا دیس کے متعدد کتبے ہیں جن غالب ہو کہ راجگان گنپتی کا عروج اس نواح میں پہلے سے چلا آتا تھا۔

(۵) رانی ردڑا ایک عجیب و غریب عورت تھی۔ شوہر لاوہ مر نے سے اس نے خود سلطنت سنبھال لی۔ اس کی طویل اڑتیس سالہ سلطنت بہ اعتبار حسن انتظام کے اپنا جواب نہ رکھتی تھی جیسا کہ مارکوپولو سیاح نے لکھا ہے کہ، یہ ملک پہلے ایک راجہ کے تحت تھا اور اس کی وفات کے بعد سے تقریباً چالیس سال سے ایک ایسی رانی حکم راس ہو جو نہایت فریسی ہو اور جس نے اپنے شوہر کی سچی وفاداری میں کبھی عقد ثانی نہیں کیا اور میں یقین دلاتا ہوں کہ وہ چالیس برس تک اس سلطنت کو اُسی طرح چلاتی رہی جیسے کہ اُس کے شوہر کے عمل میں تھا بلکہ سچ پوچھیے تو اُس سے بھی بہتر کیونکہ بھڑی منصف اور عادلہ صلح کل اور حق پسند تھی۔ اس کی رعایا اس سے اس لئے ایسی خوش اور اس کی ایسی گرویدہ تھی کہ کسی رانی یا راجہ کو بھڑی عام مقبولیت کا حاصل نہیں ہوا، ذکر نل یول کی کتاب مارکوپولو جلد دوم صفحہ ۲۹۵ ڈاکٹر گسیٹو آپرٹ نے اس جون سن ۱۸۸۱ء میں بچوالہ چند کتبات اور دقیری داخلہ سے لکھتے ہیں کہ اس رانی کے زمانے میں ایک شخص گوری گنگا ریڈی ایک بڑا بھاری جنرل تھا ۱۲۹۵ء میں ردڑا اپنے نواسے ردڑیو دوم کے سن بلوغ پر پونہچنے کے بعد خود بوجہ کولت سن تمام سلطنت سے دست کش ہو گئی۔

(۶) بھڑ زمانہ مشہور براب ردڑ دوم کا ہے (۱۲۹۵-۱۳۲۳ء) جو اپنے زمانے کا سب سے زیادہ زبردست اور طاقت ور راجہ تھا لیکن افسوس ہے کہ اس خاندان کا یہی آخری حکم راس تھا۔ ۱۲۹۵ء میں علاء الدین گورزا و دھ جو جلال الدین خلجی بادشاہ دہلی کا بھتیجا تھا وکن میں آیا اور دیوگیری (دولت آباد) کو لوٹ ڈالا جو رنگل کے ہم سرحد تھا۔ ۱۳۰۴ء میں علاء الدین نے جو اپنے چچا کو مار کر خود بادشاہ ہو گیا تھا دوبارہ ملک کا فوجی سرکردگی میں لشکر بھیجا کہ دیوگیری کے راجہ کو کئی سال سے خراج نہیں دیا تھا۔ راجہ کو بھی پکڑ کر دہلی لے گئے۔ ۱۳۰۹ء میں مسلمانوں نے رنگل کا رخ کیا لیکن اس مرتبہ ناکامیاب رہے لیکن دوسرے حملہ میں ردڑیو کو شکست فاش ہوئی اور

مسلمانوں نے ورنگل فتح کر کے راجہ کو اپنا باج گزار بنالیا۔ ۱۳۱۱ء میں پھر ملک دکن میں  
دوار سدر کے راجگان ہو میسا لابلہ لاپڑ چڑھ آیا اور پوری طرح فتح یاب ہو کر ساحل ملیبار تک  
جالو پنچا جہاں اُس نے بطور یادگار ایک مسجد بھی بنادی اور دارالسلطنت کو فتح کر کے ہٹی بیرو  
کہ مشہور مندر کو لوٹ لاٹ کر مظفر و منصور دہلی واپس گیا۔ ۱۳۱۲ء میں ملک کا فور نے دیوگیری  
پھر قبضہ کر لیا اور راجہ کو بھی مار ڈالا۔ چھ سال بعد دہلی کا مبارک خلجی پھر آیا اور دیوگیہ ہی پر قبضہ کر کے  
راجہ رام دیو کے داماد ہری پال دیو کی زندہ کھال گنچوالی۔ ۱۳۱۸ء میں ملک خسرو نے ورنگل پر  
چڑھائی کی جس کا ذکر امیر خسرو نے اپنی کتاب نورسپہر میں لکھا ہے اس میں راجہ کو بالکل شکست  
ہوئی۔ مسلمانوں نے ملک دکن کو اپنا آماجگاہ بنالیا تھا اور ان کے آنے دن کے حلوں۔ نہ دکن کے  
راجاؤں کو بالکل پریشان اور سرسیمہ کر دیا تھا اس لیے سب راجاؤں نے ایک کر لیا اور راجہ  
دیوگیری کو بھی اپنے ساتھ شامل کر کے ۱۳۲۶ء کے لگ بھگ بادشاہ دہلی سے متحرف ہو گئے  
ان راجاؤں کی اتنی جرأت غالباً اس وجہ سے ہوئی کہ دہلی میں خود گڑ بڑ مچی ہوئی تھی جس کا نتیجہ  
یہ ہوا ۱۳۲۱ء میں خاندان خلجی مٹ کر تغلق کا خاندان قائم ہوا لیکن بااثر جمہ دکن کے راجاؤں  
کا اٹھ کھڑا ہونا نہایت بے موقع تھا جس کا نتیجہ پھر ہوا کہ نئے بادشاہ نے پہلا کام ہی کیا کہ ۱۳۲۱ء  
میں اپنے بڑے بیٹے الف خاں کی سرکردگی میں باغی راجہ کی سرکوبی کے لیے لشکر روانہ کیا۔ افواج  
سلطانی نے خام اور بختہ دونوں قلعوں کو گھیر لیا لیکن دوران محاصرہ میں ایسی سخت وبا پھیلی کہ  
لوگ گھبر گئے اور ان کے قدم اکٹھ گئے اُدھر محصورین نے مار دھاڑ شروع کی اور ایسی جان توڑ کر  
ان پر پلے کہ بحر محاصرہ اٹھانے کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا لیکن ۱۳۲۳ء میں دہلی سے پھر  
تازہ دم لشکر آیا اور اس مرتبہ ورنگل کو مسلمانوں نے فتح کر کے راجہ کو قید کر لیا اور دہلی روانہ کر دیا۔  
راجہ کا جانشین اُس کا بیٹا کرشنا ہوا لیکن بہت سا ملک اُس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ ۱۳۲۴ء  
میں اس نے سب ہندو راجاؤں کو ہموار کر کے بغاوت کی اور دکن میں جس قدر مسلمان تھے اُن کو چن چن کر  
نکالا۔ اس مرتبہ بادشاہ دہلی نے پھر کچھ مزاحمت راجگان دکن سے نہ کی بلکہ ۱۳۵۹ء میں محمد شاہ  
بہمنی نے یورش کی اور ورنگل پر چڑھ آیا لیکن تاوان جنگ لے کر واپس ہوا۔ مسلمان مورخین  
و نایک دیو عرف ناگ دیو کو راجہ کا بیٹا بتلاتے ہیں لیکن اس زمانہ میں خود کرشنا نایک ہی مسند آرا تھا



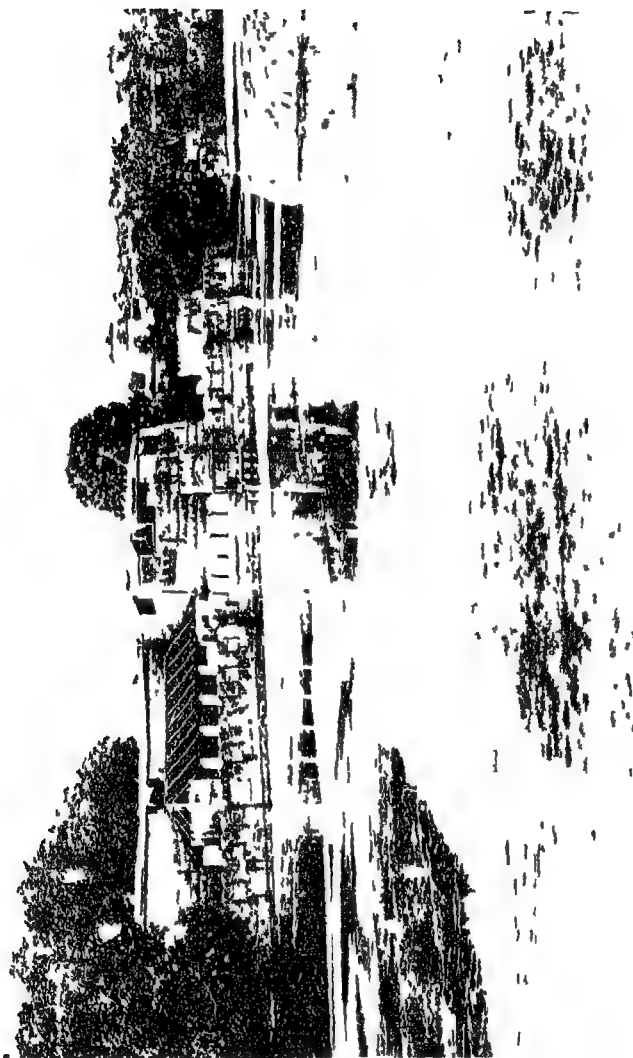
۱۳۳۷ء میں پھر راجہ ورنگل اور بہمنیوں کے جنگ چھڑ گئی جس میں راجہ کو سخت شکست ہوئی قلعہ و تم پٹن پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا اور راجہ کے بیٹے ناگہو کو مار ڈالا لیکن ہندوؤں نے بھی مسلمانوں کی خوب خبر لی اور ایب القاب کیا کہ گلبہر کہ پونچھے پونچھے صرف ایک تہائی لشکر بچ رہا تھا اس موقع پر راجہ نے سلطان دہلی سے امداد کی درخواست کی لیکن وہاں سے کچھ جواب نہ ملا۔ ۱۳۳۷ء میں پھر بہمنیوں نے ورنگل پر چڑھائی کی۔ پرتاب ردر دوم نے زرخیر دے کر اطاعت قبول کر لی اور ایک صلح نامہ بھی ہو گیا جس کی رو سے دونوں سلطنتوں کی حد بندی ہو گئی۔

پرتاب ردر دوم نے ایک شان دار مرقع و مکمل تخت بادشاہ دہلی کے واسطے بنوایا تھا جو آگے چل کر تخت فیروزہ کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ تخت آہنوس کا تین گز لمبا اور ڈھائی گز چوڑا تھا جس پر سونے کا تیرہ منڈھا ہوا تھا اور بے انتہا جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ یہ تخت اس ترکیب سے بنایا گیا تھا کہ کھڑے کھڑے اس کو صندوقوں میں بھر لیتے تھے جس سے حمل و نقل میں آسانی ہوتی تھی۔ پرتاب ردر دوم کا بیٹا کرشنا مسلمان ہو گیا تھا لیکن آگے چل کر وہ اسلام سے منحرف ہو گیا اور اُس نے سلاطین اسلام کے دباؤ سے نکل جانا چاہا۔ ۱۳۶۲ء میں راجہ ورنگل کو مسلمانوں نے تنگ پڑا اور بہت دنوں تک لڑائی کے بعد صلح ہو گئی اور راجہ کے اہلیچوں نے جہاں اور بہت سے تحفے تحالیف محمد شاہ کو دئے اُس کے ساتھ ہی یہ پیش بہا تخت بھی تندر دیا۔ اس تخت کے بے نظیر تحفے ہی کے خیال سے بادشاہ نے اپنی سرحد گول کنڈہ کو قرار دیا اور وعدہ کر لیا کہ جب تک چھاری طرف سے پہل نہ ہو ادھر سے کسی قسم کی مداخلت نہ ہوگی۔ خاندان بہمنیہ کے بادشاہوں نے اس تخت پر وقتاً فوقتاً اور جواہرات کا اضافہ کیا اور چودھویں بادشاہ محمود شاہ کے زمانے میں اس کی قیمت ساٹھ لاکھ روپیہ تک پہنچ گئی تھی۔ ۱۳۶۲ء میں احمد شاہ دلی اہمنی نے آخر مرتبہ ورنگل پر چڑھائی کی اور راجہ کو بھی مار ڈالا اس راجہ کا صحیح پتہ نہیں معلوم ہوتا کہ اُس کا نام کیا تھا اور وہ پرتاب ردر سے کیا قرابت رکھتا تھا اس مختصر فیصلہ میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ راجگان ورنگل اور سلاطین اسلام کی لڑائیوں کا ہمہ پورا حال لکھ سکیں جن میں شکست اور فتح کبھی ادھر ہوتی تھی کبھی اُدھر بہت سی لڑائیوں اور انقلاب کے بعد ورنگل سلطنت قطب شاہیوں میں شامل ہو گیا اور آخر کار اورنگ زیب نے ۱۶۸۷ء میں سلطنت مغلیہ میں ملا لیا۔ ورنگل کے حالات بالکل نامکمل رہ جائیں اگرچہ مشہور اُٹیرے پیر کلال کا ذکر نہ کریں جو یورپ کے رابن ہڈ

ROBIN HOOD کے شہرہ آفاق تھا اور جس نے ملک دکن میں ایک دھم ڈال دی تھی لوگوں کا اس کی کھلم کھلا لوٹ مار سے ناک میں دم ا گیا تھا انھوں نے مجبور ہو کر اورنگ زیب سے درخواست کی کہ کسی طرح آپ ہی ہم کو اس ظالم کے بچے سے نجات دلائیں۔ بڑھتے بڑھتے یہ قلعہ شاہ پور میں بہت سی فوج لے جا کر بیٹھا اور چاروں طرف لوٹ مار کرنے لگا۔ ماہ محرم ۱۰۷۱ھ میں پیرا نے ایک بہت بڑا لشکر سواروں اور پیدلوں کا لے کر ورننگل پر چڑھائی کی اور قلعہ پر قبضہ کر لیا اور بہت کچھ قیمتی سامان لوٹا جس میں ورننگل کے مشہور قالینوں کا بھی ایک کافی ذخیرہ تھا اور جاتے جاتے بارہ ہزار قیدی پکڑ کر لے گیا۔ اتنی بڑی فتح کے بعد پیرا کا حوصلہ اور جرأت اور بڑھ گئی اور دن دہاڑے خوب لوٹ کھسوٹ کرنے لگا آخر کار بادشاہ نے اپنے ایک نہایت معتد اور بہادر سردار یوسف خاں زربہانی کو لشکر دے کر بھیجا اس نے آتے ہی قلعہ شاہ پور سے پیرا کو نکال باہر کیا اور اپنا قبضہ کر لیا۔ اسی سردار نے پیرا کو گرفتار بھی کر لیا اور چند روز زندہ رکھ کر اس سے اس کے جمع کئے ہوئے خزانوں کا پتہ لگانے کے بعد اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور اس کا سر کاٹ کر بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا۔ ۱۰۷۱ھ میں کلکتہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے کرنل بیچ کی کمانڈ میں ایک لشکر ورننگل پر بھیج دیا۔ جس کا مقصود حیدر آباد پر دباؤ ڈالنا تھا چنانچہ نواب نظام علی خاں بہادر نے حیدر علی بادشاہ میسور سے قطع تعلق کر لیا۔ ۱۰۷۲ھ میں صلح نامہ ہو گیا جب سے اب تک اس مقام پر اور کوئی معرکہ نہیں ہوا۔ اب بھی ورننگل میں دیکھنے کے لئے بہت سے دل چسپ مقامات قلعہ مندر محلوں کے کھنڈر فصیلیں وغیرہ موجود ہیں جو میلوں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک مندر کے چار عالی شان بھائیک اب تک سر بہ فلک کھڑے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مندر جب کبھی ہو گا تو نہ ٹکڑے کے مشہور ہزار اکھم والے مندر سے کہیں بڑھا چڑھا ہو گا کیوں کہ ہزار ہا کھڑے کھڑے نقش و نگار کے پتھر اب بھی جا بجا مکانات اور فصیلوں میں کثرت سے لگے ہوئے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ بڑے بڑے مندروں کو توڑ پھور کر مسلمانوں نے مسمار کر دیا ہے اور ان ہی کے ساتھ تمام کتبے جو ان مقامات پر تھے اور جن سے قدیم خاندان کا کاتیا کے حالات معلوم ہو سکتے تھے تباہ اور برباد ہو گئے۔







VELI ORF IORT قلعہ زیچہو

*By Permission of the G T M S I Ry, Trichy*

Handwritten text in a cursive script, likely a letter or document. The text is written on a page with a vertical margin line on the left. The handwriting is dense and fills most of the page.



## اٹھائیسواں ضمیمہ ویلور و سرنگاپٹن

ویلور کی آبادی ۴۶۷۷ نفوس ہے جو ضلع شمالی ارکاٹ کا مشہور مقام ہے۔ مدرس (انگور) سے پہلے ۱۹۲ میل اور کاٹ پڈی جنکشن (سوتھ انڈین ریلوے) سے چھ میل۔ ریل آبادی مسلمان فوجی لوگوں کی ہے جو سلاطین چچاپور کو لکھنؤ کی افواج کی نسل سے ہیں۔ یہ مقام سطح سمندر سے سات سو فٹ بلند اور پالارندی سے بجانب جنوب ایک میل ہسٹ کر ہے۔ قدم بستی دلا پارٹی میں تھی جو آبِ رضانات ویلور میں ہے۔ جس جگہ دلا پارٹی ہے یہاں کثرت سے بول بن تھا۔ اروی میں دلا بول کو کہتے ہیں اسی وجہ سے یہ نام پڑا۔ شہر ویلور کو راء ویلور یا پتے ویلور ضلع گوداوری سے رقع التباس کے لئے کہتے ہیں۔ ویلور میں ایک ایسا مستحکم اور مشہور اور باقاعدہ قلعہ بنا ہوا ہے کہ جس کی نظیر اس خطہ جنوبی ہند میں نہیں ہے۔ یہاں پہلے چھ اونٹنی بھی تھی مگر اب اٹھ گئی۔ لیکن اب بھی ایک اسٹیشن اسٹاف افسر ان فوجی لوگوں کی پیش تقسیم کرنے کو رہتا ہے جو مختلف مقامات پر رہتے ہیں۔ شہر کی مشرقی جانب ایک پہاڑوں کا ایسا سلسلہ ہے جو شہر پر چھایا ہوا ہے جس کی تین بلند چوٹیاں مرتضیٰ گڑھ۔ گراو گڑھ اور تھار او گڑھ ہیں۔ یہ بھی پہلے محصور تھیں۔ مرتضیٰ گڑھ سب سے شمالی کونے والی گڑھی آخری مسلمان گورنر ویلور کی بنائی ہوئی ہے اور بقیہ دو گڑھیاں جس میں تھار او گڑھ آخری جنوبی سمت پر ہے مرہٹوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ شہر ویلور ان پہاڑیوں کے دامن میں آباد ہے جس کے اطراف شہر بنا ہوا تھی جس کا سلسلہ پہاڑی قلعوں سے جاملتا تھا اور وہاں سے پالارندی تک دوسرا حصہ تھا۔ اب ہوا یہاں کی بہت صحت بخش ہے لیکن چوں کہ پہاڑوں بھر پتے رہتے ہیں راتیں قیامت کی ہوتی ہیں اور ایسی بڑی گرم ہوا کی آتی ہے کہ توبہ قبول نہیں ہوتی بیان کیا جاتا ہے کہ جتھرا یا علم (جو دریائے کرشنا پر واقع ہے) کا رہنما والا ایک شخص بومی ریڈی یا بومی ناٹھدو با جازت ایک راجہ کے جو چلا خاندان کا تھا ۱۹۵ء میں پہلے ہیل ویلور میں آکر رہا اور اُس کے بیٹے نے یہاں کے قلعہ کی بنیاد ڈالی لیکن بلحاظ طرزِ عمارت اور خصوصاً اینٹ کی منڈیر اور اُس کے چھوٹوں کو دیکھ کر ہم کو ہزار حصے صناعتی انجینئروں کی معلوم دیتی ہے اور بطن غالب یہ کام کسی یورپین انجینئر کا ہے اور یہ تو یقینی بات ہے کہ قلعہ کی تعمیر کے بہت عرصے بعد یہ اضافہ ہوا ہے۔ قلعہ گودیاٹھم میں جو مندر کی دیوار پر ایک کتبہ ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ چودھویں صدی کے وسط تک یہ قلعہ بنا تھا نہ اُس کے اندر کا مندر بلکہ یہاں کے لوگوں نے قلعہ کی قدامت کے بیان میں محض مبالغہ



کیا ہی شاہ کے قریب ویلور پر زنگ را سے راجہ بجاپور ہو گیا لیکن سترہویں صدی کے درمیان بادشاہ بجاپور نے اُن سے چھین لیا اور مسلمانوں کی حکومت ویلور میں عرصہ تک رہی آخر کار تھوچی راؤ مرہٹہ نے اُن کو بے دخل کیا اور ۱۶۴۴ء میں عبداللہ خاں قلعہ دار نے قلعہ مرہٹوں کے حوالے کر دیا۔

سترہویں صدی کے اختتام پر اورنگ زیب کے مشہور جنرل ذوالفقار خاں نے قلعہ کا محاصرہ ہر ابر دو سال تک رکھا لیکن آخر کار تھوچی قلعہ دار سے ڈیڑ لاکھ لکھڑا لے کر محاصرہ اٹھالیا ۱۷۰۸ء میں مغلوں کے جنرل داؤد خاں اور نواب کرناٹک نے ساڑھے چار مہینے کے محاصرے بعد مرہٹوں کو اس قلعہ سے بے دخل کر دیا دو سال بعد داؤد خاں کے جانشین سعادت اللہ خاں نے ویلور اور اُس کا ملحقہ ملک اپنے بھائی غلام علی خاں کو جاگیر دیدیا جس کا پوتا امرتھن علی خاں عرصہ دراز تک قلعہ پر قابض رہا آخر کار ۱۷۳۳ء میں انگریزوں اور نواب محمد علی کے مشترکہ لشکر نے تین مہینے کے محاصرہ کے بعد قلعہ فتح کر لیا ۱۷۷۹ء میں حیدر علی نے ویلور کے دس دس میل چاروں طرف کے سارے گاؤں اور زراعت کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا

(یہ واقعہ میسور کی دوسری لڑائی کے نام سے مشہور ہے) دو برس بعد حیدر علی خاں نے باقاعدہ طور پر قلعہ کا محاصرہ کرنا چاہا لیکن واندی واش کے قلعہ کی تسخیر میں ناکامیابی کی وجہ سے اس ارادے سے توباز رہا مگر چاروں طرف ناکہ بندی کر کے تمام راستے بند کر دئے۔ ویلور کے قلعہ میں جو انگریزی فوج زیرِ کمان کرنل راس لینگ کے ہتھی بھوکے مرنے لگی آخر کار بمشکل تمام ۳۲ نومبر ۱۷۸۲ء کو سر آبر کوٹ نے تھوڑی سی رسد بھجوا دی لیکن اس عارضی امداد سے کیا ہو سکتا تھا کہ اسی اثنا میں انگریزوں کو شولن گڑھ کے قریب پالو پٹ پرنا کامیابی کی خبر ملی اور برسات بھی شروع ہو گئی تھی مجبوراً انگریزی فوج کو مدد راس چلا جانا پڑا اور حیدر علی کے لیے میدان خالی ہو گیا اُس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ ۲ جنوری ۱۷۸۳ء کو انگریزی فوج پھر میدان جنگ میں آئی اور گیاہوں تاریخ کو ایک دستہ فوج کا جو تین مہینے کی رسد لایا تھا قلعہ میں جا گھسا جہاں کی باقی ماندہ فوج قلت رسد سے جاں بلب تھی ۱۷۸۹ء میں جب میسور کی تیسری جنگ ہوئی

۱۷۹۰ء میں ایک طلائی سکہ ہی جو انگریزی میں پیکوٹا لکھا جاتا ہے مگر صحیح لفظ پکوتا ہے۔ یہ سکہ پہلے پہل راجہ کتھی سے ۱۷۳۸-۵۶ء میں چلایا۔ اس کی اصلی قیمت سے کدار ہے۔ ہندو اس کو دہا کہتے ہیں جس کے معنی جنگل سور کے ہیں جو دشمن کا اوتار ہے جو میسور کے راجاؤں کا نشانِ سلطنت تھا۔ پکوتے کی اصطلاح پرتگالیوں کی گھڑی ہوئی ہے اور غالباً فارسی بُت کہہ کا بگاڑا ہوا ہے کیوں کہ اکثر پکوتوں کی ایک طرف دیول کی شکل بنی ہوئی تھی ۱۲

تو انگریزوں کی فوج ویلور میں جمع تھی۔ ویلور کے لیے ہاتھنار اس بلوے کے جوئے نامہ میں ہوا درحقیقت  
یہ لڑائی بالکل آخری جنگ تھی ۱۸۵۷ء کے معرکے میں اس قلعہ اور یہاں کے توپ خانے نے ایسا کام کیا  
کہ فرانسیسی جوڑہ آئے تھے ان کے دانت کھٹے کر دئے تب جا کر معلوم ہوا کہ یہ قلعہ کیسا مضبوط ہے  
اور اس کا فتح کرنا کس قدر دقت طلب تھا۔ سچا راؤ گڑھ پر جو اب سیریل کے نام سے مشہور ہے کئی  
کئی حملے روڑ شور کے کئے گئے لیکن لفٹنٹ پارکمانڈنگ کی دلیرانہ مقاومت کے سبب سے بار بار فرانسیسیوں  
کو پس پا ہونا پڑا۔ ۱۰ جولائی ۱۸۶۶ء کو ڈھائی بجے شب کے ہندوؤں کی ہندوستانی فوج یورپینوں پر بل  
گئی جو دو کمپنیاں (۶۹) رجمنٹ کی تھیں (جو دلش رجمنٹ کی دوسری بلٹن کے نام سے مشہور ہے) دس  
انسر اور (۱۱۵) آدمی علاوہ زخمیوں کے مارے گئے۔ غدر کا سبب ایک نئی بگڑی تھی جو فوج کی ڈریس  
میں دی گئی تھی اور جدید صلیب ناپیچ کش تھا جو ہندوستانی فوج کو دیا گیا تھا۔ لوگوں نے سمجھا کہ اس بہانے  
سے ان کا مذہب بٹال کر ان کو عیسائی بنانا مقصود ہے۔ یہ ساری آگ ٹیپو سلطان کے خاندان کے  
لوگوں کی بھڑکائی ہوئی تھی جو ویلور میں بطور خود رہتے تھے۔ قلعہ میں ہندوستانی فوج پہلی رجمنٹ  
کی پہلی بلٹن کی چھ کمپنیاں تھیں اور ٹیپو سلطان کی دوسری بلٹن سب ملا کر پندرہ سو سے کچھ  
زیادہ تھی۔ ۹ جولائی کی شب میں جو پہرے چڑھے ہوئے تھے وہ سوئے اتفاق سے پہلی رجمنٹ کے  
سپاہی تھے اور یہی رجمنٹ جزو اعظم سازش کا تھی۔ صبح سویرے ہی چند اشتر خفیہ طور پر پور پین  
گارڈ پر اچانک جا چڑھے اور ان کے ساتھ پہرے پر چڑھے ہوئے سپاہی بھی مل گئے اور تمام انگریزوں  
کو قتل کر ڈالا۔ وہاں سے نکل کر بلوائیوں کی ایک پارٹی پریڈ کے میدان میں پہنچی جہاں ٹیپو سلطان  
تو امداد کو کھڑی تھی اور ان کو اپنے ساتھ شریک ہونے کی ترغیب دینے لگی اور ننگے کو تھیلے کا بہانہ یہ  
سب ناعاقبت اندیش بھی ان کے پیچھے ہوئے اور ایک جم غفیر نے یورپین بارکوں کو گھیر لیا اور گولیوں  
کا تیرہ بے خبر سوئے ہوئے یورپینوں پر برسانے لگے اور گھروں میں گھس گھس کر ایک ایک کو بلا امتیاز  
عورت اور بچوں کے جو ملاتہ تیغ کرنے لگے۔ جو لوگ جان بچا کر بھاگ نکلے انھوں نے نہایت دلیری  
اور شجاعت سے ان بلوائیوں کا مقابلہ کیا اور قلعہ کے دروازہ پر ڈٹ گئے جس کی وجہ سے بلوائی قتل  
پل کو نہ کھول سکے۔ ادھر تو کچھ کشت و خون ہو رہا تھا ادھر بلوے کے سرغنوں نے ٹیپو سلطان کے  
بیٹے فتح حیدر کی بادشاہت کا اعلان کر کے قلعہ میں جھنڈا بھی بلند کر دیا۔ یورپین فوج بھی دیکھ کر فوراً

مکمل پڑی اور انھتروں رحبت کے ایک سو بڑے عمارت کر کے حکم پر چڑھ جھنڈے کو اتار لیا۔ اس غدر کی کیفیت رانی سپٹ میں کرنل گلپی کاٹنگ انیسویں ڈریگون کو پونچھی اور نو بجے دن کے وہ ساتویں نیٹوانفسٹری کے ایک دستے کو لے کر یلغار پونچھے۔ اس ملک کے آتے ہی یہاں کارنگ ہی بل گیا بلوائیوں کے چھکے چھوٹ گئے اور تھوڑی دیر میں بلوہ بالکل فرو ہو گیا۔ ساڑھے تین سو سپاہیوں کے قریب اس بلوے میں مارے گئے اور ان کے سر غنہ توپ کے منہ سے باندھ کر اڑائے گئے اور پہلی اور تیسویں دونوں نیٹو جیمیں ایک دم توڑ دی گئیں۔ قلعہ کی عمارت قریب قریب مہلج شکل کی چوڑی میں متعدد دروازے اور مستحکم برج اور مورچے اور ایک وسیع خندق ہی۔ قلعہ کا صدر دروازہ بڑا عالی شان ہے۔ جس کے پٹ بہت بھاری مضبوط اور مستحکم ہیں۔ دروازے تک ایک چکر دار شکر ہے اور خندق پر ایک قلعی داریل ہے جسے جب چاہو گھسیٹ لو اور جب چاہو کھول دو۔ خندق میں زمین کے اندر ہی اندر سو ریگٹہ تالاب سے پانی آتا ہے۔ فصیل میں گھڑے گھڑے سڈول بڑے بڑے پتھر ہیں جو گچے سے جوئے ہیں۔ صرف اوپر کی منڈیر اینٹوں کی ہے۔ جس میں بندوقیں مارنے کے جھروکے رکھے گئے ہیں۔ قلعہ کے اندر شمالی و مشرقی کونے میں ایک نہایت قدیم اور عمدہ مندر ہے جو مدتوں بطور سلاح خانے کے استعمال کیا جاتا تھا۔ دو صدی گزریں کہ اس مندر میں ایک قتل ہوا تھا جس کے سبب سے وہ ناپاک ہو گیا اور جب سے اس میں پوجا پاٹ بند ہو گیا۔ مندر کا گوپم (قبہ) سات منزل بلند ہے جس کی بلندی سو فیٹ ہے۔ اس میں سر سے پاؤں تک بے نظیر دست کاری اور صنایعی کی گئی ہے۔ تصویروں اور صورتوں سے لپا ہوا ہے اور دروازہ بھی بڑا عالی شان ہے۔ پچھ سو کا مندر ہے جس کا نام جل کٹیٹ سوڑ ہوئی مسوجی پانی میں رہتا ہے۔ مندر کے دروازے کی دونوں طرف دو دو دریاں، یعنی دربان بہت بڑے اور ایک ہی پتھر کے تراشے ہوئے گھڑے ہیں اور گوپم کے اندر وارجدھر دیکھو پتیلے اور بہت ہی بت ہیں اس میں بانی قلعہ بڑی ریڈی کا بت بھی ہے مندر کے احاطہ کے اندر بائیں ہاتھ کو کلیاں منڈپ ہے جس میں پہلے ہر سال دیو کی شادی کے وقت دیو کو لاکر بٹھلاتے تھے۔ اس کے ستونوں پر بے نظیر نقش و نگار اور تصاویر ہیں۔ منڈپ کی دوسری جانب سیڑھیوں کے پاس بہت سے پتھر کے ستون گھڑے ہیں جن پر انواع و اقسام کی بے شمار تصویریں جتانوروں اور دیوتاؤں کی بنی ہوئی ہیں جن کے دیکھنے کے بعد انسان محو حیرت رہ جاتا ہے کہ کس محنت اور کتنے صرغے اور کس قدر مدت میں یہ کام ہوا ہوگا۔

اور وہ کاریگر کیسے ہوں گے۔ ان بھی ہم اس کہنے پر مجبور ہیں کہ اب بھفن ہی ہندوستان سے مرٹ گیا جب اس کی ضرورت نہ رہی تو ایسی عمارتوں کے بنانے والے بھی مرٹ گئے۔ ایک شہر نہ منہ پھاٹے کھڑا ہی اس کے منہ کے اندر ایک گولہ ہو جسے ہاتھ ڈال کر جتنا چاہو پھراؤ مگر گولہ نکل نہیں سکتا (اسی صنعت کے دو شیر لنگ گیری کی لکھا باؤلی پہنچی ہیں حقیقت میں پتھر کو موم بنا دینا ان ہی لوگوں کا حصہ تھا چھت کو دیکھتے تو نظر اوپر گڑھی کی گڑھی رہ جائے نظر ہٹانے کو دل نہ چاہے۔ خیر اندر نقش و نگار اور تصویریں جو ہیں وہ تو ہیں مگر تین حلقے طوطوں کے بنائے ہیں جو سر کے بل لٹک رہے ہیں اور چونچ اور پنچوں میں کنول کے پھول کی پٹھریاں کچھٹے ہوئے ہیں۔ ایک ایک طوطا الگ الگ پتھر میں تراشا ہوا ہے۔ جس کی خوبصورتی کا بیان قلم سے ناممکن ہے ہاں دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ صرف جان ڈالنا باقی ہے۔ تمام مال متعدد دستونوں پر لٹکا ہوا ہے اور کوئی ستون ایسا نہیں جس میں دیدہ ریزی کا کام نہ لگایا ہو۔ خلاصہ کاام یہ کہ مندر کا کوئی پتھر ایسا نہیں جس میں کچھ نہ کچھ صنعت نہ رکھی گئی ہو اور اس قابل ہے کہ ان کاریگروں کے ہاتھ جو ملے جائیں اور ان پتھروں کو سونے میں تول دیا جائے۔ مندروں کے چاروں طرف لیے لیے برآمدے دور تک چلے گئے ہیں جن میں صد ہا ستون ہیں اور کوئی ستون بھی تصاویر سے خالی نہیں اور پتھر معمولی تصویریں نہیں وہ تصویریں کہ جن کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب بولیں کہ بولیں۔ احاطہ کے چاروں طرف چار منڈپ بنے ہوئے ہیں وہ بھی تصاویر سے آراستہ ہیں۔ شمال و مغرب کے کونے میں جو منڈپ ہیں اس کے سامنے ایک قابل دید باؤلی ہے کہ اس میں سطح آب سے ملی ہوئی ایک کھڑکی رکھی گئی ہے جس کے اندر جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ بالائی عمارات کے علاوہ خانے میں بھی ایک کشادہ مندر ہے۔ اس میں بھی متعدد کھم ہیں اور یہاں سے بالا زندگی تک سرنگ ہمارا ستہ بنا ہوا ہے کہتے ہیں کہ مندر کا خزانہ یہیں ہے جس پر حجتات قاض ہیں اور کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ باؤلی کا پانی کبھی خشک نہیں ہوتا اس وجہ سے اس کا خالی کرنا بہت مشکل ہے اور جب تک باؤلی خالی نہ ہو اس خانے والے مندر کو کون چھان سکتا ہے۔ شمسٹہ میں بانی بہت اتر گیا تھا تب ایشین شاہ افسر کے ایک بالوٹے اگر مندر کو دیکھا تھا اور نہ کون جاتا ہے اور پانی پر اپنی جان لیکر کون جاسکتا ہے۔ قلعہ کے اندر شیو سلطان کے رہنے کے محلات بھی ہیں جنوب و مشرق میں یورپین لوگوں کا قبرستان ہے جس میں بیشتر ۹۹۔ رحمت کے افسر اور سوجروں کی قبریں ہیں جو شمسٹہ کے مندر میں مارے گئے تھے۔ قلعہ سے (۲۵) گز مغرب کی طرف حضرت مقام کی درگاہ ہے۔ قلعہ کے

مغرب میں پونہل قریب بیچو سلطان کے خاندان کے لوگوں کی قبور ہیں جن میں دس قبریں بڑے بڑے امرار کی ہیں اور چار سو معمولی۔ اس قبرستان کا ایک معمولی سا احاطہ کھچا ہوا ہے آج کل عمارتوں ہی کی سبھال مشکل ہے قبرستان کو کون پوچھتا ہے گورنمنٹ نے صوبہ اکبر زمین قبرستان کے لیے چھوڑ دی ہے جس میں سے تین ایکڑیں تو قبریں ہیں باقی زمین میں زراعت ہوتی ہے۔ اگرچہ پھر زمین اسی واسطے چھوڑی گئی ہے کہ اس کے محاصل سے قبرستان کی نگہداشت ہو لیکن جو کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ کے آگے مردوں کی کیا پروا کرتے ہیں۔ قلعہ سے ڈیرہ بیل پر ایک مسلمان طوائف کی قبر جو جسے ایک مسلمان قلعہ دار نے اس مندر میں جو یہاں ہو سترھویں صدی کے آخر میں مار ڈالا تھا۔ اسی تاریخ سے مندر کا پوجا پاٹ موقوف ہو گیا اور جو خزانہ تھا وہ بھی لٹ گیا۔

موضع ولاپاڑی میں ایک بہت پرانا گڑھا مندر ہے جو قلعہ دیلور کی تعمیر سے پہلے کا ہے۔ مشہور ہے کہ خاندان بھولا کا راجہ اس زمانہ میں جب کہ بومی ریڈی آیا اسی موضع میں رہتا تھا۔

ہمارے اس ضمیمہ میں حیدر علی خان اوڑھو سلطان کا ذکر آگیا ہے ان دونوں کے حالات کے لیے ایک جداگانہ کتاب کی ضرورت ہے چنانچہ اس وقت ہمارے سامنے بڑنگ صاحب کی انگریزی کتاب "حیدر علی اینڈ ٹیپو سلطان" ہے لیکن جگہ کی قلت مانع ہے کہ ہم بہت مختصر طور پر عرض کرنے کی معافی چاہتا ہوں۔ خاکسار میسور اور سرنگاپٹن ابھی حال میں گیا تھا اور میری لوح دل پر ابھی وہاں کے حالات کا نقش تازہ ہے۔

نواب حیدر علی خاں اور اس کا بیٹا بیچو سلطان دونوں غیر معمولی فراست و گیاست اور مٹری سپرٹ کے لوگ تھے۔ ملک ہند میں انگریزوں کو ان سے زیادہ دلیر جوان مرد اور بہادر بادشاہوں سے کبھی مقابلہ نہیں پڑا۔ ان دونوں کی سلطنت اگرچہ صرف ۳۸ برس ہی رہی مگر ان کے کارنامے صفحہ دنیا پر ہزاروں سال رہیں گے ان کا مورث اعلیٰ حسن بغداد شریف سے اجمیر میں اپنے بیٹے ولی محمد سے ملنے آیا تھا جو اپنے چچا سے ملاض ہو کر گلبرگہ چلا گیا تھا۔ ولی محمد کا بیٹا علی محمد تھا جس نے میسور کے مشرقی علاقہ کو لار میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۱۷۹۷ء میں وفات پائی۔ اس کے چار فرزند تھے جن میں سب سے چھوٹا فتح محمد تھا جو محاصرہ قلعہ جمنی میں غائب کام کرنے کی بدولت صوبہ دار میرا کی نظروں میں پڑ گیا اور نایک کی خدمت پر ممتاز ہوا لیکن وہ صوبہ دار جو اس کا مرنے کا جب بدل گیا تو فتح محمد نے اپنی تقدیر آزمائی پہلے آرکاٹ میں پھر حیدر میں کی لیکن وہاں بھی جمنی نہ پایا اور پھر میسور واپس آکر فوجدار یعنی فوجی کمانڈر مقرر ہوا اور موضع بڑی کوٹہ جاگیر ملا۔ فتح محمد نے پہلے ایک سبدائی

شادی کی جس سے تین لڑکے ہوئے اُس کی وفات کے بعد اپنی سالی کو عقد میں لیا۔ فتح محمد کا خسر اہل  
نواکھڑا مدراس میں سے تھا۔ چھوٹی بیوی سے دو لڑکے ہوئے شہباز بعض اس کا نام اسماعیل بتلاتے  
ہیں اور حیدر حیدر علی کی ولادت کی صحیح تاریخ معلوم نہیں دیتی بعض مورخین ۱۷۶۲ء بتلاتے ہیں اور بعض  
۱۷۶۱ء حیدر علی خان نے راجگان میسور سے ملک چھین لیا اور خود بادشاہ ہو گیا اور جو کام اس نے کئے  
اور لڑائیاں لڑا اور جیسے کچھ جوہر مردانگی اور شجاعت کے دکھائے اُن سب کو ہم ترک کرتے ہیں۔ حیدر کی لڑائی  
انگریزوں اور فرانسیسیوں سے ہو رہی تھی۔ برسات کا موسم سر پر آ جانے سے انگریز مدراس چلے گئے اور  
فرانسیسی کٹ لور کو اور حیدر ارکاٹ سے تیرہ میل پرے اپنا لشکر لے ہوئے بڑا ہوا تھا حیدر کی بیٹھ میں  
عرصہ سے ایک ناسور تھا جس میں لڑائیوں کی دوا دوش سے اور اشتداد ہو گیا تھا اسی میں کپ  
نرسنگ رایتا پیٹ میں جو پتور کے قریب ہے ۲ دسمبر ۱۷۸۲ء کو انتقال کیا۔ تاریخ وفات حیدر علی خاں بہادر  
ہی اور مقبرہ پر جو گنجنام مضافات سرنگاپٹن میں ہے بجانب مغرب یہ قطعہ کندہ ہے ۱۱۹۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم	اللہ محمد ابو بکر عثمان علی
زہے گنبدے کر شکوہ بنا	فلک زبردستش بود در علو
تو خواہی نہ وخواہ غور شد خوان	فلک دل گردید از رشک او
بود شمسہ اشس نور چشم فلک	قمر یافتہ نور تسلیم او
ترا دوش کتان بحر رحمت ز خاک	گر و ہے ز کرد و بیاں گرد او
سحر گہ پی کسب فیض و شرف	گند شتم ازیں خواب گواہ نکو
چو آں منصف نازہ آسند چشم	نمودم جو رو حانیاں جست جو
کہ این شاہ آسودہ را چلیست نلم	چہ تاریخ رحلت نمود است او
کیے از بیاں گفت تاریخ و نام	کہ حیدر علی خاں بہادر لکھو

حیدر علی خاں کی وفات کے بعد اُن کا فرزند بیو سلطان تخت نشین ہوا۔ بیو سلطان ۱۷۸۵ء میں بمقام  
دیون بٹی پیدا ہوا آپ کا نام ارکاٹ کے بسا بزرگ بیوستان اولیا پر رکھا گیا جن کا مقبرہ نواب آباد خاں  
نے تعمیر کرایا جنھوں نے ۱۷۸۳ء میں وفات پائی۔ مقبرہ پر ۱۱۳۲ھ کندہ ہے بیو سلطان کی والدہ ماجدہ کا نام  
نامی فخر النساء بیگم تھا جو میر حسین الدین علی خاں گورکھ پوری و خرمیک اختر تھیں۔ لوگوں کا یہ بیان کہ بیو

کٹری زبان میں شیر کو کہتے ہیں غلط ہو بلکہ کٹری میں شیر کو کہتے ہیں چنانچہ ضلع راجپوتانہ کنگاؤنی میں ہل حیدر ایک سمستان ہی جہاں ایک رانی حکمراں ہو اہلی وجہ اس خیال کے شہرت کی ہے کہ ٹیپو سلطان کا بانا شیر تھا اس کا مقولہ تھا کہ شہرت دو دن کی شیر کی طرح کی مردانہ و از زندگی بھڑکی دوسو برس کی زندگی سے بہتر ہے۔ فیج کے لباسوں میں شیر کے پٹے تھے اور جس جگہ دیکھو وہی شاہی نشان تھا چنانچہ آپ کے گنبد کی چھت پر زرد اور سیاہ پٹیاں شیر کی کھال کی طرح کی بنی ہوئی ہیں ٹیپو کے محل کے سامنے کئی شیر خراں نیچروں میں بند عیشہ رہا کرتے تھے۔ ٹیپو سلطان ہمیشہ اپنے القاب کے ساتھ "اسد الدلالتاب" لکھا کرتا تھا۔ تخت پر بھی ایک پورا سر شیر کا سونے سے مٹھا ہوا تھا جو نیکہ گاہ تھا۔ تخت پر چڑھنے کے لئے چاندی کی سیڑھیاں تھیں اور تخت کے منبت سنہری کام پر جاجا شیر بنے ہوئے تھے۔ تخت پر ہما سایہ کئے ہوئے تھا جس کے پروں میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ اب تک وڈ کٹرسل میں ٹیپو سلطان کا تخت جس پر جواہرات جڑے ہوئے ہیں اور یہی ہما ہی موجود ہے۔ اس کے علاوہ خیموں اور سراپردوں کے چاندی کے کھم۔ ہاتھی دانت کی کوچ کرسیاں۔ ہاتھیوں کی مغرق جھولیں۔ گھوڑوں کے زین پوش اور گھنے۔ پالکی۔ دو نہایت نفیس کام کی بندوقین ہال اور تلوار جو وقت شہادت سلطان کے جسم پر تھیں موجود ہیں۔ قلعہ وڈ کٹر کی لبریری میں ایک قرآن شریف اور نگ زیب کے وقت کا بے نظیر خط نسخ میں لکھا ہوا مظلوم و مذہب بھی موجود ہے جس کا ہدیہ نو ہزار روپیہ تھا۔ شکل و شمائل میں ٹیپو سلطان کو خدا نے ایک خاص رعب و داب دیا تھا۔ ہاتھ پاؤں چھوٹے چھوٹے نازک اور خوبصورت۔ نوکدار بلند بینی۔ بڑی بڑی غلائی آنکھیں گردن بھاری اور ڈیل ڈھیر تھا۔ باپ کی طرح ڈارھی آپ نہ رکھتے تھے مگر چھوٹی چھوٹی چڑھی ہوئی موچھیں تھیں۔ آپ کو شرم و حیا اس قدر تھی کہ سوائے آپ کے ہاتھ پیر کے کسی شخص نے آپ کا ستر نہیں دیکھا۔ ستر ڈھانکنے کا یہاں تک اہتمام تھا کہ آپ غسل کے وقت بھی سر سے پاؤں تک کپڑے میں لپیٹے رہتے تھے کیا مجال کہ بدن کا کوئی حصہ کھل جائے۔ لباس آپ کا از حد سادہ رہتا تھا اور ایک پتے اور کچھ مسلمان کو جس طرح رہنا چاہئے وہ آپ تھے۔ جب آپ سفر میں تشریف لے جاتے تو ایک کھواب کا کوٹ زیب تن کرتے تھے جس پر شیر کی پٹیاں بنی ہوئی تھیں۔ بگڑی مڑھوں کی سی باندھتے تھے جس پر کٹھی اور طرہ لگا رہتا تھا۔ اکثر اوقات سفید رومال بگڑی پر سے گلے میں لپیٹ لیتے تھے۔ آخری زمانے میں آپ سبز بگڑی باندھنے لگے تھے۔ اگر یہ آپ کو سیکر آف میسوز کہا کرتے تھے۔ بہادری۔ ہمت۔ جرات۔ استقلال۔ مہارت فن سپر گری میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ اور درحقیقت وہ شیر کا سا دل

اور بہادری رکھتا تھا۔ کسی حالت میں ایک قدم پیچھے ہٹنے والا نہ تھا۔ ۲۲ فروری ۱۷۹۹ء کو انگریزوں نے آخری مرتبہ سرنگاپٹن کا محاصرہ کر لیا۔ ٹیپو سلطان کے تینتیس ہزار سپاہی اور پندرہ ہزار سوار علاوہ توپ خانے کے تھے اور انگریزوں کی فوج جو دیلور سے ۱۱ فروری کو روانہ ہوئی پندرہ ہزار سپاہی۔ دو ہزار چھ سو سوار۔ چھ سو یورپین سولہ توپ خانے کے۔ ڈھائی ہزار توپ خانے کے آدمی اور سو توپیں تھیں اس کے علاوہ ۵۰۰ فوج سرکار نظام کی اور ۴۰۰ فرانسیسی فوج اور ۶۰۰۰ باقاعدہ اور بے قاعدہ سوار تھے اس طرح طرفین کی مجموعی تعداد سینتیس ہزار تھی۔ اس کے علاوہ ٹیپو سے جرنل سٹورٹ کی کمان میں ۴۰۰۰ کی فوج اور ان یونپٹی۔ ۱۷ مارچ ۱۷۹۹ء میں جنگ شروع ہوئی اور ۲۲ مئی کو قلعہ کی مغربی فصیل ساٹھ گز لمبی توپوں کی ضربات سے گر گئی اور ۲۴ مارچ کو ایک بجے دن کے انگریزی فوج نے گودادری ندی پار اتر کر ایک سخت حملہ کیا ٹیپو سلطان بہ نفس نفیس اس جنگ میں موجود تھا آپ کا لباس ایک لکڑی کا رنگ کا انگرکھ تھا اور عمدہ چھینٹ کا پانچا جامہ۔ سرخ ریشم چکر۔ معرق دستار اور ایک مربع بنگلوس اور واسنہ بازو پر ایک تونید۔ ۲۴ مارچ کو سیر سے ہی ٹیپو سلطان قلعہ دڈی (کھڑکی) پر لوہے سے تھوڑی دیر بعد جبریلی کہ سید غفور جو بڑا معتد جرنل تھا توپ کے گولے سے مار گیا۔

اس مقام پر ایک پست دروازہ بنا ہوا ہے جو گودادری سے پانی لانے کا گھاٹ کہا جاسکتا ہے اس دروازہ کے باہر ایک پڑانا درخت بڑا کاڑی ہے ٹیپو کے دیرے گئے ہوئے تھے۔ وہ پہر کا وقت تھا آپ خاصہ رکھارہے تھے کہ کسی نے ان کو فردی کہ غفور رضا کو توپ کا گولہ لگا دقتم ہو گئے ٹیپو اس کو بہت چاہتا تھا فوراً کھانے پر سے ہاتھ کھینچ لیا اور لگا لگا کھوٹا لاؤ اور ویسے ہی سوار ہو کر خود فوج کی کمان کو نکلا۔ انگریزوں نے اسی کھڑکی پر تھنی لگادی ہے کہ ٹیپو سلطان ہمیں مارا گیا جو عقلاً اور روایتاً دونوں طرح غلط محض ہے۔ چنانچہ رپورٹ ٹامس نے اپنی کتاب لاسٹ سیچ آف سرنگاپٹن کے صفحہ ۸۰ پر اس خیال کی تردید کی ہے اور ہم کو جو جگہ مولوی عبدالخالق صاحب نے بتلائی جو خود مریدہ اور اس واقعہ کو دیکھے ہوئے لوگوں سے سن چکے ہیں وہ البتہ قریب قریب ہے۔ اور میری مقام پادری صاحب نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ امر مسلم بھی کہ غفور رضا کی وفات کے بعد ٹیپو سلطان خود فصیل پر چڑھ کر گولیاں چلا رہا تھا جو قلعہ کی حالت اب ہے اس زمانہ میں دتھی محلوں میں سے ایک باقی نہیں تو پھر دروازوں کا کیا پوچھنا ٹیپو بیرونی فصیل سے خندق اتر کر اندرونی فصیل کے دروازے سے قلعہ کے اندر آنا چاہتا تھا اس وقت یہاں دروازہ تھا جو آج نہیں ہے پھر دروازہ بند پایا اور اسی لمبی گلی میں آپ نے شہادت پائی یہ جگہ اس مقام سے بالکل ملتی ہے جہاں کہ فصیل میں فٹگان پڑا تھا اور فرور بادشاہ ہمیں جاں بحق ہوا۔ نہ کہ اس دڈی میں جہاں تھنی لگادی ہے۔ دروازہ بند کرنے والے حضرت میر محمد صادق تھے جو ٹیپو کے بڑے مصاحب تھے جن کی قبر قلعہ کے بیرونی میو دروازے کے کونے میں کس پیرسی کی حالت میں ہے بلکہ لوگ بول دہرا کرتے ہیں، کہ کس نباموخت علم تراز من پدم



انگریزوں کی فوج کی کمان پر وہی جنرل سیرڈ تھا جو سترہ برس پہلے اس مقام پر پہلی کی شکست کے بعد ٹیپو کی قید میں آکر تین برس تک سرنگاپٹن کے تہ خانہ میں قید رہا تھا۔ پچھلے ہی سے ٹیپو کا بڑا دشمن جانی تھا قید خانے کی صعوبت اور کالیٹ کا گہرا اثر اس کے دل پر تھا۔ شمشیر پر ہنر کے تفصیل پر چڑھا اس کا چڑھنا تھا کہ ایک دم ساری فوج ٹوٹ پڑی دریا سے گوداوری کو آنا فانا چھ منٹ میں طے کر لیا اور سلطانی فوج کی بندوقوں کی مار اور باتوں نے کچھ بھی روک نہ کی۔ معدودے چند فوج سلطانی جو اس مقام پر تھی انگریزوں نے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور بات کی بات میں انگریزوں کا جھنڈا قلعہ کی فصیل پر لہرائے لگا ٹیپو سلطان فوراً فصیل کے شکست کی طرف مثل برق صاعقہ کے جھپٹا اور اپنی فوج میں روح تازہ ڈال دی۔ ٹیپو سلطان خود فیر کرنے لگا لیکن دو وجہ سے اس کو پسپا ہونا پڑا ایک انگریزی فوج کا دفعہ ٹوٹ پڑنا دوسرے اپنی فوج کی بھارت۔ ٹیپو سلطان گھوڑے پر سوار ہوا اور نکل جانا چاہا لیکن دیکھا تو دروازہ قلعہ کا بند تھا ٹیپو سلطان دشمنوں میں گھر گیا اور کسی نے تاک کر سینہ پر گولی ماری مگر کچھ بھی ہمت نہ ہاری اور چاہتا تھا کہ نکل جائے کہ بارھویں رحمت نے باٹھ ماری۔ داہنی جانب دوسری گولی لگی۔ ران تلے جو گھوڑا تھا گر گیا۔ ناچار پاکی میں سوار ہوا۔

حالی موالی نے دست بستہ عرض کی کہ حضور اس وقت اپنے آپ کو ظاہر فرمادیں تو بہتر ہے اور قین ہی کہ حضرت کی ذات اقدس کو کوئی گزند نہ چھونچے گا بلکہ انگریزوں کو آپ کے حفظ مراتب کا خیال ہوگا لیکن اس غیور اور من چلے بادشاہ نے اس عار کو گوارا نہ کیا اور جام شہادت کا مشتاق رہا۔

حقاکہ باعقوبت دوزخ برابر است      رقتن بہ پایہ مردی ہمسیاہ در بہشت  
اُسی وقت ایک ٹکڑی سو بھروں کی اور آئی۔ ان میں سے ایک کی نگاہ پاکی پر پڑی ٹیپو کا جھگٹا ہوا بگلوں دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا چاہا کہ کھسٹ لے مگر ماہتھی بھی سو من کا ہوتا ہی۔ ٹیپو کو کہ سسک رہا تھا مگر مرتے مرتے بھی اپنا ہاتھ دکھا گیا اور ایک ضرب تلوار کی سو بھر کے ایسی ماری کہ اس کا گھٹنا زخمی ہوا اور وہ اُلٹ کر اوندھے منہ گرا۔ وہ سمجھا تھا کہ اب اس میں کیا دم رہا ہی۔ مارا انیس گیا ہر ضعیف اس گماں نبود۔ لیکن تلوار کا زخم کھا کر وہ غصے سے پٹا اور ایسی جوڑ کر گولی ماری کہ سر میں لگی گولی کا لگنا تھا کہ روح پر داز کر گئی سح حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔ تاریخ شہادت ۲۸ ذی قعدہ ۱۲۵۷ھ (۱۸۴۱ء)  
اس مقام پر انگریزوں نے بطور یادگار ایک جنازہ بنادیا ہے اور پتھر کی تختیوں پر تاریخ و وقت فتح اور مقتولین کے نام بھی کندہ کئے ہیں ۱۲۔

وقت ۱۲ بجے دن کے۔ لیکن انگریزی فوج کو ٹیپو کی خبر نہ تھی کہ وہ کہاں ہے۔ سو پہلے نے مانزے تو مار دیا مگر وہ بھی نہیں جانتا تھا کہ کس کے خون میں اُس نے اپنے ہاتھ رنگے۔ ٹیپو کی واروگیر کے لیے قلعہ کا چپا چپا چھان مارا مگر اُس کا کہیں پتہ نہ لگا۔ مجبور ہو کر جنرل بیرڈ نے سلطان کی تلاش کا حکم دیا۔ مگر ایلن ڈیسی کو اڑا ماسٹر جنرل التوائے جنگ کا جھنڈا لے کر محل شاہی پر پونچھے اور پھر کچھ کر کے بادشاہ محل میں ہو گا۔ بادشاہ کی جواگی کا پیغام دیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد خبر ملی کہ بادشاہ دُڑی میں زخمی ہو کر پڑا ہوا ہے۔ اس وقت اندھیرا ہو گیا تھا۔ بہت کچھ تلاش کے بعد ٹیپو سلطان کی نقش مردوں کے انبار میں ملی۔ نقش ابھی گرم تھی۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ چہرہ بالکل اپنی اصلی حالت پر تھا۔ بازو دیکھتے ہیں زخم گولیوں کے سینے پر تھے اور چوتھا کنپٹی پر پھر چہرہ ذرا بھی بگڑا نہ تھا۔ پکڑی کچھ اور گلوبس تینوں چیزیں غائب تھیں لیکن بازو کا تو یزید جوں کا توں بندھا ہوا تھا۔ نقش کو بالکی میں ڈال کر جنرل کے حکم سے رات بھر محل میں ہی رکھا۔ دوسرے دن ۵ مئی کو سارے چار بجے دن کے جنازہ روانہ ہوا۔ چار کپینیاں یورپین سولجروں کی جنازے کے ساتھ تھیں۔۔۔ جنت ازہ ٹیپو سلطان کے گھر والے اٹھائے ہوئے تھے جس کے پیچھے شاہزادہ عبدالخالق اور تمامی امرا ملازمین اور عامہ خلائق کا بے انتہا ازدحام تھا۔ جس راستے سے جنازہ گزرتا تھا لوگ نہار و قطار روتے اور دادیلا کرتے تھے۔ لال بلغ کے مقبرے کے دروازے پر لونچ کر فوج نے سلامی دی۔ قاضی صاحب نے ناز جنازہ پڑھائی اور اپنے والد امجد کے پہلو میں جہاں ماں اور باپ دونوں پہلے سے آسودہ تھے دفن ہوا۔ ع خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔ گورنمنٹ کی طرف سے بارہ ہزار کی خیرات اُسی وقت فقیر فقراء میں کی گئی۔ وہ رات قیامت کی رات تھی شام سے سخت طوفان شروع ہوا۔ موسلا دھار مینہ

۱۵ مئی وقت ٹیپو کی شہادت کا موسوی عبدالخالق صاحب اور خدام لال باغ ٹھیک بارہ بجے دن کے بتلاتے ہیں اور انگریز قلعہ ٹھاروں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اندھیرا ہو گیا تھا مشعل لگا کر نقش کو ڈھونڈ کر مردوں کے ڈھیر میں سے نکالا۔ اُس وقت بھی آپ کا جسم گرم تھا دوپہر کے مرے ہوئے آدمی کا جسم سات آٹھ بجے شام تک گرم رہنا قرین قیاس نہیں اور انگریزوں نے خود ایک بجے دن کے دھاوا کیا اور اُن کے مقابلے پر ٹیپو سلطان خود موجود تھا تو (۱۲) بجے دن کی شہادت یقیناً غلط ہو جاتی اور ان واقعات کے لحاظ سے عجب نہیں کہ غروب آفتاب سے کچھ پہلے یہ سانحہ ہوش رہا ہوا ہو۔ اس جنگ میں ٹیپو سلطان کی طرف کے آٹھ ہزار آدمی مارے گئے اور ۸۹۲ سولجروں اور ۶۵۵ افسر اور ۶۳۹ بٹو سپاہی انگریزوں کے۔ انگریزوں کی یورپین فوج سات ہزار تھی اور ٹیپو فوج بہ استثنائے نظام کٹھنٹ کیسے ہزار تھی

پڑنے لگا۔ چمک اور گرج کا کچھ ٹھکانا تھا۔ بمبئی کیمپ کے دو افسر اور چند سپاہی بمبئی کے صدر سے ہلاک ہوئے اور کئی سخت مجروح ہوئے۔

حیدر علی خاں اور ٹیپو سلطان کا مقبرہ یہ مقبرہ ٹیپو سلطان نے اپنے باپ حیدر علی خاں کے واسطے بنوایا تھا جو ریلوے اسٹیشن سے تین میل اور قلعہ سے قریب دو میل کے ہی۔ یہاں کی آبادی کو گنہام کہتے ہیں۔ اور لال باغ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مقبرہ ایک باغ کے بیچ میں واقع ہے اور درجہ جس پر بڑا بھاری گنبد اور منارے ہیں جس میں آواز کو بخیتی ہے اور چاروں طرف برآمدہ ہے جس کے (۳۶) ستون آٹھ آٹھ فٹ بلند چاروں طرف سنگ سیاہ کے ہیں۔ دروازوں پر ہاتھی دانت کا کام ہے جو لارڈ ڈیلیوزی گورنر جنرل کا عطیہ ہیں۔ مقبرہ سے علی ہوئی ایک نہایت نفیس اور ہر طرح آراستہ مسجد ہے۔ نوبت برابر چھڑتی ہے۔ متعدد مالی۔ داروقہ اور ناظم مقر ہیں جن کا ماہانہ خرچ ساڑھے دہنوں کے حساب سے، اب تک گورنمنٹ کی طرف سے جاری ہے۔ مولوی عبدالحق صاحب عرف امیر یہاں کے ناظم ہیں۔ مغرب کی طرف یہ کتبہ ہے۔

سَرِّ اِشْرَاحِ السُّلْطَانِ الْكَوْنِیِّ

خون خود رنجیت فی سبیل اللہ

شہدہ در روز شنبہ حشر عیاں

نور اسلام و دین زد دنیا رفت

ٹیپو بوجہ دین محمد شہید شد

یہی گفت تاریخ شمشیر گم شد

داخل مجلس پیمبر شد

نسل حیدر شہید اکبر شد

وَسَوْفَ نَجِيذُكَ اُخِيْدَتْ وَكَرِهَتْ

دَھَبَ عِزُّ الْوُؤْمِ وَالْهِنْدُ كُلُّهَا

حامی دین شہ زمانہ رفت

مِنْ كَلَامِ الشَّيْخِ الْحَفِيْزِ قَدْ صَنَفَهُ الْحَقِيْرُ مِيْرُ حُسَيْنٍ عَلِيٍّ رَحْمَةُ سَيِّدِ الْعَالَمِيْنَ بِأَخْطِ الْاُجَلَاءِ لَيْسَتْ اِلَّاهِيَّةُ النَّبِيِّيَّةُ -

يَسْمِيَا لِّلّٰهِ الْوَحْدَانِ الْوَحِيْدِ

ٹیپو سلطان شہید شد ناگاہ

بعد یقعدہ لبست و ہشتم آن

میر سالش بہ نیم آہ بگفت

تاریخ کشتہ گشتن سلطان حیدری

جو آں مرد میدان نہاں شد ز دنیا

ٹیپو سلطان ملک بگت جو رسید

روح قدسی بعرض گفت کہ آہ

اِنْ اُخِيْدْتُ مِصْرًا قَدْ ذُكُوْا

مُصِيْبَةٌ مَا مِثْلُهَا اَكْثَرُهَا

سال و تاریخ او شہید بگفت

مشرقی جانب آل سید شہدائے عرب سبط بنی  
 از فاطمہ وحیدہ دکنی ٹیپو  
 شمالی جانب کُلُّ مَنْ عَلَيْهِ سَاقٍ وَيَبْقَى وَجْهُ سَاقٍ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ  
 نہ شادی داد سامانے نہ تم اور نقصانے  
 مشرقی جانب از فاطمہ زوجہ عملی شیر خدا  
 ابن فاطمہ زاد از علی حیدر  
 مستحب در ملک حجاز از عملی حیدر  
 زیر حیدر دکنی دول کرنا ملک  
 تخت جگر فاطمہ و حبان علی  
 سلطان شہید آل شدہ از شوق ملی  
 بدیں جانب از سلطانے کہ آمد شد چو مہمانے  
 شد سبط بنی سید شہد ا پیدا  
 ٹیپو سلطان کہ گشت شاہ شہدا  
 مفتوح شدہ ہفت فسلع خیر  
 گشتند مطیع یک خد یو کشور

ٹیپو سلطان کی مسجد قلعہ کے اندر ٹیپو سلطان کی بنائی ہوئی مسجد کے اندر بچہ کتبات ہیں۔

کہ حضرت سلیمان اندر زمان ماضی  
 در ایں آوان قرخ سلطان دیں بنا کرد  
 طاق است چوں مہ لوطا قش بحسن و خوبی  
 دار دشتان زمرہ وال صغہ صفا خیز  
 مانند زرجو یا گشتم برائے تار سنج  
 طاعت سرے ثابت ہاتھ نمود اتفاقا

ٹیپو سلطان کی طبیعت عجب جدت پسند تھی اُس نے حسابی ہندسوں کے لکھنے کا طرز بدل دیا تھا ہم سب  
 بائیں طرف سے شروع کرتے ہیں اور دائیں پر ختم لیکن ٹیپو سلطان نے ایک جدید اختراع کی اور اس پر اپنے  
 طرز ہندسہ نگاری کو بدل دیا۔ ۱۲۱۱ھ دراصل ۱۲۱۱ھ۔ قدیم کتابت میں پانچ کا ہندسہ یوں لکھا جاتا تھا

(۵) اور صفر اس طرح (۵۰)۔

مسجد کے پیش والان میں داہنی اور بائیں جانب چھ دو طول طویل کتبے اور ہیں۔

داہنی طرف۔ قَوْلُهُ تَعَالَى وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوا مِنْهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَاحِبِينَ سَمَوْ  
 قَدْ دَفَنُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْوَعْدَ قَرِيفًا قَتَلُوا نَفْسَهُمْ وَكَانُوا سَرُودُونَ قَرِيفًا وَأَوْدَعَكُمْ آذَنُكُمْ وَأَذَنُكُمْ

لے کتبہ کی جہاں سطر ختم ہوئی ہر جلیبہ کر دیا گیا ہے ۱۲

وَأَمَّا لَهُمْ وَأَرْضَانَهُ لَطْمُوهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا + بعد از فراگزار حکم شد کہ بحرب بنی قریظہ  
روند کہ عہد شکستہ مددگاری احزاب نمودند لشکر اسلام ایشان را پانزویہ شبانہ روز محاصره کردند - و کار برای ایشان  
تنگ شد و بر حکم سعد ابن معاذ فرود آمدند + و سعد حکم کرد کہ مردان ایشان را بکشند و کودکان ایشان را بردہ گیرند  
و اموال ایشان را مسلمانان قسمت کنند حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ ای سعد معاذ حکم کردی کہ خدا تعالی  
بر بالاسے ہفت آسمان حکم کردہ و حق سبحانہ ازین واقعہ خبر میدہد و فرود آورد خداے آفاق را کہ یاری دادہ اند  
احزاب را و ہم پشت ایشان کشند از اہل توریت یعنی یہود قریظہ را فرود آورد از قلعہ ہای ایشان و افگند  
در دہلای ایشان + ترس از پیغمبر و لشکر او گروسے را کہ کشتند نہ صد تن بکشتند یا ہفتصد تن و بردہ  
میگیرند گروہی را یعنی فرزندان و زنان ایشان را و میراث داد شمار ازین ایشان یعنی مزارع وحدائق و سرابہای  
ایشان یعنی حصون و قلل و مال ہای ایشان از نفوذ و امتعہ و مواشی و بشمارادوزین را کہ زرقۃ آن یا مالک  
آن نمودید و مراد خیر است یا و یا روم یا مالک فارس و گفتہ آید ہر زمین کہ بجزوہ اسلام در آید اقیامت درین  
داخل است و بہست خدای بر ہمہ خیر قادر و توانا +

بَابُ طَرَفٍ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ النَّاسُ كَفَيْحِ الْقُرْشِيِّ فِي  
هَذَا الشَّانِ مُسْلِمُهُمْ تَتَّبِعُ مُسْلِمِيهِمْ وَكَافِرُهُمْ تَتَّبِعُ لَكَافِرِهِمْ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ رَوَاتِ سِت  
از ابی ہریرہ کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمود جمیع مردم تابع قریش را و این شان مسلمانان تابع اند مسلمانان  
قریش را و کافران تابع اند کافران ایشان را متفق علیہ و تَصْبِيحُ عَلَيْهِمُ الْمُجَانِقُ كَمَا نَصَبَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الطَّالِفِ وَحَرَّقُوا أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَحْرَقَ الْبُيُوتَ قَالَ  
وَأَسْلَوْا عَلَيْهِمُ الْمَاءَ وَطَعُوا شَيْئًا دَهْمًا وَاسْتَدُّوا زُرُوهُمْ لَأَنَّ فِي ذَلِكَ كَسْرًا شَوْكَةً سَمَّ  
وَقَفَرَقَ بِجَمْعِهِمْ يَكُونُ مَشْرُوعًا - و پابہ دارید بر شرکان و نیز تفنگ و دشمن چنانکہ برپا داشتہ بود بہرول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم بر طائفہ و بسوزید آہنہا بر آگاہ علیہ الصلوۃ والسلام بسوزخت بویۃ را و ارسال نمایند بر آگاہان  
آب را و بہرید درخت ہای ایشان را و تباہ سازید کشت و کار ایشان را زیرا کہ تحقیق + در آن شکست شوکت  
انہما است و بر آگاہی جمیعت ایشان پس در شرع این ہمہ امور روا است من احب اخاه فليعلم اياه یعنی شخصی کہ  
دوست دارد و برادر دامن خود را پس آگاہ نماید او را + کہسہ کہ اعانت جنگ کفار بکنند در حرب بنفسہ یعنی خود شریک  
شود باہل یا با سلمہ جنگ پس اگر معلوم شود از وکیل و رخصت - بطرف دین کفار پس او ولد کفہ است اگر معلوم نشود

رغبت پس قید کردہ می شود تعزیری شود۔

دریائے دولت باغ کاوری کی بائیں شاخ پر بجانب جنوب لال باغ اور قلعہ کے درمیان دولت باغ کی بے نظیر عمارت ہے جس میں مہینوں انگریزوں کا سب سے بڑا اور نامور فوجی جنرل ڈیوک آف ولنگٹن رہا ہے۔ یہ مقام ٹیپو سلطان کا موسم گرما کا تفریح گاہ تھا۔ یہ محل دو منزلہ ہوا اس میں بڑے بڑے ہال کمرے اور کشادہ کمرے ہیں جن کی اندرونی دیواریں تمام نقش و نگار سے آراستہ ہیں اور باہر کی دیواروں پر افواج کی اسٹائی کی تصویریں ہو ہوئیں جس میں ٹیپو نے انگریزوں پر فتح پائی تھی سب سے زیادہ قابل دیدہ موقع جس میں یہ مقام پر مبارک ہوئی کو شکست ہوئی جس میں جنرل کو بھارت مجبوری پانچویں میں بھلا دیا ہوا اور ٹیپو سلطان اس سب صبار قنار پر سوار پھول سوکھتا ہوا اپنی فوج کو بڑا رہا ہے۔ درباری امرا جا بجا اپنے طریقے سے بیٹھے ہیں کوئی کلام مجید کی تلاوت کر رہا ہے کوئی نماز پڑھ رہا ہے۔ کہیں محفل رقص و سرود ہو تو کہیں ٹخنے اڑ رہے ہیں۔ غرض جنگ کے علاوہ پورے دربار کی بھی نقل ہے۔ محاصرہ سرنگاپٹن کے پہلے ہی ٹیپو سلطان نے ان تصاویر کو مٹا دیا تھا۔ لیکن ڈیوک آف ولنگٹن نے اپنے زمانہ قیام میں ان کو اچھا دیا لیکن پھر استمداد زمانہ سے مدد مانگ لی۔ لارڈ ڈیولوزی گورنر جنرل جب ۱۸۵۸ء میں میسور تشریف لائے تو ان کے خاص حکم سے آخری مرتبہ ایک مقامی مصور سے ان سب تصویروں کو از سر نو رنگا گیا۔

سیمٹری یعنی قبرستان دریا دولت باغ سے ملا ہوا جنوبی سمت میں ایک بلند ٹیلے پر ایک یادگار ان تمام قہرمانوں کی بنائی گئی ہے جو اس جنگ میں مارے گئے تھے اور وہ سب اسی قبرستان میں مدفون ہیں۔

قلعہ سرنگاپٹن میسور سے آٹھ میل ریل اور پیدل دونوں راستوں سے ہے۔ سرنگاپٹن کاوری ندی کا جزیرہ ہے جو ٹیپو سلطان کے زمانے میں میسور کا دارالخلافہ تھا۔ اس قلعہ کا محاصرہ دو مرتبہ ۱۷۹۲ء و ۱۷۹۹ء میں انگریزوں نے کیا۔ قلعہ کی تفصیل اور برج اور دروازے اب تک بحالہ قائم ہیں گو صد باہر اس کی تعمیر کو زبردستی کے ساتھ زلزلہ سے تھوڑا سا بڑے بڑے انیسویں صدی کے مستند میٹری لوگوں کی بھڑا ہے کہ یہ قلعہ تاحی ہندوستان میں ہر لحاظ سے تمام ملک ہند کے قلعہ جات میں دوسرے درجے پر ہے۔ اس کی نہایت مستحکم تفصیل اور عجیب خندق سب پہاڑ میں کائی گئی ہیں۔ علاوہ اس کے شمالی اور مغربی جانب دریائے کاوری سے گھرا ہوا ہے۔ اور اس پر حملہ کرنا کچھ آسان بات نہ تھی۔ ریل کی سڑک دریائے کاوری پر سے جزیرہ سرنگاپٹن سے گزرتی ہے اور قلعہ کے آخری مغربی حصہ کو قطع کرتی ہے۔ ریل کا اسٹیشن قلعہ کی حدود ہی میں واقع ہے۔ ریل کی سڑک پور سے تفصیل اور دروازے جا بجا اچھی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ شمال و مغربی کونے میں دریا کی دو ٹھکان

ہو گئی ہیں اور مذہبی بالکل فحشیل سے لگ کر تہی ہو یہاں کی آب و ہوا اب بہت خراب ہے جہاں ہزار ہا آدمی رہتے تھے اب وہاں مٹیل میدان ہے اور جا بجا زراعت ہوتی ہے چند چھوٹے موٹے کچے مکان اب باقی رہ گئے ہیں۔ شہر جا کر اب گاؤں کی حیثیت بھی نہ رہی۔ سرنگاپٹن اجڑا کر میسور نے بے انتہا ترقی کی۔ قلعہ میں محلات شاہی کا اب پتہ نہیں صفحہ دنیا سے ان کے نشانات بھی مٹا دیے گئے لیکن لوگ بتاتے ہیں کہ یہاں ظلال محل اور وہاں ظلال مکان تھا اب قلعہ میں دیکھنے کی چیزیں جو بچ رہی ہیں صرف یہ ہیں۔ قلعہ کی شمالی فصیل سے ملے ہوئے ڈونجن (دوہ خانے) جہاں قیدی رکھے جاتے تھے، ہیں جس میں یورپین قیدی محبوس تھے۔ یہ مکانات زمین کھود کر بنائے گئے ہیں لیکن چشم انصاف میں تبلا سکتی ہو کہ یہ گڑ ڈونجن نہ تھے اور کسی طرح ان پر تعریف ڈونجن کی صادق نہیں آتی بلکہ سپاہیوں کی نشست گاہیں تھیں چنانچہ جمعیت کی درس اور تیار رکھنے کے چنان اب تک موجود ہیں۔ تاریکی ان میں نام کو نہیں۔ ہوا کا گزر برابر ہی پھر خد لجان کو ڈونجن کیوں کہا جاتا ہو۔

**سری رنگنا تھ سوامی کا دیول** جریرہ سرنگاپٹن ایک بہت قدیم مقام ہے جس کی پرانی ہٹری تاریکی میں ہے۔ سب سے پہلا حال جو معلوم ہو سکا ہے وہ یہ ہے کہ رنگنا خاندان کے راجگان اس مقام پر قابض تھے۔ بارہویں صدی میں ہوئیسا لہ راجہ دوار سمدر (دالی بیڑ) نے دریائے کاوری کے دونوں کناروں پر کچھ زمین مشہور سری وشنو کے چیلے رامنو جا چار یا کو دی تھی اور ان ہی لوگوں کا بنایا ہوا سری رنگنا تھ سوامی کا برہما بھاری اور بہت قدیم دیول یہاں موجود ہے۔ پندرھویں اور سولھویں صدی میں یہاں کا راجہ راجگان بیجا نگر کا تابع ہو گیا اور سترھویں صدی کے شروع میں راجگان میسور یہاں کے حکم راں ہوئے اور یہی دار السلطنت تھا۔

**ڈی ہولیٹنڈ کی کمان** اس نام کا انجنیر تھا جس نے میسور گورنمنٹ کے لئے بطور نمونے کے بھر حراب اپنے جنگلہ کے کپوٹ میں ۱۸۵۷ء میں اس غرض سے بنائی تھی کہ (۱۱۲) فیٹ عریض حراب بھی بن سکتی ہو۔ پھر نہایت وسیع کمان صرف اینٹ اور چونے کی ہے اس پر پلاستر بھی نہیں ہے کوئی دو فیٹ چوڑی ہے اور اسی قدر اتنا ہر بالکل ادھر ہی اور اپنے فن کا کمال بھر دکھلایا ہے کہ اس کے وسط میں پونچھ کر ڈاٹ پر آہستہ سے بھی کود تو کمان اچھی خاص طرح ٹپک جاتی ہے اور اس کی حرکت صاف معلوم دیتی ہے۔

**سکاٹ صاحب کا بنگلہ** بجانب مغرب دریا کے کنارے سکاٹ صاحب کا بنگلہ ہے جو ٹوپ خانے کا ایک افسر تھا۔ یہ بنگلہ میسور کے راجہ نے بنوایا تھا۔ ۱۸۱۷ء میں سفیہ کا اس قدر اشتداد ہوا کہ بیچارے کے بیوی بچے سب مر گئے سکاٹ صاحب بنگلہ چھوڑ کر چلے گئے جب سے یہ بنگلہ مع سامان و فرنیچر جو کاتوں اسی حالت میں اب تک موجود ہے گو سامان بوسیدہ ہو گیا ہے لیکن پھر بھی یہ افسوس ناک یادگار اپنی حالت پر قائم ہے۔

**مال غنیمت** محلات شاہی پرچب انگریزوں کا تسلط ہو گیا تو نامعلوم خزانہ میں ایک چور راستہ تھا جس میں سے بہت سی نقدیات اور جواہرات پہلے ہی پار ہو گئے لیکن پھر بھی جو بچا ہوا انگریزوں کے ہاتھ لگا وہ بھی ایک بیش بہا ذخیرہ تھا۔

ایک بیش بہا تخت۔ ایک نہایت مصع ہودا۔ عجیب و غریب مصع بند قفس اور تلواریں۔ سونے چاندی کے بے شمار ظروف۔ ایرانی قالین اور شرطنجیاں۔ چینی کے ظروف۔ کثیر التعداد جواہرات۔ ایک نہایت قابل قدر کتب خانہ۔ لوٹ کھسوٹ کے بعد صرف نقدی جو ہاتھ لگی سو لاکھ لاکھ پچوڑا تھے جس کے چار لاکھ اسی ہزار پونڈ۔ بہتر لاکھ روپیے ہوئے اور نو لاکھ کے جواہرات دستیاب ہوئے۔ ۹۲۹ چھوٹی بڑی توپیں جس میں (۱۷۶) بارہ پونڈ بارود دیتی تھیں۔ کتب خانے میں اکثر بظہر قلمی کتابیں تھیں جن کی تفصیل یہ ہے۔ قرآن شریف۔ تفاسیر۔ کتب اوراد و وظیفہ۔ احادیث۔ الہیات۔ تصوف۔ اخلاق و فرائض۔ فقہ۔ سائنس۔ فلسفہ۔ علم ہیئت و ہندسہ۔ طب۔ صرف و نحو۔ لغت۔ تاریخ۔ انشاء۔ دیوان۔ ہندی و دکنی نظم۔ ہندی و دکنی شہ تر کی شہ قصص۔ ان میں کی بعض کتب شاہان بیجاپور اور گولکنڈہ کے کتب خانوں کی بھی تھیں لیکن اکثر چتور۔ ساوالور۔ اور کرٹپے کی لوٹ کی تھیں۔ اس میں سے صرف ایک قرآن شریف جس کا ذکر ہم اوپر کرتے ہیں وہ تو ونڈ سرکیل کو بھیجا گیا باقی سارا کتب خانہ کلکتہ کے کالج میں منتقل کر دیا گیا۔

**پہلو سلطان کے ملک کی تقسیم** جب قلعہ سرنگاپٹن کو انگریزوں نے سر کر لیا تو لارڈ مارننگٹن گورنر جنرل نے نہایت دانش مندی سے اس سلطنت کی تقسیم کی اور ۲۲ جون ۱۷۹۹ء کو فیما بین ایسٹ انڈیا کمپنی و لواب نظام الدولہ اصف جاہ

بہادر و پیشوار اوڈیٹت بیروہان بہادر ایک عہد نامہ ہوا۔ اتنی بڑی جنگ کے بعد یہ تو ممکن نہ تھا کہ پہلو سلطان کی اولاد کو کچھ حصہ ملک کا دے کر کچھ بھی حکم راں رکھا جائے کہ نفی رائستن و بیپاش رائگاہ داشتن کا رز وندان مسیت



ہو رہی تھی مناسب نہ تھا کہ اُن کو بالکل محروم کر کے سارے کا سارا ملک خود لے لیں اس لئے تقسیم کے وقت برٹش گورنمنٹ نے سکا نظام اور مرہٹوں کے حقوق کا پورا لحاظ رکھ کر حسب ذیل ملک کی تقسیم کر لی۔ تفصیل کیلئے دیکھو حصہ سوم جلد پہلی۔

باقی حصہ ٹیپو کی مملکت کا جو اس تقسیم سے بچ رہا اور جس کی تختی آمدنی تیرہ لاکھ چوتھائی ہزار ایک سو بیس روپے تھی اور جو میسور کے اُس حصہ ملک سے زیادہ تھا جو حیدر علی خاں بہادر نے ۱۷۶۱ء میں غصب کر لیا تھا وہ مہاراجہ میسور کے صغیر سن پتے کشن راج وڈیر کو جس کا باپ جام راج ۱۷۹۶ء میں مر گیا تھا بطور معافی اس شرط پر دیا گیا کہ سالانہ خراج سات لاکھ بیس روپے کا برٹش گورنمنٹ کو دیا کریں اور عام نگرانی اسٹیٹ کی بندوبست کر لیں اور خیرہ سترنگاپن براہ راست برٹش گورنمنٹ کے قبضہ میں ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا جائے گا برٹش گورنمنٹ کے اس فیاضانہ عطیہ کو بیوگان چکا کرشن راج اور جام راج نے خیرین ذیل مندرجہ ۲۴ جون ۱۷۹۹ء میں بہ طیب خاطر شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔

”آپ نے ہمارے بچے پر حکومت میسور نگر کی مع تعلقات بحال کر دی ہو اور پرتیا کو دیوان مقرر کیا ہے اس سے ہم بے حد مسرور ہوئے۔ ہماری حکومت جاگر چالیس برس ہو گئے۔ اب آپ نے اپنی مہربانی سے پھر ہمارا ملک ہم کو دیا اور پرتیا کو ہمارا دیوان مقرر کیا۔ ہم جب تک نہ خورشید تابان کبھی آپ کی گورنمنٹ سے خلافت نہ کریں گے۔ ہم ہمیشہ اپنے آپ کو آپ کے زیر سایہ اور آپ کا تابع فرمان سمجھیں گے۔ آپ ہمارا قائم کیا کھیر بات ہمارے خاندان میں پشت پاست تازہ یادگار رہے گی۔ ہماری اولاد اصرار آپ کی گورنمنٹ سے اظہار حسن عقیدت کو کبھی فراموش نہ کرے گی جس کی امداد پر ہمارا بھروسہ ہو۔“

شیخ دستخط لکھی انتہی  
دیوانی انتہی

گورنر جنرل بہادر کے احکام کی تعمیل کے لیے جو کچھ مقرر ہوئے تھے انھوں نے نہایت فیاضی اور سیرتھی سے اہر اسے دربار اور میو سلطان کی پس ماندوں کی نشین مقرر کیں جو اب تک جاری ہیں۔ چنانچہ پرنس بختیار شاہ سی۔ آئی۔ ای شرف آف کلکتہ کو جو میو سلطان کے چڑپوئے تھے معقول پیشین متی رہی اُن کی وفات کے بعد سلسلہ پیشین کا اس خاندان میں ختم ہو گیا اب اس خاندان میں پرنس بختیار شاہ کے بھائی پرنس غلام محمد ہیں جو کلکتہ میں رہتے ہیں میو سلطان کا خاندان جو کلکتہ میں تھا اُس کے علاوہ میو میں بھی اس کی ایک شاخ ہے جو اب میر محمد الدین علی خاں جن کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں اُن کو علاوہ دو لاکھ دس ہزار روپے کی ذاتی جاگیر کے جو گرم کنڈ کے نام سے موسوم تھی اب بھی پولیٹیکل کمیشن

برٹش گورنمنٹ سے ملتی ہے۔ میر قمر الدین علی خاں کے مورث اعلیٰ میر حسین الدین علی خاں بہادر نقشبندی قادری تھے ان کے فرزند نواب میر رضا علی خاں تھے جن کی بہن فخر النساء بیگم میر علی خاں کی زوجہ اور بیوہ سلطان کی والدہ تھیں۔ ان کے بعد کا سلسلہ حسب ذیل ہے۔


نواب میر رضا علی خاں کے دو فرزند۔ بڑے صاحب زادے نواب میر قمر الدین علی خاں جن کا ذکر عہد نامہ میں ہے ان کی وفات کے بعد ان کے چھوٹے بھائی نواب میر محمود علی خاں پوٹیکل منشی تھے جو ان کے صاحب زادے نواب سید محمد بیوہ سلطان علی خاں اور پوتے میر کمال الدین علی خاں کے نام اب تک جاری ہے جو اس معزز خاندان کی باقیات الصالحات ہیں۔ صاحب موصوف نہایت روشن خیال اور محبت قوم ہیں۔ آپ علاوہ گورنمنٹ منشی پنشنر کے مہاراجہ بیسور کے صاحب بھی ہیں۔ پھر اعز از بھی ان کے خاندان میں تین پشت سے ہے۔ نواب میر محمود علی خاں برٹش گورنمنٹ اور بیسور سرکار کے درمیان معزز خدمت و کالت پر مامور تھے بعد میں پھر خدمت صاحبیت سے بدل گئی۔ نواب میر کمال الدین خاں نے اپنے دو بڑے لڑکوں کو علی گڑھ کالج میں تعلیم دلوائی۔ بیسور پھر پہلے مسلمان تھے جنہوں نے جرأت کر کے قدیم تعصب کی قید کو توڑا اور اپنے بزرگ گوشوں نہ صرف انگریزی کی تعلیم دلوائی بلکہ ولایت بھی بھیجا۔ بڑے صاحب زادے میر اقبال علی خاں بی اے تک تعلیم پا کر انجینئرنگ کے لیے ولایت گئے ہوئے ہیں اور چھوٹے فرزند میر باسط علی خاں ۱۹۱۳ء میں ولایت سے فخر خاندان و قوم ہو کر دہلی بی۔ اے کی ڈگری لے گئے۔ یعنی ڈبل یونیورسٹی کے علاوہ کیمج کی مشہور اور مستند گریجویٹ بھی ہیں جو ایسی آرزو کہ بہت کم ہندوستانیوں کو نصیب ہوتی ہے اور سونے پر سہاگہ کہ اس حد اشد سن میں تیر سے آپ بیڑ شری ہیں اور اپنے واجب التعلیم خاندان کے نیر و رخشاں ہیں۔

۱۸۷۱ء میں اپنے عزیز دوست مسٹر آر سی۔ اینگار۔ بی۔ اے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع راجپور کی ہمشیرہ کی شادی کی تقریب میں شرکت کی غرض سے گیا تھا جو ایک نامور اور لایق باب راؤ بہادر ایم۔ سی۔ رنگا اینگار۔ ایڈوکیٹ کے فرزند رشید ہیں اور وہیں میر باسط علی خاں صاحب بھی ملاقات ہوئی وہ قریب محبت سے مجھے اپنے دولت خانے پر کھینچ لے گئے۔ میں نے صاحب موصوف کو ہمہ صفت موصوف پایا۔ پھر صاحب تعلیم پابندی مذہب دونوں اعتبار سے لاجواب ہیں اور ایسے ہی جوانان صالح سے مسلمانوں کی بگڑی ہوئی حالت کی درستی کی امید ہے۔




ٹیپو سلطان کی مراسلت کا ڈھنگ اور نواب حیدر علی خاں تو بالکل لکھے پڑھے نہ تھے دستخط بھی شکل ایک فرمان کی نقل



وزیر سامنے دست بستہ کھڑا تھا۔ اور جو حیرت تھا اسے

بہ نادان آنجناب روزی رساند کہ دانا اندراں حیدر علی خاں بماند  
حیدر علی خاں بہادر تارگے گما کہ دستخط کو کیا دیکھتا ہے۔ پیشانی کو بتلایا کہ یہاں دیکھ۔ یعنی میرے طالع کو دیکھ  
ٹیپو سلطان البتہ ذی علم تھا جیسا کہ اُس کے کتب خانے سے ظاہر ہے۔ جس وقت ہم سرنگاپٹن گئے وہاں  
کے ناظم مولوی محمد عبد الخالق صاحب سے ملاقات ہوئی انھوں نے ہم کو ایک اہلی بیاض دکھائی جو  
ٹیپو سلطان کے فرامین کا مسودہ تھا جس پر بادشاہ کے دستخط تھے۔ ٹیپو سلطان نے ایک جہت چھ کی تھی کہ  
سنہ ہجری نہیں لکھتا تھا بلکہ سنہ ولادت نبوی اور ہر سال کا ایک ایک نام خاص رکھ دیتا تھا میں نے  
ایک فرمان دیکھا ہے جس میں تاریخ حسب ذیل درج ہے ۲۶ بہاری سال شاداب ۱۲۰۶ سنہ مولود دستخط اکثر  
بنی مالک اس طرح کرتا تھا  اور بعض وقت ٹیپو سلطان بھی اس طرح لکھتا تھا۔

ٹیسٹ پلیم۔ شاہ عالم بادشاہ دہلی نے ٹیپو کو فتح علی خاں کا خطاب بھی دیا تھا مگر وہ کبھی استعمال نہ کرتا  
تھا۔ اپنے آپ کو سرکار خداداد لکھا کرتا تھا۔ طبیعت جدت پسند بہت واقع ہوئی تھی نہ سیاسی سے لکھتا تھا  
نہ سرخی سے بلکہ دونوں کو مخلوط کر کے لکھتا تھا سطر تحریر بہت سخت تھا۔ لارڈ مارننگٹن گورنر جنرل نے ۸  
نومبر ۱۷۹۸ء میں ایک نہایت نرم تحریر یہ شکایت اس امر کے لکھی کہ آپ باوجود بارہا اطمینان دلانے کے  
بھی فرانسیسیوں سے تعلقات بڑھاتے جاتے ہیں اور مجھ روٹین کے ساتھ یہ شقرا اس غرض سے بھیجا کہ  
گورنر جنرل بہادر کے منشاء کو زبانی بھی بیان کریں گے لیکن ٹیپو نے اس تحریر کا کچھ جواب نہ دیا۔ اس طرح  
گورنر جنرل بہادر کی بہت سی تحریرات کو لیس پشت ڈال دیتا تھا بلکہ بعض پر جواب نہ دے لکھ کر  
پھینک دیتا تھا۔ ۱۳ فروری کو ٹیپو سلطان نے گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں لکھا ہے ”چونکہ باید دولت اکثر سیر و  
شکار کو جاتے رہتے ہیں۔ اب بہتر ہے کہ میجر ڈوٹین کو جن کی نسبت آپ نے قبل ازیں بھیجا تھا اسکا بھیج دیں“  
اصل فارسی کے لفظ چھ تھے ”جریدہ روانہ باید کرد ما“

جس بیاض کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں اُس میں ایک فرمان ہمارے نظر سے گزرا جس کی نقل ہو ہو ہم ذیل میں  
کرتے ہیں جس سے معلوم ہو گا کہ جو لوگ مسلمانوں پر ترویج غلامی کا الزام دیتے ہیں وہ کس حد تک بجا ہے۔

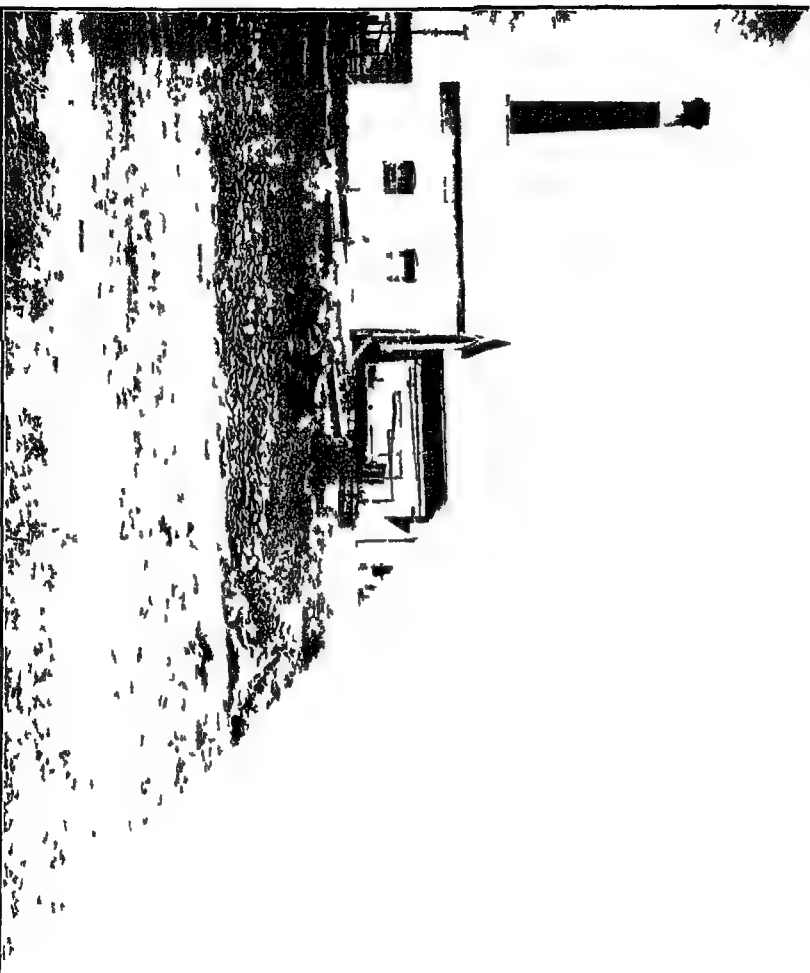
در شہر گنجام برادران و خولیشان مردم نوکر پیشہ و غیرہ کہ پیر وزگارہ ہستند انہار اگر قہ در پیادہ ہائے علاوہ ایشان  
نوشہ نو ملازم کنند و غلامان را در سرکار خدا و یک قلم آزاد فرمودہ شدہ است ایشان نیز تقید و خبر گیری  
این معنی داشتہ از انہا غلامان را آزاد کنند غلامان برضا و رغبت خود پیش ہر کس کہ بطور نوکران نوکری نمایند  
مختار اند۔ نوزدہم ماہ دے سال حراست سنہ یک ہزار و دصد و ہشت و چہار و مولود محمد   
ٹیپو سلطان کی اولاد | ۲۲ اپریل ۱۷۹۹ء کے اُس خط میں جو لارڈ مارننگٹن گورنر جنرل ہند نے  
ٹیپو سلطان کو لکھا تھا آپ کے چار صاحبزادوں کے نام کچھ درج ہیں۔ سلطان پادشاہ۔ فتح حیدر۔  
معز الدین۔ عبدالخالق۔

نوٹ۔ برٹش گورنمنٹ نے معز علی کا تھی یاری پگڈا کے محاصل کا علاقہ لیا پھر کانتھی یاری پگڈا پانچ معمولی پگڈا کے برابر ہوتے  
ہیں جس میں مغربی ساحل کے تمام تعلقات شامل تھے لیکن اس میں سے خاندان حیدر علی خاں اور ٹیپو سلطان کے ممبروں کے لئے ایک  
علاقہ محاصلی دو لاکھ سٹار پگڈا کا محفوظ کیا جو مسادہ ہی پر دو لاکھ چالیس ہزار کا تھی یاری پگڈا کے صمد علی کا تھی یاری پگڈا کا علاقہ  
خود لیا اور  کا علاقہ سرکار عالی نظام کو دیا جس میں سے میر قمر الدین خاں کی ذاتی جاگیر کی بابت دو لاکھ دس ہزار روپیہ یا ستر ہزار  
کا تھی یاری پگڈا وضع جا کر تتمہ  کا علاقہ سرکار نظام کو ملا۔ اور ٹیپو کو چھبیس لاکھ چار ہزار کے محاصل کا علاقہ دیا۔ اس طرح  
برٹش گورنمنٹ نے ٹیپو سلطان کے خاندان کی کفالت کی اور سرکار نظام نے میر قمر الدین علی خاں کی اور اسی پر اتنا نہیں کیا بلکہ  
فرمانوازش سے علاوہ پیش قراہ جاگیرات کے تنخواہ جاگیر بھی مقرر فرمائی۔



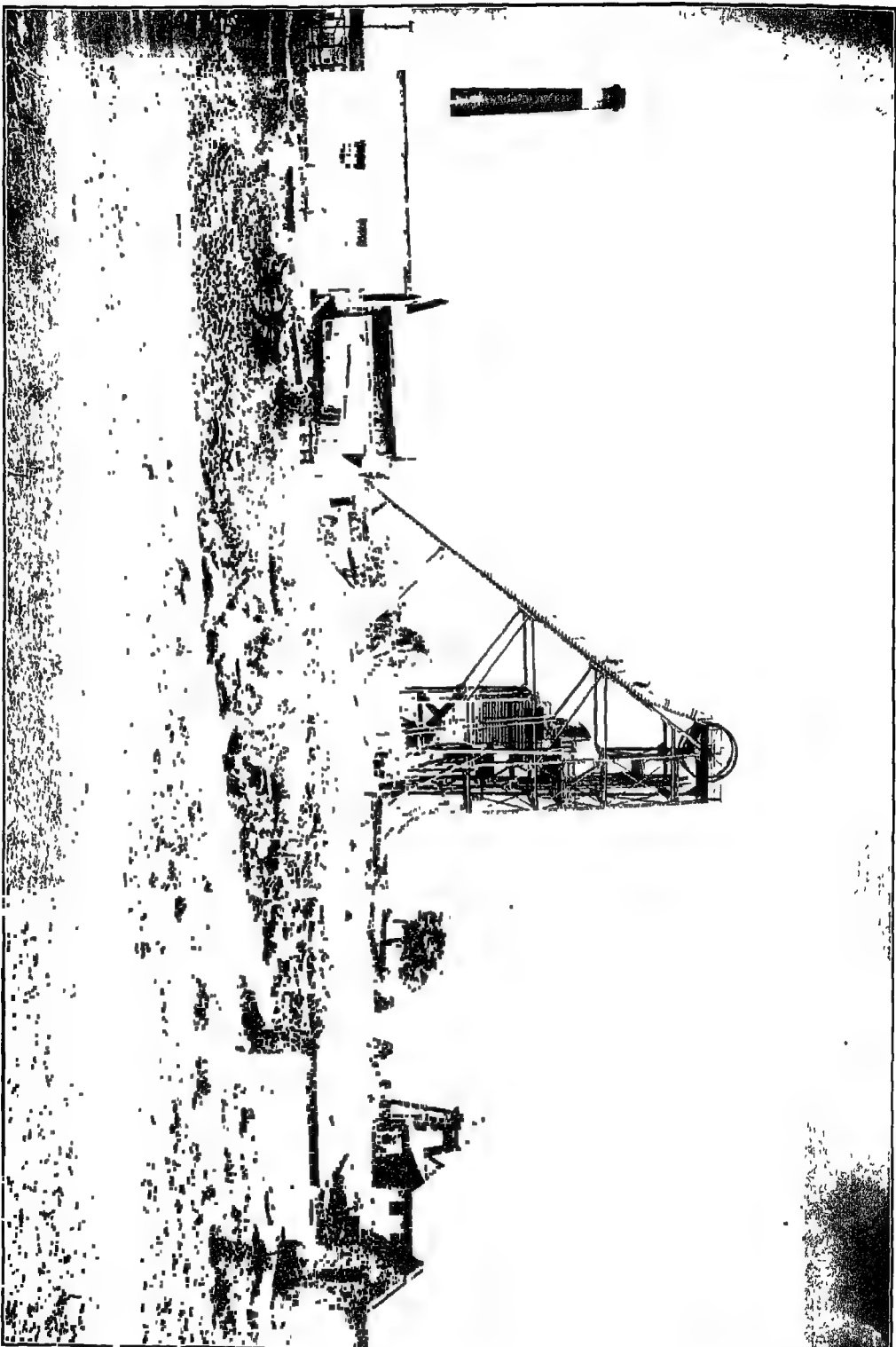
## انتیسواں ضمیمہ مٹی

ہٹی کا معدن طلارا پور سے (۵۰) میل اور لنگسگور سے (۹) میل ہی ریلوے لین جو حیدر آباد  
گڈ لگ ریلوے کے نام سے موسوم ہے وہ حیدر آباد سے محبوب نگر۔ گدوال۔ راجپور۔ ہٹی۔ لنگ  
کشتگی۔ ہوتی ہوئی گڈ لگ پر سردرن مرہٹہ ریلوے سے جاملی ہے۔ یہ لین اب تک طیار ہو  
یورپ کے سبب سے کام میں ڈھیل پڑ گئی ہے۔ سونا نکالنے کا کام ایک انگریزی کمپنی جس کا نام دکن  
میننگ کمپنی تھا ساڑھے بارہ برس سے کر رہی ہے سونا اور دیگر معدنیات کی تلاش مختلف مقامات پر کی گئی  
خصوصاً گنبدگی معدن طلا کا کام مواضع وندلی۔ توپل ڈوٹی۔ بدتی۔ اوٹو وغیرہ مقامات پر امتحاناً  
آغاز کیا گیا لیکن سواے وندلی کے اور کسی مقام پر کامیابی نہیں ہوئی۔ البتہ وندلی سے ساٹھ ہزار پونڈ کاسٹنا  
برآمد کیا گیا۔ لیکن آخر کار یہ کمپنی دیوالیہ ہو گئی۔ سونا عموماً لکی نلی رنگ کی چٹانوں میں جس میں دھاریاں پڑی  
ہوتی ہوں پایا جاتا ہے اور ایسے پہاڑ دھار وار شیشٹا (چٹان) میں پائے جاتے ہیں۔ معدن ہٹی حیدر آباد  
دکن میننگ کمپنی کی ملکیت تھی بارہ برس ہوئے کہ موجودہ ہٹی نظام گوڈمین کمپنی نے اس کو خرید لیا۔ ہٹی  
اور اطراف کی گولیوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں بعض بعض مقامات پر (۶۱۰) فیٹ گہرا  
کھود کر سونا نکال لیا گیا ہے۔ معدن ہٹی تمام دنیا کی طلائی معدنوں میں سب سے زیادہ عسقی ہے فوس ہے کہ کوئی تاریخی  
واقعہ اس بات کا نہیں ملتا کہ کس زمانے میں یہاں برآمد طلا کا کام ہوا تھا۔ قدیم مالکان اراضی کہتے ہیں کہ یہ  
گوہیاں اُس زمانے میں کھودی گئیں ہیں جب امریشور کے دیول کے واسطے پتھر کی ضرورت تھی دیہ دیول  
متصل برڈونہ مواضع ریمپور و دیورجھو پور کے سرحدیں ہیں دیول کے قریب وجوار میں عمارت کے لائق پتھر  
نہ ہوتے سے ہٹی کی سرحدیں سرنگیں کھودنی پڑیں۔ بلحاظ عمارت دیول یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ حالیہ کمپنی کی



مدرس طالا - هي صناع رائد

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰



معدين طلا - هني ضلع راجسدر





کنیدگی سے کم سے کم اٹھ یا نو سو برس پتھر اس مقام سے سونا نکالا گیا ہے چنانچہ معدن کے اندر ایک پرانے زمانے کی لکڑی کی ٹاٹ اور کچھ پتھر کے کوڑے بھی نکلے یہ معدن اب دو ہزار چار سو فٹ کی گہرائی تک کھودی جا چکی ہے اور شمال و جنوب میں (۸۷) اور (۳۴) فٹ اودھر اودھر کھدائی ہوئی ہے۔ آواز کا سنسنہ ۱۹۰۲ء میں ہوا ہو اُس وقت سے اب تک ایک لاکھ چالیس ہزار اونس سونا برآمد ہوا ہے جس کی تخمینہ قیمت چھ لاکھ پونڈ ہوتی ہے اور کہیں ۱۷ روپیہ فی صدی منافع ہوتی ہے۔ ہٹی انگریزوں کی ایک چھوٹی سی بھاؤنی ہو گئی ہے جہاں ہزار ہا مزدور شبانہ روز کام کرتے ہیں۔ اس مقام پر انواع و اقسام کے انجن اور کلیں میں جو جالوں میں بریل کرتی ہیں اور ڈینامیٹ سے اڑائی جاتی ہیں جس کے بعد ایک انجن کے ذریعہ سے پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے پیسے جاتے ہیں۔ سونا نکالنے کا موجودہ طریقہ یہ ہے کہ چٹانوں میں بندریوں اک ڈرل کے برمایا جاتا ہے اور ان میں ڈینامیٹ بھر کر اڑا دیا جاتا ہے جس سے پتھر بڑے بڑے ٹکڑوں میں بھٹ جاتا ہے۔ بڑے بڑے ٹکڑوں میں بندریوں اسٹیم انجن ان پتھروں کو اڑاتے ہیں۔ اور ہر ایک بڑی چٹانی پر جو گر زلی کھلاتی ہے اور جس میں ایک ایک رنج کے فاصلہ سے لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی ہیں پتھر کے ٹکڑوں کو پھیلاتے ہیں اس جالی میں سے چھوٹے چھوٹے پتھر نیچے گر جاتے ہیں اور بڑے بڑے رہ جاتے ہیں چھوٹے پتھر پھر بندریوں کرشنگ انجن کے اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں توڑا جاتا ہے جو کو اڑ کر نکلتے ہیں اور پھر ٹکڑے کو بھیج دیا جاتا ہے ہر ایک سلسلہ بڑے بڑے اور بھاری عمودی موسلوں کا ہے جو اسی طرح اٹھتے اور گرتے ہیں جیسے کہ دو عورتیں اوکھلی میں دھان کو ہٹاتی ہیں۔ بجائے اوکھلی کے اس مقام پر تانبی صندوق میں جن کے سامنے ایک جالی کی ٹی ٹی لگی ہوئی ہے۔ ٹکڑے کھیلے جھے میں پتھر کے ٹکڑے بھرے رہتے ہیں اور وہ جیسی جیسی جگہ خالی ہوتی جاتی ہے خود بخود پھسل کر موسلوں کے نیچے آتے جاتے ہیں اور اُس وقت تک برابر کچلے جاتے ہیں کہ بالکل باریک ریت جیسے ہو جائیں۔ ٹیٹوں کے سامنے تانبے کے اٹھلے مستطیل حوض بنے ہوئے ہیں جن پر پارہ کی چادریں چڑھی ہوئی ہیں۔ باریک ریت پر پانی مثل آبشار کے گرتا ہے اور اس ریت کو بہا کر تانبے اور پارے کی سلوں پر پھسلاتا ہے۔ چون کہ سونا ریت سے ذریعہ ہوتا ہے وہ خود بخود نیچے پڑ جاتا ہے اور پارے میں جو کشش کا مادہ ہے اُس سے پارے کی سلوں پر چپٹ جاتا ہے اور اس کو ایک مسکلمنی طلاء غلوٹ کتے ہیں کیونکہ اس میں علاوہ سونے کے ایک جز پارہ کا بھی ملا رہتا ہے۔ یہ ایک مختصر ہے کھوج کر بھیٹی میں ڈالا جاتا ہے۔ کھٹی ایک طرح کا بند تانبی صندوق ہوتا ہے جو کتنی آگ میں بند کا بند ڈال دیا جاتا ہے اس صندوق میں ایک پمپ کے ذریعہ سے ٹھنڈا پانی دوڑتا رہتا ہے نتیجہ یہ کہ بھاپ کی گئی سے اڑنے والا پارہ بوجہ برودت کے

پھر پارہ کی شکل میں منجمد ہو جاتا ہے اس سونے کو پہنچ گولہ کہتے ہیں یعنی اسفنج کی شکل کا سورخ دار۔ جیسے شہد کی مکھی کا چھتہ یا جھانواں۔ اس کے بعد اس کو دوبارہ ٹھنڈی میں ڈال کر بڑی بڑی موسوں میں گلاتے ہیں اور دو دو اونس کی سلاخیں بنالیتے ہیں اگرچہ اس ترکیب سے سونا ریت سے جدا کر لیا جاتا ہے لیکن پھر بھی ریت میں کچھ ذرے سونے کے باقی رہ جاتے ہیں جو پارہ کی تختیوں پر سے پھسل جاتے ہیں اس میں سے سونا نکالنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس باقی ماندہ ریت کو دوبارہ پانی میں ملا کر کلاسیفایر (ایک قسم کا تانے کا ٹرا حوض ہے) میں پمپ کرتے ہیں جو موٹی اور باریک ریت کو الگ الگ کر دیتا ہے۔ پھر ریت بڑے بڑے آہنی حوضوں میں جمع کی جاتی ہے۔ حوضوں میں ایک مرکب سولیوشن (عرق) سٹائیٹائیڈ آف سوڈا (ایک قسم کا کھاری زرہر) کا بھرا ہوتا ہے۔ اس سولیوشن کی یہ خاصیت ہے کہ تھوڑا بہت سونا جو ریت میں چھپا رہ جاتا ہے اس کو بھی الگ کر دیتا ہے۔ کلاسیفایر سے پانی کے ساتھ ریت ایک بڑے حوض میں بہ کر جاتی ہے جس میں گادینچے میٹھے جاتی ہیں اور اندر ہی اندر ایک نل سے جو اس حوض کی تہ میں لگایا ہوا ہے وہ ایک دوسرے حوض میں جو (۳۰) فٹ اونچا ہے پمپ کر دی جاتی ہے۔ اس دوسرے حوض میں یہ گادیاں باریک ریت سٹائیٹائیڈ سولیوشن میں چند گھنٹے بھیگی رہتی ہیں اور اس کو بند کر کے پمپ ہوائی اینجن کے خوب کھنگال دیا جاتا ہے اس کے بعد اس گدلی ریت کو جو عرق مرکب سے ملی ہوئی ہوتی ہے ایک فلٹر میں پونچایا جاتا ہے۔ اس فلٹر کی صورت یہ ہے کہ چند لکڑی کے چوکھٹے ہوتے ہیں جن پر ڈرل (ڈبل رین) منڈھی ہوئی ہوتی ہے جن کو ایک قسم کا چھپکا کھسکتے ہیں۔ ان کو بند کر کے پمپ ہوائی اینجن کے ہواسے خالی کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے سولیوشن ایک دم کھینچ جاتا ہے اور صرف باریک ریت کی گاد اس کپڑے پر جمی ہوئی رہ جاتی ہے۔ اس ریت میں سے سونا نکالنے کی یہ ترکیب ہے کہ اس کو زنک شیونگ (جست کی اس قسم کی کترینیں جیسے کہ لکڑی پر زندہ مارنے سے نکلتی ہے) میں ڈال دیتے ہیں۔ زنک اور سٹائیٹائیڈ سولیوشن کی آمیزش سے زنک سونے کو سولیوشن سے بالکل پاک کر دیتا ہے اور سونا ایک ہنایت باریک سفوف کی حالت میں رہ جاتا ہے جس کی بارز (بٹیاں) گلا کر بنادی جاتی ہیں۔ اگرچہ اب بھی سیکڑوں بندیلوں پر کوئلہ اور دوسرا سامان کمپنی کار ایچور سے ہٹی آتا ہے اور ٹرکیشن اینجن راجپور آتا ہے جس میں ریل کی طرح کی گاڑیاں لگی ہوتی ہیں لیکن اگر ریلوے جلد جاری ہو جائے تو یقیناً اس معدن کو بہت ترقی ہوگی یہ تمام وقتیں دور ہو جائیں گی اور جو کام ریل نہ ہونے سے رکے پڑے ہیں وہ سب جاری ہو جائیں گے۔ سٹائیٹائیڈ کا دوسرا نام پردسک ایسٹ ہے جس کے ساتھ سوڈا ملانے سے ایک سم قابل ہو جاتا ہے ایسا کہ اگر اس کو گاسے بھینس سونگہ بھی لیں تو مر جائیں۔ ۱۷

اور بہت سی ادنیٰ گویان کھودی جائیں گی۔ میں اسی معدن کا تین سال تک محسوس رہا ہوں اور بار بار اندر  
 اتر کر کبھی دیکھا ہی۔ اندر پتھر کے میں بیٹھ کر جلتے ہیں جہاں بہت سخت گرمی ہے۔ ہوا بدلیہ پیپ کے پونچائی جاتی ہے  
 اور روشنی کے لئے ہر شخص کے ہاتھ میں ایک موم بتی رہتی ہے وہاں نہ دن معلوم ہوتا ہے نہ رات۔ مسلسل کام  
 جاری رہتا ہے شبانہ روز میں (۳) مرتبہ مزدور بدلتے ہیں۔ انواع و اقسام کی حیرت خیز کلیں اور انجن ہیں خدا کی  
 قدرت نظر آتی ہے۔ پتھر سے سونا نکالنے کے آخری عمل تک میں نے بغور دیکھا ہے۔ معدن کے مینجر مٹر جے۔  
 ڈنگس ایک نہایت شریف اور نیک دل ذی خاندان مالی تربت عمدہ دار ہیں جن کی مہربانی اور اخلاق کام  
 میں نہ صرف ممنون ہوں بلکہ گرویدہ ہوں۔ اسی طرح دوسرے صاحبان انگریز مسز ٹارس۔ لیب۔ ویٹس۔  
 ڈابنز۔ ڈاکٹر سیجلی ہیں۔ مجھے تو سب ہی مہربان ہیں جس جس صیغہ میں گیا سب نے مجھے بخوشی تمام و کمال طریق  
 برآمدی طلا کا بتلایا اور یہ قیمتمند صابوں کی مہربانی کا نتیجہ ہے۔ جس پتھر میں سے سونا نکلتا ہے وہ خاص قسم کا  
 چمک دار پتھر ہوتا ہے جو پھور اکتھوری نیلا ہسٹ، ماتا ہوا ہوتا ہے جس میں لمبی لمبی دھاریاں پڑی رہتی ہیں اور خالی  
 دیکھنے سے بھی سونے کے ڈرے چمکتے ہوئے معلوم دیتے ہیں کلام مجید میں جو زمین میں خزائن ارض بتلائے ہیں  
 وہ یہی قیمتی دھاتیں ہیں ورنہ کیسے روپیہ پیسہ ٹھوڑی گڑا ہوا ہے۔



## تیسواں ضمیمہ

### ہندوستان کے عام تاریخی حالات

ہندوستان کی سلطنت کے متعلق جو سب سے قدیم حالات اب تک معلوم ہو سکے ہیں ان کی رو سے مسیح کے پیشتر چوتھی صدی میں وہ ماریا، خاندان شمالی ہند پر قابض تھا اور جنوبی حصہ ہند کی تقسیم بلحاظ مقبوضات کے حسب ذیل پائی جاتی تھی۔

انتمائی جنوبی حصہ	مڈیورے کے پانڈین
شمالی اور مشرقی حصہ	چولا خاندان
شمالی و مغربی حصہ	چیرا خاندان (کرالا)

ماریا خاندان کا وجود ۳۲۵ء - ۸۸۰ء سال قبل مسیح میں اور پانڈین کا گلیستھ کے زمانے میں ۳۲۵ء قبل مسیح میں متحقق ہے لیکن چولا اور کرالا (چیرا خاندانوں کا ذکر اسو کا کے ۲۵۰ء قبل مسیح کے کتبوں میں پایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاندان ان دونوں سے بھی پیشتر کے ہیں۔ لیکن روایت یہ ہے کہ سوائے پانڈیا۔ چولا اور چیرا کے جو جنوبی ہند میں تھے اور کوئی خاندان ان سے پیشتر کا معلوم نہ ہوا اور پھر تینوں ہم عصر بھی تھے۔ چونکہ ہم کو پانڈیا کے خاندان کا زمانہ ۳۲۵ء ق۔ م تقریبی طور پر معلوم ہے تو ہم چولا اور چیرا خاندانوں کو بھی اسی قدر پیچھے ہٹا سکتے ہیں۔ کیونکہ خاندان کی حکومت میں تمام ملک مغربی گھاٹوں کا تھا۔ مشرقی گھاٹوں کا حصہ بھی ساری لپی پٹی آباد تھی لیکن اُس زمانے میں کسی اور حکومت کے وجود کا پتہ نہیں چلتا اور قیاس اس امر کا مقتضی ہے کہ اس کا کل حصہ بالکل جنگل جھاڑی وغیرہ آباد تھا اگر آباد بھی رہا ہو گا تو چند جنگلی قومیں اپنے اپنے سرداروں کے تحت میں ہوں گی جیسے رانوں میں مذکور ہو۔ رانین میں دریائے تنگ پور کے جنوب میں اُس زمانے میں جو قومیں رہتی تھیں ان کے نام یہ لکھے ہیں۔ میکھلا۔ اٹکلا۔ سارنا۔ دوربھا۔ مہیکا۔ ماسایا۔ کلنگہ۔ کاسیکا۔ اندھرا۔ چولا۔ پانڈیا۔ کرالا۔ مخفی مہاؤ کہ کچھلے زمانہ میں بہت بڑا حصہ ملک کا

غیر آباد جنگل بہاڑ تھا خصوصاً ملک دکن تو بالکل ویران تھا جو گامادی اب نظر آتی ہی بھیر زمانہ مابعد کی ہو۔  
بودھ کی روایتوں میں بھی اُس زمانے میں کلنگ کی سلطنت کا وجود پایا جاتا ہے۔

اسو کا کے بعد کسی زمانے میں جزیرہ نما ہندوستان کے مشرقی ساحل پر مہادالی کولا کے خاندان کی حکومت رہی جو چانچو مہا والی پورم نامی سستی جو شت مند رول کے لئے مشہور ہے اب بھی موجود ہے۔ اس کے بعد پلاوا خاندان کا عروج ہوا جنہوں نے بہت ترقی کی اور قبوضات میں اس قدر وسعت دی اور تجارت کو پھیلایا کہ اپنے ہمسایہ خاندان چولا اور دو سرے خاندانوں کو ان سے خدشہ پیدا ہو گیا اس وقت ہم کو کوئی داخلہ نہیں مل سکتا کہ خاندان پلاوا نے کب اس قدر عروج پایا لیکن اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ جب چلو کیسا خاندان کے لوگ شمالی ہند سے پانچویں صدی عیسوی میں دکن میں آئے تو پلاوا خاندان کا ستارہ جنوبی ہند میں چمک رہا تھا۔

شمالی حصہ کے ماریا خاندان کی جگہ ۱۸۸-۱۹۰ ق م میں سنگا خاندان قائم ہوا اور اس کے بعد ۱۹۰-۱۸۸ ق م میں گنو خاندان کی بنا پڑی۔ گنو خاندان کے آخری راجہ کے قتل کے بعد اندھرا یا اندھرا برت خاندان قائم ہوا جنہوں نے ۱۸۸-۱۹۰ ق م سے ۱۸۸-۱۹۰ ق م تک حکومت کی یہ لوگ بودھ مذہب کے تھے اور انہوں نے امر اوتی میں سنگ مرمر کا شاندار بنا دیا ہے۔ پانچویں صدی میں قریب زمانے میں مغربی حصہ دکن میں چلو کیسا خاندان کا عروج ہوا۔ قدیم چلو کیسا خاندان کے سلسلہ میں ہم اور قوموں کے بھی نام سنتے ہیں جو یہاں آباد تھیں۔ نالا (جو مغربی ساحل پر آباد تھے) ماریا (جو غالباً قدیم ماریا خاندان کی نسل میں تھے) ملک کو کن میں رہتے تھے۔ سندرا کا۔ ناسیکا۔ (غالباً یہ وحشی قومیں ہوں گی جو پہلے ہندوستان کے اہلی باشندے تھے) کالا چوریا (میسور کے گنگا) الو پایا الووا (پچھ قوم حال کی بڑی پریڈنسی کے جنوب اور جنوب و مغرب میں تہی تھی) خاندان چلو کیان کے قدیم عطیات میں اور بہت سی اقوام کے نام درج ہیں مثلاً لار یا لارڈ لیس (جو بیٹنی کے شمال میں رہتے تھے) مالوا۔ گر جرا (گجرات کے)

ساتویں صدی کے شروع میں چلو کیسا خاندان کی دو شاخیں ہو گئیں۔ مشرقی شاخ نے ملک ونگی کے پلاوا خاندان کے راجہ کو فتح کر لیا۔ جو دریائے کرشنا اور گوداوری کے درمیانی حصہ ملک پر حکم ران تھے۔ اور چلو کیسا خاندان ہمیں رہ پڑا اور ۶۰۲-۶۰۳ء تک حکومت کرتے رہے۔ اور مغربی شاخ بدستور مغربی حصہ ملک دکن پر قابض رہی۔ چینی سیاح ہیون سانگ Hiwen-Tsang نے جو ۶۲۹ء سے ۶۴۵ء تک ہندوستان میں رہا

بہت تفصیلی حالات اُس زمانے کے بیان کئے ہیں۔ اب کہ مہا خاندان نے زور پکڑا اور کابجی کے پلاوا خاندان کے لوگوں سے خوب لڑے اور اُن کو شکست دی۔ کچھ لوگ چلو کیوں کے ہمسایہ خاندانوں سے ہمیشہ لڑتے رہے جو جنوب و مغرب حصہ دکن اور شمالی حصہ میسور میں تھے۔ اسی زمانہ میں دوسری طرف راشٹرکوتاس خاندان نے چلو کیوں کو دق کیا۔ ابھی تک یہ آخر حق نہیں ہوا کہ راشٹرکوتاس آریہ نسل کے چھتری پادراجوت تھے جو چلو کیوں کی طرح شمالی حصہ ہندوستان سے دکن میں آئے تھے یا دراوڑین خاندان کے تھے جن آریہوں نے بعد فتح ملک دکن اپنے میں ملایا تھا۔ مغربی چلو کیا خاندان اور راشٹرکوتاس کے متواتر لڑائیوں کی وجہ سے دو صدیوں تک بالکل تباہ رہا اور برخلاف اس کے راشٹرکوتاس کا خاندان چمک گیا۔ لیکن برہمن ہم ان لوگوں نے کچھ فتوحات نہیں کیں۔ ۱۱۳۷ء میں مغربی چلو کیا نے پھر کروٹ لی اور راشٹرکوتاس کا تختہ اُکٹ کر دوبارہ زندہ ہو گئے۔ دو کی لڑائی میں میسرے کا فائدہ ایک نیا خاندان رٹا مہامندیسور کا قائم ہو گیا۔ جو ۱۲۵۳ء تک حکم ران رہے۔ اسی زمانے میں اور دوتے خاندان سلہاروں اور سندوں کے قائم ہوئے جو کئی صدی تک باقی رہے۔ سلہاروں کو ۱۲۳۷ء میں دیوگیری کے یادو خاندان نے بٹھادیا اور سندوں کا نام ۱۱۸۷ء کے بعد پھر نہیں سنا گیا۔ گیارہویں صدی میں چولا خاندان کا ڈنکا بجنے لگا لیکن اس سے دو تین صدی پیشتر کا کچھ حال نہیں کھلتا کہ جنوبی ہند پر کون حکم ران تھا۔ گیارہویں صدی کے اوائل میں مشرقی چلو کیا خاندان تمام مشرقی ساحل ہند پر اڑیسیہ کی حدود سے ملک پلاوا کے انتہائی جنوبی حد تک قابض تھے۔ پلاوا خاندان کی ایک زبردست حکومت تھی جن کا قبضہ چلو کیا کے خاندان کی آخری حد سے چولا خاندان کی شمالی علاقہ تک ٹھیک کابجی کے جنوب تک تھا۔ مگر چولا اور پانڈیا اپنے اپنے مقام پر بدستور رہے۔ راجگان خاندان کانگو جو قدیم ملک چیراپہر خود مختار حکم ران تھے دیکھ ملک ملایالم کے مشرقی جانب ساحل ہند کے برابر ابھی مگر ہوئیں پلاوا کے عروج سے کچھ بھی متاثر نہ ہوئے تھے لیکن آگے چل کر ان دونوں خاندانوں میں ٹلوسی بیاہ ہو جانے سے چولا خاندان کے راجہ راجندر کلوٹنگا نے مشرقی چلو کیا کا کل ملک (۱۰۶۳-۱۱۱۳ء) میں واپس لیا اور نیز پلاوا خاندان کے مقبوضات کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ راجندر نے پانڈیوں کو بھی فتح کر لیا اور ایک نیا خاندان شستہ چولا پانڈیا راجگان پڈورا کا قائم کیا۔ پھوڑے دونوں بعد خاندان ہوئیں پلاوا سے کانگو خاندان کے راجاؤں کو مغلوب کر کے اُن کا علاقہ چھین لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام جنوبی حصہ ہند میں ایک تلامم جنگ و جدال کا پڑ گیا تھا جس میں عارضی طور پر چولا خاندان کو خوب عروج ہوا مگر خاندان

ہوئیسالابلالاسنے میسور کے گھاٹوں پر برابر لڑائی ہوتی رہی۔ ہوئیسالابلالاکے خاندان نے بھی خوب فتوحات کیں اور اوائل تیرہویں صدی میں کد مبادور کالاجور یا دونوں خاندانوں کو جو مشرقی حصہ میں حکمراں تھے فتح کر لیا اور نیز مغربی چلوکیاں سے اور کد مباد سے ۱۱۸۶ء میں متواتر لڑائیاں ہوئیں وہ کٹ مرے میدان خالی ہو گیا اور ایک بلال خاندان ہی سربراہ رہ گیا۔ آگے چل کر چولا کے خاندان سے شمالی مقبوضات نکل گئے اور ان گنتی راجگان و رنگل قابض ہو گئے۔ اب ہم تیرہویں صدی میں ان پونچھ میں اس زمانے میں چھوٹے موٹے خاندان مسٹٹا کر صرف تین بڑے خاندان باقی رہ گئے تھے چولا اور پانڈیا جن کی حالت انحطاط تھی اور ہوئیسالابلال جن کا نیز اقبال چمک رہا تھا۔ اگر یہی لیل و نہار رہتا تو ضرور بلال خاندان جو صفایا کرتا چلا آتا تھا بہت کچھ بڑھتا لیکن اسی زمانے میں مسلمانوں کا قدم ملک ہند میں آگیا جو آگے چل کر سارے ہندوستان پر حکمراں ہوئے۔ ۱۱۹۳ء میں سلطان عیث الدین غوری غزنوی نے دہلی فتح کر کے ایک نیا خاندان غلامان کا قیام کیا۔ جو ۱۲۸۸ء تک قائم رہا۔ اس کے بعد ۱۳۲۱ء تک خلجی رہے اور علاء الدین خلجی نے ۱۳۰۶ء میں ہندوستان پر پہلا حملہ کیا۔ چارہی برس بعد مسلمانوں کی فوج ملک کا فوری سرکردگی میں تمام جزیرہ ہند پر ایک سیلاب عظیم کی طرح پھیل گئی۔ مسلمانوں نے خاندان دیوگری اور ورننگل دونوں کو اپنا مطیع کر لیا ہوئیسالابلال خاندان کے دارالسلطنت کو لوٹ کر قبضہ کر لیا۔ چولا اور پانڈوؤں دونوں خاندانوں کا بڑے سے قطع کر دیا لیکن تمام حصہ جنوبی ہند میں طوائف الملوک اور بد نظمی پھیلی ہوئی تھی۔ جنے گورز تھے اکثر ان میں کے شاہی خاندان کے امراء تھے اور بعض مقامی سردار شخص خود مختار ہونا چاہتا تھا اور آپس میں کٹے مرتے تھے یہی حالت جدال و قتال کی برسوں تک رہی۔ ہندو خاندان مسٹٹا گئے تھے اور مسلمانوں کا عروج یوفا فیہ مابڑھتا چلا جاتا تھا کہ ہندو راجہ پچھمسٹٹا لٹے اور گنتی راجہ کی سرکردگی میں ان لوگوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور ایک بہت بڑے لشکر کو شکست دی اور انہی اثنائے میں ۱۳۴۷ء میں دکنی مسلمانوں نے مسلمان بادشاہ سے بغاوت کی اور ملک دکن میں سلطنت بہمنی قیام کی۔ اس طرح چاروں طرف سے مسلمانوں کے زرعے میں ہندو گھر گئے اور ان کی قوت بالکل سلب ہو گئی۔ ہندوستان میں پہلا دور ۱۰۰۰ء تا ۱۳۰۰ء تک راجہ جب کہ چولا خاندان تمام جنوبی ہند میں حکمراں تھا اور دوسرا دور اب ۱۳۰۰ء میں مسلمانوں کا تھا۔ ادھر مسلمان سلطنت بہمنیہ کے استحکام میں جان توڑ کر کوشش کر رہے تھے ادھر دریائے کرشنا کے جنوب میں راجگان بجاگر کی ایک نئی طاقت ابھر رہی تھی۔ دکن میں ہندوؤں کے سارے خاندان تباہ ہو کر کچھ نیا خاندان از سر نو نمودار ہوا اور اس نے



ایسی قوت پکڑی کہ اس سے پیشتر کسی ہندو خاندان کو آج تک بھیر عروج نصیب نہ ہوا تھا۔ راجگان بجا نگر پوری  
دو صدی تک مسلمانوں کے زیرِ مقابل رہے۔ اس طرح جنوبی حصہ ملک میں ۱۳۳۶ء سے لے کر ۱۵۲۲ء  
تک صرف دو ہی عظیم الشان قوتیں کرشنا کے شمال میں مسلمان اور کرشنا کے جنوب میں راجگان بجا نگر دکھلائی  
دیتی تھیں۔ چند صدیوں بعد کے اختتام پر خاندان جھنڈیہ کا خاتمہ ہو کر مسلمانوں کی پانچ سلطنتیں ہو گئیں۔ ان  
کی آپس کی آئے دن کی لڑائیوں نے سلطنت بجا نگر کو بے انتہا تقویت دی۔ ۱۷۲۸ء میں ترسھوار راجہ  
بجا نگر نے پانڈوؤں کا سارا ملک فتح کر لیا۔ چولا خاندان پہلے ہی مرٹ چکا تھا اب بے دے کر چند صدیوں  
کے آخر میں ایک سلطنت بجا نگر کی جنوبی ہند میں ہندوؤں کی بڑی بھاری طاقت رہ گئی تھی۔ چندا اور چھوٹی  
چھوٹی ریاستیں مثل میسور۔ کرشنا کے جنوب میں کتھہ ویر کے ریڈی دھن کی حکومت ۱۷۲۸-۱۳۲۸ء تک رہی  
ٹراونکور کی ہمیشہ سے خود مختار ریاست کے اب بھی باقی تھیں مگر ان سب میں بھی بجا نگر ہی کا غلبہ رہا تھا۔  
سولہویں صدی کے اوائل میں کشن دیورای راجہ بجا نگر نے اپنے مقبوضات کو اور بڑا پایا اور چھوٹے موٹے  
کئی راجاؤں کو مطیع کر کے اپنے خاندان کو انتہائی عروج پر پہنچا دیا۔ ۱۵۶۲ء میں شروع ہوا اور ہندوؤں کا  
سارا ڈھوڑا تر تیر ہو گیا۔ ساری مسلمان سلطنتیں یک دل ہو گئیں اور سب نے مل کر بجا پور کی سلطنت کا  
قلعہ کر دیا۔ رام راج جیسے بڑے بھاری پولیٹیشن کو جس نے سلطنت بجا نگر کو اس درجہ کمال پر پہنچا لیا تھا  
قتل کر کے بجا نگر جیسے عظیم الشان شہر کو لوٹ ڈالا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اسی تلخ جسے جنوبی  
ہند میں ہندوؤں کی سلطنت کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔ خاندان بجا نگر بھی اس معرکہ عظیم جنگ تالیکوٹ  
کے بعد ایسا ٹکڑے ٹکڑے ہوا کہ ان کا پتہ لگانا بھی مشکل ہو۔ اور پھر دوسرا وہ تھا کہ تمام جنوبی ہند میں ایک  
گرٹ بڑھ چکی تھی چھوٹے چھوٹے راجاؤں نے سر اٹھایا جن کے وہ تابع تھے ان سے بغاوت کی اور بعد ہر دیکھو  
ملک دکن میں چھوٹے چھوٹے پالیکار اور سردار حشرات الارض کی طرح چھوٹ پڑے۔ یہ سب ہمیشہ آپس میں  
لڑتے رہتے تھے اور ان کی آئے دن کی لڑائی نے برابر دھائی صدی تک جنوبی ہند میں ایک طوفان  
بے تمیزی برپا رکھا۔ اس زمانہ میں صرف مدرے کے نایک وائریوں نے جو راجگان بجا نگر کے والیہ رے  
تھے کچھ عروج پایا اور انھوں نے پانڈوؤں کی تمام سلطنت اور تاجنور کے نایک وائریوں کو جو چولاویں پر  
حکم راں تھے مطیع کر لیا۔ راجگان میسور بھی خود مختار ہو گئے اور انھوں نے اپنی ایک چھوٹی سی جداگانہ  
سلطنت قائم کر لی۔ مسلمان آہستہ آہستہ پھیلنے لگے اور دیاسے تنگ بھدرا کے جنوبی جانب کے ملک پر

ان کا قبضہ ہو گیا اور مشرق میں ساحل سمندر تک ان ہی کا راجہ پاٹ تھا اور اسی طرح بڑھتے بڑھتے مملکت تلنگانہ کے جنوبی حصہ پر بھی سترھویں صدی کے وسط میں قابض ہو گئے اور اٹھارویں صدی کے شروع میں تو سارے دکن پر ان کی حکومت تھی۔ ۱۶۵۳ء میں مرہٹوں نے تانجور میں حکومت قایم کی جو انگریزوں کے عروج تک قائم رہی۔ ۱۶۳۶ء میں مسلمانوں نے مدرسے پر قبضہ کر لیا۔ ۱۶۳۹ء سے انگریز مدراس میں مقیم تھے وہ بتدریج اپنے مقبوضات میں وسعت دیتے گئے اور رز دہر وزیران کی طاقت بڑھتی گئی اور اسی صدی میں تمامی جنوبی ہند کو انھوں نے فتح کر لیا اور آخر کار ۱۷۹۹ء میں ٹیپو سلطان کو شکست دینے کے بعد تو سارے ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔

بادشاہان ملک دکن | بادشاہان ملک دکن کے مختصر حالات بیان کرنے کے قبل ہم ان سلاطین دہلی کا تھوڑا سا حال لکھنا چاہتے ہیں جن کا تسلط اس ملک میں رہا ہے۔  
بادشاہان دہلی کا سب سے پہلا حملہ دکن پر ۱۶۱۳ء میں ہوا جب کہ سلطان علاء الدین نے ملک کا فوراً اپنے ایک غلام کو جو آگے چل کر زمرہ امرا میں داخل ہو گیا تھا، کو راجہ دیوگیری کی سرکوبی کے لئے بھیجا تھا جس نے تین سال سے خراج ادا نہیں کیا تھا۔ راجہ میں مقادمت کی تاب نہ نہی پانچ سالہ میں شکست کھا کر وہ خود دہلی چلا گیا۔ جہاں دربار شاہی میں اس کی تعظیم و تکریم کی گئی۔  
۱۶۳۰ء میں پھر ملک کا فوراً نے گنپتی راجہ ورنگل پر پڑھائی کی جس کا اصلی نام رز دہر دیو تھا مگر پر تاب رز دہر دوم کے نام سے مشہور تھا۔ اس مہم میں مسلمانوں کی فتح ہوئی شہر پر قبضہ ہو گیا اور راجہ نے صلح کر لی۔  
دوسرے سال پھر دھرماسدھم کے راجہ ہونیسا لالہ لاپر ملک کا فوراً نے پڑھائی کی۔ ملک کا فوراً بہت سرعت سے ملک میں گھسٹا گیا۔ دیوگیری سے بڑھ کر ساحل طیار تک پہنچ گیا جہاں اس مہم کی یادگار میں ایک مسجد بھی تعمیر کرائی۔ ملک کا فوراً نے شہر دیو اسدھم کو تباہ کر دیا اور لاٹری کے مشہور مندر کو لوٹ لوٹ کر دھسلی کو واپس ہوا۔

۱۶۳۱ء میں شنکر دیو لپسہ رام راجہ دیوگیری (خاندان یادو) نے پھر سر اٹھایا اور مالک کا فوراً کو لے اس لڑائی کا تفصیلی حال امیر خسرو نے تاریخ علانی میں لکھا ہے (دیکھو تاریخ ہند صنفہ سہنری البیٹ جلد سوم صفحہ ۸۰) اور تاریخ فیروز شاہی مصنفہ ضیا الدین بہنی میں بھی اس کا ذکر ہے۔ ۱۲

پھر اُس کو زیر کرنے کو انا پڑا۔ اس مرتبہ بھی مسلمانوں کی پوری فتح ہوئی اور راجہ جان سے مارا گیا۔ چار سال کے بعد سلطان علاء الدین نے وفات پائی اور اُس کے مرتے ہی ملک کا قتل کیا گیا۔

۶۳۱ء میں مبارک خلیجی دہلی کا بادشاہ ہوا اور تخت پر بیٹھے ہی اُس نے سب سے پہلا کام دیوگیری پر جنگ کی پھر مسلمانوں کی تیسری لڑائی تھی۔ بادشاہ نے راجہ ہری پال دیو کو (جو رام کا داماد تھا) پکڑ کر اُس کی کھال کھنچوالی۔ اسی بادشاہ کے زمانے میں راجہ ورنگل سے بھی لڑائی ہوئی جس کا تفصیلی حال خسرو خاں ملک خسرو نے اپنی کتاب نورسپہر میں لکھا ہے۔ پھر خود اس جنگ پر گیا تھا۔ اس لڑائی میں مسلمان کامیاب رہے اور بہت کچھ مال و متاع لے کر دہلی واپس گئے۔ مبارک خلیجی کو مع دیگر ممبران خاندان شاہی کے ملک خسرو نے ۶۳۲ء میں قتل کیا اور غازی بیگ تغلق ولیسرے لاہور نے ملک خسرو کو قتل کر کے خود غیاث الدین تغلق کے لقب سے تخت نشین ہوا۔

۶۳۳ء میں سلطان غیاث الدین تغلق نے اپنے بیٹے النغ خان کو بھڑورنگل پر بھیجا۔ ورنگل کا محاصرہ کر لیا گیا قریب تھا کہ قلعہ سر ہو جائے لیکن یکایک بادشاہ کی وفات کی خبر سی اڑی کہ سب معاملہ درہم برہم ہو گیا بہت سے سردار چل دئے۔ لشکر سلاست برتر ہو گیا۔ نوبت باس جا رسید کہ محصورین نے نکل کر اس زور کا مقابلہ کیا کہ رہے سہے لوگوں کے بھی پاؤں اکھڑ گئے اور مجبوراً محاصرین کو واپس ہونا پڑا لیکن ۶۳۳ء میں پھر سلطان نے پرتاب رُدر پر چڑھائی کی اور اس دفعہ پوری کامیابی ہوئی ورنگل پر قبضہ کرنے کے علاوہ راجہ کو بھی قید کر کے دہلی لے گئے۔ ۶۳۵ء میں غیاث الدین نے وفات پائی اور تخت نشین ہوا۔ ۶۳۶ء میں صوبہ دار دکن نے بغاوت کی اور بادشاہ نے اُس کے مقابلے کے لئے ایک لشکر بھیجا۔ صوبہ دار نے بھاگ کر کپلی میں پناہ لی جو بیجانگر کے پاس ہے۔ اُس زمانہ میں راجہ بیجانگر بڑا زبردست حکمراں تھا بادشاہ کی فوج ناکام واپس ہوئی۔ اس کے بعد باغی صوبہ دار میسور علاقہ میں تانور کے راجہ کے پاس پناہ لینے کو گیا جو ہوئی سالہ بالا خاندان کا تھا لیکن راجہ بیچارے نے اس میں اپنی خیر نہ دیکھی اور فوراً بادشاہ کے حوالہ کر دیا جس نے اُس کی کھال کھنچوالی۔

۶۳۷ء یا ۶۳۹ء میں سلطان محمد نے قلعہ دیوگیری کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا اور نام بھی بدل کر دولت آباد رکھا۔

۶۳۸ء میں ملیار میں بغاوت ہوئی سلطان محمد فوراً اُس کے فرو کرنے کو روانہ ہوا لیکن راستے

ہی میں ایسا بیجاپور گیا کہ واپس آنا پڑا۔ اسی زمانہ میں ورنگل میں بغاوت ہوئی لیکن پادشاہ مجبور تھا کچھ نہ کر سکا۔

تین سال بعد ۱۳۲۴ء میں ہندوؤں نے ملک دکن میں ایک کر لیا۔ راجہ ورنگل کے بیٹے رُردیو کا بیٹا۔ کشن نایک راے بیجا نگر۔ بالادیو دیو سمدرم کا راجہ تینوں نے مل کر ایک بڑی بھاری فوج جمع کی اور مسلمانوں کو ورنگل سے بے دخل کر کے پھر خود قابض مختار ہو گئے۔ ادھر تو مسلمانوں کو پھیزک ہوئی اور اس کے تین سال کے بعد خود مسلمان گورنروں نے بغاوت کی گورنر دولت آباد نے خود مختاری کا اعلان کیا اور شاہی فوج کو شکست دی اور یہی گورنر پہلا بھینی پادشاہ ہوا۔

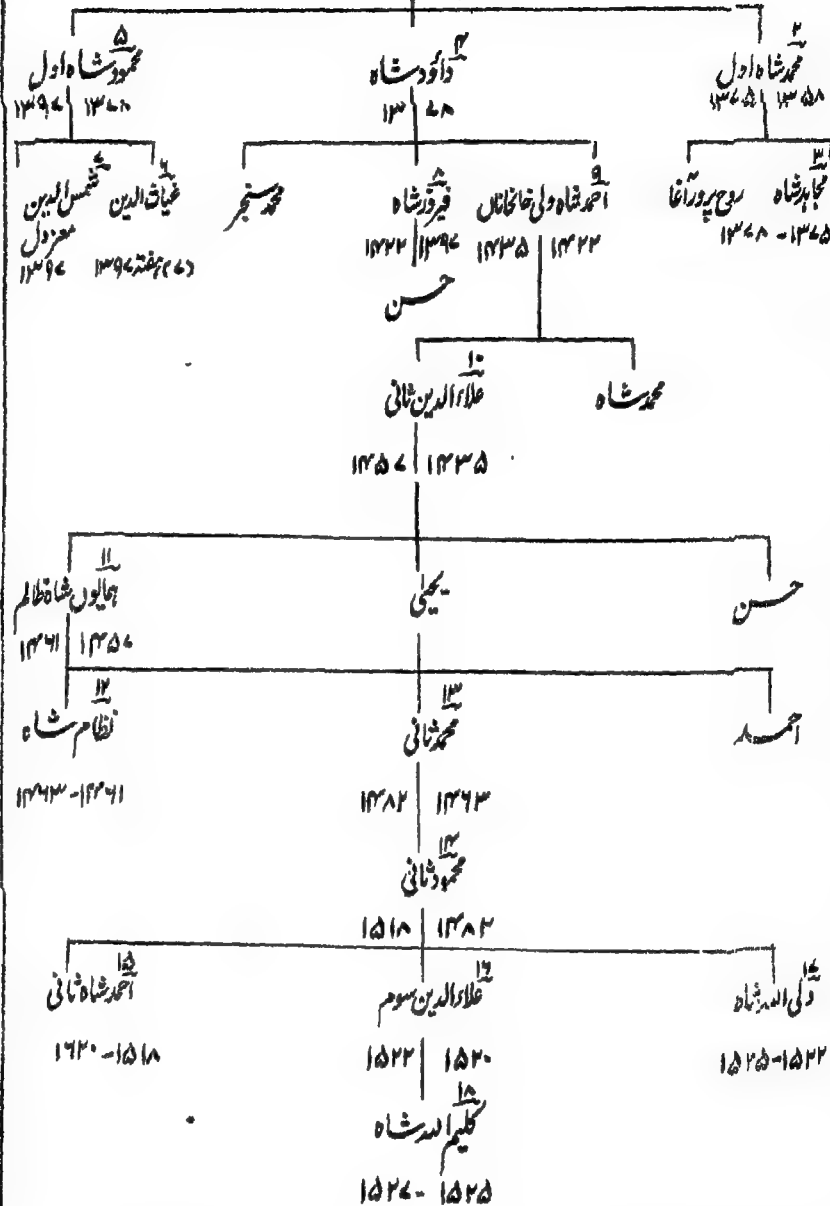
حسن جو گورنر تھا اب پادشاہ ہو گیا۔ پھر ایک غریب آدمی تھا جو کانگو نامی ایک بھین کی مدد سے پادشاہ ہو گیا اور اسی اظہار امتنان میں جب وہ پادشاہ ہوا تو اس نے اپنا نام حسن کانگوی بھینی رکھا اس نے اپنا دار السلطنت گلبرگہ کو قرار دیا اور نام بھی احسن آباد رکھا۔ بھنیوں کی سلطنت قریب ڈھائی صدی کے رہی جس کے پھوٹ کر پانچ ٹکڑے بیدر۔ بیجاپور۔ گولکنڈہ۔ برار اور احمد نگر ہو گئے۔ پرنسپ صاحب نے خاندان بھینی کی فہرست حسب ذیل دی ہے۔

۱	علاء الدین حسن کانگوی بھینی	۱۳۲۴	۱۳۵۸
۲	محمد شاہ (۱)	۱۳۵۸	۱۳۷۵
۳	مجاہد شاہ	۱۳۷۵	۱۳۷۸
۴	داؤد شاہ	۱۳۷۸	+
۵	محمود شاہ (۱)	۱۳۷۸	۱۳۹۷
۶	غیاث الدین شاہ	۱۳۹۷	+
۷	شمس الدین شاہ	۱۳۹۷	+
۸	فیروز شاہ	۱۳۹۷	۱۴۲۲
۹	احمد شاہ ولی (خان خاناں)	۱۴۲۲	۱۴۳۵
۱۰	علاء الدین شاہ (۲)	۱۴۳۵	۱۴۵۷

۱۲۶۱	۱۲۵۷	.....	ہمایوں شاہ ظالم	۱۱
۱۲۶۳	۱۲۶۱	.....	نظام شاہ	۱۲
۱۲۸۲	۱۲۶۳	.....	محمد شاہ (۲)	۱۳
۱۵۱۸	۱۲۸۲	.....	محمود شاہ (۲)	۱۴
۱۵۲۰	۱۵۱۸	.....	احمد شاہ (۲)	۱۵
۱۵۲۲	۱۵۲۰	.....	علاء الدین شاہ (۳)	۱۶
۱۵۲۵	۱۵۲۲	.....	ولی اللہ شاہ	۱۷
۱۵۲۷	۱۵۲۵	.....	کلیف اللہ شاہ	۱۸



1358 | 1359



۱۔ علاء الدین کی سلطنت میں کوئی اہم واقعہ نہیں ہوا۔ تاریخ وفات۔ ۱۲۵۷ء۔  
۲۔ محمد شاہ نے گنتیوں کے ملک کو نورنگل ایک لوٹ والا آخر کار صلح کر لی۔ دوبارہ پھر نورنگل پر چڑھائی کی گئی۔

کر کے راجہ کے بیٹے و نایک عرف ناگد یو کو مار ڈالا اور گوگنڈہ و دیگر علاقہ جات کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد راجہ بجا پور سے ۱۳۶۵ء-۶۶ میں جنگ کر کے قتل عام کیا اور آخر کار مسلمانوں کی فتح ہوئی اور راجہ بجا پور نے مجبور ہو کر صلح کر لی۔ تاریخ وفات ۲۱ مارچ ۱۳۶۵ء۔

(۳) - مجاہد شاہ نے بھی بجا پور پر چڑھائی کی اور کئی دفعہ شہر کو سہا کر لیا۔ ایک دفعہ تو دوسری میل تک پونج گیا لیکن بس پاہونا پڑا اور واپسی میں اپنے چچا داؤد شاہ کے ہاتھ سے ۱۲ اپریل ۱۳۶۵ء کو مارا گیا۔ (۴) - مجاہد شاہ کی بہن نے اپنے بھائی کی جان کا بدلہ لیا اور سازش کر کے ۱۹ مئی ۱۳۶۵ء کو داؤد شاہ کو قتل کر دیا اور علاء الدین کے سب سے چھوٹے بیٹے محمود کو تخت پر بٹھا دیا۔

(۵) - محمود شاہ نے (۱۹) برس بلا کسی قسم کی جنگ و جدل کے امن و امان سے سلطنت کی اور ۲۰ اپریل ۱۳۹۶ء کو دنیا سے رخصت ہوا۔

(۶) - محمود شاہ کے بیٹے غیاث الدین کو غلجین غلام نے ۹ جون ۱۳۹۶ء کو اندھا کر کے قید کر لیا (۷) - شمس الدین کو تخت پر بٹھا دیا لیکن داؤد شاہ کے بیٹوں نے اُس پر چڑھائی کی اور ۱۵ نومبر ۱۳۹۶ء کو اُسے معزول کر دیا۔

(۸) - داؤد شاہ کا دوسرا بیٹا فیروز شاہ تخت پر بٹھا اور اُس نے (۲۵) برس سلطنت کی ۱۳۹۸ء میں دیوارے بجا پور نے سلطنت بہمنیہ پر چڑھائی کی لیکن یہ جنگ راجہ کے بیٹے کو دھوکا دے کر مار ڈالنے کی وجہ سے یکایک رک گئی راجہ کو پریشان ہو کر بھاگنا پڑا اور میدان ہر طرح فیروز شاہ کے ہاتھ رہا۔ ۱۴۰۰ء میں ایک اور لڑائی سنار کی لڑکی پر تھا کی بدولت ہوئی جس کے حسن و جمال پر راجہ بجا پور عاشق ہو گیا تھا اور اُس کو لے جانے کے لیے اُس نے مدگل پر چڑھائی کر دی تھی۔ فیروز شاہ نے بجا پور پر چڑھائی کر دی شہر کا محاصرہ کر لیا۔ راجہ نے کوئی صورت فلاح کی نہ دیکھی اور جو کچھ فیروز شاہ نے کہا ماننا پڑا یہاں تک کہ راجے نے اپنی ایک لڑکی بھی فیروز شاہ کو بیاہ دی۔ ۱۴۱۰ء میں پھر فیروز شاہ نے بجا پور پر چڑھائی کی لیکن شکست پائی فیروز شاہ نے ۱۵ ستمبر ۱۴۲۲ء میں انتقال کیا۔ بادشاہ کالڑ کا حسن موجود تھا لیکن اُس کو تخت نہ ملا۔

(۹) - احمد شاہ (خاناناں جو حسن کا چچا تھا) نے تخت پر بیٹھے ہی بجا پور پر چڑھائی کی اور بے انتہا لوٹ مار اور سختی کی۔ راجہ کو شکست ہوئی اور چڑھا ہوا انعام بھی وصول کیا گیا۔ ورنگل پہنچی جنگ ہوئی جس میں راجہ مارا گیا اور ہمیشہ ہمیشہ کو اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ احمد شاہ نے گلبرگہ سے بید کو پایہ تخت مقرر کیا اور وہیں

۱۹ فروری ۱۲۳۵ء میں انتقال کیا۔

(۱۰) احمد شاہ کا بیٹا علاء الدین ثانی تخت پر بیٹھے ہی اُس کے بھائی محمد شاہ نے رام بھانگر کی مدد سے بغاوت کی لیکن شکست پا کر گرل گیا۔ اسی کے زمانے میں گلبرگہ سے قطعی طور پر دارا سلطنت بیدر میں منتقل ہو گئی۔ ۱۲۴۲ء میں پھر راجہ بھانگر نے لڑائی شروع کی اور کئی بڑی بھاری جنگوں کے بعد صلح ہوئی جو کئی برس تک قائم بھی رہی۔ اس بادشاہ نے ۱۲۵۵ء میں انتقال کیا۔

(۱۱) اس کا جانشین اُس کا بیٹا بھیلوں ہو جو بڑا ظالم اور قاسم تھا جس نے صرف چار برس سلطنت کی۔ آخر کار لوگ اس کے مظالم سے تنگ آ گئے اور ۱۲۶۱ء کو قتل کیا گیا۔

(۱۲) بھیلوں کا بیٹا نظام شاہ اٹھ برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ لیکن اُس کی ماں جو ایک بے نظیر اور قابل عورت تھی بڑی بیدار مغزی سے امور سلطنت محمود گادوان وزیر کی مشورت سے انجام دیتی تھی۔ ۱۲۶۱ء میں اڑیسہ اور تنگنا کے راجاؤں نے پورش کی مگر پس پاہوے سالوہ کے مسلمان بادشاہ نے بیدر پر چڑھائی کی اور ملکہ اور بادشاہ کے بھاگ جانے سے قبضہ بھی کر لیا۔ لیکن خود مالوہ پر ہجرت کی طرف سے بڑھائی ہونے کی وجہ سے ان کو واپس جانا پڑا۔ ۱۲۶۲ء میں بادشاہ بیدر واپس آ گیا۔ ۲۹ جولائی ۱۲۶۳ء میں بادشاہ نے اچانک انتقال کیا۔

(۱۳) نظام شاہ کا بھائی محمد شاہ ثانی تخت پر بیٹھا۔ ۱۲۶۸ء میں بادشاہ کی عمر (۱۸) سال کی تھی جب اُس نے محمود گادوان کو وزیر اعظم بنایا۔ ۱۲۶۹ء میں ملک کو کن راجہ بھانگر کے قبضہ سے لے کر فتح کیا۔ ۱۲۷۱ء راجہ اڑیسہ کے ایک عزیز نے جو تھیسے بے دخل کیا گیا تھا محمد شاہ سے مدد چاہی محمد شاہ نے مدد دی اور ساتھ ہی ملک تنگنا پر بھی چڑھائی کی اور کٹدہ پلی اور راجندر سی فتح کر لیا اور خود تین سال تک راجندر سی میں رہا۔ ۱۲۷۲ء میں دوبارہ اڑیسہ پر چڑھائی کی اور بادشاہ ساحل سمندر پر پھلی پٹن تک چلا گیا اور اسی سلسلے میں سمندر کے کنارے کنارے کنیورم کو ٹوٹا اور بہت سی دولت ساتھ لایا۔ ۱۲۷۵ء میں بادشاہ نے نظام الملک بھری کی سازش سے اپنے قدیم وزیر عظیم محمود گادوان کو قتل کر دیا جس کی وجہ سے سلطنت میں زوال آیا۔ بڑے بڑے امراء سب بگڑ کر اپنی اپنی جگہ جمیعت سمیت بٹھ گئے۔ یوسف عادل خاں جو محمود گادوان کا متنبی تھا چند دنوں بعد بندر گوا کو راجہ بھانگر کی زد سے بچانے کے لیے بھیجا گیا۔ اسی زمانہ میں ۲۲ مارچ ۱۲۸۲ء میں بادشاہ نے انتقال کیا۔



(۱۴) محمد شاہ ثانی کا بیٹا محمود شاہ ثانی تخت پر بیٹھا اس کا وزیر نظام الملک بھری تھا۔ یوسف عادل خاں نے گراسے والیں آیا لیکن اس کی جان لینے کی فکریں یہ نے لگیں اس واسطے وہ بیجا پور چلا گیا محمود شاہ نے اس کی مہم پر کیا وہیں نظام الملک مارا گیا۔ نظام الملک کے مرتے ہی اس کے بیٹے ملک احمد نے جت میں بغاوت کی۔ عہد الملک گورنر برار نے بھی سرکشی اختیار کی۔ بیدریں قاسم برید گرجی غلام وزیر تھا۔ بادشاہ نے ۱۲۹۹ء میں اپنی بیٹی یوسف عادل شاہ سے منسوب کی۔ قاسم برید نے ۱۵۰۲ء میں انتقال کیا اور اس کے بیٹے امیر برید نے بادشاہ کو قید کر لیا۔ ۱۵۱۲ء میں قطب الملک گورنر تلنگانہ نے گولکنڈہ میں بغاوت کی۔ اس کے بعد بیجا پور اور برار کی افواج میں جنگ ہوئی۔ محمود شاہ کا انتقال ۱۵۱۸ء میں ہوا۔

(۱۵) مرحوم بادشاہ کے رط کے احمد شاہ ثانی کو امیر برید نے برائے نام تخت پر بٹھادیا جو بیچارہ ۱۵۲۰ء میں دنیا سے رخصت ہوا۔

(۱۶) احمد شاہ ثانی کا بیٹا علاء الدین شاہ سوم بادشاہ ہوا۔ اس نے چاہا کہ کسی طرح امیر برید کے پنجے سے نجات ملے مگر امیر برید کو خبر لگ گئی اس نے فوراً بادشاہ کو پہلے تو ۱۲۵۵ء میں معزول کیا اور پھر قتل کر دیا۔

(۱۷) علاء الدین سوم کا چھوٹا بیٹا ولی اللہ شاہ تخت پر بیٹھا اور ویرس برائے نام سلطنت کی بعد زہر دے کر اس کا کام امیر برید نے ۱۵۲۳ء میں تمام کر دیا اور بادشاہ کی بیوہ ملک سے عقد بھی کر لیا۔

(۱۸) اس کے بعد کلیم اللہ شاہ لبر احمد شاہ تخت پر بٹھلایا گیا۔ وہ امیر برید کی سختیوں سے تنگ کر ۱۵۲۷ء میں احمد نگر بھاگ گیا اور وہیں انتقال کیا اور خاندان بہمنیہ ہمیشہ کے لئے صفحہ دنیا سے مٹ گیا اور امیر برید جو اس بات کا مدت سے منتظر تھا فوراً تخت پر بیٹھ گیا اور ایک نئے خاندان برید کی بنیاد ڈالی۔ بہمنیہ خاندان کے پانچ حکمران ہو گئے۔

(۱) برید شاہی۔ بیدر (۲) عادل شاہی۔ بیجا پور۔ (۳) عہد شاہی برار۔ (۴) نظام شاہی احمد نگر۔ (۵) قطب شاہی۔ گولکنڈہ ان پانچوں سلطنتوں کے حالات ہم علیحدہ علیحدہ بیان کریں گے۔

## خاندان برید شاہی بیدر

۱	قاسم برید (اول) گرجی غلام	۱۲۹۲	۱۵۰۲
۲	امیر برید (پسر نمبر ۱)	۱۵۰۲	۱۵۰۹
۳	علی برید شاہ (پسر نمبر ۲) جس نے بادشاہ لقب لیا	۱۵۰۹	۱۵۰۹
۴	ابراہیم برید شاہ (ثانی) پسر نمبر ۳	۱۵۴۲	۱۵۴۹
۵	قاسم برید شاہ ثانی (برادر نمبر ۴)	۱۵۴۹	۱۵۰۲
۶	حزرا علی برید شاہ (معزول) پسر نمبر ۵	۱۵۷۲	۱۶۰۹
۷	امیر برید شاہ ثانی	۱۶۰۹	+

قاسم برید محمود بھٹی کا وزیر تھا۔ ۱۵۰۲ء میں اُس کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا امیر برید وزیر ہوا۔ اُس نے کم عمر بھٹی بادشاہ کو نظر بند رکھا اور یکے بعد دیگرے چار بادشاہوں کو تخت: بیدر پر برائے نام بٹھلایا اور آخری بادشاہ کلیم اللہ کے احمد نگر چلے جانے کے بعد ۱۵۷۲ء میں خود مختار ہو گیا۔ اس کے قہر سے دنوں بعد اسماعیل عادل شاہ نے بیدر پر قبضہ کر لیا لیکن آخر کار امیر برید کو بالکل تاج فرمان کر کے بیدر واپس دے دیا۔ امیر برید کے بیٹے علی برید نے سب سے پہلے ”شاہ“ کا خطاب اختیار کیا۔ بہمان نظام شاہ (احمد نگر) سے جو جنگ ہوئی تھی اُس میں اس کے سارے مقبوضات کھل گئے۔ اس خاندان کی نانیچوں میں بڑی گڑ بڑ ہوئی۔ مورخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ علی برید نے (۲۲۵) برس سلطنت کی حالانکہ حساب سے صرف (۱۳۵) برس ہوئے ہیں۔

## خاندان عادل شاہی بیجاپور

۱	ابوالنظر یوسف عادل شاہ پسر آغامراد ملک زادہ روم	۱۲۸۹	۱۵۱۱
۲	اسماعیل عادل شاہ	۱۵۱۱	۱۵۳۳
۳	ملو عادل شاہ	۱۵۳۳	۱۵۳۵

۱۵۵۷	۱۵۳۵	ابراہیم عادل شاہ اول	۴
۱۵۷۹	۱۵۵۷	علی عادل شاہ	۵
۱۶۲۶	۱۵۷۹	ابراہیم عادل شاہ ثانی	۶
۱۶۵۶	۱۶۲۶	محمد عادل شاہ	۷
۱۶۵۹	۱۶۵۶	علی عادل شاہ ثانی	۸
۱۶۸۶	۱۶۵۹	سلطان سکندر عادل شاہ (جو وقت تحت نشینی صغیر سن تھا)	۹

(۱) ۱۶۹۳ء میں یوسف عادل شاہ نے راجہ بیانگر کو شکست دی اور بے شمار دولت اور دوسو ہاتھی لے کر پٹنا۔ اس بادشاہ نے شہر بیجاپور کا حصار بنوایا ۱۵۸۰ء میں پرتگالیوں نے بندر گوگا پر قبضہ کر لیا تھا اسی سال میں یوسف نے پھر پھین لیا۔ اسی سال پھر البوکرک گورنر نے گواہ مسلمانوں سے ہمیشہ کے لیے لے لیا (۲) ۱۵۱۹ء میں اسماعیل عادل شاہ کے عہد میں بیانگر سے اور ایک لڑائی ہوئی مگر رائے کشن دیو کو فتح ہوئی (۵) علی عادل شاہ نے رام راج راجہ بیانگر سے مل کر بادشاہ احمد نگر کو شکست دی لیکن ۱۵۶۵ء کی مشہور جنگ تالیکوٹ میں سب مسلمان بادشاہوں نے مل کر رام راج کو قتل کیا اور اس طرح راجگان بیانگر کا خاتمہ ہو گیا۔ مسلمانوں نے مندروں کو لوٹ ڈالا اور شہر کو بالکل مہیا کر دیا۔ جنگ تالیکوٹ سے دس برس پیشتر ۱۵۵۵ء میں علی عادل شاہ نے بندر گوگا کو پرتگالیوں کے قبضہ سے چھوڑانے کی کوشش کی تھی مگر ناکامیاب رہا۔ پھر دوبارہ ۱۵۶۸ء یا ۱۵۷۰ء میں علی عادل شاہ نے گواہ پرتگالی کی مگر لیس باہونا پڑا۔ ۱۵۷۷ء میں رام راج کے بھائی ترمل راج کے قبضہ سے قلعہ اودھونی فتح کیا اور ترمل راج نے بھاگ کر چندرگیری میں پناہ لی۔ (۷) محمد عادل شاہ کی سلطنت میں مرہٹوں نے سر اٹھایا اور بڑی شورش مچائی۔ سیوا جی نے ۱۶۳۸ء میں بغاوت کی اور سارا ملک کو کن کلیاں سے گواہ تک پھین لیا اس زمانے سے ۱۶۸۰ء تک سیوا جی سے بادشاہان بیجاپور سے مسلسل لڑائی رہی۔ ۱۶۸۶ء میں اوزنگ زیب نے قبضہ کر لیا اور آخر کا یہ ملک بھی ۱۶۸۸ء میں سلطنت مغلیہ میں مل گیا۔



# شجرہ خاندان عادل شاہی

(۱) ابوالمظفر یوسف عادل شاہ

۱۳۸۹-۱۵۱۱

سمیع عادل شاہ

۱۵۱۱-۱۵۳۴

دختر

جس کی شادی احمد شاہ بہمنی سے ہوئی تھی

جس کی شادی بہمن شاہ احمد نگر سے ہوئی تھی

ملو عادل شاہ

۱۵۳۴-۱۵۳۵

ابراہیم عادل شاہ اول

۱۵۳۵-۱۵۵۷

دختر

جس کی شادی علاء الدین محمد شاہ بہار سے ہوئی

علی عادل شاہ

۱۵۵۷-۱۵۷۹

طہاسپ

ابراہیم عادل شاہ ثانی

۱۵۷۹-۱۶۲۶

محمد عادل شاہ

۱۶۲۶-۱۶۵۶

علی عادل شاہ ثانی

۱۶۵۶-۱۶۵۹

سکندر عادل شاہ

۱۶۵۹-۱۶۸۶

سمیع



## خاندان عماد شاہی برار جن کا دار السلطنت ایچ پور تھا

۱۵۰۴	۱۴۸۴	فتح الہ عماد شاہی بہمنی	۱
۱۵۲۸	۱۵۰۴	علاء الدین عماد شاہ	۲
۱۵۶۰	۱۵۲۸	دریا عماد شاہ	۳
۱۵۶۸	۱۵۶۰	برہان عماد شاہ	۴
۱۵۷۲	۱۵۶۸	طفیل خان	۵

شجرہ  
(۱) فتح الہ عماد شاہ بہمنی

۱۴۸۴-۱۵۰۴

بجائے نگر کا ایک ہندو لڑکا تھا جو مسلمان ہو کر سلاطین بہمنیہ کے عہد میں عروج پر پہنچا اور بالآخر خود مختار بادشاہ ہو گیا۔

(۲) علاء الدین عماد شاہ

۱۵۰۴-۱۵۲۸

اس کے عہد میں ہمیشہ جنگ رہی۔ اس سے اسماعیل عادل شاہ ہمالپور کی لڑکی منسوب تھی دریا عماد شاہ

۱۵۲۸-۱۵۶۰ (امن امان سے گزرا)

برہان عماد شاہ

۱۵۶۰-۱۵۶۸

اس بادشاہ کو طفیل خاں نے معزول کر کے قید کر دیا لیکن طفیل خاں بھی بادشاہ احمد نگر کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور یہ سلطنت احمد نگر میں ضم ہو گئی۔

بی بی دولت جن کی تادیبی

حسین نظام شاہ بادشاہ احمد نگر

سے ہوئی۔

## خاندان نظام شاہی احمد نگر

۱	۱۵۰۸	۱۴۹۰	احمد نظام شاہ
۲	۱۵۵۳	۱۵۰۸	برہان نظام شاہ اول
۳	۱۵۶۵	۱۵۵۳	حسین نظام شاہ
۴	۱۵۸۷	۱۵۶۵	مرتضیٰ نظام شاہ اول
۵	۱۵۸۹	۱۵۸۷	میراں حسین نظام شاہ
۶	۱۵۹۰	۱۵۸۹	اسمعیل نظام شاہ
۷	۱۵۹۴	۱۵۹۰	برہان نظام شاہ ثانی
۸	+	۱۵۹۴	ابراہیم نظام شاہ
۹	۱۵۹۵	۱۵۹۴	احمد بن شاہ طاہر
۱۰	۱۵۹۸	۱۵۹۵	بہادر نظام شاہ
۱۱	۱۶۰۷	۱۵۹۸	مرتضیٰ نظام شاہ ثانی
۱۲	۱۶۲۶	۱۶۰۷	ملک عنبر

(۱) احمد نظام شاہ نظام الملک بحری وزیر سلطنت بہمنیہ کا فرزند تھا۔ ۱۴۹۰ء میں اُس نے اپنی خود مختار بادشاہت کا اعلان کیا اور شہر احمد نگر آباد کیا۔ اس نے ۱۴۹۹ء میں قلعہ دیوگیری (دولت آباد) فتح کر لیا۔ اس نے ۱۵۰۸ء میں وفات پائی اور اس کے بعد اس کا بیٹا سالہ لڑکا برہان تخت نشین ہوا۔

(۲) ۱۵۲۳ء میں برہان نظام شاہ اول کی شادی مریم بیگم دختر یوسف عادل شاہ بادشاہ بجا پور سے ہوئی۔ ۱۵۳۱ء میں برہان نظام شاہ اُس کے برادر نسبتی اسمعیل عادل شاہ نے بڑی بھاری شکست دی۔ اس کے بعد سے برابر خاندان نظام شاہیہ اور عادل شاہیہ میں جنگ رہی۔ ۱۵۴۵ء میں برہان نظام شاہ نے راجہ بجا نگر سے بوساطت اُس کے وزیر کے دوستی کا ٹھٹھی اور ۱۵۴۹ء میں ان دونوں میں سلطنت بجا پور کو آپس میں تقسیم کر لینے کی صلاح چھیر گئی۔ اس بادشاہ نے ۱۵۵۳ء میں انتقال کیا۔

(۳) حسین نظام شاہ جب تخت پر بیٹھا تو اُس کی عمر صرف تیرہ برس کی تھی۔ اُس نے سب سے پہلے اپنے بھائی عبدالعزیز کی بغاوت کو فرو کیا اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد بجا پور اور رام راج (جسپانگر) کے ایک بہت بھاری لشکر نے احمد نگر کا محاصرہ کر لیا لیکن آخر کار بہت کچھ سخت شرائط کے بعد صلح ہو گئی۔ ۱۵۶۲ء میں دوبارہ ان ہی دونوں نے کلیان کو جو قدیم پایہ تخت خاندان جلو کیا کا تھکا اور بعد میں سلطنت بجا پور میں شامل ہو گیا تھا واپس لینے کی غرض سے جڑ پائی کی۔ شہر پر قبضہ کر لیا لیکن کچھ ایسا شدید طوفان آیا کہ محاصرین کے ہزار ہا آدمی بھگے مجبوراً پس پا ہونا پڑا۔ ۱۵۶۵ء میں حسین نظام شاہ جنگ تالیکوٹ میں شریک ہوا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ حسین نظام شاہ نے اسی سال ۷ جون کو انتقال کیا۔

(۴) حسین نظام شاہ کا لڑکا مرفضی نظام شاہ تخت نشین ہوتے ہی بجا پور سے جنگ چھڑ گئی لیکن اس بات پر صلح ہو گئی کہ احمد نگر کا لشکر بڑا پرچہ پائی کر کے اور بجا پور واسے بجا نگر کی خبر لیں۔ شاہ ہندشاہ اکبر نے مرفضی نظام شاہ کو براہ کے ملک میں مداخلت کرنے سے روکا لیکن اُس نے نہ سنا اور ۱۵۶۷ء میں اس ملک کو اپنی سلطنت میں ملا لیا۔ ۱۵۶۸ء میں مرفضی نظام شاہ اپنے بیٹے کے ہاتھ سے مارا گیا۔

(۵) میراں حسین نظام شاہ بڑا لالہ بالی شخص تھا اُس نے خاندان شاہی کے تمام لوگوں کو مروا ڈالا وزیر کو اپنی جان کے لئے پڑ گئے اور اُس نے میلوں کے بھتیجے اسماعیل کو جو صرف بلہ برس کا لڑکا تھا میراں کو معزول کر کے تخت پر بٹھانے کی غرض سے بلوا بھیجا۔ فوج نے بغاوت کی۔ وزیر نے بادشاہ کا سر کٹوا لیا مگر وہ خود بھی مارا گیا۔

(۶) اسماعیل نظام شاہ تخت پر بیٹھا اور برائے نام دو سال سلطنت کرنے کے بعد اُس کے باپ برہان نظام شاہ نے معزول کر دیا اور خود تخت نشین ہو گیا۔

(۷) برہان نظام شاہ نے ۱۵۹۲ء میں گواہ فوج کشی کی مگر وہاں بساط اٹ گئی ان کا سپہ سالار پکڑا گیا اور برہان دستبند ہو گیا۔ بادشاہ نے ۱۵۹۷ء میں انتقال کیا۔

(۸) برہان نظام شاہ کی وفات پر بڑے لڑکے اسماعیل کو محروم کر کے چھوٹے لڑکے ابراہیم نظام شاہ کو تخت پر بٹھالایا گیا۔ ابراہیم نے فوراً بجا پور سے لڑائی چھیڑ دی لیکن پہلی ہی لڑائی میں تخت پر بیٹھنے کے چوتھے مہینے مارا گیا۔

(۹) ابراہیم کے انتقال کے بعد ایک گڑبڑ مچ گئی۔ ابراہیم کا لڑکا تو بالکل شیر خوار بچہ تھا۔

افواج کی رائے سے ایک لڑکا احمد ابن شاہ طاہر (جس کو غلطی سے شاہی خاندان کا سمجھ لیا تھا) کو بادشاہ مقرر کیا۔ اس معاملہ میں وزیر اور سپہ سالار فوج کی ان بن ہو گئی۔ وزیر نے مغلوں سے مدد طلب کی اور شہنشاہ اکبر نے اپنے بیٹے مراد کو بہت بڑے لشکر کے ساتھ احمد نگر بھیج دیا۔ شاہزادہ مراد نے آتے ہی شہر کا محاصرہ کر لیا لیکن جرمی اور بہادر چاند بی بی نے خوب مقابلہ کیا پھر بھی شاہزادہ مراد ملک برائے کر نکلا۔ وزیر کو آخر کار اپنی اس حرکت پر کھٹپاوا بھی آیا۔ مغلوں کے ہٹنے کے بعد کہیں ابراہیم کے کم سن بچے بہادر نظام شاہ کو بادشاہت ملی اور ایک نیا وزیر مقرر کیا گیا لیکن اس وزیر نے بھی درپردہ شہنشاہ اکبر سے سازش کر لی۔ اکبر نے احمد نگر پر لشکر کشی کی۔ جرمی بھاری لڑائی کے بعد اکبر نے احمد نگر فتح کر لیا اور اوربے چاری چاند بی بی کو دغا بازی سے مار ڈالا۔ کم سن بادشاہ کو قید کر کے گوالیار بھیج دیا اور مرخصی جو بہان اول کا پوتا تھا بادشاہ ہوا۔ اس نے اچھی طرح سلطنت کی لیکن ۱۶۰۷ء میں حشی سردار نے اسے معزول کر دیا۔ اس وقت سے سلطنت نظام شاہی علی طور پر سلطنت مغلیہ کا جزو ہو گئی لیکن ملک غنبر برائے نام ۱۶۲۶ء تا سچ وفات تک حکم ران رہا اور اس کے مرتے ہی پوری طرح بادشاہ دہلی اس پر قابض ہو گیا اور اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔





<p>شجرہ</p> <p>(۱) احمد نظام شاہ</p> <p>۱۵۰۸   ۱۳۹۰</p> <p>(۲) برہان نظام شاہ اول</p> <p>۱۵۵۳   ۱۵۰۸</p>		
<p>مریم بیگم کے بطن سے</p> <p>ایمنہ بیگم کے بطن سے</p>		
<p>ایک لڑکا</p> <p>شاہ علی</p> <p>مرتضیٰ نظام شاہ ثانی</p> <p>۱۵۹۹ - ۱۶۰۰</p>		
<p>عبدالقادر عرف عبداللہ</p> <p>حسین نظام شاہ</p> <p>۱۵۵۳   ۱۵۵۹</p>		
<p>برہان نظام شاہ ثانی</p> <p>مرتضیٰ نظام شاہ اول</p> <p>۱۵۹۰   ۱۵۹۳</p>		
<p>ابراہیم نظام شاہ</p> <p>۱۵۹۳</p> <p>بہادر نظام شاہ</p> <p>۱۵۹۵   ۱۵۹۹</p>		
<p>احمد بن شاہ طاہر کے چند بیٹے غاصبانہ قبضہ کے بعد تخت نشین ہوا۔</p> <p>احمد بن شاہ طاہر</p> <p>۱۵۹۴   ۱۵۹۵</p>		
<p>خاندان قطب شاہی گولکنڈہ</p>		
۱	سلطان قلی قطب شاہ	۱۵۱۲   ۱۵۲۳
۲	جمشید قلی قطب شاہ	۱۵۲۳   ۱۵۵۰
۳	ابراہیم قطب شاہ	۱۵۵۰   ۱۵۸۱

۱۶۱۱	۱۵۸۱	محمد قلی قطب شاہ	۴
۱۶۷۲	۱۶۱۱	عبداللہ قطب شاہ	۵
۱۶۸۸	۱۶۷۲	ابوالحسن نانا شاہ	۶

(۱) قلی قطب شاہ محمد شاہ بہمنی کی طرف سے ملک تلنگانہ کا گورنر تھا جو محمد کاوان وزیر کے قتل کے بعد کنارہ کش ہو کر گوکنڈہ چلا آیا اور قاسم برید کے زمانے تک بادشاہ کا مطیع و متقا رہا اس کے بعد ۱۵۸۱ء میں خود مختار بادشاہ ہو گیا اور اپنے قبضہ ملک کو بہت سی کشن و کور سے راجہ بجاپور نے ۱۵۸۱ء میں گھاٹوں کے مشرقی حصہ ملک کو فتح کر لیا تھا لیکن اس بادشاہ نے گوکنڈہ اپنی مقام پر بندہوں کو شکست دی اور تمام ملک مابین درباے کشنا اور گوداوری کو فتح کر لیا۔ راجہ مندری پر اس زمانے میں بجاپور خاندان کے لوگ من جانب راجہ بجاپور قابض تھے بادشاہ نے چڑھائی کوئی گزنا کامیاب رہا البتہ ورنگل پر قبضہ کر لیا۔ گوکنڈہ اپنی ہی اس بادشاہ کی فتح کے متعلق ایک کتبہ موجود ہے۔ جمشید پسر دوم کی سازش سے بادشاہ قتل کیا گیا۔

(۲) جمشید اپنے بڑے بھائی کو کچل کر کے خود تخت پر بیٹھا اور ۱۵۸۱ء میں اس کی وفات تک کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

(۳) جمشید کے بعد اس کے بیٹے سبھان نظام شاہ کو جس کی عمر سات سال کی تھی تخت پر بیٹھایا لیکن اہل رائے سخت مخالفت کر کے فوراً اٹھار دیا اور جمشید کے بھائی ابراہیم کو ملک تخت و تاج قرار دیا۔ ابراہیم اس زمانے تک بجاپور میں رام راج کی پناہ میں رہتا تھا مگر ۱۵۹۶ء کی مشہور جنگ تالیکوٹہ میں یہ بھی شریک تھا۔ راجہ مندری پر پہلے ۱۵۹۶ء میں چڑھائی کی گئی تھی لیکن ہندوؤں نے اس کثرت سے لشکر جمع کیا۔ مسلمانوں کی کچھ نہ جلی اور واپس ہونا پڑا۔ ابراہیم جنگ تالیکوٹہ سے واپس آتے ہی راجہ مندری پر چڑھ گئی خاندان اڑیسہ کی قبضہ میں تھی (دوبارہ چڑھائی کرنے کی تیاریاں کرنے لگا اور ۱۵۹۶ء میں نہ صرف راجہ مندری پر قبضہ کر لیا بلکہ چیکا کولی تک سارا ملک لے لیا۔ علاوہ اس کے دریائے کشنا کے جنوب میں بہت سے راجاؤں کو مغلوب کیا۔ اس بادشاہ نے ۱۵۸۱ء میں بیکانیر انتقال کیا۔ بادشاہ نے خود اپنے بیٹے عبدالقادر کو زہر دے کر مار ڈالا تھا اور ایک دوسرا لڑکا باپ کی زندگی ہی میں مر گیا تھا اس لئے فرزند سوم محمد قلی قطب شاہ تخت نشین ہوا۔

(۴) محمد قلی قطب شاہ سے اور راجگان بجاپور سے جواب پس کئے میں رہتے تھے اور گوکنڈہ

پر بہ وقت قابض تھے جسے اب گنتور کہتے ہیں، اسی بادشاہ نے ۱۵۸۹ء میں شہر حیدر آباد کی بنیاد رکھی۔ اُس زمانے میں بھاگ نگر کہلاتا تھا۔ اس بادشاہ نے گندی کوٹہ - کٹر پور اور دریائے پنا کے جنوبی طرف کا تمام ملک فتح کر لیا تھا۔

(۵) محمد قلی قطب شاہ لاؤلہ فوت ہوا اس سبب سے اس کا بھائی محمد قلی قطب شاہ - جانشین ہوا۔ اس کے بعد عبدالعزیز قطب شاہ بادشاہ ہوا۔ لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ محمد قلی قطب شاہ سے اور عبدالعزیز سے کیا قرابت تھی۔ شاہ جہاں بادشاہ کے زمانے میں اورنگ زیب نے چڑپائی کر کے عبدالعزیز کو شکست دی اور بالکل اپنا مطیع کر لیا۔ ۱۶۶۷ء میں سیواچی نے گولکنڈہ پر چڑپائی کی اور بہت کچھ خراج لے کر واپس ہوا۔ عبدالعزیز نے ۱۶۷۲ء میں انتقال کیا اور اس کے بعد اس کا داماد ابوالحسن تانا شاہ بادشاہ ہوا۔ ابوالحسن نے ۱۶۷۷ء میں مرہٹوں سے سازش کر لی لیکن ۱۶۷۷ء میں مغلوں نے پھر چڑپائی کی۔ پھر دوبارہ ۱۶۸۵ء میں اورنگ زیب نے خود لشکر کشی کی اور ابوالحسن کو قید کر کے قلعہ دولت آباد میں بھیج دیا اور ۱۶۸۸ء میں یہ سارا ملک سلطنت مغلیہ میں شامل ہو کر اس خاندان کا قلع قمع ہو گیا۔

### شجرہ

(۱) سلطان قلی قطب شاہ

۱۵۱۲	۱۵۲۳		
ابراہیم قلی قطب شاہ	حیدر قلی قطب شاہ	جہشید قلی قطب شاہ	قطب الدین
۱۵۵۰	لاؤلہ فوت ہوا	۱۵۲۳	جس کو جہشید نے کھول کر دیا
۱۵۸۱		۱۵۵۰	
		سبحان قلی قطب شاہ	
محمد قلی قطب شاہ	لوط کا	عبدالقادر	
۱۶۱۱ - ۱۵۸۱	جو باپ کی حیات میں مر گیا	جس کو باپ نے زہر دیا	

## مسلمان بادشاہان و شہنشاہان دہلی

۱۱۹۳ء میں ہندو راجاؤں سے سلطان محمد شہاب الدین بہار و سلطان غیاث الدین غوری غزنوی نے دہلی پر قبضہ کر کے اپنا دار السلطنت مقرر کیا۔ شہاب الدین ۱۲۰۵ء میں مارا گیا۔ اُس کی جگہ غیاث الدین کا بیٹا سلطان محمود تخت پر بیٹھا اور ۱۲۰۶ء میں پہلا کام اُس نے یہ کیا کہ شمالی ہند کے مقبوضات پر قطب الدین کو جو پہلے تو غلام تھا مگر بعد ازاں میں شامل ہو گیا، بادشاہ مقرر کیا اور اسی سے خاندان غلاماں کی بنیاد پڑی۔

### خاندان غلامان دہلی،

قطب الدین ایبک

۱۲۰۶ | ۱۲۱۰

ایک بہن جس کی شادی شمس الدین التمش سے ہوئی تھی آرام (معزول کیا گیا)

۱۲۱۰ | ۱۲۳۹

معز الدین بہرام (مقتول) سلطان رشید بیگم (مقتول) رکن الدین فیروز معزول نصیر الدین محمود  
۱۲۳۹ | ۱۲۴۲ ۱۲۳۹ - ۱۲۳۹ ۱۲۳۹ | ۱۲۳۹

نصیر الدین محمود علاء الدین مسعود (مقتول)  
۱۲۴۶ - ۱۲۴۶ ۱۲۴۶ - ۱۲۴۶

اس کی وفات کے بعد اس کے وزیر غیاث الدین بلبن نے غاصبانہ قبضہ کر لیا۔

غیاث الدین بلبن

۱۲۸۶ | ۱۲۹۶

بغراخان (اپنے بیٹے کے لئے جگہ خالی کر دی) محمد (اپنے باپ کی حیات میں ایک جنگ میں مارا گیا)  
کیقباد (خلجوں نے معزول کر دیا) کھنرو (جسے قیقباد نے قتل کیا)



## خاندان خلجیہ

علاء الدین  
۱۳۹۶/۱۳۱۶  
جلال الدین فیروز خلجی (علاء الدین نے قتل کیا)  
۱۳۸۸/۱۲۹۵

قادر خاں  
۱۳۹۶-۱۳۹۵  
ارغلی خان (مقتول)  
خاٹناں (مقتول)  
باپ کے مارے جانے کے بعد دوسرے بھائی غیر حاضر ہونے سے ماں نے  
تخت پر بٹھایا مگر خود بخود فرار ہو گیا

شہاب الدین (مکھول)، مبارک قطب الدین، شادی خاں (مکھول)، خضر خاں (مکھول)  
۱۳۲۱-۱۳۱۶

جس کو ملک خسرو نے قتل کیا۔ غیاث الدین تغلق ایک غلام نے جواہر میں سے تھا  
تخت چھین کر خاندان تغلق کی بنا ڈالی۔



# خاندان تغلق

غیاث الدین تغلق

۱۳۲۱ | ۱۳۲۵

محمد خاں الغ خاں

۱۳۲۵-۱۳۵۳

سید سالار جیب

فیروز تغلق

۱۳۵۳-۱۳۸۸

محمد تغلق نصیر الدین

۱۳۹۰-۱۳۹۳

ظفر خاں

البو بکر

۱۳۸۹-۱۳۹۰

فتح خاں

شاہ غیاث الدین تغلق

۱۳۸۸-۱۳۸۹

نصیر الدین نے معزول کر کے قید کر دیا

تخت پر غاصبانہ قابض ہوا مگر  
ساتھ ہی معزول بھی کیا گیا

ہمایوں

محمود

۱۳۹۳

۱۳۹۳ | ۱۳۹۴ | اسی کے زمانہ

لاؤلف فوت ہوا

میں تمغیل نے دلی کو لوٹا۔ محمود

بھاگ گیا اور تیور کی طرف سے

جانشین مقرر ہوا۔



## خاندان سادات

سید خضر خاں ۱۲۱۲-۱۲۲۱

یتیمور نے تخت پر بٹھایا۔ یہ شخص لاہور کا گورنر تھا

سید مبارک (مقتول) ۱۲۲۱-۱۲۳۵

سید محمد - (۱۲۳۵-۱۲۴۵)

سید علاء الدین (۱۲۴۵-۱۲۵۰) اس نے دار السلطنت

دہلی سے اٹھادی اور ساتھ ہی ساتھ

بہلول لودی گورنر پنجاب نے قبضہ کر لیا۔

## خاندان لودی

بہلول لودی

۱۲۵۰-۱۲۸۸

سکندر لودی نظام خاں

۱۲۸۸-۱۵۰۶

ابراہیم لودی

۱۵۰۶-۱۵۲۶

ابراہیم قتل کیا گیا اور بابر مغل نے دہلی فتح کر لی



مرزا عسکری گورنریو

حکیم گورنریو

وانیال  
باپ کی حیات میں فو

(۵) شہاب

۶۲۷



1

.

1

1

## اکتیسواں ضمیمہ

### قلعہ یادگیر

یہ مقام لایچور سے ۴۳ میل جی۔ آئی۔ پی۔ ریلوے پر دریاے جیہما کے متصل ممبئی کی طرف واقع ہے۔ یہاں کا قلعہ مشہور ہے۔ اس قصبے کی آبادی قریب دس ہزار نفوس کے ہے۔ وجہ تسمیہ اس کے مختلف ہیں (۱) بعض کہتے ہیں کہ پہلے اس کا نام ”بیات گیر“ تھا۔ زمان سابق میں کوئی راجہ ”بیات“ نامی ہوگذا ہو وہی اس کا بانی تھا اور زبان سنسکرت میں ”گیر“ پہاڑ کو کہتے ہیں۔

(۲) اس کا اصلی نام ”تیوگری“ تھا۔ کنڑی زبان میں ”تیو“ بیل کو کہتے ہیں جس پہاڑ پر قلعہ واقع ہے اس کی شکل دور سے بالکل بیٹھے ہوئے بیل کی سی دکھائی دیتی ہے اسی وجہ سے یہ نام رکھا گیا جو بگڑ کر ”یادگیر“ ہو گیا۔ یہاں پر ریلوے اسٹیشن سے بخوبی نظر آتا ہے۔ اب یہ قلعہ بالکل ویران ہے۔ پہلے یہاں عرب کی جمعیت رہا کرتی تھی۔ یادگیر مستقر تحصیل ہے جو آب ضلع گلبرگہ میں شامل ہے۔ اسٹیشن کے متصل دو گھرنیاں جو نکالنے کی ہیں اور دو کاٹن پریس ہیں یہاں سے پینتیس میل کے فاصلہ پر بیدر شور پور ہے جہاں کے برنجی برتن مشہور ہیں اور جو بلما ظراجگان بیڈ ایک مشہور تاریخی مقام ہے جس کی تاریخ زبان انگریزی تو اب قراقرز جنگ بہادر نے لکھی ہے اور کرنل میٹر ڈیٹلر جو مدتوں یہاں کے کشتہ بہن اور انہوں نے اپنے مفصل حالات اپنی کتاب ہسٹری آف مائی لائف میں لکھے ہیں۔ قلعہ شاہ پور یادگیر سے (۲۰) میل کے فاصلے پر جس کا ذکر علیحدہ آگے گا۔

(۳) ”یادی“ اس قسم کی بیل کو کہتے ہیں جو اس قلعہ کو گھیرے ہوئی تھی جس پر سے یادگیر نام پڑا۔

(۴) مسلمان اس کی وجہ تسمیہ اپنے ڈھنگ پر دیتے ہیں کہ کسی زمانے میں کسی پادشاہ اسلام کا اس مقام پر بغرض شکار گزر ہوا۔ پادشاہ کو پیاس لگی اور پانی کی تلاش میں اس پہاڑ پر چڑھ گیا کیوں کہ کئی شیریں چشمے یہاں ہیں پادشاہ کا پیس ل گیا اور چشمے میں گر کر غوطہ کھانے لگا اور پہلوؤں سے کما بدگر یعنی ہاتھ پکڑو۔ اس وجہ سے یادگیر نام پڑا۔



## بتیسواں ضمیمہ آخری

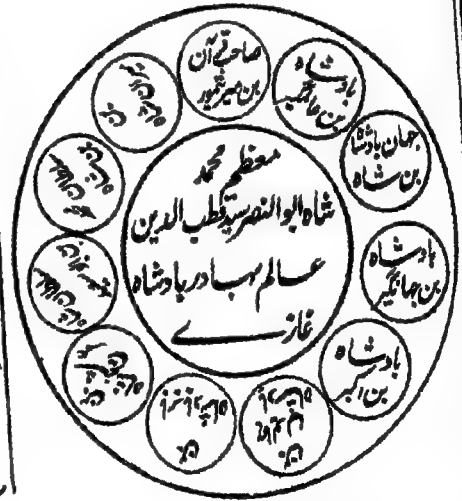
کتاب کی تسوید کے بعد اور چند فرامین تاریخی حالات اور کتبے دستیاب ہو گئے تو ضخامت کتاب مانع تھی مگر دل نے گوارا نہ کیا کہ ایسے بے بہا جواہر کو نظر انداز کروں۔ جس طرح پیٹ بھر جانے کے بعد چٹنی کا چٹھارا زبان کو بھلا معلوم دیتا ہو اسی طرح یہ ضمیمہ بھی ناظرین کی توسیع معلومات اور تفریح طبع کا باعث ہو گا۔  
دولت جاوید یافت جسے کہ نگو نام زیست  
مگر عقبش ذکر خیر زندہ کند نام را

### فرامین شاہی

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ شانہ

سند محمد معظم شاہ ۱۲۱۱ھ

محمد  
سید قطب الدین  
بھادر  
شاہ عالم  
فرمان ابوالنصر بادشاہ



دریں وقت ہیمنت اقران فرمان والا شان لازم الاذعان صادر شد کہ خدمت سر دیہ مکہ و سر ستر دیہ کی پرگنہ جو علی فیروز نگر وغیرہ عرف را پچھو صوبہ دارا القفر پنجاب و پورہ مظفر نگر مارند پورہ با سوم و انعام دیہات درلست و

دلو از م حسب الضمن بنام بلسد یونایک زمیندار کہ بلو از م و مر اسم اتخدا مات کا نیغی پرداختہ و قیقہ از دقالت  
نیکو خد ماتی نامرعی نگزارد و آباد داشتہ پیرامون اخدا ابواب ممنوعہ نگردد و زیادہ برسوم و انعام و لوازم کہ  
مقرر شدہ باید کہ حکام متصدیان مہمات و مشرفان و جاگیرداران و کٹر دربان حال و استقبالی و سر دلیک  
و سر سردلیکی محالات مسطور مستقل و المستہ رسوم و انعام و لوازم باز دارند و جمیع لوجہ عوارض سلطانی و تکالیف  
دیوانی معاف درین باب ہر سال سند مجد دطلبند اندرین باب قدغن مبلغ دانند سال سوم از جلوس مبارک  
تحریر یافت۔

### د برہشت سندند کور

شرح یادداشت واقعہ تاریخ روز دوشنبہ ۲ ربیع الاول ۱۲۳۵ جلوس مبارک موافق ۱۲۱۵ ہجری مطابق  
۱۹ خرداد ماہ ہر سالہ امارت و ایالت پناہ و شہامت و سنگاہ عمدہ قدویان عقیدت نہاد زبدہ مخلصان با حق  
منظور نظر بادشاہی مورد الطاف نامتناہی مہبط اعطاف بیکران خانہ زاد شجاعت  
نشان مصداق الدولہ باقر بیگ بخشی الملک امیر الامرا بہادر نصیر جنگ سر سردار  
نایب اعتقاد خلافت و فرمان روائی اعتماد سلطنت و کشور کشائی مہد قواعد  
معدلت منتظم امور خلافت عقدہ کشائے معاقدین و دولت سپہ آراء مہارک  
فتح و نصرت گنجور اسرار بادشاہی دانائے ضمیر طلب انجمن سرے محفل خلیفہ منہج  
منسخہ دانش و بینائی صاحب رائے عالم زراے دستور وزیر رائے ملک بدر بربان  
و کلاے ذوی الاقدار صاحب الشوکت و العظمت و الاحشام واجب العز  
والشرف و الاحترام قدوہ خوانین بلند مکان عمدہ احرارے اعظم الشان رکن السلطنت  
العلیہ مقدرہ السلطانیہ عمدہ قدویان شجاعت نشان زبدہ یومیان رفیع الشان ظہر  
و منازم ملک مال زاہج منایج دولت و اقبال اسوہ اعظم وزیر راجہ الملک علی المہار  
مظہر خان خانان بہادر ظفر جنگ وفادار نوبت واقعہ نگاری خانہ زاد درگاہ آسمانجاہ  
محمد میر قلی میگردد و قدردان و قدر تقسیم سید کہ بعرض مقدس رسید کہ بلسد یونایک زمیندار  
چندن کیر او غیرہ با جمیعت شالیستہ با فواج بادشاہی در جنگ مقاہیر و مفسدان  
پرگنات سرکار فیروزنگر و غیرہ بقادر زمینداری با فوجداران و زمیندار مذکور ہمیشہ

واجب یادداشت واقعہ فرمان  
بموجب یادداشت واقعہ فرمان  
والا شایان نوشتہ شد  
بموجب غلام محمد  
واقفل اورچہ مذکور شد

واقف مقابلہ شد  
واقفل اورچہ مذکور شد  
بنای ازچہ واقفل آداب شد

جنگ و جدل بنمایند و استاد عادل خان بدست دارد امید و راست و سبکی  
و سر سبکی محالات و لبست سرکار فیروز نگر عرف و بجا پور من صوبہ دار الظفر بجا پور  
و مظفر نگر عرف بلی کھنڈ صوبہ محمد آباد بار سوم و انعام دیہات و لوازم آن مومی الیہ  
سر قراگر و ذابہ جمیعت خاطر مفسدان راتبہ واقعی نموده بند و لبست آنجا از قرار  
واقعی نماید حکم و الاصادر شد کہ بدستور محمد حضرت ہر کہ دیدہ و دانستہ حکم آن صادر  
شود سند فرمان والا دیہہ والا سند دیوانی کافی است مومی الیہ بدتے خدمات  
جا انقشانی نموده از دست مقامیہ و مفسدان آن ضلع بند و لبست و آباد داشته  
و مصدر خدمات نموده در باب عظام فرمان والا صادرا شدہ اول حکم جہاں مطلع  
آفتاب شعاع شرف اصادر یافت کہ دیدہ و دانستہ با فرمان والا اعطا نماید کہ باو  
ممنون بر انطاف شاہی بخاطر جمع بند و لبست محالات بواقعی نماید واقع ۱۲ صفر  
سلسلہ جلوس

بموجب یادداشت قلمی شد شرح خط واقعہ نویس آفکد مطابق واقعی است  
شرح خط امارت و ایالت پناہ بسالت و شہامت دستگاہ عمدہ فدویان عقیدت  
نہما در بیدہ مخلصان با اعتقاد منظور نظر بادشاہی مورد الطاف نامتناہی مہبط  
اعطاف بیکران خانہ زاد شجاعت نشان مصام الدولہ با قربیگ بخشی الملک  
امیر الامراء بہادر نصیر جنگ سر سردار نایب اعتقاد خلافت و فرمان رواے  
اعتقاد سلطنت و کشور کشاے مہد قواعد مہدلت منتظم امور خلافت عقدہ کشاے  
معاقدین دولت سپہ آراے معارک فتح نصرت گنج اسرار بادشاہی و انامے  
ضمیر طلب انجمن ہر اے محفل خلیفہ منہج منسوخ و انش و مبنائی صاحب راے  
عالم آراے دستور و زراے ممالک ابرہان و کلاے ذی الاقدار صاحب الشوکت  
والعظمت والاہتنام و اجب العز والشرف والاحترام قدوہ خوانین بلند  
مکان عمدہ اہراے اعظم الشان رکن السلطنت العلیہ نظام الملک آصف الدولہ  
آنکہ صا در شرح خط سیادت و نقابت پناہ شرافت و نجابت دستگاہ موتمن



بواقعات امارت و ایالت پناہ و شہامت و سنگاہ عمدہ مافوق و یان عقیدت

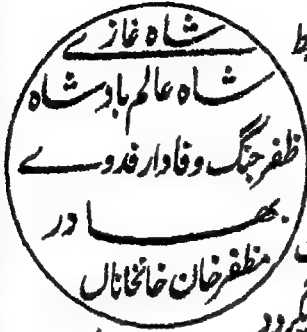
نہاد زیدہ مخلصان با اعتقاد منظور نظر بادشاہی مورد الطاف تاج شاہی محیط

اعطاف بکیران خانہ زاد شجاعت نشان صمصام الدولہ با قمر بیگ

بخشی الملک امیر الامراء بہادر نصیر جنگ سرسردار نایب اعتقاد

خلافت و فرمان رواے اعتقاد سلطنت و کشور کشائی مہد قواعد عدالت

منظم امور خلافت عقدہ کشائے معاہدہ دین و دولت گجرات بادشاہی میگردد



۲۶ جمادی الاول

نوٹ۔ یہ معظّم شاہ فرزند اورنگ زیب بادشاہ کی سند کی نقل ہے۔ عبارت ظہری سند سے ظاہر ہے کہ  
باسید یونایک زمیندار چندن کیرہ (یہ موضع دیو درگ تحصیل سے ایک میل ہے) مفسدان و انگرہ دبیر رشور پور  
سے چھ میل ہے جو قدیم مستقر راجگان رشور پور کا تھا) کی جنگ میں افواج شاہی کے ساتھ رہا ہے ۱۲

بسم الله الرحمن الرحيم

فرمان محمد ابراہیم عادل شاہ  
۱۰۶۵ھ



فرمان ہمیں شرف صدور یافت بجانب حوالداران و ٹہانہ داران و سرسمستان و عاملان و دیسایان معاملہ  
مدگل و قلعه کوٹل پرگنہ گنگاوتی و سمت کوٹلی و پرگنہ منگلور و پرگنہ کونور و پرگنہ کنشلی و پرگنہ پلیر و پرگنہ رور کٹہہ و  
پرگنہ مسکی و پرگنہ بنگل کوٹ و پرگنہ گرگنہ و گونوار و میدان راو کوٹ و سمت سرگپ و سمت پلکٹہ و پرگنہ تانور گیرہ و  
ولایت اناگندی تا حد بندی تہ بھدر راو معاملہ سوڈور و موضع مشور بھوت گاؤں آنکھ از شہور سنہ خمس و خمیسین  
والف در بنیو الاحوال و دستخواہی و نیکو بندگی مقدم الامثال امرای اور چنایک کنگ گیری کار از معرفت



عزت و شجاعت دستگاہ مرشدان کا آگاہ عمدہ و زراے عظام زبدۂ احرار کے کرامت نگار دریاے مہدی و  
 مردانگی گوہر کان فیروز مندی و قزاقی فارس مضار شجاعت مبار زمینان شہامت شالیستہ فراوان عاطفت و  
 تحسین مترا و ہزاراں محبت و آفرین خان عالی شان اقبال نشان فرزند رشید سپہ سالار دوران کہ عرض کند  
 سپہر اعلیٰ فضل و فضل افضل از ہر ملکہ بجائے تسبیح آواز برآید فضل فضل خلاصہ نیکو خواہان ملک گیر  
 کشورستان فضل خان محمد شاہی بدرگاہ محلی روشن گردید نابراں بحر احکم بدیع شاہانہ و قراط الطاف خسروانہ  
 نایک مومی الیہ راسر فرزند ممتاز گردانیدہ حوالہ خان مومی الیہ فرمودہ میراث دیسکت و ناظر تلوارگی پرگنہ گنگاوتی  
 مذکور و ناظر گنگاوتی و ناظر تلوارگی پرگنہ نولی ندبور و ناظر تلوارگی ولایت ایگندی تا حدندی تنگ بھدرام پور و قلعہ  
 کوہیل و پرگنہ منگل پور و پرگنہ کونور و پرگنہ کشنگی و پرگنہ یلبرگہ و معاملہ مدگل و پرگنہ رور کندیہ و پرگنہ مسکی و پرگنہ بنگل  
 کوٹ و پرگنہ گرگنہ و سمت سرگوبہ و سمت بلکنہ و سمت کندکل و پرگنہ تالورگیرہ مع انعامات اتنی دیسانی  
 گنگاوتی و دیسیوہ ورتنہ وکاولی و دیہہ تلوارگی و اہلی سمت کینر و موضع پلگور یہاں موضع الیہ ملی موضع  
 ساتاپور و موضع لکھن پور و معاملہ سوئندور ندبور و موضع مسوڑھو تنگاؤں مذکور و بعض حق لوازمات نوبت و بھوگوٹ  
 سابق بنایک مشار الیہ مقرر و محنت فرمودہ شدہ است می بایکہ حسب المسطور مقرر و مستقر دانستہ تمام و  
 کمال بر حکم بھوگوٹ سالانہ باد و نبالہ نایک مومی الیہ نمایند و دیگران را دخل شدن نداده بعدا و با و لا و احقاد  
 اورواں دارند عذر فرمان ہر سالہ نمودہ سال بسال ہمیں فرمان جاری سازند و ہر کہ از طرف شجاعت و  
 عزت و دستگاہ عمدہ دولت خواہان و فاکیش قدوہ ہوا خواہان خیر اندیش زبدۂ الصایل والاخان خلاصہ الامثل  
 والا قسراں رکن الدولۃ القاہرہ مہاراج فرزند شاہجی ہونسلہ و کسان کہ بنایک مومی الیہ خلاف نمینند  
 آہنہا بنایک مومی الیہ امداد نمودہ بموجب نوشتہ نایک مومی الیہ سرانجام مے نمودہ باشند کہ نایک مومی الیہ  
 قدیم کسی زرادہ دولت خواہ درگاہ است بہر وادی مدد و معاون او بودہ باشند نقوش نوشتہ گرفتہ اصل فرمان  
 باز دہند تا دانند بر حکم فرمان اشرف روند تحریر فی التاریخ لبست و یکم شہر جمادی الاول ۱۰۶۵ ہجری

پروانگی حضور خورشید ظہور اشرف اقدس ہیومن اعلیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الملک لہ

فرمان محمد ابراہیم  
عادل شاہ ۱۰۶۶ھ

مہر محمد ابراہیم عادل شاہ

فرمان ہمالیوں شرف صدور یافت بجانب عاملان و دیسائیہاں حصار کنگلی گیری آنکہ از شہور سنہ  
ستہ و خمیسین و الف حصار مذکور در وجہ مقدم الامثال و الاقران ادرج نایک بدستور قدیم مقرر و محبت  
فرمودہ شدہ است باید کہ حصار مذکور بدستور قدیم مع کاوہ و لوازمہ و نبالہ نایک مشائر الیہ نمایند و در قبض و  
انصرف مومی الیہ باز گزارند تا دانند بر حکم فرمان اشرف اقدس ہمیون اعلیٰ روند تحریری چارم شہر جادی الثانی  
سنہ ۱۰۶۶ھ بمسک۔

پروانگی حضور اشرف اقدس ہمیون اعلیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الملک لہ

فرمان محمد ابراہیم عادل شاہ  
۱۰۶۶ھ

مہر ابراہیم عادل شاہ

جگت گرو

فرمان ہمالیوں شرف صدور یافت آنکہ زبدۃ الاشباہ و الاقران ادرج نایک گیری کالینیاں  
بے غایات بادشاہانہ و لوازش و انتفات خسروانہ سرفراز و ممتاز بودہ بدانکہ دولت خواہی و نیکو بندگی محلال

نگلی اود بساطت عزت و شجاعت دستگاہ مزاج دان کارا گاہ عمدہ ذرا سے غلام زندہ امرائے کرام تنگ  
 دریائے مردی و مردانگی گوہر کان غیر فرزند می و فرزانگی فارس مضار شجاعت مبارز میدان شہامت شالیستہ  
 فردان عاطفت و تحسین سزاوار ہزاران محبت و آفرین خان عالی شان اقبال نشان فرزند رشید سپہ سالار  
 دوران گری عرض کند سپہا علی فضل فضلا و فضل افضل از ہر ملکہ بجائے تسبیح آواز بر آید فضل افضل خلاصہ  
 نیک خواہان ملک گیری و کشورستان افضل خان محمد شاہی دانشین خاطر مقدس شد و بہ نیابت مجرایے اود در  
 خدمت سراسر سعادت اقدس گردید باید کہ یہیچ وجہ نہ پیشہ خودہ و قول ثواب ہیوں را شامل حال خود دانستہ  
 بزودی خود را بشرف بساط بوسی برساند کہ انشاء اللہ بجز از آمدن او بحضور پر پور وزارت محرمت فرمودہ نوے  
 سرفراز و سربلند خواہم فرمود کہ محسود اقران و امثال خود شود و درین باب تاکید بلیغ دانستہ بر حکم فرمان اشرف  
 اقدس رود و عجالت الوقت بہتہ مزید سرفرازی او خلعت فاخرہ فرج محرمت فرستادہ شدہ باید کہ باخذ و پس  
 آن بر اقرار گردیدہ بزودی خود بحضور مزبور برساند و لمحہ توقف نکنند تا داند تحریری ۸ شہر ربیع الاول ۱۲۶۷ھ  
 پروانگی حضور اشرف اقدس ہیوں اعلیٰ

ہوا الخلیل  
 الملک لہ

فرمان محمد ابراہیم عادل شاہ  
 سال ۱۲۶۷ھ



فرمان ہیوں شرف صدور یافت بجانب عاملان حال و استقبال و دیسایان سمت سرگوبہ معاملہ  
 مدکل آنکہ از شور سنہ آشی اربعین و الف دریں و لا مقدمۃ الا امثال لکشان گتی کنگ گیری از روی صدق  
 نیت و صفائی عقیدت بدرگاہ والا آمدہ و لعتبہ بوسی سرفراز و ممتاز گشتہ دریاب و رتنہ و النعام خود التماس  
 نمود بنابران ازراہ مراحم بادشاہانہ و قوطعوا طفت خسروانہ و رتنہ و النعام مشار الیہا آنچہ در سمت مذکور سال آباد

چلیدہ است باد و ہانیدہ شدہ باید کہ ورتنہ و انعام بموجب سالاباد و نیالہ او نمایند تعلیق نوشتہ کرقہ اصل فرمان  
باز دہند بر حکم فرمان اشرف روند تحریری عہد شہر ذی الحجہ ۱۰۹۵ ہجری  
پروا تکی حضور اشرف اقدس ہیوں اعلیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الملک

فرمان سکندر عادل شاہ  
۱۰۹۵ھ

یا الدین  
مدد

فرمان ہیوں شرف صدور یافت بجانب مقدم المثال او طرح نیک گنگ گیری آنکہ از شہر سنہ  
اربع ثمانین و الف چوں تحفہ کہ بوساطت ایالت و امارت ایاب حشمت و ابہت انتساب شوکت مہابت  
پناہ نصفت و عظمت دستگاہ سلالہ آل ملک و آیین خلاصہ اولاد سید المسلمین نگین خاتم جاہ و نگین مدبر عالم الاصفین  
... خاتم شجاعت و بختیاری آب گوہر شہامت و جانشہار سیف مسلول بازوئے شہنشاہی در مخ مصقول  
معرکہ دشمن کاہی مقدمہ الجیش معارک ملک گیری و جہانستانی .... آہنگ مہارب فیروز بندی و کامرانی طراز  
آئین ابہت و اجلال و گوہر دولت و اقبال شیر دل زر نگاہ تہور و جلالت شہزہ خصال میدان تیغ زنی و  
شجاعت سپہ سالار سپاہ فتح و فیروز می سر لشکر افواج دشمن افگنی و بہروری قوت سنان نصرت و کامگاری زور و  
فتیابی و نامداری سرکار و زراے نامدار سردار امرای عالی مقدار بطرح انظار عنایت تہور و لطافت .....  
سرایت خان عالی شان رفیع المکان خلاصہ دیراے شیع الشان زبدہ خوانین زمین فرمان سرمد نیک خواہان  
ملک گیر کشورستان جواں بخت سعادت توامان شہزہ خان قبول بدر گاہ والا نمودہ بود از انجملہ مبلغ پنج ہزار صحن  
باقیت باید کہ مجرور رسیدن فرمان جہا نمطل خورشید ارتقل عہدی مبلغ مذکور بحضور وافر السور بمعرفت عزت و شوکت  
دستگاہ رفعت و معالی عمدہ مقربان در گاہ نقادہ خیر اندیشان ہوا خواہ فدوی صداقت شعار ملک اعظم اکرم  
ملک کلدان بفرستند و بعد از رسیدن زر مذکور بدر گاہ والا جاہ کتبہ کتبش خانمعالیہ است واپس یاد دادہ شود و  
این حکم علیہ عالیہ را ہرگز بر پنج احدے اطہار نمایند و پس از وصول زر مذکور صاحب خانمعالیہ کہ در ان حالت

بمضوریٰ فیض النور طلب فرمودہ شیخ محمد بن شیخ علی خواصی رکاب رافرستادہ شدہ است حسب فرمودہ عالی  
بجمل آوردانہ بر حکم فرمان اشرف رود تحریر فی التاریخ دوم صفر المظفر ۱۰۹۵ ھ ہجری۔  
پرواگی حضور خورشید طہور اشرف اقدس اعلیٰ

فرمان عادل شاہ ثانی  
سنہ احدى ثلثین و الف بدنگاہ والا روشن گردید کہ شتر زہ خان از روئے قمری

ولایت عربت دستگاہ شوکت و مہابت انتباہ سلالہ فرزانے ذی شان عمدہ اعراے فی فروری نشان  
شیر بیشہ مردانگی ننگ شجاعت و فرزانی خان عالی شان نواب عبد الرحیم ہیلول خان قابض بنودہ فتنہ و فساد  
برپا کردہ است اندا حکم استیصال متمر و مذکور فرمودہ شدہ می باید کہ متعلقان نواب مومی الیہ را مدد و کمک نمودہ  
باہنہ متفق گشتہ متمر و مذکور را گوشمال نمود نیست و نابود سازند اگر دریں باب عذر و اہمال مرزندانہا را استیصال  
نمودہ خواهد شد در نیاب تاکید بلوغ داشتہ حسب الامر اشرف عمل نمایند تحریر بہست و ہشتم صفر ۱۰۹۵ ھ ہجری

رایچور کی دفتری مسجد کا کسٹری کتبہ  
یہ کتبہ کسی دیول کا ہے جس کا حصہ زیریں تلف ہو گیا جو باقی رہ گیا  
ہو اسے مسٹر شاستری نے ترجمہ کیا ہے۔ اس کتبہ میں جن دیولوں کا حوالہ ہے ممکن ہے کہ ان میں کاکوئی دیول ہی مسجد ہو  
کیوں کہ مسجد کا طرز عمارت ہمارے اس خیال کی تائید کرتا ہے۔

(۱) سورج (۲) گرد کی ٹھکی ہوئی شکل جس کی چوڑی وازناک اور سر پر تاج (۳) وشنو کی استادہ تصویر جس کے  
بالائی ہاتھوں میں سنگھ اور آفتاب کا چہرہ ہو اور دشا سے زیریں میں کنول کا پھول اور عصا (۴) ایک چوتھے  
پر لنگ جس کے سر پر پھولوں کا ہار ہو (۵) ایک ہلال (۶) مقدس پیل (۷) نیچہ (۸) گائے جو چھڑے  
کو دو دھار رہی ہے۔

کتبہ کے ناصیہ کی عبارت میں کالا چور یا خاندان کے راجہ ریا میواری بھوج بلال دیو کا تذکرہ ہے۔ جس  
کی سلطنت کے آٹھویں سال جیا نام سچ مار گیسر پنچنی اتوار کے دن (۱۱۴۳ ھ) موقع گیارہ گلاں (تعلقہ رایچور)

۱۵ اس فرمان پر دیہی مہر ہو جو قاضی صاحب مدگل کے فرمان پر ہو۔ قصبہ تاو رگیرہ مدگل سے بارہ کوس ننگسور لنگا دنی کی  
سنگ پر ہے۔

کاہر تہلی فی کس ایک ایک ناپ تیل کا برہمیشور اور ترہجوں کیشوکی دوامی روشنی کے لیے دیا کرتے تھے۔  
اس شکستہ کتبہ کی صرف چھ سطریں باقی رہ گئی ہیں جن میں مغربی چلو کیا خاندان کے راجہ ایگھاڑی کا ملا کا نام واضح  
طور پر درج ہے۔ اس نام کے دور راجہ ہوئے ہیں پہلے ۱۸۰۱ء سے ۱۸۰۲ء اور دوسرے ۱۸۰۳ء  
سے ۱۸۰۴ء تک سلطنت کی ہو۔ اس راجہ کے معمولی تعظیمی القاب مالک الارض شاہ شہنشاہان۔ مالک و  
خداوند شاہنشاہ اعلیٰ جوہر قوم سینا سربا۔ جوہر چلو کیا خاندان۔ اس کے بعد کسی بڑے مقدس بزرگ کے حالات  
شروع ہو کر پتھر ٹوٹ گیا ہو۔

## کتبہ دیول سومپا واقع قصبہ کرڑکل

### بزبان کنہری شروظظم

(۱) سید اور اس کے مقامی قایم مقام پچم مغرب (سوماساکن کرڑکل سے خطاب کر کے) بجا نامی رئیس  
کی نسبت کلمات دعائیہ۔

(۲) جمہوریہ پاک کے وسط میں جو سمندر سے گھرا ہوا ہے سونے کا پہاڑ ہے جس کے جنوب میں بھارت کشمیر  
(ہندوستان) ہے جس پر شاہنشاہ بھلا مایا دو قوم کا حکم رہا ہے۔

(۳) اس کا باج گزار ایک شخص بجا راسا اول نام کا تھا جو کہ مہا خاندان کا تھا جس کا فرزند کاچا اول  
تھا۔ کاچا اول کا فرزند کیریا دوم تھا جس کی مہر و ثنائیں متعدد اشعار درج ہیں ان اشعار میں  
کوئی واقعات تاریخی نہیں ہیں سوائے اس کے کہ وہ مہامند لیسور (ولیسرے) تھا اور جو اس خطہ  
ملک کرڑکل ناٹو پر حکم رہا تھا۔ بجا دوم اور اس کی رانی واجلا دیوی کا فرزند کاچا دوم نامی تھا۔ کاچا  
دوم اور سنگلا دیوی سے ایک لڑکا بجا سوم پیدا ہوا جس کی رانی کا نام ہلا دیوی تھا۔

(۴) بجا سوم کے امرا میں ایک شخص ملیا نایک تھا جس نے کہ مہا خاندان کو جو معدوم ہو چلا تھا عروج پر  
پونچایا اور بجا سوم کو مرتبہ عالی ولیسرے پر نامزد کیا۔ ملیا کا دوسرا نام ولایا (سانپ) بھی تھا۔

(۵) ملیا نایک کی ماں کا نام کاو دی تھا۔ اس کے چھوٹے بھائی کا نام اپنا یا نایک تھا اور ملیا نایک

کی بیوی کا نام چندا دیوی اور لڑکے کا نام اُتیا تھا۔ ملیا نایک سیدو کا پیر و تھا۔ اپنے مالک بھاراسا کے تحت میں ملیا بطور وزیر کے ضلع کڑکل ناٹو کا انتظام کرتا تھا۔

(۶) اس ضلع میں سب سے عمدہ بستی قصہ کڑکل تھی جس میں جس طرف (چاہو نظر اٹھا کر) دیکھو بے شمار

شالیزار کے تختے (کے تختے) ہیں۔ متعدد تالاب پانی سے لبریز۔ (دل خوش کن) حکمت نیشکر کے

ہرے بھرے باغات۔ مرقہ بحال لوگ۔ امرا کی ٹپھتی ہوئی پودان گنت سیدو کے مناد اور سایہ دار

درختوں کے جھنڈ مبارک ہو! جب کہ بادشاہوں کا بادشاہ پرتاب چکروتی یادونا راین بھلا مادیو

حکم راں ہی۔ مبارک ہو! جب کہ اُس کا باج گزار واپس لے اعظم کد میا خاندان کا سردار (جس کے

معدوظطبات درج ہیں) منے سے حکمرانی کر رہا ہو اور اپنی دارالسلطنت مگل ٹپن میں امن چین کی باتیں کر رہا ہو۔

(۷) پرتاب چکرونی یادونا راین بھلا مادیو کی سلطنت کے سال ششم میں ورو دھی کرت سموتسریہ چٹھا۔ بد۔

اتوار۔ سورج گرہن دیا ٹی پاٹار اُس الجدی ملیا نایک وزیر بھاراسا نے ایک حکمت جو رقیبیں سو شتر

تھا ایک لنگایت ساکن کڑکل سے خرید کر کے پسیم سو مناتھ دیو کی پوجا پاٹا کے لئے جو خود بخود پیدا ہوا ہے

اور جو باد الہ آباد سے ہی نذر دیا۔

(۸) اس فقرہ میں مذکور ہالاکھیت کی حدود اور بعد درج ہیں اور اُس کی تقسیم کی صراحت ہو اور آخر میں

حسب معمول اس پر عمل نہ کرنے والے کے لئے کلمات تہدید درج ہیں۔

مسٹر شاستری جنھوں نے اس کتبہ کو پڑھا ہے اُن کے بیان پر۔

یہ کتبہ بلحاظ واقعات تاریخی کے نہایت اہم ہے۔ پہلے پہل اسی کتبہ سے خاندان یادو کے بھلا راج

کی صحیح تاریخ کا پتہ چلتا ہے اور یہی تاریخ گدگ کی ایک دقری سند میں بھی درج ہے لیکن مزید برآں سرمانی خط

استوا Winter solstice اور سلطنت کے سال ششم سے ہم بھلا مادیو کے زمان

سلطنت کا صحیح پتہ چلا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر فلیٹ نے گدگ کے کاغذات اور دوسرے کتبوں سے پھر رے قایم کی ہے کہ بھلا مادیو

۸۸-۱۱۸۷ء میں تخت پر بیٹھا بمبئی گزٹیر خاندان ہارے اضلاع کرناٹک جلد اول حصہ دوم صفحہ ۸۸

لے کر ارض کے خط استوا سے آفتاب کے سب سے زیادہ فاصلے کے حدود جن کو بمبئی قاسم گراماں سلطان (اُتریان سورج) اور بلحاظ

موسم سرما اس الجدی (دکھیان سورج) کہتے ہیں مگر یہ ۲۱ جون اور ۲۱ دسمبر کو یہی ہیئت کذا فی واقع ہوتی ہے۔

لیکن اس کتبہ کی رو سے ص ۸۶-۸۷ء برآمد ہوتا ہے اور اس لحاظ سے کتبہ کی تاریخ ۱۱۹۱ھ (۱۷۷۶ء) جون ۱۱۹۱ھ یوم یکشنبہ، ڈاکٹر فلیٹ کے اس حساب کی رو سے ٹھیکری ہو گا کہ گدگ کے داخلوں سے لیا گیا ہو۔ لیکن خاندان کدیمیا کے بجا راسا رنیس یا اس کے آبا و اجداد کا پتہ اب تک کسی اور مطبوعہ کا غلات سے نہیں چلا ہے۔

**مدریان کوٹ** ہٹی معدن طلا کے قریب مدریان کوٹ ایک مقام ہے جو گرگنہ اور ہٹی کے درمیان واقع ہے یہاں قدیم زمانہ کی سنگ سیاہ کی ایک بہت بڑی گڑھی ہے جس کا ٹوٹا پھوٹا حصہ اب بھی موجود ہے۔ اس گڑھی کے رہے سے پتھر والی سمستان گرگنہ نے دو ہزار روپیہ میں معدنیات کو فروخت کر دیئے جس سے انھوں نے ایک جدید تالاب بنالیا اور اس طرح گڑھی کی قدیم یادگار مٹ گئی اب صرف ایک طرف کی دیوار باقی رہ گئی ہے۔ یہاں کے دو کتبے مشرقی مشرقی سرشتا ستری سے پڑھو اگر کچھ کو دیئے جو بلحاظ قدیم تاریخی واقعات کے نہایت نادر ہیں۔ ہم ان کا ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(پہلا کتبہ) اس کتبہ کی تین بالائی سطریں بالکل مٹ گئی ہیں اس کے بعد کا ترجمہ یہ ہے۔  
ان میں ایک سطر سنسکرت زبان میں ہے اور باقی کٹری میں جن میں راجہ ترہون ملا کی برج و ثنائیں ہیں جو مغربی چلو کیا خاندان کلیان (حیدر آباد دکن) کا مشہور راجہ و کرماجیت ششم تھا جس نے ۱۰۷۷ء سے ۱۱۲۷ء تک سلطنت کی ہے۔ اس کی دارالسلطنت کلیان نے ویڑو کا ذکر ہے۔ دس سے بارہویں سطریں راجہ کی سب سے بڑی رانی چاندلا دیوی کا ذکر ہے جو نہایت حسین عورت تھی۔ بلجاما نے بیان کیا ہے کہ اس رانی نے سوایم ورا کی ایک بہت بڑی مجلس منعقد کی تھی جہاں اطراف و اکناف کے بہت سے راجہ جمع ہوئے۔ ان میں سے رانی نے چلو کیا خاندان کے راج کنور و کرماجیت کو پسند کر کے اس کے گلے میں شادی کا ہار ڈال دیا۔ رانی کے پلیسور مدگنور کی نذر و نیاز اور پڑ پڑ کے دیئے عطیات دیئے جس کی تفصیل اس جگہ کے حروف مٹ جانے سے نہیں کی جاسکتی پندرہویں سطر میں کتبہ کا سنہ چلو کیا بکرما سمیت (۱۱۹۱ء مطابق سال بھاوا پشیا سدی ۸) دو شنبہ آرتیا ناما سکرا انتی درج ہے جو چینی طور پر ۹۵۵-۱۰۹۴ء قرار پاتا ہے۔ سطر ۱۶ تا ۱۹ میں کالا چوریا خاندان کے ایک در راجہ کی تعریف درج ہے جو غالباً راجہ بکرماجیت کا باج گزار تھا۔ اس کے بعد کی عبارت بالکل مٹ گئی ہے اور پڑ پڑ جانے کے قابل نہیں رہی۔

۵۔ اس رانی کے حسن و جمال کا آوازہ چار دانگ مالم میں مشہور تھا جس کی کثیر مارا راجہ ہری کشن بھی اس پر فریفتہ تھا۔ ۱۳



**دوسرا کتبہ** مدریان کوٹ کی گڑھی کے ایک ستون پر کٹری زبان میں ہے۔ یہ ایک بہت پرانا کتبہ ہے۔ مگر مغربی چلو کیا خاندان کے زمانہ کا ہے جس پر کتبہ سمت ۴۷۹ء میں مذکور ہے۔ ماس گیارھویں تاریخ بڑاوار کا دن منقوش ہے جو چینی طور پر ۱۰۵۲ء سے منطبق ہوتا ہے۔ اس کتبہ کے اوائل میں ایک بڑے رشی کی مدح و ثنا ہے جو بلحاظ اپنے تقدس کے گویا خود ناریاں تھا۔ یہ شخص شیوا کا پیرو تھا اور بڑا صاحب کمال و کرامت تھا اپنی بات کا وحشی قول کا صادق و دانش مند۔ غیر نیک۔ متقی و ماہر جملہ علوم میں ایک درخشندہ جوہر تھا۔ اس کے بعد کرٹکل کے ایک تاجر کے نام کے عطیہ کا ذکر ہے (کرٹکل انگلستان کے پاس ہے جس کا دوسرا نام جسگدیا ملتیسور و راولپور اور اہلی ہے) پھر عطیہ غالباً اس دیول کے متعلق تھا جو راجہ نے خود بنایا تھا جس کا دار الخلافہ منٹوالا میں تھا۔ عطیہ (۲۵) منٹوالا اراضی ریگڑ (کالی زمین) دو منٹ زمین تری۔ باغ کی زمین اور ایک درخت آم پھٹل ہے۔ انھوں حقوق ان اراضی کی ملکیت کے تاجر مذکور نے جگدیا ملتیسور دیو کے نام منتقل کر دئے غالباً اس دیول میں وہی رشی رہتا تھا جس کی تعریف اوپر آچکی ہے۔ تاجر کو بالذات کوئی حق تصرف باقی نہ تھا بجز اس کے کہ دیول کے پرہیت کے تابع رہے۔ وہ حقوق زر جرمانہ و تادان و محصولات نقد و جنس کی قسم کے تھے۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس خطہ اراضی پر زد و ضرب کرے تو اس کو (۱۲) پنا (قریب دو آنے) مالک اراضی کو جرمانہ دینا چاہئے۔ اگر کوئی شخص کسی کو توکار کرے تو اسے چھو بے تو اس کو تین گڑیاں جرمانہ دینا ہوگا۔ جو چہرہ جو تینوں پر رکھنے کے قابل ہے اگر وہ پان پر رکھ دی جائے غیر مستحق شخص کی عزت و توقیر کی جائے اور جو اس کے لائق ہے اس سے چشم پوشی یعنی وضع الشی فی غیر محلہ تو چھپتے جرمانہ ہوگا اور علاوہ اس کے ہر گڑیا نے پرایک پاگ بھی وصول کر کے راجہ کو بطور ٹیکس کے دیا جائے گا اور علاوہ اس کے ہر گڑیا نے پرایک پاگ کاٹسا و پانڈا اور سنگوٹی کی باتہ لیا جائے گا التیا پانڈے کے ہر گڑیا نے پرایک پاگ بھی وصول کیا جائے گا۔ غلہ کے متعلق جب بعد درو فصل ایک گول کا حق مالکانہ کبیل ہو گا کوئی شخص ایک رولنگ غلہ خریدے تو اس قسم کی غلہ کی ہر ناپ پر دو بلڈا اور تنو پان محصول دینا ہوگا۔ غلے کے ہر پونچھ پر جو آدمی سر پر لے جاتا ہے ایک پنا از قسم و ساوند مساوی ہوگا (۲۵) پانوں کے تمام اقسام کی ڈلی۔

سے کوٹکا اور بلڈا دونوں ناپ غلہ کے ہیں جن کا رواج اب تک ہے چھپے پانی اور سوگلا من کا لفظ جو استعمال ہوا ہے اس سے چالیس سیر کا من مراد نہیں بلکہ اس زمانہ کی کوئی چھپٹی ناپ ہوگی چنانچہ اب بھی دکن میں گلی اور شکر کاسن یاہ سیر کا ہے اور کیتی میں سیر صرف ہاؤ بھر کا ہے سہاری۔ چھالی ڈلی میں کھوپڑا نایل اور مونگ پھل وغیرہ ایسی اشیاء بھی شامل ہیں جن پر سخت چھلکا ہوا ہے۔

سپاری۔ چھالیہ مثلاً ٹاؤٹی وغیرہ ایک بکا مال قیمت فی گڑیا تے پر لیا جائے گا..... تاجر مذکور کا فرض ہوگا کہ یہ متابعت حکم راجد اس قصبہ میں صرف آسودہ لوگوں کے مکانات کی نشان دہی کرے۔ دکان کی حدود سے مراد دکان کے اندرونی مسقف حصہ سے ہے۔ کسی تاجر کا وہ مال جو ناکارہ ہو اس پر کوئی محصول نہ لیا جائے گا اس تاجر کے بھی کچھ خاص حقوق تھے پان کے ہر بوجھے پر اسے سو پان ملتے تھے اور آدمی کے بوجھے پر پان اس غلہ میں اسے نصف، من ہر بھینسے کے بوجھے پر اور دو من بھوسٹے نیل کے بوجھے پر چھالیہ وغیرہ کے ایک بار خیر پر (۲۵) اور جب کہ دھری کوئی ہو تو (۱۲) چھالیہ ملتی تھیں۔ کتبہ کے آخری حصہ میں کلمات تہدید ہیں کہ جو ہماری خیرات دی ہوئی زمین کو بے گاہہ ساٹھ ہزار برس تک کیڑے کے جسم میں رہے گا۔ ان زمینات پر جو معافی ہیں تشخیص جمع کرنا ایسا ہو کہ گویا ایک ہزار گنوتا کو ذبح کیا اور اسی طرح خصوصی اراضی کا لگان معاف کر دینا اس شخص کے لئے ایسا ثواب ہو کہ گویا ایک کروڑ گنوتا کا پٹن کیا۔

قصبہ منسکی ضلع راجپور لنگسور سے منسکی (۱۰) میں ہے۔ حال میں سٹریٹن نے جو معدنیات کے میں اسو کا کا ایکٹ میں ایک ملازم ہیں اس پتھر کو پہلے پہل دیکھا اور انھیں کے ساتھ میں نے بھی ۸ فروری ۱۹۱۵ء کو اس پتھر کو دیکھا۔ یہ پتھر منسکی کے متصل پہاڑ کے سر پر ایک بڑی بھاری کھوکے اندر ہے جس پر قدرتی ایکسٹریکٹ ہوئی ہے پتھر ایک معمولی بے تراشا ہوا گنڈ ہے۔ ۱۰ لمبا اور (۵) فیٹ عرض ہے اس پر ساٹھ آٹھ سطریں جدیدہ حروف کی کندہ ہیں۔ یہ حروف Hieroglyphic

وضع کی بہت پرانی کتابت کے برابر ہیں اور قدیم منسکیت پر اکرت زبان کے ہیں۔ اس کا ایک چوبہ پتھر بشپ ملازم معدن طلایہ پٹی نے سٹریٹسٹری، ماہر فن آثار قدیمہ مدراس گورنمنٹ کے پاس بھیج دیا وہیں نے بدربھو سٹریٹسٹری ہوم سٹریٹسٹری ڈانی۔ ایم۔ اے مہتمم آثار قدیمہ نظام گورنمنٹ کے پاس بھیجا سٹریٹسٹری کی تقریب سے معلوم ہوا کہ یہ کتبہ بہت نادر اور بوجہ اہمیت کا ایکٹ (فرمان) ہے پہلے سٹریٹسٹری نے اس کو دیکھا اور بجاہ لائی ۱۹۱۵ء خاص طور پر سٹریٹسٹری نے اس کو دیکھا۔ اسو کا خاندان موریا مگر حصہ (بنگال) کا مشہور بادشاہ تھا جو بودھ مذہب کا بڑا بھاری حامی تھا جس کے مذہبی فرامین سرحد میں ہند سے لے کر جنوبی ہند میں میسور تک مختلف مقامات پر پائے گئے ہیں۔ اس کے احکام و فرامین واضح مقامات پر

۱۵ اسو کا کے جدید ایکٹ کی حیثیت سے تمام ہندوستان میں سنی پھیلا دی ہے پہلے مولوی محمد زبانی صاحب ایم۔ اے ناظم آثار قدیمہ سرکار نظام نے تشریف لاکر دیکھا بعد سٹریٹسٹری مدراس سے آئے اور انگریزی اخبار میں اس کتبہ کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے جس پر ۱۹۱۵ء

کندہ کئے جاتے تھے مثلاً استونوں پر جیسے کہ دہلی میں اس وقت اسوکا کا آہنی ستون موجود ہے۔ ان فرامین میں اسوکا کو عموماً دیوتھمی آ (برگزیدہ رب) اور پی آواسی (سب کا خیر اندیش) کے القاب سے مخاطب کیا گیا ہے۔ فریچ پروفسر سینار Senart نے چونکہ ہب بودھ کے بڑے ماہر اور مستند عالم ہیں بہت کچھ کاوش اور تدقیق تحقیق سے پھر نتیجہ نکالا ہے کہ ان القاب کا اشارہ الیہ لامحالہ چندرگپت کے پوتے اسوکا کے سواے اور کوئی ہو نہیں سکتا۔ چنانچہ منسکی کے نو دریافت شدہ ایڈکٹ کے کتبے سے یہ مسئلہ بالکل صاف ہو گیا کہ دیوتھمی آ کے لقب کے ساتھ ہی لفظ اسوکا بھی کندہ ہے۔ اس فرمان میں کوئی سال درج نہیں ہے لیکن اسوکا کے زمانے دوسرے متعدد فرمانوں سے جو ضبط تحریر میں آچکے ہیں ان سے صاف طور پر قرار پا چکا ہے کہ اسوکا کا زمانہ (۳۱۸) سال قبل مسیح کے تھا۔ منسکی کا فرمان اپنے مضمون اور طرز کتابت کے اعتبار سے بالکل اسوکا کے ان فرامین کے مماثل ہے جو شہرام اور روپ ناٹھ مقامات پر ملک بہار میں دستیاب ہوئے ہیں اور منسکی والا فرمان لظن غالب اسوکا کے اوائل زمان سلطنت کا ہے۔ فرمان کاپورا اور صحیح ترجمہ اس وجہ سے ناممکن ہے کہ جاہا سے درمیانی حروف محو ہو گئے ہیں لیکن اسوکا کے دریافت شدہ کتبوں کے مضامین کو پیش نظر رکھ کر سطر شاستری نے جو ترجمہ گورنمنٹ میں پیش کیا ہے وہ مجنبہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے اور اگرچہ عبارت مسلسل نہ پڑھی جاسکے مگر سیاق عبارت سے جو مکمل سطر مٹھوٹنے کی ہے وہ بالکل قرین قیاس ہے اور جتنی عبارت واضح اور موجود ہے اس کے دیکھنے سے سطر شاستری نے جو عبارت کا جوڑ ملا یا ہے وہ نہایت ہی باموقع اور موزوں پایا جاتا ہے اور پھر چرچ عبارت اس وقت موجود ہے اس کا صحیح مفہوم یہی ہے جو ذیل میں لکھا جاتا ہے اور اس کی تصدیق ہر ماہر فن کر سکتا ہے۔

سطر

- (۱) دیوتھمی آ سا اسوکا .... (۱) ڈھ۔ ت (تی)
- (۲) (یا) نی دسانی نیم آم سہی جھٹ پاشکے .... ترے کے
- (۳) (س) می سنگھا ادا گتے با (ڑھنچ) س (می) پڑے جبو
- (۴) (دیپا) سا ..... دیوا ہستوتے دانی نیسی جھوتائی آ اٹھے کھدا
- (۵) کے ناہی دھما یوتے نا کے ادھی گتا دے نہ ہے وم دکھی ٹوی پیے اڈا۔

لے لفظ اور دنا غلط ہے آپا سے چاہیے ۱۲

- (۶) لکے وہ رانا ادھی گچھے یا تیکھدا کے چاڈالا کے چاڈوتا۔  
 (۷) وی یا سپے وم وے کام بھکھا دا کھے ٹھے ٹی.... ت۔ ک چاڈو ادھی۔  
 (۸) سستی چادی یا ڈھی یا سپے سستی۔

### لفظی ترجمہ

- (۱) خدا کے پیارے اسوکا کا.... ڈھرت ڈھرت کے اول آسٹ گیا ہوا وسط اول کی ت اور دوسری سطر کی نی کے درمیان ایک حرف مفقود ہو سیاق عبارت سے وہ یا ہوتا ہو۔ اس طرح پورا جملہ اڈھی تیا تیا ہوتا ہو جس کے معنی ڈھائی سال ہیں۔  
 (۲) ڈھائی برس تک میں نے ذوق شوق سے ریاضت کی۔  
 (۳) میں بودھ سنا سپوں کے حلقہ صحبت میں جا شامل ہوا اور درحقیقت اُن میں جا ملا (اور بحث مباحثے کرتا رہا) سابق میں ملک ہند میں۔  
 (۴) جو لوگ خدا رسیدہ کے جاتے تھے وہ آجھوٹے نکلے۔ یہ مقصد۔  
 (۵) چھوٹا آدمی حاصل نہیں کر سکتا۔ کیوں کیا کھ صحیح ہو یا جو شخص مذہبی معاملات میں گھس جائے گا اُس کو بھید حاصل ہو سکے گا۔  
 (۶) صرف بڑے ہی آدمیوں کو بھید مرتبہ مل سکتا ہو۔ اس نظر سے نہ دیکھنا چاہئے۔  
 (۷) اس بات کی بڑے اور چھوٹے (دونوں قسم کے) آدمیوں کو خبر کرنی چاہئے۔  
 (۸) اور خدا کرے کہ (بھدا حکام) پھلیں پھولیں اور ڈھوڑھے ہو جائیں (یعنی بڑھیں اور ترقی کریں) اصل عبارت کی ساتویں سطر میں جو تھکا کا لفظ آیا ہو اُس کے معنی کھ یا ستون کے ہیں اور ساری عبارت خط کشیدہ کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا لیکن اسوکا کے دوسرے فرامین پر سے مطلب بھی نکالا جاسکتا ہو کہ چون کہ دوسرے فرامین کھوں اور ستونوں پر کندہ کرانے کا حکم تھا یہاں بھی وہی مطلب ہو گا۔

### مطلب

اسوکا کے اسی قسم کے اور کتبے بھی ہیں اس کتبہ کا مطلب یہ ہے کہ اسوکا ڈھائی برس سے کچھ زیادہ

عرصہ تک بطور خود بودہ مذہب کی پیروی کرتا رہا لیکن اس سے کچھ تشریفی و اہل دینان قلب حاصل نہ ہونے سے اس کو بودہ مذہب کے ہنسیا سیوں کے حلقے میں جا ملا اور بڑی جدوجہد سے اُن سے بحث مباحثہ کرتا رہا۔ تب اس کو کاپرچھہ حقیقت کھلی کہ اس وقت ملک ہندوستان میں جو لوگ است باز اور استیخ الاعتقاد خیال کئے جاتے تھے اور جن کا مرتبہ دیوتاؤں کا تھا وہ نرے چھوٹے نکلے۔ اس کو اتنے عام طور پر اعلان کیا کہ چھوٹے چھوٹے لوگ بھی جو پوری طرح ریاضت کریں تو وہ خود اس قول کی سچائی کو معلوم کر لیں گے۔

راہِ طریقت میں بڑے اور چھوٹے آدمیوں میں کچھ بھی فرق نہیں ہے یعنی دونوں یکساں ہیں جو محنت کرے گا چھل پائے گا، اس لئے اس کو کانے عام طور پر اعلان کیا کہ بڑے اور چھوٹے آدمیوں کو یکساں کوشش کرنی چاہئے تاکہ وہ اس درجہ (قافی السہ) پر پہنچیں اس کو کانے یہ بھی حکم دیا کہ اس فرمان کو ستونوں اور پہاڑ کی چٹانوں پر کندہ کر کے عوام الناس کو آگاہ کیا جائے۔ خاتمہ پر اس فرمان کے لئے دعائے خیر کی ہو کہ یہ فرمان نہ صرف پھلے چھوٹے بلکہ بڑے اور چھوٹے پھلے چھوٹے۔

منسکی کے جس پہاڑ کی کھوس میں کچھ کتبہ ہیں اس پہاڑ پر جا بجا سونے کے تھمر پھینچا اور اُن کے دھونے اور چھاننے کے علامات موجود ہیں اور اس کو کانے دوسرے کتبوں میں جو ملک دکن میں سورنگیری (طلائی) پہاڑ لکھا ہے غالباً وہ یہی تھا کیوں کہ اس نواح میں پہلے سونا نکالا جا چکا ہے جیسا کہ سترڈنگلس نے پنجر معدن طلا سے ہٹھی نے زمین میں سرنگیں لگاتے وقت علامات پائی ہیں۔ اور ہٹھی کی معدن طلا بھی یہاں سے قریب ہی اور اس سارے پہاڑی سلسلہ موضع توپل ڈوئی۔ وندی۔ ہٹی۔ سانبال اور مسکی میں سب جگہ سونا اور دوسرے معدنیات موجود ہیں چنانچہ سترڈنگل ایک عرصہ سے مسکی میں اسی کی تلاش کر رہے ہیں اور مسکی کے اطراف آزمائشی گڑھے کھود کھود کر زمین کی نوعیت دیکھ رہے ہیں۔

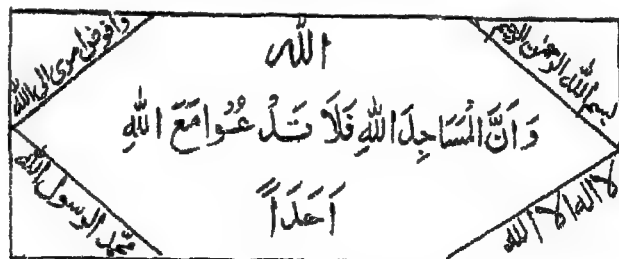


گنگاوتی گنگاوتی کا ذکر اسی کتاب میں مجملہ آچکا ہے۔ یہ ضلع راجپور کی ایک تحصیل ہے جو دریائے گنگا بھدرا سے (۵) میل ہٹ کر ہے اور بنگالہ کی تباہ شدہ سلطنت کے پاس یہاں ذیل کے کتبے ہیں۔  
بستی کے متصل ایک بلند پہاڑ پر حضرت مولیٰ علی کا چلہ بنا ہوا ہے اس پر پھر کتبہ ہے:-

حلیٰ حبہ جنة	هو العظیم	تسیم النار والجنة
یعنی غلام حسین صاحب عالم و جا	جست چوتار بج اودا وند اھسا تفم	در مرزبیب ناگشت چوڑی با گاہ
چوں کہ عقیدت گزین معدن جود و سخا	ہست علی ولی مالک ہر دوشہرا	بہر عقیدت چو کر و از سر صدق و صفا
دھی المصطفیٰ حقاً	ہست چو صفت افکن الدولہ و سلطان نواز	امام الانس و الجن
	ملک بہادر جو کر و نام او ناصر عطا	

بیرون آبادی بھیکو میاں کی مسجد پر پھر دو کتبے ہیں  
(۱) رکن رئیس دکن معدن جود و کرام  
ہست غلام حسین صفت نکلن الدولہ نام  
کردہ چو مسجد بنا از سر صدق و صفا  
بہ عبادت چو در چارم ماہ صیام  
جست چوتار بج ان عقلم زبیر خرد  
گفت کہ این مسجد ثانی بیت الحرام  
۱۲۵۳ھ

بر محراب درمیانی بخط عربی



گنگاوتی میں ایک عالی شان مسجد زمانہ سلف کی بختہ بنی ہوئی نہایت خوش نما اور مرتفع چبوترے پر بیروں آبادی گنگاوتی و موضع جنگل کلاں کے درمیان جو جس کی تین محرابیں ہیں۔ اندرون مسجد دو کتبہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) جانب دست راست۔

ایوبکر	بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	عمر
	وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا	
	۱۲۵۳ھ	
عثمان	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ	حلی

(۲) جانب دست چپ طغرائے قلّ آھوڈ بِرَّتِ النَّاسِ جِسیاکہ راجپور کی جامع مسجد بیروں قلعہ پر ہی دیکھو نوٹو محاذی صفحہ ۳۳۸ حصہ سوم۔

**دیو درگ** ضلع راجپور کی ایک تحصیل ہے مستقر ضلع سے (۳۳) میل ہے۔ ایک مرتفع پہاڑ کے دامن میں آباد ہے۔ درگ کے معنی قلعہ کے ہیں جیسے نلدرگ۔ جلد رگ۔ وغیرہ لیکن یہاں اب قلعہ کا وجود نہیں رہا مگر قصبہ دیو درگ کے جانب شرق ختم آبادی پر جو ایک بلند پہاڑ ہے اس کو امرین گڑ اور قلعہ کا پہاڑ بھی کہتے ہیں۔ اس پہاڑ کی دوسری جانب گورم پیٹ کی آبادی ہے جس کو دیو درگ کا ایک محلہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ پہاڑ دیو درگ کے سب پہاڑوں سے اونچا ہے اس پر اب بھی چند شکستہ دیواریں اور ایک دروازے کی علامات باقی ہیں۔ برج کوئی نہیں رہا۔ بریں ہم ان منہدم دیواروں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں قلعہ ہوگا۔ پہاڑ پر ایک قدرتی چشمہ بھی ہے۔ اس پہاڑ کے ایک ٹرے گند پر ۲ ۱/۲ فٹ اگر ہی اس پر بچا کٹھنی سولہ سطرین کندہ ہیں جن کا ترجمہ شہر شاستری نے حسب ذیل کیا ہے۔

اس کتبہ کے اوائل میں گندھ پستی (وہ دیو جو سب کا محافظ اور مبالغہ کا دفع کرنے والا ہے) کی تعریف ہو۔ مابعد کی عبارت سنسکرت میں ناظرین کے حق میں دعا ہے کہ ان کی عمریں درونا (جو آسوا تھا)

من کا دیوہی کے فرزند کی طرح دراز ہوں اور دسرتھ (جو سورج منی خاندان کا راجہ تھا) کی طرح کامیاب اور دشمنوں کی بربادی راگھو (یعنی رام چندر جی) کی طرح۔ تمول نہوشا (ایک داستان بادشاہ) کا سنا آزادانہ بے روک ٹوک زندگانی مثل ہوا کے دیوتا کے۔ ذاتی بھر و مثل دیودھن (مہابھارت کا ہیرو) شجاعت و جواں مردی مثل سانٹاوا (مہابھارت کا بھیشم) قوت و طاقت ہل اٹھانے والے (بھرام کشنا کے بڑے بھائی) کی طرح سچائی اور راست بازی مثل گنتی کے فرزند (مہابھارت کے دھرم راج کے) علم مثل دیدور (مہابھارت کا مشہور ہیرو) کے اور ناراین (یعنی وشنو) کی ہی شہرت۔

فتح مندی اور ترقی کے سالوں شالیواہن کے ۱۶۱۲ پر بادوت (۱۶۹۰-۱۶۹۱ء) منگل کے دن گیارہویں تاریخ سولہویں پڑیہ قولنامہ تحریر ہوا۔  
کہ گوبال گوساکن اریکری (تعلقہ دیورگ کا ایک موضع ہے) کا متمول فرزند من گوسا نامی تھا۔ جس کا فرزند چنگا کا سسے گوسا تھا۔ یہ سردار دیسائی اور سردار دیسائیوں سے ایک معمول (ترا) وصول کیا کرتا تھا۔ . . . . . معاملہ (تعلقہ) راجپور میں (جو غالباً ان اغراض کے لئے تھا۔

متمول کا سسے گوسا نے نل نام پھر (مطابق ۱۶۷۴ء) میں دیورگ میں ایک تالاب بنوایا اور ایک گڑھی گئی (کچھری) نذر چڑھانے کے بعد (نظر بد سے بچنے کے لئے دان دیا جاتا ہے) بسائی اور خوب صورت دیو گوبال کشن کو قائم کیا۔ پیٹھ قائم کر کے (ہفتہ واری) بازار بھر وایا۔ تب اس نے دیورگ کو آباد کیا۔ کا سسے گوسا کے فرزند بھی تھے۔ گوسا۔ ناراین۔ واسدیو۔ ہریویرا۔ سملا دھرا دیو۔ اُنی کارا۔ اور چنگا کھلا دھارا۔

اس کی لڑکیاں بچھیں۔ ویرقا۔ تیرقا۔ کیسوا۔ کشٹا۔ ستروا۔ وردقا۔ اور رنگما۔ اس کی بیویاں بچھیں۔ یروا۔ کشٹوا۔ اور ونگوا۔

دوسری دو سطریں اس کتبہ کی کٹری زبان میں ہیں جن کی عبارت صحیح نہیں ہو مگر مطلب یہ نکلتا ہے۔  
(۱) سورپور کی طرح اس دیورگ کو خوب صورت بنایا جس کی تفصیل ایسی عالی شان اور بلند تھی جیسی کہ دیوتاؤں کے شہر کی۔ بڑی عالی شان دیوڑھی کے مشرقی جانب بلند مقام پر تالاب اور اس کے عقب میں ایک نہایت خوش نمایاں برج۔ دارالامارہ کے قریب اور اطراف میں پہاڑ ہیں۔



محل کے احاطے کی چار دیواری دیکھ کر الٹا (دولت کے دیوتا کی بستی) کا سماں نظروں سے بچھ جاتا ہے۔  
 (۲) پہاڑ پر کی گڑھی جب کسا سندر کی بنائی ہوئی ہو تو تین پہاڑوں کی چوٹیوں کے درمیان آباد ہے۔  
 دامن کوہ سے گڑھی تک ہرے بھرے خوش نما باغات اور درختوں کے جھنڈوں سے بھر پور اور  
 سیلوں میں پانی کی نہریں دوڑتی تھیں۔ اس کے بعد کی کٹری عبارت پر کسا سندر کے حق میں  
 کلمات دعائیہ معلوم دیتے ہیں لیکن عبارت غیر بوط اور پوری طرح سمجھ میں نہیں آتی اس کے بعد کی  
 عبارت بھی کچھ ایسی ہی اُلٹ پلٹ ہے جس میں وشنو اور شیو دیوتا کی طرح وشنو اور شیو اور جس میں گڑھی  
 کے قیام اور باغات و بلیات سے محفوظ رہنے کی دعائیں ہیں۔ آخری عبارت میں کچھ مسلمانوں کا  
 تذکرہ معلوم دیتا ہے مگر وہ بھی صاف طور پر سمجھ میں نہیں آتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ عرصہ کی عمر عطا ہو۔ سری کشن سے  
 دعا مانگتے ہیں کہ بھر چاند اور تاروں کے قیام تک دائم و قائم رہے جب کاسلے گڑا کے گھوڑے  
 کی نگہداشت کرنے والا خادم ہر گویا کشن سے دعا گو ہے کہ دیوتا اور راکھشش سے زیادہ قوی کرے  
 خوشی کے ساتھ ان کو دارالامارہ میں پرورش کرے۔ سری کشن کے خادم جو ہمیشہ دعا کرنے والے  
 اور مشہور بہادروں پر فتح پانے والے بے انتہا دولت مند سورج کی طرح روشن اور دراز عمر ہیں اور  
 مہادیو کی عنایت سے ہمیشہ ان کی جی رہے۔ اس کتبہ کی شکل یہ ہے۔

### مہورت اننت سین وشنو

مہورت جو پورا اور پورا دیوتا (دین)	کتبہ (۱۶) سطر جس کا ترجمہ اوپر درج کیا گیا ہے۔		مہورت مچھلی اور ناگ اور دو پرپوں اور ہنومان کی	مہادیو جو پورا اور پورا دیوتا (جو پورا پورا دیوتا کی عورتیں)
	سانپ اور دو ہاتھیوں کی مہورتیں۔ کتابچہ سطر جو کسی سے پر نہیں جاتا مہورت اور دو ہاتھی			

مسجد آبادی سے ملی ہوئی پولیس سٹیشن ہوس کے عقب میں ایک قدیم مسجد زائد شاہی کی نہایت خوش نما بلند کرسی کی ہوجس کے سامنے تین بلند کمائیں نقار خانے کی ہیں باقی کمائیں اور حصار بننے بننے زدگی اس مسجد کے اندر منبر کے پاس بھی کتبہ ہو۔

۳	۱	۲
۸	۱۰	۹
	۶	۴
۲	۹	۷
۷	۵	۳
۶	۱	۸

بسم الله الرحمن الرحيم  
الحمد لله رب العالمين  
والصلاة والسلام  
على سيدنا محمد  
والآل الطيبين الطاهرين

۳	۱	۲
۸	۱۰	۹
۶	۷	۴
۲	۹	۳
۷	۵	۳
۶	۱	۸

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ خَيْرَ الْخَلَائِقِ وَاَفْضَلِ الْبَشَرِ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ يَسِّرْ لِي كُلَّ مَعْلُوْمٍ لَكَ وَصَلِّ عَلَى اَجْمَعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَعَلَى عِبَادِ الصَّالِحِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ -  
اس مسجد کے شمالی جانب اترنے کی ایک بہت بڑی باؤلی ہے جس میں متعدد سیڑھیاں ہیں۔

کتبہ برتوتم تالاب مال صاحب  
خیریت آباد حیدر آباد و کن  
ہزارہ ہمت والا نہایت علیا حضرت سعادت افزاے  
خازن ان عفت وقار خاتم انانیت میر مقصود علی طلبا طیار  
ارتفاع ارکان اتہام رفقاہیت ہوا رانام از طبقہ خاص و طائفہ عوام بدول و مصروف است  
بنابرین بہ نظر اعتبار برخواستہ امور و حواقب کارگاہ شہ حوضہ بہ نیت خیر آباد ہمار کردہ جودش کہ اصناف  
ذی حیات آسائش یابند و ثواب آن تا قیام قیامت پرور گلابانی و سامعی عاید و راجع باشد۔  
غرض نقشہ است کمز ما یاد ماند کہ ہستی رانمی پیغم ہستے  
۱۰۳۲ھ

## مختصر تاریخی حالات مملکت نظام

**سلطنت آصف جاہی** اس سلطنت ایدہ پیوند آصفیہ کی بنیاد آصف جاہ بہادر نے ڈالی جو اورنگ زیب کے ایک بڑے جنرل اور اصلاً ترکمان تھے ایک مدت تک دربار دہلی میں رہنے کے بعد جہاں دہان کی شہرت و امورات رزم و ملک رانی کے متعلق عام تھی ان کا تقرر صوبہ داری دکن پر ۱۶۸۷ء میں ہوا اور لقب نظام الملکی سے ممتاز ہوئے جو اس وقت تک اس خاندان عظیم الشان میں جاری ہوئے۔ سلطنت مغلیہ کی حالت اس وقت بہ سبب اندرونی مخالفتوں اور بیرونی حملوں کے نہایت مخدوش تھی ایسی ہی حالت انتشار میں آصف جاہ بہادر کو دہلی کے کمزور اور تنزل نصیب بادشاہوں کے مقابلہ میں اپنی خود مختاری کے اظہار میں کوئی وقت پیش نہیں آئی لیکن ان کو مرہٹوں کی مداخلتوں کی مدافعت کرنی پڑی جو ان کی ریاست جدید کے مغرب کی جانب رخنہ افگن ہو رہے تھے۔ ان کی خود مختاری نے دربار دہلی میں آتش رشک و حسد کو مشتعل کر دیا اور دربار کے بعض اُمراء نے خفیہ طور پر مبارز خاں حاکم خاندیس کو ان کی مدافعت کے لیے آمادہ کیا کہ بزور سلاح ان کو مقہور کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ موضع شکوہ کھیرٹرا (ضلع بلتستان ملک برار) کے قریب ۱۶۸۳ء میں جنگ ہوئی جس میں مبارز خاں کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا اس جنگ نے آصف جاہ بہادر کی خود مختاری کو بالکل مستقل کر دیا اور صوبہ برار بھی ضمیمہ ریاست دکن ہو گیا اور نواب آصف جاہ بہادر نے حیدر آباد کو اپنا مستقر سلطنت قرار دیا وہ اپنے انتقال کے وقت جو ۱۶۸۷ء میں وقوع پذیر ہوا ایک مستقل اور خود مختار بادشاہ تھے بن کی سلطنت موجودہ مملکت اور صوبہ برار دونوں پر مشتمل تھی۔

**فرانسس اور انگریز** ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند ثانی ناصر جنگ اور نوا سے منظر جنگ دونوں دعویٰ سلطنت ہوئے اس وقت دو بڑی یورپین سلطنتیں انگلستان و فرانس کی ہندوستان میں کوشش کر رہی تھیں کہ ایک دوسرے پر سبقت لے جائیں۔ چنانچہ ان دونوں

دعویداران سلطنت دکن نے ان دونوں یورپین طاقتوں سے ملگ چاہی ناصر جنگ کے دعوے کی تائید سلطنت انگلینڈ نے کی اور مظفر جنگ کو فرانسیسیوں نے لگ دی۔ لڑائی میں مظفر جنگ اپنے ماموں کے ہاتھ سے مقید ہو گئے۔ لیکن ناصر جنگ کے شہید ہو جانے کے بعد مظفر جنگ پادشاہ ہو گئے۔ ڈیویلی فرانسیزی گورنر نظام حیدر آباد کے اقتدار کا منتظم قرار پایا مگر اس زمانہ میں مظفر جنگ کو کسی ٹپھاں نے قتل کیا اور فرانسیسیوں نے نواب صلابت جنگ کو جو ناصر جنگ کے بھائی تھے۔

سلطنت کے لئے انتخاب کیا۔ نواب غازی الدین فرزند اکبر نواب آصف جاہ مرحوم جن کی نسبت بیان کیا جاتا تھا کہ ابتدا میں اپنے حق سے کنارہ کش ہو گئے تھے اس وقت مرہٹوں کی لگ سے دعویدار ریاست ہوئے لیکن ان کی ناگہانی موت نے آئندہ کے بھگڑوں کو نمودار ہونے سے باز رکھا۔ انگریز اور فرانسیسی اس وقت دکن میں اپنے اقتدارات کے بڑھانے میں کمال درجہ کو شاں تھے۔ لیکن کرناٹک میں کلایو کی نمایاں فتوحات نے فرانسیسیوں کو اپنی توجہ اپنے مقبوضات کی طرف پھیرنے پر مجبور کیا اور صلابت جنگ کو وہ اپنی حالت چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے۔ نواب نظام علی خاں بہادر فرزند چہارم نواب آصف جاہ مرحوم نے اس وقت انگریزوں کی لگ اس شرط پر حاصل کی کہ فرانسیسیوں کو بالکل اپنی ملازمت سے علیحدہ کر دیں صلابت جنگ کو اسلئے میں تخت سے اتار دیا گیا اور نواب نظام علی خاں بہادر تخت نشین ہوئے۔

**تفویض سرکار شمالی** ۱۷۹۶ء میں شمالی سرکار انگریزوں کو اس شرط پر تفویض کی گئی کہ بوقت جنگ

انگریز فوجی لگ نواب نظام علی خاں بہادر کو دیں اور سرکار نظام کو سالانہ چھ لاکھ روپیہ اُس وقت دیا کریں جب کہ فوجی لگ کی ضرورت نہ ہو اور سرکار نظام کی طرف سے یہ وعدہ ہوتا تھا کہ بوقت ضرورت

انگریزوں کی مدد اپنی فوج سے کریں۔ اس کے بعد ۱۷۹۸ء کا عہد نامہ تکمیل پایا جس میں بھی قرار پایا تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی اور نواب کرناٹک سرکار نظام کو بوقت ضرورت فوجی مدد دیں اور وہ اس فوج کے

مصارف کو ادا کریں۔ ۱۷۹۹ء میں پوپ سلطان اور انگریزوں میں لڑائی کچھ گئی اور ایک عہد نامہ جدالی و دفاعی درمیان سرکار نظام اور انگریزوں اور مرہٹوں کے منعقد ہوا بہر کیف پوپ سلطان نے صلح کر لی اور

اپنے ملک کے مقبوضہ نصرت سے دست بردار ہوا جو متغابہ میں تقسیم پایا۔ ۱۷۹۸ء میں ایک اور عہد نامہ درمیان سرکار نظام اور انگریزوں کے مکمل ہوا جس کی رو سے انگریزوں نے چھ ہزار سپاہی کی پیدل

فوج اور مناسب تعداد میں توپخانہ سرکار نظام کی خدمت کے لئے مقرر کرنے کا اقرار کیا اور سرکار نظام

سے اس فوج کے مصارف کے لئے چوبیس لاکھ روپیہ سالانہ دینے کا اقرار ہوا۔ سرنگ پٹن کے فتح اور ٹیپو سلطان کے مرنے کے بعد سرکار نظام کو حسب عہد نامہ میسرور ۱۷۹۹ء تقسیم ملک مفوضہ سے ایک ہزار حصہ ملا اور اس حصہ کی مقدار آگے سے بھی زیادہ تھی کیوں کہ پیشوائے اس عہد نامہ سے کنارہ کشی کر لی تھی۔

**اضلاع مفوضہ** ۱۸۰۰ء میں ایک جدید عہد نامہ درمیان سرکار نظام و سرکار عظمت مدار ہوا۔ جس کی رو سے ملکی فوج کی تعداد میں دو ٹالین پیدل اور ایک جھنڈ سواروں کا اضافہ کیا گیا اور سرکار نظام نے ان کے مصارف کے لئے وہ کل ملک جواز رو سے عہد نامہ ۱۷۹۳ء و ۱۷۹۹ء اس کے حصہ میں آیا تھا اور جو بنام ملک مفوضہ مشہور تھا سرکار عظمت مدار کے تفویض فرما دیا اور یہ شرط کی کہ اس کل فوج سے باسٹائے دو ٹالین کے جوانوں کی خاص حفاظت کے لئے مقرر تھیں مع اپنے چھ ہزار پیدل اور نو ہزار سوار کے بوقت جنگ انگریزوں کو مدد دیں۔

**مرہٹوں سے جنگ** نواب نظام علی خاں بہادر کی طبیعت مستعین ناسا نہ ہوئی اور سرکار عظمت مدار نے جو باجی راؤ پیشوا کو دوبارہ مسند نشین کیا تھا اس سے سندھیا اور ہو لکر نے مایوس ہو کر جنگ کا تہیہ کیا۔ مرہٹوں کی تیاریوں کی مدافعت کے لئے وہ ملکی فوج (سبسیڈری فورس) جو شکل چھ ہزار پیدل و دو رجمنٹ سوار تھی مع پندرہ ہزار فوج خاصہ سرکار نظام اس سرکار کی غریب سرحد پر قریب پریتھ کے مجتمع ہوئی جنرل ولزلی کو مع اپنے آٹھ ہزار پیدل اور سترہ سو سوار کے اس فوج کے ساتھ متفقا کام کرنے کا حکم دیا گیا تھا کہ پیشوا کی مسند نشینی میں ملک دے لیکن جنرل مذکور کے پوزا پہنچنے کے قبل ہو لکر وہاں سے روانہ ہو چکا تھا اور آٹھائے راہ میں مالوہ جاتے ہوئے سرکار نظام کے بعض دیہات کو تاراج کرتا ہوا اور رنگ آباد سے کچھ بلج لیتا ہوا چلا گیا۔ اس واقعہ کے سنتے ہی کرنل اسٹیونس نے گوداوری کی جانب اپنی تمام ماتحت فوج کے ساتھ پیشقدمی کی اور جنرل ولزلی کے ساتھ جالند میں ملاقی ہوا۔ دوسرے دن (۲۳ ستمبر) جنرل ولزلی نے آسامی کی مشہور معرکہ آرائی کی اور اس کے بعد ہی آرگاکوں کی لڑائی واقع ہوئی جس سے مرہٹوں کی طاقت بالکل ٹوٹ گئی اور سرکار نظام کا ملک محفوظ رہا۔

**نواب سکندر جہا بہادر** نواب نظام علی خاں بہادر نے ۱۸۲۳ء میں رحلت فرمائی اور ان کے فرزند نواب سکندر جہا بہادر تخت نشین ہوئے ۱۸۲۳ء میں ایک معاہدہ درمیان سرکار بھتی و سرکار نظام تکمیل پایا جس کی رو سے سرکار نظام سے اس چوتھ کی ادائیگی ذمہ داری ساقط ہوئی جس کے تحت ۱۸۰۸ء میں پیشوا کے

مخلوب ہونے کے باعث سرکار کبئی قرار پا چکی تھی۔

**نواب ناصر الدولہ بہادر** اواب سکندر جاہ بہادر نے ۱۸۲۹ء میں انتقال فرمایا اور ان کے فرزند نواب ناصر الدولہ بہادر جانشین ہوئے۔ ۱۸۳۹ء میں ہندوستان کے دیگر حصص کی طرح حیدرآباد میں ایک وہابی سازش کا افشاء ہوا۔ اس کی تحقیقات عمل میں آئی جس سے ظاہر ہوا کہ مبار الدولہ اور دوسرے لوگ اس سازش کے انتظام میں آلودہ ہیں جس کا مقصد سرکار کبئی اور سرکار نظام کی مخالفت تھی۔ مبار الدولہ کو قلعہ گوگٹھ میں مقید کیا گیا جہاں تھوڑے دنوں بعد ان کا انتقال ہوا۔ راجہ چندو لعل نے جمنیر الملک کے بعد وزیر ہوئے تھے ۱۸۴۳ء میں استعفا دیا اور سراج الملک میر عالم کے نواسہ وزارت سے ممتاز ہوئے ۱۸۴۷ء میں شیعوں اور سینوں کے درمیان سخت فساد ہوا اور اس جھگڑے میں تخمیناً پچاس آدمی مارے گئے سراج الملک جو اسی سال خدمت سے علیحدہ ہوئے تھے دوبارہ ۱۸۵۱ء میں خلعت وزارت سے سرفراز ہوئے چونکہ کنٹنٹ کی فوج کی تنخواہ بقایا میں ٹنگی تھی لہذا ایک نیا معاہدہ ۱۸۵۳ء میں کیا گیا اور اضلاع جن کی مالگداری خام پچاس لاکھ روپیہ سالانہ تھی سرکار کبئی کے تفویض کے گئے ان اضلاع مفوضہ میں علاوہ ملک برار کے اضلاع عثمان آباد (نلدرگ) اور دوآبہ رانچو بھی شامل تھے اس عہد نامہ کی رو سے سرکار کبئی نے اقرار کیا کہ ملکی فوج پانچ ہزار پیدل اور دو ہزار سوار اور چار توپخانہ کی بٹریاں ہمیشہ قائم رکھے اور پچھڑھیر اتھا کہ بعد ادائی تنخواہ فوج کنٹنٹ اور بعض دوسرے مصارف و سود قرضہ کبئی کی جس قدر نچت ہو وہ سرکار نظام کو دی جایا کرے۔

اس معاہدہ کے مطابق اگرچہ سرکار نظام کل سببیدیری اور کنٹنٹ فوج کے کام میں لانے کا کامل حق تھا سرکار نظام کو اس غیر محدود التزام سے بھی معاف رکھا گیا کہ اپنی فوج سے سرکار کبئی کو کمک دیں اور کنٹنٹ فوج اس کے بعد سرکار نظام کے فوج کا جزو باقی نہیں رہی بلکہ ایک ملکی فوج ہو گئی جس کو سرکار نظام کے کام کے لیے مقرر کیا تھا اس عہد نامہ کے تکمیل پانے کے ایک ہفتہ بعد سراج الملک نے انتقال کیا اور ان کے بھتیجے نواب سالار جنگ بہادر منصب وزارت سے سرفراز ہوئے۔

**نواب فضل الدولہ بہادر** نواب ناصر الدولہ بہادر نے ماہ مئی ۱۸۵۶ء میں رحلت فرمائی اور نواب افضل الدولہ بہادر تخت نشین ہوئے۔ پھر زمانہ حیدرآباد کے لئے ایک نہایت نازک زمانہ تھا کیوں کہ غدر جس نے تمام ہندوستان کو ہلا دیا تھا حیدرآباد کو بھی متاثر کیا خوف اس بات کا تھا کہ اگر حیدرآباد

علم طبیان کو بلند کرے گا تو تمام جنوبی ہندوستان اور نیز بمبئی بھی اس بغاوت میں اس کا ساتھ دے گی۔  
اگرچہ حضور نظام کو ان کے بعض نا عاقبت اندیش مصاحبین بغاوت کی ترغیب دیتے تھے مگر انھوں نے  
مستقل وفاداری کے ساتھ سرکار انگلشیہ کا ساتھ دیا۔

غدر کے طوفان کے فرو ہونے کے بعد سرکار عظمت مدار نے بعض اس وفاداری کے جو حضور  
نظام سے وقوع میں آئی تھی عہد نامہ ۱۸۵۳ء میں ترمیم کی اور ۱۸۵۶ء کے معاہدہ کی رو سے اضلاع  
عثمان آباد (نلدرگ)، اور دوآبہ رانچور کو مسترد کیا جن کی سالانہ مالگزارمی اکیس لاکھ روپیہ تھی علاوہ اس کے  
پچاس لاکھ کا قرضہ بھی چھوڑ دیا اور گوداوری کے ساحل لیسار کے بعض قطعات بھی دے دئے صرف صوبہ  
برار کے اضلاع محاصل پینیس لاکھ روپیہ کو مقاصد مند حسب عہد نامہ ۱۸۵۳ء کی تکمیل کے لئے بطور لمانی  
اپنے پاس رکھا۔

**نواب میر محبوب علی خان بہادر** ۱۸۶۹ء میں نواب افضل الدولہ بہادر نے اس جہان فانی کو  
وداع فرمایا ان کے صاحبزادے نواب میر محبوب علی خان بہادر سر پر آراء کے سلطنت ہوئے چون کہ ان کی  
عمر صرف تین ہی سال کی تھی لہذا انتظام امور ملک کے لئے ایک تکبسی قائم ہوئی اور نواب سالار جنگ بہادر  
اول رنجٹ اور نواب شمس الامرا میر کہیر بہادر کو رنجٹ (یعنی شریک) مقرر ہوئے اور بہودی ملک و امور  
شترک سلطنت میں صاحب عالی شان (رئیٹنٹ) سے مشورت لی جاتی تھی۔ جب ۱۸۷۱ء میں نواب  
شمس الامرا نے انتقال فرمایا تو ان کے بھائی نواب وقار الامرا بہادر کو ایڈمنسٹریٹر مقرر ہوئے اور ان کے  
انتقال (۱۸۸۱ء) کے بعد صرف نواب سالار جنگ اول ہی تا وفات خود (۱۸۸۳ء) بحیثیت منتظم  
اور رنجٹ کے فرائض مملکت انجام دیتے رہے۔ ۱۹۰۲ء میں ملک برار کا پٹہ سرکار عظمت مدار کو دیا گیا  
اور قرار پیا کہ سرکار عظمت مدار اس کے معاوضہ میں پینیس لاکھ روپیہ سالانہ کا مقررہ اور مدامی لگان ادا  
کرتی رہے گی۔

**اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان بہادر** اعلیٰ حضرت قدر قدرت نواب میر عثمان علی خان بہادر  
۲۹ اگست ۱۹۱۹ء کو اپنے واجب الاحرام والد الفاضل جنرل ہر ہائینس آصف جاہ منظر الملک  
والملک نظام الملک نظام الدولہ نواب سر میر محبوب علی خان بہادر فتح جنگ جی۔ سی۔ بی۔ جی۔ سی۔ ایس  
آئی کے رہ گئے فردوس پریں ہونے پر سر پر آراء کے سلطنت ہوئے۔

استمراری پٹہ برار ۱۹۰۲ء میں سرکار مدار (انگریزی) کو جس معاہدہ کے ذریعہ سے دیا گیا ہے وہ یہ ہے۔

چوں کہ جو عہد نامے برٹش گورنمنٹ اور ریاست حیدرآباد کے مابین ۱۸۵۸ء اور ۱۸۶۰ء کو ہوئے تھے ان کی رو سے اضلاع برار برٹش گورنمنٹ کو حیدرآباد کنٹیننٹ کے اخراجات کے لئے تفویض کئے گئے اور پھر طر پاتھا کہ اضلاع مفوضہ مذکور سے اگر کوئی بچت ہو تو وہ رقم فاضل اعلیٰ حضرت حضور نظام کو دے دی جائے۔

اور چونکہ برٹش گورنمنٹ اور اعلیٰ حضرت حضور نظام کی خواہش یہ تھی کہ اس انتظام میں اصلاح کی جائے نیز چونکہ یہ لحاظ کفایت شعاری بھی امر مناسب ہے کہ اضلاع مفوضہ کا انتظام جداگانہ ایڈمنسٹریشن کی حیثیت سے جاری رہے یا آن کہ حیدرآباد کنٹیننٹ ایک علیحدہ فوج کے طور پر رہے۔

علاوہ ازیں چوں کہ یہ بات بھی مناسب ہے کہ اضلاع مفوضہ سے اعلیٰ حضرت حضور نظام کو ایک غیر متیقن اور چھٹی پڑھتی آمدنی کے عوض ایک مقررہ رقم وصول ہو۔

بنابر ان ذریعہ ہذا شرائط ذیل فیما بین ولیسرے و گورنر جنرل ہند بہ اجلاس کونسل و نواب سر میر محبوب علی خاں فتح جنگ حضور نظام حیدرآباد قرار پاتی ہیں۔

(۱) اعلیٰ حضرت حضور نظام جن کی فرماں روائی اضلاع مفوضہ کا از سر نو اعتراف کیا جاتا ہے اضلاع مذکور کا استمراری پٹہ برٹش گورنمنٹ کو دیتے ہیں جس کے معاوضہ میں برٹش گورنمنٹ پچیس لاکھ روپیہ سالانہ کا ایک مقررہ اور مدامی لگان ادا کرتی رہے گی۔

(۲) برٹش گورنمنٹ اضلاع مفوضہ مذکور پر کامل و بلا شرکت غیرے جو اقتدار و حکومت برو عہد نامہ حیات ۱۸۵۸ء و ۱۸۶۰ء رکھتی ہے اس کو قایم رکھے کہ اس بات کی مجاز ہوگی کہ جو عہد نامہ حیات مذکور میں کوئی امر اس کے مخالف ہو۔ کہ جس طرح مناسب سمجھے اضلاع مذکور کا انتظام کرے۔ نیز یہ بھی

اختیار ہوگا کہ جس طرح مناسب معلوم ہو افواج حیدرآباد کنٹیننٹ کو از سر نو تقسیم یا اس میں تخفیف عمل میں لائے یا از سر نو منظم کرے اور اپنے قابو میں رکھے البتہ جیسا کہ عہد نامہ ۱۸۵۳ء کی شرط سوم میں رکھا گیا ہے حفاظت مالک محروسہ سرکار عالی کے لئے واجب و مستر رکھے گی۔ شرح و خط ڈی۔ ڈبلیو۔ بارکشن پرشار۔ مقام زریڈنسی حیدرآباد مرقومہ بنجم نومبر سنہ ایک ہزار نو سو و دو طابق سرمہ شعبان سنہ ایک ہزار تین سو بیس ہجری۔



منظورہ و مسلمہ گورنمنٹ آف انڈیا

حسب الحکم  
شرح و تخط  
لونی ڈبلیو ڈین

مقام فورٹ ولیم ۱۶ دسمبر ۱۹۰۲ء۔  
منصوبہ گورنمنٹ آف انڈیا فارن ڈپارٹمنٹ

## آثار قدیمہ

**فہرست آثار قدیمہ ملکیت سرکار عالی** ۳۰۳ء میں گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے مسٹر  
ہنری کزنس ایم۔ آر۔ اے۔ ایس جو بھی کے آرکیولاجیکل سروے کے مہتمم تھے بدیں غرض متعین  
ہوئے کہ آثار قدیمہ ملکیت سرکار عالی کی فہرست تیار کریں۔ انھوں نے اسی سال ملک کا دورہ کیا اور اس  
محنت کے نتائج ۳۰۹ء میں نیو امپریل سیریز آف آرکیولاجیکل سروے آف انڈیا کی جلد ۳۱ میں  
شائع ہوئے انھوں نے جو فہرست آثار قدیمہ مرتب کی وہ بیشتر اسی مواد سے تیار ہوئی ہے جو سرکار عالی کے خرچ سے  
فراہم ہوا تھا۔

**تقسیم آثار قدیمہ** مسٹر کزنس کی فہرست میں ۱۱۶۶ آثار ایسے ہیں جو لایق حفاظت ہیں ان میں  
سے (۴۹) سرکار کے قبضہ یا نگرانی میں ہیں اور (۶۷) خانگی جماعتوں یا اشخاص سے متعلق ہیں منجملہ کل  
آثار کے (۶۵) کی ایسی حالت ہے اور ان میں قدامت یا تاریخ کی ایسی دلچسپی ہے کہ ان کا ہمیشہ دست  
حالت میں رکھنا مناسب تصور کیا گیا ہے باقی (۵۱) اس طرح کے بیان ہوئے ہیں جن کے متعلق اسی قدر  
محکم و مناسب ہے کہ ان کو اور زیادہ خراب نہ ہونے دینے کی غرض سے یہ خفیف سی تدابیر اختیار کی  
جائیں کہ جو جھاڑی دیواروں میں آگ آئے اُس کو اکھاڑ دیا جائے اور ان کی بنیادوں میں پانی نہ مرنے  
دیا جائے وغیرہ۔ آثار قدیمہ۔ مندروں۔ غاروں۔ مسجدوں۔ مقبروں۔ قلعوں۔ چھاٹکوں۔ دید باؤں  
ستونوں۔ پتھر کی گمانوں اور منطقہ البروج کے نقوش پر شامل ہیں۔ نیز کچھ قدیم کتبے بھی پائے جاتے ہیں۔  
بہاڑ میں ترشے ہوئے دیول پتھر کے مندروں یا غاروں میں جو بمقام ایلورا اور اجپٹہ دضلع

اورنگ آباد واقع ہیں مشہور ہیں چنانچہ غار ہائے ایلورا کی نسبت کہا گیا ہے کہ ہندوستان میں سب سے عمدہ ہیں ایلورا اورنگ آباد سے ۴۴ میل شمال و مشرق کے کونے پر واقع ہے غار ہائے مذکور تین مذاہب کی عبادت گاہ ہیں یعنی بودھ - برہمن اور جین۔ یہ غار باعتبار زمانہ پانچویں صدی عیسوی سے لے کر نویں یا دسویں صدی تک کے ہیں سب سے پہلے جس یورپین نے ان کو دیکھا ان کا حال لکھا ہے وہ تھیموناٹ تھا اجنٹہ کے غار ویرانہ اور سنسان مقام پر ہیں جو اجنٹہ سے بخط مستقیم جانب شمال و مغرب تین میل کا فاصلہ رکھتے ہیں اور اجنٹہ اورنگ آباد سے جانب شمال مشرق ۵۲ میل ہے بمقابلہ غار ہائے ایلورا یہ کئی ہزار سال پیشتر کے ہیں اور خاصۃً مذہب بودھ سے تعلق رکھتے ہیں۔ غار ہائے اجنٹہ مجموعاً ۲۴ ہیں اور نقش و نگار میں شہرت رکھتے ہیں جن کو وہاں کے جانے والوں سے نقصان پہنچتا ہے جو کھڑے ٹوڑ ٹوڑ کر یادگار کے طور پر لے جاتے ہیں۔ ان غاروں کو چھوڑ کر ابھی تک اچھی حالت حفاظت میں ہیں۔ ضلع اورنگ آباد میں غاروں کے چھوٹے چھوٹے سلسلے اور بھی ہیں اور ان میں سے دو سلسلے اورنگ آباد سے دو میل کے فاصلہ کے اندر واقع ہیں جن میں سے دو بودھ کے ہیں اور تیسرے کو یقین کے ساتھ کسی مذہب سے منسوب نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ اس میں کوئی نقاشی نہیں ہے۔ بعض غاروں کی نسبت سمجھا جاتا ہے کہ چھٹی صدی کے اخیر یا ساتویں صدی کے ابتدا میں بنائے گئے ہیں ان میں جس میں مصوری سے کام لیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مختلف اوضاع سے بدھا کی بڑی بڑی تصویریں تراشی گئی ہیں۔ ایک بڑھی ہوئی تصویر نو فٹ بلند ہے اور اس کا پاؤں کنول کے پھول پر قائم ہے۔ دوسری تصویر میں بدھا کو ایک شیر پر کے تخت پر بیٹھا ہوا دکھایا گیا ہے ایک اور تصویر میں بحالت استراحت نمایاں کیا ہے جس کا طول (۱۶) فٹ ہے شکار گاہ اور زرنگاہ اور شاہی جلوس کے سین بھی ہیں۔ اور پوجا کے لئے جمع ہونے والوں کے ایسے مجسمے دکھائے گئے ہیں جن کی وضع قطع قریب قریب بالکل مصری ہے ضلع اورنگ آباد میں اور غار بھی گھٹوٹ کچ پٹیل کھورا اور رولیشور میں ہیں گھٹوٹ کچ میں دو غار ہیں جو بودھ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں جن میں سے ایک میں سے شاہزادگان "اسکا" کا کتبہ ہے جو اب بہت کھس گیا ہے لیکن دراصل نہایت صفائی سے تراشا گیا ہے۔ غار ہائے پٹیل کھورا میں ستونوں کے سرے پر دو ہرے بازؤں کے جالوز نکالے گئے ہیں جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ فارس یا سیریا کی تصاویر کی نقل معلوم ہوتے ہیں۔

رویشور کا غار چند ان واقع نہیں ہے مگر اس میں ایک حوض ہے جس کا ہر سال اگست (مہر) کے مہینہ میں میلہ ہوا کرتا ہے ضلع بٹیر میں بمقام آنہ جو گاؤں (دومن آباد) ایک غار ہے جس کو جاگیر کا سمجھا منڈپ کہا جاتا ہے

اس میں ایک ستون دار ہال ہے جس کا طول و عرض (۹۰) اور (۴۵) فٹ ہے اور چار ہاتھیوں کے مجسمے ہیں۔ ضلع عثمان آباد (نلدرگ) میں دھاراسیون سے کوئی دو میل کے فاصلے پر غاروں کے دو سلسلے ہیں ایک مذہب جین کا ہے اور دوسرا وشنو کا ہے۔ یہ غار جواب منہدمہ حالت میں ہیں سنہ ۱۹۵۷ء اور ۱۹۵۸ء کے درمیان کے پتے ہوئے تصور ہوئے ہیں ضلع بیدر میں بمقام کروڑہ قدیم رہنوں کے غاروں کا ایک سلسلہ ہے جو ادنیٰ قسم کی کئی مسام دار پہاڑیوں میں تراشے گئے ہیں۔ اور اس وقت خستہ حالت میں ہیں۔ اسی ضلع میں بمقام کلیانی کئی مکان پہاڑیوں میں ہیں اور ایک کمرے کے دروازہ مصری وضع کے یعنی نیچے سے چڑھے ہیں۔

**مساجد** مساجد مملکت حیدر آباد کے نمایاں خصائص میں ہیں کہ افراط کے ساتھ گنج لگا کر دکار اور مینا کار نقش و نگار بنایا جاتا ہے میناروں کی وضع جس سے گرد کی محرابوں میں بہت ہی شان پیدا ہوتی ہے وہاں میناروں سے بالکل الگ ہے جو دیگر اسلامی مقامات پر ہیں۔ فن عمارت کی نظر سے اس ملک میں کوئی زیادہ قابل ذکر مساجد نہیں ہیں البتہ مساجد مصرعہ ذیل باعتبار زمانہ بنانا تاریخی و عمارتی دلچسپی کے لحاظ سے لائق ذکر ہیں۔

تکلیف کی ناتمام مسجد کو چھوڑ کر اگر کسی مسجد کو قدیم کہہ سکتے ہیں تو وہ بلدہ حیدر آباد کی جامع مسجد ہے جس کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ سنہ ۱۵۹۸ء میں بنائی گئی۔ اس کے صحن میں ایک قدیم حمام کا کھنڈر ہے دوسری مکہ مسجد ہے کہ جس کی نسبت مشہور ہے کہ دکن میں اس سے بڑی کوئی مسجد نہیں ہے اس کے بنانے کی ابتدا سنہ ۱۶۳۷ء میں ہوئی تھی۔ لیکن اورنگ زیب کے گولکنڈہ فتح کرنے کے بعد سنہ ۱۶۸۸ء اور سنہ ۱۷۰۷ء کے مابین کسی زمانہ میں تمام ہوئی۔ اس میں تخمیناً دس ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں تعمیر میں تھکر کی بڑی بڑی سلین لگائی گئی ہیں محراب جس کے مقابل میں نماز پڑھتے ہیں ایک بہت بڑی چٹان سے بنی ہوئی ہے جس کے تراشنے میں پانچ چھ سو معمار لگائے گئے تھے جنہوں نے پانچ سال میں تراشائیں چٹان مقام مسجد پر پلینوں پر رکھ کر لائی گئی تھی۔ جس کو چودہ سو پل کھینچتے تھے۔ حالانکہ ضلع اورنگ آباد کی کالی مسجد جو سنگ سیاہ کی ہونے کے باعث اس نام سے موسوم ہے سنہ ۱۶۰۷ء میں بنی تھی۔ اس کے بیس ستون جیونوں کے بعض دیولوں سے لئے گئے ہیں۔ حالانکہ میں دو اور مساجد بھی ہیں جن میں سے ایک میں چھ نقش ستون ہیں جو کسی زمانہ میں ہندوؤں کے کسی شوال میں لگے ہوئے تھے دوسری میں اس قسم کے ستونوں کے علاوہ کسی دیول کا ایک دروازہ بھی ہے

موضع کٹور میں جو میدک سے ۴ میل جانب شرق واقع ہے ایک نفیس مسجد ہے جو صرف عمدہ تراشے ہوئے پتھر سے بنائی گئی ہے اور گچ سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ اگرچہ اس کی نگہداشت کے لیے انعامی معاش مقرر ہے مگر کہا جاتا ہے کہ پورے طور سے اس کی خیر گیری نہیں ہوتی۔ قلعہ گلبرگہ میں ایک ناتمام مسجد ہے جس کی نسبت بیان ہوا ہے کہ قرطبہ کی بڑی مسجد کے نمونہ پر بنائی جاتی تھی اس کی تعمیر کا آغاز فیروز شاہ بہمنی (۱۳۹۷ھ تا ۱۴۰۵ھ) کے عہد میں ہوا تھا یہ بہت بڑی عمارت ہے جس کا رقبہ ۳۸ ہزار فیٹ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تمام ہندوستان میں یہی ایک بڑی مسجد ہے جس کا تمام رقبہ مذکورہ مسقف ہے۔

**مقبرے** ریاست حیدر آباد میں سب سے زیادہ مشہور گوگنڈہ کے مقبرے ہیں جو شاہان قطبیہ نے بنائے تھے۔ بلدہ حیدر آباد سے یہ مقام کوئی پانچ میل کے فاصلہ پر مغرب کی جانب ہے ابو الحسن یعنی آخری بادشاہ خاندان قطبیہ کے سوا جن کا خاتمہ قلعہ دولت آباد میں قیدی کی حیثیت سے ہوا باقی جملہ شاہان خاندان مذکور یہاں مدفون ہیں۔ ان مقبروں میں سب سے پرانا وہ ہے جو پہلے قطب شاہ یعنی سلطان قلی نے خاص اپنے لیے ۱۵۳۷ء سے کچھ سال پہلے بنوایا تھا۔ یہ مقبرے بڑے اور سنگ ساق سے بنائے گئے ہیں باعتبار مکانیت مریج یا مستطیل ہیں اور اوپر گنبد بنے ہوئے ہیں بعض مقابر مذکور کاشی کاری اور دیگر عمارتی زیبائشوں سے مزین ہیں۔ زمانہ گذشتہ میں اکثر مقبروں کے ساتھ باغ بھی تھے لیکن او رنگ زیبے جس وقت گوگنڈہ پر حملہ کیا تو ان کو بہت نقصان پہنچا اور ایک زمانہ دراز تک یوں ہی پڑے رہے یہاں تک کہ ہر سال جنگ اول نے حرمت و حفاظت مقابر پر تو جہ کی اور باغ بھی پھر سے لگائے گئے۔ اس کے بعد سے سرکار عالی ان قدیم آثار کی پوری نگہداشت کرتی ہے اور جو لوگ وہاں جا کر وحشیانہ طور پر خرابیاں کرتے تھے اس کا حال میں سدباب کر دیا گیا ہے۔

گلبرگہ میں بھی اسی طرح کے مقبرے ہیں گو کاریگری میں ایسے نہیں ہیں۔ ان میں شاہان بہمنیہ گلبرگہ مدفون ہیں۔ بعض مقابر مذکور میں سرکاری دفاتر رکھے گئے ہیں وہ شاہان بہمنیہ جو اپنا دار السلطنت گلبرگہ سے بیدر کو منتقل کرنے کے بعد فوت ہوئے بیدر سے کوئی پانچ چھ میل کے فاصلہ پر جانب شمال و شرق دفن ہوئے ہیں۔ ان سب کے مقبروں کا اندرونی حصہ نقش و نگار سے آراستہ ہے بی بی کا مقبرہ جو او رنگ آباد میں ہے وہ ایک مشہور روضہ ہے جو اگرہ کی تاج محل کی وضع پر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کو او رنگ زیب نے اپنی بی بی رابعہ دورانی کے لئے ۱۶۶۰ء میں بنوایا تھا۔ عمارت میں سنگ مرمر افراط سے لگایا گیا ہے جو بیل

گھاٹیوں پر شمالی ہند سے لایا گیا تھا۔ اس کا صرفہ ایک مورخ اٹھارہ لاکھ اور ایک چھ لاکھ اڑسٹھ ہزار بتاتا ہے بہت برس ہوئے کہ اس عمارت کا ایک مینار بجلی کے صدمہ سے منہدم ہو گیا اور دوسرے مینار بھی کم و بیش خراب حالت میں ہیں۔ روضہ یا خلد آباد کو جو اورنگ آباد سے ۲۴ میل جنوب شمال و مغرب واقع ہے ایک گورستان کہا جاتا ہے۔ یہاں بہت سے مشاہیر اسلام اور خود اورنگ زیب اور نظام الملک اول دفن ہیں بیس گنبد دار مقبرے اور کوئی چودہ سوسادہ قبریں ہیں۔ اورنگ زیب کی قبر سادی ہے اور کوئی تکلف نہیں کیا گیا ہے صرف ایک سنگ مرمر کا کٹھن لگایا گیا ہے۔ شاہ پنجاب یعنی یوسف عادل شاہ کا مقبرہ شوالپور (ضلع راجپور) سے ۱۲ میل جنوب شمال موضع گوگی میں واقع ہے اس پر کوئی عمارت یا گنبد نہیں ہے اور صرف اتنا ہی ہے کہ ایک پادشاہ کی قبر ہے کہ جس نے چار سو سال پیشتر انتقال کیا تھا۔

**قلعہ جات** جو قسم داری فہرست مسٹر کونسل نے مرتب کی تھی اس سے واضح ہوتا ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں چھوٹے بڑے کوئی ۲۹ قلعے ہیں جن میں سے خاص خاص یہ ہیں۔

(۱) دولت آباد

(۲) راجپور

(۳) گولگندہ

(۴) قندھار

(۵) یادگیر

(۶) نلدرگ

(۷) ورنگل

(۸) نلگندہ

(۹) نرمل

(۱۰) بیدر

**دولت آباد** یہ قلعہ اورنگ آباد کے جنوب شمال و مغرب ۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ زمانہ قدیم میں اس کا تعلق ہندو راجاؤں سے تھا اور اس کو دیو گڑھ یا دیو گیری کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ وہی ہے جس کو ظلیوس نے لغارہ کہا ہے۔ اس قلعہ میں بعض چٹانوں کے پتھروں میں شیر پور تھی ترشے ہوئے ہیں اور دروازوں اور ستونوں پر پتھر تراش کر نقش نگار کیا گیا ہے۔ قلعہ کے اندر ایک سو فیٹ مربع پتھر کی باولی ہے جو سرسوتی سے منسوب ہے بیان کیا گیا ہے کہ بعض کمروں میں بہت سا تمباکو اور گھی جو قدیم زمانہ میں جمع کیا گیا تھا اب تک موجود ہے۔

**راجپور** قلعہ راجپور قدیم ہندو راجگان ورنگل کی نشانی ہے یہ قلعہ مستحکم نہیں ہے دیواریں پست ہیں اور ان پر آسانی کے ساتھ چڑھ سکتے ہیں برجوں کی شکل مربع ہے جیسا کہ عوامانہ قدیم کے ہندوؤں کے

قلعوں کی ہوتی ہو کثیر الاصلاح کی شکل پر بننا تاہر زمانے کے بعد شروع ہوا اور طیر سے طیر سے اور مدور قلعے بنانے کا رواج مسلمانوں کے آنے پر ہوا۔ ایک بڑی چٹان پر جس کا طول  $\frac{1}{4}$  ۴۱ فٹ ہے۔ تنگی میں ایک طویل طویل تحریر کندہ ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ قلعہ کی تعمیر ۱۲۹۴ء ہوئی تھی۔

**گولکنڈہ** یہ قلعہ بھی پچھلے ہندوؤں کا تھا جس کی تعمیر درنگل کے راجاؤں نے کی تھی ۱۳۹۴ء میں یہ قلعہ مسلمانوں کے تحت میں آ گیا۔ حصار کا دور ترین میل ۸ اور ۷ برج ہیں قلعہ کے اندر بہت سی قدیم عمارتیں تاریخ اور قدامت کے لحاظ سے دلچسپ ہیں اس وقت یہاں گولکنڈہ پر گیارہتاہر اور قلعہ کی نگہداشت خبر داری کے ساتھ کی جاتی ہے۔

**قصر حصار** ایک قدیم قلعہ ہے جس کو چوتھی صدی میں سودین نامی ایک ہندو راجہ نے تعمیر کیا تھا یہ تاندیر سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر جانب جنوب مغرب واقع ہے۔

یادگیر یہاں قلعہ راجپور سے ۳۴ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور بعضوں کا خیال ہے کہ اس کا نام راجگان یادو کے نام سے نکلا ہے جو اس کو یادگیری کہتے تھے اور بعض کا یہ خیال ہے کہ اس کا قدیم نام یادگیری یا گاؤ قلعہ ہے کیوں کہ فاصلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بیل پاؤں پھیلائے بیٹھا ہے اس قلعہ کے بعد مقامات پر کچھ عربی اور فارسی کتبے پائے جاتے ہیں۔

**قلندرگ** یہ قلعہ جس کا تعلق پچھلے ہندوؤں سے تھا سلاطین عادل شاہی کے زمانہ میں مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور انھوں نے اس قلعہ کو بہت مستحکم کیا۔ ۱۵۵۸ء میں سلاطین عادل شاہی نے توری ندی پر جو قلعہ کے پاس سے بہتی ہے ایک سنگین بند بنادیا جس سے فوج کے لئے افراط سے پانی بہہ ہو گیا ہے۔

**درنگل** یہ قلعہ نہایت قدیم اور مدور شکل کا ہے جس کی تعمیر ہندوؤں کے عہد میں کی تھی اور شہر درنگل سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے یہ قصبہ ٹھٹھوں بالقول بعضے گیارہویں صدی عیسوی میں آباد ہوا تھا اور کہا جاتا ہے کہ یہ وہی ہے جس کو بطیموس نے کورن کلا کہا ہے اس مقام پر قدیم زمانہ کے بہت سے دلچسپ آثار باقی ہیں یہاں کسی زمانہ میں ہندوؤں کا ایک بہت بڑا دیول تھا جس کے اب صرف ۴ پھاٹک باقی رہ گئے ہیں۔

**ننگنڈہ** یہ قلعہ چھوٹا مگر مضبوط ہے اور اس کی تعمیر صرف پتھر سے ہوئی ہو گئی ہے کام نہیں لیا گیا ہے۔

**نرمل** قلعہ نرمل قصبہ نظام آباد سے ۴۴ میل کے فاصلہ پر ان پھاڑی قلعہ جات میں سے ہے جو اس ناہموار حصہ ملک میں بنائے گئے ہیں۔ اس کی تعمیر پور میں قطعہ پرفرائسیسی عہدہ داروں کی نگرانی میں جو

سرکار عالی کے ملازم تھے ہوئی تھی۔ اس وقت یہ قلعہ ابھی حالت میں ہو۔  
**بیدر** یہ قلعہ جس کی تعمیر کا سنہ ۱۷۳۳ء میں مکمل ہونا واضح ہوتا ہے ایک خشک خندق اور ایک پشتہ  
 سے محصور ہے۔ ج کم فٹیشن شکستہ اور تباہ حالت میں ہیں قلعہ کے اندر ایک قدیم مدرسہ کے باقیات رہ  
 گئے ہیں جس کی تعمیر محمود گوان وزیر اعظم محمد شاہ بہمنی ثانی نے کی تھی اور جس کے ساتھ (۳۰۰) کتابوں کا  
 ایک کتب خانہ بھی تھا۔

**دیگر آثار قدیمہ** دیگر آثار قدیمہ میں مسٹر کزنس نے ہندوؤں کے (۲۷) دیول اس قابل بیان کئے  
 ہیں کہ اور نہ خراب ہونے دئے جائیں ان میں سے بعض مثلاً ضلع ونگل کے دیول بہت ہی قدیم ہیں  
 اور ان سے واضح ہوتا ہے ابتدا نہایت ہی وسیع پیمانہ پر بنے ہوں گے اور ان میں صنایع سے کام لیا گیا  
 ہو گا۔ ناراین پور میں بیدر سے چند میل کے فاصلہ پر ترشے ہوئے پتھر کے خوشنما دیول کے آثار ہیں جن میں  
 غورتوں کے کئی تراشیدہ مجسمے مختلف اوضاع میں بعض ناچتی ہوئی بعض بہنہ بھس نیم لباس میں ہیں اور سب کے  
 سب کمر سے اوپر یور کے سوا اور کچھ نہیں پہنے ہوئے ہیں۔ مالک سرکار عالی کے حصہ کرناٹک میں سب سے  
 عمدہ دیول موسوم بہ مہادیو گڑھی اٹکی میں ہے جو لنگسگور سے (۶۰) میل پر واقع ہے اس کی سنگ تراشی  
 نفیس اور زیادہ مقعر بیان کی گئی ہے۔ چھوٹے چھوٹے آثار قدیمہ میں پتھر کے وہ حلقے بھی شمار کئے جاسکتے ہیں  
 جن کی جانب کرنل میڈوئر ٹیلر کی توجہ بدیں وجہ منعطف ہوئی تھی کہ ان سے کیا لگات سکتے ہیں قوم کے ان لوگوں  
 کی نسل کے یہاں موجود ہونے کا ثبوت ملتا تھا جو تاریخ نبی نوع انسان کے نہایت ابتدائی زمانہ میں یورپ  
 میں اس کے جانب غرب داخل ہوئے تھے۔ یہ آثار بہ تعدد اکثر کل ملک میں موجود پائے جاتے ہیں اور  
 بلحاظ حفاظت ان کی حالتیں مختلف ہیں۔ سب سے بڑے حلقوں کا قطر ۳ سے ۵ فٹ تک ہے اور بڑی  
 بڑی ناچوڑ چٹانیں الگ الگ رکھ کر یہ حلقے بنائے گئے ہیں ہر حلقہ میں ۱۳ یا ۱۵ اچٹاں ہیں۔ ان میں بعض  
 حلقے ایسے بھی ہیں جن کے درمیان سنگین پختہ قبر کے نشانات ہیں۔

ایسے پتھر بھی لائق ذکر ہیں جن پر منظرہ البروج منقوش ہیں اس طرح کا ایک پتھر پٹن چرو میں ہے جو  
 حیدر آباد سے جانب شمال و مغرب ۶ میل کے فاصلہ پر ہے اس کے نقوش اپنی ترکیب کے ساتھ ایک  
 کنول کے پھول کے اطراف میں کندہ ہیں جس سے سو بچ کی شکل پیدا ہوتی ہے اسی طرح کی ایک اور  
 سل ایک اور قدیم باولی کے طاق میں لگی ہوئی ہے۔ یہ باولی قصبہ اوراد میں ہے جو بیدر سے چالیس میل ہے

بعض ایسے آثار بھی ہیں جن میں اگرچہ بالذات کوئی بات نہیں ہو مگر کوئی تاریخی خصوصیت رکھتے ہیں یا کسی خاص ندرت کے ساتھ مشہور ہیں۔ ناظر میں گروگویند یعنی سکھوں کے دسویں گرو کی قبر جو چونتیسویں صدی میں وہاں مارے گئے۔ تین پرانی قبروں کے پتھر بھی ہیں جو تالاب پتھا واقع نظام آباد کے قریب انجینئر کیمپاشی کے جنگل میں اُس ستون میں لگے ہیں جس پر ”باران پیم“ یعنی بجائش بارش نصب ہے۔ اسپر انی زبان میں ان لوگوں کے نام اور تاریخ وفات کندہ ہو جن کی قبروں پر وہ ابتداً لگائے گئے تھے۔ ایک کی تاریخ ۱۶۸۶ء اور ایک کی ۱۶۸۷ء ہے تاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ زمانہ اورنگ زیب میں کئی انی تاجر دکن کو آئے تھے اور اورنگ زیب نے اُن کو پناہ دی تھی۔ قلعہ اتھر سے جو ضلع اورنگ آباد میں واقع ہے دو میل جنوب ایک مربع سنگین ستون ہے جو ۱۵۹۱ء میں راستہ کی علامت کے طور پر لگایا گیا تھا اس کے ہر پہلو پر فارسی زبان میں ان تمام قصبات کے نام مندرج ہیں جو کئی سو میل کے گرد اگر دہیں ہیں۔

جن مقامات کا نام مندرج ہے ان میں ناگپور، جالندہ، میوار، چالیس گاؤں، اتھر، برہان پور، دولت آباد اور احمد نگر بھی ہیں۔ اورنگ آباد سے پچاس میل کے فاصلہ پر چھوٹا سا قلعہ سیونا اس لحاظ سے دلچسپ مشہور ہے کہ غالباً ہی پہلا قلعہ ہے جو بنگالہ عالمی کے ایک جملہ حضرت نواب منصور الدولہ ابن محمد عنایت خان نے مملکت حیدر آباد میں بنوایا تھا۔ سیونا اور دیگر مواقع حضرت محمد کو من جانب اورنگ زیب بطور جاگیر ملے تھے۔ انٹر ضلع اورنگ آباد میں ایک پرانی مسجد ہے جس میں کوئی ستون نہیں ہے اور اس لحاظ سے اس کو بھی مسجد کہتے ہیں۔ اور پکی ضلع گلگتہ میں ایک عجیب و غریب باؤلی ہے جسکو منتری باؤلی کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کا پانی ہر مرض کی دوا ہے شیطان اور جھوٹ اس سے اُترتا ہے اور کھیتوں سے کیرے وغیرہ دفع ہو جاتے ہیں۔

**ضلع کپل** ضلع کپل نواب سالار جنگ بہادر کی جاگیر ہے۔ اس ضلع میں قلعہ کپل اور لیگرہ دو تحصیلیں ہیں جن میں (۱۶۲) دیہات ہیں اور محاصل ہمہ الواب لگاتار سالانہ ہے۔ اس ضلع کا انتہائی طول چالیس میل اور عرض چالیس میل ہے اور (۸۸۰) میل مربع رقبہ ہے اور ہر دسے مردم شماری ۱۳۲۵ء سارے ضلع کی آبادی (۱۵۱۰۰۰) نفوس ہیں اور خاص قصبہ کپل کی آبادی جیسے عموماً کپل بہادر بٹہ کہتے ہیں نو ہزار اور مکانات دو ہزار دوسو ہیں۔ بہادر بٹہ ایک قریہ کپل سے دو میل کے فاصلہ پر ہے جہاں ایک عظیم الشان بہادر کا گنڈہ ہے اور اسی سے بہادر بٹہ نام پڑا یعنی بڑا بہادر لیکن صحیح و تسمیہ یہ ہے کہ حیدر علی خان میسور کے باپ بہادر نے اپنے نام پر اس قریہ کو آباد کیا ہے۔ بہادر بٹہ کی بنا صرف اس وجہ سے



کپل کے قریب میں ڈالی گئی کہ کپل کی توسیع آبادی ہو اور جو لوگ کپل میں نہ رہ سکیں وہ یہاں رہیں۔ کپل مدراس سدرن مرہٹہ ریلوے چھوٹی پٹری کی لین گنگل ہو بل سکشن گنگل سکشن سے (۸۸) میل اور بلھاری سے (۵۵) میل ہے۔ یہ بھی ایک تاریخی مقام ہے یہاں کی کوئی باقی عذہ تاریخ نہیں ملے لیکن جناب مولوی امین الحسن صاحب تعلقہ دار کپل کی توجہ سے جو مواد ملا ہے وہ شکریہ کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔ کپل دراصل کٹری زبان کا لفظ کوٹلو ہے جس کے لغوی معنی قریہ تو آباد اور درختوں کا جھنڈ ہے۔ قدیم زمانہ کی ایک سند عطاءے انعام کرودھی نام سچہ کے (۱۶۴۶) میں اس کا نام کوپل لکھا ہے مگر ایک اور سند میں جو تانبے کے پتھر پر کندہ ہے اور سوا سو برس پیشتر کی ہے اس میں کوپن لکھا ہے۔ دو نو سندی ایک ہی زمانہ کی ہیں یہ صرف کتابت کا فرق ہے کٹری کتابت میں "ل" "ن" سے بدل جاتا ہے۔ یہ اسناد سبحان جی راؤ مرہٹہ حاکم کی دستخطی ہیں۔ اس میں معطی کا نام مہاراجہ جھڑتی لکھا ہے جس سے مراد مشہور سیوا جی کا خاندان ستارہ ہے۔ ریلوے سٹیشن لیتی سے ملا ہوا ہے۔ لیتی پہاڑ کے دامن میں طولا آباد ہے۔ یہ پہاڑ لیتی کے مغرب میں ہے جو اندراکیل پر دت کے نام سے مشہور ہے اور جس کا ذکر مہا بھارت میں موجود ہے اور اسی پہاڑ میں ارجن نے شیو کی تپشاکر کے لیشو چھترم (نجات) حاصل کی تھی۔ اس پہاڑ پر مالی ملیا کا مقدس مقام بھی ہے اور قلعہ بھی اسی پہاڑ پر ہے جس کی بلندی دو سو فٹ ہے۔ ضلع کپل میں اس پہاڑ کے سوا سے اور دو سلسلہ ہیں ایک شیوا پور کا سلسلہ ہے جس کے پتھر نہایت مضبوط اور عمارات میں لگانے کے قابل ہیں اور کہا جاتا ہے کہ بابے ہاربر (بمبئی کا بندرگاہ) میں ہیں کا پتھر کثرت سے لگا ہے۔ تیسرا سلسلہ سات پہاڑ کہلاتا ہے جو بیس میل تک اس ضلع کی سرحد میں ہے اور جس کا کچھ حصہ تعلقہ گنگاوتی ضلع راجپور میں بھی واقع ہے۔ کپل کی خوش نما آبادی شکر کی دونوں جانب ہے۔ مختار گنج کا بازار خوب آباد ہے جو شارع عام پر ہے۔ چوڑی اور کشادہ شکر کی دونوں جانب قرینہ اور سلیقہ سے دکانات بنائی گئی ہیں۔ یہاں کا قلعہ اگرچہ اب ویران ہے مگر کچھ بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ موضع گورکل کے اینکٹ (تالاب کے بند) پر جو کتبہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اینکٹ ڈناک مد کے اہتمام سے سالیواہن سکے ۱۳۱۴ میں بنا جو یکٹ پھوپال راجہ آنا گندی کا بنایا ہوا ہے جس کو اب پانسو اسی برس کا عرصہ ہوا۔ اس پر سے قیاس کیا جاتا ہے کہ چودھویں صدی میں اس حصہ ملک پر راجگان آنا گندی دیو بجا نگر کا قبضہ تھا۔ جب بجا نگر کی سلطنت تباہ ہوئی تو سلاطین عادل شاہی کا دور دورہ رہا چنانچہ ۱۷۷۷ء کی سند سے اس کی تصدیق ہوتی ہے اور جب شاہان بجا پور اور مغلوں میں جدال و قتال

جاری تھا تب مرہٹوں کا بھی تسلط رہا۔ قلعہ کے کبتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حیدر علی ٹیپو سلطان میسور کا بھی قبضہ رہا ہے جس نے اس کا نام سلطان گرھ رکھا تھا جب ٹیپو سلطان کی سلطنت کا خاتمہ انگریزوں مرہٹوں اور سرکار نظام نے مل کر دیا تب سے یہ ملک ۱۷۹۹ء میں سرکار نظام کے قبضہ و تصرف میں آیا۔ اُس وقت اس کا نام نظام گڑھ رکھا گیا ۱۸۵۳ء میں عمل کشمیری کا آغاز ہوا جس کے چند سال بعد ۱۸۶۱ء میں پھر علاقہ نواب سرسلاڑ جنگ بہادر راوی کو جاگیر میں عطا ہوا۔ ۱۸۶۸ء میں راجہ ویر پاکشن راؤ ٹاٹوٹا جگمیرہ کا قبضہ بھی کپل پر رہا جس نے بغاوت کی اور مارا گیا اس کو جو سوٹھادیہات جاگیر تھے وہ بھی ضبط کر لے گئے۔ ۱۸۵۸ء میں ۱۸۶۸ء کا لائیو نام پھر ادھیک جیسٹھ بد میں منڈرگی بھیجے راؤ نے جو بھاری کا معاملہ داخا علم بغاوت بلند کیا اور ایک تعداد شیرگوں کی فراہم کر کے یلغار قلعہ کپل میں جا بھسا۔ ضلع دہاروٹا و بھاری سے سرکار انگریزی کی فوج نے اگر قلعہ کو گھیر لیا دو دن تک محاصرہ قائم رہا پھر ۳ دن بڑے کشت و خون کے بعد باغی مارا گیا اور قلعہ فتح ہوا جس کے بعد قلعہ سمار کر دیا گیا بہت سے برج منہدم کر دیے گئے اور نوپس ٹوڑ پھوڑ کر بیکار کر دی گئیں۔

قلعہ پہاڑ کے اوپر بنا ہوا ہے جو گرہ گیا۔ فصیل اور خندق اور بڑے بڑے تیس برج ہیں قلعہ کے تین دروازے ہیں جن میں سے ایک سلطان دروازے کے نام سے مشہور ہے باقی دو کا کوئی خاص نام نہیں ہے۔ قلعہ کے اندر کوئی عمارت باقی نہیں رہی صرف ایک توپ رہ گئی ہے جس کا طول چھ فیٹ اور دروڑ ہانی فیٹ ہے۔ توپ پر کوئی کتبہ نہیں ہوا درجے کا رہی۔

سلطان دروازہ کا کتبہ

بسم الله الرحمن الرحيم  
وَنَزَّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ -  
مالک ایس قلعہ را بود بہادر نواب ٹیپو سلطان از و طالع شدہ آثار کل عمارت تیار کرد و فدوی قلعہ دار محمد خاں بھلی نہادہ ام در سلطان باب

۱۱۹۸

دوسرے ایک دروازے پر کھکتا ہے۔

اللہ کافی  
حمد اکثر آ دروازہ مکہ بالقاب معظمہ مزین شدہ  
۱۱۹۳ھ

بندہ نیاز نشان محمد عثمان ساکن کوئٹہ جنوبی و تار بہ حسب آب خورش حسب الامر جلیل القدر نواب نامدار  
فلک اقتدار سپہ سالار خورشید رکاب صاحب الصیف والقلم حاکم الملک والعلم یعنی نواب حیدر علی خان  
بہادر عرف فتح حیدر دام سلطنتہ وعظمتہ بناے طیارسی قلعہ کپل دست داد۔ جابجائیز پانیہ پنج فرنگ و کار  
ٹانکہ و نہر و خندق وغیرہ ترتیب یافت

یاز دہم ذی قعدہ ۱۱۹۲ھ بحسب  
قلعہ کے پاس دو چاند کنتہ، پر کھکتا ہے۔  
دریں ایام نواب بہادر  
نوادار کار شد او یافت نامی  
نخستین نواب قلعہ یافت عالم  
زور یاقیض بکشاں اوشان  
نہا دندانام اور را حیا نکتہ  
بہ عقلش آنکہ شد اطراف تیلاب  
بماند یاد گاری تا قیامت  
مرتب شد دریں رجب مہ نو  
عمارت ساخت در کپل نوادر  
قلعہ دار از محمد خاں سلمی  
بہایم طیب جملہ نسل آدم  
قلعہ گچی و مٹی راستے داں  
نیز دست بر سر او جوگی بنڈہ  
میان جل پُرمی پر آب سیلاب  
نمونہ قسریہ کپل راسلامت  
سنہ ہجری یکہزار صد و نچہ نو

طہ شاعری کی دہم دہائی اس زمانے کے شاعر پر ہوتا ہے کہ نسیلاب پانڈا ہیچ زمانہ بھی ایسے شعر اسے خالی نہیں دیتا دولت آبادی  
جو کاغذی پورہ کے مشہور شاعر تھے انھوں نے نواب بشیر الدولہ بہادر مدظلہ العالی کی شان میں ایک قصیدہ لکھا تھا اور رنگ آباد میں  
برسر دربار پڑھا تھا اور بہ صدق از صحبت شاہان پڑھ دیا یاد ہو گا کہ یہ سلاسلے بخت و گاہی بہ دشنامے خلعت دہند نواب صاحب بہت  
مسرور ہوئے اور تیس روپیہ مالانہ منصب کر دیا۔ اس قصیدہ نے ایسی شہرت پائی کہ ہر شخص کی زبان پر تھا مجھے بھی دو ایک شعر یاد ہیں جو  
ناظرین کی تفریح طبع کے لئے مذہر ہیں۔

۱۱۳۴	۱۱۲۶	۱۱۳۷	۱۱۳۲
۱۱۲۹	۱۱۱۴	۱۱۲۵	۱۱۳۵
۱۱۲۵	۱۱۳۳	۱۱۳۲	۱۱۳۷
۱۱۳۹	۱۱۳۰	۱۱۳۶	۱۱۲۴

دوسرے مشہور مقامات | کپل سے کنہال چھ میل ہی یہاں گئی کے کھلونے ایسے نفیس بنتے ہیں کہ دیکھنے کے قابل اور دور دور جاتے ہیں۔ موضع الوندی میں فرقہ لنگایت کا ایک بہت بڑا مٹھ جو جس کا پوجاری اس تمام فرقہ کا مہتری رہتا ہے۔ الوندی کے پاس ایک موضع بہر پور ہے جو ہندوؤں کا بڑا مقدس مقام اس وجہ سے مشہور ہے کہ رام چندر جی لنکا جاتے وقت اس مقام پر سے گزرے تھے پیاس شدت سے لگی رام چندر جی نے اپنے تیر سے ایک باؤلی کھودی اور پانی پی کر آگے بڑھے یہاں جاتا ہوتا ہے۔ منیر آباد پر پلوے اسٹیشن کے پاس دریائے تنگ بھدرا کے کنارے کپل سے

تجلی شیعہ ۹۹: آسمان کے تم جہاں ہوا اور دل بشیر دے  
 موٹے ہو اور طیار ہو بس تم کو بھی دیکھا

مہدی دگر مہدی و مشتاق فریہ درں

..... اور ریل پر اسوار ہو بس تم کو بھی دیکھا

..... عقیق کے سہوار ہو بس تم کو بھی دیکھا

مہدی دگر مہدی سے مراد مولوی مہدی علی اور مہدی حسن صاحب ہیں۔

مدرس اس کی پُرانی سٹاغری اور ٹھٹھٹ زبان کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

اپنی محفل میں انوں اَدول کو فرمائیں کہتے (فرماتے ہیں کہتے ہیں) سو کو گئے سو میرے نیچاں اٹھ کو پھسراتیں کہتے

کیا اُنھوں کو بولوں میں منگنے آج آئیں گے

سب جفا یاں اُن کی لڑ پاب جفا لڑی سنو  
 ہاتھ میں شمشیر کو منجے از ماتیں کتے

کون سے چوڑے کے بل میں خنیاٹ کو جا کر چھپوں

پوسٹ پھانکر سید راہ ہو سکے ہیں

بارہ میل موضع لگی ہے یہاں ہلکھا کا مشہور دیول ہے جو درختوں اور باغات کے جھنڈ میں گھرا ہوا ہے اور بڑا ٹھنڈا اور تفریح کا مقام ہے یہاں ایک مسافر بنگلہ بھی ہے۔ ہلکھا دیوتی کی جاترا خورداد کے مہینے میں ہوتی ہے جس میں پچاس ہزار سے ساٹھ ہزار آدمیوں کا مجمع ہوتا تھا اب ہلکے نے اسے توڑ دیا ہے۔ بنی کپڑے پوکا اسٹیشن سے تین میل موضع لگی میں چھ مشہور دیول ہیں جن کی صنای قابل دید ہے یہ دیول سنہ ۱۱۰۰ء کے قبل کے بنے ہوئے ہیں۔ اکثر سیاح ان دیولوں کو دیکھنے جاتے ہیں۔

## خاتمہ

کتابوں کتابوں میں بھی فرق ہے۔ قصہ کہانی ناول بھ سب میں طرح لیٹ ریڈنگ ہیں ویسے ہی ان کی تصنیف بھی سہل الاصول ہے۔ محض خیالات کا اجتماع پلاٹ کی تدوین۔ دماغ کا پھوڑا اس کا مسالا ہے لیکن تاریخ زمان سلف لکھنا ایک بہت دقت طلب امر ہے۔ صد ہا کتابیں جب الٹی جائیں۔ بیسیوں مقامات کا عینی مشاہدہ کیا جائے۔ معروض اشخاص کی سینہ بسینہ روایتوں کی تفتیش اور تفحص کی جائے۔ کتبوں کی ہندی کی چندی نکالی جائے۔ جب کہیں تاریخ کی کتاب طیار ہو تو ہو۔ مثل مشہور ہے ”شادی دیکھو رچا کر اور مکان دیکھو بنا کر“ اور میں بلحاظ اپنے تجربہ کے اس میں اس قدر اور اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ ”کتاب دیکھو لکھ کر“ نفس کتاب تاریخ میں لکھ کر اگست ۱۹۱۷ء میں فارغ ہو گیا اور فی زعمی خوش بھی ہوا کہ حج ایس بارگراں بود ادا شد چہ بجا شد۔ لیکن جس کسی کو تصنیف کا چسکا لگ جاتا ہے وہ اسی اُدھیڑ میں لگا رہتا ہے۔ حصہ اول کی تکمیل کے بعد ارادہ ہوا کہ تاریخ کے ساتھ ہی بیجا پور کی عمارات کا حال قلم بند ہونا کتاب کی تکمیل کے لئے لازم پوزوم ہو ورنہ کتاب ادھوری رہ جائے گی چنانچہ حصہ دوم بھی مرتب ہو گیا۔ اس منزل پر میں نے ٹیکا لگایا پھر پھر سوچا کہ چنانچہ تو نے لکھا صرف ایک شہر بیجا پور کا حال تھا اگر اسی پر اکتفا کیا جائے تو فی نفسہ خاندان شاہان عادل شاہیہ کی اولوالعزمی کو بے لگانا ہے۔ لاؤ لگے ہاتھوں ان کے ہم عصر سلاطین اور راجگان ذی شان کے مختصر حالات بھی لکھو کہ جن سے رات دن ان کی سٹ بیٹھ رہی ہے۔ جب تک پہاڑ پہلو مخالف و معاند کے حالات نہ بتلائے جائیں تو یک رخ تصویر سے کیا نتیجہ نکل سکے گا تھرت الشیء بالاکضد ادا

ان معرکہ آرا حالات کے ساتھ شاہانِ عادل شاہیہ کے وسیع مقبوضات کے حالات بھی لکھو جو دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہ آخری سلسلہ حصہ سوم میں مدون ہو جس کی وجہ سے حجم کے ساتھ اس کتاب کی رونق اضعاغاف مضاعفہ بڑھ گئی۔ ناظرین کو حصہ سوم میں سوائے بہاولپور کے بہت سے مختلف مقامات کا نظارہ علی سبیل الاختصار دکھلایا گیا ہے۔ اور اگر میں یہ کہوں کہ یہ تاریخ مجموعہ تاریخ ملک دکن ہے تو کچھ خود ستائی نہ ہوگی۔ ایک برس پہلے اور پھر ایک برس سے کچھ اوپر اب غرض دو سوادو برس کی نگہداشت محنت کا یہ ثمرہ ہے۔

قدر دانی کی نگاہوں سے اگر دیکھ لوں آپ میں یہ سمجھوں گا کھلانے کی محنت میری میں اب اس مشغلہ کو کرتا ہوں اور ناظرین سے بعد اعتراف اپنی کم بضاعتی کے خواہانِ عفو ہوں غلطی کا ہونا لازماً بشریت ہو۔ قدر دان اور سخن شناس محنت و کاوش کی داد دیتے ہیں اور عیوب پر مہر و کرم کا پردہ ڈال دیتے ہیں۔ اس کے خلاف بعض ایسے حضرات بھی ہیں کہ ہنر پر نظر نہیں۔ عیوب کو نمک مرچ لگا کر میل کا بیل بنا دیتے ہیں۔

عیب کے دیکھنے والے تو بہت ہیں لیکن پر یہاں حسن شناسان سخن تھوڑے ہیں

فقیر حقیقہ لبشار

مقام رانچور دکن  
۶ ستمبر ۱۹۱۵ء

قطبہ تاریخ از مطبع جناب ابواللسان مولوی محمد صدیق حسن صاحب سفینہ کنوی

مرحوم جلال الشیر الدین خوب لکھی ہی واقعی تاریخ  
تجلیہ ہر کہانی شان کی یہ ہر ہزاروں میں ایک ہی تاریخ  
جس کی مدت سے آرزو تھی سفیر  
واقعات اس میں خوب لکھے ہیں۔ خوب تحقیق سے لکھی تاریخ  
تک تاریخ جو بی بی مجھ کو۔ سال ہجری میں عیب کی تاریخ  
آج وہ طبع ہو گئی تاریخ،

۱۳۳۳ھ  
۱۳۳۳ھ  
۱۳۳۳ھ



## تقاریر

تقریر عربی ریختہ قلم عالم اجل فاضل کمال عالی جناب مولانا مولوی حاجی حافظ  
سید احمد حسین صاحب قلم محدث دیوبند ول تعلقہ دارالمنشور اہل سنت فیضہ احسن

اعلموا ایہا الناس ان الكتاب الذی صنفہ الفاضل الجلیل والعالم النبیل اعی مولانا  
المولوی بشیر الدین احمد ابن شمس العلماء مولانا المولوی نذیر احمد مؤرخ طاب الله  
تذکرہ وجعل الجنة مثواه فی تاریخ بیجا نگر و بیجا پور کتابت لمیر الدہلوی مشیلہ  
ولم یلاحظ الشہور عدیلہ فلیہ دد المصنف حیث جہد فی تالیفہ واجہد  
فی تصنیفہ إجتہاداً کم یمانلہ المسائلون لأن المؤرخین الذین سبقوا وإن  
صنفوا فی ہذا الباب کتباً عدیدہ لکن لم یسبقوا علیہ بل سبق هو  
علیہم ولا شتم الکتب علی النفوس الی کانت منقوشة فی بعض أحجار  
العمارات القدیمة من تلك القرى وکانت ہی مبنیة لأحوال الضرورة  
ہما مضی فترك السامعون ما لا یغنی ترحکة و ذکرہو فی کتابہ ہذا ما  
یلحق ذکرہ فحقق أن یقال لہذا السفر العجیب والذی المرئی ربہ التالیخ  
فی الأمصار و خلاصہ التوارخ فی الأعصار کیف لا أبوءہ رحمہ اللہ قد  
اشتم فی المشارق والمغارب وکانت تصنیفہ من العجائب والغرائب  
فکما أن الولد سیر لابیہ کذلک تصنیفہ سیر لتصنیفات ابیہ  
فہذہ الصنفہ الشریفہ والمنقبہ المنیقہ بیتو أدت من آباءہ الذی  
وواجب اذہ العظام اسکنہم اللہ من الجنة فی اہل المقام و حکما  
أن القرآن الحمید والفرقان الحمید لا یحاط علی الواقعات الماضیہ  
کان موجب البصیرة اہل الانظار کما قال اللہ تعالی بعد ذکر  
تلك الواقعات فاعتبروا اولی البصار کان تصنیفہ فی تلك الواقعات



وَالْحَوَادِثُ تَعْمِلُ تَعْلِيلُ مَسْلُوكِ كَلَامِ اللَّهِ الْعَلَامِ وَهَذَا صُغَةُ أَهْلِ الْفَضْلِ  
الْكَرَامِ وَالْمَثَلِ هَذَا أَفْلَحُ الْعَامِلُونَ وَبِحُسْنِهِ يُوقِنُونَ ٥  
تقریر ریختہ قلم مجرّم فاضل اجل و عالم کمال سیدی سندس مولانا مولوی سید محمد و مہدی الحسنی قادری  
ساکن کرنول ادام اللہ فیضہ برکاتہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
أَحْمَدُ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنْ مَلِكِ الْمَلِكِ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ  
أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ لَهُ كُلُّ مَلُوكٍ الْأَرْضُ عِبْدٌ وَهَذَا أَمْرٌ وَابْجَى الصَّلَاةِ وَأَذْكَى  
السَّلَامِ عَلَى سَيِّدِ الرُّسُلِ الْكَرَامِ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَى وَإِلَى الْجَنَّةِ وَأَصْحَابِهِ الْعِظَامِ  
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامِ مَا نَعُدُّ فَيَا مَعْنَى الْأَحْيَاءِ الْبَشَرِ وَإِطْبَعُ هَذَا الْكِتَابَ الْمُسْتَطَابَ الْمَشْهُورَ  
الْمُسَمَّى - وَاقْعَاتِ صَلَّيْتَ بِمُحَمَّدٍ - الَّذِي صَنَّفَهُ الْخَيْرُ الْعَلَامُ الْبَاحِ الْظَنُّ طَامِ الْبَاحِ  
الْخَيْرِ وَالْأَمْرُ مَوْلَانَا الْمُؤَلَوِي بِشَيْخِ الدِّينِ أَحْمَدُ آدَامَ اللَّهِ فَيُوضَعُ وَأَبْدَلُ ابْنِ مَوْلَانَا  
أَنْفَاضِ الشَّيْخِ الْأَوْحَدِ مَوْلَانَا الْحَافِظِ الْمُؤَلَوِي تَلَوِي أَحْمَدُ تَوَدَّ اللَّهُ مَوْقِدًا وَدَعَا مَعْجَمًا  
بُورَدَ - ذَاكَ الْكِتَابَ لَا رَيْبَ فِيهِ هَذَا الْبُتَيْنِ وَمَوْعِظَةُ الْمُتَوَكِّلِينَ وَتَلَا كَرَامَةً لِكُلِّ  
عَبْدٍ مُتَبَيَّنٍ وَتَبَيَّنَ لِكُلِّ آدِيٍّ أَرِيْبٍ فَجَزَا اللَّهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ وَأَرْضَاةً يَمْنُشُوا الْقَبَالَ  
وَالرِّضَاءِ وَجَعَلَ سَعْيَهُ مُشْكُورًا وَجَزَاةً جَزَاءَ مَوْقُودًا حَيْثُ أَتَى بِحَقِّهِ عَجِيبٌ وَ  
تَدْقِيقٌ غَرِيبٌ مَا لَمْ يَأْتِ بِهِ أَحَدٌ مِنْ الْعَالَمِينَ وَفَرَّدَ مِنْ الْمُؤَرِّخِينَ وَالنَّاقِلِينَ  
إِنَّ هَذَا الشَّيْءَ عَجَابٌ وَفَضْلُ الْخَطَابِ فَأَعْتَبُوا وَأَيُّ الْأُولَى الْأَبْصَارُ أَنْظَرُوا فِيهِ  
لِعَيْنِ الْأَعْيَانِ فِي ذَلِكَ لَعْنَةً لِمَنْ يَحْسُنُ وَلَا يُؤَلِّ الْأَكْبَابِ لَا تَقْصَلُ لَا وَابْنِ  
خَيْرَةَ الْأَخْرَيْنِ فَتَحْصَلُ الْكَلَامُ أَنَّ هَذَا الْكِتَابَ حَرِيٌّ بِأَنْ يُقَالَ فِي شَأْنِهِ  
مَا يُقَالَ ٥ هَذَا كِتَابٌ لَوْ بَاعَ بَوْرَنِي ٥ ذَهَبًا لَكَانَ الْبَائِعُ مَغْنُونًا ٥  
فَحَسَلَهُ اللَّهُ مَقْبُولًا مِنَ الْعَالَمِينَ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنَّ أَحْمَدَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ٥  
كَتَبَهُ الْفَقِيرُ إِلَى اللَّهِ الْغَنِيِّ أَبُو الْخَيْرِ وَالْفَضْلِ السَّيِّدُ مُحَمَّدٌ مُحَمَّدٌ وَمَا يُحْسِنُ الْحَسَنِي  
الْقَادِرِيُّ النَّظَامِيُّ عَامِلُهُ اللَّهُ بِطَقْفِهِ السَّامِيُّ -

## قطعات تاریخی

قطعہ تاریخ طبع کتاب واقعات مملکت بیجا پور از فقیر الی البدیع ابو النخیر والفضل سید محمد

مخدوم حسینی الحسنی المعروف بہ سید خواجہ حسین کر نئی کان الدولہ ولوالدہ

أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ	مَا لَكَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتِ
مَا لَكَ الْمُلْكُ دُونَ الْجَلَالِ فَلَا	مِثْلَهُ فِي الصَّفَاتِ وَالذَّاتِ
صَادِقٌ كُلُّ مَنْ عَلَيْهِ سَاقَانُ	يَبْقَى مَنْ خَالِقُ الْبَرِيَّاتِ
أَيُّنَ دَاوُدَ أَيْنَ إِسْكَندَرَ	أَيُّنَ مِنْهُمْ مُلُوكُ أَرْضَاتِ
أَيُّنَ مِنْ مَلَائِكَةِ مُلْكِهِ عَدَلًا	دَاوُدَ أَيْنَ الْخَلِيلِ خَيْرَاتِ
أَيُّنَ مُلَاوٍ، مُلْكٍ بِمَجَافِرٍ	عَادِلِينَ بِالْكَرَامَاتِ
حَالِ سَجْدَةٍ تَسْمُو طُرًّا	فِي كِتَابِ الَّذِي لِعِبَادَاتِ
حَاجِمٌ عَادِلٌ لِنَسِيرِ الدِّينِ	صَاحِبِ الْفَضْلِ وَالْكَوَامَاتِ
فَاضِلٌ بِأَذِلِّ نَقِيدِ الْفُلِّ	بَارِعٌ جَامِعُ الْكَمَالَاتِ
فَبُصَّةٌ فِي الْوَرَى لَقَدْ عَمُرُ	مِنْ تَصَانِيفِ الْعُمِّيَّاتِ
صَنَّفَ ذَلِكَ الْكِتَابَ مُدَى	لِلْبَرَائِبِ إِلَى السَّعَادَاتِ
جَمَعَ فِيهِ مِنْ سَوَاتِحِهِمْ	أَلْفَ فِيهِ كُلِّ حَالَاتِ
كُوَيْبَاعٍ يُوَزِّنُهُ ذَهَبًا	كَانَ مِنْ بَاعِهِ بِحَسَرَاتِ
أَسْرَحَ طَبْعُهُ أَبْوَابَ الْخَيْرِ	أَحَقُّ الْخَلْقِ وَالْبَرِيَّاتِ

جاء تاريخه من القرون

إن في ذلك لايت

۳۳۳ سنہ ہجری

تقریباً کتاب تاریخ واقعات مملکت بیجاپور مولفہ محمد می مولانا و بالفضل اولنا جناب لوی بشیر الدین احمد صاحب دام اقبالہم اول تعلقہ دار ریاست نظام حیدر آباد دکن خلد اسد ملکہ و سلطنتہ و افاض علی العلین برہ و احسانہ نوشتہ جناب مولوی سید غوث محی الدین صاحب ایجاد دوم تعلقہ دار وظیفہ یاب جال ناظم عدالت سمستان گدوال ضلع راجپور

خوشا نصیب چشم روشنی دہ کہ سوادش چوں سواد چشم آئینہ پرواز بنائی است۔ و جبکہ صحیفہ فرخ آہمار کہ صفحہ نگینش چوں چشم گل سرخ روی حکایت واقعات آرائی۔ سطورش چوں ابروان خوش چشمان ناصبیہ دارد ادا ہے روشن۔ و جودش چوں دیدہ آہونگان بر اشارت غریب سیاهی زن اگر الفت است چوں نگاہ سعادتمندان علم افزا فرخ قالی است۔ و اگر با است چوں ابروے دولتند اس سفینہ پر داز خوش حالی اگر جیم است چوں چشم آہو سیاه نیمہ لیلای فصاحت است۔ و اگر را است چوں مژدہ خوش رویان کلید آئینہ بلاغت۔ حرف حرفش برو فور متانت و صداقت دال است و ہر نقطہ اش ہر گنجینہ کمال۔ نقطہ اش چوں خال چشم خواں سیاهی دیدہ فرخندگی است و جاوہ معانی صافی از سواد عیار اش چوں جلوہ آب زندگی بجلی بین کسطور چوں شعاع چشم خورشید روشنی بخش چہرہ متانت است۔ و معانی نگینش چوں رخسار ارغوان غارہ پہ دازد۔ بے سلاست۔ نثری است کہ نظم شیریں بر وے نثار است۔ و انتظام سبک کہ کشاں پیش آن سبے اعتبار۔ ہر صفحہ اش جواہر نگار است۔ بلکہ ماسر گلزار۔ ہر دوش روشن تر از چشم نزال است۔ و دودہ اش سیاہ تر از زلف و خال۔ گویا مصداق۔ اِنَّ مِثْرَ الْبَيِّنِ لَيْسَ اَنْشَرُ ہذا است و سحر بابل عبارت از ہمین البشائریخی است کہ احوال سلاطین از آن آشکار۔ و حکایاتش حکما رہن تر از باغ و بہار۔ قصہ الیست مرغوب تر از سخن شاخ نبات۔ و داستانے است کہ روانی بیانش جان بخش تر از آب حیات۔ تذکرہ اش حکام سلف را زندہ ساختہ۔ و سامعہ را بخواہر و ابر و واقعات دلچسپ پر داختہ۔ بیان ہمار اش کہ احوال از بود و باش حکام سلف بر کنار۔ گویا مصداق قاضی و یا اولی الاصلہ۔ از آنجا کہ مطالعہ تالیف ہذا خبر از طبع نقاد مولف می دہد ہمان یہ کہ اولاً بدعا سے ارتقا نے مدارج مولف یعنی محمد می مولانا جناب مولوی بشیر الدین احمد صاحب اول تعلقہ دار

ضلع راجپور دام مجید ہم پر دارم۔ وٹانیا قطعہ تارخیش کہ در صنعت ملفوظی است بیان سازم ۵  
 یا خدا بخت او ہمایوں باد شوکتش نیز روز افزوں باد  
 آنکہ ز آہنگ عزم او ہر دم کار و بار جہاں بہ قانوں باد  
 ساز آوازہ لباقبت او نفہ پر دایر بیچ سکوں باد  
 این دعای کنسم کہ عشرت او در تسلسل چو دور گردوں باد

### قطعہ تارخ بہ صنعت ملفوظی

۵  
 عجائب نسخہ دلچسپ مرغوب  
 کہ طبع از دیدنش گردیدہ مخطوط  
 سراپا دیدہ ریزی چون نمودم

والہا

۶-۳۵

۳۱

سنش تالیف خوب آمد ملفوظ

تالیف لام یا فا خدا او !

۹۲ ۱۲ بھری

۳۱

۳۳ ۱۳۳ بھری

قطعہ تارخ نوشتہ جناب مولوی حکیم لطیف احمد صاحب تیس تہلی ضلع ساہن  
 ”قطعہ سال تالیف واقعہ شہنشاہان بجا پور“  
 ۱۹۱۵ء

۳۰	مدح حلق خدا پر کمال ذی جوہر	۳۰۰	۴۰۰	ذہین ذریعہ و معجز مقال اہل شعور
۹۰	صلاح کارنگو مولوی بشیر احمد	۳۰	۳۰	جور انچور کے حاکم ہیں نامی و مشہور

۵	ہیں ان کے والد ماجد ہی بہشت نصیب	۲	۳	جناب حافظ مرحوم دہلوی مقفور
۱	انھیں کی لکھی ہے بجا نگر کی وہ تاریخ	۶۰	۲۰	کہ جس کے نام میں تاریخ طبع ہو مستور
۵۰	نشاط عمر بھی ہے آپ ہی کی طباعی	۱۰	۳۰	لکھی گئی ہے جو وقت قیام لنگر
۱	اک اس کا حصہ اول وہ عزت پلان ہے	۱۰	۲۰	کہ جس کے لکھنے پر اخلاق فرمایا مجبور
۷۰	حصہ پیری۔ اسی کا ہے حصہ آخر	۲۰۰	۲۰	کہ زیر طبع ہے ان کو خدا کرے باجور
۷۰	علاوہ اس کے کئی اور بھی ہیں تصنیفات	۳۰	۲۰	کہ ہے مفید ہر اک انہی کے اثاث و ذکر
۲۰	کتابت ان کی تصانیف کی دیر فلک	۲۰	۲۰	کرے زمین پر اگر تو کیا بھر کچھ ہے دور
۳۰۰	تمام علم کی دنیا میں دیکھئے پھر کے	۱۰	۳۰	مصنفوں میں کہاں ان کا ہونہیں مذکور
۹	طبیعت ایسی خدا داد پائی ہے پر زور	۲۰۰	۱۰۰	قلم اٹھائے کوئی کیا مجال ان کو حضور
۳۰۰	تجران کو ہے کس علم میں نہیں حاصل	۳۰	۱	اصول و فقہ و تواریخ ادب ہو سب میں عبور
۲	ہست سے اور ہیں اوصاف ان کا اخلاقی	۱۰	۳۰	قلم کو شرح میں جس کی ہو اعتراف قصور
۳۰	مذاق طبع نے چھوڑا نہ بے قلم اٹھو اے	۱۰	۱	اگرچہ دل ہی ابھی حادثات سے رنجور
۳۰	لکھا بھند کرہ پھر اب شہان عادل کا	۱	۲۰۰	روا ہے اس کو اگر کیے گویا گھسٹہ منثور
۱۰۰	قریب تر ہے زبانہ کہ چھپ کے شائع ہو	۶	۳	جناب حضرت باری کو ہے اگر منظور
۱	اب اس کتاب کا درکار ہو نام ایسا	۱	۲۰	کہ فارسی سن تا یف بھی ہو اس میں ضرور
۳	چہ خوش بود کہ برکد یک اثر شہ دو کار	۲۰۰	۲۰	کہ کو کہ واقعہ خسروان حجب پلور

۱۳۳۳ھ

۱۹۱۲ء ۱۳۳۱ھ فضلی

۱۳۲۳ھ فارسی

ولہ

خداوند عالم کا شکر و سپاس کہ فرما دیا ایں عادل کا حال

۱۲ جناب حافظ مولوی تذیر احمد صاحب مرحوم سے مراد ہے

۱۲ نام "تاریخ بجا نگر" ہو۔ اس میں تاریخ طبع ۱۹۱۱ء از روئے قاعدہ زیر بنیات نکلتی ہو

نوٹ۔ واضح ہو کہ ہر حصہ اول کے پہلے تہذیب جوئے سے سنہ ہجری اور انھیں مہر جوئے کے آخر حروف کے جوئے سے

سنہ عیسوی اور ہر دوسرے مہر جوئے کے پہلے حروف کے جوئے سے سنہ فضلی نکلتا ہو۔

بتصریح لکھ کر ہوے فارغ آج  
عبث ہے تجھے اتنی فکر و تلاش  
مردِ قلم کہ رہی ہے لطیف  
جناب بشیر احمد خوش خیال  
سن و سال تالیف کا کیا ہو کال  
”یہ تاریخ لکھی گئی بے مثال“  
۱۹۱۴ء

ولہ

یہ جواب کے بشیر نے تاریخ  
من و عن حالت شد عادل  
حق ہے لکھے جو اس کی یہ تاریخ  
روح بخش قلوب لکھی ہے  
پاک و صاف از عیوب لکھی ہے  
کہ ”یہ تاریخ خوب لکھی ہے“  
۱۹۱۴ء

ولہ

لکھے گئے وصالِ عادل شہی جو یہ  
خود کہ رہا ہی مسرور تاریخ ای لطیف  
ہم اور آپ اس کی ستائش کریں گے کیا  
”تاریخ کیا بشیر نے لکھی ہی بے بہا“  
۱۹۱۴ء

ولہ

ای بشیر الدین احمد آپ نے یہ تذکرہ  
کھینچ کر تصویر ساری سلطنت کی یک قلم  
پھونک دی کہ روح اس میں ہے ایسی بھر  
سیکڑوں جانیں نثار اس آپ کے اعجاز پر  
کون سی ہو وہ جگہ اس کا جہاں چھپیں  
مفت ہی یہ موتیوں کے مول بھی یہ مفت ہے  
اس در افشانی کو سمجھے ہر کوئی کیا بالعموم  
حسن بندش کے ہیں خود اس کے مضامین غنم  
کس کی کس کی ہم کریں تعریف میں کن باں  
لالی تصیف و تحسین خوب لکھا واہ واہ  
باسر و سامان خود و خیر و فیل و سپاہ  
جی اٹھے شاہان بیجاپور با تخت و کلاہ  
صدرتہ اس دست و قلم کے لاکھوں شام و بچا  
ہر کہیں مذکور اس کارات دن ہی خواہ خواہ  
معنی و الفاظ پر جو ڈالے اُسری نگاہ  
قدر گوہر جوہری دانکہ داند بادشاہ  
اس کی خوبی پر ہی اس کا فقرہ فقرہ خود گواہ  
لفظ لفظ و حرف و حرف و نقطہ نقطہ داد خواہ

ہاں باقی بال حروف بالفظ کیے تو ہم  
کہہ دیں سال اس کا ”یہ ہی تاریخ عادل بادشاہ“  
۱۹۱۴ء

### ولہ

بشیر نے جو یہ تاریخ ملک پنجاب پور  
اب اس کی پوچھے کوئی بالفاظ اگر تاریخ  
برجاں فشانی و سعی بلخ لکھی ہو  
تو بس یہ کہ دو کہ تاریخ بادشاہی ہو  
تواریخ بسوط شہان سیما پور،  
۱۹۱۴ء

### ولہ تلخ طبع

- (۵) ہوا ہو جو یہ چھپ کے مطبع عام (۳۰) (۷۰) عدیل و نظیر اپنی ہو آپ ہی (۱۰)  
(۳۰) لکھی جس نے تاریخ پنجاب نگر (۲۰) (۴۰) مولف ہو اس تذکرے کا وہی (۱۰)  
(۶) وضاحت پر ہو اس کی دانش فدا (۱۰) (۲۰) تصدق وضاحت بریں آگئی (۱۰)  
(۱) اب اس کی نہی مطلوب تاریخ طبع (۷۰) (۲۰) کرے فکر اس میں نہ کچھ کوئی (۱۰)  
(۶) سخی سے بھلا سوم جو دے جواب (۲) (۳) جو کتا ہو کل وہ کے آج ہی (۱۰)  
(۱) اگر کامیابی نہ ہے بری میں ہو (۶) (۴۰) تو منقوطہ حرفوں میں فصلی سی (۱۰)  
(۱۰) یہ مصرع نہایت ہی موزوں لطیف (۸۰) (۴۰) تواریخ بسوط عادل شہی (۱۰)  
۱۱۳۳ + ۳۹۹ + ۳۳۳ + ۱۱۳۳ = ۱۹۱۵ء  
۱۳۳۲ فصلی (ہندی) ۷۰

قطعات تاریخ نوشتہ جناب نصیر الدین شاہ حنا قادری جاگیر دار آٹا ہسوسو غیر ضلع راجپور

بشیر احمد کہ ماہ و سالش  
بود مدام از خزان آفت  
فردوں کند رب ذوالجلال  
بامن حق جسدہ نونہال

۱۵ آپ سید شاہ احمد صاحب نبیرہ قادری جاگیر دار آٹا ہسور کے فرزند اکبر ہیں۔ آپ کو جیلا پور میں بھی معاش ہو یہ  
مواضع بھی آپ کے خاندان سلاطین عادل شاہیہ کے زمانہ سے جاگیر میں آٹا ہسور کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کٹری  
زبان میں آٹا ہتھی کو کہتے ہیں ہنس نہیا۔ اور گاؤں یعنی ہاتھیوں کے رہنے کا نیا گاؤں۔ چوں کہ سلاطین عادل شاہیہ  
کے ہاتھی بوجہ قرب و دو کشتا اس جاگیر تھے لہذا یہ نام پڑ گیا۔ ۱۲

فرید دھرو و حید عالم  
پدر مقدس پر مکرّم  
دل خلائق مستخرّ او  
نوشت تاریخ بھیا پوری  
قلم بھر قصّہ کہ برداشت  
چونکہ کردم بسال فصلی

بذی کمالی ز سپہ کمالش  
ستودہ ہر یک مجسّن حالش  
بحسّن انصاف و خوش خصالش  
ندید چشم کسے مٹالش  
عیان نمودہ نہفت حالش  
ہمایوں تاریخ گشت سالش

سنتس نقل

وَلّٰہ

بشیر الدین احمد ذی کمالے  
ز سپہ ذی عقل و ذی تمیز و ذی ہوش  
کسے ہم پایہ او و بشیر نیست  
ز سپہ انصاف پر و عدل گستر  
از و شمع عدالت ہست روشن  
ستم در بند و عدل و داد ازوے  
کسے را بر کسے فی چہرہ دستی  
خلافت ضابطہ ہر گردن پوید  
بدستش در فراخی تنگ دستی  
بہ تحریر و بہ تقریر و بہ تصنیف  
از و روے کمال و علم و پرورد  
جوابش نیست در شیریں کلامی  
کتابیے چند کو تالیف فرمود  
بخوبی ہر یکے پس بے مثال است  
در آں شہر کہ بھیا پور گویند  
بعدال شاہ بودہ پایہ تخت

کہ باشد مہربانیش ذوالجلالے  
بحو نشان خوش خوئی بلا نوش  
اگر کس بہت چوں او داد گریست  
تعلق داریش زید سراسر  
زمین ضلع رشک و شت ایمن  
رعیت شاد و ملک آباد ازوے  
سر افگندہ ہمہ بر حق پرستی  
اگر جوید صلاح کار جوید  
کہن جویش کفیل سر پرستی  
بروں تعریف او از حد تعریف  
زد استیہ گی جہل از و دو  
در آفاق آمدہ نامی گرامی  
ہمہ تعریف بر تعریف افزود  
کہرمانند تالیفش مجال است  
ز خاک او سرور و سوز جویند  
گرفتہ بہترین سرمایہ بخت



کنون تاریخ او خوش تر نوشت است  
 بود تاریخ بحیب پور نامش  
 ہمہ از عیب پاک وسیہ نظیرے  
 ہر اک نقل است این تاریخ اصل است  
 گل گلزار خوبی حروف خوش  
 ہر فقرہ سودہ مشک و عنبر  
 ہوئے خویش دل باغ باغ است  
 جزیں اوصاف او ہمیں دراز است  
 بود تا این کتب اندر زمانہ  
 زمانے در تجسس چوں سر آمد  
 بطرز نو در گریوں پافشردم  
 زمانہ آید این مصرع بمصرع

دولہ

کرم تم پر اللہ کا اسریشید  
 یہ مرغوب ہی سب کو مطلوب ہی  
 ہر اک قصہ اچھے سے اچھا لکھا  
 کوئی اس سے تاریخ بہتر نہیں  
 حروف اس کے ہیں باغ فرحت پھول  
 یہ ہو راحت جان و آرام دل  
 پدر جس مصنف کا ہووے شاہد  
 پیر بھی مصنف ہو مثل پدر  
 زیادہ کردں اور تعریف کیا  
 سن طبع کی جب ہوئی جستجو  
 وہیں یہ ندا غیب سے آگئی

در آن تخم نگو نایست گشت است  
 کہ شد در ساعت نیک اختتامش  
 صفا بخشندہ روشن فہمیرے  
 باصل و نقل خیلہ فرق و فصل است  
 صریحاً غامض لغزین و صفش  
 مشام حبان و دل از وی معطر  
 رہ گل گشت گلشن پر چہ است  
 دعا گوارا نگوں فرق نیا ز است  
 آملی باد نامش جہاد دانہ  
 سنش اذکار عادل شہ بہاد  
 کہ حروف بالقط آید بدستم  
 چہ شد تاریخ بحیب پور مطبوع

لکھی تم نے تاریخ کیا بے نظیر  
 یہ مقبول ہی سب کو محبوب ہی  
 حقیقت کو لفظوں میں دکھلا دیا  
 جو باطل کہے اس کو حق پر نہیں  
 نہ ہو دیکھ کر جس کو کوئی ملول  
 یہی غم رہا ہی۔ یہی غم گل  
 نہ کیوں اس کی تصنیف ہو بے نظیر  
 وہ مہر سپر سخن یہ قمر  
 بڑی بات اور منہ ہو چھو ظاہر  
 ہوئی بالقط حرف سے دو بدو  
 ہوئی طبع تاریخ عادل شہ

ولہ

ای بشیر الدین احمد داد اگر نصفت پناہ  
آپ راضی خلق سے اور خالق راضی آپ سے  
جب کہ لکھی آپ نے تاریخ بیجا پور کی  
کیسے گا کوئی کیا تعریف اس تاریخ کی  
ہاتھ غیبی نے سال عیسوی اس کا لکھا

فرق اقدس پر ہے سایہ فگن ظل الہ  
آپ سب کے خیر خواہ اور آپ کے سب خیر خواہ  
دل سے ہر اک نکلائی صدائے واہ واہ  
اس کی خوبی پر ہی اس کا فقرہ فقرہ خود گواہ  
ای بشیر الدین بھٹا تاریخ ہی کیا واہ واہ

۱۹۱۳ء

ولہ

افتخار زماں بشیر الدین  
بارک اللہ بہ مسند تالیف  
فن تاریخ او کمال گرفت  
سیر خسرو ان بیجا پور  
فکر ازل چوں حساب ہجری جست  
سوی خواستم چاڑا ہاتھ

کز مشاہیر دہلی و دکن است  
پہلوے والد خودش بہ نشست  
کلاک جملہ مورخاں بہ شکست  
ضبط تحریر ساختہ سر دست  
از در و نشس عددی ہر دہ  
گفت او مخزن تواریخ است

۱۹۱۳ء

قطعہ تاریخ نوشہرہ باب الوالمعانی سید مجتبیٰ الدین صاحب تجلی صدر خزائنہ دار ضلع راجپور

چھپ گئی تاریخ بیجا پور کی  
یہ شجرہ وہ ہو کہ جس میں سیکڑوں  
ای بشیر الدین احمد آفریں  
طبع والا حکم راں خسامہ پہری  
عادل و نصفت شعار و ذی چشم  
خوش نصیب خوش لیاقت خوش خیال  
کار بہر کاری سے گو فرصت نہیں  
پھر بھی وہ لکھیں کتابیں آپ نے

بے عدیل و بے نظیر و بے بدل  
تجربے کے پھول ہیں حکمت کے پھل  
خوب پچھہ تاریخ لکھی ہر محل  
دو قدم آگے ہوا سے چڑھ کے چل  
مستقی ہو اور عالم با عمل  
نیک طبیعت پاک باطن سب بدل  
قیمتی ہو آپ کا اک ایک بدل  
نام ہو گا آپ کا ضرب المثل

بہرہ در اس گنج سے ہوا یک جہاں  
سعی ہو مشکور عالم آپ کی  
ای تجلی لکھ دے اس کا سال طبع  
اس شجر سے قوم کھائے نیک بھل  
آپ کو اللہ دے اس کا بدل  
واہ کیا تاریخ ہی کچھ بے بدل

۱۳۳۲ھ

قطعہ تاریخ نوشتہ جناب مولوی محمد عزیز الرحمن صاحب سرشتہ دار محکمہ اول تعلقہ دارسی ضلع بیجاپور

وہ بشیر الدین احمد صاحب عالی وقار  
ہیں تعلق دار اور ناظم بھی ہیں اس ضلع کے  
عدل میں خلق و مروت میں نہیں جن کی نظیر  
کچھ مستم ہی بلاغت میں نہیں ان کی مثال  
بے نشان نام ستم ہو بے پتہ ہی نام ظلم  
یاں نہیں جلتی سفارش اور نہیں چلتا ہی زور  
کس میں ہمت ہو کہ وہ یاں مرد میدان بن گئے آئے  
جو ستم گرین کے آیا ٹھو کریں کھا کر گپ  
ہر کس و نا کس کی لگتی داد ہو اس جاضرور  
شیر غراں جھٹنے تھے وہ شیر قالیں بن گئے  
ظلم سے کان آشنا ہوتے نہیں یاں پر مگر  
بیر نذیر احمد کے ہیں فرزند جو تھے بے نظیر  
ترجمہ قرآن کا اردو میں کیا اچھا کیا  
وہ لیاقت وہ بلاغت اور وہ ٹھیک بول چال  
بیر خلعت مثل بدر ہیں خصلت میں انصاف میں  
ان کی تصنیفات جس فن میں تھیں ان کی بھی ہیں  
ان کی تصنیفات کی تعریف ادا کیا ہو سکے  
حال میں لکھے ہیں عادل شاہیوں کے واقعات

جن کو دی راجپور کی ہو حق نے اعلیٰ افسری  
جن کی نظروں میں مساوی سب ہیں درویش غنی  
اور نہیں جن پر لیاقت میں کسی کو برتری  
کیا فصاحت کا بیاں جن کی زباں ہو دہلوی  
شیر کے پہلو میں بے فکری سے ہی بکری کھڑی  
ہاں مگر کرتی اثر ہی بے کسوں کی بے کسی  
بھول بیٹھا ہی ہاں رستم بھی اپنی رستمی  
جم کے رہنا اس کو دو بھر ہو گیا یاں دو گھڑی  
دال گئی یاں نہیں ہر گز کسی مغرور کی  
نقش بردوار ہیں بھولے ہوئے ہیں برہمی  
آشنا دریاے نصفت کے ہیں درویش و غنی  
شہرہ آفاق تھی جن کی زبان پارسی  
کیوں نہ ہو حاصل تھا ان کو علم سنی دینی  
ان کی اردو کا تو کیا کسنا زبان تھی مادری  
اور لیاقت میں فصاحت میں زبان فی نہیں  
آپ نے کس بات میں چھوڑی ہی ان کی بیروی  
ہو فصاحت اور بلاغت ان کی کھٹی میں پڑی  
جن کے قبضے میں تھی سبیا پور کی مشاہنشی

اس کے لکھنے میں اٹھائی ہو وہ محنت آپ نے  
سب پر آگندہ تھا دفتر اور پریشاں تھے ورق  
جب ورق اٹھیں ہزاروں بات ملتی ایک ہی  
جتنے ناسفستہ درمضوں تھے وہ سفتہ ہوئے  
ہاں سبھا لو اب سبھا لو پھر نہیں بکھریں گے یہ  
جب سخن گفتن مساوی بکر جاں سفتن کے ہو  
ہو زبان و خامہ قاصر مدح میں مدوح کے  
ان کے اوصاف حمیدہ کا بیاں کیا مجھ سے ہو  
کیا ثنا خوانی۔ ادا میں نے کیا ہی اپنا فرض  
یوں بھی لکھنی ہی مجھے تاریخ اس تاریخ کی  
کی زیر اور بنیہ کے قاعدے سے فکر جب  
سر اٹھا کر زانوے فکر سے کھدوائی ندیم

دن تو دن تھا پر گزرتا جاتی تھی اکثر رات بھی  
منقبط با قاعدہ تاریخ واں کی کچھ نہ تھی  
اس لئے تاریخ کا لکھنا نہ تھا اس کبھی  
جتنے تھے بکھرے ہوئے موتی بنادی اک لڑی  
جتنی زلفیں تھیں پریشاں ان کی چوٹی گندہ گئی  
حیف ہی پھر بھی اگر پہلک نے قدر اس کی نہ کی  
جتنی ہو تعریف اس سے بھی ہو ان کو برتری  
چاہئے اس کو لیاقت اور مشق شاعری  
مدح اک تاریخ لکھ کر ختم کی مدح کی  
ہاں مگر ہو سیدھی سادی اپنی وضع طرز کی  
بالف غیبی نے راہ غیب سے آواز دی  
طبع کا سن ”بھہ چھی تاریخ بجا پور کی“

۱۹۲۲ء - ۱۹۱۱ء

### وَلَّه

ای آں کہ ترا بشیر خوانند  
گویند ترا بشیر احمد  
کلک تو دور پی عس دور اند  
ہمت بعد وستم نیز زد  
داری تو چنان نظام اوقات  
پابندی او چنانست مشہور  
شاہاں کہ زند ضرب بر زر  
شاہاں کہ کنند لک گیری  
دل جوئی چنان کہے مکر دست

ظالم ہمہ ات نذر خوانند  
یعنی ابن نذیر احمد  
چوں تیغ بخاک خون بنیشاند  
غیرت ز عجب کرم نیز زد  
نوبت ناید ببدل مافات  
یغبار بیاید اربود دور  
اوسکے زدہ بقلب ہر ہر  
اوہست بفسر دست گیری  
دارد دل خلق در کف دست

خلق اندر خواب و خوف نایاب	او خود بیدار و فتنہ در خواب
مرہم بر زخم ہر دل افکار	دل ریش سنگان خوں خوار
بر فسق و دی سنان بتابد	آن کو کہ از و سنان بتابد
صد معنی باز آن نجیب زد	مسر جسملہ کہ از زبان برآید
مضمون گوید غلام حاضر	گیر دیو قلم کلام حاضر
ہر نقطہ توجہ خال مطلوب	خط تو مثال خط محبوب
فی دست و قلم نہ او در آرام	مشغول بکار صبح تا شام
حیران ست خسرو بیکتہ سنجیش	بے شبہ چنانست دوراندیش
در نقطہ از آن عبور سازد	در مثل ضخیم چون بتابد
ہر نقص کہ باشد آن نماند	فی الفور نکات از آن بیابد
مشلس کو در جہاں کہ جویم	القصہ لیاقتش چہ گویم
در سلسلہ اش جدید تالیف	کردست کنوں کتاب تصنیف
یعنی شیر شہان عادل	گفتہ حال زمان عادل
با چنگ و رباب و بادہ ناب	شاہاں کہ بدست بود دو آب
افسوس کہ مثل آب رفتند	صدیعت کہ چون سراب رفتند
آں فکر سکندر می کجا ماند	آں شوکت اکبر سی کجا ماند
ماندست نہ بجز حجاب در دست	بد ملکیت دو آب در دست
فی باد شہی و فی حکومت	فی افسری و نہ شان و شوکت
این دشت نور دنی ست آخر	دنیہ کہ گزشتنی ست آخر
مظلومان مسبور تا کی	مفسد و راں را غرور تا کی
ہم گشتہ و گشتنی ست قانی	این ماند و ماند آن نہ باقی

لہ مراد ہی باد شاہاں خاندان عادل شاہی پنجپور سے ۱۲

۱۳ یعنی ملک دو آبہ مابین دریائے کرشنا و چنگ بھدر را۔

یہ کرو گیاں سنا جزا ہست  
آنہاں کہ سلیم عقل دارند  
خود را بہ جہاں نہ بسیارند  
من قصد چہ گویم و چہ گفتم  
احوال ریاست پنجاب پور  
او کو در قسم ز ہمدانی  
کم گفت کہے چہنیں کتابے  
شاہی کہ بدے شدست کافور  
دہ شدہ کہ براں بُدند مامور  
اکنوں کہ گدام مشہ نہ ماندہ  
ساشس جستم چوزیں رعایت  
گردید سن کتاب سطور

بچہ ست ہر انچہ ماورا ہست  
در عقل کمال دخل دارند  
دل بستگی ہا فہر و گزاردند  
در بود چہ سفتنی چہ سُفتم  
بود از چشم زمانہ ستور  
شرط ست و یک قدر دانی  
شاہد بروے ہمیں کتابے  
شد خٹالی سینہ پنجاب پور  
کم شد یک عشت از پنجاب پور  
گو یا شہرست سر بریدہ  
از غیب ندیم شد ہدایت  
حالات ریاست پنجاب پور

۱۳۲۵ - ۲۳ - ۱۳۲۳ - ۱۳۲۵

قطعہ تاریخ نوشتہ جناب مولوی محمد عبدالحکیم صاحب سرشتہ دار محکمہ عالیہ صوبہ داری گلبرگہ

مورخ بشیر الدین احمد مکرّم  
چہ عالم چہ فاضل چہ منشی کامل  
بہ تالیف و تصنیف ہر چند جستم  
نظام عسادی و بریدی و بہمن  
سوانح پنجاب پوریاں چوں نوشتہ

بہ سلم و ہند ہذا اکثر معظم  
بہرفن یکتا ست ایں فرد کامل  
مگر در زمانہ بہ مثلش ندیدم  
رقم کردہ احوال ایں جملہ یک تن  
زار باب تاریخ سبقت ر بودہ

۱۔ صحیح نام پنجاب پور ہے جس کا تسمیہ نہی ہے۔ وہ خالی ہو گیا یعنی حرف یا سا قح ہو گیا تو پنجاب پور رہ گیا۔

۲۔ پنجاب پور کی جگہ پنجاب پور بہ حذف (دی) بانڈھنے کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ (دی) کے (۱۰) اور سلطنت پنجاب پور میں اورنگ زیب ملاکر

دس ہی بادشاہ ہوئے جب وہ سب گورنگے تو اُن کی مناسبت سے (۱۰) اعداد کا مساوی حرف (دی) خارج کر دیا گیا۔ ۱۲

۳۔ کوئی بادشاہ اسلام نہ ہونے سے شہر پنجاب پور کی رونق جاتی رہی اور وہ بے سر ہو گیا اور پنجاب پور کا سر پہنچا جس کے دو حصے تھے۔ ۱۳

بشد سال تاریخ برہا ضروری  
صدائے خوش الحان رسیدہ گوشم  
ہجرت سال تاریخ فصلی و ہجری  
بتاریخ عمدہ "بہیں سال ہجری  
۱۳۳۲ھ

مکمل چوتاریخ شہجیالپوری  
دریں فکر و حیرت چو در خواب رنم  
بہ خواہم نہ انداشد ز اسرار غیبی  
بتاریخ "سن گیر" تاریخ فصلی  
۱۳۳۳ھ فصلی

وَلَّه

حکم تاریخ جب کہ احقر کو  
ہسٹری سنجیالپور رہبر کو  
۱۳۳۲ھ

ملا از پیشگہ جناب بشیر  
کہا دل نے کہ نذر دے ہدیہ

وَلَّه

از دست و قلم جناب تاریخ  
لکھ دے تو کو کوئی جواب تاریخ  
تب میں نے کی شتاب تاریخ  
نایاب و لا جواب تاریخ  
۱۳۳۲ھ فصلی

جب چھپ چکی تھی کتاب تاریخ  
ایسی ہو چکے لاجواب تاریخ  
جب پوچھا گیا حساب تاریخ  
"کم یاب و لا جواب تاریخ"  
۱۳۳۳ھ

قطعہ تاریخ نوشتہ جناب مولوی سید فضل ستار صاحب مروہوی المتخلص بہ لا ابالی  
التزام تاریخ بنیالپور ۱۹۱۴ء  
تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیسوط بہین تذکرہ ملوک عادل شاہیہ  
۱۹۱۴ء ۱۹۱۴ء

بذ تاریخ سنجیالپور سال عیسوی جستم  
چو ذکر اردو شایان عادل شاہیہ، گفتم  
۱۹۱۴ء

بشیر الدین احمد چوں بنشستہ حال شاہاں را  
برآمد لا ابالی یک ہزار و نہ صد و دہ چار  
۱۹۱۴ء



## غلط نامہ حصہ سوم واقعات مملکت بیجاپور

اتماس ہو کہ براہ کرم پڑھنے سے پہلے ہر صاحب مندرجہ ذیل غلطیوں کو درست کر لین خاص کر سنہ کی غلطی جس سے واقعہ تاریخی پر اثر پڑتا ہو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	عاقبہ	عاقبہ	۱۲	۲۱	عاقبہ	عاقبہ
۲	۴	یلند	یلند	۱۳	۱۴	کھار	کھار
۳	۲	منجھ	منجھ	۱۴	۱۵	راجگان	راجگان
۹	۸	رط کے	رط کے کو	۱۵	۱۶	رستش	رستش
۱۰	۹	رشتہ	رشد	۱۶	۱۷	اشیخ	اشیخ
۱۱	۱۰	نے	لے	۱۷	۱۸	اینکٹ	اینکٹ
۱۲	۱۱	الحبۃ	الحبۃ	۱۸	۱۹	۱۶۶۵ھ	۱۶۶۵ھ
۱۳	۱۲	کد	کد	۱۹	۲۰	عجیب	عجیب
۱۵	۱۴	وَجْهَكَ	وَجْهَكَ	۲۰	۲۱	کشتنہ	کشتنہ
۱۸	۱۵	سر	سر	۲۱	۲۲	کا	کے
۲۰	۱۶	۱۰۸۹ھ	۱۰۸۹ھ	۲۲	۲۳	۵	۵
۲۳	۱۷	سند	سند	۲۳	۲۴	برطی	برطی
۲۴	۱۸	چوبارے سے	چوبارے	۲۴	۲۵	پھلستا	پھلستا
۲۵	۱۹	چوبارے	چوبارے	۲۵	۲۶	برطی	برطی
۲۶	۲۰	عاشورخانہ	عاشورخانہ	۲۶	۲۷	ہوتی	ہوتی
۳۲	۲۱	توپ	توپ	۲۷	۲۸	x	میں
۳۴	۲۲	چشم	چشم	۲۸	۲۹	زمان	زمان



صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۸۲	۱۳	۱۵-۱۵ھ	۱۰-۱۲ھ	۱۱۲	آخر	ہتان	ہتان
۸۳	۹	گو	کو	۱۱۳	۱	اللہ	اللہ
۸۵	۱۰	قوت	قوت	"	۲	آنحمل	آنحمل
"	"	۱۰-۳۳ھ	۱۰-۳۳ھ	۱۱۴	۲۰	کھیر	کھیر
۸۶	۱۲	جوس پیٹ	ہوس پیٹ	۱۱۵	۱۰	اسٹور	اسٹور
۸۷	۱	ملینا	ملینا	۱۱۶	۷	۹۹۲ھ	۹۹۰ھ
"	۲۱	ملول	ملول	۱۱۷	۱۶	قج	قج
۸۹	۱۲	سلامات	سلامات	۱۲۲	۲۲	کردے	کردے
"	"	ہر	ہو	۱۲۳	آخر	یسلطان	یسلطان
۸۹	۲۱	جو	x	۱۲۷	۳	ہمالوں	ہمالوں
۹۰	۲۰	کی ہوگی	کیا ہوگا	۱۳۰	۱۱	مباد	مباد
۹۲	۱۵	ملتی ہر	x	۱۴۲	۳	بارہ	بارہ
"	۲۱	ٹھان	چٹان	۱۵۶	۱۳	سرنگاپٹن	سرنگاپٹن
۹۵	۱۲	وہ	اور	۱۵۹	۱۸	کٹر	کٹر
"	۲۰	پاؤں	پاؤن	۱۶۳	۱۲	آتے	آتے ہیں
۹۶	۲۲	پیک	پیک	۱۶۴	آخر	برج	برج ہر
"	آخر	ہن	ہن	۱۶۷	۱۰	قطرہ	قطرہ بھی
۱۰۵	۱۷	تھا	ہر	"	"	بھی	x
۱۰۷	۱۳	بہم	بہم	۱۶۸	آخر	دارد	دارو
۱۱۰	۲۱	میں	میں	۱۶۹	۹	Bnehv	Bnehv
۱۱۱	۲۲	مل	مل	۱۷۱	۲	جن	جس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۱۷۱	۱۲	مسکین	مکین	۲۰۳	۱۲	نو	نا
۱۷۲	۹	میں	x	۲۰۸	۱۷	بجنت	بجنپ
۱۷۷	۲۲	تلوگ	تکوک	۲۱۱	۵	تمام	تمام ملک
"	"	ہامی	نامی	"	۶	ور	در
۱۷۹	۶	کھینچی	کھنچی	۲۱۵	۱۲	وار	دار
"	۱۸	ہست	ہست	"	۲۰	بریاں	برہاں
۱۸۱	۳	ارضی	ارضی	۲۱۶	۹	خلد آبادی	خلد آباد
"	۹	جو	جو	۲۱۷	۳	در	در
"	۳	۱۰۰۱ھ	۱۰۸۱ھ	۲۲۶	۱۵	تھا	تھا سب نے
۱۸۳	۱۶	لداؤ	لداوی	۲۲۷	۸	ہو اُس	ہیں اُن
۱۸۶	۶	جسے	جسے	۲۳۶	۳	اور	نور
۱۸۷	۱۲	دریاں	دریان	۲۳۸	۶	گے	x
۱۹۶	۹	۵۷۶۰ھ	۵۷۶۲ھ	۲۴۰	۷	راور	روز
۱۹۹	آخر	x	غزیز قتال کا مزار	"	آخر	السیے	الیسے
			دولت آباد میں ہے	۲۴۱	۱۶	مژین	حزین
			لیکن دولت آبادی	۲۴۲	۱۵	کمان	کمان پر
			ان کو حضرت راجو	"	۲۱	دولب آباد	دولت آباد
			قتال حسینی پر بڑا گوا	۲۴۴	آخر	سادہی	سادہی
			حضرت سید محمد	۲۴۸	۲۰	یرپا	یرپا
			بندہ نواز کے بھائی	۲۵۳	۳	اگر	x
			بتلائے ہیں۔ والد	۶۵۹	۱	گنبد کی	گنبد کے
			اعلم بالصواب۔				

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۲۹۰	آخر	صاحب	صاحب کے	۳۰۷	۳	پٹلا	پٹولا
۲۹۵	۱۳	ٹیونز	نیوز	"	۱۳	"	"
۲۷۰	۳	اور	x	"	۲۲	توزنگ	توزنگ
۲۷۱	۱۰	بھیتجا	بھیتجے	۳۱۰	۱۲	قدیم	قدیم سے
۲۸۰	۱۸	جما	بما	"	۱۳	سیاٹ	سیاٹ
"	"	حسن	حسن	۳۱۱	۱۱	سی	سی
۲۸۲	۲۰	اور	x	"	۲۰	یار	یاب
"	"	سیٹرم	سیٹرم	"	۲۱	"	"
۲۸۳	۲	چیتاپور	چیتاپور	۳۱۷	۷	انعام	انعام
"	۷	/	x	۳۱۹	۱۰	- وآن	سروان
"	۱۷	واری	لے واری	۳۲۳	۱	عنبر	عنبرو
۲۸۹	۲۲	فتح القرب	فتح قریب	۳۲۶	۶	المراء	المراء
۲۹۲	۱	حدوت	حدوت	۳۲۸	۱	پر	ہر
"	۱۷	ذریعہ	ذریعہ	"	۲	کہ	شخص
۲۹۵	۵	ہاریٹ	ہاریٹ	۳۳۲	۱۷	دروازے	دروازے کی
۲۹۷	۵	کوٹرویلی	کوٹرویلی	۳۳۳	آخر	۳۰	۳۰۰
۲۹۹	۹	سپرد	سپرد	۳۳۸	۱۵	۳۲	۳۲
۳۰۱	۱۳	۱۹۱۶ء	۱۹۱۶ء	۳۳۲	۲	ٹیل	ٹیل
۳۰۲	۲	ڈرانا	ڈرانا	۳۳۵	۱۱	جن	جو
۳۰۵	۱۰	سپر	سپرد	۳۳۶	۱۳	رانی	رالی
"	۲۰	موصوف	موصوف نے	۳۵۱	۱	۸۹۲ھ	۸۹۲ھ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۳۵۵	۹	نتھا	فتحاً	۳۹۳	۲۰	سر پر	سر پر
۳۵۶	۱۰	سندھور	سندھور	۳۹۶	۷	مدگری	مدگری
۵۵۷	۶	ہوا	ہوے	۳۹۹	۶	ندوز	اندوز
۳۵۹	۱	ونکیٹا	ونکیٹا	۷	آخر	افت	یافت
۳۶۷	۱۰	قصیر	قصہ	۳۶۳	۷	مہبط	مہبط
۳۷۱	۸	الجزیرہ	الجزیرہ	۳۶۴	۳	ہیونڈونہ	ہیونڈونہ
۳۷۹	۱۸	ص	چہ	۷	۱۱	شاہ	×
۳۸۰	۱۹	ممتاز	فخماز	۳۷۵	۳	نادر علی	ناد علی
۳۸۲	۲	اس کے بعد	قبل ازین	۷	۱۲	کلیات	کلیاب
۳۸۳	۸	۱۲۲۶ھ	۱۲۱۶ھ	۳۷۲	۱۳	پرٹھ	چرٹھ
۷	۱۶	یدرگہ	یدرگہ	۳۷۳	۱۴	اس	اُس
۳۸۵	۱۷	دیون	دیولون	۳۷۴	۱۰	بیدراور	پیداوار
۷	۲۱	چاے	جاے	۳۷۶	۱۲	قدہاری	قدہاری
۷	آخر	پنج	پنج	۷	۲۲	بھیک	بھیک
۳۸۶	۷	باپ	پاپ	۳۷۲	۲	(ہمپی)	(ہمپی)
۷	۲۲	برمیشور	برمیشور	۷	۳	ویجانگر	ویجانگر
۳۹۱	۱۲	ایک	یک	۳۷۳	۶	اور	اُس نے
۳۹۳	۲	گڈو	گڈو	۷	۲۰	لیار	طیار
۷	۳	آبادی	آبائی	۳۷۴	۲	تالاب	اور تالاب
۷	۱۳	مرحت	مرحت	۷	۱۲	کے	کا
۷	۱۴	تودہ	دس	۷	آخر	اللہ	اللہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۴۲۴	۷	کی	کے	۳۵۳	۱۲	برآں	برآں یہ
۴۲۷	۳	ککلیپا	ککلیا	۳۵۸	۱۴	لکا	بکا
"	۱۹	ویسی	ویسے	۳۶۸	۳	بغر	بغیر
۴۲۹	۵	گھر	گھیر	۳۶۹	۱۹	یہ	بہ
"	۷	اکٹھے	اکٹھے	"	۲۱	جانے	جانیں
۴۳۰	۱	مانپنیا	مانپنیا	۳۷۰	۱۲	سہ رنگ	رنگ
"	۲۰	گڈو	گڈو	۳۷۳	۶	اقلم	اقلم
۴۳۶	"	ترجہ	اور ترجمہ	۳۷۷	۱۵	جو کہ	چون کہ
۴۳۷	۲۲	معہ	×	"	آخر	پونچنے	پونچنے
"	"	(قوی)	(قول)	۳۷۹	۱۹	اور	×
۴۳۹	۹	رسید	رسیدہ	"	۲۰	احمد خاں کے	احمد خاں
"	آخر	بیان	بیان سے	۳۸۱	۱۳	نے	×
۴۴۲	۹	اورنگ	اور رنگ	۳۸۲	"	پائے	پایہ
۴۴۵	۲	گیور	گیور	"	"	لئے	نے
"	۱۳	فوق العادت	فوق العادت تھیں	۳۸۳	۱۶	قریب	قریب
"	۲۰	سے	کو	۳۸۴	۸	پیشہ	شہ
"	"	اور اس	×	۳۸۷	۱۱	کاوان	گاوان
۴۴۶	۱۶	”بھار دواج“	”بھار دواج“	۳۸۸	"	کی	کیا
۴۴۹	۶	لی	ٹپی	۳۸۹	۴	یہیں	یہیں
۴۵۰	۳	ہمین	ہمان	۵۰۰	آخر	افلاع	افلاع
"	۱۱	نکل	کھٹو	۵۰۱	۱	ید	ید

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۵۰۶	۱۳	مسجد کے	مسجد	۵۴۹	۱۶	رشد	سن رشد
۵۰۷	۱۶	کی	کی وضع کے	۵۵۰	۱۲	پیمانے	پیا
۵۰۸	آخر	بناہ	بنائے	۵۵۱	۵	آہناے	انہاے
۵۱۶	۵	شاہیہ	شاہیہ کو	"	۸	عفووت	عفووت
۵۲۳	۴	میں	x	۵۵۴	۵	صلو	صلو
۵۲۵	۵	بھیجے جا رہے تھے	بھیجی جا رہی تھی	۵۵۷	۱۱	پیدل لوگ تھے	پیدل لوگ تھے
"	۱۷	۲۰ھ	۲۰ھ کو	۵۶۲	۱۱	اس کے	اس
۵۶۶	۱۱	دیا	دی	۵۶۴	۱۰	گو لکندہ کی	گو لکندہ کے
۵۳۱	۱۰	نہیں	یہیں	۵۶۸	۱۷	قدیم	قدیم
۵۳۴	۱۲	کی ہے	کے ہیں	۵۷۰	۱۲	ڈاکہ	ڈھاکہ
"	آخر	چاندی	چاندی	۵۷۲	۴	ہین	ہی
"	"	وبہ	x	"	آخر	پٹ	پیٹ
۵۴۲	۱۹	نلکندہ	نلکندہ	۵۷۶	۱۲	ہی ہے	ہی کی ہے
۵۴۳	۱	سر پہ	سر پہ	۵۷۷	۷	ینوایا	بنوایا
"	۲۰	ترمیک	ترمیک	۵۸۰	۴	سند	سند
۵۴۴	۹	تخت	تخت	۵۸۷	آخر	بارود کوٹھ	باروت کوٹھا
۵۴۶	آخر	پتھر پر صاف و صریح	پتھر پر صاف و صریح	۵۸۹	۱۹	سیٹھری	سیٹھری
"	"	"	کنڈہ ہے تو وہی متبر	۵۹۲	آخر	جلد جا بجا	جا بجا
"	"	"	ہی-۱۲-	۵۹۳	آخر	شہر کے	x
۵۴۸	۱۰	ہیں	ہیں	۵۹۴	۳	ہی	ہی کہ
۵۴۹	۹	شریفین	شریفین	"	۴	ہیں	ہیں جن سے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۵۹۷	۱	کے	کی طرح	۶۱۴	آخر	خاص	خاصی
۵۹۸	۱۲	نے	نے	۶۱۵	۲۲	بروہاں	پردھان
۵۹۹	۷	یا	x	۶۱۷	۱۱	گوشوں	گوشوں کو
۶۰۰	۱	بیجانگر	بیجانگر کا تسلط	۶۱۸	۱۵	خیر	خیر
۶۰۱	۵	یگڑا	یگڑا	۶۲۰	۸	مقامات	مقامات
۶۰۲	۱۲	بوزنگ	بوزنگ	۶۲۱	۳	کا	کار
۶۰۳	۶	الغائب	الغالب	۶۲۳	۶	ڈگلس	ڈگلس ہر
۶۰۴	۱۰	نجموں	نجموں	۶۲۴	۱۸	متاثر	متاثر
۶۰۵	۸	پاچ	مئی	۶۲۵	۸	نے	x
۶۰۶	۱۰	"	"	۶۲۶	۱۲	نتر پتر	نتر پتر
۶۰۷	۱۶	سبج	سبج	۶۲۷	۳	کے بٹے	x
۶۰۸	آخر	منہ	x	۶۵۱	۱۰	بنوے	بنوے
۶۱۰	۱۹	دک رہا	دک رہا	۶۵۷	آخر	درینوالا	درینوالا
۶۱۱	۲۰	الودم	الودم	۶۵۸	"	دوتخواہی	دوتخواہی
۶۱۲	۱۲	۵۱۲۱	۵۱۲۱	۶۶۰	۴	اعلیٰ فضل	اعلیٰ فضل
۶۱۳	۱۳	تتبع	تتبع	۶۶۱	۴	"	"
۶۱۴	"	"	"	۶۶۲	۷	المثال	المثال
۶۱۵	۱۶	حرر قوا انہ	حرر قوا انہ	۶۶۳	۵	دستہاے	دستہاے
۶۱۶	۱۷	ارسلو	ارسلو	۶۶۴	۱۹	پنجی	پنجی
۶۱۷	۲	دریاے	دریاے	۶۶۵	۵	پڑھتی	پڑھتی
۶۱۸	۲۰	دنگلٹن	دنگلٹن	۶۶۶	۷	کد میا	کد میا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۶۶۸	۶	دو ترم	دو ترم	۶۹۷	۱۴	سَرَحِمَةُ	رَحِمَةُ
۶۷۰	۴	تے	نے	۱۷	۱۷	بَيَّوَاتُ	بَيَّوَاتُ
۶۷۲	۱۷	÷	x	۱۸	۱۸	وَوَ	وَوَ
۶۸۶	۷	راخو	گلبرگہ	۹	۹	بَعْدُ	بَعْدُ
۶۸۷	۶	پر گیلٹ	برگیٹ	۱۶	۱۶	أَحَدًا	أَحَدًا
۶۸۸	۱۲	پھیلانے	پھیلا	۱۷	۱۷	لَشَيْءٍ	لَشَيْءٍ
۶۸۹	۴	بعد	بعض	۱۷	۱۷	عُجَابُ	عُجَابُ
۶۹۰	۴	یعنی	یعنی کہ	۴۹۹	۴	إِنْفَقُوا	إِنْفَقُوا
۶۹۱	۱۵	بہی کا	بہی کے	۱۰	۱۰	لِلَّذِي	لِلَّذِي
۶۹۲	۱۸	نُزِّلُ	نُزِّلُ	۵	۵	پر دواز	پر دواز
۶۹۳	۱۴	بکشائید	بکشائید	۳	۳	آہنگ	آہنگ
۶۹۴	۱۸	پنجاب	پنجاب	۳	۳	پوچھے	پوچھے
۶۹۵	آخر	اکائین	اکائین	۲۲	۲۲	سور	سور
۶۹۶	۳	حسین	حسن	۶	۶	ہر	ہر
۶۹۷	۳	الْقَدِيمَةِ	الْقَدِيمَةِ	۱۳	۱۳	سوی	سوی
۶۹۸	۳	مُبَيَّنَةٍ	مُبَيَّنَةٍ	۲	۲	الحان	الحان









## اعلان

یہ کتاب حسب نشاے ایکٹ (۲۵) ۱۹۶۸ء برٹش گورنمنٹ اور نیر ممالک محروسہ سرکار  
علی میں دونوں جگہ جسطری ہو چکی ہو بلا اجازت مصنف اس کا چھاپنا یا چھپوانا ممنوع ہے۔

### ولہ

حزب قحطان - نشاط عمر - عصاے پیری - عہدہ بینوں کتابیں لڑکوں جوانوں محروگوں کے  
لئے تلقین معاشرت و تعلیم نیک کرداری و اخلاق کی بہترین رہنمائی جو ڈاکٹر شال کی کتب  
انگریزی سے ماخوذ ہیں۔

حیات قیصرہ - ملکہ وکٹوریہ آں جہانی کی مختصر سوانح عمری۔

تاریخ بیجا نگر - جس میں راجگان بیجا نگر و ہم عصر سلاطین ہندو - بریدیہ - عادل شاہیہ  
قطب شاہیہ - نظام شاہیہ و گورنران پرتگال کے حیرت خیز کارنامے درج ہیں (بالصورت)

خالق باری انگریزی اردو منظوم - جس میں بچوں کے لئے روزمرہ کے ۳۳۹ لفظوں کا ذخیرہ  
اقبال ڈاکٹر - جس میں مردوں اور عورتوں کی تعلیم - شادی بیاہ وغیرہ کی رسوم و رواج و شو کے

تعلقات تعداد از دواج کی خرابیاں سکونوں کا بڑا ایک نہایت دل چسپ پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں اور  
حسن معاشرت - جس میں بھٹو اور سلیقہ مند بیولوں کے حالات بالمشابہ ایک نہایت

دل چسپ نتیجہ خیز اور نصیحت آمیز پیرایہ میں درد انگیز طریقہ پر لکھے گئے ہیں۔ - - - عہد  
واقعات مملکت بیجا پور - - - - - کلدار - سکھ عثمانیہ

قیمت ہر حصہ مکمل غیبہ مجلد - - - - -

مجلد طلالی - - - - -

محصول ڈاک مع خرچہ وی پی دونوں صورتوں میں - - -

نمبر ۱ - ۴ - ۵ - کی کتابیں اب شاگ میں نہیں رہیں ان کے لئے طبع ثانی کا انتظار کرنا

پر لگا باقی کتابیں ذیل کے پتہ پر مل سکتی ہیں:-

بشیر الدین احمد اول تعلقہ دار (ریاست حیدر آباد دکن)



ب ۲۸ و  
۳

۹۵۳۵۹۶

This book was taken from the Library  
on the date last stamped. A fine of  
1 anna will be charged for each  
day the book is kept over time.

۹۵۳۵

۳۱ ۱۸۱۷ ۵

26 FEB 18

۵۹۵۱

٢



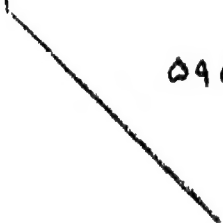
١

ب ٩٢٨

٩٥٢٥٩٦ ١/٢

٥٩٥١

—



٣